دلیل الفالحین
شرح اردو
ریاض الصالحین
جلد دوم
تالیف
محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی
المتوفی سنة ۱۰۵۷ھ
تحقیق
عصام الدین الصبابطی
مترجم
مولانا شمس الدین صاحب
ناشر
مکتبۃ العلم
۱۸-اردو بازار لاہور۔ پاکستان
7231788

دلیل الفالحین

شرح اردو

ریاض الصالحین

جلد دوم

تالیف: محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی

مترجم: مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: عصام الدین الصبابطی

اس ترجمہ کی چند نمایاں خصوصیات

★ تمام احادیث کا آسان و عام فہم ترجمہ ★ احادیث کے حل طلب مسائل کی بہترین و دلکش تشریح

★ دور جدید کے مسائل کا بہترین حل ★ حل اللغات' نحو وغیرہ کے عنوانات سے آسان تشریح

★ ہر مسئلے پر فقہا کی آراء ★ آیات قرآنیہ مکمل حوالوں کے ساتھ ★ ہر حدیث کی مکمل و مدلل تخریج

★ ''الفرائد'' کے عنوان سے حدیث میں بیان کیے گئے ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر خلاصہ

ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان

Ph:7211788-7231788

نام کتاب .... دَلِیْلُ الْفٰلِحِیْن شرح اردو رِیَاضُ الصّٰلِحِیْن

تالیف: .... مُحَمَّدبن عَلَّان الصِّدِّیقی الشَّافِعِی الاَشعَرِی المَکّی

مترجم .... مولانا شمس الدین صاحب

تَحقِیق: .... عِصَامُ الدِّیْن الصَّبابطی

طابع .... خالد مقبول

مطبع .... آر۔ آر۔ پرنٹرز

❖ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ☎ 7224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور ☎ 7221395

❖ مکتبہ جویریہ ۱۸ - اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان ☎ 7211788

فہرست

۲۷: بَابُ تَعْظِيمِ حُرُمَاتِ الْمُسْلِمِينَ وَبَيَانِ حُقُوقِهِمْ وَالشَّفْقَةِ عَلَيْهِمْ وَرَحْمَتِهِمْ

باب ۲۷: مسلمانوں کے حرمات کی تعظیم اوران کے حقوق اوران پر شفقت ورحمت

قَالَ اللّٰه تَعَالٰى :

﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ [الحج : ۳۰]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے ۔ پس وہ اس کے لئے اس کے رب کے ہاں بہت بہتر ہے''۔(الحج)

حُرُمَاتِ یہ حرمۃ کی جمع ہے۔اہل ومال میں ہروہ چیز حرمۃ میں داخل ہے جس کی تذلیل حرام ہو۔

بیان حقوق سے مراد وہ حقوق جوایک دوسرے پرلازم ہیں۔

اَلنَّحْوُ :الشفعة:اس کا عطف تعظیم پر ہےاور ۲ حرمات یا حقوق پر بھی عطف درست ہےاور رحمت کا عطف ہم پر تفسیری ہےیعنی ان پرشفقت ورحمت۔

قال اللّٰه تعالٰی :وَمَنْ يُّعَظِّمْ ...... ۱ مطلب یہ ہے کہ جوآدمی اللہ تعالیٰ کے حرمات یعنی اس کے احکام وقوانین جن کی ہتک جائز نہیں ہے۔ ۲ اس سے حرم یا مقامات واحکامات مراد ہیں۔فھو خیرٌ :ھو سے مراد تعظیم اور خیر سے مراد قربت وطاعت کے اضافہ کو کہا جاتا ہےیعنی وہ تعظیم احکامِ الٰہی جواللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے قرب ونزدیکی کا باعث ہیں۔

بعض کا قول: خیر کا صیغہ یہاں افعل التفضیل کے معنی میں نہیں (بلکہ مطلقاً وصفی معنی رکھتا ہے)

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ [الحج : ۳۲]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے پس یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے''۔(الحج)

شَعَآئِرَ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین یا فرائض حج یعنی حج اور مقاماتِ حج اور ہدایا وغیرہ مراد ہیں کیونکہ یہ حج کے نشانات ہیں۔

سیاق آیت کے مطابق یہی معنی مناسب ہے۔اب ان کی تعظیم کا مطلب یہ ہوگا کہ ہدایا موٹے تازے اور بیش قیمت ہوں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو اونٹ بطور ہدی بیت اللہ کی طرف روانہ کئے ان میں ابوجہل کا وہ اونٹ بھی شامل تھا جس کی نکیل کے ساتھ سونے کا کڑا تھا اور جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عمدہ اونٹنی ہدی کے طور پر منگوائی جس کی قیمت تین سو دینار تھی۔ آیت میں شعائر کی تعظیم کو تقویٰ القلوب کہا' یہاں مضاف کو حذف کیا یہ من افعال ذوی القلوب تھا۔ ھا کا مرجع من ہے۔ یہاں قلوب کا ذکر اس لئے کیا کیونکہ دل ہی تو تقویٰ و فجور کا مرکز و منشاء ہے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا **التقوٰی ھاھنا الحدیث**)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [الحجر:۷۷]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور تو جھکا دے اپنے بازو کو ایمان والوں کے لئے''۔ (الحجر)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ [المائدة:۳۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جس نے کسی جان کو بغیر کسی جان کے عوض یا بغیر ملک میں کوئی فساد برپا کرنے کے قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا''۔ (المائدہ)

بِغَيْرِ نَفْسٍ : یعنی بغیر کسی ایسی وجہ کے جو قصاص کو لازم کرتی ہو۔ **فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ** یعنی بغیر فساد فی الارض یعنی اس نے کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جو زمین میں فساد کا باعث بن کر قتل کا حقدار بنا دیتا ہے مثلاً شرک' ڈاکہ زنی وغیرہ سنت صحیحہ سے شادی شدہ زانی کا سنگسار کرنا اور تارک نماز کا قتل ثابت ہے۔ **فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ**: ایک انسان کے قتل کو تمام لوگوں کا قتل اس لحاظ سے کہا گیا ہے: ① اس نے ناحق خون بہا کر خون کی عظمت دلوں سے نکال دی جس سے اور لوگوں کو قتل کی جرأت ملی۔ ② ایک آدمی کا ناحق قتل یا ہزاروں کا قتل غضب الٰہی اور عذابِ عظیم کا مستحق بنانے میں یکساں ہیں۔

ومن احیاھا: جس نے اس نفس کو زندہ کیا یعنی اس نے یا تو معاف کر دیا یا قتل سے باز رہا یا اسباب ہلاکت سے چھٹکارا دلایا تو گویا اس نے زندہ کر دیا۔

احیا الناس جمیعًا: گویا اس نے سب کی زندگی کو بچایا مقصد یہ ہے کہ قتل نفس بہت بھاری چیز ہے۔ دلوں میں اس سے اعراض کو جمانے اور اس کو بچانے کے لئے یہ پیارا انداز اختیار فرمایا گیا ہے۔

❁ ❁ ❁

۲۲۴ : وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا" وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۲۴ : حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ''ایک مؤمن دوسرے مؤمن کیلئے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے اور آپؐ نے ایک دست اقدس کی

انگلیاں دوسرے دست اقدس میں ڈالیں'' (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ''اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ: المؤمن مبتداء کَالْبُنْیَانِ اس کی خبر ہے۔ للمؤمن یہ مبتداء کا حال یا صفت ہے۔المؤمن کا ال جنس کے لئے ہے۔

النحو: یَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا: یہ جملہ مستانفہ وجہ شبہ کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

قول قرطبی: یہ تمثیل ہے جس میں ایک مؤمن کو دوسرے مؤمن کی مدد و نصرت پر ابھارا گیا ہے اور یہ ضروری بات ہے کیونکہ دیوار کا اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں جب تک اس کا ہر حصہ ایک دوسرے کو تھامنے اور طاقت دینے والا نہ ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس کے اجزاء الگ الگ ہو کر وہ زمین بوس ہو جائے گی بالکل اسی طرح مؤمن دنیا و دین کے تمام کاموں میں ایک دوسرے کی معاونت و مدد کا محتاج ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو نہ اس کی تمام مصلحتیں پوری ہو سکیں گی اور نہ وہ اپنے مخالف کا مقابلہ کر سکے گا اور دین و دنیا کا انتظام و انصرام پورا نہ ہونے کی وجہ سے ہلاکت کے غار میں گر جائے گا۔

شبك: اس کا فاعل ممکن ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا راوی حدیث ہو۔

بين أصابعه: یہ وجہ شبہ کے تقریب فہم اور بیان تداخل کے لئے یہ لفظ فرمائے۔

تخريج : أخرجه احمد (٧/١٩٦٤٤) والبخارى (٤٨١) و مسلم (٢٥٨٥) والترمذى (١٩٢٨) والنسائى (٢٥٥٩) و ابن حبان (٢٣٢)

الفرائد : ① تشبیہات اور امثال کو بیان کرنا تا کہ معانی کا سمجھنا آسان ہو جائے جائز ہے۔ ② مسلمانوں کو باہمی تعاون و محبت سے رہنا چاہئے۔

---

٢٢٥ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ مَّرَّ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ مَّسَاجِدِنَا اَوْ اَسْوَاقِنَا وَمَعَهٗ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ اَوْ لِيَقْبِضْ عَلٰى نِصَالِهَا بِكَفِّهٖ اَنْ يُّصِيْبَ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا بِشَيْءٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

٢٢٥ : حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو ہماری مساجد میں سے کسی مسجد سے یا بازاروں میں سے کسی بازار سے گزرے اور اس کے پاس تیر ہو تو وہ اس کی نوک کو اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑے یا تھام لے تا کہ کسی مسلمان کو اسکی نوک نہ لگ جائے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ مِنْ مَّسَاجِدِنَا اَوْ اَسْوَاقِنَا او: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ شارع کی طرف سے تنویع کے لئے۔ یہ راوی کی طرف سے شک کے لئے نہیں ہے۔ یعنی اس کا گزر مساجد سے ہو (جو مسلمانوں کے اجتماع کی جگہیں ہیں) یا بازار سے ہو۔

النحو : مَعَهٗ نَبْلٌ: یہ مر کی فاعلی ضمیر سے حال ہے۔ یہ مؤنث ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ عربی تیر کو نبل کہا جاتا ہے۔

فَلْيُمْسِكْ اَوْ لِيَقْبِضْ : یہاں او شک راوی سے ہے یہ دونوں امر کے صیغے ہیں۔

عَلٰى نِصَالِهَا: ① یہاں علی با کے معنی میں ہے۔ ② مبالغہ کے لئے عامل استعلاء کے معنی کو متضمن ہے۔ نصال: لوہے کا وہ

نوک دار حصہ جو تیر کے اگلی جانب لگتا تھا۔
بکفه: یہ یمسك یا یقبض فعل کے متعلق ہے۔ان یصیب احدًا من اس سے پہلے مخافۃ محذوف ہے۔ من تعلیلیہ ہے یعنی بسبب اتصال اس تیر کی نوک کے سبب۔شئ سے پہنچنے والی ایذاء مراد ہے۔
تخریج: أخرجه أحمد (٤/١٩٥٩٤/٧) والبخاری (٤٥٢) ومسلم (١٦١٥) وأبو داود (٢٥٨٦) وابن ماجه (٣٧٧٨)
الفرائد: ① مسلمانوں کے بازاروں اور مساجد میں جو شخص چلے اسے دوسروں کو ایذاء نہ دینی چاہیے۔② خون کا ایک قطرہ بھی ناجائز بہانا حرام ہے جیسا کہ خونریزی حرام ہے۔

۲۲٦ : وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَآدِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلَ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَآئِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۲٦ : حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے اور ایک دسرے پر رحمت کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ نرمی برتنے میں ایک جسم کی طرح ہیں کہ جب اس کا ایک عضو درد کرتا ہے تو اس کا سارا جسم بیداری اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے''۔(بخاری و مسلم)

تشریح ❁ **مَثَلُ:** یہ مَثَل مِثل و مثیل آتا ہے جیسا شَبَہ' شِبہ و شبیہ اس کا معنی حالت ہے۔ المؤمنین یہ صحیح کے الفاظ ہیں دوسرے نسخہ میں المسلمین بھی آیا ہے۔یہاں بقول ابن ابی جمرہ کامل مؤمن مراد ہیں۔
فِيْ تَوَآدِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ: التوادو یہ مؤدت سے باب تفاعل ہے ایک شخص کا دوسرے سے پسندیدہ بات کے ساتھ قرب حاصل کرنا۔قرطبی کہتے ہیں ایک روایت میں یہ فی کے بغیر بھی آیا ہے اس صورت میں المؤمنین سے بدل الاشتمال ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگا۔
ابن ابی جمرہ: اگر چہ بظاہر تراحم' تواد' تعاطف قریب المعنی ہیں لیکن ان میں ایک لطیف فرق ہے۔تراحم: محض اخوتِ ایمانی کے سبب باہمی کیا جانے والا رحم' تراحم کہلاتا ہے۔ توادد: محبت کو پیدا کرنے والا میل ملاپ۔ التعاطف: تزاور' تہادی اور تعاطف کا ایک معنی ہے۔اس سے مراد ایک دوسرے کی اعانت جیسا کہ کپڑے کی جانب کو مضبوط کرنے کے لئے موڑ کر دوہرا کر دیا جاتا ہے۔
مَثَلَ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ : یعنی جیسا تمام اعضاء کا تعلق جسم سے ہے ان میں وجہ شبہ تعب و راحت میں موافقت ہے جیسا کہ اذا اشتکی سے اس کی وضاحت کر دی ہے یعنی وہ بقیہ اعضاء و جوارح کو دکھ میں شرکت کی دعوت دیتا ہے۔عرب کے ہاں محاورہ ہے۔تداعة الحیطان یعنی دیواریں گر پڑیں یا گرنے کے قریب ہوگئیں۔
یہ تداعی کے متعلق ہے۔اس کو بیداری کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ درد نیند سے مانع ہے اور نیند نہ آئے تو بخار کی شدت میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ بخار' یہ قلب سے اٹھنے والی حرارت جو تمام جسم کو اس کے طبعی افعال سے روک دے۔ جناب نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو جسم اور مسلمانوں کو اعضاء سے تشبیہ دی ہے کیونکہ ایمان اصل ہے اور یہ تکالیف اس کی شاخیں ہیں۔ جب انسان کسی حکم میں خلل ڈالتا ہے تو اس سے اصل ضرور متاثر ہوتی ہے۔ بدن انسانی درخت کی طرح اصل ہے اور اس کے اعضاء شاخوں کی طرح ہیں۔ جب جسم کا کوئی عضو تکلیف زدہ ہوتا ہے تو تمام اعضاء میں تحریک و اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں: اس ارشاد میں مسلمانوں کے حقوق کی عظمت کو بیان کیا گیا اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون و ملاطفت پر ابھارا گیا ہے۔

تخریج: أخرجه البخاری (۶۰۱۱) ومسلم (۲۵۸۶) (مسلم کے بعض الفاظ مختلف ہیں اس میں کرجل واحد اذا اشتکی عینه اشتکی کله واذا اشتکی رأسه اشتکی کله کے الفاظ نعمان رضی اللہ عنہ کی روایت سے وارد ہیں)۔

الفرائد: مسلمانوں کو حرام و مکروہ سے بچ کر باہمی تراحم و ملاطفت سے کام لینا چاہئے۔

۲۲۷: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ النَّبِیُّ ﷺ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْاَقْرَعُ: اِنَّ لِیْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: "مَنْ لَّا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۲۲۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا بوسہ لیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس بیٹھے ہوئے تھے۔ اقرع نے کہا میرے دس بیٹے ہیں۔ میں نے ان میں سے کسی ایک کا بھی بوسہ نہیں لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: "جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حسن رضی اللہ عنہ: یہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بڑے بیٹے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں ان کو پیار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریحانتہ الجنة فرمایا ہے۔

النحو: وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ رضی اللہ عنہ: یہ جملہ قبل کے فاعل سے محل حال میں واقع ہے۔ اقرع کا نام فراس ہے۔ یہ اقرع ان کا لقب اس لئے مشہور ہوا کہ ان کے سر کے اگلے حصہ کے بال اڑے ہوتے تھے۔ یہ قبیلہ بنو تمیم کے سردار ہیں زمانۂ جاہلیت و اسلام دونوں میں معززین میں گنے جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ اور غزوۂ حنین اور محاصرۂ طائف میں شریک تھے۔ یہ اسلام پر ثابت قدم رہے یہ بھی مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ (فتح الباری) اقرع نے دیکھا آپ ﷺ حسن کو بوسہ دے رہے ہیں تو اس نے کہا میرے دس بیٹے ہیں۔ مگر مَا قَبَّلْتُ اَحَدًا مِنْهُمْ میں نے ان میں سے ایک کو بھی بوسہ نہیں دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دیہات والوں میں سخت دلی اور درشتی پائی جاتی ہے جیسا کہ فرمایا گیا: من بدا فقد جفاء: جو دیہات میں رہا اس میں خشونت آ گئی۔

فَنَظَرَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: آپؐ نے اس کی طرف تعجب سے دیکھا کہ اولاد کے متعلق یہ درشت رویہ اور ان کو شفقت سے نہ چومنا اور نہ اٹھانا اجڈ پن ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"مَنْ لَّا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ" اس کا مفعول تعمیم کے لئے حذف کر دیا گیا۔ ② فعل جمع مفعول سے یہ کنایہ ہے۔ ای من لا یرحم الناس: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت اس معنی کے قریب تر ہے۔ من لا یرحم الناس لا یرحمه اللّٰہ یہ شارح شارق شیخ اکمل الدین کا قول ہے۔ لیکن یہ روایت جریر کے حوالہ سے مروی ہے۔ شاید جابر رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت یہ کاتب کی طرف سے ہو یا یہ لازم کی جگہ متعدی لانے کی قسم سے ہو جیسا محاورہ میں کہتے ہیں۔ فلان یعطی و یمنع مراد اس سے اس کا ان دونوں اوصاف سے متصف ہونا ہے۔ اب مطلب یہ ہے من لا رحمةً عنده لا یُرحم۔ ای لا یرحمه اللّٰہ جس میں رحم نہیں اس پر اللہ تعالیٰ رحمت نہ فرمائیں گے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، خبر ہونے کی وجہ سے دونوں پر رفع ہے۔

قاضی عیاضؒ کہتے ہیں اکثر اسی طرح ہے۔ ابو البقاء کہتے ہیں کہ من موصولہ ہے اس کو شرطیہ قرار دے کر مجزوم پڑھا جا سکتا ہے۔

سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سیاق کلام سے خبر بنانا زیادہ مناسب ہے یعنی جو یہ فعل کرتا ہے وہ رحم نہیں کرتا" اگر شرطیہ مانیں تو کلام میں انقطاع مان کر جملہ مستانفہ بنانا ہوگا۔

ابن علان عرض کرتا ہے کہ ایک لحاظ سے شرطیہ بنانا بہتر ہے تا کہ وہ ضرب المثل بن جائے گا۔ بعض نے من کو موصولہ بنا کر ترجیح دی اور دلیل یہ دی کہ شرطیہ کے بعد لم سے نفی آتی ہے لا سے نہیں آتی جیسا وَمَنْ لَمْ یُؤْمِنْ اگرچہ لا بھی جائز ہے جیسا زہیر شاعر کا قول من لا یظلم الناس یظلم میں ہے۔

شارحین مشارق نے یہ وجوہ بھی نکالی ہیں من لا یرحم الناس لا ترحموه یا من لا یکون من اهل الرحمة فانه لا یرحم۔ پہلے کا مطلب یہ ہے جو لوگوں پر رحم نہ کرے تم اس پر رحم نہ کرو۔ دوسرے کا معنی یہ ہے جو اہل رحمت میں سے نہیں ہوتا وہ رحم نہیں کرتا۔ (فتح الباری)

ابن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان دونوں جملوں کا معنی یہ ہے: ① جو کسی دوسرے پر کسی بھی احسان کی جنس سے رحم نہیں کرتا اس کو یہ ثواب نہیں مل سکتا جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ [الرحمن: ٦٠] کہ نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔ ② دنیا میں رہتے ہوئے جو رحمت ایمان سے محروم رہا وہ آخرت میں قابل رحمت نہیں۔ ③ جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل اور نواہیہ سے گریز کر کے اپنے او پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہ فرمائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے اس کا کوئی معاہدہ نہیں۔ پس اس صورت میں پہلا رحمت کا لفظ اعمال کے معنی میں ہوگا اور دوسرا اجزاء کے معنی میں ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جو اعمال صالحہ کرے گا اسی کو جزاء ملے گی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلا رحمت کا لفظ صدقہ کے معنی میں ہو اور دوسرا آزمائش کے معنی میں ہو یعنی ابتلاء سے صدقے والا بچ سکتا ہے جو شخص ایسی رحمت نہیں کرتا جس میں ایذاء کی ذرہ بھر ملاوٹ نہ ہو اس پر مطلقاً رحمت نہ کی جائے گی یا اللہ تعالیٰ رحمت کی نگاہ سے اسی بندے کو دیکھتے ہیں جس کے دل میں رحمت ہو ورنہ رحمت کی نگاہ نہیں ڈالتے خواہ اس کے اعمال نیک ہوں۔ (ملخصاً)

ایک نصیحت: آدمی کو چاہئے کہ وہ ان تمام وجوہ پر غور کرے اور جس اعتبار سے کمی پائے اس کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طالب ہو۔

لطیفہ ☆ اقرع کا اس جواب میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ بیٹے اور دیگر محارم کو بوسہ دینے میں رحمت و شفقت کا پہلو ہونا چاہئے شہوت ولذت کی خاطر نہیں۔اسی طرح جسم سے چمٹانے اور معانقہ کا حکم ہے۔

تخریج: أخرجه البخاری (۵۹۹۷) وفی الأدب المفرد (۹۱) ومسلم (۲۳۱۸) وأبو داود (۵۲۱۸) والترمذی (۱۹۱۱) وابن حبان (۴۵۷) ترمذی عن ابی سعید بلفظ من لا یرحم الناس لا یرحمه الله و طبرانی بلفظ من لا یرحم من فی الارض لا یرحمه من فی السماء عن جریر و احمد بلفظ من لا یرحم لا یُرحم' ومن لا یغفره لا یُغفرلَهٗ' عن جریر ونقله الطبرانی کذا عن جریر وزاد فیه من لا یَتُبُ علیه (کذا فی الجامع الصغیر للسیوطی)

الفرائد: ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں پر خصوصی شفقت۔② آپ کو جوامع الکلم عنایت ہوئے جس کا ایک نمونہ یہ ہے: "مَنْ لَّا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ"۔

۲۲۸: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَدِمَ نَاسٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا: اَتُقَبِّلُوْنَ صِبْیَانَکُمْ؟ فَقَالَ نَعَمْ قَالُوْا: لٰکِنَّا وَاللّٰهِ مَا نُقَبِّلُ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَوَ اَمْلِكُ اِنْ کَانَ اللّٰهُ نَزَعَ مِنْ قُلُوْبِکُمُ الرَّحْمَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۲۲۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ کیا تم اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں۔ انہوں نے کہا لیکن اللہ کی قسم ہم تو بوسہ نہیں دیتے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دِلوں سے شفقت و رحمت کا جذبہ نکال دے تو اس میں میرا کیا اختیار؟"۔ (بخاری و مسلم)

اللغۃ: ناس: اس کی اصل اُناس بتائی گئی ہے۔الف حذف کر کے الف لام لائے یہ رجال کی طرح اسم جمع ہے کیونکہ فعال جمع کے اوزان میں منقول نہیں ہے مگر بیضاوی نے ① اس کو انس سے لیا ہے کیونکہ انسان ایک دوسرے سے انس حاصل کرتے ہیں۔② انس بروزن ضرب دیکھنے کے معنی میں ہے: ﴿انَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا﴾ [القصص: ۲۹] کیونکہ انسان ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسا جن کو جن چھپ جانے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔③ یہ نسی سے قلب ہوا ہے۔بعض نے اس کی اصل ناس ینوس بتلائی' جب مضطرب ہوا اور گویا ال یہ ہمزہ کے عوض ہے۔اسی لئے اس کو نکرہ پڑھتے ہیں اور الف لام جنس کا بتلاتے ہیں۔اس کا معنی "لوگ" ہے۔ یہ لوگ بنوتمیم سے تھے جن کے سردار کا تذکرہ گزشتہ روایت میں آیا پھر ایک ہی واقعہ ہے یا یہ الگ واقعہ ہے اور وہ لوگ اور کسی قبیلہ سے متعلق تھے۔

من الاعراب: جنگل کے باسیوں کو کہتے ہیں۔ایک نسخے میں العرب کا لفظ ہے یہ اولاد اسماعیل علیہ السلام کو کہتے ہیں۔

علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: بخاری میں جاء اعرابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ بقول شیخ زکریا یہ اقرع بن حابس ہے۔

ابن علان: خطیب نے مبہمات میں لکھا ہے کہ یہ عیینہ بن حصن ہے اور بخاری و مسلم میں تصریح ہے کہ یہ اقرع ہے۔اگر عیینہ والی روایت بھی درست ہو تو پھر یہ دو واقعات ہیں۔

فَقَالُوْا : اَتُقَبِّلُوْنَ صِبْیَانَکُمْ؟ جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بچوں کو چومتے ہیں تو کہنے لگے کیا تم اپنے بچوں کو چومتے ہو۔صبیان کا واحد صبی ہے اس کی جمع صِبْیَۃ بھی ہے۔ فقالوا نعم: مسلمانوں نے ہاں میں جواب دیا۔ بعض نسخوں میں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

لٰکِنَّا وَاللّٰہِ مَا نُقَبِّلُ: ان اعراب نے نعم کے جواب میں بطور استدراک کہا کہ ہم اور تم جنس تو ایک ہیں مگر ہم اپنے چھوٹے بچوں کو نہیں چومتے۔نقبل کا مفعول عموم کے لئے حذف کر دیا یا متعدی کو لازم کی جگہ لائے جیسا اس آیت میں: ﴿ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ......﴾ [الزمر : ۱۰]

النَّحْوُ : او املك: بقول زمخشری یہ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔تقریر عبارت یہ ہے تنزع الرحمة من قلبك و املك؟: رحمت اگر تمہارے دل سے کھینچ لی گئی ہو تو کیا میں تمہارے دل میں ڈال سکتا ہوں؟

② ہمزہ جملہ معطوفہ کے ساتھ ہے ہمزہ صدارت چاہتا ہے اس لئے واؤ سے پہلے لایا گیا ہے۔

ان نزع اللّٰہ من قلوبکم الرحمة ان کا ہمزہ مفتوحہ ہے ای لا املك وضعها فی قلوبکم لان اللّٰہ نزعها منکم میں اس کو تمہارے دلوں میں نہیں رکھ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے دلوں سے کھینچ لیا ہے"۔

صاحب مفاتیح کا اشارہ یہ ہے ہمزہ مفتوحہ کا مدخول املک کا مفعول تقدیر مضاف کے ساتھ ہے۔ای او املك عدم نزع اللّٰہ منکم الرحمة مطلب یہ ہوا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے چھین لیا ہو اس کو رکھنے کی طاقت کسی میں نہیں۔

عاقولیؒ کہتے ہیں ہمزہ کا کسرہ بھی جائز ہے۔اِن شرطیہ ہے اور اس کی جزاء محذوف ہے۔ان نزع اللّٰہ الرحمة من قلبکم فلا املك لکم دفعه و منعه اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحمت کو نکال لیا ہے تو اس کے لوٹانے اور روکنے کا مجھے اختیار نہیں۔

تخریج: أخرجه البخاری (۵۹۹۸) ومسلم (۲۳۱۷) وابن ماجه (۳۶۶۵) یہ مسلم کے الفاظ ہیں بخاری نے کتاب الادب المفرد میں اس کو روایت کیا ہے مگر مزی نے صرف بخاری کی طرف نسبت کی ہے۔

الفرائد: ① دیہاتیوں کے دل رحمت و شفقت سے علی العموم کوسوں دور ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ ② آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال رحمت و حکمت ثابت ہوتی ہے۔

---

۲۲۹ : وَعَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: "مَنْ لَّا یَرْحَمِ النَّاسَ لَا یَرْحَمْہُ اللّٰہُ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۲۲۹: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں فرماتا"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح : مَنْ لَّا یَرْحَمِ النَّاسَ روایت میں لوگوں کا تذکرہ انسان کی اہمیت کی وجہ سے کیا گیا ہے ورنہ رحمت کی تو بہائم و دواب سب کو حاجت ہے اور ہر تر جگر والے پر رحمت کرنے میں اجر ملتا ہے۔

لَا یَرْحَمْہُ اللّٰہُ: ① عاقولیؒ کہتے ہیں کہ رحمت کا معنی تعطف و رقت ہے۔ جب مخلوق کی طرف اس لفظ کی نسبت ہو تو حقیقی معنی

مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو غایت رحمت یعنی رضا مندی اور انعام کرنا مراد ہے۔ ② دمامینی کہتے ہیں جس چیز کی نسبت حقیقت لغویہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ہو سکتی ہو متکلمین نے اس کی دوصورتیں لکھی ہیں۔ ① اس کو ارادہ پر محمول کریں تو اس وقت وہ صفات ذات میں سے بن جائے گی۔ ② فعل اکرام پر محمول کریں تو اس وقت یہ صفات افعال سے ہوگی جیسے رحمت۔ یہ لغت میں رحم سے مشتق ہے جس کا حاصل رقت طبع اور فطری میلان ہے اور یہ چیز باری تعالیٰ کے متعلق محال ہے۔ پس بعض لوگوں نے اس کو ارادۂ خیر پر محمول کیا جبکہ دوسروں نے فعل خیر پر۔ پھر دونوں تاویلات میں سے ایک بعض سیاقات سے متعین ہو جائے گی دوسری اس روایت کی وجہ سے ممنوع رہے گی۔ خلق الله الرحمة يوم خلقها اب فعل خیر والی تاویل متعین ہو کر صفت فعل بن جائے گی مگر اشعری کے ہاں یہ حادث میں داخل ہونے کی وجہ سے ارادے والی تاویل کو غلط کر دے گی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ میں سے ہے جو کہ قدیم ہیں پس دوسری درست نہ ہوگی۔

اور ارادہ والی تاویل اس آیت سے متعین ہو جائے گی: ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ......﴾ [هود: ٤٣] کیونکہ اگر اس کو فعل پر محمول کرو تو وہ بعینہٖ عصمت ہے تو استغناء الشيء من نفسه لازم آیا گویا اس طرح کہا گیا: **لا عاصم الا العاصم**۔ پس رحمت ارادہ ہوا۔ گویا اس طرح کہا گیا وہ محذور سے نہیں روکتا مگر اسی کو جس کے لئے وہ سلامتی کا ارادہ کر لیتا ہے۔ متأمل۔

تخریج: أخرجه أحمد (٧/١٩٢٢٤) والبخاری (٦٠١٣) ومسلم (٢٣١٩) وابن حبان (٤٦٥) والطبرانی (٢٤٩٢) وأخرجه الحمیدی (٨٠٢) والقضاعی (٨٩٤) والبیهقی (٩/٤١) مزی نے نسبت روایت جریر سے مسلم وترمذی کی طرف ہے۔ مگر جامع صغیر میں صحیحین سے اس کو نقل کیا ہے اور دیگر حضرات نے نقل کیا ہے۔

الفرائد: ① رحمت کا استعمال تمام مخلوقات کے ساتھ عام ہے۔ اس میں انسان' حیوان' مؤمن وکافر اپنا و پرایا سب شامل ہیں۔ ② رحمت کا ایک جز وکھانا کھلانا' پلانا' بوجھ کم کرنا' ان پر تعدی سے باز رہنا وغیرہ ہے۔

٢٣٠ : وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا يَشَآءُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِىْ رِوَايَةٍ : "وَذَا الْحَاجَةِ"۔

٢٣٠: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہئے کہ وہ ہلکی نماز پڑھائے۔ اس لئے کہ ان نمازیوں میں کمزور' بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب خود اپنی نماز پڑھے تو جتنی چاہے نماز لمبی کرے'' اور ایک روایت میں ذَا الْحَاجَةِ کے الفاظ ہیں یعنی ضرورت مند۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ جب تم میں سے کوئی امامت کرائے۔ مسلم کی روایت میں صلی کی بجائے ام کا لفظ ہے۔

مسئلہ تخفیف ☆ فَلْيُخَفِّفْ تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ وہ اوساط مفصل اور چھوٹی سورتوں پر اکتفاء کرے۔ رکوع کی تسبیح میں تین پر اکتفاء کرے' تشہد و درود شریف مکمل پڑھے۔ یہ عام لوگوں کی امامت کے متعلق مسئلہ ہے اگر کوئی شخص مخصوص لوگوں کی

امامت کرے جن سے کسی کا حق متعلق نہ ہو اور وہ طویل قرأت پر راضی ہوں اور دوسرا وہاں آنے والا نہ ہو تو طوالت میں کوئی حرج نہیں اور اسی طرح اس حدیث کا موقعہ وہ بھی ہے جب اس موقعہ کے متعلق کسی خاص سورت کی قرأت وارد نہ ہو۔ جیسا کہ الم تنزیل اور ھل اتی جمعہ کی فجر میں اور ق اور اقتربتِ الساعۃ عید کی نماز میں ایسی صوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو اپنائے اور لوگوں کی رضاء ملحوظ خاطر نہ رکھے۔

ابن دقیق العیدؒ: تخفیف وتطویل یہ اضافی امور ہیں۔ بعض چیزیں بعض لوگوں کے لحاظ سے خفیف اور دوسروں کے لحاظ سے طویل ہوتی ہیں۔ (گویا مواقع کا لحاظ کرے)

فقہاء کرام کہتے ہیں رکوع وسجود میں تین تسبیحات سے زیادہ نہ پڑھے یہ ان روایات کے خلاف نہیں جن میں آپ ﷺ کا زیادہ مرتبہ پڑھنا ثابت ہے کیونکہ صحابہ کرام کی خیر میں رغبت بہت زیادہ تھی۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ زیادہ طوالت نہ کرے۔

قول ابن حجرؒ: بہتر یہ ہے کہ حد تخفیف اس روایت سے لی جائے جس کو ابوداؤد' نسائی نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تم لوگوں کے امام ہو۔ لوگوں میں سب سے ضعیف کے مطابق اندازہ کرو یہ روایت حسن ہے۔ اس کی تائید مسلم کی اس روایت میں فان فیھم الضعیف سے ہوتی ہے۔

الضَّعِیْفَ وَالسَّقِیْمَ وَالْکَبِیْرَ: ضعیف جو خلقۃً کمزور ہو اور سقیم مریض اور کبیر جن کی عمر زیادہ ہو۔ یہ جملہ مذکورہ حکم کی علت ہے۔ یعنی جب ان میں یہ صفات نہ ہوں تو طوالت میں حرج نہیں۔

ابن سید الناسؒ کہتے ہیں کہ احکام کا دارومدار عام پیش آمدہ صورتوں پر ہوتا ہے نادر صورتوں پر نہیں ہوتا۔ پس ائمہ کو علی الاطلاق تخفیف کرنی چاہئے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے سفر کی نماز میں قصر مشروع کی گئی ہے اور اسکی علت مشقت بتلائی اگر مشقت نہ بھی ہو تب بھی قصر ہے کیونکہ اسے کیا معلوم کہ اس کو کیا پیش آئے گا۔ اسی طرح یہاں بھی ہے۔

واذا صَلّٰی: مسلم میں فلیصل کیف شاء کے الفاظ ہیں یعنی تخفیف وطوالت ہر دو طرح پڑھ سکتا ہے۔

تخریج: ابوداؤد' ترمذی نے الکبیر تک روایت کی ہے۔ بخاری ومسلم کی روایت اور ابوداؤد میں و ذا الحاجۃ کے لفظ بھی ہیں یعنی ضرورت مند جو اپنی ضرورت نماز کے بعد پوری کرنا چاہتا ہے اور جامع صغیر میں ابو واقد کی روایت اس طرح ہے۔ کان صلی اللّٰہ علیہ وسلم اخف الناس صلاۃً علی الناس واطول الناس صلاۃ لنفسہ رواہ احمد۔ موطا مالک ۳۰۳' نسائی ۸۲۲' ابن ماجہ ۹۸۶' ابن حبان ۱۰/۱۷' عبدالرزاق ۲/۱۲۷۳' بیہقی ۳/۱۷۔ ابن ابی شیبہ ۲/۵۴۔

الفرائد: رحمت کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ امام تخفیف سے نماز پڑھائے۔

۲۳۱: وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیَدَعُ الْعَمَلَ وَھُوَ یُحِبُّ اَنْ یَّعْمَلَ بِہٖ خَشْیَۃَ اَنْ یَعْمَلَ بِہِ النَّاسُ فَیُفْرَضَ عَلَیْھِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

۲۳۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (بعض اوقات) ایسا عمل چھوڑ دیتے جبکہ اس کا کرنا آپ ﷺ کو پسند ہوتا۔ اس خدشے سے کہ لوگ بھی اس کو پابندی سے کرنے لگیں اور پھر وہ ان پر

فرض کر دیا جائے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❀ اِن یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ آپ اپنی امت پر کمال شفقت فرماتے ہوئے لیدع العمل یدع کا معنی چھوڑ دینا ہے۔ اس کے شروع کی لازم مفتوح ان کا مخففہ ہونا ثابت کرتی ہے۔

اَلنَّحْوُ: وَھُوَ یُحِبُّ اَنْ یَّعْمَلَ بِهٖ یہ جملہ محل حال میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی عمل کو پسند کرنا اللہ تعالیٰ کے تقرب اور اس کی مزید رضامندیاں حاصل کرنے کے لئے ہے۔ خشیة یہ مفعول ہے اس کا معنی خطرہ ہے۔

اَنْ یَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ کہیں آپ کی اتباع میں لوگ اس کو کرنے لگیں کیونکہ لوگ تمام اعمال میں آپ کی اقتداء کرنے والے تھے۔

فَیُفْرَضَ عَلَیْھِمْ پھر وہ ان پر فرض ہو جائے۔ اسی لئے صلاۃ لیل رمضان کی جماعت کے لئے آپ تیسری یا چوتھی رات باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی۔ پھر آپؐ نے نکل کر فرمایا مجھے اس خطرے نے روک دیا کہ کہیں وہ تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم اس سے عاجز آ جاؤ۔

تخریج : أخرجه مالك (٣٠٣) وأحمد (٣/٧٦٧١) والبخاری (٧٠٣) ومسلم (٤٦٧) وأبو داود (٧٩٤) والترمذی (٢٣٦) وابن أبی شيبة (٢/٥٤)

الفرائد: ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے زہد اختیار کرنے والے اور قلیل پر اکتفاء کرنے والے تھے۔

② دو مصلحتوں میں زیادہ اہم کو امت پر شفقت و رحمت کی وجہ سے اختیار فرماتے۔

۲۳۲ : وَعَنْھَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ : نَھَاھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَّھُمْ فَقَالُوْا : اِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ كَھَیْئَتِكُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

مَعْنَاهُ یَجْعَلُ فِیَّ قُوَّةَ مَنْ اَكَلَ وَشَرِبَ۔

۲۳۲ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وصال (کے روزے) سے مشقت فرماتے ہوئے منع فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا آپؐ بھی تو وصال کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ''میں تم جیسا نہیں (تمام احوال میں کیونکہ میری بعض حالتیں مخصوص ہیں) بیشک میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

مراد ہے مجھ میں کھانے پینے والے جیسی قوت پیدا فرما دیتے ہیں۔

تشریح ❀ عنھا: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں۔ نھاھم: آپؐ نے صحابہ کو صوم وصال سے منع فرمایا۔ ① وصال یہ ہے کہ دو روزوں کے درمیان افطار کرنے والی چیزوں میں سے کسی کا استعمال نہ کرنا۔ (آٹھ پہر کا روزہ) ② بعض نے کہا ہمیشہ روزے کی حالت میں رہنا اس تعریف کے مطابق قے اور جماع کرنے سے وصال کی حالت سے نکل جائے گا۔

شوافع کے ہاں یہ نہی تحریم کے لئے ہے۔ رحمة لھم: یہ نہی کی علت ہے۔ یہ تحریم کے خلاف نہیں۔ تحریم کی وجہ شفقت ہے تا کہ وہ گرانبار اور مشقت والے کاموں میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

فَقَالُوْا: اِنَّكَ تُوَاصِلُ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ذنوب معاف ہو چکے اور آپ ﷺ پھر بھی تقرب الی اللہ کے لئے یہ کام کرتے ہیں اور ہم تو گناہوں سے معصوم بھی نہیں تو ہمیں بطریق اولیٰ یہ کرنا چاہئے تا کہ رضائے الٰہی پاسکیں۔

قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ كَهَیْئَتِكُمْ: وصال کی عبادت میرے ساتھ خاص ہے۔ پس میں اس حالت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ میں تم جیسا نہیں یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کا جو قرب اور بلند مرتبہ اس کی بارگاہ میں میسر ہے وہ تمہیں نہیں۔

بخاری کی روایت میں ایکم مثلی کے الفاظ ہیں جو استفہام توبیخی کو ظاہر کرتے ہیں (پھر خصوصیت کا تذکرہ فرمایا) انی **یُطعمنی ربی ویسقینی** دونوں پر ضمہ ہے۔

قول جمہور ① **یُطْعِمُنی**...... کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ مجھ میں اس شخص والی قوت پیدا فرما دیتا ہے جس نے کھایا پیا ہو۔ یہ ملزوم کا ذکر کر کے مجازاً لازم مراد ہے یعنی مجھ میں مذکورہ قوت ڈال دیتے ہیں اور اپنی رحمتوں کے وہ انوار انڈیلتا ہے جو کھانے پینے کے قائم مقام ہو جاتے ہیں اور وہ قوت میسر آ جاتی ہے جس سے قسم قسم کی طاعات کو بلا اکتاہٹ وتھکاوٹ میں انجام دے سکتا ہوں۔

② اللہ تعالیٰ مجھے اس طرح سیر کر دیتے ہیں کہ کھانے پینے کی حاجت نہیں رہتی اور بھوک و پیاس محسوس نہیں ہوتی۔

دونوں اقوال میں فرق یہ ہے۔ پہلی صورت میں مسیر کے بغیر قوت عنایت کر دی جاتی ہے اور دوسری صورت میں سیرابی کے ساتھ قوت دی جاتی ہے۔

راجح: پہلا قول ہے کیونکہ دوسرا دوسرا مقصود صوم وصال کے خلاف ہے۔ اس کی عبادت کی روح بھوک ہے۔

③ **قول قرطبیؒ:** آپ ﷺ کی حالت مبارکہ میں نظر کرنا اس اعتبار سے بھی بعید ہے کیونکہ آپ سیر ہونے کی بجائے اکثر بھوکے رہتے اور بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندتے۔

④ **ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ:** اللہ تعالیٰ کی عظمت میں تفکر اور اس کے مشاہدہ کی سعادت اور اس کے معارف کی غذا اور اس کی محبت سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور مناجاتِ الٰہی میں استغراق اور کامل توجہ کھانے پینے سے آپ کو مشغول کر دیتی تھیں اور یہ غذا تو غذا اجساد سے بہت بڑی ہے ار جسے ادنیٰ ذوق وتجربہ ہو وہ جانتا ہے کہ قلب وروح کی غذا بہت سی جسمانی غذاؤں سے مستغنی کر دیتی ہے۔

⑤ اور قول یہ ہے۔ کرامۃً آپ کے لئے جنت کا کھانا لایا جاتا اور وہ مفطر صوم نہیں کیونکہ طعام دنیا مفطر صوم ہے۔ نووی کہتے ہیں یہ قول درست نہیں کیونکہ طعام کا حقیقۃً کھانا ثابت ہو جائے تو صوم وصال نہ رہا (واللہ اعلم)

⑥ **ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ:** یہ اس بات پر محمول ہے کہ آپ کا اس وصال کی حالت میں کھانا خواب میں کھانے کی طرح ہے جیسے سونے والا نیند میں سیرابی حاصل کرتا ہے اور اس کا روزہ بھی برقرار رہتا ہے باطل نہیں ہوتا اور نہ وصال میں انقطاع پیدا ہوتا ہے کہ جس سے اجر میں کمی واقع ہو۔ بعض نے کہا آپ کو نیند میں کھلا دیا جاتا جب بیدار ہوتے تو سیرابی پاتے۔

⑦ **ابن حجرؒ:** یہ آپ ﷺ کے احوالِ شریفہ میں حالت استغراق پر محمول کیا جائے گا اس صورت میں احوال بشریہ میں سے کوئی چیز بھی اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ (فتح الباری)

تخریج: أخرجه البخاری (١٩٦٤) ومسلم (١١٠٥)

الفرائد: ① اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا ثبوت ملتا ہے۔ ② ممانعت میں خاص حکمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ بلا اسباب عادیہ بھی ایجاد کی قدرت رکھتے ہیں۔ ③ تمام مکلف احکام میں برابر ہیں۔ سوائے ان کے جن کو شریعت مستثنیٰ کر دے۔

۲۳۳ : وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ الْحَارِثِ ابْنِ رِبْعِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ لَاَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوةِ وَاُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْهَا فَاَسْمَعُ بُکَآءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِهٖ کَرَاهِیَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۲۳۳ : حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نماز کے لئے کھڑا ہوں اور میرا ارادہ ہوتا ہے کہ نماز کیلئے لمبا قیام کروں پس میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اس کی ماں کیلئے گرانی پیدا کروں''۔ (بخاری)

تشریح ۞ **الحارث ربعی رضی اللہ عنہ** یہ انصاری صحابی ہیں۔

النحو: اِنِّیْ لَاَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوةِ وَاُرِیْدُ یہ اقوم کے فاعل سے حالیہ جملہ ہے یا اس پر معطوف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کو طویل کرنے کا ارادہ تو ظاہر ہے کہ نماز آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانوس کرنے والی لذت ہے جیسا کہ فرمایا: **جُعلَتْ قرةُ عینی فی الصلاة** اس سے یہی نماز مراد ہے۔

ایک احتمال: اس سے مراد **ان اللّٰه وملائکتهٗ** والی صلاۃ مراد ہے (حاشیہ خطبہ قانی)

فاسمع بکاء الطفل: صاحب صحاح کہتے ہیں طفل سے نوزائیدہ بچہ مراد ہے۔

دمامینی نے نظم میں انسانی عمر کے مختلف اطلاقات نقل کئے ہیں۔

جنین: جب وہ ماں کے پیٹ میں ہو۔

رضیع: جب وہ دودھ پیتا ہو۔

غلام: دودھ چھڑانے کے بعد سات سال تک کا بچہ۔

یافع: دس سال تک کا بچہ۔

حزور: پندرہ سال کی عمر تک۔

مسد: پچیس سال کی عمر تک۔

عطیطل: تیس سال کے اختتام تک۔

کَهْلٌ: چالیس اور اس کے بعد پچاس تک کی عمر۔

شیخ: اسی سال تک کا بوڑھا۔ (تحفۃ الغریب علی مغنی اللبیب)

ابن حجرؒ: بلوغ سے پہلے طفل و غلام ہر دو بولتے ہیں بعض لغویین کا زمانے کے ساتھ خاص کرنا یہ اغلب حالت کے اعتبار سے

ہے۔(فتح الباری کتاب الہبہ)

فَاَتَجَوَّزَ فِیْ صَلٰوتِهٖ : نماز میں تخفیف کر لیتا ہوں۔ روایت انس رضی اللہ عنہ میں مقام تخفیف بھی بتلایا گیا کہ آپ چھوٹی سورت تلاوت فرما لیتے''۔(مسلم)

ابن ابی شیبہ میں ہے کہ آپ نے پہلی رکعت میں طویل قرأت کی۔ بچے کے رونے کی آواز سنی تو دوسری میں تین آیات تلاوت فرمائیں۔(یہ مرسل روایت ہے)

اَلنَّحْوُ : کراھیه: یہ کرہ کا مصدر ہے اور مفعول لہ ہے۔ ان اشق علی امه: نماز میں طویل قرأت ہوتی رہے اور بچہ بھی روتا رہے تو نماز میں ماں کا دوام گراں ہو جائے گا۔ ماں کا تذکرہ تو غالب حالت کے لحاظ سے ہے۔ جو بھی ماں کے مفہوم میں دایہ وغیرہ ہو اس میں شامل ہے۔

فَائِدَۃ : گزشتہ روایت میں جس تخفیف کا تذکرہ ہے وہ مقتدیوں کے حق کے لحاظ سے ہے اور اس روایت میں مقتدیوں کے علاوہ کے لحاظ سے ہے جن کا تعلق مقتدیوں سے بنتا ہو۔ روایت میں صحابہ پر آپ ﷺ کی شفقت اور ان میں سے بوڑھے اور بچوں کی رعایت ظاہر ہوتی ہے۔

تخریج: أخرجه البخاري (٧٠٧) و (٨٦٨)

الفرائد : ① مقتدیوں کے احوال کی رعایت امام پر لازم ہے۔ ② جن بچوں سے مسجد کی تلویث کا خطرہ نہ ہو ان کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے۔

---

۲۳۴ : وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:"مَنْ صَلّٰی صَلٰوةَ الصُّبْحِ وَهُوَ فِیْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا یَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَیْءٍ یُدْرِكُهٗ ثُمَّ یَكُبُّهٗ عَلٰی وَجْهِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۳۴: حضرت جندب بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے صبح کی نماز ادا کی تو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے (تم خیال کرو کہ) اللہ تعالیٰ تم سے ہرگز اپنے عہد کے متعلق کسی چیز کا مطالبہ ہرگز نہ کرے۔ اس لئے کہ جس سے بھی وہ مطالبہ کرے گا اس کو پکڑ کر پھر چہرے کے بل جہنم میں ڈال دے گا''۔(مسلم)

تشریح ۞ جندب بن عبدالله بن سفیان البجلی العلقی رضی الله عنه۔ عَلَقَه: یہ بجیلہ قبیلہ کا ایک خاندان ہے۔ ان کو صحابیت کا شرف حاصل ہے اگر چہ زیادہ قدیم نہیں۔ مشکوۃ میں جندب قسری مصابیح میں قشیری لکھا جو کہ غلط ہے۔ یہ کوفہ میں مقیم ہوئے پھر بصرہ چلے گئے۔

ابونعیم اور ابن مندہ نے کہا ان کو جندب ابیر کے لقب سے یاد کرتے تھے مگر ابن اثیر کہتے ہیں کہ جندب ابیر کا نام تو جندب بن عبداللہ بن احزم ازدی الغامدی ہے۔(واللہ اعلم) انہوں نے ۴۳ روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں۔ جن میں سے ۱۲ کو بخاری و مسلم نے نقل کیا۔ سات پر دونوں کا اتفاق ہے باقی تمام مسلم میں ہیں۔

مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃَ الصُّبْحِ: دوسری روایت مسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت سے صبح کی نماز پڑھنا مراد ہے۔
فَهُوَ فِیْ ذِمَّةِ اللّٰهِ: وہ اللہ تعالیٰ کی امانت وعہد میں داخل ہو گیا۔ اس کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے لوگوں کے اپنی ضروریات کے لئے منتشر ہونے کا وقت ہے اور اس میں ایک دوسرے سے مامون رہنے میں دوام ہے۔ نماز فجر کی افضلیت کی وجہ سے نہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ طیبیؒ کے قول سے بہتر ہے۔ طیبی کہتے ہیں وہ کلفت و مشقت کا وقت ہے۔ اس کی ادائیگی آدمی کے خلوص و ایمان کو ظاہر کرتی ہے اور مؤمن ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ طیبی کی بات عصر پر زیادہ صادق آتی ہے اور وہ نماز افضل بھی ہے اور عشاء میں تو مشقت اس سے بھی زیادہ ہے۔ پس جو بات ہم نے کہی وہ صبح کو دوسری نمازوں سے الگ کرتی ہے۔
فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ: ذمتہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ طیبی کہتے ہیں یہ من کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے اور بعض نے کہا ذمہ سے مراد نماز ہے جو کہ امان کا تقاضا کرتی ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ تم صبح کی نماز مت چھوڑ و ورنہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا معاہدہ ٹوٹ جائے گا وہ اس کا تم سے مطالبہ کریں گے۔
فانه من يطلبه من ذمته بشئی: ہٗ یہ ضمیر شان ہے۔ جس کی ذمہ داری کی معمولی چیز کا بھی اللہ تعالیٰ مطالبہ کر لیں جو کہ اس نے توڑی ہے۔
یدر که: اس کو پالیں گے یعنی بندے کے لئے اس سے بھاگنے کی راہ نہ ملے گی۔
ثم يكبه عمل وجهه في نار جهنم: پھر پکڑنے کے بعد اس کو اوندھا جہنم میں ڈال دیں گے۔
اَلنَّحْوُ: **یکب**: یہ ایسا فعل ہے جس کا ثلاثی متعدی ہے۔ اگر ہمزہ بڑھا دیں تو تعدیہ ختم ہو جاتا ہے۔

طیبی کہتے ہیں **فلا یطلبنکم**: یہ **لا ارينك هاهنا** کے باب سے ہے۔ نقض عہد کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے مطالبہ کی ممانعت وارد ہوئی ہے مگر اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی چیزوں کے ارتکاب سے بچو جو مطالبے کو لازم کر دیں اور اس میں کئی مبالغے ہیں کیونکہ اصل یہ ہے تم اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری کو مت توڑو مگر اس کو نہی کے انداز سے لائے اور صراحۃ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی لائے اور نہی جو کہ مسبب ہے تعرض کی جگہ لائے جو کہ سبب ہے۔ پھر طلب کا اعادہ کیا اور ذمہ کو دوبارہ لائے اور وعید کو اس پر مرتب کیا۔ مطلب یہ ہوگا جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آ گیا۔ پس تم معمولی چیز کے ساتھ بھی پیش بندی نہ کرو اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں پکڑ لیں گے اور تم اس سے نکل نہ سکو گے وہ تمام جوانب سے تمہارا احاطہ کرے گا جیسے محیط محاط کو گھیرتا ہے اور تمہیں اوندھا کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔

ابن حجر ہیثمی شرح مشکوۃ میں کہتے ہیں کہ اس میں برائی کی طرف تعرض کرنے سے بچنے کا حکم دیا اس آدمی کو جو صبح کی نماز پڑھے جو کہ بقیہ تمام نمازوں کو بھی لازم کرنے والی ہے۔ برائی کے ساتھ اس کی بارگاہ میں پیش ہونے میں انتہائی تذلیل اور عذاب ہے۔

شعرانی نے کتاب الحوض میں نقل کیا کہ حجاج بڑا ظالم ہونے کے باوجود جب اس کے پاس کسی کو لایا جاتا تو وہ پوچھتا کیا تم نے صبح کی نماز پڑھی ہے؟ اگر وہ نعم کہتا تو اس کو تکلیف نہ دیتا اس سے ڈر کر کہ وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم (٦٥٧) والترمذی (٢٢٢) من ابی هريره اس کے الفاظ کچھ مختلف ہیں۔

الفوائد : ① نماز فجر کی عظمت یہ ہے کہ اس کو پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی ضمان میں آ جاتا ہے۔ ② فجر کی نماز میں رکاوٹ والا شدید عذاب کا حق دار ہے۔

۲۳۵ :وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ ' وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ' وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۳۵ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ : ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر خود ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو کسی اور کے سپرد کرتا ہے (کہ وہ اس پر ظلم کرے) جو اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مصروف ہو اللہ اس کی ضرورت کو پورا فرماتے ہیں۔ جو کوئی کسی مسلمان سے کوئی تکلیف دور کرتا ہے اللہ اس کی وجہ سے قیامت کی پریشانیوں میں سے کسی بڑی پریشانی کو دور فرمادیں گے جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے''۔

(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ...... [الحجرات: ۱۰] بیضاوی کہتے ہیں بھائی اس لحاظ سے کہ وہ ایک اصل کی طرف منسوب ہیں اور وہ اصل ایمان ہے جو کہ حیات ابدیہ کا ضامن ہے اور اس اخوت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ باہمی شفقت سے پیش آئیں اور ایک دوسرے سے تعاون کریں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

لا یظلمه: وہ اس پر ظلم نہیں کرتا کہ اس کا مال کم کرے یا اس کا حق غصب کرے وغیرہ اور نہ ہی وہ مسلمان اس کو دشمنی کی وجہ سے ظلم کرنے والے ظالم کے حوالے کرتا ہے۔ بلکہ اس کی مدد کر کے اس سے ظلم کا دفاع کرتا ہے جیسا کہ روایت آئے گی: اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا الحدیث۔

و لا یسلمه: اور نہ وہ اس کو اس کے دشمن کے حوالے کرتا ہے اور اس کے دشمنوں میں اپنا نفس امارہ اور شیطان بھی ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾ [فاطر: ٦] چنانچہ شیطان اس کے اور ان شہوات کے درمیان آ کودتا ہے اور اس کو اخیار کے مقام سے اتار کر اشرار کے مقام میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس مسلمان کا فرض ہے کہ یہ اس کے اور شیطان کے درمیان اور اس کے اور اس پر ظلم کرنے والے باغی کے درمیان حائل ہو جائے۔

من کان فی حاجة اخیه: حاجت سے مراد وہ ضروریات جن کی اسے ابھی حاجت ہے اور وہ جن کی آئندہ ضرورت پڑ سکتی ہے۔

کان اللّٰہ فی حاجته: اللہ تعالیٰ اس کو اس کا کامل بدلہ عنایت فرماتے ہیں اس کا یہی معنی ہے۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ [الرحمٰن: ٦٠] طبرانی نے مرفوعاً نقل کیا کہ افضل ترین یہ عمل ہے کہ مؤمن کو خوش کرے اس کو ستر ڈھانپنے کے لئے کپڑا دے یا اس کی بھوک کا ازالہ کرے یا اسکی کسی جائز ضرورت کو پورا کرے''۔ ایک اور مرفوع روایت میں ہے ((مَنْ سَعٰی

فِي حَاجَةِ اَخِيهِ الْمُسْلِمِ قَضَيْتَ لَه اَوْ لَمْ تَقْضِ غُفِرَلَه مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه وَمَا تَاَخَرَ وَكُتِبَ لَهٗ بَرَاتَانِ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَ بَرَاءَةٌ مِنَ النِفَاقِ)) (فتح المبین شرح اربعین) مسلمان کی حاجت پوری کرنے والے کے لئے آگ اور نفاق سے برأت لکھ دی جاتی ہے۔

کُربَۃ: وہ غم جو نفس پر چھا جائے۔ فرج اللّٰہ عنه بها: ایک مرتبہ تکلیف کا ازالہ کرنا مراد ہے۔ کرب: یہ کربۃ کی جمع ہے جیسے قُربه و قُرَبْ۔ یوم القیامت: قیامت کے دن کی سختیاں پھر تفریج کو دوسری روایت کی وجہ سے اسکے ردیف پر ترجیح دی کیونکہ وہ تنفیس سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس سے تکلیف کا مکمل ازالہ ہو جاتا ہے اور تنفیس تو کچھ نرمی پیدا کرنا اور سہولت دینا ہوتا ہے۔

ومن ستر مسلما: ایسا مسلمان جو اس قسم کا ہو جو ایذاء اور فساد کو نہ جانتا ہو گزشتہ زمانہ میں اس سے کسی معصیت کا علم بھی نہ ہو تو اس نے ستر پوشی کرتے ہوئے اس کا معاملہ حاکم کے ہاں پیش نہیں کیا یہ استحباب کا درجہ ہے اگر اس نے حاکم کو اس کا معاملہ پیش کر دیا تو پھر بھی گناہ گار نہ ہوگا بلکہ مکروہ اور خلافِ اولیٰ کا مرتکب بنے گا یا کسی غیر حاکم کے سامنے بیان کر دیا تو یہ غیبت بنے گی۔ جس کا بڑا گناہ ہے اور مستحب ہے کہ جو تائب بن کر آئے اور حد کا اقراری بھی ہو اس سے استفسار نہ کرے بلکہ اسے چھپانے کا حکم دے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ اسی طرح سفارش ان کے حق میں مستحب ہے۔ صاحبِ حال لوگوں میں سے جس سے کوئی گناہ صادر ہو جائے (تاکہ اس تک نہ پہنچا جائے) حدیث میں وارد ہے: "اقیلوا ذوی الهیئات عثراتهم" صاحب حال لوگوں کی لغزشوں کے بارے میں اقالہ کرو۔ (ابوداؤد، نسائی)

اسی لئے شوافع رحمہم اللہ نے کہا کہ صاحبِ حال کی لغزش پر تعزیر نہیں یا سترِ مسلم سے مراد اس کے ستر حسی کو ڈھانپنا اور ستر معنوی یعنی ستر دینی میں معاونت کی مثلاً اس کو نکاح کی ضرورت تھی اس کی شادی کرادی اسباب معاش میں معاونت کر دی کہ سامانِ تجارت مہیا کر دیا تا کہ وہ تجارت کرے وغیرہ۔

ستره اللّٰه یوم القیامة: دونوں معنوں کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سخی وحیاء والے ہیں اس لئے اس کا گناہ معاف کر دیا اور ستر پوشی فرما دی کیونکہ اس نے دنیا میں مسلمان کی ستر پوشی کی تھی اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے اپنے کو مزین کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اس سے وہ لوگ خارج ہیں جو ایذاء و فساد میں معروف ہوں۔ ان کا حال لوگوں پر چھپانے کی وجہ سے وہ مزید فساد میں مبتلا ہوں گے بلکہ ان کا حال لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا جائے تاکہ وہ آئندہ فساد سے باز آجائیں یا حکام تک بات پہنچائے تاکہ اس پر مناسب سزا نافذ ہو یا تعزیر کی جائے جبکہ کسی بڑے فساد کا خطرہ نہ ہو یہ تو گزشتہ گناہ سے متعلق ہے۔ اگر اس کو گناہ میں ملوث پائے تو برموقعہ روکے اگر روکنے کی طاقت ہو اور فساد کا خطرہ نہ ہو تو حاکم تک پہنچائے۔

اب رہا رواۃ، شہود، امین صدقہ ووقف ان پر جرح کرنا ضروری ہے وہ اس قسم میں شامل نہیں۔ وہ حرام غیبت میں داخل ہی نہیں بلکہ وہ شریعت کی طرف سے دفاع کی وجہ سے ضروری ہے۔

فَائِدَۃ: روایت میں جس فضل کا ذکر ہوا اس کا سبب الخلق عیال اللّٰہ ہے اور آقا اور مالک اپنے غلاموں سے احسان سے پیش آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے مخلوق کے ساتھ رفق و نرمی برتنے والے پسند ہیں۔

تخریج: أخرجه البخاری (٢٤٤٢) ومسلم (٢٠٨٠) وأبو داود (٤٨٩٣) والترمذی (١٤٢٦) وابن حبان (٥٣٣) والبیهقی (٩٤/٦) وأحمد (٥٣٥٨/٢)

الفوائد : ① مسلمانوں کے مابین اخوت کی شدید تاکید کی گئی یہ حسن معاشرت و تعاون سے بڑھتی ہے۔ ② مجازات طاعات کی جنس سے ملے گی۔

۲۳۶ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَخُوْنُهٗ وَلَا یَكْذِبُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهٗ وَمَالُهٗ وَدَمُهٗ ۔ اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا ' بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۲۳۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس کی خیانت کرتا ہے اور نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اس کو رسوا کرتا ہے۔ ہر ایک مسلمان کی عزت' اس کا مال اور اس کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ تقویٰ یہاں (دل میں) ہے۔ کسی آدمی کے برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر قرار دے''۔ ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **المسلم اخو المسلم**: یہ مذکورہ حکم کے لئے بمنزلہ علت ہے کیونکہ اخوت شفقت کو مقتضی ہے اور بھلائی و منفعت کو دعوت دینے والی ہے۔

لا یخونه: یہ خیانت سے ہے جو امانت کی ضد ہے۔ خیانت سے یہاں مراد تعاون و مدد کا حق توڑنا ہے یعنی وہ اس کا ہمیشہ معاون بنا رہتا ہے۔

لا یکذبه: یہ یا کے فتحہ کے ساتھ ہو تو معنی یہ ہے کہ اس کو جھوٹی خبر نہیں دیتا جیسا کہ اس ارشاد میں **كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ** کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو جھوٹی خبر دی۔ ② **لایُکذبه**: اس کو جھوٹی خبر القاء نہیں کرتا۔ ③ **لایُکذِّبه**: اس کی تکذیب نہیں کرتا یعنی جھوٹ کی طرف نسبت نہیں کرتا۔ امام نووی نے یا کے ضمہ کے ساتھ اس کی تفسیر یہ کی ہے۔ اس کو خلاف واقع امر کی خبر بلا مصلحت نہیں دیتا۔ **ولا یخذ له**: اس کی جائز مدد ترک نہیں کرتا خصوصاً جب کہ وہ محتاج و مضطر ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی﴾ [المائدة:٢] ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ اللّٰه......﴾ [الأنفال : ٧٢] پس مسلمان کو رسوا کرنا حرام ہے۔ خواہ وہ معاملہ ① دنیوی ہو مثلاً مظلوم کی مدد کر سکتا ہے اور ظالم کو روک سکتا ہے مگر ظالم کو نہیں روکتا۔ ② یا دینی معاملہ ہو مثلاً اس کو غیبت وغیرہ کے متعلق خیر خواہی کی بات کہہ سکتا ہے مگر نہیں کہتا۔ ابو داؤد میں روایت ہے: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَخْذُلُ اِمْرأً مُسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ تُنْتَهَكُ فِیْهِ حُرْمَتُهٗ وَیُنْتَقَصُ فِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اِلَّا خَذَلَهُ اللّٰهُ فِیْ مَوْضِعٍ فِیْهِ نُصْرَتُه)) ''جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو ایسے مقام پر چھوڑ دیتا ہے جہاں اس کی بے عزتی کی جا رہی ہو اور اس کی عزت کم کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ کی مدد اس کا ایسے وقت ساتھ چھوڑ دیتی ہے جہاں اس کو مدد کی ضرورت ہوتی ہے''۔

مسند بزار میں ہے: ((مَنْ نَصَرَ اَخَاهُ بِالْغَیْبِ وَهُوَ یَسْتَطِیْعُ نَصْرَهٗ نَصَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنیا والآخِرَة)) ''جس نے اپنے مسلمان بھائی کی اس وقت مدد کی جب وہ طاقت رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت میں مدد کریں گے''۔

اَلنَّحْوُ : **کل المسلم علی المسلم حرام**: یہ مبتداء خبر ہیں۔ کل کی اضافت معرفہ کی طرف درست ہے۔ عرضہ: یہ کل کا

بدل ہے۔اس سے مراد حسب ونسب ہے۔اس کو گرانا' گالی گلوچ' غیبت کرنا' بہتان لگانا ہے۔ یہاں عرض سے ذات مراد نہیں ہے۔ وماله: غصب کرے یا خیانت کرے۔ و دمه: اس سے ذات پر تعرض کرنا مراد ہے کہ اس کو قتل کرے یا کسی عضو کو کاٹے۔ ان تینوں کی حرمت قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ ان تینوں چیزوں کو کل المسلم کہا کیونکہ ان میں سے ہر ایک ضروری ہے مثلاً خون یہ مادۂ حیات ہے اور مال مادۂ معاش ہے اور عزت سے اس کی صورت معنویہ قائم ہے۔ ان پر اکتفا کیا گیا کیونکہ باقی تمام فروعات ہیں ان کا مدار انہی پر ہے۔ جب صورت حسیہ معنویہ درست ہو تو اور کسی چیز کی حاجت نہیں اور صورت کا قیام انہی تین سے ہے۔ ان کی حرمت جب اصل ہے تو پھر اس قید کی چنداں حاجت نہیں کہ کوئی عارضہ پیش آنے پر یہ تینوں مباح ہو جاتی ہیں مثلاً ارتداد سے قتل' قصاص میں قتل' تعزیر ہتک وغیرہ۔

التقوٰی ھاھنا: یعنی دل میں۔ **بحسب امری من الشر:** بحسب کی باز ائدہ ہے اور حسب مبتداء ہے اس کا معنی کافی ہے۔ **امرئ:** اور مرء شخص کے لئے بولتے ہیں شر سے مراد وہ برائی جو اخلاق معاش' معاد کے لحاظ سے ہو۔

ان یحقر اخاہ المسلم: یعنی انسان کی مذمت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ کسی مسلمان کی تحقیر کرنے والا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو احسن تقویم کے ساتھ پیدا کیا اور آسمان وزمین کی ہر چیز اس کی خدمت کے لئے بنائی اور دوسروں کو بالتبع ان میں شریک کیا اور اس کا نام مسلمان رکھا یا مومن اور اپنا بندہ رکھا اور انہی میں سے تمام مخلوق میں سے افضل ترین ہستیاں انسان بنائے۔ اس کی تحقیر تو عظمت الٰہی اور شرف الٰہی کی تحقیر ہے اور یہ عظیم ترین گناہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ:** ''وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں ذرہ کے برابر تکبر ہوگا''۔ کبر کی تعریف یہ ہے: **((اَلْكِبْرُ بَطْرُ الْحَقِ وَغَمْطُ النَّاسِ)) الحدیث:** ''حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر قرار دینا''۔ ایک ارشاد میں اس طرح فرمایا: **((اَنْ لَا يَبْدَاهُ بِالسَّلَامِ اِحْتِقَارًا لَهٗ وَلَا يَرُدُّهٗ عَلَيْهِ))** (ترمذی) تحقیر یہ کہ حقارت کی وجہ سے سلام میں ابتداء نہ کرے اور نہ اس کے سلام کا جواب دے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۸۱۰۹) والترمذی (۱۹۲۸) اسنادہ صحیح مسلم میں اس کے ہم معنی روایت ہے۔ سخاوی نے تخریج اربعین میں اس کی نسبت ترمذی کی طرف کی ہے اور **التَّقْوٰى هَاهُنَا** کے بعد **ويُشيرُ بِيَدِهٖ اِلٰى صَدْرِهٖ ثُمَّ قَالَ بِحَسْبِ** کے الفاظ ہیں۔ ابوداؤد نے ان الفاظ کے علاوہ بقیہ روایت نقل کی ہے۔ ترمذی نے حسن کہا مگر سخاوی نے حسن صحیح کہا ہے۔ نووی کہتے ہیں یہ روایت عظیم الشان فوائد ومنافع کی حامل ہے (الاذکار للنووی) احمد ج ۳۔

الفرائد: ① مسلمان کی تحقیر رزالت اخلاق کا پست ترین درجہ ہے۔ ② مسلمان کے ساتھ استہزاء روا نہیں۔ حتی الامکان اس کے ساتھ خیر خواہی اور معاونت کرنی چاہئے۔

❁ ❁ ❁

۲۳۷ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ : لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ– اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا" وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلَاثَ

مَرَّاتٍ" بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"النَّجَشُ" اَنْ يَّزِيْدَ فِيْ ثَمَنِ سِلْعَةٍ يُنَادٰى عَلَيْهَا فِي السُّوْقِ نَحْوِهٖ وَلَا رَغْبَةَ لَهٗ فِيْ شِرَآئِهَا بَلْ يَقْصِدُ اَنْ يَّغُرَّ غَيْرَهٗ وَهٰذَا حَرَامٌ۔ "وَالتَّدَابُرُ" اَنْ يُّعْرِضَ عَنِ الْاِنْسَانِ وَيَهْجُرَهٗ وَيَجْعَلَهٗ كَالشَّيْءِ الَّذِيْ وَرَآءِ الظَّهْرِ وَالدُّبُرِ۔

۲۳۷: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایک دوسرے سے حسد مت کرو۔ خرید و فروخت میں ایک دوسرے پر بولی دھوکہ کے لئے مت بڑھاؤ اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے بے رخی و اعراض مت کرو۔ ایک دوسرے کے سودے پر سودا مت کرو اور اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو حقیر قرار دیتا ہے اور نہ اس کو رسوا کرتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے یہ لفظ فرماتے ہوئے آپؐ اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرماتے اور تین مرتبہ آپؐ نے یہ فرمایا: آدمی کی برائی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر خیال کرے۔ ہر مسلمان کی دوسرے مسلمان پر عزت، مال اور خون حرام ہے"۔ (مسلم)

اَلنَّجَشُ: بڑھا کر بولی لگانا جبکہ خریداری مقصود نہ ہو صرف دوسرے کو دھوکہ دینا۔ تنگ کرنا مقصود ہو اور یہ حرام ہے۔ اَلتَّدَابُرُ: اعراض و بے رخی کرنا جیسے کسی چیز کو پس پشت ڈالتے ہیں۔ یعنی کسی انسان سے ایسی بے رخی کی جائے کہ اسے چھوڑ ہی دے لیکن یہ کسی ذاتی وجہ سے ہو دینی وجہ سے نہ ہو۔ (مترجم)

تشریح ۞ عنه لا تحاسدوا: یعنی ایک دوسرے سے حسد مت کرو، حسد کی قباحت و حرمت پر کتاب و سنت کی بیشمار نصوص وارد ہیں۔ حسد کا لغوی معنی محسود کے نعمت کے زوال کی تمنا کرنا۔ یہ رشک کے الٹ ہے۔ رشک کا مطلب اس نعمت کی اپنے لئے تمنا کرنا جبکہ پہلے کے پاس بھی نعمت قائم رہے۔

وجہ مذمت: اس کی قباحت کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے کہ اس نے فلاں کو نعمت کیوں دی ہے اور ادھر یہ کوشاں ہے کہ اس کا یہ فضل زائل ہو جائے حالانکہ اس کو چاہئے تھا کہ اس کے حق کا لحاظ کرتے ہوئے محسود کے لئے وہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے مگر اس نے اس پر ظلم کیا اور اس کی نعمت کے زوال کا متمنی بن گیا اور اس کے حق کو ضائع کیا اور خود اپنے آپ کو بلا فائدہ غم و رنج میں ڈالا جو نہایت گرا ہوا طرز عمل ہے۔

اقسامِ حسد: ① کچھ لوگ تو محسود کی نعمت کو اپنی طرف یا غیر کی طرف منتقل کرنے کے لئے زبان و ہاتھ سے کوشش کرتے ہیں یہ سب سے خبیث ترین صورت ہے۔

② اپنی ہمت کے مطابق حسد کو زائل کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر عاجز رہتا ہے۔ ہاتھ و زبان سے بھی کوئی کارروائی کرتا ہے تو یہ گناہ گار نہیں اور اگر دل میں حدیث نفس کے طور پر بات آتی ہے مگر محسود کے مال کے زوال کی تمنا کرتا ہے تو یہ شخص بلاشبہ گناہ گار ہے۔

④ حاسد محسود جیسی چیز کی تمنا کرتا ہے مگر اس سے زوال کا خواہاں نہیں یہ رشک ہے امورِ دینیہ میں بہت خوب ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت فی سبیل اللہ کی تمنا فرمائی یہ امور دنیویہ میں بہتر نہیں۔ (الفتح المبین لشرح الاربعین)

ولا تناجشوا: ایک دوسرے کو دھوکا دینے کے لئے بولی مت بڑھاؤ جبکہ خریدنے کا قطعاً ارادہ نہ ہو۔ نجش: بالاتفاق حرام ہے خواہ بائع کی موافقت سے ہو یا نہ ہو کیونکہ یہ ملاوٹ اور دھوکا ہے اور وہ دونوں حرام ہے اس سے مسلمان کی خیر خواہی کا ترک لازم آتا ہے۔ اگر یہاں النجش: کی تفسیر عام کی جائے تو بھی مناسب ہے لغت میں مکر حیلہ اور دھوکا سے کسی چیز کو بھڑکانا۔ پس اب ارشاد کا مطلب یہ ہوگا ایک دوسرے کو دھوکا مت دو اور ایک دوسرے سے مکر و فریب کا معاملہ مت کرو اور دوسرے کو دکھ مت پہنچاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ [فاطر: ۷۴] ''بری تدبیر کرنے والے پر لوٹتی ہے''۔ اس طرح معاملات میں دھوکے کی تمام اقسام اس کے ماتحت آ جائیں گی۔ مثلاً عیب میں تدلیس و کتمان عمدہ کو ردی سے ملانا وغیرہ البتہ حربی کافر کے خلاف خفیہ تدبیر وحیلہ درست ہے اسی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ۔

ولا تباغضوا: ایک دوسرے سے بغض مت رکھو۔ بغض کے اسباب مت پیدا کرو یہ محبت کی طرح قہری ہے۔ اس کے اکتساب کی انسان میں قدرت نہیں اور نہ اس میں تصرف کا اختیار ہے۔ بغض کسی چیز میں قباحت والی بات کی وجہ سے نفرت کرنا۔ اس کے مترادف کراہت ہے۔ پھر یہ دو کے درمیان ہوتا ہے کبھی جانبین سے کبھی ایک جانب سے۔ بہر صورت یہ غیر اللہ کے لئے حرام ہے۔ حدیث کا محل یہی ہے۔ اس کی اقسام مندوب و واجب بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اسی کے لئے بغض رکھا اور اسی کے لئے دیا پس اس نے ایمان کو مکمل کر لیا۔ کسی انسان سے بغض اللہ تعالیٰ کی خاطر رکھتا ہے مگر ان کے ساتھ بغض کسی ذاتی وجہ سے پیدا ہوا تو یہ بغض للہ نہ رہا کیونکہ بغض للہ کی علامت یہ ہے کہ وہ ان کی معصیت و گناہ کی بنیاد پر پیدا ہوا ہو۔ بغض اور کسی بناء پر درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر الفت کا احسان جتلایا ہے۔ فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا﴾ [آل عمران: ۱۰۳] ''اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو جبکہ تم باہمی دشمن تھے۔ اس نے تمہارے درمیان الفت ڈال دی پس اس کے احسان سے تم ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے''۔ یہی وجہ ہے کہ چغل خوری کو حرام قرار دیا کیونکہ اس سے بغض و دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ البتہ اصلاح کے لئے تو یہ درست ہے۔

ولا تدابروا: ایک دوسرے سے منہ مت موڑو۔ یعنی حقوق کی وجہ سے اعراض نہ کرو مثلاً اعانت و نصرت اور تین دن سے زیادہ بول چال چھوڑنا مگر جبکہ کوئی شرعی عذر پایا جائے مثلاً اصلاح کی توقع ہو ماقبل سے اس کو الگ اس لئے لائے کہ بسا اوقات انسان کسی سے بغض رکھتا ہے مگر اس کا حق پورا ادا کرتا ہے اور کبھی تہمت کے خطرے یا تادیب کے لئے اعراض کرتا ہے حالانکہ وہ محبت کرنے والا ہوتا ہے۔

ولا يبع بعضكم على بيع بعض: عند الشوافع یہ حرام ہے کہ کسی کی بیع پر بیع کی جائے۔ بعض سے تمام مکلف مسلم و ذمی مراد ہیں۔ اخبار میں مسلم کے سات اس کی تقیید مزید تاکید کے لئے ہے۔ بیع بعض کا مطلب یہ ہے کہ مشتری کے زمانہ خیار میں کسی کو بولی مارنے کا حق نہیں کہ تم اس بیع کو فسخ کر دو میں اس سے سستا سودا دیتا ہوں یا اس سے اعلیٰ چیز دیتا ہوں وغیرہ اس کی

ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایذاء مسلم ہے اور بغض ونفرت کا باعث بنتی ہے۔اسی لئے روایات میں وارد ہے:((ذٰلِكَ بِاَنَّكُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ قَطَعْتُمْ اَرْحَامَكُمْ)) ''جب تم نے ایسا کیا تو قطع رحمی کا ارتکاب کیا''۔اور مشتری کی اجازت کے بغیر خریداری بھی اسی کے حکم میں ہے مثلاً زمانہ خیار میں دوسرے فروخت کرنے والے کو کہے تم یہ بیع ختم کردو تاکہ میں اس سے زیادہ داموں میں خرید لوں۔البتہ خیار کی مدت ختم ہو جائے تو پھر سودا جائز ہے کیونکہ تحریم کی کوئی وجہ نہیں رہی۔البتہ شدید اصرار ضرر تک پہنچائے یہ حرمت ذاتی کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ اس میں بھی جس سے اصرار کیا جاتا ہے اس کو نقصان پہنچانا ہے۔ویسے وہ اس کو رد بھی کرسکتا ہے اگر اس نے اصرار کو تسلیم کرلیا تو اس نے خود اپنے آپ کو نقصان دیا ہے۔

وکونوا عباد اللّٰہ اخوانا: اے اللہ تعالیٰ کے بندو! تم ایسے اعمال کرو جس سے خواہ ان باتوں سے جن کا تذکرہ گزر چکا اور ایسی باتوں کو اختیار کرو جو الفت کو پیدا کرنے والی اور نفرت سے مانع ہیں یعنی باہمی بھائیوں کی طرح رہو اور ایک دوسرے سے تعاون کرو۔معاشرت میں رفق' مودت اور شفقت وملاطفت کا غلبہ ہو اور تعاون خیر کے ساتھ صفائی قلب اور خیر خواہی بہر حال مطلوب ہو۔یہ جملہ ماقبل کے لئے علت کی طرح ہے۔گویا اسطرح فرمایا جب تم تحاسد وغیرہ کو چھوڑ دو گے تو تب تم بھائی بھائی بنو گے ورنہ دشمن ہی رہو گے۔**عباد اللّٰہ** کے لفظ میں اشارہ کردیا کہ غلام کو اپنے آقا کے حکم پر ہر صورت سر تسلیم خم کرنا چاہئے اور بھائیوں کی طرح رہنا چاہئے۔**طاعت و اخوت:** بھائی بھائی بن کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں فائدہ یہ ہے کہ ان چیزوں کے قیام میں مدد ملتی ہے جو اس کے دین کا شعار ہیں اور وہ الفت قلوب کے بغیر وہ حاصل نہیں ہو سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ﴾ [الأنفال : ٦٢ ـ ٦٣] وہی ذات جس میں اپنی نصرت سے آپ کی دست گیری فرمائی اور ایمان والوں کے ذریعہ معاونت کی اور ان کے دلوں میں باہمی الفت ڈال دی''۔

المسلم اخو المسلم: کیونکہ ان کو دین نے ایسی اجتماعیت بخشی ہے جو ایک صلب ورحم سے پیدا ہونے والے دو بھائیوں میں ہوتی ہے بلکہ دینی اخوت حقیقی اور دائمی ہے اس کا ثمرہ آخرت میں ملے گا اور رحم کی اخوت دنیوی اور عارضی ہے۔

لا یظلمه ولا یخذ له ولا یحقره: تحقیر شان گھٹانے اور مرتبہ کم کرنے کے معنی میں آتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق میں اس کو حقیر نہیں بنایا بلکہ اس کو بلند کیا اس کو مخاطب ومکلف بنایا اور اس کو حقیر قرار دینا یہ ربوبیت کی حدود سے تجاوز ہے جو کہ بہت بڑا گناہ ہے۔اسی لئے اس سے پہلی روایت میں اس کو **بحسب امری من الشر** کہہ کر بڑا گناہ قرار دیا گیا۔تحقیر بنیادی طور پر تکبر سے پیدا ہوتی ہے۔اسی لئے وہ دوسرے کو حقیر قرار دیتا اور نقص کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کو وہ اس قابل نہیں سمجھتا کہ وہ اپنے حق یا اس کے حق کو ادا کر سکے گا۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کتاب مسلم کی روایت درست ہے اور اس کی تائید روایت کے یہ الفاظ کر رہے ہیں:''**ولا یحتقره**''اس جملے کا معنی یہ ہے کہ اسلام اور اس کی اخوت کا حق یہ ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان پر ظلم نہ کرے نہ اس کو رسواء کرے اور نہ اس کو جھٹلائے اور نہ حقیر قرار دے''۔مسلم کے لفظ سے تاکید مقصود ہے۔تخصیص نہیں کیونکہ ذمی کو بھی یہ حقوق حاصل ہیں البتہ کفر کی وجہ سے اس کی تحقیر جائز ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾ [الحج : ١٨] ''جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں''۔

التقوٰی ھاھنا ویشیر الی صدرہ ثلاث مرات: اللہ تعالیٰ کے محظورات کو ترک کرنا اور مامورات کرکے اپنے کو اللہ تعالیٰ

کے عذاب سے بچانے کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ کا محل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلب بتلایا کیونکہ تقویٰ کا حاصل خوف ہے اور وہ دِل ہی میں ہوتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَامِکُمْ وَلَا اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ مطلب یہ ہے کہ اعمال ظاہرہ تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہ دل میں اللہ تعالیٰ کی عظیم خشیت اور مراقبہ سے حاصل ہوتے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ یعنی اس کا محاسبہ اور مجازات اسی کے مطابق ہے جو خیر و شر دل میں پائی جاتی ہے نہ کہ ظاہری صورت میں اور اس میں تمام تر اعتبار دل ہی پر ہے۔

فَائِدَہ: یہ حدیث دلیل ہے کہ عقل دل میں ہے سر میں نہیں راجح بات یہی ہے۔

ماقبل سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ مخلوق کی عظمت کا مدار جب تقویٰ ہے تو بہت سے ایسے لوگ جو لوگوں کی نگاہ میں حقیر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے ہیں اور کئی دنیا کے بڑے اس کے ہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

حرام دمه الحدیث: اس روایت میں دم کو پہلے ذکر کیا گیا ہے اور اس سے مراد نفس انسانی ہے کیونکہ نفس انسانی اصل ہے اور مال کا نفس سے ایک گونہ تعلق ہے۔ البتہ عرض (عزت کو مؤخر کرنے کی وجہ ظاہر نہ ہوئی۔ دوسری روایت میں اس کے مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عام ابتلاء لوگوں کا انہی میں ہے تو جس میں احتیاط کی زیادہ ضرورت تھی اس سے ابتداء کی گئی۔

النجش: مکر وحیلے سے اُبھارنا۔

وراء الظهر و الدبر: کا مطلب اہتمام نہ کرنا ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم (٢٥٦٤) وابن ماجه (٤١٤٣) مسلم' سخاوی نے تخریج اربعین میں کہا ہے کہ اس روایت کو احمد' مسلم نے نقل کیا۔ مسلم کے بعض طرق میں یہ اضافہ ہے: ''ان اللّٰہ لا ینظر الی اجسادکم ولا ینظر الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم واشار باصابعه الی صدره'' ابن ماجہ' ابوعوانہ نے بعض حصہ نقل کیا اور ابو نعیم نے متخرج میں مکمل نقل کی۔

الفرائد: باہمی بغض وحسد سے باز رہنے کی تلقین اور اللہ تعالیٰ کی خاطر بھائی چارے کی تاکید ہے۔

۲۳۸: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۲۳۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ **لا یومن احدکم**: تم میں کوئی اس وقت تک کامل الایمان نہیں۔ **حتی یحب لاخیه**: اخیہ مسلمان بھائی مراد ہے۔ مفرد کی اضافت کر کے عموم کو ثابت کر دیا کہ مسلمان کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے مناسب نہیں کہ کسی ایک کو کسی بات کے لئے دوسرے کو چھوڑ کر مخصوص کرے۔ **ما یحب لنفسه**: ما سے مراد تمام طاعات اور مباحات مراد ہیں۔ محبت کے مقابل بغض کا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ ایک ضد کے تذکرہ سے دوسری خود سمجھ آ جاتی ہے کہ ہر مسلمان کے لئے وہی چیز ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان ایک جان کی طرح ہیں پس دوسرے مسلمان کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند ہو۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے: المسلمون کالجسد الواحد" الحدیث۔

ابن عماد کہتے ہیں اس اخوت کو اور عام کرنا چاہئے تاکہ تمام جنس انسان کو شامل ہو جائے تو کافر کے لئے پسند کرے کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائے جیسا اس کو اسلام ملا ہے اور مسلمان کے لئے اسلام پر دوام کا طالب ہو۔ اسی وجہ سے ہدایت کفار کی دعا مستحب ہے۔

النحو: حتی: یہاں جارہ ہے کیونکہ اس کا مابعد ماقبل سے مختلف ہے۔ وہ نفی کمال کی غایت ہے۔

ایک اعتراض: ظاہر خبر سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خواہ دوسرے ارکان کو بھی بجانہ لائے یہی محبت کمال کے لئے کافی ہو جائے گی۔

جواب: ① یہ مراد نہیں بلکہ یہاں تواضع اور محاسن اخلاق پر ابھارنے اور الفت و محبت میں اہل اسلام کی طرف ترغیب کے لئے لایا گیا ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ محبت باہمی ہمدردی کو بڑھانے والی ہے اور ایمان کا شملہ اسی سے منظم ہوتا ہے اور احکام شرع اس کی تائید کرتے ہیں۔

② مبالغۃً لائے گویا کہ محبت اس کا رکن اعظم ہے جیسا الحج عرفہ میں ہے حالانکہ حج کے لئے دیگر ارکان بھی لازم ہیں پھر جن باتوں کا تذکرہ کیا گیا وہ تو مقدمات محبت ہیں نفس محبت نہیں کیونکہ محبت تو میلان طبعی کا نام ہے جو دائرۂ اختیار سے باہر ہے اور اس کی تکلیف تو تکلیف مالایطاق ہوگی۔ پس مراد یہ ہے کہ دائرۂ عقل کے تحت جو چیز دائرۂ اختیار میں آنے والی ہیں اگرچہ وہ خواہش انسانی کے مخالف ہوں جیسا کڑوی ادویہ مریض کو طبعاً ناپسند ہوتی ہیں مگر حکم عقل کی وجہ سے وہ ان کو اختیار کرتا ہے کیونکہ اسی میں اپنی صحت سمجھتا ہے۔ پس رحمت و شفقت والی محبت مراد ہے۔

تخریج: بخاری، مسلم، ابو ذاؤد طیالسی، دارمی، ابن ماجه، ابو عوانه فی المستخرج، ابن حبان ٣٣٤، ابن منده فی کتاب الایمان ٢٩٦، احمد ج٤ (سخاوی ج٢) نسائی۔

الفرائد: ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہ پسند کرے جو اپنے لئے کرتا ہے اور وہ چیز ناپسند کرے جو خود بھی پسند نہیں کرتا۔

❁ ❁ ❁

٢٣٩ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا" فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْصُرُهُ اِذَا كَانَ مَظْلُوْمًا اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ اَنْصُرُهُ؟ قَالَ : تَحْجُزُهُ اَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَاِنَّ ذٰلِكَ نَصْرُهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

٢٣٩: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم"۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میں اس کی مدد کروں جبکہ وہ مظلوم ہو لیکن آپؐ فرمائیے اگر وہ ظالم ہو تو میں اس کی مدد کس طرح کروں؟ ارشاد فرمایا: "تم اس کو ظلم سے روک دو یہی اس کی مدد ہے (کیونکہ اس سے عذاب الٰہی کی گرفت سے بچ جائے گا)"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ انصر اخاك: یعنی اس کو رسواء مت کرو۔ ظالما: کیونکہ وہ حقیقت میں مظلوم ہے (قیامت کو اس کی سزا پائے

گا) او مظلومًا: یعنی اس سے ظلم کو دور کردو یا ظلم سے اس کی حفاظت کردو۔ ارایت ان کان ظالما: آپ مجھے بتلائیں کہ اگر میرا بھائی دوسرے پر ظلم کر رہا ہو۔ کیف انصره؟ قال تحجزه: تم اس کو ظلم سے روکنے کے لئے رکاوٹ بن جاؤ اور یہ راوی کی طرف سے شک کے لئے ہے یا یہ لفظ فرمائے: تمنعه من الظلم فان ذلك: اس کو ظلم سے روک دو۔

نصره: یہی اس کی مدد ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن بطال نے ذکر کیا کہ لڑائی کے وقت تو نصرت اس کا نام ہے اور ظالم کی مدد تو اس کو ظلم سے روکنا ہے گویا یہ تسمية الشئی بمايئول اليه: یہ انداز بلاغت ہے۔

بقول بیہقی: اس کا مطلب یہ ہے کہ ظالم فی نفسہ مظلوم ہے۔ پس اس میں آدمی کا اپنے نفس پر حساً و معنیً ظلم سے روکنا بھی شامل ہے اگر اس نے کسی انسان کو دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو کنوئیں میں گرانا چاہتا ہے تا کہ زنا کی وجہ سے تلاش کا فساد اس سے زائل ہو جائے اس نے اس کی مدد کی تو اس صورت میں ظالم اور مظلوم دونوں متحد ہو گئے۔

لطیفہ: مفضل ضبی نے کتاب الفاخر میں لکھا کہ پہلا شخص جس نے یہ جملہ کہا: انصر اخاك ظالمًا او مظلومًا۔ وہ جندب بن عنبر بن عمرو بن تمیم تھا اور اس کی مراد اس جاہلیت کی حمیت و غیرت تھی۔ اسلامی وضاحت مراد نہ تھی عرب کا شعر ہے:

اذا أنا لم أنصر أخي وهو ظالم ☆ على القوم لم أنصر أخي حين يظلم

تخریج: أخرجه أحمد (٤/١٣٠٧٧) والبخاری (٢٤٤٣) والترمذی (٢٢٥٥) وأبو يعلى (٣٨٣٨) وابن حبان (٥١٦٦) والطبرانی (٥٧٦) والقضاعی (٦٤٦) والبيهقی (٦/٩٤)

الفرائد: ① مسلمان کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس سے دفاع کرے اور ظلم سے اس کو بچائے۔ ② ظالم کو ہاتھ سے روکنے میں اگر مفسدہ زیادہ نہ ہو تو پھر ہاتھ سے روکے۔

٢٤٠ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ : رَدُّ السَّلَامِ ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَآئِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ- وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ : اِذَا لَقِيْتَهٗ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ ، وَاِذَا دَعَاكَ فَاَجِبْهُ ، وَاِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهٗ ، وَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ ، وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَاِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ"۔

۲۴۰ : حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: (۱) سلام کا جواب دینا (۲) مریض کی عیادت کرنا (۳) جنازوں کے پیچھے چلنا (۴) دعوت کا قبول کرنا۔ (۵) چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا''۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں مذکور ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں جب ملاقات ہو تو سلام کہو اور جب وہ تمہیں بلائے تو دعوت قبول کرو جب وہ تم سے خیر خواہی کی بات طلب کرے تو نصیحت کرو اور جب اس کو چھینک آئے پس وہ اللہ کی حمد کرے تو تم اس کا جواب (یرحمک اللہ سے) دو اور جب بیمار ہو تو مزاج پرسی کرو اور جب فوت ہو جائے تو اس کے پیچھے چل

(دفن و جنازہ ادا کر)''۔

تشریح ۞ **حق المسلم**: ابن حجر کہتے ہیں یہاں حق سے حق واجب مراد ہے۔ مگر ابن بطال احترام وصحبت والا حق مراد لیتے ہیں اور ظاہر سے ابن حجر کی بات پختہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ انداز تاکید والا ہے۔ شیخ زکریا نے حق کی تفسیر امر مطلوب سے کی ہے جو کہ فرض و واجب اور ندب سب کو شامل ہے۔

علی المسلم خمس: مسلمان کے مسلمان پر یہاں پانچ حق بتلائے بعد والی روایت میں چھ بتلائے گئے۔ دونوں میں اختلاف نہیں کیونکہ عدد مقصود نہیں ہے۔ ویسے تو حقوق متاکدہ بہت ہیں یہاں ان پر اکتفاء کیا گیا ① یا تو اس وقت تک ان ہی کا حکم آیا تھا۔ باقی بعد میں آئے یا ② یا سامعین کو ان کی زیادہ ضرورت تھی کیونکہ ان سے انہی میں تساہل ہو رہا تھا۔

رد السلام: اس کا جواب ضروری ہے جب سلام سننے والا ایک ہو اور جب زیادہ ہوں تو فرض کفایہ ہے۔

حلیمی کہتے ہیں سلام کا جواب اس لئے ضروری ہے کہ یہ امان کی ضمانت ہے اور اگر اس کا جواب نہ دیا اس کی طرف سے شر کا اندیشہ ہوا جس کا دفعیہ لازم ہے۔ ابن علان کہتا ہے کہ اسی وجہ سے مکلفین کی طرف سے امتیازی طور پر ایک کے جواب سے فرض ساقط نہ ہوگا جیسا نمازِ جنازہ چند کی ادائیگی سے غرض کو ساقط کر دیتی ہے کیونکہ اس کا مقصد تو دعا ہے جو اسکے رشتہ داروں سے الگ ہو اور سلام میں مقصود اعلان امن ہے جو اس کے اہل سے متعلق نہیں۔

عیادۃ المریض: اس کے فرض کفایہ یا سنت ہونے میں اختلاف ہے۔ جمہور کے ہاں یہ مستحب ہے اور بعض اوقات بعض کے حق میں واجب ہو جاتا ہے۔

طبری کہتے ہیں جن سے برکت کی امید ہو ان کے متعلق تو ضروری ہے اور جن کے حالات کی نگرانی ہو ان کے متعلق مسنون ہے۔ بقیہ کے متعلق مباح ہے۔ البتہ مشرک کے متعلق اختلاف ہے۔ ماوردی نے اس کو مباح قرار دیا اور کبھی تو یہ بڑا ثواب بن جاتا ہے جبکہ اس کے اسلام کی امید ہو۔ معین عیادت کے واجب نہ ہونے پر نووی نے اجماع نقل کیا ہے۔ المریض کا لفظ عام ہے جو ہر مریض کی عیادت کا متقاضی ہے۔ بقیہ تین قسم کے بیماروں کے متعلق بیہقی کی روایت **ثلاثۃ لیس لھم عیادۃ العین و الدمل و الضرس**۔ یہ موقوف ہے۔ حدیث صحیح میں ارقد کی عیادت کا تذکرہ موجود ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "**عادنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من وجع کان بعینی**"

(ابوداؤد، حاکم صرحمۃ اللہ علیہ البخاری فی الادب المفرد)

حدیث کے عموم سے معلوم ہوتا ہے اس کا زمانہ مقید نہیں ابتداء مرض میں جائے یہ جمہور کا قول ہے۔ غزالی نے تین دن کے بعد عیادت کا قول کیا ہے کسی دن کی تخصیص نہیں۔ جیسا بعض لوگوں نے عادت بنالی ہے۔

واتباع الجنائز: گھر سے جنازے کے ساتھ جانا یا محل نماز میں مشایعت یہ تاکیدی سنت ہے۔

واجابۃ الدعوۃ: شادی کے ولیمہ کی دعوت کا قبول کرنا واجب ہے مگر اس کی چند شروط ہیں (کہ وہاں خرافات و محرمات کا ارتکاب وغیرہ نہ ہو کما فی الفقہ) دیگر ولائم میں بھی یہ سنت متاکدہ ہے۔

وتشمیت العاطس: چھینک والے کو خیر و برکت کی دعا دینا کہ اس کے ظاہری اعضاء درست رہیں یا اس کو طاعت پر ثابت قدمی میسر ہو۔ بعض نے کہا اس کا معنی اللہ تعالیٰ تمہیں شماتت اعداء سے بچائے۔ یہ دعا چھینکنے والے کے الحمدللہ کہنے کے بعد

سنت مؤکدہ ہے اور مخاطب کو ہی یہ دعا دے جب کہ اور کوئی نہ ہو ورنہ سنت کفایہ ہے کہ اس طرح کہے: رَحِمَكَ اللّٰهُ۔

روایت مسلم کا فرق: مسلم کی روایت ست کا تذکرہ ہے۔

اَلنَّحْوُ: ① اذا لقيته فسلم عليه: یہ اور اس کے مابعد جملے قول کا مقولہ ہیں اور عربی عبارات میں یہ حذف کثرت سے وارد ہے یا ابوعلی نے کہا یہ عن البحر حدث ولا عرج: معروف کلام کی قسم سے ہے۔ ② ست سے بدل ہے۔ ③ مبتداء محذوف کی خبر ہے وہ ھی اذا لقیته: الحدیث ہے۔ اگر آدمی اکیلا ہو تو مستحب عینی ہے ورنہ کفائی ہے۔

② واذا دعاك فاجبه: جب ولیمۂ شادی ہو تو واجب ورنہ کفایہ ہے اس کے علاوہ مندوب ہے۔ ③ اذا استنصحك فانصح له: جب خیر خواہی کی بات طلب کرے تو مخلصانہ مشورہ دے۔ مشورہ میں مشورہ کرنے والے کی خیر خواہی کی بات کرے اور یہ ضروری ہے اس کا مشورہ طلب کرنا وجوب ندب کی شرط نہیں کیونکہ بعض اوقات وہ لازم ہے اور دوسرے اوقات میں مستحب ہے جو طلب نہ کرے اس کے سامنے تذکرہ افادہ کے لئے ہے۔ طلب کے بعد تو اس کی تاکید بڑھ جاتی ہے۔

واذا اعطس فحمد الله فشمته: اگر وہ الحمدللہ نہ کہے تو وہ تشمیت کا حق دار نہیں کیونکہ اس نے نعمت عطاس پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا نہیں کیا' جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا: "اِن الله يحب العطاس ويكره التشاؤب" عطاس یہ زکام کی وجہ سے نہیں بلکہ تخفیف بدن اور افلاط ثقیلہ سے بدن کو ہلکا کرنے کے لئے ہے۔ اُبکائی وہ ثقل اور شیطانی چوک سے پیدا ہوتی ہے۔

واذا مرض فعده: یہ تاکیدی مستحب ہے خواہ کسی دن ہو۔ واذا مات فاتبعه: گھر سے لے کر دفن سے فراغت تک مشایعت مستحب ہے۔ یہ مسلم کے الفاظ ہیں اور بخاری نے ادب المفرد میں نقل کئے ہیں۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۱۰۹۶٦) والبخاری (۱۲٤٠) ومسلم (۲۱٦۲) والنسائی (۲۲۱) والطحاوی (۱/۲۲۲) وابن حبان (۲۱٤) وعبد الرزاق (۱۹٦۷۹) والبیهقی (۳/۳۸٦) وأبو داود (۱٤٠٤) والطیالسی (۲۲۹۹)

❀ ❀ ❀

۲۴۱: وَعَنْ اَبِیْ عُمَارَةَ الْبَرَآءِ ابْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَّنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ' وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ' وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ' وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ' وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ' وَاِجَابَةِ الدَّاعِیْ' وَاِفْشَآءِ السَّلَامِ وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيْمَ اَوْ تَخَتُّمٍ بِالذَّهَبِ وَعَنْ شُرْبٍ بِالْفِضَّةِ' وَعَنِ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ' وَعَنِ الْقَسِّيِّ' وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ- وَفِیْ رِوَايَةٍ: وَّاِنْشَادِ الضَّآلَّةِ فِی السَّبْعِ الْاَوَّلِ:

"الْمَيَاثِرُ" بِيَآءٍ مُثَنَّاةٍ قَبْلَ الْاَلِفِ وَثَآءٍ مُثَلَّثَةٍ بَعْدَهَا وَهِیَ جَمْعُ مِيْثَرَةٍ وَّهِیَ شَیْءٌ يُتَّخَذُ مِنْ حَرِيْرٍ وَّيُحْشٰی قُطْنًا اَوْ غَيْرَهٗ وَيُجْعَلُ فِی السَّرْجِ وَكُوْرِ الْبَعِيْرِ يَجْلِسُ عَلَيْهِ الرَّاكِبُ "وَالْقَسِّيُّ" بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ الْمُشَدَّدَةِ وَهِیَ ثِيَابٌ تُنْسَجُ مِنْ حَرِيْرٍ وَّكَتَّانٍ مُخْتَلَطَيْنِ" وَاِنْشَادُ الضَّآلَّةِ" تَعْرِيْفُهَا۔

۲۴۱: حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں

سات کاموں کے کرنے کا حکم دیا اور سات کاموں سے منع فرمایا۔ ہمیں حکم فرمایا: ''مریض کی تیمارداری کا' جنازوں کے پیچھے چلنے کا اور چھینک کا جواب دینے کا' قسم اٹھانے والے کی قسم کے پورا کرنے کا' مظلوم کی مدد کرنے اور دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کو پھیلانے کا'' اور ہمیں منع فرمایا: ''سونے کی انگوٹھیاں پہننے اور چاندی کے برتنوں میں پانی پینے سے اور سرخ ریشمی گدوں کے استعمال سے اور قسی کے کپڑے پہننے سے' اور حریر' استبرق اور دیباج کے استعمال سے اور ایک روایت میں پہلی سات باتوں میں گم شدہ چیز کی مشہوری کرنے کا حکم فرمایا (تا کہ مالک مل جائے)''۔

اَلْمِیَاثِرُ یہ مِیْثَرَۃٍ کی جمع ہے۔ یہ ایسی چیز جس کو ریشم سے بنا کر پھر روئی وغیرہ سے بھر دیتے ہیں اس کو گھوڑے کی زین اور اونٹ کے کجاوے میں رکھا جاتا ہے۔ اس پر سوار بیٹھتا ہے۔

اَلْقَسِیُّ: ایسے کپڑے جو سوت و ریشم ملا کر بنائے جاتے ہیں۔

اِنْشَادُ الضَّالَّۃِ: گم شدہ چیز کا اعلان کرنا۔ (ہر ممکن طریقے سے کہ مالک کا پتہ چل جائے)

تشریح ۞ ابی عمارہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے بعض نے ابوعمرو اور ابوالطفیل بھی نقل کی ہے۔ براء الف ممدودہ کے ساتھ ہے اس پر تمام اہل تاریخ ولغت کا اتفاق ہے یہ اور ان کے والد ہر دو صحابی ہیں۔

امرنا بسبع ونھانا عن سبع: ① جن کا حکم دیا ان میں عیادت مریض ہے یہ کسی وقت سے مخصوص نہیں اگر مریض پر گراں ہو تو مناسب وقت میں نامستحب ہے۔ ② اتباع الجنائز۔ دفن سے فراغت تک جنازہ کے ساتھ رہنا۔ ③ تشمیت العاطس جبکہ چھینک والا الحمدللہ کہے ان تینوں کا حکم استحبابی ہے۔ ④ ابرار المقسم مثلاً اس طرح کہے **اقسمت علیك باللّٰه یا واللّٰه لتفعلن کذا:** اللہ کی قسم تم ایسا ضرور کرو گے۔ قسم اٹھانے والے کے لئے مسنون یہ ہے کہ جب چھٹکارے کے لئے کوئی رکاوٹ نہ ہو تو پہلی قسم میں حق کو ادا کردے اور دوسرے میں قسم توڑ دے۔

ونصر المظلوم: مظلوم کی مدد یہ ہے کہ ظالم کو اس پر ظلم سے روکنا ضروری ہے اور فعل وقول سے ہمت کے مطابق مدد لازم ہے۔ خواہ مظلوم ذمی ہو اور یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قسم سے ہے۔ جو کہ کبھی واجب اور کبھی فرض کفایہ بنتا ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔

واجابة الداعی: یہ بھی بعض اوقات واجب اور بعض اوقات مستحب ہے۔ تفصیل گزری۔ **وافشاء السلام:** سلام کو پھیلانا کہ واقف اور ناواقف ہر ایک کو سلام کہے یہ اگر اکیلا ہو استحباب عینی ہے ورنہ کفایہ ہے جب کہ اور بھی ساتھ ہو۔ مشکوٰۃ میں رد السلام کے الفاظ ہیں۔

ونھانا: یہ ممنوعات مردوں اور خنثی کے لئے ہیں عورتوں کے لئے نہیں۔

عن خواتیم: یہ خاتم کی جمع ہے۔ اور راوی کی طرف سے شک کے لئے ہے۔ **تختم الذھب:** مردوں کو اس کا استعمال حرام ہے۔ جیسا کہ تمام زیورات مگر ناک' دانت' پورے کے خول کی اجازت ہے اور عورتوں کے لئے سونے چاندی کے زیورات تو جائز ہیں مگر برتن جائز نہیں یا ایسے پازیب جن کا وزن ۲۰۰ مثقال سے زائد ہو جائے۔

وعن شرب بانیة الفضة: سونے چاندی کے برتن دوسری روایت میں سونے کی تصریح موجود ہے۔ دوسری روایت ان میں

کھانے کی ممانعت بھی صراحۃً وارد ہے۔ البتہ اس سے اشرفیاں یا دراہم بنوائے جاسکتے ہیں یا کسی بیماری کے خاص معالجہ کے لئے استعمال مستثنیٰ ہے۔

عن المیاثر الحُمُر : ریشمی گدی اس کو عجمی لوگ تزیین وتکبر کے لئے استعمال کرتے تھے۔ خواہ وہ گدی کسی رنگ کی ہو۔ ریشمی کے علاوہ اگر تکبر کے طور پر نہ ہو تو درست ہے۔ **وعن القسی وعن لبس الحریر والاستبرق**: استبرق موٹا ریشم۔ باریک کو سندس کہتے ہیں۔ ہر قسم کا ریشم پہننا حرام ہے۔

روایت مسلم کا فرق: **وانشاء والضال** : زادہا راوی نے انشاء والضال کا اضافہ کیا ہے اور نووی نے لکھا کہ یہ ابرار المقسم کی جگہ لائے ہیں (نووی مسلم) **انشاء والضال**: کامعنی گمشدہ چیز کا اعلان اور مشہوری کرنا ہے۔ اور اس کا حکم ہے۔ **المیاثر**: میثرہ کی جمع ہے یہ اصل مؤثرہ ہے واؤ کو یاء سے بدل لیا جیسے میعاد میں کیا ہے۔ یہ ریشمی گدی ہوتی تھی جس میں روئی بھرتے تھے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کی کاٹھیوں اور پالانوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ (اسلام کے احکام میں کس قدر باریک بینی سے کام لیا گیا۔ سبحان اللہ) **القسی** اور کسرہ اور ضمہ کے ساتھ ریشم وکتان کے مخلوط کپڑے۔ یا مصر کے مقام قس میں بنائے جانے والے ریشمی کپڑے۔ یہ تونس کی قریبی بستی ہے اگر یہ ریشم ہے تو حرام ہے اور اگر کتان ہے تو مکروہ تنزیہہ ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٨٨٥٤) ومسلم (٥/٢١٦٢) والترمذی (٢٨٠٩) والنسائی (١٩٣٨) وابن حبان (٥٣٤٠) والبیهقی (١/٢٧)

الفرائد : جن سات باتوں کا حکم دیا اور جن سات باتوں سے روکا ان کو اپنانے سے بہت سی برائیوں سے خود بخود چھٹکارامل جاتا ہے اسلامی تعلیمات میں یہی تو کمال ہے۔ جلب منفعت اور دفع مضرت۔

۲۸ : بَابُ سَتْرِ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالنَّهْیِ عَنْ اِشَاعَتِهَا لِغَیْرِ ضُرُوْرَةٍ

باب: مسلمانوں کی پردہ پوشی کا حکم اور بلاضرورت ان کے عیوب کی اشاعت کی ممانعت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ [النور:١٩]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی ایمان والوں میں پھیل جائے اور ان کے لئے دردناک عذاب دنیا اور آخرت میں ہے''۔ (النور)

آیت

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ : یہ شاع الشی شیوعًا شیعًا و شیعانًا و شیوعۃ سے بنا ہے۔جس کا معنی پھیلنا' ظاہر و متفرق ہونا ہے۔

الفاحشۃ: انتہائی برا فعل۔بعض نے کہا کہ اس آیت میں اس کا معنی بری بات ہے۔فی الذین امنوا: قرطبی کہتے ہیں اس عام لفظ سے مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ :یہ آیت اس گروپ کے متعلق ہے جنہوں نے افک کا افسانہ گھڑا تھا۔یہاں نووی نے اس کا عمومی مفہوم لیا کہ جو ایمان والوں میں بے حیائی کی اشاعت کرتا ہے وہ دردناک عذاب کا حقدار ہے۔

فی الدنیا: دنیا میں حد قذف۔والآخرۃ: اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے آگ کے حقدار ہوں گے۔

۲۴۲ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"لَا یَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِی الدُّنْیَا اِلَّا سَتَرَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

۲۴۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو بندہ کسی دوسرے بندے کی دنیا میں ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے"۔(مسلم)

تشریح ۞ لا یستر عبد عبدًا: عبد سے مکلف انسان مراد ہے۔دوسرے عبد سے وہ لوگ مراد ہیں جو شر وایذاء میں کسی گناہ سابقہ کی وجہ سے معروف نہ ہوں جیسا کہ پہلے گزرا۔فی الدنیا الاسترہ اللہ یوم القیامۃ: اللہ تعالیٰ کی ستاری کا مطلب یہ ہے: ① اس کا گناہ مٹا دیں گے اور ابتدائی طور پر اس سے مطالبہ نہ فرمائیں گے۔

② اس سے دوسروں کو مطلع کرنے کے بغیر پوچھیں گے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں وارد ہے۔پھر اس کو معاف فرمادیں گے۔یہ ستر پوشی سے بدلہ اس لئے دیا جائے گا تا کہ عمل کے مطابق بدلہ ہو۔اللہ تعالیٰ کے انعامات تو اعلیٰ واتم ہیں۔سو اس میں شبہ نہیں اس دن ستر پوشی عظیم ترین عمل شمار ہوگا (کیونکہ تمام اولین وآخرین جمع ہوں گے)۔

تخریج: أخرجه مسلم (۲۵۹۰)

الفرائد :مسلمانوں کے رازوں کی حفاظت کرنی چاہیے اور ان کے راز ظاہر نہ کرنے چاہئیں اور جو آدمی مسلمانوں کی عیب پوشی کرے گا آخرت میں اللہ تعالیٰ اسکے گناہوں پر پردہ ڈال دیں گے۔هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ [الرحمن : ۶۰]

۲۴۳ :وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ :"کُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًی اِلَّا الْمُجَاهِرِیْنَ ، وَاِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ اَنْ یَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّیْلِ عَمَلًا ثُمَّ یُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ فَیَقُوْلُ :یَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ کَذَا وَکَذَا.وَقَدْ بَاتَ یَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَیُصْبِحُ یَکْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۲۴۳: حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میری امت کے ہر شخص کو معافی مل جائے گی مگر وہ لوگ جو کھلم کھلا گناہ کا

ارتکاب کرتے ہیں اور کھلے طور پر گناہ کی قسم یہ بھی ہے کہ آدمی رات کو کوئی (برا) کام کرے پھر صبح کو باوجود اس کے کہ اللہ نے اس کے گناہ کو چھپا دیا۔ وہ لوگوں کو کہے۔ اے فلاں میں نے گزشتہ رات یہ حرکت کی حالانکہ اس کی رات اس طرح گزری کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی پردہ پوشی کردی اور اس نے صبح کو اس پردے کو چاک کردیا"۔ (بخاری و مسلم)

النَّحْو : **کل امتی معافی**: یہ معافاۃ سے اسم مفعول ہے یہ عفو سے بنا ہے یہ کلٌ کی خبر ہے یعنی **کلهم سالمون عن السن الناس وایدیهم**: تمام لوگوں کی زبان و ہاتھ سے محفوظ ہونگے۔

الدر المجاهرین: علقمی کہتے ہیں ہمارے شیخ اس کو مجاھرون پڑھتے تھے' یہ بدل ہے۔ ابن مالک الا کا مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوا کو مبتداء مان کر خبر محذوف ماننا غفلت ہے۔ **کذا قال البصریون (التوضیح شواهد الجامع الصحیح) الا** لکن کے معنی میں مانا گیا ہے ای **کل امتی معافی الا المجاهرون ای لکن المجاهرون لا یعافون۔ الا** کو حرف عطف مانیں تو یہ منصوب پڑھیں گے۔ کذا قال الکوفیون۔

الدمامینیؒ: یہ جملہ استثنائیہ ہے جس کا محل اعراب ہے اور بس۔

ابن علان: ابن ہشام نے مغنی میں اس کے استدراک کی طرف سبقت کی ہے اور اس کی طرف مسند جملے کا اضافہ کیا جیسے **واذا قیل ان وعد الله حقٌ**۔

شرح المشارق میں رفع کی تاویل یہ کی ہے کہ **معافی** نفی کے معنی میں ہے پس استثناء کلام تام غیر موجب سے ہوا۔

ابن حجرؒ: **المجاهر**: وہ شخص جو معصیت کو ظاہر و افشاء کردے اور لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔ ممکن ہے یہاں مجاہر جاہر سے ہو جو جہر سے بنتا ہے۔ اس تعبیر میں نکتہ یہ ہے کہ فاعل میں مبالغہ مقصود ہے۔ ② اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ باب مفاعلہ ہو جیسا کہ ظاہر الفاظ ہیں۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو سرے عام گناہ کی باتیں ایک دوسرے کو کرتے ہیں حدیث کا بقیہ حصہ پہلے احتمال کی تائید کرتا ہے۔

وان المجاهرة: نسفی اور کشمیھنی کی روایت یہ ہے۔ بعض نے الجانہ نقل کیا مگر وہ تصحیف ہے۔ کذا قال عیاض القاضی۔

مسلم نے اجہار اور ابونعیم نے الجہار کے الفاظ نقل کئے ہیں تینوں الفاظ ظہور و اظہار کے معنی ہیں۔ مسلم کی بعض روایات میں ہجار اور اسماعیلی کی روایت میں الاہجار ہیں ان کا معنی فحش و بدزبانی اور کثرتِ کلام ہے۔ بقول قاضی یہ تصحیف ہیں۔

ان یعمل العبد۔ ایک نسخہ میں الرجل کا لفظ ہے۔

باللیل عملاً ثم یصبح و قد ستره الله علیه فیقول یا فلان عملت البارحة کذا و کذا: یافلان یہ عاصی کے معاون سے کنایہ ہے۔ البارحہ گزشتہ رات اس سے مراد کہنے کے وقت سے قریب ترین وقت۔ یہ برح بمعنی زائل زائل ہوا ہے۔ کذا: یہ کنایات کے الفاظ ہیں جیسا کیت کیت اس کا معنی مثل ذا: یہ مجہول سے کنایہ کے لئے آتا ہے۔

(النہایہ ابن اثیر)

النَّحْو : **وقدبات یستره ربه**: یہ یقول کے فاعل سے حال ہے۔ **ویصبح**: یہ پہلے یصبح پر معطوف ہے۔ **یکشف ستر الله علیه**: وہ اس پردے کو کھول رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ڈالا تھا۔ ابن بطال جہراً معصیت میں اللہ اور اس کے رسول کے حقوق کی توہین ہے اور صالح مؤمنین کے حقوق کی پامالی ہے۔ اس میں عناد کی ایک قسم پائی جاتی ہے اور ستر میں استخفاف سے

حفاظت ہے کیونکہ معاصی اقامت حدود کی طرف راہنمائی کرتے ہیں جبکہ اس میں حد ہو ورنہ تعزیر ہے اگر حد نہ ہو۔ جب اس نے اللہ تعالیٰ کے حق کو خالص کیا تو وہ اکرم الاکرمین ہے۔ جب دنیا میں اس نے چھپا دیا تو امید ہے کہ آخرت میں بھی رسوا نہ کریں گے اور مجاہر ان سب باتوں کو ضائع کرنے والا ہے۔

فائدہ: : مجاہرین کی مذمت اور تستر کرنے والوں کی مدح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا چھپا دینا اس بات کو لازم کرتا ہے کہ مؤمن اپنے معاملے میں چھپائے۔ جس معصیت کے ظاہر کرنے اور جہر کرنے کا قصد کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا اور جس نے تستر کا قصد کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے ستاری کا احسان فرمایا (فتح الباری) بخاری و مسلم، معجم طبرانی (جامع صغیر)

تخریج: أخرجه البخاری (٦٠٦٩) ومسلم (٢٩٩٠)

الفرائد : سرعام معصیت کی شدید مذمت ہے۔ ایسا کرنے والے نے اپنے رب کو ناراض کیا۔

۲۴۴ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّانِيَةَ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعْرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
"اَلتَّثْرِيْبُ" اَلتَّوْبِيْخُ۔

۲۴۴ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لونڈی زنا کرے اور اس کا یہ زنا ظاہر ہو جائے تو آقا اس پر حد جاری کرے (کروائے) اور اس کو ملامت نہ کرے۔ پھر اگر دوسری مرتبہ زنا کا ارتکاب کرے تو اس کو حد لگائے اور اسے ملامت نہ کرے۔ پھر اگر تیسری مرتبہ زنا کرے تو آقا اس کو فروخت کر دے خواہ وہ بالوں کی ایک رسّی کے بدلے میں ہو (یعنی معمولی قیمت پر)" (بخاری و مسلم)

اَلتَّثْرِيْبُ : ڈانٹ و ملامت کرنا۔

تشریح ۞ اذا زنت الامة: لونڈی۔ فتبین زناھا: یعنی کسی نے زنا کرتے دیکھ لیا۔ ② اس نے خود اقرار کر لیا ③ اس کے خلاف گواہ قائم ہو گئے۔

النحو : **فلیجلدھا الحد**: حد مفعول مطلق ہے۔ حد سے پچاس کوڑے مراد ہیں۔ **ولا یثرب علیھا**: اس کو آئندہ گناہ کے ذریعہ توبیخ نہ کرے مثلاً یا زانیہ یا فاجرہ کہہ کر نہ پکارے کیونکہ یہ فحش گوئی ہے۔

ثم ان زنت مرة ثانیه فلیجدھا الحد ولا یثرب علیھا: اگر دوسری مرتبہ گناہ کا ارتکاب کرے تو اس پر دوبارہ حد قائم کی جائے۔ **ثم ان زنت فلیبعھا ولو بحبل من شعر**: پھر تیسری مرتبہ زنا کے ارتکاب پر اس کو فروخت کر دیا جائے۔ جمہور کے ہاں مستحب ہے۔ داؤد ظاہری واجب قرار دیتے ہیں۔ **ولو بحبل**: یہ انداز بیان یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ گناہ کرنے والوں سے جلد پلا چھڑا لینا چاہئے اور ان سے میل جول بند کر دیا جائے۔ مشتری کو اس کا یہ عیب بتلا دے۔ **التثریب**: توبیخ کو کہتے ہیں۔

سوال: ایک چیز کو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے تو مسلمان بھائی کے لئے کیسے اس کو پسند کر رہا ہے؟
جواب: اس امید سے کہ شاید وہاں وہ اس گناہ سے باز آ جائے۔ اپنی ذات سے اسکو پاکدامن کر دے یا اسکے رعب کی وجہ سے زنا سے بچ جائے یا اس پر احسان وتوسع سے وہ زنا چھوڑ دے یا وہ اس سے شادی کر لے یا اور سے شادی کر کے دیدے۔
تخریج: أخرجه مالك (١٥٦٤) والبخاري (٢١٥٢) ومسلم (١٧٠٣) وأبو داود (٤٤٦٩) والترمذی (١٤٤٥) والنسائي (٧٢٤٧) وابن ماجه (٢٥٦٥)
الفرائد: اقامت حدود سے فساد وافساد دونوں ختم ہو جاتے ہیں۔

۲۴۵: وَعَنْهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ خَمْرًا قَالَ: اضْرِبُوْهُ: قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهٖ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ - فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: اَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۲۴۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی کو لایا گیا جس نے شراب نوشی کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کی پٹائی کرو"۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے بعض اپنے ہاتھ سے بعض اپنے جوتے اور بعض اپنے کپڑے سے مار رہے تھے۔ جب وہ چلا گیا تو کسی نے کہا اَخْزَاكَ اللّٰهُ کہ اللہ تجھے رسوا و ذلیل کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس طرح مت کہو اور اس کے خلاف شیطان کی معاونت مت کرو"۔ (بخاری)

تشریح: شرب: نشہ آور چیز پی تھی۔ اضربوہ: اس پر حد لگا۔ قال ابو هريره فمنا الضارب بيده والضارب بنعله والضارب بثوبه: اس روایت اور دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے حد خمر ہاتھوں اور اطراف ثوب ڈنڈے اور جوتے مارنے سے بالاجماع پوری ہو جاتی ہے (کذا قال النووی)

قال بعض القوم اخزاك الله: حد کے بعد بعض لوگوں نے اخزاک اللہ کہا۔ خزی الرجل: جس کو انکسار پہنچے یہ حیا مفرط ہے اگر اپنی طرف سے ہو اگر دوسرے کی طرف سے ہو تو یہ استخفاف ہے اس کا مصدر الخزی ہے۔ جیسا اس آیت میں ہے: يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ [التحريم: ٩] (الراغب) قال ولا تقولوا۔ اسے یہ بددعا مت دو۔
النحو: لا تعينوا عليه الشيطان: یہ جملہ مستانفہ نہی کی حکمت بیان کرنے کے لئے لاتے ہیں۔ مطلب یہ اس کے لئے توفیق کے ذریعے ذلت سے نکلنے کی دعا کرو بددعا سے اس کے خلاف شیطان کی معاونت نہ کرو۔

تخریج: أخرجه البخاري (٢٧٧٧) و (٢٧٨١)
الفرائد: مرتکب معصیت پر حد قائم کرنی چاہئے مگر اس پر لعنت یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری والی بددعا نہ کرنی چاہئے کیونکہ بسا اوقات یہ چیز گناہ پر مصر رہنے میں معاون بن جاتی ہے یا رحمت الٰہی سے اس کو مایوس کر دیتی ہے اور اس کی بجائے دعا توبہ کی معاون بن جاتی ہے۔

۲۹: بَابٌ فِيْ قَضَآءِ حَوَآئِجِ الْمُسْلِمِيْنَ

باب: مسلمانوں کی ضروریات کی کفالت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [الحج:۷۷]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تم بھلائی کروتا کہ تم کامیاب ہو جاؤ''۔ (الحج)

اَلنَّحْوُ : من خير: من بیانیہ ہے اور کلام شرط کے معنی میں ہے۔ فان الله به عليم اس کا جواب ہے۔ ای ان تفعلوا خيرا فان الله يعلكم كنهہٗ اگر تم کوئی نیکی کا کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت سے واقف ہیں وہ اس کا پورا پورا ثواب عنایت فرمائیں گے۔ باب المجاہدہ میں تشریح گزری۔

۲۴۶: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ - وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۴۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ خود اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسکو بے سہارا چھوڑتا ہے جو اپنے کسی مسلمان بھائی کی ضرورت میں مصروف ہوتا ہے۔ اللہ اس کی ضرورت کو پورا فرماتے ہیں اور جس نے کسی مسلمان کی کسی ایک تکلیف کو دور کیا۔ اللہ اس کی قیامت میں پیش آنے والی پریشانیوں میں سے کسی ایک بڑی پریشانی کو دور فرمائیں گے اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ قال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب تالیف پر ابھارتے ہوئے فرمایا۔ المسلم اخو المسلم۔ کیونکہ دونوں ایک ماں باپ یا دونوں میں سے ایک میں جمع ہونے کی وجہ سے بھائی بھائی ہیں اسی طرح مسلمان اسلام کے دائرہ میں آنے کی وجہ سے دو بھائیوں کی طرح ہو گئے۔ لا يظلمه: اس کا حق مار کر اس پر زیادتی نہیں کرتا۔ ولا يسلمه: ① اس کے سپرد بھی نہیں کرتا جو اس پر ظلم کرے اور اس کی تذلیل کرے۔ ومن كان فى حاجة اخيه: ① جو مسلمان کسی مسلمان کی ضرورت پوری کرنے کا ذریعہ بنے یا خود پوری کرے۔ ② کان ناقصہ ہو تو مطلب یہ ہوگا جو شخص کسی بھائی کی حاجت میں ہو۔ كان الله فى حاجته: اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کر دیتے ہیں۔ حاجت عام ہے خواہ دنیوی ہو یا اخروی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نے رضائے الٰہی کے لئے کسی مسلمان کی ضرورت پوری کی' اس نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا پس اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کر کے اس کا بدلہ عنایت فرماتے ہیں۔ من فرج عن مسلم كربة: انتظار کشادگی میں ② قرض خواہ کے ہاں

سفارش کردی وغیرہ۔ فرج اللہ عنہ بھا کربۃ: اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں عظیم کربت زائل کردیں گے۔

النحو: کربۃ: یہ نکرہ ہے اور اس کی تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ تنکیر سیاق شرط میں عموم کو پیدا کرتی ہے۔ مطلب یہ ہوا جس نے کسی مسلمان کی ایسی تکلیف کا ازالہ کیا جو اس کے نفس پر سوار ہونے والی تھی تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت کے کرب دور فرمائیں گے۔

ومن ستر مسلما: ایذاء وضرر سے اس کی معصیت کو مشہور نہیں کیا۔

سترہ اللہ یوم القیامۃ: اللہ تعالیٰ قیامت کو ستاری فرمائیں گے۔

مزید تشریح بعد والی حدیث میں ملاحظہ ہو۔

تخریج: بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن حبان ۵۳۳، بیہقی ۹۴/۶، احمد ج ۲۔

۲۴۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ، وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰی یَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَآئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ— وَمَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۴۷: حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس نے کسی بھی مؤمن سے دنیا کی تکالیف میں سے کسی تکلیف کو دور کیا۔ اللہ قیامت کے دن کی تکالیف میں سے ایک بڑی تکلیف کو دور فرمائیں گے۔ جس نے کسی تنگ دست پر (قرضے میں) آسانی کی۔ اللہ دنیا و آخرت میں اس پر آسانی فرمائیں گے اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ دنیا و آخرت میں اس کی ستر پوشی فرمائیں گے۔ اللہ بندے کی مدد فرماتے رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اور جو شخص اس راستہ پر چلتا ہے جس میں وہ علم کی کوئی بات تلاش کرے۔ اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کو پڑھتے پڑھاتے ہیں تو ان پر اللہ کی سکینت اترتی ہے اور رحمتِ حق ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ ان کا تذکرہ ان میں فرماتے ہیں جو اسکے قرب میں ہیں (فرشتے) جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے چھوڑ دیا اسکا نسب اس کو تیز نہیں (آگے نہیں) کرواسکتا"۔ (مسلم)

تشریح ❁ قال من نفس: اس نے زائل اور کشادہ کیا۔ نفس کا معنی گلے کو دبانے والی چیز کا ڈھیلا کرنا تا کہ وہ آسانی سے سانس لے سکے۔ عن مؤمن: اس نے مومن کی حرمت کے زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کو ترجیح دی اس میں بھی احسان کا

ثواب بڑھ کر ہے۔ ورنہ ذمی کے سلسلہ میں بھی ثواب ملتا ہے۔ جیسا اس روایت میں ہے: ان اللّٰہ کتب الاحسان علی کل شئ: اور فرمایا: فی کل رطبة اجر: عنقریب وضاحت آئے گی۔ ذمی اور مستامین حربی بھی ذمی کے قریب ہیں ہر ایک میں ثواب پہلے کی بنسبت بڑھتا ہے کیونکہ وہ مزید شرف واحترام کے تابع ہے۔ کربة: جس کا غم نفس وقلب کو گھیر لے کیونکہ اس نے گویا شدتِ غم کی وجہ سے سانس کی آمد ورفت روک دی۔ اسی سے ایثار نفس کی حکمت معلوم ہوتی ہے (کسی تکلیف کو دور کر کے)۔

من کرب الدنیا نفس اللّٰہ عنه کربة من کرب یوم القیامة: قیامت کے کرب سے اس کی سختیاں مراد ہیں۔ طبرانی کے الفاظ یہ ہیں نفس اللہ کربه یوم القیامه۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تکالیف کا ازالہ عظیم ثواب رکھتا ہے۔ خواہ اس کا نفع علم یا ماہ یا مرتبہ یا نصائح یا دلالت خیر یا اعانت ذاتی یا سفارش یا وساطت یا شفاعت یا دعا غائبانہ سے ہو سب اس میں شامل ہے۔ (گزشتہ باب میں اس کی حکمت گزر چکی ہے)

ومن یسر علی معسر: اس کو بری ذمہ کر کے یا عطیہ یا صدقہ کے ذریعہ یا خوشحالی تک بذاتِ خود مہلت دی یا اس کا واسطہ بنا۔ تمام اس میں داخل ہیں۔ صاحب فتح المبین کہتے ہیں عاصی آدمی کو فتویٰ دینا یہ بھی اسی میں شامل ہے۔

یسر اللّٰہ علیه: یعنی اللہ تعالیٰ اس کے معاملے میں آسانی پیدا فرما دیں گے۔ فی الدنیا والآخرہ: اس سے تنگ دست کو مہلت دینے کی عظیم فضیلت نکل رہی ہے۔ اس کے متعلق بہت سی احادیث ہیں ان میں سے ایک یہ ہے: مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّنْجِیَه اللّٰہ مِنْ کُرَبِ یومِ الْقِیَامَةِ فَلْیُنْفِسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ یَضَعُ عنه: دوسری روایت میں ہے: مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا وَوَضَعَ عَنْه اَظَلَّہُ اللّٰہُ فِی ظِلِّہٖ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ۔ یہ دونوں مسلم کی روایات ہیں جن کا حاصل تنگ دست کو مہلت دینے کی فضیلت ذکر کرنا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے: مَنْ اَرَادَ اَنْ تَسْتَجَابَ دَعْوَتُه وتُنْکَشَفَ کَرْبَتُہٗ فَلْیُفَرِّجْ عَنْ مُعْسِرٍ جو دعا کی قبولیت اور دکھ کا ازالہ چاہتا ہے وہ تنگ دست کی تکلیف کا ازالہ کرے۔

ومن ستر مسلما ستره اللّٰہ فی الدنیا والآخرہ: اس پر کلام ہو چکا۔

واللّٰہ فی عون العبد: اعانت ودرستی۔ ما کان العبد: یہ مادام کے معنی میں ہے۔ فی عون اخیه: دل، بدن، مال یا دیگر ذرائع سے معاونت۔ بعض نے کہا یہ تمام احوال وازمنہ کے لئے ہے کسی زمانے سے خاص نہیں۔ جب بندہ اپنے بھائی کی اعانت کا عزم کر لیتا ہے تو پھر اس کے پورا کرنے میں کوتاہی نہ برتنی چاہئے اور اس کو کھول کر سچی بات بتلا دینی چاہئے، یہ اعانت تو ہمیشہ ہی لازم ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کسی زمانے سے مخصوص نہیں فرمایا بلکہ اطلاع دی کہ جب تک بندہ اپنے بھائی کی اعانت میں ہے اس وقت تک یہ دائمی ہے۔

حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ثابت بنانی کو کہا فلاں کام کے لئے میرے ساتھ چلو انہوں نے کہا میں معتکف ہوں۔ حسن کہنے لگے اے اعمش کیا تم نہیں جانتے کہ کسی مسلمان کی ضرورت کے لئے جانا مسلسل حج کرنے سے بہتر ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ① خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ایک سریہ میں گئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر والوں کو ان کی بکریوں کا دودھ دوہ کر دیتے تھے۔ ان کا برتن بھر کر دودھ باہر گرنے لگتا۔ جب خباب لوٹے

تو بکریاں پھر اتنا ہی دودھ دینے لگیں۔

② ابوبکرؓ خلافت سے پہلے اپنے قبیلہ کے کئی لوگوں کی بکریاں دوھ دیتے جب خلیفہ بنے تو کسی نے کہا اب تو چھوڑ دو انہوں نے جواب دیا میں ضرور دودھ نکالونگا میں چاہتا ہوں کہ خلافت کی ذمہ داری سابقہ کاموں میں رکاوٹ نہ ڈالے۔

③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیوگان کو رات کے وقت پانی لا کر دیتے۔ ایک دن طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک گھر میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ دن کے وقت اس عورت کے گھر میں گئے تو اسے اپاہج' نابینا پایا۔ انہوں نے دریافت کیا یہ آدمی یہاں کیوں آتا ہے وہ کہنے لگی اتنے عرصہ سے یہ میرا خیال رکھے ہوئے ہے۔ میرے ساتھ احسان کرتا ہے اور میری حالت کو درست کرتا ہے اور مجھ سے تکلیف دہ چیز دور کرتا اور گھر کا انتظام کرتا ہے۔ طلحہؓ بول اٹھے اے طلحہ! تیری ماں تجھے روئے کیا تو عمرؓ کی لغزشیں ڈھونڈتا پھرتا ہے؟

ومن سلك طريقا: طریق یہ طرق سے ہے کیونکہ قدم اس کی طرف چلتے اور اٹھتے اور اس کو تلاش کرتے اس لئے اس کو طریق کہتے ہیں۔ ② اس سے حفاظت علم' مذاکرہ' مطالعہ' تفہیم اور جن سے علم تک پہنچا جائے وہ سب مراد ہوں۔ **يلتمس فيه:** اس کی غایت یا سبب تلاش کرتا ہے۔ **علمًا:** شرعی علم یا جو اس کا ذریعہ بنے اور اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہو۔ بعض نے کہا رضاء الٰہی اگرچہ ہر عبادت میں شرط ہے۔ علماء کی عادت یہ ہے کہ وہ اس قید کو اس مسئلہ میں بڑھا دیتے ہیں کیونکہ بعض لوگ بسا اوقات اس میں تساہل برتتے یا غفلت کرتے ہیں۔ الفتح المبین میں ہے کہ علم میں ریاء کے آنے کا دوسرے مقامات کی بنسبت زیادہ خطرہ ہے۔ اس کی شان و مرتبہ کا اہتمام کرتے ہوئے اخلاص کے متعلق متنبہ کر دیا۔

علم شرعی: جو شرع سے صادر ہوا ہو یا شرع کا علم اس پر موقوف یا علم شرع کا کمال اس پر موقوف ہو۔ مثلاً علم کلام' علوم عربیہ وغیرہ۔ **سهل الله له به:** اس راہ پر چلنے کی وجہ سے۔ **طريقًا الى الجنه:** اس کی راہنمائی طلب ہدایت و طاعت کی طرف کر دی جاتی ہے۔ جو کہ جنت تک پہنچانے والی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے آسان کر دینے سے میسر آ سکتی ہے ورنہ اس کے لطف و کرم کے بغیر علم وغیرہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ ② اس کی طلب اور تحصیل پر یہ بدلہ عنایت فرمائیں گے کہ جنت کے داخلہ میں سہولت ہو جائے گی موقف حساب کی گرانیاں اس پر نہ ہوں گی یہ بات ظاہر حدیث کے زیادہ مناسب ہے اور اس آیت سے بھی یہ مفہوم ہوتی ہے۔ **قال الله جزاءً وفاقًا:** جزاء کے لئے فائدہ یہ ہے کہ وہ جنس عمل سے ہو خواہ ثواب ہو یا عذاب مثلاً تنفیس کے بدلے تنفیس اور ستر کے بدلے ستر اور عون کے بدلے عون۔ دنیا و آخرت کے احکام میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

فائدہ: اس سے طلب علم کی کوشش کی بڑی فضیلت نکلتی ہے اور علم میں مشغولیت کا عظیم مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے دلائل لاتعداد ہیں۔ **وما اجتمع قوم:** قوم یہ اسم جنس جمع ہے تین مردوں و عورتوں پر صادق آتا ہے (فتح الدلہ) بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ مشترک ہے مگر راغب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مردوں کے لئے خاص قرار دیا ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ﴾ [الحجرات: ۱۱] عموماً قرآن مجید میں اس سے مرد و عورتیں دونوں مراد لئے گئے ہیں اور مردوں کے لئے اس کا استعمال حقیقی ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جنہوں نے **يستوى فيه الذكور والاناث** کہا ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ مکلف ہونے میں دونوں نوعین غالب احکام میں برابر ہیں۔ پس اس لحاظ سے یہ مجاز بنے گا باب تغلیب سے شمار ہو گا یا لفظ کا استعمال مردوں کے لئے حقیقتاً اور عورتوں کے لئے مجازاً ہو گا۔

فی بیت من بیوت اللّٰه تعالٰی: بیت اللہ سے مراد مسجد ہے۔ **یتلون کتاب اللّٰه تعالٰی**: قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ قرآن مجید کو کتاب اللہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ **ویتدارسونه بینهم**: باہمی دہرانا اور سنانا۔ یہ دور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ کرتے جیسا اس روایت میں ہے: **کان جبرئیل یدارسه القرآن**: اور ممکن ہے کہ مدارست سے اس روایت میں قاری کا پڑھنا اور اس کے بعد شاگرد کا پڑھنا مراد ہو اور اس کی تخصیص کمال فضیلت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ ورنہ دوسری روایت میں یہ قید موجود نہیں۔ وہاں مطلقاً ذکر کیلئے جمع ہونا وارد ہے۔ عام کے بعض افراد کا تذکرہ تخصیص نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کا فضل تو عام ہے۔

الا نزلت علیهم السکینة: ان پر سکینہ اترتی ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ [الفتح : ٤] ① سکینہ کا لفظ فعلیہ ہے جو سکون سے مبالغہ کے لئے آتا ہے۔ اس روایت میں اس سے مراد وہ حالت ہے جس سے دل کو اطمینان ہو کسی دنیوی پریشانی میں نہ گھبرائے کیونکہ اس سے معلوم ہے کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے۔ پس دل میں سکون اطمینان ہو اور اللہ تعالیٰ کے موعود اجر کا وثوق ہو کہ اسے ضرور مل جائے گا اسی لئے تو اس نے سب سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول کر دیا ہے۔

② سکینہ ایک فرشتہ ہے۔ جو مؤمن کے دل پر اتر کر اسکو خیر کی تلقین کرتا ہے۔ ③ رحمت وقار، سکون، خشیت وغیرہ۔

یہاں اس سے مراد وہ سکون ہے جو تقدیر کے تحت ہو۔ حرکت کی ضد مراد نہیں اور رحمت سے اسکی تفسیر رحمت کا اس پر عطف کرنے سے مانع نہیں ہے کیونکہ یہ موقعہ تفصیل ہے۔

نوویؒ نے سکینہ کو طمانیت کے معنی میں لیا ہے۔ حرز القاری میں اسکو **علیهم السکینه**: پڑھا گیا ہے زیادہ مشہور **علیهم السکینه**: ہے اور یہ قرأت کے اعتبار سے مشہور ہے مگر اول زیادہ اقرب ہے۔

وغشیتهم الرحمة: ہر جہت سے رحمت ان پر عام ہو جاتی ہے۔ رحمت سے مراد اس کی غایت یعنی فضل واحسان اور امتنان مراد ہے۔ **حفتهم الملائکة**: ان کو ملائکہ ڈھانپ لیتے ہیں۔ آل عہد خارجی کا ہے وہ ملائکہ جو ذکر کی مجالس تلاش کرتے ہیں (حرز القاری) ② ملائکہ رحمت وبرکت اس کو آسمان دنیا تک ڈھانپ لیتے ہیں۔ کمافی الصحیحین۔

روایت احمد میں **بعضهم علی بعض حتی یبلغوا العرش حتی یسمعوا الذکر**: ذکر کی تعظیم اور ذاکر کے اکرام کے لئے۔ یعنی انتہائی قریب ہو جاتے ہیں اور اس طرح ملتے ہیں کہ شیطان کی دخل اندازی کی جگہ باقی نہیں رہتی۔ حف: یہ حف سے متعدی آتا ہے جیسا اس آیت میں ہے: ﴿وَحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ﴾ [الکهف : ٣٢] کبھی اس کے ضمن میں احاطہ کا معنی ہوتا ہے۔ اس وقت باکے ذریعہ یا اپنے مفعول کے ساتھ ملتا ہے مثلاً حدیث میں **اِنَّ اللّٰه و ملائکةٌ سیاراتٌ** اور وہ کہتے ہیں **حفّوا بهم** ان کو گھیر لو! (تفصیل شرح الاذکار میں دیکھیں) **وذکر هم اللّٰه فیمن عنده**: عندیت سے مقام ومرتبہ کی بلندی مراد ہے نہ مکان کی بلندی، اللہ تعالیٰ اس سے بلند وبالا ہیں، وہ ملائکہ وانبیاء علیہم السلام ہیں، اس کو ذاکر کے لئے ذکر کیا پھر اس کے فعل پر راضی ہو کر اس کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ **ومن بطاء به عمله**: جس کا عمل قاصر رہے یعنی رتبہ کمال نہ پا سکے خواہ اس لئے کہ کمال وصحت کی بعض شروط مفقود ہوں۔ **لم یسرع به نسبه**: یعنی اس کا نسب کامل اعمال والوں کے مراتب پر نہیں پہنچتا۔ کیونکہ سعادت کی طرف مسارعت اعمال سے ہوتی ہے نہ کہ احساب سے جیسا شاعر نے کہا

وما الفخر بالعظم الرحیم وانما ☆ فخر الذی یبغی الفخار بنفسہ

فتح المبین کی حدیث ۳۶ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ حکم فرمائیں گے تو پل صراط کو جہنم پر رکھ دیا جائے گا اور لوگ اپنے اعمال کی مقدار سے گزریں گے۔ بعض جماعتیں بجلی کی چمک کی طرح پھر ہوا کی طرح پھر پرند کی طرح پھر کچھ لوگ دوڑتے ہوئے پھر کچھ پیدل مناسب رفتار سے چلتے ہوئے یہاں تک کہ ان میں کا آخری پیٹ کے بل گزرے گا اور کہے گا: یَا رَبِّ لِمَ بَطَّأت بی؟: تو جواب ملے گا: اِنِّی لم اَبْطَاء بِكَ اِنَّمَا بَطَاءَ بِكَ عَمَلُكَ۔ میں نے تمہاری رفتار سست نہیں کی یہ تمہارے اعمال نے تمہاری رفتار کم کی ہے'' وہاں دیگر احادیث بھی مذکور ہیں۔ (رواہ مسلم)

تخریج: مسلم' ابن ابی شیبہ' ابوداؤد: ۴۹۴۶' ابن ماجہ ۲۲۵ فی سننہما' ترمذی ابوعوانہ فی المستخرج' ابن حبان' حاکم من حدیث اعمش۔ (سخاوی)

فائدہ: جزاء جنس عمل سے ملتی ہے جیسا اس روایت میں: اِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الرُّحَمَاءُ۔

تخریج: أخرجه البخاری (۲۴۴۲) ومسلم (۲۰۸۰) وأبو داود (۴۸۹۳) والترمذی (۱۴۲۶) وابن حبان (۵۳۳) والبیهقی (۹۴/۶) وأحمد (۲/۵۳۵۸)

الفرائد: ① مسلمانوں کی حوائج کو پورا کرنا اور ان کو علم' مال' معاونت سے فائدہ دینا ان کی خیر خواہی اور مصالح کا لحاظ کرنا بڑا ثواب ہے۔ ② ستر پوشی کا بڑا درجہ ہے۔ تنگ دست کو مہلت بڑی فضیلت کا باعث ہے۔ ③ حصول علم کے لئے سفر خصوصاً علوم شرعیہ کے لئے جبکہ مقصود رضاء الٰہی ہو بہت بڑے درجے کا باعث ہے۔ ④ کتاب کو پڑھنے پڑھانے اور اس میں غور و تدبر کرنے اور لوگوں کو طاعات و اعمال صالحہ پر آمادہ کرنا بڑی عظمت کا باعث ہے۔ ⑤ اعمال صالحہ کرنے چاہئیں حسب و نسب پر اعتماد کر کے نہ بیٹھ جائیں۔

۳۰: بَابُ الشَّفَاعَةِ

بَابٌ: شفاعت کا بیان

شفاعت: کی حقیقت یہ ہے ایک آدمی کسی کو کوئی چیز دے اور اپنی ضرورت اس سے طلب کرے۔ یہ شفع سے لیا گیا ہے جو وتر کی ضد ہے۔ گویا ضرورت مند پہلے اکیلا تھا۔ سفارش کرنے والے کے ساتھ مل کر وہ (جفت) بن گیا۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں اس کا معنی گناہ' جرم سے تجاوز کا مطالبہ کرنا۔ بعض نے کہا ادنیٰ کا اعلیٰ کے ساتھ ملنا تا کہ اس کے ذریعہ وہ اپنے مقصد کو پالے۔

غزالی کا کلام باب الاذان میں آ رہا ہے۔ (شرح الاذکار)

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّکُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا﴾ [النساء:۸۵]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جو کوئی اچھی سفارش کرے گا اس کے لئے اس میں حصہ ہوگا''۔ (النساء)

آیت

تعالٰی: وہ عظمت وشان کے لحاظ سے بلند ہے علو مکان مراد نہیں۔
مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً: اس لئے سفارش کی تا کہ اس سے مسلمان کو فائدہ پہنچے یا اس سے کسی تکلیف کا ازالہ ہو اور یہ کام محض رضائے الٰہی کے لئے ہو۔ یہ شفاعت حسنہ ہے۔ اسی قسم میں غائبانہ کسی مسلمان کے لئے دعا کرنا بھی شامل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: مَنْ دَعَا لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ اُسْتُجِيْبَ لَهٗ وَقَالَ الملكُ آمين وَلَكَ مِثْلُ ذٰلِكَ مسلمان کی غائبانہ دعا قبول ہے اس سے کرنے والے کو برابر اجر ملتا ہے۔

۲۴۸ : وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ طَالِبُ حَاجَةٍ اَقْبَلَ عَلٰى جُلَسَآئِهٖ فَقَالَ : اشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا اَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ :مَا شَآءَ"

۲۴۸: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب آپؐ کے پاس کوئی ضرورت مند اپنی ضرورت لے کر آتا تو آپؐ اپنے شرکاءِ مجلس کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے۔ (اس کیلئے) سفارش کرو تمہیں اجر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ جو پسند فرماتا ہے وہ اپنے نبی کی زبان پر فیصلہ فرما دیتا ہے''۔ (بخاری ومسلم) ایک روایت میں ماشاء اللہ کے الفاظ ہیں یعنی جو چاہتا ہے۔

تشریح ۞ **ابو موسٰی اشعری:** ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے یہ یمن کے اشعر قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ **کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم:** اس سے آپ کی صحابہ کرام کے ساتھ حسن صحبت اور امت کیلئے دلالت علی الخیر واضح ہوتی ہے۔ **اذا اتاہ طالب حاجہ:** حاجت یہاں عام ہے خواہ دینی ہو یا دنیوی۔ **اقبل علی جلسائہ:** جلساء یہ جلیس کی جمع ہے۔
وقال اشفعوا توجروا: اگر تم اس کے لئے سفارش کرو گے تو اجر پاؤ گے۔ یعنی تمہاری سفارش سے تمہیں اجر مل جائے گا خواہ اسکی ضرورت پوری ہو یا نہ ہو۔ **فتوجرا:** یہ شرط مقدر کا جواب ہے۔ اس سے خیر میں بالفعل شامل ہونے پر آمادہ کیا گیا ہے اور ہر طرح سے اس خیر کا ذریعہ بننے کی تعلیم ہے۔ کسی بڑے کو تکلیف کے ازالہ کے لئے کہنا اور کمزور کی معاونت کرنی چاہئے کیونکہ ہر آدمی سردار و حاکم تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ اس کے سامنے اپنے احوال کی وضاحت کرے تا کہ حاکم اس کے حالات کی حقیقت جان لے۔ البتہ حدود وغیرہ میں سفارش منع ہے اور وہ اس سے مستثنٰی ہے۔ **ویقضی علی لسان نبیه ما احب۔** یعنی اپنے علم ازلی سے جو اس کا ارادہ ہے کہ معاملہ اس کو جس طرح پیش آئے گا یا نہ پیش آئے گا پس مطلوب تو وہ ثواب ہے جو اس سفارش والے کو ملے گا خواہ مشفوع کا کام علم ازلی کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ مثلاً اس کا اور بھی کوئی سبب تھا جو میسر نہیں آیا یا اس کے حصول کے لئے کوئی رکاوٹ بن گئی۔

تخریج: بخاری کتاب الزکاۃ باب الادب و باب التوحید۔ مسلم باب السنہ۔ احمد ۱۹۶۰۱، ابو دائود باب

الادب' ترمذی فی العلم' نسائی فی الزکوٰۃ۔ مزی کہتے ہیں ابوداؤد کے ہاں یہ ابوبکر بن واسہ کی روایت میں ہے۔ بخاری کی روایت میں ماشاء کے الفاظ بھی ہیں۔ کائنات میں کفروعصیان یہ مولیٰ کی مشیت وارادہ سے تو ہے لیکن اسکی رضاء اور محبت سے نہیں جیسا فرمایا: و لا یرضی لعبادہ الکفر: القضاعی فی مسند الشهاب ۶۲۰۔

الفرائد : بھلائی خود کرے جہاں تک ہو سکے اس کا سبب بننے کی کوشش کرے۔ حدود کے علاوہ بقیہ تمام مواقع میں سفارش کرے البتہ جو فساد میں معروف ہو ان کی سفارش نہ کی جائے تاکہ وہ سزا مل کر گناہ سے باز آجائیں۔

۲۴۹ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ قِصَّةِ بَرِيْرَةَ وَزَوْجِهَا قَالَ : قَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَاجَعْتِهِ؟" قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ : "اِنَّمَا اَشْفَعُ" قَالَتْ :لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

۲۴۹: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ بریرہ اور انکے خاوند کے واقعہ کے سلسلہ میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو فرمایا: "اگر تو اپنے خاوند کی طرف لوٹ جائے (تو مناسب ہے) اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ آپؐ مجھے حکم فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا (نہیں) بلکہ میں سفارش کرتا ہوں۔ اس نے کہا تو مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے"۔ (بخاری)

تشریح ۞ **فی قصة بريرة:** قصہ بریرہ کے سلسلہ میں سے یہ بات ہے بریرہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ **وزوجها:** ان کے خاوند کا نام مغیث تھا۔ یہ سیاہ رنگ غلام تھے۔ یہ بنی مطیع کے غلام تھے۔ سیوطی کہتے ہیں یہ بنی مغیرہ کے غلام تھے۔ ابن مندہ کہتے ہیں یہ ابواحمد بن جحش کے غلام تھے۔ (استیعاب' ترمذی' جحش' سیوطی) بریرہ کو آزاد کر دیا گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار دیا۔ اس نے اپنے اختیار کو استعمال کیا۔ اہل حجاز کہتے ہیں کہ ان کے اختیار وعتق کے وقت مغیث غلام تھے۔ اہل کوفہ کہتے ہیں مغیث حر تھے۔ میرے نزدیک اول زیادہ درست ہے۔ **قال لها النبی صلی الله علیه وسلم لو راجعتیه۔** یہ مہروی کی روایت ہے سیوطی نے مرقات **لو راجعته** کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ ابن ماجہ نے متن والے الفاظ نقل کئے مگر سیوطی نے ان کو ضعیف قرار دیا اور یہ الفاظ زائد ہیں: **فاه ابو ولدك:** اس سے تیرا ایک بیٹا ہے۔ گو تمنا یا شرط کے لئے ہے۔ اس کا جواب محذوف ہے۔ **ای لكان احسن یا لك فیه ثواب۔** اس سفارش میں حکم کا مفہوم معلوم ہوتا تھا تو اس نے عرض کی **قالت یا رسول الله تأمرنی:** کیا آپ ﷺ مجھے حکم فرماتے ہیں کہ میں لازماً اس سے رجوع کرلوں۔ **قال انما اشفع:** یعنی میں تمہیں سفارش کرتا' استحباباً کہتا ہوں۔ **قالت لا حاجة لی فیه۔** مجھے اس سے کوئی غرض نہیں اور نہ اس میں میرا فائدہ ہے۔ اس میں آپ ﷺ کی سفارش قبول نہ کرنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ فرمایا گیا: **وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا** اس نے آپ ﷺ کی سفارش سے اپنی تخییر سمجھ لی۔ شفاعت پر تخییر کا اطلاق مجازی ہے کیونکہ دونوں واجب نہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱/۱۹۶۰۱/۷) والبخاری (۱۴۳۲) ومسلم (۲۶۲۷) وأبو داود (۵۱۳۱) والترمذی (۲۶۷۲) والنسائی (۲۵۵۵) وابن حبان (۵۳۱) والقضاعی (۶۲۰)

الفرائد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت عامہ کو ملاحظہ فرمائیں کہ امت کے ضعیف ترین افراد کے لئے سفارش میں باک محسوس نہ فرمائی اور سفارش بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی بریرہ رضی اللہ عنہا سے کی ایسا حسن خلق کہاں ملے گا۔

۳۱: بَابُ الْاِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ

باب: لوگوں کے درمیان اصلاح

قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی:

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾

[النساء:۱۱٤]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ان (منافقین) کے اکثر مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں مگر جو ان میں سے حکم دے کچھ صدقے کا یا کسی نیکی کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح و درستگی کا''۔ (النساء)

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ [النساء:۱۲۸]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور صلح بہت بہتر ہے''۔ (النساء)

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ [الانفال:۱]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اور اپنے درمیان صلح کرو''۔ (الانفال)

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ [الحجرات:۱۰]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''بے شک مسلمان بھائی ہیں پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کرو''۔ (الحجرات)

مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ جب انکے مابین جھگڑا یا اختلاف پیدا ہو تو درستی کی ضرورت ہے۔ **الناس**: بعض نے اسکو انس سے لیا جو وحشت کی ضد ہے۔ بعض نے نوس سے لیا جس کا معنی حرکت کرنا ہے۔ اس صورت میں جنات کو بھی شامل ہوگا۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ: لوگوں کی باتوں اور خفیہ مجالس میں اکثر بھلائی نہیں۔ **الا من امر بصدقه او معروف**: مگر وہ مجلس جس میں صدقہ یا نیکی کا حکم ہو۔

النَّجْوٰی :اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ: مستثنیٰ متصل یا منقطع ہوسکتا ہے۔وہ مجلس جس میں لوگوں کی اصلاح کی جائے وہ خیر کی مجلس ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آمادہ کیا ہے۔اے ایوب اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی صَدَقَةٍ ھِیَ خَیْرٌ لَکَ مِنْ حُمُرِ النَعَم؟: کیا ایسا صدقہ نہ بتلاؤں جو سرخ اونٹوں سے بہت بہتر ہے''۔تو انہوں نے قال نعم یا رسول اللہ! قال: عرض کیا کیوں نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا جب لوگوں میں بگاڑ ہو تو تصلح بین الناس اذا افسدوا: صلح کراؤ۔

وتقرب بینھم اذا تباعدوا: اور جب وہ دور ہو جائیں تو ان کو قریب کرو۔

دوسری روایت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کلام ابن آدم علیه لا له' الا ما کان من امر بمعروف او نھی عن منکر او ذکر اللّٰہ تعالٰی۔

''ابن آدم کا کلام اسکے خلاف ہوگا نہ کہ اسکے حق میں مگر وہ جو امر بالمعروف یا نہی عن المنکر یا ذکر اللہ کی قسم سے ہے''۔

اس روایت کو سن کر حضرت سفیان ثوری کو ایک آدمی نے کہا یہ حدیث کس قدر سخت ہے۔سفیان کہنے لگے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا۔﴿لا خیر فی کثیر من نجواھم﴾ اس روایت کا آیت والا ہی مطلب ہے۔(تفسیر نیشاپوری للواحدی)

(۲) وَالصُّلْحُ خَیْرٌ: یعنی صلح نافرمانی' اعراض اور جدائی سے بہت بہتر ہے۔لیکن اس سے وہ میل وجول میسر آتا ہے جو زوجین میں مطلوب ہے۔

(۳) وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ: تم اپنے مابین اسی طرح حقیقت اصلاح و درستی کرو جیسا تمہارے درمیان اصل میں مودت اور ترک نزاع ہونا چاہئے۔

(۴) وقال اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ: مسلمان دینی لحاظ سے بھائی بھائی ہیں۔فاصلحو بین اخویکم: پس تم نزاع کے وقت صلح کراؤ۔اخویکم' اِخوتکم بھی پڑھا گیا ہے۔

۲۵۰ :وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ کُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسُ ' تَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَةٌ ' وَتُعِیْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَآبَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَیْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَیْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْکَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ ' وَبِکُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِیْهَا اِلَی الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ ' وَتُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ '' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَمَعْنٰی :''تَعْدِلُ بَیْنَهُمَا'' :تُصْلِحُ بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ۔

۲۵۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''لوگوں کے (جسم کے) ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے ہر اس دن میں جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔تیرا دو آدمیوں میں عدل سے صلح کرانا یہ بھی صدقہ ہے۔تیرا کسی آدمی کے اس سواری پر سوار ہونے میں معاونت کرنا یا اس کو سامان اٹھا کر سواری پر رکھوانا صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جو تم نماز کے لئے اٹھاؤ وہ صدقہ

ہے۔راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا صدقہ ہے''۔ (بخاری ومسلم)

تَعْدِلُ بَيْنَهُمَا: انصاف سے ان میں صلح کرانا۔

النَّحْو: کل سلامٰی من الناس علیه صدقة: کل مبتداء ہے اور علیہ صدقہ اس کی خبر ہے۔ سُلامٰی: کی جمع سَلَامَیات ہے اس کا معنی عضر ہے۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں اس کا واحد سلامیۃ ہے۔ انگلی کے پوروں کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کی جمع اور واحد برابر ہیں البتہ اس کی جمع سلمیات ہے۔ قاضی عیاض نے کہا سلامٰی انگلیوں اور اعضاء کی ہڈیاں۔ نہایہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ انسان انگلیوں دو جوڑوں کے درمیان والی ہڈی۔ بعض نے کہا چھوٹی ہڈیوں میں کھوکھلی ہڈی کو کہتے ہیں۔ پس معنی یہ ہوگا۔ ابن آدم کی ہڈیوں میں سے ہر ہڈی کا صدقہ ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جب اونٹ کے جوڑ اور آنکھیں خشک ہو جائیں اور اس کی ہڈیوں میں آخری گودے کو سلامٰی کہتے ہیں۔ روایت کے ظاہر کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سلامٰی سے عضو سے زیادہ عام معنی لیا جائے۔ جیسا قاموس نے لکھا ہے۔ کل لحم وافر بعظم وغیرہ۔ ہڈی کے ساتھ ہر وافر گوشت کو کہتے ہیں۔ یا مطلق جزء مراد لیا جائے۔ (الاذکار) نووی کہتے ہیں انگلیوں اور تمام ہتھیلی کی ہڈیاں۔ پھر یہ بدن کی تمام ہڈیوں اور جوڑوں کے لئے استعمال ہونے لگا۔ (شرح نووی) عراقی کہتے ہیں حدیث میں یہی مراد ہے۔ (شرح التقریب) مسلم کی اس روایت سے اس معنی کی تاکید کی ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ عَلٰی سِتِّيْنَ وَثلاثمائة مفصل کہ انسان کے پیدائشی طور پر ۳۶۰ جوڑ ہیں۔

النَّحْو: من الناس: یہ سلامٰی کی صفت کی جگہ ہے۔ علیه: کی ضمیر کا مرجع جنس ہے۔ جنس کی نظیر یہ روایت ہے۔ خير نساء ركبن الابل واحناه على زوج نساء قریش: روض الانف میں سہیلی نے لکھا ہے کہ اس میں ضمیر یا تو جنس کی طرف راجع ہے یا سلامٰی کی طرف اور اس کا تذکرہ باعتبار عضو و مفصل کے ہے۔

علیه صدقة کل یولد: ① کل یوم یہ ظرفیت زمانیہ کی وجہ سے منصوب ہے۔ ② مبتداء مرفوع پھر مبتداء ثانی اور صدقة دوسری خبر ہے اور پورا جملہ پہلے مبتداء کی خبر ہے ضمیر رابط مقدر ہے۔ ای کل یوم تطلع فیه الشمس العدل فیه صدقة: (فتح الباری)

تطلع فیه الشمس: یہ یوم کی صفت ہے۔ یہ صفت وضاحت کے لئے لائی گئی ہے کہ ہر صبح صدقات کی تجدید ہے جو ان انعامات کے مقابلہ میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان جوڑوں کو پیدا کر کے اس پر کئے اور پھر ان کو دوام بخشا ہے اور بندے کو خبردار رہنا چاہئے کہ جس نے یہ سب انعامات کئے ہیں وہ ان کو سلب کرنے کی ہر آن طاقت رکھتا ہے اور وہ اپنے فیصلوں میں عادل ہے۔ پس غلطیوں کو معاف کر کے نعمت صحت کو دوام بخشنا یہ اس کی طرف سے محض صدقہ ہے جو دوام شکر کو لازم کرتا ہے۔ اس بناء پر بندے پر شکر متعین ہو گیا جو کہ صدقہ کی صورت میں وہ ادا کرے۔ جیسا حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اس صدقے کی مقدار متعین نہیں فرمائی بلکہ حسب طاقت رکھا گیا حالانکہ صدقہ مصائب کو دور کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے اعضاء سے بلائیں ٹل جانے کی امید ہے۔ علیه صدقه کل یوم کے ظاہری الفاظ تو ہر دن کے صدقہ کا لزوم ظاہر کر رہے ہیں لیکن صحیحین کی روایت فَاِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكَ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهٗ لَه صَدَقَة سے معلوم ہوتا ہے کہ شر سے ہاتھ کو روک لینا یہ بھی صدقہ کے قائم مقام بن جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تمام محرمات سے بچنا اور قیام واجبات ضروری ہے اور یہی واجب شکر یہ ہے اور یہ

شکر یہ ان نعمتوں اور دیگر نعمتوں کے لئے کافی ہے۔ باقی رہا استحبابی شکر تو وہ یہ ہے کہ جن طاعات میں کوتاہیاں کی ہیں ان میں نوافل کا اضافہ کرے مثلاً اذکار اور طاعات متعدیہ میں اعانت وعدل سے کام لے۔ اس حدیث اور اس قسم کی تمام احادیث کا مقصد یہی ہے۔ اگرچہ ان میں بعض طاعات کا تذکرہ ہے۔

یعدل بین الاثنین (اور دو آدمیوں میں صلح کرائے) ① یعدل سے پہلے ان مقدر ہے۔ تاویل مصدر میں یہ مبتداء ہے اور صدقہ اس کی خبر ہے۔ ② فعل کو مصدر کی جگہ لائے۔ یہ عدلہ کے معنی میں مبتداء۔ الاثنین: سے جھگڑے اور فیصلے کے دو فریق مراد ہیں ان دونوں کو یہ بطور حاکم یا مصلح یا فیصل کے عدل وانصاف واحسان پر قول وفعل سے آمادہ کرے۔ اس سے مراد وہ صلح ہے جو کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے والی نہ ہو۔

صدقة: اس کے لئے صدقہ بنے گا کیونکہ اس نے ان کو قبیح اقوال وافعال سے بچالیا اور اسی وجہ سے کہ صلح کا فائدہ بہت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاس﴾: اور یہ ارشاد ﴿کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ﴾ تم انصاف سے عدل کو قائم کرنے والے بنو۔ **شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ اَنْ نَکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِهِمَا۔** اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دو خواہ تمہارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو یا والدین یا اقرباء کے خلاف کیوں نہ ہو اور وہ شخص مالدار ہو یا فقیر اللہ تعالیٰ کا حق سب سے مقدم ہے"۔

دو مسلمانوں کے مابین الفت کو پیدا کرنے کے لئے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تمہیں کوئی بات خلاف واقعہ بھی کرنی پڑے تو وہ بھی درست ہے۔

ویعین الرجل فی دابته فیحمله علیها: جانور کو تھام کر اسے سوار کرے یا اس میں اعانت کر دے۔ نووی نے اربعین میں **له علیهما متاعه** کے الفاظ لکھے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا تھوڑا یا زائد سامان اٹھانے میں اس کی مدد کرے۔

و الکلمة الطیبة صدقة: ہر دعا میں جو اپنے لئے یا غیر کے لئے مانگے اچھے کلمات اس کے حق میں کہے کہ اس پر سلامتی ہو اور وہ اچھے حال میں رہے وغیرہ۔ اس قسم کی چیزوں میں جہاں سرور وبہجت میسر آتی ہے وہاں دلوں میں اُلفت پیدا ہوتی ہے۔ مکارم اخلاق اور محاسن افعال کے اثرات بھی اس سے کچھ کم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **وَلَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ:** خوش طبعی سے ملنا بھی صدقہ ہے۔

وبکل خطوه یمشیها الی الصلاة صدقة: خُطْوَۃٌ: اصل دو قدموں کا درمیانی فاصلہ۔ ایک مرتبہ قدم اٹھانا مراد ہے۔ نماز کو بطور مثال لائے تمام طاعات کا یہی حکم ہے۔ رشتہ داروں کی ملاقات، دوستوں کی ملاقات کیلئے جانا بھی اس میں شامل ہے۔

تمیطا لا ذی عن الطریق صدقة: ماطت: ازالہ کا معنی دیتا ہے۔ ایذاء سے مراد گزرگاہ میں پڑی اینٹ، پتھر، کانٹا وغیرہ۔ طریق کا لفظ مذکر ومؤنث دونوں طرح آتا ہے۔ یہ سب سے آخری درجہ ہے۔ اسی لئے اس کو آخر میں لائے جیسا کہ اس روایت سے اشارہ ملتا ہے۔ **اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْن شُعْبَةً اَعْلَاهَا شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ**"، **یعدل بینهما:** میں اثنین کو ضمیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی ان میں صلح کرائے۔

تخریج: بخاری، مسلم، ابن حبان ۳۳۸۱، بیهقی ۱۸۷/۴، مشکوٰۃ ۱۸۹۶۔

۲۵۱ : وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِىْ مُعَيْطٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِىْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِىْ خَيْرًا اَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِىْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ زِيَادَةٌ قَالَتْ : وَلَمْ اَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِىْ شَىْءٍ مِّمَّا يَقُوْلُهُ النَّاسُ اِلَّا فِىْ ثَلَاثٍ : تَعْنِى الْحَرْبَ وَالْاِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيْثَ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ وَحَدِيْثَ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا۔

۲۵۱: حضرت اُم کلثوم بنت عقبہ ابی معیط رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے: ''جھوٹا وہ شخص نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے اور بھلائی کی بات آگے پہنچاتا ہے یا بھلائی کی بات کہتا ہے''۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان باتوں میں سے کسی بات میں رخصت دیتے نہیں دیکھا جن میں لوگ اجازت سمجھتے ہیں۔ سوائے تین باتوں کے' لڑائی کے متعلق لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں اور مرد کی اپنی بیوی سے اور عورت کو اپنے خاوند کے ساتھ گفتگو میں۔

ام کلثوم: یہ عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی ہے۔ ابی معیط کا نام ابان بن ابی عمرو ہے اور ابو عمرو کا نام ذکوان بن امیہ بن عبد شمس ہے۔ یہ مکہ میں اسلام لائیں پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت سے ہجرت کی اور آپ ﷺ کی بیعت کی یہ اکیلی ہجرت کرنے والی پہلی عورت ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ہجرت کی۔ معاہدہ صلح میں یہ بات طے تھی کہ کہ سے جو مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے اُسے مکہ واپس کر دیا جائے۔ یہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں تو اس کے بھائی ولید' عمارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور معاہدہ کے مطابق مطالبہ کیا کہ اس کو واپس کر دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرما دیا۔ ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ﴾ عمر بن عبدالعزیزؒ کہتے ہیں یہ پیدل مکہ سے مدینہ پہنچیں۔ ان سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا وہ ۹ھ میں غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے۔ تو ان کی شہادت کے بعد زبیر بن العوام نے نکاح کیا۔ ان کے ہاں ان کے بطن سے زینب پیدا ہوئیں۔ پھر انہوں نے طلاق دی تو ان سے عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا ان کے ہاں ان سے ابراہیم' حمید اور محمد' اسماعیل پیدا ہوئے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو ان سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا ان کے نکاح کو ایک مہینہ گزرا تھا کہ وفات پا گئیں۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ کی طرف سے بہن لگتی تھیں۔ ان سے ان کے بیٹے حمید بن عبدالرحمان نے روایت نقل کی ہیں۔ ابن حزم کہتے ہیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس روایات نقل کی ہیں۔ (سیرت ابن حزم) ابن جوزی نے مختصر التلقیح میں بھی یہی لکھا ہے مگر اتنی بات بغیر کسی تفصیل کے لکھی کہ ام کلثوم ان صحابیات میں ہیں جنہوں نے دس روایات نقل کی ہیں۔ ابن مالک نے شرح مشارق میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ صحیحین میں ان کی روایت ہے۔

لیس الکذاب: ① یہاں ملزوم کا ذکر کر کے لازم مراد لیا کہ کذب کا گناہ نہیں ہوتا۔ ② وہ آدمی جھوٹوں میں شمار نہ ہو گا۔ **الذی یصلح بین الناس:** جو غصہ والے آدمیوں میں صلح کے لئے خلافِ واقعہ بات کہے کیونکہ اس سے خیر مقصود ہے اور یہ قلیل میں

شامل ہے۔ فینمی خیرًا: نمی الحدیث کہتے ہیں جبکہ خیر خواہی کے طور پر کوئی بات پہنچائے۔ نمًا: جو تشدید سے مستعمل ہے اس کا معنی فساد و بگاڑ کے لئے کوئی خبر پہنچانا۔ او: یہ راوی کا شک ہے کہ آیا فینمی خیرًا یا یقول خیرًا کے الفاظ کہے۔
بعض طرق مسلم: معمر کی روایت میں ینمی خیرًا کے الفاظ ہیں بعد والا حصہ مذکور نہیں۔ یرخص: یہ رخصت کے معنی میں ہے۔ فی شیئ مما یقول الناس: یعنی یہ کہ وہ جھوٹ ہے۔ قول زہری یہی ہے۔ مسلم کے ہاں کذب کا لفظ محذوف ہے۔ فی ثلاث سے تین عادات مراد ہیں۔ تعنی کی ضمیر ام کلثوم کی طرف راجع ہے۔ الحرب: گویا اللہ تعالیٰ کے اعداء کے متعلق کہے کہ کفار کا بڑا اہلاک ہو گیا یا ہمارا بڑا لشکر آ رہا ہے۔ جس میں مسلمانوں کی بھلائی پائی جاتی ہے تو یہ خلافِ واقعہ کہنا درست ہے۔
والاصلاح بین الناس: مثلاً زید کو کہے کہ میں نے تیرے مخالف کو تیری تعریف کرتے پایا۔ اس سے مقصد ان کی باہمی دشمنی کا ازالہ ہو۔ احدیث الرجل امرأته: مثلاً اس کو کہے تو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ یہ خلاف واقعہ جائز ہے۔ اسی طرح کسی جان کو بچانے کے لئے قسم اٹھا کر اس کے مقام کو چھپانا بھی جائز ہے۔

فائدہ: حدیث میں تین باتوں پر حصر کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے اس کا عدم جواز ثابت کیا اور صرف توریہ والی صورت کو جائز رکھا ہے۔ توریہ یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام سے بعید معنی لے اور سامع قریبی معنی سمجھ رہا ہو۔ مثلاً دشمن کو کہے ان کا بڑا مر گیا مراد فرعون لے لیا۔ دمامینی کہتے ہیں حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں جو جوازِ کذب کو ثابت کرتی ہو۔ کیونکہ لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس: کا معنی مصلح سے سلب کذب مراد ہے جو کہ یہ لازم نہیں کرتا کہ اس کی بات جھوٹ ہی ہو بلکہ سچ ہو اور بطور تعریض و تصریح کہی گئی ہو۔ (حاشیہ البخاری للدمامینی)

تخریج: أخرجه أحمد (۱۰/۲۷۳٤۰) والبخاری (۲٦۹۲) ومسلم (۲٦۰۵) وأبو داود (٤۹۲۰) والترمذی (۱۹۳۸) والطیالسی (۱٦۵٦) وعبد الرزاق (۲۰۱۹٦) والبخاری (۳۸۵) ابن حبان (۵۷۳۳) والطبرانی (۲۸۲) وفی الکبیر (۲۵/۱۸۳) والبیهقی (۱۰/۱۹۷/۱۹۸)

الفرائد: اصلاح کی کوشش کرنے والا کذاب نہیں بلکہ قابل تحسین ہے۔

۲۵۲: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةٍ اَصْوَاتُهُمَا ' اِذَا اَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْاٰخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِيْ شَيْءٍ وَّهُوَ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَا اَفْعَلُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ: "اَيْنَ الْمُتَاَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ؟ فَقَالَ: اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَهٗ اَيُّ ذٰلِكَ اَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

مَعْنٰى "يَسْتَوْضِعُهٗ" يَسْاَلُهٗ اَنْ يَّضَعَ عَنْهُ بَعْضَ دَيْنِهٖ ۔ وَ"يَسْتَرْفِقُهٗ" يَسْاَلُ الرِّفْقَ۔ وَالْمُتَاَلِّيْ: "اَلْحَالِفُ"

۲۵۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر دو جھگڑنے والوں کی بلند آوازیں سنیں۔ ان میں سے ایک دوسرے سے قرضہ میں کمی اور کچھ نرمی برتنے کا مطالبہ کر رہا تھا اور دوسرا اس کو کہہ رہا

تھا اللہ کی قسم میں ایسا نہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہاں ہے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر قسمیں کھا رہا تھا کہ وہ نیکی نہ کرے گا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ اس کو اختیار ہے دونوں میں سے جو بات پسند کرے۔ (بخاری ومسلم)

يَسْتَوْضِعُهٗ : اس سے مطالبہ کر رہا تھا کہ اس کا کچھ قرضہ کم کر دے۔ وَيَسْتَرْفِقُهٗ : اس سے نرمی کا مطالبہ کر رہا تھا۔ اَلْمُتَاَلِّی: قسم اٹھانے والا۔

تشریح ۞ **سمع سول الله صلی الله علیه وسلم صوت خصوم** : صوت اس میں مصدر۔ صات یصوت صوتاً: اسی سے مفرد لائے اس کی نظیر یہ قول ہے: ﴿**ختم الله علی قلوبهم وعلی سمعهم وعلی ابصارهم**﴾: (البقرہ) یہاں سمع مفرد لایا گیا ہے۔

صوت کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ آوازیں اختلاط کی وجہ سے ایک آواز معلوم دیتی تھیں۔

اَلنَّحْوُ :عالیۃ: ① جر کے ساتھ یہ خصوم کی صفت ہے۔ ② نصب سے یہ اصوات سے حال ہے اور بخاری میں اصواتھم: جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے۔ (صاحب الفتح الباری کہتے ہیں) گویا جمع تو باعتبار حاضرین کے ہے اور تثنیہ بلحاظ دو جھگڑے والوں کے ہے۔ گویا دونوں طرف سے جھگڑا گویا دو جماعتوں میں تھا پس جمع لائے اور جنس خصم کے لحاظ سے تثنیہ لائے۔ ان لوگوں کیلئے اس میں کوئی دلیل نہیں جو تثنیہ کے ذریعہ جمع مراد لینے کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا شارحین کو وہم ہوا۔ (کرمانی وغیرہ)

اذا احدهما یستوضع الآخر: یعنی قرضہ میں کمی کا مطالبہ کر رہا تھا۔ **یستوفقه فی شئ**: اس سے کچھ نرمی کا خواستگار تھا۔ ابن حبان کی روایت میں اس شئی کی وضاحت موجود ہے۔ ابتداء روایت میں اس نے ذکر کیا کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی میں نے اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر فلاں سے کھجوریں لیں پس ہم نے ان کو تولا۔ جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم نے اس میں سے وہی شمار کیں جو اپنے پیٹوں میں کھائیں یا کسی مسکین کو کھلائیں ہم اس کے پاس آئے ہیں تا کہ جو ہم نے کم کیا ہے اس کا عوض طلب کریں۔ الحدیث حافظ کہتے ہیں ان خرید وفروخت کرنے والوں کے نام مجھے نہیں مل سکے۔ یہ کعب بن مالک اور عبداللہ بن حدرد کے واقعہ سے الگ واقعہ ہے۔ وہ واقعہ بخاری میں اس روایت کے بعد لکھا ہے۔ (فتح الباری)

یقول واللّٰه لا افعل: وہ دوسرا شریک کہتا ہے اللہ کی قسم میں کوئی چیز کم نہ کروں گا۔ ابن حبان کی روایت میں ہے کہ **الی لا یصنع خیراً ثلاث**: اس نے بھلائی نہ کرنے کی تین مرتبہ قسم کھائی۔ **فخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم**۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان صلح کے لئے نکلے اور دریافت فرمایا: **این المقالی**: قسم میں مبالغہ کرنے والا کہاں ہے۔ **علی الله ان لا یفعل للمعروف**۔ جو کم نہ کرنے اور اپنے بھائی سے نرمی نہ کرنے کی قسم اٹھا چکا ہے۔ **فقال انا یا رسول الله**۔ میں وہ کمی اور نرمی نہ کرنے والا ہوں۔ **فله ایّ ذلك احبّ**: ابن حبان کی روایت میں **اِن شئت وضعت ما نقصوا' وان شئت من رأس المال فوضع ما نقصوا**: فتح الباری میں ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضع سے مراد کم کرنا ہے اور اسی پر اکتفاء کرنا اور زائد کو چھوڑ نا ہے۔ وہ معنی نہیں جو بعض شارحین نے کیا ہے کہ رفق سے مراد مہلت تھی۔ کتاب الصلح میں حافظ نے ذکر کیا کہ انہوں نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کے بغیر چھوڑ دے پھر مطالبہ کیا کہ اس سمیت لے لے۔ حافظ کہتے ہیں اس کا

مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے رأس المال پر اضافہ کو چھڑوانا چاہتے تھے اور نفع کا مطالبہ چھوڑنے کے ساتھ نرم سلوک کے طالب تھے۔ (فتح الباری)

نکتہ ☆ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابونعیم نے متخرج میں کہا کہ یہ معروف ہے کہ مسلم نے یہ روایت بخاری سے لی ہے۔ ابونعیم کہتے ہیں حالانکہ اس کو مسلم نے دوسروں سے بھی بیان کیا ہے۔ ہم نے اصبہانیوں کے بلندترین محامل کی ابتداء میں روایت کیا ہے۔ حدثنا اسماعیل بن ابی اویس: (فتح الباری) اور باب الصلح کے اواخر میں حافظ کہتے ہیں کہ بخاری نے اسماعیل بن ابی اویس سے بیان کی ہے اور محمد بن یحییٰ الذہلی سے اور محاملیات میں جو کچھ ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ احتمال ہے کہ اس سے ان کی وضاحت کردی جائے جن کو مسلم نے مبہم رکھا ہے۔ (فتح الباری)

فائدہ: قرض خواہ سے نرمی و احسان کا سلوک کیا جائے اور کچھ قرض کم کر دیا جائے۔ بھلائی کے ترک کی قسم نہ اٹھانی چاہئے۔ حاکم کے سامنے اگر مدعی اور مدعی علیہ آواز بلند کردیں تو وہ ان سے درگزر کرے۔

یستوضعه: کچھ قرضہ چھوڑ دے۔

تخریج: أخرجه البخاری (۲۷۰۵) ومسلم (۱۵۵۷) وأخرجه مطولاً وأحمد (۹/۲۴۴۵۹) ومالك (۱۳۰۹) وابن حبان (۵۰۳۲) والبیهقی (۳۰۵/۵)

الفرائد: ① مقروض کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے' حاکم کو مناسب ہے کہ اگر متخاصمین میں گفتگو کرتے ہوئے بات بلند ہو جائے تو وہ درگزر سے کام لے۔ نیک کام کے ترک کرنے کی قسم نہ اٹھائے اگر اٹھالی تو توڑ کر کفارہ دے۔ ② صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو کس قدر سرعت سے سمجھنے والے اور جلدی سے اس پر عمل پیرا ہونے والے تھے۔ (سبحان اللہ ما لهم من مقام)

❀ ❀ ❀

۲۵۳: وَعَنِ ابْنِ الْعَبَّاسِ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَلَغَهُ اَنَّ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَرٌّ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِيْ اُنَاسٍ مَّعَهُ فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَآءَ بِلَالٌ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ حُبِسَ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَهَلْ لَّكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ اِنْ شِئْتَ فَاَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ وَتَقَدَّمَ اَبُوْبَكْرٍ فَكَبَّرَ وَكَبَّرَ النَّاسُ وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَاَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرَفَعَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَآءَهٗ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: "اَيُّهَا

النَّاسُ مَالَكُمْ؟ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ اَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيْقِ؟ اِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ۔ مَنْ نَابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيَقُلْ : سُبْحَانَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ : سُبْحَانَ اللّٰهِ اِلَّا الْتَفَتَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ؟" فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

مَعْنٰى "حُبِسَ" :اَمْسَكُوْهُ لِيُضَيِّفُوْهُ۔

۲۵۳: حضرت ابوالعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ عمرو بن عوف کے خاندان میں کچھ جھگڑا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان صلح کے لئے کچھ آدمیوں کے ساتھ ان کے ہاں تشریف کے لئے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ رکنا پڑا اور نماز کا وقت قریب ہو گیا۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہاں رُک گئے اور نماز کا وقت ہو چکا۔ کیا آپؓ لوگوں کو نماز کی امامت کرائیں گے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ اگر تم چاہتے ہو۔ حضرت بلالؓ نے نماز کی اقامت کہی اور ابوبکرؓ آگے بڑھے اور تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ اسی دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں میں چلتے ہوئے تشریف لائے اور صف میں کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے اپنے ہاتھوں کو دوسرے ہاتھوں کی پشت پر مارنا شروع کر دیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں بالکل کسی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔ جب تصفیق کی آواز زیادہ ہو گئی تو ابوبکرؓ متوجہ ہوئے (دیکھا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا (کہ تم اپنی جگہ رک جاؤ) پس ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد کی اور الٹے پاؤں پیچھے کو ہٹے یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہو گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا؟ جب نماز میں تم کو کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو تصفیق شروع کر دیتے ہو۔ حالانکہ تصفیق کا حکم عورتوں کیلئے ہے جس کو تم میں سے نماز میں کوئی بات پیش آئے وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہے۔ اس لئے کہ اس کو جو بھی سنے گا کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہا جا رہا ہے تو وہ متوجہ ہو جائے گا''۔ اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہیں لوگوں کو نماز پڑھانے سے کس بات نے روکا جبکہ تمہیں میں نے اشارہ بھی کر دیا؟ تو ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا کہ ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر) کو مناسب نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لوگوں کو نماز پڑھائے۔ (بخاری و مسلم)

حُبِسَ :لوگوں نے آپ ﷺ کو مہمانی کے لئے روک لیا۔

تشریح ۞ **سهل بن سعد الساعدی**: ان کے حالات **باب الدلالة علی الخیر** میں گزرے۔

بلغه ان بنی عمرو بن عوف شر: اوس انصار کا بڑا قبیلہ ہے۔ یہ عمرو بن عوف اسی کی شاخ ہے۔ یہ قباء کے ساکنین سے ہیں۔ فتح الباری میں ہے کہ انصار کے دو قبیلوں میں کوئی بات ہوگئی بخاری نے کتاب الصلح میں ذکر کیا کہ انہوں نے سخت سست کے بعد ایک دوسرے کو پتھر مارے۔ آپ کو اس کی اطلاع ملی انہوں نے صلح کے لئے آپ ﷺ کو بلایا۔

فخرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یصلح بینھم فی اناس من اصحابة فیصلح بینھم۔ آپ ﷺ اپنے چند صحابہؓ کے ساتھ صلح کے لئے تشریف لے گئے۔ دوسری روایت میں معہ کا لفظ ہے۔ اصحاب کی جگہ ہے۔ طبرانی نے موسیٰ کی روایت ان کے نام ابی بن کعب الاسہیل بن بیضاء لئے ہیں۔ کتاب الاحکام میں بخاری نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ ظہر کے بعد تشریف لے گئے۔

فحبس وحانت الصامة: آپ ﷺ صلح کی وجہ سے رک گئے ادھر نماز عصر کا وقت ہو گیا جیسا کہ کتاب الاحکام میں بخاری نے تصریح کی ہے۔ **فلما حضرت صلاة العصر اُذن واقام وامر بابکر فتقدم۔**

فجاء بلال الی ابی بکر رضی اللّٰہ فقال یا ابا بکر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قد حبس وحانت الصلوة فھل لك ان تؤم الناس قام نعم ان شئت: احمد' ابوداؤد' ابن حبان کے ہاں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: **فقال لبلال' ان حضرت الصلاة ولم آتك فمر ابا بکر فلیصل بالناس فلما حضرت"** الحدیث طبرانی کے بھی یہی الفاظ ہیں یہ اس بات کے خلاف نہیں جو انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہے: **ھل لك ان تؤم الناس** کیونکہ یہ اس بات پر محمول ہیں کہ وہ ان سے دریافت کر رہے تھے کہ کیا تم اول وقت میں نماز پڑھاؤ گے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کرو گے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز کو اول وقت میں ادا کرنے کو ترجیح دی کیونکہ وہ یقیناً نماز کا افضل وقت ہے اور آپ ﷺ کی آمد تو معلوم نہیں جلد ہو یا بدیر۔

فاقام بلال وتقدم ابوبکر فکبر: بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی ابوبکرؓ نے آگے بڑھ کر تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دی۔ بخاری میں **فاستفتح ابوبکر الصلاة** کے الفاظ ہیں۔ حافظ کہتے ہیں اس روایت سے دونوں مقامات کے فرق کا جواب دیا جاتا ہے کہ یہاں ابوبکر امامت سے پیچھے ہٹ گئے اور مرض کے ایام میں نماز پڑھاتے رہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے دوسری رکعت ادا فرمائی جیسا مغازی موسیٰ بن عقبہ میں تصریح ہے۔ گویا کہ جب نماز کا بڑا حصہ جا چکا تو استمرار کو بہتر خیال کیا اور جب نماز کا معمولی حصہ گزرا تو پیچھے ہٹنے کو مستحسن خیال کیا جیسا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پیش آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے صبح کی دوسری رکعت پڑھی۔ وہ اسی وجہ سے امامت کراتے رہے۔ قصہ عبدالرحمان مسلم میں مذکور ہے۔

وکبر الناس وجاء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یمشی فی الصفوف: بخاری کی روایت میں صفوف کا چیر کر آنا مذکور ہے **یسقھا شقا۔**

حتی قام فی الصف: دوسری روایت میں ہے کہ اول صف میں کھڑے ہو گئے۔ مسلم کے یہ الفاظ ہیں **فخرق الصفوف حتی قام عند الصف المقدم:** (پہلی صف کے قریب کھڑے ہو گئے)

فاخذ الناس فی التصفیق: بعض نے اس کو تصفیح کا مرادف قرار دیا مگر وہ درست نہیں۔

كان ابو بكره يلتفت في صلاته: ابوبکر نماز میں اِدھر اُدھر بالکل متوجہ نہ ہوتے کیونکہ وہ اس کی ممانعت جانتے تھے کہ یہ بندے کی نماز میں شیطانی چوک ہے۔جیسا مرفوع روایت میں وارد ہے۔**فلما اكثر الناس التفت فاذا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاشار اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم:** بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ **فلما رأى التصفيق لا يمسك عنه:** جب انہوں نے دیکھا کہ تصفیق مسلسل جاری ہے اور رکتی نہیں تو وہ متوجہ ہوئے تو انہوں نے معلوم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ہیں۔

اَلنَّحْوُ: رسول مبتداء کی خبر حاضر محذوف ہے۔

آپؐ نے اپنے دست اقدس سے اپنی جگہ رکنے کا اشارہ فرمایا۔کتاب الامامت میں بخاری کے الفاظ یہ ہیں **فاشار اليه ان امكث مكانك:** حافظ نے کہا کہ عمر بن علی کی روایت میں ہے:**فدفع في صدره ليتقدم فابى:** (فتح الباری) ان کے سینے پر ہاتھ مارا کہ وہ آگے بڑھ جائیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

فرفع ابو بكر يده: بخاری کی باب الامامت والی روایت میں **يديه:** تثنیہ کے الفاظ ہیں ابوبکرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔

فحمد الله: اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے الحمدللہ کہی۔مگر حمیدی کی روایت میں **فرفع ابو بكر رأسه الى السماء شكر الله ورجع۔** القہقری نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے اللہ کا شکر یہ ادا کیا اور الٹے قدموں چلے۔ابن جوزی نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے حمد وشکر کا ہاتھ سے اشارہ کیا مگر منہ سے نہیں بولے۔مگر حمیدی کی روایت میں ایسے الفاظ نہیں جو زبان سے حمد کے تلفظ سے مانع ہوں اور اس مفہوم کو امام احمد کی یہ روایت اور قوی کر دیتی ہے۔**يا ابابكر لم رفعت يديك وما منعك ان تثبت اشرت اليك؟ قال رفعت يدى لانى حمدت الله على ما رأيت منك:** اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم نے اپنے ہاتھ کیوں اٹھائے اور جب میں نے اشارہ کر دیا تو تمہیں اپنی جگہ رکنے سے کیا چیز مانع تھی۔ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں نے ہاتھ اسلئے اٹھائے کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی اس بات پر تعریف کی جو سلوک آپؐ کی طرف سے دیکھا۔

ورجع القهقرى: پچھلے قدموں چلے۔

وراءه: یہ حال ہونے کی وجہ سے تاکید ہے یہ اس لئے کیا تاکہ قبلہ کی طرف پشت ہو جانے سے ان کی نماز باطل نہ ہو اور یہ اس بات پر محمول ہے کہ ان سے یہ حرکات مبطلہ پے درپے واقع نہیں ہوئیں۔

حتى قام في الصف: یہاں تک کہ مقتدیوں کی صف میں آ گئے اور اکیلے کھڑے نہ ہوئے تاکہ جماعت کی فضیلت کو پالیں۔

فتقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى للناس فلما فرغ اقبل بوجهه على الناس فقال يايها النا س مالكم؟ پھر آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر امامت کرائی پھر فرمایا: لوگو! تمہیں کیا ہو گیا؟

مالكم: یہ مبتداء وخبر ہے۔**اى اى شئ لكم۔**

حين نابكم شئ في الصلوة: جب تمہیں نماز میں کوئی چیز پیش آ جائے' یہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع مراد ہے۔

اخذتم التصفيق انما التصفيق للنساء: اخذتم یہ جملہ حالیہ ہے قد محذوف ہے اور حین اس کا ظرف ہے۔مطلب یہ ہے کہ

تمہیں کیا ہو گیا کہ جب نماز میں تمہیں کوئی چیز پیش آتی ہے تو تصفیق کرتے ہو۔ یہ تو عورتوں کے لئے ہے۔ بخاری کی روایت میں **التصفیح للنساء:** کے الفاظ ہیں حمیدی کی روایت میں **التسبیح للرجال** کے الفاظ ہیں۔ بخاری نے یہ جملہ دوسری روایت میں نقل کیا ہے۔ **قال سهل بن سعد هل تدرون ما التصفیح؟ هو التصفیق۔** حافظ کہتے ہیں یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جو دونوں کو ایک بتلاتے ہیں جیسا ابوعلیٰ خطابی جوہری وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ ابن حزم نے اس سلسلہ میں اختلاف کی نفی کا دعویٰ کیا ہے اور قاضی عیاضؒ کی اکمال والی بات پر گرفت کی ہے کہ حا کے ساتھ یہ لفظ ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مارنے کا نام ہے اور قاف کے ساتھ ایک ہاتھ کے اندرون کو دوسرے کے اندرون پر مارنا (تالی بجانا) اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حا کے ساتھ دو انگلیاں خبردار کرنے کے لئے ہاتھ پر مارنا اور قاف کے ستاھ تمام ہاتھ کو ہاتھ کھیل وکود کے لئے مارنا۔

(فتح الباریٰ)

من نابه شي فی صلاته فلیقل سبحان الله: جس کو نماز میں کوئی معاملہ پیش آ جائے تو وہ سبحان اللہ کہے تاکہ وہ اس کو خبردار کرے کہ وہ نماز میں ہے۔ اس سے صرف یاددلانا یا اعلان کے ساتھ یاددلانا مقصود ہے۔

فانه لا یسمعه احد حین یقول سبحان الله الا التفت: جب نمازی اسکو سنے گا تو وہ فوراً متوجہ ہو گا۔ **التفت:** یہ معروف ہے۔

یا ابابکر ما منعك ان تصلی للناس حین اشرت الیك: اے ابوبکر تم نے میرے اشارہ کرنے کے باوجود کیوں امامت نہیں کرائی۔ جب کہ تم نماز شروع کرا چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشارہ نماز کے تحریمہ سے پہلے تھا جیسا کہ باب **الاشارہ فی الصلاۃ۔** فتح الباری میں مذکور ہے۔

فقال ابوبکر ما کان ینبغی لابن ابی قحافه۔ ان یصلی بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم: یہاں کان زائدہ ہے۔ **ینبغی:** یعنی درست نہیں کے معنی میں ہے۔ ابن ابی قحافہ والد کی وجہ سے کنیت ہے۔ والد کا نام عثمان رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ بندوں کے ان آداب میں سے نہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہیں اختیار کرنا چاہئے۔ آپ کا حکم وہ حتمی اور لازمی تھا۔ جیسا ابن عوف کے حالات باب فضل البکاء میں آئے گا کہ مرض وفات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اور انہوں نے امامت پر دوام اختیار کیا۔ جیسا فتح الباری میں حافظ کہتے ہیں کہ اسی حدیث میں بہت سے فوائد ہیں:

① لوگوں میں اصلاح کرنی چاہئے۔
② قبیلہ میں اجتماعیت چاہئے قطع رحمی کے مادہ کو مٹانا چاہئے۔
③ امام کو رعایا کے بعض افراد کے ہاں اگر اس سلسلہ میں جانا پڑے تو کوئی حرج نہیں۔
④ ایک نماز میں یکے بعد دیگرے دو امام ہو سکتے ہیں۔
⑤ ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔
⑥ رویانی وغیرہ فقہاء نے استدلال کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ کے ہاں بھی سب سے افضل تھے۔ انہی کو صحابہ کرامؓ نے نماز کے لئے چنا۔
⑦ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ابوبکر کے حق میں فرما کر گئے تو یہ زیادہ فضیلت کو ظاہر کرتی ہے جیسا روایت حمیدی میں ہے۔

⑧ نماز میں تسبیح وحمد سے نماز نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ ذکر اللہ ہے بشرطیکہ دوسرے کو اعلام کی غرض سے نہ ہو ورنہ نماز باطل ہو جائے گی۔ (عندالشافعیہ)

⑨ نماز میں التفات عندالحاجۃ درست ہے۔ اشارہ سے نمازی کو مخاطب کرنا کلام سے خطاب کرنے سے اولیٰ ہے اور اشارہ نطق کے قائم مقام ہوگا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کی مخالفت پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عتاب فرمایا۔

⑩ دین میں مرتبہ کے حاصل ہونے پر شکر وحمد بجالانا چاہئے۔

⑪ جس آدمی کو ترک وقبول کا اختیار ملے جب وہ یہ سمجھے کہ یہ لازم نہیں تو اکرام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تواضع وادب کی راہ اپنائے جیسا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صفوف کو عبور کر کے صف اول میں تشریف لانے سے یہ سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد امامت کرانے کا ہے اور امامت پر استمرار کا حکم بطور اکرام اور تنویہ شان کی قسم سے ہے۔ پس اسی کو بطریق ادب ترجیح دی۔ ان کے ہاں یہ بھی احتمال تھا کہ حالت نماز میں اس کے کسی حکم کی تبدیلی کے لئے ممکن ہے وحی نازل ہوئی ہو۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے اس عذر کی تردید کر کے اس کا تعاقب نہیں کیا۔

⑫ سربراہ کو چاہئے کہ زجر سے پہلے مخالفت حکم کی وجہ دریافت کرلے۔

⑬ بڑے کا اکرام یہ ہے کہ اسکو کنیت سے آواز دے۔

⑭ آدمی جو تواضع دل میں رکھتا ہو اس پر نفس میں پورا اعتماد ہونا چاہئے اسی لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطاب کی بجائے غائب کا صیغہ استعمال فرمایا ورنہ تقاضا کلام اس طرح تھا ما کان لی: مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے **ما کان لابن ابی قحافہ:** کہا کیونکہ یہ تواضع پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔

امسکوہ لیضیفوہ: سربراہ جب کسی کے ہاں جائے تو مزید تواضع اور ان کی دلجوئی یہ ہے کہ ان کی دعوت میں شامل ہو۔

(فتح الباری مختصراً)

تخریج: بخاری کتاب الصلاۃ' کتاب الاحکام' مسلم کتاب الصلاۃ' ابوداؤد و نسائی ایضاً فی الصلاۃ (اطراف للمزی) موطا امام مالک ۳۹۲' احمد ۲۲۹۱۵/۲' دارمی ۳۱۷/۱' ابن ماجہ' ابن حبان ۲۲۶' ابن خزیمہ ۸۵۳' بیہقی ۲۴۶/۲۔ عبدالرزاق ۴۰۷۲' طبرانی فی الکبیر ۵۷۷۱' الحمیدی ۹۲۷' ابن الجارود ۲۱۱۔

۳۲: بَابُ فَضْلِ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْفُقَرَآءِ وَالْخَامِلِيْنَ

بَاب: فقراء' گمنام اور کمزور مسلمانوں کی فضیلت

ضعفہ: یہ ضعیف کی جمع ہے۔ یہ مذکر عاقل کی صفت آتی ہے مثلاً کامل و کملۃ' ساحر و سحرۃ: (توضیح لابن ہشام) معلوم ہوتا ہے کہ ضعیف کی یہ جمع نایاب ہے۔ صاحب مصباح کہتے ہیں اس کی جمع ضعفاء' ضعفا بھی ہے جبکہ ضعفۃ بھی آتی ہے۔ اگر اس میں فاعل کا معنی ملحوظ ہو تو اس کی جمع ضِعاف اور ضعفۃ مثلاً کافر' کفرہ ہے۔ (المصباح) فعیل کا وزن فعلہ بھی

آتا ہےاوروہ اس طرح کہ فعیل اور فاعل واحد میں دونوں ہم معنی ہیں۔جیسا علیم و عالم و قدیر و قادر: پس جمع میں بھی شریک ہوں گے مثلاً عالم وعلماءُ شاعر وشعراءُ جمع میں فعلاء فعیل کے باب سے آتی ہے مثلاً حکیم' حکماءُ بصیر و بصراء (شرح ابیات الجمل لابن السید) اب معنی یہ ہے ضعیف مسلمانوں کی فضیلت اور فقراء خاملین کی فضیلت خواہ وہ فقراء نہ ہوں۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾ [الکھف:۲۸]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''آپ اپنے کو روک کر دیکھیں ان لوگوں کے ساتھ جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسی ہی کی رضا جوئی چاہنے والے ہیں اور مت ہٹائیں اپنی نگاہ ان سے''۔(الکھف)

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ :اپنے نفس کو مضبوط اور روک کر رکھو۔

مَعَ الَّذِيْنَ: ان کے جمع ہونے کے اوقات میں یا دن کے اطراف میں۔

اَلنَّحْوُ :الغدوہ: یہ علم ہے اور الف لام تاویل نکرہ سے آیا ہے۔غدوہ ضربۃ کے وزن پر ہے۔پھر واؤ کی حرکت دال کو دے دی اور اقام والی تعلیل ہوئی۔

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ: وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی طاعت چاہنے والے ہیں۔اس کی وضاحت قرطبی سے آئے گی۔ولا تعد عيناك عنهم: تمہاری نگاہ ان سے آگے نہ بڑھنی چاہئے۔عن سے اس کو متعدی کیا یہ بناء کے معنی کو متضمن ہے۔یہ ولا تعد پڑھا گیا ہے جو کہ اعداء وعداہ سے نکلا ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس سے منع کیا گیا کہ وہ فقراء مؤمنین کو حقیر نگاہ سے دیکھیں اور ان کے کپڑوں کی کہنگی سے آنکھیں بند نہ کریں اغنیاء کے لباس کی ٹھاٹھ باٹھ کو جھانکتے ہوئے۔

کواشی کہتے ہیں بڑے بڑے کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ان غلاموں کو ہٹا دیں اور وہ صہیب' عمار وغیرہ فقراء مسلمان تھے۔ان کی بدبو اس طرح ہے جیسے گندہ بغل کی بدبو' تو یہ آیت اتری۔

---

۲۵۴ : وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْعُتُلُّ": اَلْغَلِيْظُ الْجَافِيْ۔ "وَالْجَوَّاظُ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَتَشْدِيْدِ الْوَاوِ وَبِالظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ: وَهُوَ الْجَمُوْعُ الْمَنُوْعُ وَقِيْلَ :الضَّخْمُ الْمُخْتَالُ فِيْ مِشْيَتِهٖ وَقِيْلَ :اَلْقَصِيْرُ الْبَطِيْنُ۔

۲۵۴: حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کیا میں تمہیں جنت والوں کی اطلاع نہ دوں؟ پھر فرمایا ہر کمزور' کمزور قرار دیا جانے والا' اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا فرما دیتے ہیں۔کیا میں تم کو آگ والوں کی خبر نہ دوں؟ ہر

سرکش، درشت مزاج، متکبر۔ (بخاری ومسلم)

العُتُلُّ: تندمزاج، سرکش۔

اَلْجَوّاظُ: جمع کر کے روک کر رکھنے والا۔

بعض نے کہا موٹا اترانے والا اور بعض نے کہا کوتاہ قد بڑے پیٹ والا۔

تشریح ❁ **حارثه بن وهب الخزاعی**: یہ عبداللہ بن عمر کے ماں کی طرف سے بھائی ہیں۔ان کی والدہ کا نام امّ کلثوم بنت جرول بن مالک بن المسیب الخزاعیہ تھا۔ان سے ابواسحاق سبیعی اور معبد بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نے روایت لی ہے۔ ابن جوزی المستخرج الملیح میں لکھتے ہیں ان کی کل چھ روایات ہیں جن میں سے چار صحیحین میں متفق علیہ ہیں۔ برقی کا یہ قول غلط ہے کہ ان کی صرف دو روایات ہیں۔

الا اخبر کم باهل الجنة: الا یہ کلمہ تنبیہ ہے۔ابن نحوی کہتے ہیں اہل جنت کا استیعاب مراد نہیں۔ بڑی تعداد کا تذکرہ مقصود ہے۔راوی نے جواب کا تذکرہ نہیں کیا وہ سیاق سے معلوم ہو رہا ہے۔

النَّحْو: **کل ضعیف مُتَضَعِفٍ**: یہ جملہ بیانیہ ہے اس کا مبتداء محذوف ہے۔ **ضعیف**: نفس تواضع کی وجہ سے کمزور ہو اور دنیا میں اس کا حال کمزور ہو۔

متضعف: اس کو عین کے فتحہ سے دمیاطی سے ذکر کیا۔ ابن جوزی نے کسرہ کی بجائے فتحہ عین کو صحیح قرار دیا۔ معنی یہ ہے کہ لوگ اس کو ضعیف قرار دیتے اور اس پر زبردستی کرتے ہیں۔نووی کہتے ہیں اکثر نے فتحہ سے پڑھا مگر کسرہ بھی درست ہے۔

طیبی کہتے ہیں فتحہ سے اس کا معنی لوگ اس کی تحقیر کرتے اور ضعیف قرار دیتے ہیں اور اس کی کمزوری دیکھ کر اس پر فخر کرتے ہیں۔کسرہ سے اس کا معنی متواضع، گم نام، اپنے نفس کو حقیر قرار دینے والا۔ (طیبی شرح مشکوٰۃ)

بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے کو کمزور قرار دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتا اور عاجزی کرتا ہے۔نووی نے اس پر اکتفاء کیا ہے۔ علقمی نے بھی اسی کو اپنایا ہے اور امام احمدؒ نے اپنی روایت میں **الضعیف المستضعف** ذکر کیا ہے۔

لو یقسم علی اللّٰه لابره: یعنی اس کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کرم کی توقع میں اگر وہ قسم اٹھالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قسم میں سچا کر دیتے ہیں۔اسی سلسلہ کی وہ روایت ہے جس کو انس بن نضر نے بیان کیا ہے۔ جب ان کی بہن ربیع کے ہاتھوں ایک عورت کا دانت ٹوٹ گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم فرمایا تو انس کہنے لگے اللہ کی قسم ربیع کا دانت نہ توڑا جائے گا تو اس عورت کے رشتہ دار چٹی پر راضی ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اِن من عبادِ اللّٰه من لو اَقْسَم عَلَی اللّٰهِ لابر قسمه**۔

اس روایت میں یقسم مضارع کا صیغہ لائے تا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کے استمرار کی طرف اشارہ ہو کہ وہ ہر زمانے اور ہر وقت ان پر رہتی ہے۔ان کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور ان کے مطالب میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔اس کیلئے حدیث قدسی کا یہ جملہ کافی شہادت ہے: **لا یزال عبدی یتقرب اِلیَّ حتی احبَّهُ الحدیث**: بندہ میرا قرب حاصل کر رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ محبت کا معنی یہ ہے کہ میں اسکے امور کا ذمہ دار اور اس کے مطالبات کے لئے کافی ہو جاتا ہوں۔

الا اخبر کم باهل النار: یعنی اہل نار کی علامات وافعال نہ بتلاؤں تا کہ تم اس سے گریز کرو۔ **کل عتل جواظ مستکبر**:

جس کی عادت تکبر والی ہو جیسا مرفوع روایت میں وارد ہے۔ **بطر الحق وغمط الناس**: حق کو رد کرنا اور اس کی اطاعت نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر قرار دینا۔ ایک روایت میں جواظ کے بعد جَعْظَری درشت خو اور درشت رو۔ بعض نے کہا جس کی عزت نہ ہو۔ بعض نے کہا جو ایسی تعریف کا طالب ہو جو اس میں نہ ہو۔ (متفق علیہ)

عقل کا معنی درشت۔ ظالم یہ خطابی نے کہا ہے۔ **الجافی**: مواعظ سے جفاء کرنے والا بعض نے اس کا معنی ہر چیز میں سخت' بعض نے کافر معنی کیا ہے۔ داودی سے اس کا معنی بڑی گردن موٹے جسم' بڑے پیٹ والا۔ ہروی نے الجموع المنوع یعنی چھوٹے قد بڑے پیٹ والا یا بہت کھانے پینے' ظلم کرنے والا' الجواظ کا بھی یہی معنی ہے۔ ابن النحوی کہتے ہیں ابن عباس سے مرفوعاً مروی ہے۔ **ثلاثه لا یدخلون الجنة' الجواظ' العتل والجعظری قیل یا رسول الله وما الجواظ؟ قال الجموع المنوع البخیل فی یدیه۔ الجعظری**: (جو اس کے ہاتھ میں ہو اس میں درشت اور اپنے قریبی رشتہ داروں اور پڑوسیوں اور گھر والوں پر سختی کرنے والا۔ **العتل**: بداخلاق بڑے پیٹ خوب کھانے پینے والا ظالم و جابر۔ خطابی نے الجواظ کا معنی موٹا تکبر سے چلنے والا۔ صاحب نہایہ نے اس کا ترجمہ چھوٹے قد بڑے پیٹ والا کیا ہے کہ اس کے حرص اور بہت کھانے کی وجہ سے اس کا مقصد سوائے پیٹ کے اور کچھ نہ ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: **المؤمن یاکل فی معی واحد والکافر یاکل فی سبعة امعاء**: بخاری مؤمن ایک آنت اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

تخریج: أخرجه البخاری (٣٩١٨) ومسلم (٢٨٥٣) والترمذی (٢٦٥٠) وابن ماجه (٤١١٦)

الفرائد: ① مسلمان فقراء کی فضیلت ذکر فرمائی۔ اہل جنت کی کثیر تعداد یہی لوگ ہیں۔ ② فقراء کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ اہل جہنم کی خصلتوں سے بچائے۔

❁ ❁ ❁

٢٥٥: وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهٗ جَالِسٍ: "مَا رَاْیُكَ فِیْ هٰذَا؟" فَقَالَ: رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا وَاللّٰهِ حَرِیٌّ اَنْ خَطَبَ اَنْ یُّنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ یُّشَفَّعَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَا رَاْیُكَ فِیْ هٰذَا؟" فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِیْنَ هٰذَا حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَّا یُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا یُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا یُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "هٰذَا خَیْرٌ مِّنْ مِّلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

قَوْلُهٗ: "حَرِیٌّ" هُوَ بِفَتْحِ الْحَآءِ وَكَسْرِ الرَّآءِ وَتَشْدِیْدِ الْیَآءِ: اَیْ حَقِیْقٌ – وَقَوْلُهٗ "شَفَعَ" بِفَتْحِ الْفَآءِ۔

٢٥٥: حضرت ابوالعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس بیٹھنے والے سے فرمایا: ''اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟'' اس نے کہا یہ شریف لوگوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! یہ اس قابل ہے کہ اگر یہ کہیں پیغام نکاح دے تو اس کا

نکاح کر دیا جائے اور اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔ بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ پھر ایک اور شخص کا گزر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا: ''اس آدمی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟'' اس نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کم مال والے مسلمانوں میں سے ہے۔ یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ پیغام نکاح دے تو اس کا نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ فقیر بہت بہتر ہے اس جیسے دنیا بھر کے لوگوں سے''۔ (بخاری و مسلم)

حَرِیٌّ: لائق ہے۔

شَفَعَ: وہ سفارش کرے۔

تشریح ❁ سهل: ان کی کنیت ابو یحییٰ اور ابو العباس یہ ابن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج انصاری ہیں' الساعدی کی نسبت ان کے دادا کی طرف ہے۔

مر رجل: اس آدمی کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ **علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال الرجل ما رأیك فی هذا؟**: بخاری میں یہ الفاظ ہیں: **ما تقومون؟** یہ خطاب حاضرین سے ہے وہ ابوذر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ **ما رأیك**: سے مراد دنیوی امور میں عظمت کے لحاظ سے یہ کیسا ہے۔ **فقال رجل من اشراف الناس**: وہ جو ظاہر پر نظر رکھتے ہیں۔ **هذا و اللّٰہ حری ان خطب ان ینکح و ان شفع ان یشفع**: یہ جس کے متعلق دریافت کیا گیا اگر پیغام نکاح دے تو اولیاء اس کا پیغام قبول کر لیں۔ اگر کسی معاملے میں سفارش کرے اس کے حسب ونسب کی وجہ سے دنیا میں اس کی سفارش قبول کی جائے۔

فسکت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم مر رجل: پھر ایک اور آدمی کا گزر ہوا۔ بخاری کی روایت میں ''**من فقراء المسلمین**'' (غریب مسلمانوں میں سے) کا اضافہ ہے اس کتاب کے بعض نسخوں میں بھی موجود ہے۔ اس کا نام جعیل بن سراقہ غفاری تھا جیسا کہ تحفۃ القاری میں شیخ زکریا نے ذکر کیا۔ شاید پہلا آدمی عیینہ بن حصن یا اقرع بن حابس ہو۔

اسد الغابہ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا آپؐ نے اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو سو اونٹ عنایت کئے ہیں اور جعیل کو کچھ نہیں دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ عیینہ اور اقرع جیسے زمین بھر جمع ہو جائیں۔ جعیل ان سب سے افضل ہے۔ **اخرجه ابن منده' ابن عبدالبر و ابو نعیم**۔ (اسد الغابہ)

فقال له: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی شخص کو فرمایا: **ما رأیك فی هذا؟**: اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فقراء مسلمین میں سے ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ اگر کہیں پیغام نکاح دے تو اس کے اولیاء **ان لا ینکح**۔ اس کے فقر کی وجہ سے پیغام مسترد کر دیں۔ **وان شفع**: اگر کسی معاملہ میں سفارش کرے **ان لا یشفع وان قال لا یسمع لقوله**: وہ قبول نہ ہو اور اگر بات کرے تو سنی نہ جائے۔

النحو: **لا یسمع**: کو جزم و رفع دونوں سے پڑھنا درست ہے کیونکہ جواب شرط ہے۔

فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم هذا: یہ جس کو تم نے فقر کی وجہ سے حقیر قرار دیا ہے۔ **خیر من ملء الارض**

مثل هذا: اللہ تعالیٰ کے ہاں' اس جیسے زمین بھر انسانوں سے افضل ہے جن کو تم نے افضل قرار دیا ہے۔ کرمانی کہتے ہیں یہ کیسے درست ہے؟

الجواب: اگر پہلا کافر ہے تو وجہ ظاہر ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگا۔ (کرمانی شرح بخاری)

تخریج: أخرجه البخاري (۵۰۹۱) حمیدی' ابو مسعود' ابن جوزی کی طرح نووی نے اس کو متفق علیہ قرار دیا۔ اسد الغابہ' تحفۃ القاری' کرمانی۔ خلف: اور طرقی نے صرف بخاری کی طرف نسبت کی ہے۔ ابن نحوی نے اسی طرح ذکر کیا۔ حافظ مزی نے بھی کتاب النکاح اور الرقاق میں اس کی نسبت صرف بخاری کی طرف کی ایضاً ابن ماجہ فی الزہد۔

نکتہ ابن حجر: حمیدی کہتے ہیں ابن مسعود نے اس کو متفق علیہ کہا مگر میں نے مسلم میں نہیں پایا۔ طرق اور خلف کا اس کو افراد بخاری میں ذکر کرنا درست ہے۔ (النکت الظراف علی الاطراف)

حقیق: کا معنی لائق' مناسب' قریب۔

❁ ❁ ❁

۲۵۶ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِحْتَجَّتِ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ فِیَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَکَبِّرُوْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّۃُ فِیَّ ضُعَفَآءُ النَّاسِ وَمَسَاکِیْنُھُمْ ' فَقَضَی اللّٰہُ بَیْنَھُمَا اِنَّکِ الْجَنَّۃُ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِکِ مَنْ اَشَآءُ وَاِنَّکِ النَّارُ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِکِ مَنْ اَشَآءُ وَلِکِلَیْکُمَا عَلَیَّ مِلْؤُھَا" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۲۵۶: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جنت اور دوزخ نے آپس میں جھگڑا کیا۔ جہنم نے کہا میرے اندر ظالم اور متکبر لوگ ہوں گے اور جنت نے کہا میرے اندر کمزور اور مساکین ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا فیصلہ فرمایا کہ اے جنت تو میری رحمت ہے تیرے ساتھ میں جس پر چاہوں گا رحمت کروں گا اور تو اے آگ میرا عذاب ہے۔ تیرے ساتھ میں جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور تم دونوں کو بھرنا میرا ذمہ ہے۔ (مسلم)

تشریح ❁ ابو سعید: ان کا نام سعد بن مالک بن سنان انصاری خدری ہے۔

احتجت الجنة و النار: باہم جھگڑا کیا۔ طیبی کہتے ہیں اس سے مقصود ان دونوں کے خصائص بیان کرنا ہے۔ اس میں شکایت کا معنی ملا ہے۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو کہا: انت دار رحمتی الخ: اپنی مشیت کے مطابق دونوں کو لاجواب کر دیا۔

نووی کہتے ہیں یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اللہ تعالیٰ نے ان میں ادراک پیدا کر دیا پس وہ باہمی حجت بازی کرنے لگیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں یہ ادراک ہمیشہ ہوتا ہے۔ طیبی نے اسی طرح کہا اور کہا کہ یہ تمثیل بھی ہو سکتی ہے۔

فقالت النار فی الجبارون والمتكبرون: جبار وہ لوگ جو دوسروں کو اپنے مقاصد اور خواہشات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ضعفاء الناس: متواضع یا جن کو فقر و ناداری کی وجہ سے حقیر سمجھا جاتا تھا۔ دنیاوی عزت ان لوگوں کی ہے جو حب دنیا کے

نشہ میں مست ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے دنیا کی عزت مال سے ہے اور آخرت کی عزت اعمال سے ہے۔ **عز الدنیا بالمال وعز الآخرہ بالاعمال۔**

مساکینهم: ایسے محتاج جو تکالیف پر صبر کرنے والے اور تقدیر سے اکتاہٹ و بیزاری کا اظہار کرنے والے نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی وخوش ہوں۔

فقضی اللّٰہ بینهما: اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارادے کی اطلاع دی جوان کے پیدا کرنے سے پہلے فرمایا تھا۔

انك الجنة رحمتي: لغت میں جنت باغ کو کہتے ہیں جو انگور و کھجور کا ہو یہاں اس سے مراد آگ کے بالمقابل۔ طیبی کہتے ہیں جنت کو رحمت کہا کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اظہار ہوگا جیسا فرمایا: **ارحم بك من اشاء:** ورنہ رحمت تو اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت حادث نہیں اور نہ کوئی اس کا نام حادث ہے وہ اپنے تمام اسماء وصفات کے ساتھ قدیم ہے۔ (طیبی شرح مشکوٰۃ)

یہ معنی اس بناء پر ہے کہ رحمت سے مراد اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان لیا جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی قائم بالذات صفات ازلیہ میں سے ہے۔ البتہ جب اس کی تاویل احسان سے کی جائے تو اس وقت یہ صفات افعال سے ہوگا اور افعال حادث میں ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم نہیں (عند الاشعری) یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

وانك النار عن ابی اعذب بك من اشاء: جن کو عذاب دینے کے لئے ارادۂ الٰہی متعلق ہو چکا۔

ولکلیکما علی ملؤها: جو جنت میں داخل ہوگا وہ اس سے کبھی نہ نکلے گا۔ اسی طرح جو کافر دوزخ میں داخل ہوگا وہ کبھی نہ نکلے گا۔ البتہ ایمان والوں میں گناہ گار مؤمن جب داخل ہونگے تو ان کا نکلنا ضروری ہے اور وعدہ کے مطابق ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**فمن یعمل مثقال ذرة خیرًا یره**﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: **مَنْ مَاتَ وَفِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ اِيْمَانٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ** (رواہ مسلم) جس کے دل میں ذرہ کی مقدار ایمان ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

تخریج: أخرجه مسلم (٢٨٤٧) وأخرجه أحمد (٤/١١٧٤٠) مطولاً۔

❁ ❁ ❁

٢٥٧ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِنَّهٗ لَيَاتِي الرَّجُلُ السَّمِيْنُ الْعَظِيْمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

٢٥٧: حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک قیامت کے دن بڑا موٹا آدمی آئے گا اور اللہ کے ہاں مچھر کے برابر بھی اس کا وزن نہ ہوگا''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ❁ **انه لیاتی الرجل العظیم السمین یوم القیامة:** لیأتی کی لام قسم وتاکید کو ظاہر کرتی ہے۔ عظیم سے مراد دنیا میں بڑے مرتبے والا۔ السمین: موٹا۔ یوم القیامہ یہ ظرف ہے۔

النحو: **ولا یزن عند الله جناح بعوضة:** یہ یأتی کے فاعل سے حال ہے' مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی قدر وقیمت نہ ہوگی۔ مسلم کی روایت میں اس کا تتمہ مذکور ہے۔ ﴿**ان سیئتم فاقروا فلا نقیم لهم یوم القیامة وزنًا**......﴾

فائدہ: نووی کہتے ہیں اس میں موٹاپے کی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بلندی کا معیار صورت نہیں بلکہ انوارِ الٰہیہ اور تجلیاتِ ربانیہ ہیں جو قرب کا باعث ہیں۔

تخریج: أخرجه البخاری (۲۷۲۹) ومسلم (۲۷۸۵)

الفرائد: موٹاپا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں یہ خوش عیشی کا نتیجہ ہے۔

۲۵۸ : وَعَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَآءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَآبًّا فَفَقَدَهَا اَوْ فَقَدَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عَنْهَا اَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا : مَاتَ – قَالَ : اَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِیْ بِهٖ" فَكَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا اَوْ اَمْرَهٗ فَقَالَ : "دُلُّوْنِیْ عَلٰى قَبْرِهٖ" فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ : اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى اَهْلِهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِیْ عَلَيْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهٗ : " تَقُمُّ" هُوَ بِفَتْحِ التَّآءِ وَضَمِّ الْقَافِ: اَیْ تَكْنُسُ : "وَالْقُمَامَةُ" الْكُنَاسَةُ : "وَاٰذَنْتُمُوْنِیْ" بِمَدِّ الْهَمْزَةِ اَیْ اَعْلَمْتُمُوْنِیْ۔

۲۵۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک سیاہ فام عورت یا ایک نوجوان (راوی کو شک ہے) مسجد میں جھاڑو دیتا تھا (ایک روز) آپؐ نے اس کو گم پایا تو اس کے متعلق پوچھا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا وہ فوت ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا: "تم نے اس کے متعلق مجھے اطلاع کیوں نہ دی"۔ گویا لوگوں نے اس کی وفات کے معاملہ کو معمولی خیال کیا۔ ارشاد فرمایا: "تم مجھے اس کی قبر بتلاؤ"۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اس کی قبر بتلائی تو آپؐ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ارشاد فرمایا: "بلاشبہ یہ قبریں اہل قبور کیلئے تاریکی اور اندھیرے سے بھری ہوئی ہیں اور بے شک اللہ ان قبور کو میرے نماز پڑھنے کی وجہ سے ان پر منور فرما دیتے ہیں"۔ (بخاری و مسلم)

تَقُمُّ: جھاڑو دینا۔ الْقُمَامَةُ : کوڑا کرکٹ۔ وَاٰذَنْتُمُوْنِیْ: تم نے مجھے اطلاع دی۔

تشریح ۞ **ان امراۃ سوداء کانت تقم المسجد او شابا:** بخاری باب کنس المسجد میں ہے: ان رجلاً اسود او امراۃ سوداء: یہ شک ثابت کی طرف سے ہے کیونکہ اسی نے اس کو ایک جماعت سے اور انہوں نے ابو رافع سے نقل کی ہے۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں:

① یہ روایت اسی سند سے عمار سے بھی آئے گی اس میں یہ الفاظ ہیں: ولا اراہ الا امراۃ کہ میرے خیال میں وہ عورت ہے۔

② ابن خزیمہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے اس میں امراۃ کا لفظ یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

③ بیہقی نے اس عورت کا نام ام محجن ذکر کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ آپ ﷺ کی بات کا جنہوں نے جواب دیا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

④ ابن مندہ نے قطعیت کے ساتھ امراۃ سوداء کانت تقم المسجد کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

⑤ حماد بن زید کی روایت میں جو انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں اس کا تذکرہ ہے۔ ابن حبان نے بلا اسناد اس کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو سوداء اس کا نام اور ام محجن اس کی کنیت ہے۔ (فتح الباری)

ففقدها رسول الله صلى الله عليه وسلم فسأل عنها او عنه: اس ذات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گم پایا تو سوال کیا۔ او: یہ راوی کو شک ہے۔

النحو: سأل: کا مفعول الناس محذوف ہے۔ انہوں نے بتلایا وہ شخص فوت ہو گیا۔ **قال افلا کنتم آذنتمونی:** کیا تم اعلان سے رک گئے اور مجھے اطلاع نہیں دی۔ به: اس کی موت کے متعلق اطلاع نہیں دی۔

معطوف علیہ ہمزہ کے بعد مقدر ہے۔ **فکانهم صغروا امرها او امرهٗ:** انہوں نے اس کے معاملے کو معمولی خیال کیا کیونکہ وہ گمنام فقراء میں سے تھی جن کی وفات کی پرواہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی کو اس پر نماز جنازہ کے لئے تکلیف دی جائے۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ صحابہ نہیں ہو تو پھر یہ کلمہ بطور معذرت کہا ہے مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے آپ کے آرام کو ترجیح دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں قیام پسند کیا کیونکہ اس طرح کی اموات مشاہیر صحابہؓ سے نہیں جو سبقت فی الاسلام والاعمال رکھتے ہوں۔ جیسا کہ یہ بات علاء کی سند سے ابن خزیمہ نے یہ بات لکھی ہے: "**قالوا مات في الليل فكرهنا ان نوقظك**" اور بریدہ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے (دوسری تاویلات کی بجائے یہ تشریح سب سے بہتر اور مقام صحابہ کے مناسب ہے مترجم)

فقال دلوني على قبره: نسخوں میں مذکر کی ضمیر کے ساتھ بلا شک کے اسی طرح مذکور ہے مگر اس میں یہ احتمال ضرور ہے کہ اکیلا ہونے کی وجہ سے ضمیر مفرد مذکر لائے قطع نظر تذکیر و تانیث کے۔

فدلوه فصلى عليها: صحابہ رضی اللہ عنہم نے قبر بتلائی۔ یہاں تک بخاری و مسلم متفق ہیں۔

فرق مسلم ☆: حماد نے اپنی سند سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ **ثم قال ان هذه القبور مملوءة ظلمة على اهلها** کیونکہ لوگ قبور کو منور کرنے والے اعمال نہیں کرتے یا مقبول راجح شفاعات نہیں پاتے۔

وان الله ينورها لهم: اللہ تعالیٰ ان میں روشنی داخل کرتا ہے۔ **بصلاتي:** میری نماز جنازہ کی وجہ سے۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں بخاری نے یہ اضافہ نقل نہیں کیا کیونکہ یہ ثابت کا مدرج ہے۔ یہ روایت مراسیل ثابت سے ہے۔ اصحاب حماد بن زید نے اس کا مدرج ہونا واضح کیا ہے۔ (فتح الباری)

بیہقی کہتے ہیں غالب گمان یہ ہے یہ اضافہ مراسیل ثابت سے ہے۔ جیسا کہ احمد عبدہ یا ثابت کی انس سے روایت ہے۔ جیسا کہ ابن مندہ نے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد طیالسی نے حماد بن زید اور الجزار دونوں نے ثابت سے یہ اضافہ نقل کیا ہے۔ اس سے نووی کے قول کا مطلب معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ: ① مساجد کی صفائی اعلیٰ اعمال میں سے ہے۔ ② خادم و دوست جب غائب ہو تو پوچھنا چاہئے۔ ③ دعا خیر سے اچھائی کا بدلہ دینا چاہئے اور اہل خیر کو جنائز میں حاضری دینی چاہئے۔ ④ جس پر نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو۔ میت قبر میں ہو تو جنازہ پڑھنا مستحب ہے۔

تکنس: حافظ کہتے ہیں وہ مسجد سے پھٹے ٹکڑے اور لکڑیوں کے ریزے اٹھاتی تھی۔ بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ مسجد میں سے تنکے اٹھانے کی دلدادہ تھیں۔

الغذاء: اسم مقصور ہے۔ اس کی جمع قذاۃ: اور جمع الجمع اقذیه: ہے۔

اہل لغت کہتے ہیں القذاء آنکھ یا پانی میں گرنے والا تنکہ پھر ہر چیز میں پڑنے والا معمولی تنکہ پر یہ لفظ بولا جانے لگا۔

الکناسه: یہ زبالہ اور تحالہ کی طرح اس چیز کے لئے آتے ہیں جس کی پروانہ کی جائے۔

تخریج: بخاری، مسلم، احمد ۸۶۴۲/۳، ابوداؤد، ابن ماجه، ابن حبان ۳۰۸۶، طیالسی ۲۴۴۶، بیهقی ۴۷/۴۔

الفرائد: اہل خیر کے جنائز میں حاضری دینی چاہئے۔ مسجد کی صفائی بڑا افضل عمل ہے۔ دوست واحباب کے احوال کے متعلق پوچھ گچھ کرتے رہنا چاہئے۔

۲۵۹ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ـ

۲۵۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بہت سے پراگندہ، غبار آلود، دروازوں سے دھکیل دیئے جانے والے اگر وہ اللہ کی قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دیتے ہیں"۔ (مسلم)

اللغات: رُبَّ: صاحب مغنی کہتے ہیں یہ ہمیشہ تقلیل کے لئے نہیں آتا اگرچہ ابن درستویہ کا اس میں اختلاف ہے مگر اکثر کثرت کے لئے آتا ہے یا قلیل کے لئے کم مستعمل ہے۔ پہلی قسم میں سے یہ آیت ہے: ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ حدیث میں ہے: یا رب کاسية فی الدنیا عارية یوم القیامة: بہت سی عورتیں دنیا میں کپڑے پہننے والی ہیں مگر آخرت میں ننگی ہوں گی۔

اشعث: المصباح میں علقمی کہتے ہیں اشعث اشعر یہ تعب کے باب سے ہے۔ بالوں کو کنگھی نہ کرنے اور تیل نہ لگانے کی وجہ سے پراگندہ ہونا۔

اغبر: غبار اڑانا۔ مدفوع بالابوا: کپڑوں کے پرانے ہونے اور فقر کی وجہ سے ان کی قدر نہیں اس لئے لوگ حقارت سے ان کو دروازوں سے ہٹا دیتے ہیں۔

لو اقسم علی اللّٰہ لابرہ: اللہ کے کرم کی طمع سے کسی مقصد کے حصول کے لئے اگر وہ قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کے سوال کو پورا کر کے انکا اکرام فرماتے ہیں اور ان کو قسم میں حانث نہیں ہونے دیتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ اگرچہ لوگ انکو حقیر خیال کرتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے اگر وہ دعا کریں تو اللہ تعالیٰ انکی دعا قبول فرماتے ہیں۔

تخریج: أخرجه مسلم (۲۶۲۲)

الفرائد: ① بارگاہ الٰہی میں اہل ایمان خصوصاً ضعفاء کا بڑا مرتبہ ہے خواہ لوگوں کی نگاہ میں ان کی قدر نہ ہو۔ ② ضعفاء کی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

۲۶۰ :وَعَنْ اُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَآءُ"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَالْجَدُّ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ :اَلْحَظُّ وَالْغِنٰى وَقَوْلُهُ "مَحْبُوْسُوْنَ" اَيْ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُمْ بَعْدُ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ۔

۲۶۰:حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"میں جنت کے دروازے پر (معراج کی رات) کھڑا ہوا تو دیکھا اس میں عام طور پر داخل ہونے والے مساکین ہیں اور مالدار لوگ روکے ہوئے ہیں۔البتہ آگ والوں کو آگ کی طرف جانے کا حکم دے دیا گیا اور میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس میں عام طور پر داخل ہونے والی عورتیں ہیں"۔(بخاری و مسلم)

اَلْجَدُّ:نصیب مال۔

مَحْبُوْسُوْنَ:روک دیا گیا یعنی ان کو ابھی جنت میں داخلہ کی اجازت نہیں ملی۔

تشریح ❁ اسامہ:یہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور محبوب کے بیٹے ہیں۔ (مزی فی الاطراف)

قمت علی باب الجنة فکان عامه: عام سے مراد زیادہ تعداد ان لوگوں کی جو اس میں داخل ہوں۔

المساکین و اصحاب الجد: دنیا میں غریب اس کی تکالیف پر صابر اور خوشحالی پر شاکر رہنے والے ہیں اور اصحاب الجد مال والے محبوسون۔ابن نحوی کہتے ہیں یہ حبس سے ہے۔ابوذر کے ہاں اسی طرح ہے۔ابن التین کہتے ہیں شیخ ابوالحسن کے ہاں اسی طرح ہے۔یہ احترس کا اسم مفعول ہے۔اس کا معنی حفاظت میں روک لئے جائیں گے'فرار کی راہ نہ ہوگی۔

داودی کہتے ہیں مجھے امید ہے کہ یہ محبوس اہل تفاخر ہوں گے۔اس امت کے افاضل جن کی سبقت اسلام کو اللہ تعالیٰ نے سراہا ہے وہ مراد نہیں اور اس لئے بھی کہ ابن بطال نے مہلب سے نقل کیا روایت یہ ہے۔**ان اقرب ما یدخل به الجنة التواضع لله عزوجل وان ابعد الاسباب من الجنة التکبر بالمال وغیرہ:** کہنے لگے مال والوں کو اسلئے روکا جائے گا کہ انہوں نے اموال میں فقراء کے حقوق واجبہ ادا نہ کئے ہونگے' پس ان کو حساب کیلئے روک لیا جائے گا۔رہے حقوق کی ادائیگی والے انکو جنت سے روکا نہ جائیگا مگر ان کی تعداد تھوڑی ہے کیونکہ مالداروں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ضائع کرتی ہے کیونکہ یہ مال مشقت وفتنہ ہے۔اس روایت کے اس حصہ کو غور سے دیکھو:**و کان عامة من دخلها المساکین**۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کے حقوق کو ادا کرنے والے اور فتنہ مال سے بچنے والے بہت تھوڑی تعداد میں ہیں۔

بعض نے کہا ان کو اسلئے روکا جائے گا تا کہ فقراء ان سے پانچ سو سال پہلے چلے جائیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

النحو: بعض نسخوں میں اصحاب کو منصوب پڑھا گیا۔فعل مقدر ہے **ای رایتھم**:اور محبوسون واؤ کے ساتھ ہے۔اس کا مبتداء مقدر اور جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔گویا سائل کے سوال کا جواب ہے کہ مال والوں کا کیا حال ہوگا تو جواب دیا وہ محبوس

ہوں گے۔

غیر: یہ منصوب ہے۔ایک روایت میں الا ان اصحاب النار: یعنی آگ کے حقدار خواہ کفر کی وجہ سے یا معاصی کی وجہ جو کہ مالدار ہوں گے۔

قد امر بھم الی النار: یہ جملہ اذا مضائیہ کا مضاف الیہ ہے۔

وقفت علی باب النار: میرے سامنے اہل نار کو ظاہر کیا گیا۔

فاذا عامة من دخلھا: من دخلھا مبتداء اور اس کی خبر النساء ہے۔ یہ معاملے کی ابتداء کے لحاظ سے ہے۔ اس روایت کے خلاف نہیں یمشی الرجل من اھل الجنة ای یاوی علی ثنتین وبسعین زوجة' ثنتان من بنی آدم وسبعون من الحور العین: یہ آخر الامر کے لحاظ سے ہے کہ عورتیں ابتداء کے لحاظ اہل نار میں کثرت سے ہوں گی اور انتہاء کے لحاظ سے اہل جنت میں اکثر ہوں گی۔

اس روایت سے فقر کے غناء سے افضل ہونے پر استدلال کیا گیا ہے مگر اس روایت میں تو صرف اتنی بات ہے کہ فقراء جنت میں اغنیاء سے زیادہ ہوں گے۔ اس میں یہ تو نہیں کہ فقر نے ان کو جنت میں داخل کیا ہے بلکہ وہ اپنی صلاحیت سے داخل ہوئے۔ جب فقیر صالح نہ ہو تو اس کو کوئی فضیلت نہیں ہے۔

علقمی کہتے ہیں روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں توسع ترک کر دینی چاہئے اور مالداروں کو دین کا اہتمام کرنا چاہئے تا کہ وہ آگ میں نہ جائیں۔

الجَدُّ: نصیب' مالداری' دادا' نانا' عظمت' جیسا: تعالی جد ربنا الایه: کاٹنا' نصیب ور' رزق' نہر کا کنارہ (قاموس)

الجد: محنت۔

محبوسون یعنی حساب کے لئے روکا جائے گا تا کہ نیک فقراء ان سے بڑھ جائیں۔

تخریج: أخرجه أحمد (٨/٢١٨٤١) والبخاری (٥١٩٦) ومسلم (٢٧٣٦) والنسائی (٣٨٣) وابن حبان (٧٤٥٦) والطبرانی (٤٢١) والبیهقی ١٩٣)

الفرائد: ① اغنیاء کو اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ برتنی چاہئے' تعیشات دنیا سے گریز بہتر ہے۔ ② عورتیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں اکثر کوتاہ ہیں۔

٢٦١ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَمْ یَتَکَلَّمْ فِی الْمَهْدِ اِلَّا ثَلَاثَةٌ :عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ' وَصَاحِبُ جُرَیْجٍ رَجُلًا عَابِدًا فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَکَانَ فِیْهَا فَاَتَتْهُ اُمُّهُ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَقَالَتْ :یَا جُرَیْجُ فَقَالَ :یَا رَبِّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ فَاَقْبَلَ عَلٰی صَلَاتِهٖ' فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَقَالَتْ :یَا جُرَیْجُ فَقَالَ :اَیْ رَبِّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ فَاَقْبَلَ عَلٰی صَلَاتِهٖ' فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَقَالَتْ :یَا جُرَیْجُ فَقَالَ :

اَىْ رِبّ اُمِّىْ وَصَلَاتِىْ فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ فَقَالَتْ :اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى يَنْظُرَ اِلٰى وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ فَتَذَاكَرَ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ جُرَيْجًا وَّعِبَادَتَهٗ وَكَانَتِ امْرَاَةٌ بَغِىٌّ يُّتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا فَقَالَتْ : اِنْ شِئْتُمْ لَاَفْتِنَنَّهٗ فَتَعَرَّضَتْ لَهٗ فَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهَا فَاَتَتْ رَاعِيًا كَانَ يَاْوِىْ اِلٰى صَوْمَعَتِهٖ فَاَمْكَنَتْهُ مِنْ نَّفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَحَمَلَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ :هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ فَاَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوْهُ وَهَدَمُوْا صَوْمَعَتَهٗ وَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَهٗ۔ فَقَالَ مَا شَانُكُمْ؟ قَالُوْا زَنَيْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ – قَالَ اَيْنَ الصَّبِىُّ؟ فَجَآءُوْا بِهٖ فَقَالَ : دَعُوْنِىْ حَتّٰى اُصَلِّىَ فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ اَتَى الصَّبِىَّ فَطَعَنَ فِىْ بَطْنِهٖ وَقَالَ :يَا غُلَامُ مَنْ اَبُوْكَ؟ قَالَ :فُلَانٌ الرَّاعِىْ فَاَقْبَلُوْا عَلٰى جُرَيْجٍ يُقَبِّلُوْنَهٗ وَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ وَقَالُوْا : نَبْنِىْ لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ : لَا اَعِيْدُوْهَا مِنْ طِيْنٍ كَمَا كَانَتْ فَفَعَلُوْا وَبَيْنَا صَبِىٌّ يَرْضَعُ مِنْ اُمِّهٖ فَمَرَّ رَجُلٌ رَّاكِبٌ عَلٰى دَآبَّةٍ فَارِهَةٍ وَّشَارَةٍ حَسَنَةٍ فَقَالَتْ اُمُّهٗ :اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِىْ مِثْلَ هٰذَا فَتَرَكَ الثَّدْىَ وَاَقْبَلَ اِلَيْهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ :اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِىْ مِثْلَهٗ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى ثَدْيِهٖ فَجَعَلَ يَرْضَعُ فَكَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَحْكِى ارْتِضَاعَهٗ بِاِصْبَعِهِ السَّبَابَةِ فِىْ فِيْهِ فَجَعَلَ يَمُصُّهَا ثُمَّ قَالَ : وَمَرُّوْا بِجَارِيَةٍ وَّهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ زَنَيْتِ سَرَقْتِ وَهِىَ تَقُوْلُ حَسْبِىَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَقَالَتْ اُمُّهٗ : اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِىْ مِثْلَهَا فَتَرَكَ الرِّضَاعَ وَنَظَرَ اِلَيْهَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِثْلَهَا فَهُنَا لِكَ تَرَاجَعَا الْحَدِيْثَ فَقَالَتْ مَرَّ رَجُلٌ حَسَنَ الْهَيْئَةِ فَقُلْتُ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِىْ مِثْلَهٗ فَقُلْتَ : اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِىْ مِثْلَهٗ وَمَرُّوْا بِهٰذِهِ الْاَمَةِ وَهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ زَنَيْتِ سَرَقْتِ فَقُلْتُ :اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِىْ مِثْلَهَا فَقُلْتَ :اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِثْلَهَا قَالَ :اِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ جَبَّارٌ فَقُلْتُ :اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِىْ مِثْلَهٗ وَاِنَّ هٰذِهٖ يَقُوْلُوْنَ زَنَيْتِ وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتُ :اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِثْلَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَالْمُوْمِسَاتُ" بِضَمِّ الْمِيْمِ الْاُوْلٰى وَاِسْكَانِ الْوَاوِ وَكَسْرِ الْمِيْمِ الثَّانِيَةِ وَبِالسِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَهُنَّ الزَّوَانِىْ وَالْمُوْمِسَةُ الزَّانِيَةُ – وَقَوْلُهٗ دَآبَّةٌ فَارِهَةٌ بِالْفَآءِ – اَىْ حَاذِقَةٌ نَفِيْسَةٌ "وَالشَّارَةُ" بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَتَخْفِيْفِ الرَّآءِ وَهِىَ الْجَمَالُ الظَّاهِرُ فِى الْهَيْئَةِ وَالْمَلْبَسِ – وَمَعْنٰى تَرَاجَعَا الْحَدِيْثَ" اَىْ حَدَّثَتِ الصَّبِىَّ وَحَدَّثَهَا ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۲۶۱: حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین بچوں نے (بنی اسرائیل میں سے) گھوارے میں کلام کیا: (۱) عیسیٰ بن مریم، صاحب جریج، جریج ایک عبادت گزار آدمی تھا۔ اس نے ایک عبادت خانہ بنایا۔ وہ اس میں عبادت کر رہا تھا کہ اس کی والدہ آئی اور کہا اے جریج! اس نے (دل) میں کہا اے میرے رب میری نماز اور میری

والدہ (مجھے بلاتی ہے) پس وہ نماز کی طرف متوجہ رہا اور والدہ لوٹ گئی۔ اگلے روز وہ آئی جبکہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور اس نے آواز دی اے جریج! اس نے کہا اے میرے رب میری ماں اور میری نماز۔ پس وہ نماز کی طرف متوجہ رہا۔ پس جب اگلا دن آیا تو وہ پھر آئی جبکہ یہ نماز پڑھ رہا تھا اور اس نے آواز دی اے جریج! اس نے کہا اے میرے رب میری ماں اور میری نماز۔ پس وہ نماز کی طرف متوجہ رہا۔ پس ماں نے کہا: اے اللہ اس کو موت نہ دینا جب تک یہ فاحشہ عورتوں کے چہروں کو نہ دیکھے۔ بنی اسرائیل میں جریج اور اس کی عبادت کا تذکرہ ہوا ایک فاحشہ عورت تھی کہ حسن میں جس کی مثال دی جاتی تھی اس نے کہا اگر تم پسند کرو تو میں اس کو فتنہ میں ڈالتی ہوں۔ وہ عورت جریج پر اپنے آپ کو پیش کرنے لگی مگر جریج نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ چنانچہ وہ عورت ایک چرواہے کے پاس آئی جو اسکے عبادت خانہ میں آتا جاتا تھا اور اس کو اپنے اوپر قدرت دی۔ اُس نے اِس سے زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی۔ جب اس نے بچہ جنا تو وہ کہنے لگی یہ جریج کا ہے۔ لوگ جریج کے پاس آئے اور اس کو عبادت خانہ سے اتار کر گرا دیا اور مارنے لگے۔ جریج نے کہا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا تو نے زنا کیا ہے اس فاحشہ عورت سے اور اس سے تیرا بچہ پیدا ہوا۔ جریج نے کہا بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس بچے کو لائے۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ و تا کہ میں نماز پڑھوں۔ پھر اس نے نماز پڑھی جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو بچے کے پاس آیا اور اس کے پیٹ میں انگلی سے چوکہ لگایا اور پوچھا اے لڑکے تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا فلاں چرواہا۔ پھر تمام لوگ جریج کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو بوسہ دینے اور چھونے تھے اور کہنے لگے ہم تیرا عبادت خانہ سونے سے بناتے ہیں۔ اس نے کہا جس طرح پہلے مٹی سے تھا اسی طرح بنا دو۔ انہوں نے اسی طرح بنا کر دیا اور اسی دوران ایک بچہ ماں کا دودھ پی رہا تھا کہ ایک آدمی ایک عمدہ' شاندار' خوبصورت گھوڑے پر سوار گزرا۔ ماں نے کہا: اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے۔ لڑکے نے پستان چھوڑ دیا اور اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ پھر وہ پستان کی طرف متوجہ ہو کر دودھ پینے لگا۔ راوی کہتے ہیں کہ گویا یہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ رسول اللہؐ اس بچے کے دودھ پینے کو اپنی انگشت شہادت منہ میں ڈال کر بیان فرما رہے تھے اور انگلی کو چوس رہے تھے۔ پھر راوی کہتے ہیں کہ ان کے پاس سے لوگ ایک لونڈی کو لے کر گزرے جس کو وہ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے تو نے زنا اور چوری کی ہے اور وہ کہتی جا رہی تھی: مجھے اللہ کافی ہے اور وہ خوب کارساز ہے۔ اس بچے کی ماں نے کہا: اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا۔ بچے نے دودھ چھوڑ دیا اور لونڈی کی طرف دیکھ کر کہا: اے اللہ مجھے اس جیسا بنا۔ پس اس وقت ماں بیٹا اس بات میں تکرار کرنے لگے۔ ماں نے کہا اچھی حالت والا آدمی گزرا تو میں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے مگر تو نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا اور لوگ اس لونڈی کو مارتے ہوئے لے کر گزرے اور کہہ رہے تھے تو نے زنا اور چوری کی ہے۔ میں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنا تو تو نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنا دے۔ لڑکے نے جواب دیا وہ ظالم آدمی تھا۔ اس لئے میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنا اور لوگ اس لونڈی کو کہہ رہے تھے تو نے زنا کیا اور چوری کی حالانکہ اس نے نہ زنا کیا اور نہ چوری۔ اس لئے میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنا دے۔ (بخاری و مسلم)

اَلْمُوْمِسَاتُ: طوائفیں اس کا واحد اَلْمُوْمِسَۃُ: زانیہ۔

دَآبَّةٌ فَارِهَةٌ : چالاک' عمدہ (گھوڑا)

الشَّارَةُ : لباس وہیئت میں ظاہری خوبصورتی۔

تَرَاجَعَا الْحَدِیْثَ : ماں بیٹے نے باہم گفتگو کی۔

تشریح ۞ **لم یتکلم فی المهد الا ثلاثه**: زرکشی کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں سے تین مراد ہیں ورنہ تو ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد نے گود میں کلام کیا ہے۔ مسلم میں اصحاب اخدود کا واقعہ ہے کہ ایک عورت کو لایا گیا تا کہ اسے آگ میں ڈالا جائے ورنہ کفر کرے اس کے ساتھ دودھ پیتا بچہ تھا۔ ماں پیچھے ہٹی تو بچہ کہنے لگا اے اماں! صبر کر و تم حق پر ہو' باب صبر میں یہ روایت گزری ہے۔

امام احمد' حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت نقل کی جس میں چار کا گود میں کلام کرنا مذکور ہے ان میں شاہد یوسف علیہ السلام اور فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرنے والی کا بیٹا کہ جب اس کو فرعون نے آگ میں ڈالا تو بچے نے کہا اے اماں صبر کر۔

ثعلبی نے ضحاک سے نقل کیا کہ یحییٰ علیہ السلام نے گود میں کلام کی۔ تفسیر بغوی میں لکھا کہ واقدی نے سیر میں لکھا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ولادت کے بعد کلام کیا' دلائل بیہقی نے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مبارک نے یمامہ نے کلام کیا۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں شاہد یوسف علیہ السلام کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ بچہ تھا اس روایت کو ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ حسن اور ابن جبیر نے یہی کہا۔ مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ وہ ڈاڑھی والا تھا۔ قتادہ اور حسن نے بھی یہی روایت کی ہے کہ وہ عقلمند تھا۔ (فتح الباری)

سیوطیؒ کہتے ہیں کہ مہد میں کلام کرنے والے گیارہ بچے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

① محمد صلی اللہ علیہ وسلم ② خلیل علیہ السلام ③ یحییٰ علیہ السلام ④ عیسیٰ علیہ السلام ⑤ مریم سلام اللہ ⑥ شاہد یوسف علیہ السلام ⑦ جریج کی برأت والا ⑧ آگ کے پاس ماں کو کہنے والا کہ اسے نقصان نہ دے گی ⑨ فرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنے والی کا بچہ ⑩ وہ بچہ جس کے پاس سے تہمت زدہ لونڈی گزری تو اس نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا کر دے۔ ⑪ یمامہ کا رہنے والا مبارک۔ (توضیح للسیوطی)

عیسٰی علیه السلام انی عبدالله: یہ عبرانی نام ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا کلام قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: **انی عبدالله الایه**۔

وصاحب جریج کان جریج رجلاً عابدًا: جریج ابتداء میں تاجر تھا۔ کبھی اس کو نقصان ہوتا کبھی نفع۔ اس نے کہا اس تجارت میں خیر نہیں میں تو ایسی تجارت کروں گا جس میں نقصان نہ ہو۔ اس نے گنبد بنا کر اس میں رہبانیت اختیار کر لی۔ امام احمد کی روایت میں اسی طرح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تھا اور ان کے پیروکاروں میں سے تھا کیونکہ عیسائیوں نے رہبانیت ایجاد کی تھی اور اپنے آپ ﷺ کو گرجا گھروں میں روک لیا تھا۔

صومعه: یہ فوعلة کا وزن ہے۔ صمعت سے ماخوذ جس کا معنی دقیق ہونا ہے۔ یہ محدب عمارت ہوتی ہے اور اوپر سے دقیق ہوتی ہے۔ **فکان فیها**: اس نے مخلوق سے عزلت اختیار کر کے اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے عزلت اختیار کر لی۔

فاتته امه:اس عورت کا نام کہیں معلوم نہیں ہوسکا۔ (فتح الباری)

النحو :وھو یصلی: یہ ضمیر مفعول سے جملہ حالیہ ہے۔ فقالت یا جریج:امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں:

اشرف علی انا امك: میری طرف جھانکو میں تمہاری ماں ہوں۔ عمران بن حصین کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: کانت امه تاتیه فتنادیه فیشرف علیها فتکلمه' فاتتهٔ یومًا وھو فی صلاته:اس کی والدہ آ کر آواز دیتی تو وہ جھانکتا اور اس سے باتیں کرتا ایک دن وہ آئی جبکہ وہ نماز میں مصروف تھا۔ فقال ایحارب امنی وصلاتی فاقبل علی صلاته:ای نداء و قریب کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ شاہ رگ سے بھی اپنے قدرت وعلم کے اعتبار سے قریب تر ہے۔ ایک نسخہ میں یا ہے معنی بہر صورت ایک ہے۔ امی وصلاتی کا مطلب یہ ہے کہ ماں کا جواب اور اتمام نماز جمع ہو گئے اب تو مجھے افضل کی توفیق دے۔

اسماعیلی کی روایت میں او نحر صلاتی علی امی ذکرہ ثلاثا: کے الفاظ ہیں۔

فانضرفت:اس دن وہ لوٹ گئی۔ مسلما کان من الغد اتته امّه وھو یصلی فقالت یا جریج فقال ایحارب امی و صلاتی فاقبل علی صلاته:اگلے روز جریج نماز میں تھا کہ والدہ آ گئی اور آواز دی مگر دوسرے روز بھی نماز کی وجہ سے وہ جواب نہ دے سکا۔

فلما کان من الغد:اس سے تیسرا دن مراد ہے۔ رب امی وصلاتی: حافظ کہتے ہیں اس نے یہ دل میں کہا یا جو اس کے حکم میں ہے کہ زبان ہلے اور کان نہ سنیں۔ ⑫ ممکن ہے کہ زبان نے کہا ہو ان کے ہاں کلام مباح ہو۔ جیسا شروع زمانہ اسلام میں تھا۔ یزید بن حوشب کی روایت ہے کہ اگر جریج عالم ہوتا تو جان لیتا کہ ماں کی بات کا جواب دینا (نفلی) نماز سے اولیٰ ہے (فتح الباری) فقالت اللھم لا تمته حتٰی ینظر الی وجه المومسات۔ اعرج اور ابوسلمہ کی روایت میں ہے:حتی ینظر فی وجوه المیامیس:عمران بن حصین کی روایت میں ہے:فغضبت وقالت اللھم لا یموتن جریج حتی ینظر فی وجوه المومسات۔

فتذاکر بنو اسرائیل جریج و عبادته:بنی اسرائیل میں جریج کی عبادت مشہور ہوگئی۔

وکانت امرأه بغی: بغی زانیہ کو کہتے ہیں یہ فعول فاعل کے وزن پر صبی والی تعلیل ہے اس کے ساتھ تا کی ضرورت نہیں جیسا امراۃ صبور' شکور کہتے ہیں۔ ⑫ فعیل بمعنی فاعل ہے۔ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے تا آخر میں طالق' حائض کی طرح نہیں آتی۔ (فتح الباری)

یتمثل بحسنها: اس کے حسن کو بطور مثال ذکر کیا جاتا تھا۔ فقالت ان شئتم لا فتننه:احمد کی روایت میں یہ اضافہ ہے۔ فقالوا قد شئنا: حافظؒ کہتے ہیں اس عورت کا نام معلوم نہیں مگر حدیث عمران میں اس کو بستی کے حاکم کی بیٹی بتایا گیا ہے۔ مگر اعرج کی روایت ہے کہ وہ اس کے گرجا میں بکریاں چرانے کے دوران پناہ لیتی۔ احمد نے ابورافع کی روایت بھی اسی طرح نقل کی ہے۔ ابوسلمہ کی روایت میں ہے: کان عند صومعته راعِی ضأن او راعیة معز: ان روایات کو جمع ممکن ہے کہ وہ اپنے والد کے گھر سے اوپرے لباس میں نکلتی ہو۔ اس کا کام فساد چھپانا ہوتا تھا تبھی اس نے ذمہ داری قبول کی کہ وہ اس کو فتنہ میں مبتلا کر یگی۔ اس نے داعیہ کی صورت میں جریج کو فتنہ میں مبتلا کرنے کے لئے حیلہ کیا تا کہ اس کے گرجا کی دیوار کا سایہ لے سکے۔

فتعرضت له فلم یلتفت الیها: کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حسین صورتوں پر نگاہ سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ جب وہ لوگوں سے وعدہ

کے باوجود اس کو فتنہ میں مبتلا کرنے سے عاجز رہی ہوتو الی صومعتہ۔ جریج کے گرجا میں پناہ لینے والے چرواہے کے ہاں گئی۔فامکنتہ من نفسھا:اسے زنا کیا تا کہ حمل کو جریج کی طرف منسوب کر سکے تا کہ لوگوں سے وعدہ والی بات درست ہو جائے۔جو بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتو وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔فلما ولدت: جب مدت حمل پوری ہوگئی تو اس نے لڑکا جنا اور کہنے لگے یہ جریج سے ہے۔احمد کی روایت میں اضافہ ہے:فاخذت وکان من زنی منھم قتل فقیل لھا ممن ھذا فقالت ھو من صاحب الصومعة:اعرج کی روایت میں ہے:من صاحبك؟ قالت جریج امراھب نزل الی فاصابنی:ابوسلمہ کی روایت میں ہے:فذھبوا الی الملك فاخبروہ فقال ادرکوہ فاتونی بہ:تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ زانی قتل ہو چکا تھا۔اس عورت کا حمل ظاہر ہوا تو اس نے جریج کا نام لگایا' حاکم کے ہاں شکایت ہوئی اس نے گرفتاری کا حکم دیا۔

فأتوہ فاستنزلوہ وھدموا صومعتہ:ابی رافع کی روایت میں فاقبلوا بفنوسھم ومساحیھم الی الدیر ففادوہ فلم لیکلمھم فاقبلوا یھدمون دیرہ:عمران بن حصین کی روایت میں:فما شعر حتی سمع الفئوس فی اصل صومعتہ فجعل یسألھم ویلکم مالکم؟ فلم یجیبوہ فلما رأی ذلك اخذ الحبل فتدلی:لوگوں نے کسیوں سے اس کے گرجے کو گرانا شروع کیا۔یہ مجبور ہو کر نیچے لٹک آیا جونہی ان کے ہاتھ آیا وہ وجعلوا یضربونہ:مارنے لگے۔ابورافع کی روایت میں ہے:فقالوا ای جریج انزل فاتی یقبل علی صلاتہ فاخذوا فی ھدم صومعتہ فلما رای ذلك نزل فجعلوا فی عنقہ وعتفھا حبلاً فجعلوا یطوفون بھما فی الناس۔ابوسلمہ کی روایت میں ہے فقال لہ الملك' ویحك یا جریج! کنا نراك خیر الناس فاحبلت ھذہ' اذھبوا بہ فاصلبوہ:روایت عمران میں ہے:فجعلوا یضربونہ' ویقولون مراء تخادع الناس بعملك" اعرج کی روایت میں ہے:"فلما مرّ نحو بیت الزوانی ضحك' فقالوا لم تضحك؟ حتی من الزوانی":حاصل روایات یہ ہے وہاں سے اتار کر بازاروں میں ذلیل کیا' مار پیٹ کی پھر بادشاہ کے پاس لے گئے اس نے ملامت کی اور سولی کا حکم دیا۔جب گزرتے ہوزانی عورتوں کے مکان کے پاس سے گزرے تو یہ ہنس پڑا۔لوگوں نے کہا تو کیا ہنستا ہے تو تو خود زانی ہے۔

فقال ما شأنکم فقالوا زینت بھذاہ البغی فولدت منك:اس نے کہا تمہیں کیا ہے؟انہوں نے کہا تو نے زنا کیا اور اس کے ہاں بچہ تجھ سے پیدا ہوا تو اس نے کہا۔

این الصبی فجاء وا بہ:انہوں نے لڑکے کو حاضر کیا۔

فقال دعونی:اس نے کہا مجھے گالی گلوچ اور ضرب سے چھوڑ دو۔حتی اُصلی:تا کہ میں نماز پڑھ لوں۔مصائب میں نماز کی طرف پناہ لینی چاہئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو آپ ﷺ نماز کی طرف جلدی کرتے (جلالین فی البقرہ) ابن حجرؒ نے تخریج احادیث کشاف میں لکھا ہے۔طبرانی نے اس کو اپنی تفسیر میں تفسیر حذیفہ سے اس طرح نقل کیا ہے۔اخرجہ احمد' ابوداؤد عن حذیفہ بلفظ کان اذا حزبہ امر صلی' بیہقی نے اس کو قصہ خندق میں مطولاً نقل کیا ہے۔(تخریج احادیث کشاف ابن حجر)

فصلی:اس روایت مطلق نماز کا تذکرہ ہے۔حدیث عمران میں دو رکعت اور وہب بن جریر کے ہاں "فقام وصلی ودعا":

کے الفاظ ہیں۔غرض اس سے نماز پڑھ کر دعا کی۔

فلما انصرف: جب وہ نماز سے فارغ ہوا۔**اتی الصبی فطعن فی بطنه:** اس نے بچے کے پیٹ کو کچوکا دیا اور ابن حجرؒ کہتے ہیں ابن المبارک کی مرسل روایت میں ہے کہ اس نے مہلت مانگی انہوں نے مہلت دے دی اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ عورت کے پیٹ پر ضرب لگا کر کہے: **ایتها السخلة من ابوك؟:** اے بکری کے بچے تیرا باپ کون؟ خواب سے بیدار ہو کر اس نے اسی طرح کیا۔

فقال فلان الراعی: فلاں چرواہا۔ابورافع کی روایت میں "**ثم مسح راس الصبی فقال من ابوك؟ قال راعی الضان**" روایت احمد میں "**فوضع اصبعه علی بطنها**": روایت ابوسلمہ میں **فأتی بالمرأة والصبی وفمه فی ثدیها فقال له جریج یا غلام من ابوك فنزع الغلام فاه من الثدی وقال' راعی الضان**": اور عمران کی روایت میں ہے: "**ثم انتهی الی شجرة فاخذ منها غصناً ثم اتی الغلام وهو فی مهده فضربه بذلك الغصن فقال: من ابوك؟**: اور تنبیہ الغافلین سمرقندی میں بلاسند اس طرح ہے: "**انه قال للمرأة این اصبتك؟ قالت تحت الشجرة فاتی تلك الشجرة فقال لها یا شجرة اسلك بالذی خلقك من زنا بهذه المرأة؟ فقال كل غصن منها: راعی الغنم**": ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کو چھوا گیا یا ماں کو کچوکا دیا گیا تو بچے نے بول کر بتلایا کہ اس کا باپ چرواہا ہے۔بعض نے واقعات کو متعدد بنایا مگر وہ درست نہیں اور بچے کو ماں کے پیٹ میں اور باہر بلایا ہے مگر یہ بعید ہے۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں اس راعی اور بچے کا نام معلوم نہیں۔البتہ بخاری میں کابوس کا لفظ ہے جس کا معنی چھوٹا ہے۔(فتح الباری)

فاقبلوا علی جریج یقبلونه ویتمسحون به: وہب بن جریر کی روایت میں "**فوثبوا الی جریج فجعلوا یقبلونه**" اعرج نے یہ اضافہ کیا: **فابرأ الله جریجًا واعظم الناس امر جریج**۔لوگوں نے جریج سے معافی مانگی اور اس کی عظمت کو مان گئے۔

وقالوا نبنی لك صومعتك: ہم نے جو گرجا گرایا دوبارہ بنا دیتے ہیں۔جیسا کہ ابورافع کی روایت میں ہے: **من ذهب قال لا اعیدوها من طین كما كانت ففعلوا:** اس نے کہا پہلے کی طرح مٹی سے بنا دو۔ابوسلمہ کی روایت میں اضافہ ہے "**فرجع الی صومعته فقالوا بالله مم ضحكت؟ فقال ما ضحكت الامن دعوة دعتها علی امی؟**: لوگوں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتلایا میں تو والدہ کی بددعا سے ہنسا۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا نفلی نماز سے ماں کی بات کا جواب افضل ہے۔شاید اسے خیال ہوا ہو کہ وہ اس سے گرجا چھوڑانا چاہتی ہے۔اس کو یہ بات ممکن تھی کہ نماز میں تخفیف کر کے وہ ماں کی بات سن لیتا۔حافظ کہتے ہیں وہ اس کے پاس آتی اور کلام کرتی اور صرف دیکھنے پر قناعت کر لیتی اور اس نے خشوع میں خلل کے ڈر سے نماز میں تخفیف نہ کی۔ پہلے یزید بن حوشب کی مرفوع روایت گزری ہے کہ اگر جریج فقیہہ ہوتا تو نفلی نماز پر ماں کی بات کو ترجیح دیتا' یہ روایت حسن بن سفیان نے بیان کی۔جب اس روایت کے مطلق ہونے کا احتمال ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ نماز فرضی ہو یا نفلی دونوں کا قطع کرنا جائز ہے۔ رویانی نے اسی طرح مذہب شافعی رحمۃ اللہ بیان کیا ہے۔مگر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر نماز نفلی ہو اور والدین کو ایذاء پہنچنے کا خطرہ ہو تو اجابت لازم ہے اور اگر فرض ہو اور وقت نماز بھی تنگ ہو تو اجابت ضروری نہیں اور اگر والدین کو تنگی نہ بھی ہو تب بھی

امام الحرمین کے ہاں واجب ہے مگر دیگر علماء نے اس کی مخالفت یہ کہہ کر کی ہے کہ شروع سے تو ہر عبادت لازم ہو جاتی ہے۔ مالکیہ رحمہم اللہ کے ہاں والد کی بات کو قبول کرنا نوافل کو طول دینے سے افضل ہے اور قاضی ابوالولید باجی نے کہا یہ صرف والدہ کے ساتھ خاص ہے نہ کہ والد کے ساتھ اور ابن ابی شیبہ میں محمد بن المنکدر کی ایک مرسل روایت اس کی مؤید ہے۔ مکحول کا بھی یہی قول ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ صرف انہی کا قول ہے۔

حدیث پاک میں والدین کے ساتھ احسان کو عظیم نیکی قرار دیا گیا اور ان کی آواز پر لبیک کہنے کا حکم ہے خواہ لڑکا معذور ہی کیوں نہ ہو لیکن بلانے کے مقاصد کے لحاظ سے حکم بدل جائے گا۔

فوائد: ① اس روایت میں بتلایا گیا کہ تابع پر نرمی کرنی چاہئے اگر ام جریج غصے میں نرمی نہ کرتی تو فاحشہ میں ابتلاء یا قتل کی بد دعا کرتی۔ ② جو اللہ تعالیٰ سے درست معاملہ کرتا ہے اس کو فتنے نقصان نہیں دیتے۔ ③ جریج کی زبردست قوت یقین اور اللہ تعالیٰ سے قوی امید کا پتہ چلتا ہے۔ ④ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے لئے ابتلاء سے نکلنے کی راہ نکال دیتے ہیں اور بعض اوقات اضافہ ثواب اور تہذیب نفس کے لئے اس ابتلاء کو لمبا کر دیتے ہیں۔ ⑤ کرامات اولیاء برحق ہیں اور کرامت موقعہ کی مناسبت سے ان کے چناؤ کے مطابق اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں۔ ⑥ وضو صرف اس امت سے خاص نہیں البتہ اس امت کے ساتھ غرہ اور تحجیل (اعضاء وضو کی سفیدی) خاص ہے۔ (فتح الباری)

بیننا صبی یرضع من امه: بین کا لفظ الف آنے کی وجہ سے اضافت سے الگ ہو گیا بقول ابن حجرؒ اس بچے اور ماں کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

فمر رجل: ایک آدمی گزرا۔ کلاس عن ابی ہریرۃ کی روایت میں ''**فارس متکبر**'': ہے (احمد) **راکب علی دابه فارهة وشارة:** شاندار گھوڑے پر ٹھاٹھ سے جا رہا تھا۔

فقالت امه: **الثدی:** جمع **اثد وثدی ثدوی:** (الصحاح) مذکر و مؤنث کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ تہذیب للنوویؒ میں بھی اسی طرح ہے۔ مگر ابن فارس نے کہا **الثدی:** یہ عورت کیلئے خاص ہے۔ اسی وجہ سے مرد کے لئے **ثندوه** اور **ثندؤة:** بولتے ہیں۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ **ان رجلا وضع ذباب سیفه بین ثدییه**'': اس روایت سے پہلی بات کی تصدیق ہوتی ہے واللہ اعلم۔

نظر الیه: عبرت کی نگاہ سے دیکھا کیونکہ الہام باری سے اس کی پوشیدہ حالت کی اطلاع مل چکی تھی۔ **لا تجعلنی مثله:** ظلم و تکبر میں مجھے اس جیسا نہ بنا۔ اگرچہ وہ آدمی حسن صورت رکھتا تھا مگر مدار حسن باطن اور انوار باطنیہ پر ہے۔ پھر دودھ پینے لگا۔

مروا بجاریة وهم یضربونها: بخاری باب بدء الخلق میں مر ہے۔ **نیر امة:** کے لفظ ہیں۔ احمد کے ہاں تضرب ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں خلاس کی روایت میں حبشیہ یا زنجیہ ہے اور روایت اعرج میں **یجرراها ویلعب بها:** دوسری روایت کا یہی معنی ہے **فجروها حتی القوها:** اس کو کھینچ کر نیچے پھینک دیا۔

هی تقول حسبی الله: میرے لئے اللہ کافی ہے۔ **نعم الوکیل:** اپنی برأت کے لئے اسی کلمہ پر اکتفاء کیا وہ زنا و سرقہ کی تہمت کا انکار کر رہی تھی وہ جانتی تھی کہ جو اپنے مولیٰ پر اعتماد کرتا ہے وہ اس کے لئے دنیا و آخرت میں کافی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ومن یتوکل علی الله فهو حسبه الایة:** (جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے) ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو یہی قول ان کے نوک زبان پر تھا

حسبی اللہ ونعم الوکیل۔
فقالت امه اللهم لا تجعل ابنی مثلها: ماں کی نگاہ ظاہر پر تھی کہ اس کی تحقیر کی جا رہی ہے اور برے فعل کی وجہ سے مارا جا رہا ہے۔ فترك الرضاع ونظر اليها: بچے نے اس کو دیکھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ یہ اس تہمت سے بری ہے اور مظلوم ہے تو وہ پکار اٹھا۔ اللهم اجعلنی مثلها: اے اللہ مجھے گناہوں کی مزاولت سے اس طرح بری کر دے۔ تمناء بلاء مراد نہیں کہ اس پر بھی تہمت لگے یہ ممنوع ہے جیسا ارشاد ہے: لا تمنوا لقاء العدو: الحدیث فهنا لك تراجعا الحدیث فقالت۔ اس حالت میں اس کی والدہ سے پوچھا کہ تم نے میری بات کی مخالفت کیوں کی ہے اور میری بات سے معارضہ کیوں کیا ہے۔
مرّ رجل حسن الهيئة: شاندار سوار گزرا میں نے اس کے حسن و جمال اور عمدہ ہیئت کو دیکھ کر۔
اللهم اجعل ابنی مثلهٗ فقلت اللهم لا تجعلنی مثله: اے اللہ میرے بیٹے کو ایسا بنا تم نے کہا اے اللہ نہ بنا۔ ومروا بهذه الامة وهم یضربونها ویقولون زنت هذه: اشارہ قریب قرب قصہ کی وجہ سے لائے۔ لونڈی کے گزرنے اور ضرب وشتم کو دیکھ کر کہا میں نے کہا اے اللہ اس جیسا نہ بنانا تم نے کہا بنانا۔ اس کا کیا سبب ہے۔
لڑکا والدہ کو کہنے لگا: ان ذلك الرجل جبار: وہ ظالم تھا۔ روایت احمد میں اما الراکب ذوالشارہ فجبار من الجبابرة: اور روایت اعرج میں فکانهٗ کافرٌ: اور مختصر القاموس جبار وہ ہے جو سرکش ہو۔ جس کے دل میں رحمت بالکل نہ ہو۔ ناحق قتل کرے۔ موٹا طاقتور لمبے قد والا جبار کہلاتا ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے تمام معانی اس پر فٹ آ سکتے ہیں۔ لڑکا کہنے لگا اسی وجہ سے میں نے کہا: اللهم لا تجعلنی مثله: اے اللہ مجھے اس جیسا ظالم و جابر نہ بنانا جو انسانیت اور دین دونوں کے لئے تباہی کا باعث ہے۔
ان هذه یقولون زینت لم تزن مرقت ولم تسرق فقلت اللهم اجعلنی مثلها: یہ لونڈی جس کا قصہ ابھی گزرا۔ لوگ کہتے ہیں اس نے زنا کیا حالانکہ اس نے زنا نہیں کیا۔
لم تزن: یہ جملہ معترضہ ہے یا تقدیر مبتداء پر محل حال میں ہے اور وہ کہتے ہیں چوری کی ہے
ولم تسرق: یہ جملہ معترضہ ہے كذا قال البیضاوی فی التفسیر): حالانکہ اس نے چوری نہیں کی۔ میں نے کہا اے اللہ مجھے اس کی طرح گناہ سے بری بنا دے۔
ابن حجرؒ کہتے ہیں دنیا دار ظاہر حال پر جاتے ہیں اور پراگندہ حالت والے سے نفرت کرتے ہیں۔ اہل حقیقت حسن سیرت پر نگاہ رکھتے ہیں ظاہراً پراگندگی کی پروا نہیں کرتے جیسا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قارون کے حامیوں کے متعلق ذکر کیا: ﴿یَا لیتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِیَ قارونُ اِنَّهٗ لَذُو حَظٍّ عَظِیْمٍ ○ وَقَالَ الَّذِیْنَ اوتوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثوابُ اللّٰهِ خَیْرٌ﴾ فَائِدَہ: والدین فطری طور پر اپنی اولاد سے شر کو دور اور خیر کو اس میں دیکھنا چاہتے ہیں ماں کی مامتا نے اپنا تذکرہ چھوڑ دیا۔ (فتح الباری)
الموسات: یہ جمع موسۃ ہے اس کی جمع موامیس بھی ہے اس سے فاجرہ عورت مراد ہوتی ہے خواہ زانیہ ہو یا نہ (الصحاح)
فارهه: ماہر گویا نفاست صفت بن گئی۔

شارہ: قابل تعجب حسن والا ذکو اس سے پہلے مقدر مانا گیا بخاری کی ایک روایت میں بھی موجود ہے۔ سپہ سالار (فتح الباری) حسنہ کی صفت لفظ شارہ کے لحاظ سے ہے۔

حدیث الصبی و حدیثھا: عورت کی بات کو مؤخر لانا شرف ذکر کی وجہ سے ہے واللہ اعلم جبکہ انسب یہ تھا کہ حدیثھا کو پہلے لایا جاتا ہے۔

تخریج : أخرجه البخاری (۱۲۰۶) ومسلم (۲۵۵۰) حافظ کہتے ہیں : بخاری بدء الخلاق' المظالم عن ابی هریره' وعن اعرج فی اواخر الصلاة' مسلم و احمد عن ابو رافع'ابو سلمه عن عمران' ابوهریره رضی الله عنهما (فتح الباری) مسلم فی الاستیذان (حافظ مزی فی الاطراف) مگر یہ درست نہیں بلکہ وہ باب البر والصله میں ہے۔

الفرائد: ① جب معاملات میں تعارض آ جائے تو اہم ترین سے ابتداء کی جائے۔ ② والدین کا حق اولاد پر بہت بڑا ہے۔ ③ ابتلاء و شدائد میں اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے لئے ضرور راہ نکال دیتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ومن یتق الله یجعل له مخرجا﴾ (الطلاق:۲) ④ نیک لوگوں پر تکالیف ان کی مزید تہذیب اور ترقی درجات کے لئے آتی ہیں۔ ⑤ اہل دنیا کی نگاہ ظاہر پر جمی ہوتی ہے جیسا قارون کے جلوس کو دیکھنے والے۔ ⑥ انسان کی فطرت ہے کہ اپنی اولاد کو نفع پہنچانے میں مقدم رکھتا ہے۔

۳۳: بَابُ مُلَاطَفَةِ الْيَتِيْمِ وَالْبَنَاتِ وَسَآئِرِ الضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْمُنْكَسِرِيْنَ وَالْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَالتَّوَاضُعِ مَعَهُمْ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ لَهُمْ!

بَاب: یتیم اور بیٹیوں اور سب کمزوروں اور مساکین و درماندہ لوگوں کے ساتھ نرمی اور ان پر احسان و شفقت کرنا اور ان کے ساتھ تواضع اور عاجزی کا سلوک کرنا

الیتیم: وہ چھوٹا بچہ جس کا باپ نہ ہو۔ ابن السکیت کہتے ہیں یتیمی انسانوں میں باپ کی طرف سے اور بہائم میں ماں کی جانب سے ہوتی ہے۔ ابن خالویہ کہتے ہیں پرندوں میں ماں باپ دونوں کے فقدان سے کیونکہ وہ اسے چوگ دیتے ہیں۔ شیخ زکریا کہتے ہیں کہ یہ تمام پرندوں میں نہیں پایا جاتا۔ (شرح التنقیح)

البنات: انسان کی بیٹیاں خاص طور پر ذکر اس لئے کیا کہ بعض لوگ ان سے اکتاتے اور ان پر ظلم کرتے ہیں۔ بنات جمع مؤنث سالم ہے اس کا واحد بنت ہے۔ اس کی تا کو اسی طرح حذف کیا جیسے مسلمۃ کی تا کو وہ تا نہیں جو مسلمات میں ہے اس کی حالت

نصمی کسرہ کے ساتھ وارد ہوتی ہے جیسا کہ اس ارشاد میں: اصطفی البنات۔
سائر الضعفه: سے مراد غلام ولونڈیاں۔ والمساکین: محتاج یہاں فقراء بھی اس میں شامل ہیں۔ بقول شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب یہ لفظ فقیر کے ساتھ آئے تو جدا معانی ہوں گے اور جب اکیلا اکیلا استعمال ہو تو ایک دوسرے کے معنی کو شامل ہوں گے۔ مسکین یہ مفعیل کے وزن پر ہے۔ السکون اس کا مصدر ہے۔ قرطبی کہتے ہیں گویا قلت مال کی وجہ سے اس کی حرکات سکون میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾ یعنی مٹی سے چمٹا ہوا (تنگدست) والمنکسرین: کسی مصیبت کے موقعہ پر جوان پر اتر پڑے۔ والاحسان الیهم: ان پر سخاوت کر کے یا اس سے ایذا کا ازالہ کر کے یا پاکیزہ بات کہہ کر مثلاً امر بالمعروف یا نہی عن المنکر یا دعا کر کے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ ''تم احسان کرو اللہ تعالیٰ کو مخلص لوگ پسند ہیں''۔
والشفعة علیهم: ان پر مہربانی اور رحمت کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرمایا: ﴿وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا﴾ اور اس کا سبب ان کی خیر خواہی ہے اور ان کے لئے اسی چیز کو پسند کرنا جو اپنے کو پسند ہو۔
والتواضع: نرمی اختیار کرنا۔ واحفض الجناح: یہ تواضع پر عطف تفسیری ہے اور ملاطفة پر عطف الخاص علی العام کی قسم سے ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں خفض جناح تواضع سے کنایہ ہے۔ (ابوحیان فی النہر)

آیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ [الحجر:۸۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''آپ اپنے بازو کو مسلمانوں کے لئے جھکائیں''۔ (الحجر)

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ: یعنی ان سے نرم رویہ اختیار کرو۔ یہ خفض الطائر جناحه: سے مستعار لیا گیا جبکہ پرندہ نیچے اترنے کا ارادہ کرے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو محاسن اخلاق اور مکارم پر اُبھارا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ [الکهف:۲۸]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ روک رکھیں جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اسی کی ذات کے طالب ہیں اور دنیا کی زندگی کی رونق کے سبب اپنی نگاہوں کو ان سے آگے مت بڑھائیں''۔ (الکہف)

قال تعالیٰ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ: اپنے آپ کو ان کے ساتھ روک کر رکھیں جو صبح شام اللہ تعالیٰ کو پکارنے یعنی تمام اوقات میں اس

کی عبادت کرتے ہیں۔ غداۃ اور عشی یہ دونوں لفظ دوام زمانہ سے کنایہ ہیں۔ صبح وشام مراد نہیں۔ ② ان دو اوقات کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ یہ مشغولیت کے اوقات ہیں۔ جب باوجود مشغولیت کے وہ ان اوقات میں غفلت برتنے والے نہیں تو دوسرے اوقات میں تو وہ خود پابند ہوں گے۔

النحو: **یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ** وجہ بول کر ذات مراد لی گئی ہے۔ یہ جملہ یدعون کے فعل سے محل حال میں ہے۔ **وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ:** رؤسا قریش جو کہ صاحب حیثیت ہیں ان کی طرف ان سے غرباء سے ہٹا کر آپ کی نگاہ رؤسا کی طرف تجاوز نہ کرنی چاہئے۔

تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: دنیا کی زندگی کی زینت کا ارادہ کرتے ہوئے۔ یہ جملہ ضمیر مجرور سے محل حال میں ہے اور عین سے بھی درست ہے کیونکہ مضاف اس کا بعض حصہ ہے۔ آیت کا سبب نزول سابقہ باب میں بیان کر آئے۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ [الضحى:۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''پھر یتیم پر سختی نہ کر اور سائل کو مت ڈانٹ''۔ (الضحیٰ)

قال تعالیٰ **فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ** الاية: ابوحیان کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے اس کی تحقیر مت کرو گویا ابوحیان نے لازم سے تفسیر کی ہے کیونکہ اس سے اس کے مال وغیرہ پر زبردستی کرنا لازم آتا ہے۔ بیضاوی کہتے ہیں اس کے ضعف کی وجہ سے اس کے مال پر غلبہ مت کرو' ایک قرأت میں فَلَا تَكْهَر پڑھا گیا ہے جس کا معنی ترش روئی مت اختیار کر۔ اما السائل: بظاہر مانگنے والا۔ فلا تنهر: اس کو مت ڈانٹ بلکہ اس کو دو یا اچھے طریقے سے جواب دے دو۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ' فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾

[الماعون:۱-۳]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کیا آپ نے غور فرمایا اس شخص کی حالت پر جو دین کو جھٹلاتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی کسی کو ترغیب نہیں دیتا''۔

(الماعون)

قال تعالیٰ: **اَرَءَيْتَ الَّذِىْ:** بیضاوی کہتے ہیں یہ استفہام تعجبی ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں یہاں ارایت یہ اخبرنی کے معنی میں ہے۔ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ ایک الذی ہے اور دوسرا محذوف ہے ای لیس مستحقًا للعذاب۔ (النهر)

الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ: دین کا معنی جزاء و بدلہ یا اسلام۔ الذی: جنس و عہد دونوں کا احتمال رکھتا ہے مگر فذلك الذی يدع اليتيم: یہ دوسرے قول کا مؤید ہے۔ معنی یہ ہے: یتیم کو سخت دھکے دیتا ہے اور ① اس سے ابوجہل مراد ہے جو کہ ایک یتیم کا وصی تھا۔ وہ اپنا مال لینے کے لئے اس کے پاس اس حالت میں آیا کہ وہ ننگا تھا اس نے اسے دھکے دے کر نکال دیا۔ ② ابوسفیان

مراد ہے کہ اس نے کئی اونٹ ذبح کیے۔ایک یتیم نے اس سے گوشت طلب کیا تو اس نے اپنی لاٹھی سے اس کو دھکیل کر نکال دیا۔③ ولید بن مغیرہ ہے۔④ بخیل منافق مراد ہے۔اس میں یدع بمعنی یترک (چھوڑنا) بھی ایک قرأت ہے۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ: وہ اپنے اہل اور دوسروں کو مسکین کو کھانے دینے پر آمادہ نہیں کرتا۔یعنی نہ وہ خود مسکین کو کھانا دیتا ہے اور نہ دوسرے کو کہتا ہے۔کیونکہ اس کو بدلے کا یقین نہیں۔اطعام کی اضافت مسکین کی طرف کر کے بتایا کہ مسکین اس کا حقدار ہے۔اولاً عمومی کفر کا تذکرہ کیا یعنی تکذیب حق۔پھر اس پر مرتب ہونے والی ایذاء اور فائدہ سے مخلوق کو روکنا اس کا ذکر کیا۔آخر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ملنے والی سزا کو بیان فرمایا: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ......

تخریج: أخرجه مسلم (۲٤۱۳) وابن ماجه (٤۱۲۸)

۲٦۲ :وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : سِتَّةَ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اُطْرُدْ هٰؤُلَاءِ لَا يَجْتَرِؤُوْنَ عَلَيْنَا وَكُنْتُ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَّرَجُلٌ مِنْ هُذَيْلٍ وَّبِلَالٌ وَّرَجُلَانِ لَسْتُ اُسَمِّيْهِمَا فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۲٦۲: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ آدمی تھے۔ان میں سے دو کے نام میں بھول گیا باقی چار میں ایک میں تھا۔مشرکین مکہ نے رسول اللہؐ سے کہا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں تاکہ یہ (اپنے کو ہمارے برابر سمجھ کر ہم پر) جرأت مند نہ ہو جائیں۔ان میں میں اور ابن مسعود اور ہذیل کا ایک آدمی اور بلال اور دو آدمی جن کے نام مجھے یاد نہیں ہم تھے۔آنحضرتؐ کے قلب اطہر میں جو اللہ نے چاہا آیا۔پس آپؐ کے خیال میں یہ بات آئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ ......﴾ کہ ''آپؐ ان کو اپنے پاس سے مت ہٹائیں جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں''۔(مسلم)

اَلنَّحْوُ :كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم ستة نفر :ستۃ نفر خبر اور مع یہ حال ہے ای اس حال میں کہ ہم آپ کی مصاحبت میں تھے۔② مع خبر اور ستۃ نفر حال ہے۔

النفر: تین سے دس تک آدمیوں کی جماعت پر بولا جاتا ہے۔(الصحاح)

الرھط: دس سے کم مردوں کی جماعت جن میں عورت نہ ہو۔

فقال المشرکون: اشراف قریش امیہ بن خلف وغیرہ نے کہا جیسا کہ اسباب النزول للواحدی میں ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا کے متعلق لکھا ہے کہ یہ امیہ بن خلف کے متعلق اتری۔اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غرباء کے اپنے پاس سے ہٹانے اور صنادید قریش کو قریب کرنے کا مشورہ دیا تو یہ آیت اتری۔اس میں سلمان

الفارسی سے یہ بھی منقول ہے کہ مؤلفۃ القلوب عیینہ بن حصن' اقرع بن حابس اور ان کے قریبی لوگ آئے اور آپ ﷺ سے کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ﷺ صدر مجلس میں بیٹھتے اور ہم سے ان لوگوں اور ان کے لباسوں کی بدبو کو دور کرتے تو مناسب ہوتا تا کہ ہم آپ ﷺ کے پاس بیٹھتے' بات کرتے اور آپ ﷺ سے علم حاصل کرتے' ان کا اشارہ سلمان' ابوذر اور فقراء مسلمین کی طرف تھا جن کے پاس صرف اونی جبے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ﴿**اتل ما اوحی الیك ...... انا اعتدنا للظالمین**﴾ نازل ہوئی۔ اس روایت کو میرے چچا احمد بن ابراہیم علان بکری نے علوم مجموعۃ العلوم میں ذکر کیا ہے۔ غرض مشرکین نے کہا۔ **اطرد هؤلاء**: ان چھ مذکور کو پاس سے دور کرنے کا کہا۔ ان کے ہوتے ہوئے وہ بیٹھنا پسند نہ کرتے تھے اس میں اپنی تحقیر شان خیال کرتے اور ان کی غربت کی وجہ سے ان کو ذلیل قرار دیتے تھے۔ روایت میں تمام کی طرف قول کو منسوب کیا گیا کیونکہ سب اس پر راضی تھے۔ **لا یجترؤن علینا** تا کہ یہ ہم پر جری نہ ہوں اور ہم ان سے عار محسوس نہ کریں۔ **و کنت**: سعد' ابن مسعود' ہذیل کے آدمی کا نام معلوم نہیں بلال اور دو آدمی جن کا نام میں نہیں لیتا۔ گویا ابوبکر و علی رضی اللہ عنہم مراد ہیں ان کے نام نہ ذکر کرنے کی شاید یہ وجہ ہو کہ ان کے متعلق مجلس سے دوری کا مطالبہ انتہائی تعجب انگیز تھا کیونکہ یہ سردارانِ قریش سے تھے۔ شاید ان کو اٹھانے کا مطالبہ اسلام میں ان کے مخالف ہونے کی وجہ سے تھا۔ مقصد یہ تھا کہ ان کی تحقیر ہو جائے مگر انوار الٰہی کو دشمن پھونکوں سے کیونکر بجھا سکتا ہے۔

فوقع فی نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما شاء ان یقع کہ ان کو وقتی طور پر ہٹا دیں تو کوئی فرق نہیں کیونکہ ایمان ان کے دلوں کی بشاشت میں پہنچ چکا جس کا اس سے کسی کے جدا ہونے کا نہ خطرہ نہ خدشہ رہا مشرکین کو قریب کرنے کا مقصد ان کے اسلام اور ان کی قوم کے اسلام کی طمع تھی۔ اس کی نظیر حنین کے غنائم ہیں جو مؤلفۃ القلوب کو دیئے گئے' بعض محتاج مسلمانوں کو چھوڑ دیا گیا کیونکہ ان کے دلوں میں نورِ ایمان کا وقار ان کو تالیف سے بے نیاز کرنے والا تھا۔ یہاں بھی آپ ﷺ نے یہ خیال فرمایا کہ میرے اصحاب کی اس سے قدر و منزلت میں فرق نہ پڑے گا۔ **فحدث نفسه**: یہ چیز حدیث نفس کے طور پر آپ ﷺ کے دل میں آئی۔ قرطبی کہتے ہیں بعض مفسرین نے لکھا آپ کو جب یہ بات پیش کی گئی تو آپ نے انکار کر دیا پھر انہوں نے کہا ایک دن ان کے لئے ایک ہمارے لئے اور انہوں نے اس کو تحریری طور پر لکھوانا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا قصد کیا اور علی رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ وہ تحریر لکھیں فقراء ایک طرف ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی: ﴿**ولا تطرد الذین**﴾ آپ نے جو ارادہ فرمایا اس سے علی رضی اللہ عنہ کو روک دیا ہٹانے والا معاملہ ہرگز پیش نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فقراء کی تعریف فرمائی اور ان کے ساتھ اپنے کو روک رکھنے کا حکم دیا۔ ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ﴾ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر فرماتے: **مرحبًا بالذین عاتبنی اللہ فیهم**۔ جب ان کے پاس بیٹھتے تو اس وقت تک آپ نہ اٹھتے جب تک وہ قیام کی ابتداء نہ کرتے۔

یدعون ربهم بالغداة: یعنی صبح کو اس سے توفیق و تیسیر مانگتے ہیں۔ **والعشی**: اور شام کو اپنی کوتاہیوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔ ② وہ فجر و عصر کے بعد اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ ③ وہ فجر و عصر کی نماز ادا کرتے ہیں۔ ④ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ پانچوں نمازوں کے پابند ہیں۔ ⑤ یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں وہ صبح و شام فقہاء کی مجالس میں بیٹھتے ہیں۔ ⑥ دوام عبادت مراد ہے اور دن رات کے ان دو اوقات کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کام کاج کے اوقات ہیں گویا جب وہ ان میں

غافل نہیں تو دوسرے اوقات میں غفلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
یریدون وجھہ: ① وہ اپنی عبادت و اعمال میں مخلص ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں نہ غیر کی طرف۔
② اس سے ان کا مقصود دیدار الٰہی ہے۔ جس کی ذات مخلوقات والے اوصاف سے پاک ہے۔
تخریج: اخرجه مسلم (۲٤۱۳) و ابن ماجه (٤۱۲۸)
الفرائد: کسی مسلمان کی اس کے فقر وضعف کی وجہ سے تحقیر جائز نہیں اور کسی آدمی کی اس کے جاہ و مرتبہ کی وجہ سے توقیر درست نہیں۔

۲٦۳ : وَعَنْ اَبِیْ هُبَیْرَةَ عَآئِذِ ابْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِّیِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَیْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَبَا سُفْیَانَ اَتٰی عَلٰی سَلْمَانَ وَصُهَیْبٍ وَّبِلَالٍ فِیْ نَفَرٍ فَقَالُوْا مَا اَخَذَتْ سُیُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عَدُوِّ اللّٰهِ مَاْخَذَهَا ـ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا الشَّیْخِ قُرَیْشٍ وَّسَیِّدِهِمْ؟ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ: "یَا اَبَا بَكْرٍ لَعَلَّكَ اَغْضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتَ ، اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ فَاَتَاهُمْ فَقَالَ یَا اِخْوَاتَاهُ اَغْضَبْتُكُمْ؟ قَالُوْا : لَا یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ یَا اَخِیْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ـ
قَوْلُهٗ "مَاْخَذَهَا" اَیْ لَمْ تَسْتَوْفِ حَقَّهَا مِنْهُ۔ وَقَوْلُهٗ "یَااَخِیْ" رُوِیَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الْخَآءِ وَتَخْفِیْفِ الْیَآءِ وَرُوِیَ بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ الْخَآءِ وَتَشْدِیْدِ الْیَآءِ۔

۲٦۳: حضرت ابو ہبیرہ عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بیعت رضوان کے شرکاء میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ ابوسفیان کا گزر سلمان صہیب اور بلال رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاس ہوا تو انہوں نے کہا کیا اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن میں اپنی جگہ نہیں لی (قتل نہیں کیا) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کیا تم قریش کے شیخ اور سردار کو یہ بات کہتے ہو؟ پھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر اس کی اطلاع دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابوبکر کہیں تم نے ان کو ناراض تو نہیں کر دیا۔ اگر تو نے ان کو ناراض کر دیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا"۔ پس ابوبکر ان کے پاس آئے اور کہا اے میرے بھائیو! کیا تم مجھ سے ناراض ہو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اللہ آپ کو بخشے اے ہمارے بھائی! (مسلم)
مَاْخَذَهَا : اپنے حق سے اس کو پورا نہیں کیا یا اس سے اپنا حق وصول نہیں کیا۔
یَا اَخِیْ: دوسری روایت میں یا اُخی ہے۔

تشریح ۞ **ابی هبیره عائذ بن عمرو المزنی رضی الله عنه:** یہ قبیلہ مزینہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ام عثمان اور ان کا بھائی اوس یہ دونوں عمرو کے بیٹے ہیں (اسد الغابہ) یہ بیعت رضوان والوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر موت اور عدم فرار کی بیعت کی۔ ان کی تعداد ۱۴۰۰ تھی۔ ایک روایت میں پندرہ سو۔ ممکن ہے اصل تعداد پہلی

اور۱۰۰ آدمی اتباع اور کارندے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لقد رضی الله من المؤمن اذ یبایعونك﴾ اس کو بیعت رضوان اسی وجہ سے کہا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا باعث بنی۔

ابو سفیان: صخر بن حرب بن امیہ بن عبدشمس۔اتی علی سلمان: صہیب' بلال' سلمان ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ابوسفیان کا گزر ہوا۔ یہ صلح حدیبیہ کے موقعہ کی بات ہے جبکہ یہ کافر تھے۔فقالوا ما اخذت سیوف اللّٰہ فی عدو الله: کیا اللہ تعالیٰ کے اس دشمن کو مسلمانوں کی تلواریں نہیں لگیں۔فقال ابو بکر: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے ایمان کی طرف قائل کرنے اور راغب کرنے کے لئے کہا۔اتقولون هذا الشیخ قریش وسیدهم: تم قریش کے لیڈر کو یہ بات کہہ رہے ہو۔فاتی النبی صلی الله علیه وسلم: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خدمت نبوت میں آئے اور آ کر ماجرا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یا ابابکر لعلك اغضبتهم: شاید ان کو ڈانٹ کر تو نے ناراض کر دیا یا ان سے سخت سست کہا جو ناراضی کا سبب بن گیا ہو۔ پھر آپؐ نے ان کے غضب کا نتیجہ اس طرح تاکید سے ذکر فرمایا۔لئن کنت اغضبتهم لقد اغضبت ربك: کیونکہ یہ اللہ کے اولیاء ہیں۔حدیث قدسی ہے من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب: ربک کا لفظ لا کر بتلانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پالا' انعامات کئے' ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل کیا۔ یہ محض اس کا فضل و کرم ہے۔ جبلت انسان احسان کو پسند کرتی ہے اس کے احسانات اس کی محبت کو لازم کرنے والے ہیں اور جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کے متعلقین سے بھی محبت کرتا ہے۔ یہ فقراء اس کا لشکر و حزب ہیں اس لئے اس کو محبوب ہیں۔جس نے ان کو ناراض کیا اس نے غفلت اختیار کی اور غضب الٰہی کو دعوت دی۔اس سے اشارہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے محبت و نرمی برتنی چاہئے صالحین کا احترام اور ان کو ایذاء دینے سے بچنا چاہئے۔اس سے ان حضرات کا بڑا مرتبہ و مقام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معلوم ہوتا ہے۔

النحو: فاتاهم فقال :یا اخوتاه: جب نداء میں استغاثہ ہو تو اسم منادیٰ کے شروع میں یالزید: کی طرح لام داخل نہیں کرتے بلکہ آخر میں الف لگا دیتے ہیں جیسا اس شعر میں:

یا یزید الاهل نیل عز ☆ وغنی بعد فاقة وهوا:

محل استدلال یا یزیدا ہے اور اگر وقف کرو تو ہائے سکتہ لگا سکتے ہو جیسے اخوتاہ میں ہے (توضیح)

شاید صدیق نے منادیٰ پر وقف کیا یا ان کی لغت کے مطابق استعمال کیا غیر مندوب پر بھی حالے آتے ہیں۔

(شرح الجمل لابن السید)

اغضبتکم: اس بات سے جو میں نے تمہیں ابوسفیان کے متعلق کہی۔

قالوا لا: انہوں نے کہا نہیں ہم ناراض نہیں ہوئے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ صدیق نے نہ تو ان کی تحقیر کی ہے اور نہ ایذاء کا قصد کیا ہے بلکہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کے لئے وہ اس کی تالیف اور ایمان چاہتے تھے۔

یغفر الله لك: یہ جواب پر اضافی دعائیہ جملہ ہے۔

لطیفہ :ثعلبی کہتے ہیں صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دلال کے ہاتھ میں سامان دیکھا تو فرمایا کیا تو فروخت کرتا ہے؟ اس نے کہا لا یرحمک اللہ۔ آپ نے فرمایا: اس طرح کہو لا و یرحمک اللہ تا کہ دعا بددعا کے مشابہ نہ ہو جائے''۔

(اللطف واللطائف للثعلبی)

② قاضی کہتے ہیں صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے اس طرح کا صیغہ بولنے سے منع کیا اور کہا اس طرح کہو: وعافاك الله اور اس پر اضافہ مت کرو۔ یعنی دعا سے پہلے لامت کہو کیونکہ وہ دعا صورۃً بددعا بن جائے گی (شرح مسلم نووی) بعض نے کہا اس طرح کہو: ویغفر الله لك: بعض ادباء نے کہا یہ واؤ اصداغ سے بہتر ہے۔ یا اخی: اس انداز تخاطب سے اشارہ ہے کہ وہ ان کی کلام سے قطعاً متاثر نہیں ہوئے اور انہوں نے اس کو بہترین محامل پر حمل کیا ہے کیونکہ بھائیوں کے شایانِ شان یہی ہے اگرچہ آج کل یہ نایاب ہے (وباللہ المستعان)

فَائِدَہ: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ہے کہ آپ نے فرمایا: لو كان العلم بالله با لناله سلمان۔ ایک روایت میں لنا له رجال من فارس کہ اس کو فارس کے کچھ آدمی ضرور پالیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت کا فرمایا اور مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت ہے علی ابوذر مقداد اور سلمان۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے سلمان علم العلم الاول والآخر بحر لا يترف هومنا اهل بيت: یہ بھی ان کا قول ہے: سلمان الفارسی مثل لقمان الحکیم۔ سلمان فارسی لقمان حکیم کی طرح ہے۔ صہیب رضی اللہ عنہ کے فضائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ① من كان يُومنُ باللهِ وَالْيَوْمِ الآخرِ فليحب صهيباً هب الوالدة ولدها۔ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ صہیب سے اس طرح محبت کرے جیسا والدہ بیٹے سے کرتی ہے"۔ اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد ② صهيب سابق الروم وسلمان سابق فارس و بلال سابق الحبشه: (المفہم للقرطبی) اہل روم میں سبقت کرنے والے صہیب ہیں اور فارس میں سلمان اور حبشہ میں بلال"۔

مأخذھا: یہ مد وقصر دونوں طرح درست ہے۔ یا اخی: صیغہ تصغیر ہے جو کہ محبت و ملاطفت کے لئے لاتے ہیں کسی شاعر نے کہا:

ما قلت حبيبي من التحقير ☆ بل يعذب اسم الشخص فى التصغير

میں نے یا حبیبی تحقیر سے نہیں کہا بلکہ آدمی کا نام تحقیر سے لینا تکلیف دیتا ہے"۔

تخریج: أخرجه مسلم (٢٥٠٤)

الفرائد: ① اس روایت سے حضرت سلمان صہیب و بلال رضی اللہ عنہم کی بارگاہ الٰہی میں عظمت معلوم ہوتی ہے۔
② مخلص ضعیف مسلمانوں سے ملاطفت اور اکرام و احترام کا معاملہ کرنا تقاضاءِ دین ہے۔

❁ ❁ ❁

۲۶۴: وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا" وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ": اَلْقَائِمُ بِاُمُوْرِهٖ۔

۲۶۴: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی میں اشارہ فرمایا (مراد انتہائی قُرب ہے)۔ (بخاری)

كَافِلُ الْيَتِيمِ :یتیم کا نگران۔

النحو :انا و كافل اليتيم:هكذا:خبراور في الجنة:محل حال میں ہے۔ ② اس کا عکس بھی درست ہے پہلی صورت زیادہ بہتر ہے۔

و اشار :زیادہ وضاحت اور معانی کو ذہن میں صورت محسوس میں ڈالنے کے لئے اشارہ مناسب ہے۔

بالسبابة: سے شہادت والی انگلی' شیطان اس سے گالی دیتا ہے اس لئے یہ سبابہ کہلاتی ہے۔ **و الوسطى**: اس حدیث کو سننے والے کو چاہئے کہ وہ اس پر عمل کرے وہ جنت میں رفاقت نبوت سے فیضیاب ہوگا جس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں۔

فرج بينهما: انگشت شہادت اور درمیانی میں فاصلہ کیا۔ اس نے اشارہ کیا کہ یتیم کی کفالت کرنے والے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے میں اتنا فاصلہ ہوگا۔ قرطبی کہتے ہیں یہ اسی طرح محاورہ ہے جیسے کہتے ہیں **انا معه فيها و بحضرته** حالانکہ ہر ایک اپنے اپنے درجے میں رہتا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے درجات کو تو کوئی غیر پہنچ ہی نہیں سکتا۔ انگلیوں کو قریب کرنے اور ملانے سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ معیت وحضور والا اجتماع ہوگا اور فاصلہ سے ہر ایک کا اپنے درجہ میں رہنا ظاہر کیا گیا ہے۔ (المفہم للقرطبی)

ایک روایت میں **هاتين اذا اتقى** کہ اس طرح ہوں بشرطیکہ وہ تقویٰ والا ہو یتیم کے حقوق کے سلسلہ میں اور یہ بھی احتمال ہے کہ جنت میں داخلہ کی حالت میں قرب مرتبہ مراد ہو جیسا کہ ابویعلی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے۔

انا اول من يفتح باب الجنة فازا امراة تبادرني فاقول من انت فقول انا امرأة قائمة على ايتام لي۔ میرے لئے سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اچانک میں ایک عورت کو پاؤں گا جو میرے ساتھ یا معاً بعد جنت میں داخلہ کے لئے جلدی کر رہی ہوگی میں کہوں گا تو کون ہے وہ کہے گی میں اپنے یتیموں کی کفالت کرنے والی ہوں'۔ اس روایت کی سند گزارے والی ہے۔ تبادرنی کا معنی داخلہ میں تیزی اور مرتبہ میں بلندی دونوں ہو سکتے ہیں۔ حافظ عراقی کہتے ہیں کافل یتیم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت دینے میں شاید یہ حکمت ہو دخول جنت یا بلندی مرتبہ یا قرب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ ﷺ کی ایک شان یہ ہے کہ ایسی قوم جو دین کے معاملے میں کچھ سمجھ نہ رکھتی تھی آپ ان کی کفالت کرنے والے مرشد و معلم تھے۔ اسی طرح یتیم کا کفیل اس کی نگرانی کرتا ہے جو اپنے دینی معاملے کو نہیں جانتا اور نہ دنیا کو جانتا ہے وہ اس کی راہنمائی کرتا اور تعلیم دلاتا' مؤدب بناتا ہے۔ پس مناسبت واضح ہوگئی۔ (حافظ عراقی)

(**كهاتين اشاره باصابعه الوسطى والسبابه**: کی نظیر قیامت والی روایت ہے **انا و الساعه كهاتين و اشار باصابعه الوسطى والسبابه**: قرب مراد ہے) (مترجم)

كافل: یتیم کی دینی دنیوی تعلیم خرچہ کپڑے' تربیت وتادیب سے کفالت کرنے والا۔

قول نووی: یہ فضیلت اس کو حاصل ہوتی ہے جو ذاتی مال سے یتیم کی کفالت کرے یا ولایت شرعیہ سے جو مال یتیم کا متولی ہو۔

تخريج : أخرجه أحمد (٨/٢٢٨٨٣) والبخارى (٥٣٠٤) وفى الأدب المفرد (١٣٥) وأبو داوٗد (٥١٥٠) والترمذى (١٩١٨) وابن حبان (٤٦٠) والبيهقى (٦/٢٨٢)

الفرائد : ابن بطال کہتے ہیں جو اس روایت کو سنے اسے جنت میں رفاقت نبوت حاصل کرنے کے لئے اس پر عمل کرنا

چاہئے۔اس سے کفالت یتامیٰ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

۲۶۵ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهٗ اَوْ لِغَيْرِهٖ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِی الْجَنَّةِ وَاَشَارَ الرَّاوِیْ وَهُوَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰی" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وَقَوْلُهٗ ﷺ "اَلْيَتِيمِ لَهٗ اَوْ لِغَيْرِهٖ" مَعْنَاهُ :قَرِيبُهٗ اَوِ الْاَجْنَبِیُّ مِنْهُ فَالْقَرِيبُ مِثْلُ اَنْ تَكْفُلَهٗ اُمُّهٗ اَوْ جَدُّهٗ اَوْ اَخُوْهُ اَوْ غَيْرُهُمْ مِنْ قَرَابَتِهٖ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۲۶۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ وہ اس کا قریبی ہو یا غیر۔ میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔ راوئ حدیث مالک بن انس نے سبابہ اور وسطی انگلی سے اشارہ کر کے بتلایا۔ (مسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اَلْيَتِيمُ لَهٗ اَوْ لِغَيْرِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ یتیم خواہ اس کا قریبی رشتہ دار ہو یا اجنبی۔قریبی سے مراد اس کی ماں یا دادا یا بھائی یا ان کے علاوہ اور کوئی قریبی رشتہ دار ان کی کفالت کرے۔ (مسلم)

اَلنَّحْوُ :كافل اليتيم له:ظرف مضاف الیہ سے حال بن سکتا ہے اور اضافت سے قبل بھی جائز ہے کیونکہ مضاف' مضاف الیہ میں عامل ہوتا ہے اس کی نظیر یہ آیت ہے:﴿اليه مرجعكم جميعا﴾ ② تیم کی صفت بن سکتا ہے اور جائز ہے کیونکہ الف لام جنس جس پر آئے وہ حکم نکرہ میں ہے۔له کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا دادا' چچا' بھائی یا اور کوئی قریبی ہو۔ ② لڑکے کا باپ مرجائے اور ماں اس کی کفیل بنے۔ ③ والدہ فوت ہوجائے اور والد تربیت میں اس کا قائم مقام ...

شرح مسلم میں نووی نے بھی ایسی ہی بات کہی ہے۔خبر میں اخیر صورت کو شا[illegible] ... [illegible] ہے کیونکہ ہو [illegible] ہے وہ یتیم تو نہیں کیونکہ باپ کی موجودگی میں یتیم کہا۔

او لغيره:اجنبی ہو۔

كافل مبتداء' انا مبتداء ثاني' كهاتين في الجنه:یہ خبر یا حال ہے۔ پھر پہلے کی خبر بنی۔ رابط اس میں اسم اشارہ ہے۔ مشار الیہ **السبابه والوسطى** ہیں جیسا کہ امام مالکؒ نے اشارہ کر کے بتلایا۔ یہ تبع تابعین سے ہیں سلسلۃ الذہب میں یہ سند ہے مالک عن نافع عن ابن عمر وفات ۱۷۹ھ ہے۔ ولادت ۹۳ھ میں ہوئی۔ بقول واقدی عمر ۹۰ سال تھی۔

(تقریب التہذیب للحافظ)

تخريج: أخرجه مسلم (۲۹۸۳)

۲۶۶ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ :لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ اِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ يَتَعَفَّفُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِیْ رِوَايَةٍ فِی الصَّحِيْحَيْنِ :

"لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُّغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلَ النَّاسَ"۔

۲۶۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مسکین وہ نہیں ہے کہ جس کو کھجور یا دو کھجوریں اسی طرح لقمہ یا دو لقمے دے کر لوٹا دیں بلکہ مسکین تو وہ ہے جو سوال سے بچتا رہے"۔ (بخاری و مسلم) اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے ہاں چکر لگائے اور لقمہ دو لقمے اور کھجور دو کھجوریں اس کو واپس لوٹا دیں بلکہ مسکین وہ ہے جو اتنا مال نہ پائے جو لوگوں سے اس کو بے نیاز کر دے اور اس کی (مسکینی کو کسی طرح معلوم بھی نہ کیا جا سکے کہ اس پر صدقہ کیا جائے اور وہ خود لوگوں کے پاس کھڑے بھی نہ ہو کہ ان سے سوال کرے"۔

تشریح ❁ **لیس المسکین**: مساکین کی نوع میں صدقے کا زیادہ محتاج اور حقدار جو کہ مسکین کہلانے کا مکمل مستحق ہے۔
الذي تردہ التمرہ: جو سوال کرتا پھرتا ہے اپنی خوراک کے حاصل کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے یہ کامل مسکین نہیں۔ کامل مسکین وہ ہے **الذی یتعفف**: جو فقر و احتیاج کے باوجود سوال نہ کرے۔ یہاں گھومنے والوں سے مسکنت کی نفی نہیں بلکہ کمال مسکنت کی نفی ہے۔
یطوف: لوگوں سے چکر لگا کر مانگے۔

النحو: **تردہ اللقمة**: یہ حال ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔ **لا یجد غنی یغنیه**: اس سے مراد اس فائدہ مند یسر کی نفی ہے کیونکہ جو اصل یسار کے ساتھ ہو اسے دوسروں سے بے نیاز کر دے۔
لا یفطن: سوال پر اصرار نہ کرنے کی وجہ سے اس کی حاجت معلوم نہ ہو سکے یا غربت و مسکین کی وجہ سے وہ خود سوال نہیں کرتا۔
تخریج: موطا مالك ۱۷۱۳، احمد ۹۱۲۲/۳، بخاری، مسلم، ابو داوٗد، نسائی، الدارمی ۳۷۹/۱، ابن حبان ۳۲۹۸، ابن خزیمه ۲۳۶۳، بیهقی ۱۱/۷۔

الفرائد: صدقات کے لئے ایسے مساکین تلاش کرنے چاہئیں جو دیندار سوال نہ کرنے والے سوال میں اصرار نہ کرنے والے ہوں ان پر صدقہ کا ثواب زیادہ ہوگا۔

۲۶۷: وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "السَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" وَاَحْسَبُهٗ قَالَ: "وَكَالْقَائِمِ الَّذِيْ لَا يَفْتُرُ وَ كَالصَّائِمِ الَّذِيْ لَا يُفْطِرُ"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۶۷: یہی حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ بیواؤں اور مساکین کی خدمت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ راوی کے خیال میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اس رات کے عبادت

گزار کی طرح ہے جو تھکتا نہیں اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو ہمیشہ روزے رکھتا ہو۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ❁ **الساعی**: جس کا زوج نہ ہو۔ عورت کا خاوند مر جائے تو ارملہ کہلاتی ہے۔ ابن سکین کہتے ہیں ارامل مسکین عورتیں اور مرد فقط مردوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ نووی کہتے ہیں یہ کہا گیا ہے ارملہ بیوہ کو کہتے ہیں۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں بیوہ کو کہتے ہیں خاوند کی موت سے اس کو فقر اور قلت زاد نے آ لیا۔ عرب کہتے ہیں ارمل الرجل: جب زاد راہ ختم ہو جائے۔ تو ساعی **الارملہ والمساکین**: وہ ہے جو ان کے خرچ کا ذمہ دار ہو۔ **کالمجاهد فی سبیل الله**: مجاہد سے تشبیہ دی کیونکہ عورت کی اصلاح، درستی حفاظت پر دوام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا مگر بڑے صبر اور نفس و شیطان کے ساتھ مجاہدہ کے ذریعہ۔ یہ دونوں اس ذمہ داری میں سستی پیدا کرتے اور اس کو بوجھ قرار دیتے ہیں بلکہ اس میں نیت کا بگاڑ پیدا کر کے برائی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اس لئے اس عمل پر مداومت قلیل و نایاب ہے اور بہت کم لوگ اس ذمہ داری میں سلامتی سے کنارے پر پہنچنے والے ہیں۔ جب توفیق الٰہی سے یہ میسر آ جائے تو اس سے یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ضعفاء کے دکھ کا ازالہ ان کے لئے سد رمق کو باقی رکھنا ان کی نہ صرف حاجت پوری کرنا بلکہ ان کی عزت کی حفاظت بھی کرنا۔ (المفہم للقرطبی)

واحسبہ قال و کالقائم الذی لا یفتر و کالصائم الذی لا یفطر: او شک کے لئے ہے یعنی یا اس کے بدلے یہ فرمایا قائم سے مراد تہجد گزار ہے جو کہ عبادت کو دن رات دوام ثواب کے لئے عمل صالح میں مداومت اختیار کرنے والا ہے۔

تخریج: موطا مالك ۹۶۰، احمد ۸۷٤٠/۳، بخاری، الادب المفرد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجه، ابن حبان ٤٢٤٥، بیهقی ۲۸۳/٦، نسائی (اطراف مزی)

الفرائد: مساکین و بیوگان کی معاونت کرنے والے اجر عظیم کے حقدار ہیں۔ کمزوروں کے دکھ کا ازالہ اور ان کی بھوک کا انتظام اور ان کی عزت کی حفاظت بڑا اجر رکھتی ہے۔

❁ ❁

۲٦۸: وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُمْنَعُهَا مَنْ يَّأْتِيْهَا وَيُدْعٰى اِلَيْهَا مَنْ يَّأْبَاهَا، وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مِنْ قَوْلِهٖ: بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى اِلَيْهَا الْاَغْنِيَآءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَآءُ".

۲٦۸: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: "کھانوں میں بدترین کھانا اس ولیمے کا ہے جس میں آنے والوں کو روکا جائے اور انکار کرنے والوں کو بلایا جائے (یعنی غرباء کو روکا اور امراء کو بلایا جائے) اور جس نے دعوت کو قبول نہ کیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی"۔ (مسلم) صحیحین کی ایک روایت جو حضرت ابوہریرہؓ سے ہی مروی ہے کہ بدترین کھانا اس ولیمے کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے"۔

تشریح ❁ **شر الطعام**: یہ صیغہ اسم تفضیل ہے۔ تخفیف کے لئے ہمزہ کو حذف کیا ہے۔ روایت انس رضی اللہ عنہ میں

موجود ہے: سئل عن الاکل قائمًا فقال ذلك اشرُّ۔

طعام الولیمه: شادی کا کھانا (الصحاح) **یُمْنَعُھَا عن یاتیھا:** جس سے فاقہ وحاجت طعام والے لوگ یعنی غربا ومساکین کو روک دیا جائے۔

ویدعی الیھا من یاباھا: یعنی امراء کو بلایا جائے۔ یہ پیشین گوئی ہے کہ عنقریب وقت آ رہا ہے جب ولائم میں مالداروں کی رعایت کی جائے گی خاص طور پر انہی کو دعوت دی جائے گی اور مجالس میں ان کا احترام ہوگا۔ جیسا آج کل سامنے ہے۔ **ومن لم یجب الدعوة:** ① دال کے فتحہ کے ساتھ بلانے کے معنی میں ہے۔ ② دال کے کسرہ کے ساتھ اور ماں باپ کی طرف نسبت کرنا۔ دال کے ضمہ کے ساتھ طعام کی طرف بلانا مگر یہ قطرب کا منفرد قول ہے (کتاب المثلث لابن السید)

فقد عصی الله و رسوله: خاص شرائط سے ولائم کی دعوت کو قبول کرنا لازم ہے۔

فرق روایت بخاری: **بئس الطعام طعام الولیمة یدعی الیھا الاغنیاء و یترك الفقراء۔ (بخاری)**

النحو: بئس: یہ فعل ذم ہے۔ الطعام اس کا اسم ہے۔ اس کا الف لام جنس یا عہد کا ہے۔ اس کا فاعل معرف باللام کی طرف مضاف یا ضمیر مبہم ہوتی ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ آتی ہے۔ طعام الولیمہ شادی کا کھانا زادسفر (المصباح) شادی کے لئے تیار کیا ہوا کھانا (کذافی النجم) ماوردی کہتے ہیں کھانے کی درستی اور لوگوں کو اس کے لئے بلانا یہ لفظ ولم سے بنا ہے جس کا معنی جمع ہونا ہے کیونکہ زوجین جمع ہوتے ہیں ہر خوشی کی دعوت کو کہتے ہیں خواہ ختنہ وغیرہ ہو مگر اب شادی کی دعوت کے لئے استعمال ہوتا ہے اور دوسرے مقام پر قید کے ساتھ آتا ہے مثلاً **ولیمة الختان:** (ماوردی) بظاہر روایت میں ہر خوشی کا کھانا مراد ہے۔ روایت کے آئندہ الفاظ میں جملہ مستانفہ کے طور پر برے سبب کی مذمت کی گئی ہے۔ **یدعی:** یہ فعل مجہول ہے الیھا۔ اس کے متعلق ظرف لغو ہے۔ امراء کو بلایا اور فقراء کو چھوڑا جائے۔ **ترك حقه** کا معنی ساقط کرنا۔

فائدة: اس تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کھانے میں ان کا حق ہے اس سے روکنے والا ان کے حق کو ضائع کرنے والا ہے۔ حدیث میں ہے: **اِنَّ القربةُ قَدْ یَقْتَرِنُ بھا ما یُخْرِجُھا عن ذلك:** بعض اوقات نیکی سے ایسی چیز مل جاتی ہے جو اس کو نیکی کے زمرے سے خارج کر دیتی ہے۔ اس میں خبردار کیا گیا کہ ہلاک کن چیزوں سے احتیاط کرو اور فقراء کی رعایت کرو اور ان سے نرمی اختیار کرو اور اغنیاء کی طرف ان کی مالداری کی وجہ سے مت جھکو اور نہ اس وجہ سے ان کی تعظیم کرو۔ یہ بھی وارد ہے: **من عظم غنیاء لغناہ ثلثا دینه۔** جس نے مالدار کی مال کی وجہ سے تعظیم کی اس نے اپنے دین کے دو حصے ضائع کر دیئے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت کے اعمال تین قسم کے ہیں: ① لسان کے ساتھ ② جنان (دل) کے ساتھ ③ ارکان کے ساتھ۔ اس آدمی نے اپنی ذاتی غرض کے لئے دو چیزوں کو استعمال کیا جو عبادت میں کی جاتی ہیں۔ ① زبان سے باطل تعریف کی۔ ② اس کے مال کی طمع میں جوارح سے اس کی تعظیم کی اور اس بات سے غفلت اختیار کی کہ بندے کو ہر حال میں اپنے جمال وکمال والے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اسی وجہ سے علماء نے فرمایا اگر اس نے اس کی تعظیم میں زبان، ارکان اور دل کی تعظیم کو جمع کر دیا تو اس نے تمام دین کو خیر باد کہہ دیا۔ اس تعظیم سے وہ تعظیم مراد ہے جس کی شرع میں ممانعت وارد ہے۔ باقی رہا اس کا شکر یہ اس طور پر کہ وہ انعامات الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ اس کا حکم ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **لا یشکر الله من لا یشکر الناس**" اور دوسرا ارشاد ہے: "**من صنع الیکم**

معروفًا فکافئوہ فان لم تستطیعوا فکافئوہ بالدعاء۔ جوتم پر احسان کرے تم اس کا بدلہ دو اگر بدلے کی طاقت نہ ہو تو دعا سے بدلہ دو''۔

تخریج : مالك فی الموطا ۱۱۶۰' احمد ۹۲۷۲/۳' احمد' بخاری' مسلم' ابو دائود' ابن ماجه' ابن حبان ۵۳۰۴' مشکل الاثار ۱۴۳/۴' بیهقی ۲۶۱/۷۔

الفوائد :اس روایت میں عظیم الشان پیشین گوئی ہے کہ میری امت میں آئندہ لوگ مالداوں اور صاحب حیثیت لوگوں کو ولائم میں بلائیں گے۔ غرباء وقرابت دار کو دعوت سے محروم رکھیں گے۔ آج کل بالکل اسی طرح سامنے ہے۔

۲۶۹ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :"مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَنَا وَھُوَ کَھَاتَیْنِ" وَضَمَّ اَصَابِعَہٗ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

"جَارِیَتَیْنِ" اَیْ بِنْتَیْنِ۔

۲۶۹: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:''جس نے دو بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچ گئیں۔ وہ قیامت کے دن ایسے حال میں آئے گا کہ میں اور وہ ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔ آپؐ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا''۔ (مسلم)

جَارِیَتَیْنِ :دو بیٹیاں۔

تشریح من عال جاریتین: یعنی ان کی معاونت وتربیت کی۔ عال: یہ عول سے ماخوذ ہے۔ معاونت کو کہتے ہیں۔ ارشاد ہے: ابدا بمن تعول: جن کے خرچہ کی ذمہ داری تم پر ہے ان سے ابتداء کرو۔ صاحب مصباح نے لکھا ہے۔ عال الرجل الیتیم عولا: یہ قال کے باب سے ہے۔ کفالت ونگہبانی کے لئے آتا ہے۔

حتی تبلغا: عرب کہتے ہیں: بلغ الصبی بلوغًا از باب قعد: بلوغت کی عمر کو پہنچنا اور پانا (المصباح) ابن القطاع لغوی کہتے ہیں: بلغ بلوغا فھو بالغ اور لڑکی کے لئے بالغ کا لفظ بغیر تا کے آتا ہے۔ ابن الانباری کہتے ہیں جاریہ بالغ عرب کے لوگ اس موقعہ پر موصوف کا ذکر کر کے اس کی صفت کو مؤنث لانے کی ضرورت نہیں سمجھتے اس کی نظیر امراۃ حامل ہے۔ ازہری رقم طراز ہیں شافعی فرماتے: جاریۃ بالغ اور اسے اہل عرب سے میں نے سنا۔ اس تمثیل اور تعلیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر موصوف مذکور نہ ہو تو پھر تانیث وتذکیر کے فرق کے لئے تا تانیث کا لانا ضروری ہے۔ مطلب یہ ہوا بالغ ہونا۔ اب یہ بلوغت عمر کے اعتبار سے ہو یا علامت حیض کے ساتھ یا احتلام کے ساتھ اور عورت کے بلوغ کا اندازہ ولادت سے پہلے چھ ماہ سے کیا جائے گا۔

قرطبی کہتے ہیں دونوں کا بالغ ہو کر ایسی عمر کو پہنچنا کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال سکیں اور یہ عورتوں میں خاوندوں کے قربت کرنے سے ہوتا ہے۔ اس سے حیض والا بلوغ مراد نہیں بسا اوقات ان کی شادی پہلے کر دی جاتی ہے خاوند کی وجہ سے وہ کفیل کی محتاج نہیں رہتیں اور بعض اوقات ان کی عمر حیض تک پہنچ جاتی ہے مگر وہ اپنے مصالح میں خود مختار نہیں ہوتیں۔ اگر ان کو اس

حالت میں الگ کر دیا جائے تو وہ ضائع ہو جائیں اور اس کے حالات بگڑ جائیں بلکہ ایسی حالت میں حفاظت کی زیادہ مستحق ہیں اور نگران کی زیادہ ضرورت مند ہوتی ہیں تا کہ اسکی حفاظت مکمل ہو اور اس سے نکاح کی رغبت کی جائے۔ اسی وجہ سے ہمارے علماء نے فرمایا بچی کے والد سے لڑکی کا خرچہ بلوغت سے ساقط نہیں ہوتا بلکہ خاوند کی قربت سے ساقط ہوتا ہے۔ (المفہم للقرطبی)

النحو: انا وھو: خبر محذوف ہے واؤ معیت کی اس کے قائم مقام ہے۔ ابن مالک کہتے ہیں **انا مبتداء ھو معطوف علیہ:** اور اس کی خبر اس طرح روایت میں مصرح ہے اور جملہ بغیر واؤ کے حال ہے۔ بعض نے اس میں تقدیم و تاخیر مانی ہے۔ تقدیر یہ ہے **جاء ھو و انا:** کیونکہ جاء میں ضمیر ہے جو من کی طرف راجع ہے۔ **ھو:** اس کی تاکید اور **انا:** اس کا معطوف علیہ ہے اس خصلت میں اصل ہونے کی وجہ سے اور اعلیٰ ہونے کی وجہ سے مقدم کیا۔ (شرح المشارق لابن مالک)

اور پہلی صورت میں خبر مقدر ہے اور وہ **کھاتین** اور حدیث انس میں اسکی تصریح ہے اور وہ بخاری کی روایت ہے اور اس حدیث میں **من عال جاریتین حتی یدرکا دخلت انا وھو الجنہ کھاتین**۔ سیوطی کہتے ہیں اس کی مسلم و ترمذی نے تخریج کی اور قول صحابی نے اس مقدر کی وضاحت کی ہے (جامع الصغیر للسیوطی) **وضم اصابعہ:** مقدر سے جس قرب کی طرف اشارہ کیا یہ اُس قرب کا بیان ہے۔ مسلم نے اس کو کتاب الادب میں روایت کیا ہے۔ نوویؒ نے **الجاریتین** کی تشریح البنتین سے کی ہے جبکہ جاریہ بنت کے ساتھ خاص نہیں۔ ملاحظہ ہو صاحب مصباح لکھتے ہیں الجاریہ کشتی کیونکہ وہ سمندر میں چلتی ہے اور اسی وجہ سے لونڈی کو جاریہ کہتے ہیں وہ آقاؤں کے کام میں دوڑ دھوپ کرتی ہے۔ اس میں اصل الشابہ ہے جو کہ اس کے ہلکا پھلکا ہونے کی وجہ سے بولتے ہیں۔ پھر وسعت دے کر ہر لونڈی کو جاریہ کہنے لگے خواہ وہ بوڑھی ہو۔ خواہ کام کاج کی سکت نہ رکھتی ہو۔ (المصباح) مگر مطرزی نے المعرب میں اس سے زیادہ صاف لکھا ہے کہ الجدی یہ الوصی کے وزن پر ہے۔ وکیل کو کہتے ہیں وہ اپنے مؤکل کے کام کے لئے تگ و تاز کرتا ہے اس کی جمع اجریاء ہے اس سے جاریہ کا لفظ ہے مؤنث غلام کو اس کی تیزی اور چستی کی وجہ سے کہتے ہیں بڑھیا کو نہیں کہتے (المعرب للمطرزی) پس یہ فضیلت اس روایت میں بیٹیوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ مسند دیلمی میں ابوالمحبر نے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**من عال بنتین او اختیھا او خالتین او جدتین او عمتین فھو معی فی الجنہ کھاتین**۔ (مسند احمد)

تخریج: احمد ۱۲۵۰۰/٤، مسلم، ترمذی، حاکم ۷۳۵۰/٤، ابن ابی شیبہ ۵۵۲/۸، ابن حبان ٤٤٧۔

الفرائد: ① بنات کے ضعف و انکسار کی وجہ سے ان کے پالنے کی فضیلت بتلائی کہ اس آدمی کو صحبت رسول اور جنت میں اعلیٰ مرتبہ ملے گا۔ ② ابن حبان کہتے ہیں معیت سے مراد جنت میں داخلہ اور سبقت میسر آئے گی یہ نہیں کہ اس کو مرتبہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میسر آئے گا۔

۲۷۰: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيَّ امْرَاَةٌ وَّمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَّاحِدَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: "مَنِ ابْتُلِيَ

مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۷۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت اس حال میں آئی کہ اسکے ساتھ دو بیٹیاں تھیں وہ عورت سوال کر رہی تھی۔ اس نے میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ پایا۔ میں نے وہ کھجور اس کو دے دی اس نے وہ اُن میں تقسیم کر دی اور خود کچھ نہ کھایا۔ پھر اُٹھی اور چل دی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے یہ بات بتلائی۔ فرمایا: ''جس کو ان بیٹیوں میں سے کسی کے ساتھ آزمایا جائے اور وہ ان پر احسان کرے تو وہ بیٹیاں اس کیلئے دوزخ کی آگ سے پردہ بن جائیں گی''۔ (بخاری و مسلم)

اَللُّغَۃُ: دخلت علی امرأۃ: واحد مؤنث غائب ہے امراۃ اس کا فاعل علی متعلق ہے۔ امرأۃ: عورت اس میں ایک لغت مرأۃ بروزن تمرۃ ہے تا کو ختم کر کے مرتی بروزن مسنۃ بھی جائز ہے۔ بعض اوقات المسمیٰ پر دلالت کیلئے امرء بولتے ہیں۔ کسائی کہتے ہیں میں نے عربوں سے امراء بغیر ھا سنا ہے۔ مثلاً: انا امرء ارید الخیر جس کی جمع نساء و نسوۃ بغیر لفظ کے آتی ہے۔ (المصباح)

شیخ زکریا کہتے ہیں ان دو عورتوں کے نام معلوم نہیں۔

معھا ابنتان: یہ جملہ حالیہ ہے۔

تسال: یہ جملہ مستانفہ ہے اس کی وضاحت اس طرح ہے گویا کوئی کہتا ہے اس کے بچیوں کو لے کر آنے کا کیا سبب ہے تو جواب دیا طلب حاجت کے لئے۔ لم تجد عندی شیئاً غیر تمرۃ واحدۃ: جو مطلوب سامنے رکھ کر آئی تھی وہ حاصل نہ ہوا۔ بس ایک کھجور ملی۔ واحدہ کو اسلئے بڑھایا تا کہ معلوم ہو کہ تمرۃ کی تا تانیث کی ہے وحدت کی نہیں ہے یہ لفظ فقط مسلم لائے ہیں۔

فاعطیتھا المرأہ ایاھا: وہ کھجور میں نے اس عورت کو دی حافظ کہتے ہیں اس سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صدقہ کے سلسلہ میں حرص ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ آپ نے نصیحت فرمائی تھی لَا يَرْجِعُ مِنْ عِنْدِكِ سَائِلٌ ولو بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔ (مسند البزاز)

فقسمتھا بین: اس نے وہ کھجور خود کھانے کی بجائے بانٹ کر دے دی۔ والدہ کی طبیعت یہی ہوتی ہے کہ وہ اولاد کو ترجیح دیتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے داعیہ ثواب کی وجہ سے ان کو دے دی حدیث سعد اس کی تائید کرتی ہے۔ لن تنفق نفقۃ تبتغی بھا وجہ اللہ تعالیٰ الا اجرت بھا حتی ما تجعل فی فی امرأتك" ثم قامت فخرجت: شاید شروع ثم اور پھر فا لانے میں یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ وہ کھجور کے علاوہ چیز کے انتظار میں کافی دیر بیٹھی رہی جب عدم غالب ہو گیا تو کھڑے ہونے کے معاً بعد نکل گئی۔ فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا: علینا کی ضمیر جمع ممکن ہے خادمہ اور دیگر پاس بیٹھنے والیوں کے لحاظ سے ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے لحاظ سے جمع کا صیغہ لائیں نہ کہ اپنی ذات کے لحاظ سے۔ فاخبرتہ۔ یہاں دلالت سیاق کی وجہ سے دونوں مفعول حذف کر دیئے۔

ابتلی من ھذہ البنات بشیئ: ابتلی: یہ اختیار و آزمائش کے معنی میں ہے۔ آزمائش کہا کیونکہ عام لوگ اس کو پسند نہیں کرتے۔ من: بیانیہ ہے۔ شیئ: یہ ابتلی: کا نائب فاعل ہے۔ ان سے یا ان کے احوال میں مبتلا کیا جائے۔

قرطبی کہتے ہیں عموم الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بیٹی پر احسان سے بھی آگ سے بچاو مل جاتا ہے جب زیادہ کی

کفالت کرے تو جنت میں سبقت اور معیت نبوت بھی ملے گی۔

فاحسن الیھن: یہ جملہ مسلم اور بخاری کتاب الادب میں ہے۔ان پر احسان کا مطلب ان کی عزت کی حفاظت اور ان کے خرچہ کی ذمہ داری ہے اور ان کی اصلاح و درستی ہے جس نے یہ کام رضاءِ الٰہی کے پیش نظر کیا۔ کن له سترا من النار: آگ سے بچاوے کا سبب بنے گا۔ ستر سے جنس ستر مراد ہے جو قلیل و کثیر ہو اور اس میں شک نہیں کہ جو آدمی آگ سے بچ گیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک دوسری روایت میں ایک عورت کا تذکرہ ہے جس نے کھجور کو دو بچیوں میں تقسیم کیا۔ قد اوجب الله لها الجنة و اعاذها من النار یہ روایت مسلم کی ہے۔

تخریج: احمد ۲۴۱۱۰/۹، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن حبان ۲۹۳۹، بیهقی ۴۷۸/۷ (جامع صغیر)

الفوائد: بیٹیوں کا خصوصی خیال رکھنا چاہئے کیونکہ وہ ضعیف و کمزور ہیں۔ ② محتاج سوال کر سکتا ہے۔ ③ معمولی سے معمولی چیز بھی صدقہ کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ ④ نیکی کا تذکرہ جائز ہے بشرطیکہ بطور ریاء و من نہ ہو۔ ⑤ بقول ابن عربی یہ ماں باپ کے لئے ابتلاء ہے کہ آیا ان سے احسان کرتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ ان سے اکتانا یا ان کے متعلق فرض کو پورے طور پر ادا کرنے میں کوتاہی ممکن ہے۔ ثواب سے ادائیگی کی ترغیب دلائی۔

۲۷۱: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَيْضًا قَالَتْ جَآءَتْنِي مِسْكِيْنَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا فَاَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمْرَاتٍ فَاَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا تَمْرَةً وَّرَفَعَتْ اِلٰى فِيْهَا تَمْرَةً لِّتَاْكُلَهَا فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِي كَانَتْ تُرِيْدُ اَنْ تَاْكُلَهَا بَيْنَهُمَا فَاَعْجَبَنِي شَاْنُهَا فَذَكَرْتُ الَّذِي صَنَعَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ اَوْ اَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۷۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ ایک غریب عورت آئی جو بچیوں کو اٹھائے ہوئے تھی۔ میں نے اس کو تین کھجوریں دیں۔ اس نے ہر ایک کو ایک ایک دے دی اور تیسری کھجور کھانے کے لئے منہ کی طرف اٹھائی تو اس کی بیٹیوں نے وہ بھی مانگ لی۔ اُس نے اِس کھجور کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ان کو دے دیا۔ مجھے اس کی یہ بات بہت پسند آئی۔ میں نے اُس کے اِس فعل کا تذکرہ آنحضرت ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے اس کے لئے جنت کو واجب کر دیا یا اس وجہ سے اُس کو آگ سے آزاد کر دیا''۔ (مسلم)

تشریح ۞ مسکینة: سکون سے بنا ہے حرکت کا چلا جانا یہ بنی اسد کی لغت ہے۔ ابن السکیت کہتے ہیں مسکین وہ جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ فقیر جس کے پاس بقدر گزر اوقات ہو۔ یونس نے بھی فقیر کو مسکین سے بہتر حال والا قرار دیا اور کہتے ہیں میں نے ایک اعرابی سے سوال کیا: فقیر انت؟ قال لا واللہ بل مسکین گویا میرے پاس کچھ نہیں۔ اصمعی کہتے ہیں مسکین فقیر سے بہتر حال والا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِيْنَ کانت یہ جملہ کے برابر ہے اور فقراء کے متعلق فرمایا: لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ۔

ابن الاعرابی کہتے ہیں مسکین وفقیر ایک ہی ہیں جن کے پاس کچھ نہ ہو۔ یہ دونوں برابر ہیں۔ مسکین کا لفظ ذلیل کے لئے بھی بولا جاتا ہے جبکہ وہ مالدار ہو۔ عورت کو مسکینہ کہتے ہیں۔ قانون کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے آخر میں ھانہ ہو کیونکہ فعیل و مفعال کی تانیث میں تانہیں آتی مثلاً امراۃ معطیر و مسکان لیکن اس کا معنی فقیر ہے۔ (المصباح لابن الاعرابی)

تحمل: سوال کے لئے آئی بیٹیاں اٹھائے ہوئے تھی۔ **تمرات:** یہ جمع تمرہ ہے جیسا سجدہ وسجدات۔ **رفع الی فیھا ثمرة لتاکلھا:** تقسیم کے لحاظ سے ایک کھجور منہ کی طرف لے گئی۔ **فاستطعمھا ابنتاھا:** ایک مفعول التمرۃ الثالثہ حذف کر دیا۔ ان بچیوں نے وہ کھجور مانگ لی۔ **فشقت التمرة:** اس نے کھجور کے دو حصے کر کے ان کو دے دیئے۔ **بینھما:** اس کا فعل قسمتھا محذوف ہے۔ **فاعجبنی شانھا:** مجھے اس کی یہ حالت بہت پسند آئی کیونکہ اس میں اپنے آپ پر ایثار اور چھوٹوں پر رحمت و شفقت، بنات پر مزید احسان ونرمی اللہ تعالیٰ کی رضامندیاں چاہنے کے لئے پائی جاتی تھی۔ **شأن:** جو معاملہ بڑا عظیم اور انتہائی درست ہو۔ چھوٹے امور کے لئے نہیں آتا۔ (مفردات راغب)

فذکر التی صنعت: فالائے یا تو آپ گھر میں موجود تھے مگر معاملے کو نہیں دیکھا۔ ۲ معاملہ پیش آنے کے معاً بعد تشریف لے آئے جیسا پہلی روایت میں وارد ہے۔

فقال ان الله اوجب بھا: اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے لئے اس کام کی وجہ سے جنت کا حقدار بنا دیا کیونکہ اس کا یہ اظہار شفقت ورحمت رحمت الٰہی کے اس پر اتارنے کا باعث ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰن یومَ القِیَامَۃِ رحمٰن کا رحم قیامت کے دن رحم کرنے والوں پر ہوگا"۔

اعتقھا بھا من النار: کیونکہ اس نے اپنے نفس کو دنیا کی طرف جھکنے سے آزاد کر لیا اور چھوٹوں پر مہربانی اور ایثار کر کے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں غفلت سے اپنے کو محفوظ کر لیا۔ (رواہ مسلم)

تخریج : أخرجه مسلم (۲٦۳۰) والترمذی (۱۹۱۵)

الفرائد : جو آدمی کمزوروں اور ضعیفوں پر رحم کرتا ہو وہ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔

۲۷۲ : وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ خُوَیْلِدِ ابْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِیْفَیْنِ الْیَتِیْمِ وَالْمَرْاَۃِ" حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاہُ النَّسَآئِیُّ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ۔

وَمَعْنٰی "اُحَرِّجُ" : اُلْحِقُ الْحَرَجَ وَھُوَ الْاِثْمُ بِمَنْ ضَیَّعَ حَقَّھُمَا وَاُحَذِّرُ مِنْ ذٰلِکَ تَحْذِیْرًا بَلِیْغًا وَّاَزْجُرُ عَنْہُ زَجْرًا اَکِیْدًا۔

۲۷۲: حضرت ابوشریح خویلد بن عمر خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ میں لوگوں کو دو کمزوریوں کے حق کے سلسلہ میں بہت ڈراتا ہوں یعنی یتیم اور عورت"۔ حدیث حسن ہے۔ نسائی نے عمدہ سند سے ذکر کیا۔

اُحَرِّجُ : میں خوب ڈراتا اور بہت ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہوں اور گناہ گار سمجھتا ہوں اور انتہائی سختی کے ساتھ ڈراتا ہوں جو ان دونوں کے حقوق کو ضائع کرے۔

تشریح ابو شریح خویلد: ان کا سلسلہ نسب بن عمرو بن صخر بن عبدالعزیٰ الخزاعی مشہود قبیلہ خزاعہ سے ملتا ہے۔ اکثر اہل سیر کا خیال ہے کہ ان کا نام خویلد ہے۔ بعض نے کہا ان کا کعب بن عمرو ہے بعض نے عبدالرحمان بن عمرو بعض نے عمرو بن خویلد بعض نے ھانی بتلایا۔ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو کر مدینہ میں مقیم ہوئے اور مدینہ منورہ میں بقول ابن سعد ۶۸ھ میں وفات پائی۔ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں باب الکنی میں مقدام بن شریح بن ہانی عن ابیہ سے روایت نقل کی کہ ہانی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد بنی حارث بن کعب کے ساتھ آئے۔ ان کی کنیت ابوالحکم تھی۔ وہ بیان کرتے تھے جب ان کے مابین کوئی معاملہ پیش آتا تو وہ مجھے فیصل بناتے اور میرے فیصلے پر راضی ہو جاتے اس لئے انہوں نے میری کنیت ابوالحکم رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے بڑے لڑکے کا نام کیا ہے میں نے شریح بتایا۔ آپؐ نے فرمایا تمہاری کنیت ابوشریح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہانی اور اس کے بیٹے کے لئے دعا فرمائی۔ یہی شریح بن ہانی کا والد ہے جو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اور اہل کوفہ میں شمار کئے جاتے ہیں اور ان کے متعلق خزاعی ہونے کا بھی ایک قول ہے۔ بعض کعبی بعض نے عدوی کہا۔ نووی تہذیب میں کہتے ہیں یہ فتح مکہ کے دن بنی کعب کا ایک جھنڈا اٹھانے والے تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۰ احادیث روایت کی ہیں جن میں دو متفق علیہ ہیں اور ایک حدیث میں بخاری منفرد ہیں۔

اللھم: بصریین کے قول پر اس کا اصل یا اللہ حرف نداء کو حذف کر کے اس کے عوض میم مشدد لے آئے۔ اسی لئے ان دونوں کو سوائے ضرورت کے جمع نہیں کرتے مثلاً: یا اللھم یا اللھما۔

انی احرج حق الضعیفین: احرج باب تفعیل مبالغہ کے لئے ہے۔ حرج گناہ کو کہتے ہیں۔ حق کو تمام حقوق کے شامل کرنے کے لئے مطلق ذکر کیا۔ یتیم جس کا والد نہ ہو۔ عورت اور یتیم کے حق میں تنگی کی مگر اس سے باز آنے کے سلسلہ میں مبالغہ کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا کوئی مرتبہ نہیں اور نہ ہی ان کی طرف سے کوئی جھگڑنے والا ہے سوائے اس ذاتِ باری تعالیٰ کے۔ پس ان پر تعرض کرنے والا اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑنے والا ہے۔ پس وہ قسما قسم کے وبالوں کا حقدار ہے۔ بالغ آدمی کو اپنی قوت پر اعتماد ہوتا ہے یا ظاہر رشتہ داروں کا سہارا ہوتا ہے جو اس کی مدد کرتے ہیں اور جو غیر اللہ سے عزت چاہتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے۔

حدیث حسن: یہ روایت اتصال سند' عدالت رواۃ' ضبط رواۃ' انتفاء شذوذ اور قابل مذمت علت وغیرہ صفات میں شریک ہوتی ہے مگر صحیح میں اس کا اعلیٰ درجہ اور حسن میں مناسب درجہ پایا جاتا ہے۔ یہ متاخرین کی اصطلاح ہے مگر ابن الصلاح کی رائے ان کے خلاف ہے۔

رواہ النسائی باسند جید: اسناد سے بعض اوقات رواۃ بعض اوقات رفع حدیث کو اسناد کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے سیوطی کہتے ہیں سند طریق متن کی اطلاع کا نام اور اسناد کا لفظ ایک فریق والوں پر بولا جاتا ہے۔ سیوطی شرح الغیر میں ابن حجرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن الصلاح سے کلام نقل کرنے کے بعد کہا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن الصلاح کے ہاں جید اور صحیح ایک چیز

ہے۔ بلقینی نے بھی محاسن الاصطلاح میں اس کو نقل کرنے کے بعد یہی نتیجہ نکالا ہے۔ اس سے یہ بات خود سمجھ آتی ہے جودت و عمدگی کو صحت سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ دوسروں نے بھی یہی کہا کہ جید و صحیح میں مغایرت نہیں مگر ان میں ماہر علماء ایک نکتہ کے پیش نظر صحیح سے جید کی طرف لوٹتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان کے ہاں حدیث حسن لذاتہ سے بلند ہے اور صحیح کے درجہ میں پہنچنے میں تردد ہے تو پھر صحیح سے کم درجہ کا وصف (جید) استعمال میں لاتے ہیں۔ (شرح الفید للسیوطی)

احرّج: میں تفعیل کا صیغہ نسبت کے لئے ہے جیسے فسقت زیدًا۔ میں نے زید کی نسبت فسق کی طرف کی۔ ضیّع: کا لفظ تقاضا کرتا ہے کہ اگر اس کی خاموشی سے وہ ضائع ہوا جبکہ شرعی طور پر کلام سے اسے کوئی چیز مانع نہ تھی تو وہ گناہ میں شامل ہو گیا۔ احذر سے آخر تک عبارت۔ احرّج کا مفہوم نہیں بلکہ نووی رحمۃ اللہ علیہ دلالت سیاق سے یہ بات اخذ کی ہے اور اکید مؤکد کے معنی میں ہے۔

تخریج: احمد ۹٦٧٢/۳' نسائی فی السنن الکبریٰ باب عشرۃ النساء۵/۹۱۵۰' ابن ماجہ۔

الفرائد: یتامیٰ اور دیگر کمزور لوگوں کے حقوق کو ضائع کرنے کے سلسلہ میں شدید زجر کی گئی ہے۔ خاوند کو بیوی کے حقوق کا ضیاع چاہئے اور نہ ان میں ٹال مٹول۔

۲۷۳ : وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ ابْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَاٰی سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : "هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَآئِكُمْ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ هٰكَذَا مُرْسَلًا فَاِنَّ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ تَابِعِیٌّ وَرَوَاهُ الْحَافِظُ اَبُوْبَكْرٍ الْبَرْقَانِیُّ فِیْ صَحِیْحِهٖ مُتَّصِلًا عَنْ مُصْعَبٍ عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

۲۷۳: حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ ان کو اپنے سوا دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری امداد نہیں کی جاتی اور تمہیں رزق نہیں دیا جاتا مگر کمزور لوگوں کی وجہ سے"۔ بخاری نے مرسلاً بیان کیا۔ مصعب تابعی ہیں۔ حافظ ابوبکر برقانی نے اپنی صحیح میں متصلاً سند مصعب عن ابیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ روایت کیا۔

تشریح ۞ **مصعب بن سعد بن ابی وقاص:** ابووقاص کا نام مالک بن وہیب ہے بعض نے اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بتلایا ہے۔ معصب جلیل القدر تابعی ہیں یہ قبیلہ بنو زہرہ سے ہیں انہوں نے اپنے والد سے سنا اور علی بن ابی طالب' ابن عمر رضی اللہ عنہما سے علم حاصل کیا۔ ان سے مجاہد' ابواسحاق سبیعی اور دیگر تابعین نے روایت لی ان کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں **کان ثقة كثير الحديث:** ان کی وفات ۱۰۳ھ میں ہوئی۔

رای سعد: بقول ابن حجرؒ یہ نسائی کے الفاظ ہیں۔ سعد کو گمان پیدا ہوا کہ ان کو دوسروں پر بڑھائی حاصل ہے۔ **من دونہ:** نسائی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ زائد کئے ہیں۔ یعنی شجاعت اور دیگر کمالات کی وجہ سے۔

تنصرون و ترزقون: یہ دونوں مجہول پڑھے جائیں گے۔ **بضعفائکم:** جمع ضعیف اس کی جمع ضعاف بھی ہے۔ نسائی کی

روایت میں "انما نصر هذه الامة بضعفتهم بدعواتهم و صلاتهم و اخلاصهم: اس امت کی نصرت اس کے ضعفہ دعاؤں نمازوں اور اخلاص کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ اس روایت کی شاہد حدیث ابی درداء رضی اللہ عنہ ہے جس کو احمد ونسائی نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے: انما تنصرون و ترزقون بضعفائکم۔

ابن بطال کہتے ہیں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ضعفاء میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے اور ان کی عبادت میں خشوع کثرت سے ہوتا ہے کیونکہ ان کے قلوب زخارف دنیا سے معلق نہیں ہوتے۔

مہلب کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے مقصد یہ تھا کہ سعد تواضع اختیار کریں بڑھائی کو چھوڑ دیں اور ہر حال میں مسلمان کو حقیر قرار دینا چھوڑ دیں۔

عبدالرزاق نے مکحول سے سعد کے واقعہ میں ارسال کے ساتھ یہ اضافہ نقل کیا ہے۔ قال سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رَجُلًا يَكُوْنُ حَامِيَةَ الْقَوْمِ وَيَدْفَعُ عَنْ اَصْحَابِهِ ايَكُوْنُ نَصِيْبُهٗ كَنَصِيْبِ غَيْرِهِ الحدیث۔ کیا سب سے بڑھ کر دفاع کرنے والے کا حصہ غنیمت عام لڑنے والے کی طرح ہے"۔

اس حدیث سے یہ بات صاف ہوگئی کہ فضل سے مراد غنیمت میں اضافی حصہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سمجھایا کہ مقاتلین کے حصص برابر ہیں اگر طاقتور کو شجاعت کی وجہ سے ترجیح ہے تو ضعیف کو دعا و اخلاص کی وجہ سے ترجیح حاصل ہے۔

بخاری سے اس روایت کو مرسلاً نقل کیا ہے کیونکہ مصعب تابعی ہیں۔ علامہ برقانی کی نسبت برقان کی طرف ہے یہ خوارزم کے قرب و جوار میں واقع ہے۔ ان کا نام ابوبکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب ہے۔ (لب اللباب للسیوطی)

اصبہانی نے کہا برقانی نے مصعب عن ابیہ سے متصلاً روایت نقل کی ہے۔ نسائی کے ہاں بھی مسعر عن طلحہ کی سند سے اسی طرح ہے۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ عن ابیہ کے الفاظ بعض روایت نے حذف اور بعض نے ذکر کئے محمد بن طلحہ کی سند سے حذف ہیں جیسا کہ دارقطنی نے کہا: المحفوظ عن محمد بن طلحة مرسل كما عند البخاری۔ قال ولم يسمع محمد بن طلحه عن ابيه و الصواب روايت مسعر۔ جس روایت کی نسائی نے تخریج کی عن سعد وہ درست ہے اور اس کے متابع زبید اور لیث ہیں جس سے وہ متصل ہو جاتی ہے۔ (النكت الظراف على الاطراف)

تخريج: أخرجه أحمد (٣/٩٧٧٢) والنسائى (٩١٤٩) فى عشرة النساء باب (٦٤) وابن ماجه (٢٦٧٨)

الفرائد: ① اہل ایمان میں کمزور لوگوں کی دعاؤں اور تضرع سے دوسروں کو رزق ملتا ہے۔ ② ضعفاء کا اخلاص اور قرب الی اللہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کی موید وہ روایت بھی ہے: ابغوا لي ضعفاء كم (ابن حبان)۔ ③ آدمی کو نفس کے غرور میں مبتلا نہ ہونا چاہیے۔

۲۷۴ : وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَآءِ عُوَيْمِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اِبْغُوْنِىْ فِى الضُّعَفَآءِ فَاِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَآئِكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ۔

۲۷۴: حضرت ابودرداء عویمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے:

''مجھے تم کمزوروں میں تلاش کرو تمہیں نصرت اور رزق ضعفاء کی وجہ سے دیا جاتا ہے''۔ (ابوداؤد)
سند جید سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح ❁ **عویمر**: یہ عامر کی تصغیر ہے بعض نے کہا ان کا نام مکبر ہے یہ ابن قیس بن زید بن امیہ بن مالک بن عامر بن عدی بن کعب بن خزرج بن الحارث الانصاری رضی اللہ عنہ ہے۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ بعض نے ان کی نسبت اور لکھی ہے۔ ذرا سی دیر سے اسلام لائے غزوۂ احد کے بعد والے غزوات میں شرکت کی۔ یہ بڑے سمجھدار، عقلمند، حکیم و عالم تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ میں مواخات کرادی جیسا بخاری کی روایت ابوجحیفہ سے باب ... میں گزری۔ ان کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **عویمر حکیم امتی**: میری امت کے حکیم عویمر ہیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ ان کے متعلق کہتے ہیں: **ما هملت ورقاء ولا اظلت خضراء اعلم منك يا ابا الدرداء**: ابودرداء زمین پر تم سے بڑا علم والا نہیں''۔ خالد بن معدان نے نقل کیا کہ ابن مبارک کہا کرتے تھے دو عالم عامل معاذ، ابی الدرداء کی بات ہمیں بیان کرو۔ ان کی حکمتیں معروف ہیں۔ ان کی وفات خلافت عثمانی ۳۰ھ کے بعد ہوئی۔ ان کی قبر دمشق کے مقبرہ شہداء میں ہے۔ نووی کہتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے ۱۷۹ روایات نقل کی ہیں۔ ان میں سے تین میں بخاری منفرد ہے اور آٹھ میں مسلم (کتاب الانساب لابن قدامہ) نووی کہتے ہیں صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت نے ان سے روایت لی ہے جن میں ابن عمرؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسے عالم شامل ہیں اور تابعین کی تعداد تو بہت ہے۔

ابغونی: یعنی میرے لئے ضعفاء کو تلاش کرو۔ **الضعفاء**: غریب مسلمان مراد ہیں۔ **ابغی**: یہ باب افعال ہے اس کا ہمزہ قطعی ہے۔ اس کا معنی تلاش میں معاونت کرو۔ حافظ کہتے ہیں **ابغنی**: یہ ثلاثی ہے اس کا معنی میرے لئے ڈھونڈو۔ عرب کہتے ہیں **بغيتك الشيء يعني طلبته لك**: یہاں حدیث میں پہلا معنی مراد ہے۔ (فتح الباری) گویا ثلاثی کا معنی مطلق طلب ہے اور افعال میں طلب اعانت مراد ہے۔ قول سیوطیؒ ابوداؤد ونسائی نے لی کو ساقط کر دیا اور احمد وطبرانی کے ہاں **ابغوانی ضعفاء کم**: اور ترمذی **ابغونی فی ضعفائکم** ہے۔

صاحب فتح الکبیر کہتے ہیں ان کی تلاش اس لئے تاکہ مجاہدین میں ان کے نام درج کر کے ان سے دین کی معاونت حاصل کی جائے اور دیگر فوائد و برکات بھی حاصل ہوں۔ (فتح الکبیر لمعلق الجامع الصغیر)

فانما ترز قول وتنصرون بضعفائكم: ترزون مجہول ہے۔ مفعول دوم محذوف ہے کیونکہ اعطاء کا معنی اس میں پایا جاتا ہے یعنی تمہیں بارش، فئی حاصل ہوتی ہے جس سے تم فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے وجود کی برکت سے دشمنوں پر فتح پاتے ہو۔ ابوداؤد نے پسندیدہ سند سے نقل کیا ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۸/۲۱۷۹۰) وأبو داود (۲۵۹٤) والترمذی (۱۷۰۲) والنسائی (۳۱۷۹) والحاكم (۲/۲٦٤۱) وابن حبان (٤۷٦۷)

الفوائد: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور ضعفاء مسلمین کی دعاؤں سے اعانت حاصل کرنی چاہئے کسی ماتحت پر اپنی بڑائی ظاہر نہ کرنی چاہئے۔ کمزوروں کی ایذاء کے درپے نہ ہوں جن کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سہارا نہیں۔ ② آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کا ضعفاء کو مجالست کے لئے طلب کرنا ہی ان کی سعادت کے لئے کافی ہے۔

۳۴: بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالنِّسَآءِ

باب: عورتوں کے متعلق نصیحت

عورتوں کے سلسلہ میں وصیت کا مطلب ان سے نرمی اور احسان کرنا ہے کیونکہ وہ صنف نازک ہے جن کو خصوصاً نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ وہ ان کے معاملے کی دیکھ بھال کرے۔ اعراۃ: کی جمع نساء و نسوء: بغیر لفظ آتی ہے جیسا مصباح کے حوالے سے گزرا۔

آیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء:۱۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اوران عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے گزران کرو''۔ (النساء)

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ: یہ خطاب ازواج اور اولیاء کو عام ہے لیکن زیادہ اس کا سلسلہ خاوندوں سے ہی متعلق ہے۔ معاشرت میل جول ہی کو کہتے ہیں۔ سلمی کہتے ہیں کہ عاشروھن کا مطلب ان کو فرائض وسنن کی تعلیم ہے۔ ابوجعفر کہتے ہیں معاشرت بالمعروف کا معنی اہل وعیال کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء:۲۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ عورتوں کے درمیان برابری کرسکو اگر چہ تم کتنا چاہو مگر تم (ایک بیوی کی طرف اتنے) مائل نہ ہو جاؤ کہ دوسری کو لٹکتا ہوا چھوڑ دو اور اگر درستی اختیار کرو اور تقویٰ پیش نظر رکھو پس اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے''۔ (النساء)

العدل: مطلقاً عدل اقوال افعال، صحبت، جماع وغیرہ میں برابری۔

بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری تقسیم میں برابری کرتے پھر اس طرح دعا کرتے :اللهم هذا فعلی فيما املك۔ یہ تو میرا طرزِ عمل ہے اس چیز میں ہے جس کا مجھے اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے حال کی اطلاع دی فطری

طور پر بعض ازواج کی طرف میلان قلب میں مجبور ہیں۔
فلا تمليوا كل الميل: مرد کوئی ایسا کام نہ کرے جس کی وجہ سے ایک کو دوسری سے فضیلت دینی مقصود ہو اور یہ انسان کے اختیار میں ہے۔ اسی کو کل المیل فرمایا خواہ کسی معاملے میں ہی کیوں نہ ہو۔ **فتذروھا:** تم ایک عورت کو میلان کی وجہ سے معلقہ کی طرح چھوڑ دو نہ تو وہ خاوند والی کہلائے اور نہ خاوند والی ہو۔ **وان تصلحوا و تتقوا:** تم نے مکمل میلان سے بگاڑ پیدا کیا اس کی درستی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے انصاف وعدل سے تقسیم کرو اس کی خلاف ورزی نہ کرو۔ **فان الله كان غفورا رحيما:** اللہ تعالیٰ ہمیشہ معاف کرنے والے ہیں تو بخشنے والے ہیں اور اپنے بندوں پر نعمتیں اتار کر رحمت کرنے والے ہیں۔ ان دو صفات کو خاص طور پر اس لئے لایا گیا۔ ایک بیوی کی طرف مکمل میلان گناہ ہے اس کا علاج مغفرت میں ہے اور زوجین کے درمیان عدم تقویٰ کی وجہ سے برابری نہ برتنا شیطان کی شرات کی وجہ ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سابقہ نعمتوں اور احسانات کا استحضار کر کے اس کی رحمت کی امید لگائے۔

۲۷۵ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَّاِنَّ اَعْوَجَ مَا فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ ، فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ الْمَرْاَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عَوَجٌ" وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عَوَجٌ وَّاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا"

قَوْلُهٗ "عَوَجٌ" هُوَ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْوَاوِ۔

۲۷۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ عورتوں سے بھلا سلوک کرو پس عورت پسلی سے پیدا کی گئی اور ان میں سب سے اوپر والی پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ ڈالو گے اور اگر اس کو بالکل چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی رہے گی۔ پس اس سے بھلائی والا سلوک کرو (بخاری و مسلم) صحیحین کی روایت میں ہے کہ عورت پسلی کی طرح (ٹیڑھی) ہے اگر تو اس کو سیدھا کرے گا تو توڑ ڈالے گا اور اگر تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو ٹیڑھ کے ساتھ ہی اس سے فائدہ اٹھاؤ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی۔ یہ ہرگز ایک طریقہ پر سیدھی نہ ہوگی۔ اگر تو اس سے فائدہ چاہتا ہے تو ٹیڑھ کے ہوتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اگر تو اس کو سیدھا کرنے کے پیچھے پڑے گا تو اس کو توڑ بیٹھے گا اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے۔

عَوَجٌ: ٹیڑھ۔

تشریح ۞ **استوصوا بالنساء خيرا:** یہاں باب استفعال افعال کے معنی میں اے اوصوابھن: ان سے بھلا سلوک روا رکھو۔ علامہ طیبی کہتے ہیں یہاں سین طلب کے معنی میں ہے مگر مبالغہ کا فائدہ دے رہی ہے کہ اپنے دلوں سے ان کے حق میں خیر خواہی طلب کرو یا ان کے لئے دوسروں سے خیر خواہی کے طلبگار رہو۔ بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ میری نصیحت کو ان

کے حق میں قبول کر کے اس پر عمل پیرا ہو یعنی ان سے نرمی برتو اور حسن سلوک اختیار کرو۔ علقمی کہتے ہیں یہ وجہ مجھے سب سے بہتر نظر آتی ہے۔ طیبی کی بات کے مخالف بھی نہیں۔ ابن علان کہتا ہے معنی یہ ہوگا میری نصیحت قبول کرو اور اس پر عمل کرو۔ **خلقت من ضلع:** خلقت مجہول ہے۔ **ضلع:** لام کے سکون وفتحہ سے پڑھ سکتے ہیں یہ لفظ مؤنث ہے۔ (القاموس المصباح)

حافظ کا کلام: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حواء کو آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا۔ بعض نے کہا سب سے چھوٹی پسلی سے (المبتداء عن ابن عباس لابن اسحاق) (ابن ابی حاتم من مجاہد) نووی نے عجیب بات کی کہ اس کو فقہاء کی طرف منسوب کر دیا۔ (فتح الباری)

نکتہ: یہ روایت اس کے خلاف نہیں ہے جس میں عورت کو (ضلع) پسلی سے تشبیہ دی ہے بلکہ اس روایت سے نکتہ تشبیہ نکل رہا ہے کہ یہ عورت پسلی کی طرح ٹیڑھی ہے کیونکہ اس کی اصل اسی سے ہے۔ قرطبی کہتے ہیں اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے۔ پسلی کی مقدار سے پیدا کی گئی ہے پس وہ پسلی کی طرح ہے۔

ان اعوج مافی الضلع اعلاہ: ما ای شئی کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا عورت میں سب سے ٹیڑھی چیز اس کی زبان ہے۔ اس پہلی بات کا فائدہ یہ ہے کہ عورت کے ٹیڑھے پن پر تعجب مت کرو اس کی تخلیق ٹیڑھی پسلی سے ہے۔ یا عورت بالکل سیدھے ہونے کو قبول نہیں کرتی جیسے پسلی سیدھے پن کو قبول نہیں کرتی۔ اسی لئے فرمایا: **فان ذھبت تقیمہ:** ٹیڑھا پن جو اس کی فطرت ہے اس سے سیدھا کرنے لگو گے تو **کسرتہ:** عدم قابلیت کی وجہ سے توڑ بیٹھو گے۔ **وان ترکتہ لم یزل الموج:** اگر اس کے سیدھے کرنے میں نہ لگو گے بلکہ اس کی فطرت وحالت اصلیہ پر رہنے دو گے تو وہ قائم رہے گی۔ بالکل یہی حال عورت کا ہے۔ اگر تم اس کو درست راہ پر لانا چاہو گے کہ بالکل ٹیڑھ نہ رہے تو معاملہ جدائی اور مخالفت تک پہنچ جائے گا اور یہی اس کا توڑنا ہے اور اگر اس کی بد حالی اور ضعف عقل پر صبر کرے گا اور اسی طرح کے دیگر ٹیڑھے طرز تو معاملہ قائم رہے گا اور معاشرت باقی رہ سکے گی۔

فاستوصوا بالنساء: فا فصیحیہ ہے۔ یعنی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو اور ان سے صادر ہونے والی باتوں پر صبر کرتے ہوئے ان سے بھلا سلوک کرو۔

رمز عجیب: اس میں اشارہ ہے کہ نرمی سے درست کرو۔ اس میں مبالغہ نہ کرو کہ ٹوٹنے کی نوبت آئے اور نہ بالکل چھوڑ دو کہ اس کی ٹیڑھ باقی رہے۔

فا فصیحیہ یہ فا عاطفہ ہے اور جملہ اس سے پہلے مقدر ہے۔ یہ شرط مقدر کے جواب میں آتی ہے۔ شرط اور فعل شرط کو حذف کر دیا گیا اور اسی مقام پر ادا ۃ شرط وفعل کا حذف بالاتفاق جائز نہیں۔ (کذا فی الکشاف بیضاوی ابوحیان)

فرق روایت صحیحین: المراۃ کالضلع ان اقمتھا کسرتھا وان استمتعت بھا استمتعت بھا وفیھا عوج۔ **ضلع:** سے مشابہت کا مطلب ٹیڑھا پن اور سیدھا نہ ہونے کی عدم قابلیت ہے۔ ھا ضمیر کا مرجع ضلع یا مراۃ ہے اگلی ضمائر بھی ضلع کی طرف راجع ہیں کسر کا مطلب طلاق دینا جیسا کہ بعض روایات میں صراحۃً ہے۔ استمتاع سے مراد قضاء شہوت جائز نیک اولاد کی طمع اور پاک دامنی۔ **فیھا عوج:** جملہ حالیہ ہے۔

روایت مسلم: ان المراۃ خلقت من ضلع لن تستقیم لك علی طریقة فان: ان کی تاکید سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرت سے ازواج کی طرف سے عدم استقامت کی شکایت پہنچیں تو تقاضائے مقام سے تاکید فرمادی۔

لن تستقیم لك: یہ جملہ مستانفہ گویا سائل کا جواب ہے کہ پسلی سے پیدا ہونے سے کیا فرق پڑے گا۔ تو جواب دیا لن تستقیم۔ ان ذھبت تقیمھا: اپنی مرضی کے مطابق مکمل سیدھا کرنا چاہو گے۔ ان ذھبت تقیمھا: اپنی مرضی کے مطابق مکمل سیدھا کرنا چاہو گے۔ کسرتھا: توڑ دو گے کیونکہ یہ ان کی استعداد و وسعت کے الٹ ہے۔

عوج: یہ عوج العود از باب تعب مؤنث کے لئے عوجاء آتا ہے جو باب احمر سے ہے۔ جسم کے ٹیڑھے پن کے لئے آتا ہے۔

عوج: معاملے میں ٹیڑھ دین میں ٹیڑھ۔

ابوزید کے ہاں فرق: جو آنکھوں سے نظر آئے وہ مفتوح العین اور جو نظر نہ آئے وہ مکسور العین۔ بعض عرب کہتے ہیں راستہ الطریق العوج کہتے ہیں۔ نووی کہتے ہیں اکثر نے مفتح العین لکھا حافظ ابوالقاسم نے مکسور العین لکھا اور یہ درست ہے۔

(تہذیب النووی)

الحاصل: اس سے معلوم ہوا کہ یہاں ضبط اعراب اکثریت کے اقوال کے مطابق ہے ورنہ درست اس کے خلاف ہے۔

تخریج: أخرجه البخاری (۳۳۳۱) ومسلم (۱٤٦۸)

الفوائد: عورتوں کے ساتھ نرمی و احسان سے پیش آنا چاہئے ان کے اندر پائے جانے والے ٹیڑھ کو برداشت کرنا چاہئے اگر بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو ان کے ضعف عقل کی وجہ سے تو یہ ممکن نہیں البتہ ٹوٹ جانے کا قوی امکان ہے اور ٹوٹنا طلاق ہے۔ پس خاوند کو ان کے ٹیڑھ پن کے ساتھ ساتھ استمتاع کرنا چاہئے۔

۲۷٦ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ يَخْطُبُ وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِیْ عَقَرَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: "اِذِ انْبَعَثَ اَشْقَاهَا" انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيْزٌ عَارِمٌ مَّنِيْعٌ فِیْ رَهْطِهٖ، ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَآءَ فَوَعَظَ فِيْهِنَّ فَقَالَ يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهٗ يُضَاجِعُهَا مِنْ اٰخِرِ يَوْمِهٖ" ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِیْ ضِحْكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ فَقَالَ: "لَمْ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَالْعَارِمُ" بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالرَّآءِ هُوَ الشِّرِيْرُ الْمُفْسِدُ – وَقَوْلُهٗ "انْبَعَثَ" اَیْ قَامَ بِسُرْعَةٍ"۔

۲۷٦: حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے خطبہ کے دوران سنا کہ آپ نے اونٹنی کا ذکر فرمایا اور اس شخص کا ذکر کیا جس نے اس کی کونچیں کاٹیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿اِذِ انْبَعَثَ اَشْقَاهَا﴾ کہ جب ان میں سے سب سے بڑا بدبخت اٹھا جو کہ ایک زبردست فسادی خاندان میں پرشوکت آدمی تھا۔ پھر آپ نے عورتوں کا تذکرہ فرمایا اور عورتوں کو نصائح فرمائیں۔ پس فرمایا تم میں بعض لوگ عورتوں کو غلام کی طرح کوڑے مارتے ہیں۔ شاید کہ وہ دن کے پچھلے حصہ میں اس سے ہمبستری کرے۔ پھر آپ نے لوگوں کو گوز

مار کر ہنسنے سے روکا اور فرمایا وہ اس حرکت پر کیوں ہنستا ہے جو اس نے خود کی ہے۔ (بخاری ومسلم)

اَلْعَارِمُ: فسادی، شرارتی۔

اِنْبَعَثَ: جلدی اٹھا۔

تشریح ۞ **عبدالله بن زمعه**: بن اسود بن مطلب القرشی الاسدی رضی اللہ عنہ۔ ان کی والدہ کا نام قریبہ بنت امیہ بن المغیرہ ہے ان کی [illegible] ام سلمہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ شرفاء قریش سے تھے۔ یہ اجازت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آ[illegible] ن سے ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور عروہ بن الزبیر نے روایت لی ہے۔ ان کا والد زمعہ بدر کے دن کفر کی حالت میں مارا گیا۔ [illegible] کا دادا وہ ان مستہزئین میں شامل تھا جن کے متعلق قرآن نے فرمایا: ﴿اِنَّا کَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِیْنَ﴾ عبداللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر پر حملہ کے موقعہ پر شہید ہوئے یہ بات ابواحمد عسکری نے ابوحسان زیادی سے نقل کی ہے۔ ان کے بیٹے کا نام یزید تھا حرہ کی لڑائی میں پکڑ کر قتل کر دیا گیا مسلم بن عقبہ مری نے اس کو قتل کیا۔ (اسد الغابہ) ابن حزم کہتے ہیں کہ عبداللہ نے ایک روایت نقل کی ہے۔ (مختصر التاریخ لابن حزم) ابن علان کہتا ہے کہ مزی نے اطراف میں ان کی دو روایتیں نقل کی ہیں جن میں ایک یہ روایت اور دوسری ابوداؤد میں ہے۔ (الاطراف للمزی)

انه سمع: ناقہ سے صالح علیہ السلام کی اونٹنی مراد ہے۔ وذکر کی واو عاطفہ ہے۔ **والذی عقرها**: اونٹنی کو ہلاک کرنے والا قذار بن سالف ثمودی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ثمود کا سب سے بڑا بدبخت فرمایا۔ **ها**: کی ضمیر اونٹنی کی طرف لوٹتی ہے۔ **عزیز**: بروزن رحیم قلیل المثل۔ **منیع فی رهطه**: طاقتور اور اپنی قوم میں حفاظت والا۔ بخاری کی روایت میں مثل ابی زمعہ (یعنی اسود) کے الفاظ زائد ہیں۔ یہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا مجازی چچا ہے۔ [illegible] کے والد کا ابن عم تھا گویا باپ کا بھائی تھا اسی لئے اس کو عم کہہ دیا گیا۔ قرطبی کا قول: ① ممکن ہے کہ اس سے مراد ابوزمعہ صحابی ہوں جنھوں نے حدیبیہ میں بیعت کی۔ ان کا نام عبید البلوی ہے اور وجہ مشابہت یہ ہے کہ جس وہ کافر قوم میں عزت و وقار والا تھا اسی طرح یہ بھی تھے اور ② یہ بھی ہوسکتا ہے اور کوئی کافر مراد ہو جس کی کنیت تھی۔ (المفہم للقرطبی)

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ یہ دوسرا قول قابل اعتماد ہے۔ غیر مذکور سے مراد اسود ہے اور وہ یہ عبداللہ بن زمعہ روایت کے راوی ہیں اور یہی عم الزبیر ہیں۔ بلوی اور زبیر کے درمیان کوئی رشتہ نسب نہیں ہے۔ (فتح الباری)

ثم ذکر النساء: پھر آپ نے استطراداً عورتوں کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا تم عورتوں کو غلاموں کی ایذاء کن کوڑے مارتے ہو۔

فرق الروایات: مسلم میں **ضرب الامة** اور نسائی میں **کما یضرب العبد او الامه**۔ بخاری میں **ضرب الفحل**: (نر اونٹ) ابوداؤد میں: **ضربك امتك**۔ **فلعله یضاجعها فی آخر یومه**: بخاری نے باب النکاح **یجامعها** اور نسائی نے **من آخر النهار**۔ اکثر روایات میں **آخر یومه** اور وکیع کی روایت میں **آخر اللیل یا من آخر اللیل**۔ تمام روایات کا مطلب قریب قریب ایک ہے۔

فوائد: ① غلام ولونڈی کو سخت سزا سے ادب سکھانا جائز ہے اور بیویوں کو اس سے کم ضرب لگائی جائے۔ ② بیوی کی ضرب شدید اور مجامعت کو لا کر ضرب شدید کی مذمت مقصود ہے کیونکہ وہ نفرت کا بیج بوتی ہے اور مجامعت تو محبت کی متقاضی ہے۔ **ثم وعظهم فی ضحکهم من الفرطه**۔ گندی ہوا خارج کر کے اس پر ہنسے پھر مردوں کو خبردار کیا کہ یہ خلاف مروّت ہے کیونکہ

ہنسی تو کسی عجیب بات پر ہوتی ہے اور یہ چیز عادۃً ہر انسان میں ہے تو پھر اس پر ہنسی کا کیا معنی ہے۔

تبسم وضحک میں فرق: اگر ظاہری چہرے پر عجیب حالت کا اثر ظاہر ہو تو تبسم ہے اگر وہ اثر قوی ہو کر ساتھ آواز شامل ہو جائے تو ضحک اور اگر اس سے آگے ترقی کر جائے تو قہقہہ کہلاتی ہے۔

العارم: خبیث شریر العرام قوت وشدت اور شرارت کو کہتے ہیں۔ النہایہ۔ صبی عارم شرارتی بچے کو کہتے ہیں۔ عرم یعرم: آتا ہے۔ (الصحاح)

انبعاث: یہ بعث کا مطاوع آتا ہے یہ سرعت کو ظاہر کرتا ہے یعنی جلدی سے اٹھا۔

تخریج: أخرجه أحمد (١٦٢٢٢) والبخاري (٣٣٧٧) ومسلم (٢٨٥٥) والترمذي (٣٣٤٣) والنسائي (٦/١١٦٧٥) وابن ماجه (١٩٨٣) والدارمي (٢/١٤٧) وابن حبان (٥٧٩٤) والطبراني (٣/٢١٤)

الفرائد: ① حسن ادب ومعاشرت کا ایک زریں اصول بتایا کہ گندی ہوا خارج ہونے پر ہنسنا نالائق ہے۔ ② عورتوں کو بلاضرورتِ تادیب مارنا نہ چاہیے۔

❁ ❁ ❁

٢٧٧: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا یَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ" اَوْ قَالَ غَیْرَهٗ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وَقَوْلُهٗ: "یَفْرَكْ" هُوَ بِفَتْحِ الْیَآءِ وَاِمْكَانِ الْفَآءِ وَفَتْحِ الرَّآءِ مَعْنَاهُ: یُبْغِضُ یُقَالُ فَرِكَتِ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا وَفَرِكَهَا زَوْجُهَا بِكَسْرِ الرَّآءِ یَفْرَكُهَا بِفَتْحِهَا: اَیْ اَبْغَضَهَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

٢٧٧: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی مؤمن کسی مؤمنہ سے بغض نہ رکھے اگر اس کی ایک بات ناپسند ہے تو دوسری پسند ہوگی۔ اٰخَرَ کا لفظ فرمایا یا غَیْرَهٗ کا (مسلم)

یَفْرَكُ: بغض رکھتا ہے جیسا کہتے ہیں: فَرِكَتِ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا وَفَرِكَهَا زَوْجُهَا یعنی اس سے بغض رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ عورت نے اپنے خاوند سے بغض رکھا اور خاوند نے عورت سے بغض رکھا۔ واللہ اعلم

تشریح ❁ **لا یفرك مومن و مومنه:** نکرہ تعظیم کے لئے لائے۔ کوئی مؤمن کسی مؤمنہ کے ساتھ کسی حالت میں بغض نہ رکھے بلکہ اگر اس کی بدخلقی ناپسند ہے تو پاکدامنی پسند ہوگی۔ او یہ راوی کو شک ہے کہ آپ نے آخر یا غیرہ کا لفظ فرمایا۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں یہ نہی نہیں بلکہ خبر ہے۔ ای **لا یقع منه بغض تام لها:** اس سے کبھی مکمل نفرت نہیں ہوتی۔ آدمیوں کا بغض عورتوں اسی طرح کا نہیں جیسا عورتوں کا مردوں کے خلاف اسی لئے کہا گیا کہ اگر اس کی ایک بات ناپسند ہے تو دوسری پسند ہے۔ مگر قاضی کی یہ بات درست نہیں بلکہ یہ نہی ہے معنی یہ ہے مرد کو مناسب نہیں کہ وہ عورت سے بغض رکھے اگر اسکی کوئی خصلت ناپسند ہے تو اس میں پسندیدہ عادت بھی پاتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ نہی ہے جس سے دو جانبین متعین ہوتی ہیں:

① روایات میں **لا یفرك:** سکون کاف سے وارد ہے نہ کہ مرفوع۔ اگر یہ مرفوع بھی ہوتا تب بھی لفظ خبر سے نہی تھی۔

② اس کے خلاف حالت موجود ہے کہ بعض مرد اپنی عورتوں سے شدید بغض رکھتے ہیں۔ اگر خبر ہوتی تو اس کے خلاف نہ ہوتا

حالانکہ یہ خلاف موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

یفرك: یہ فرح یفرح کے باب سے ہے۔ عرب کہتے ہیں: فرکت المرأۃ زوجها۔ معنی بغض رکھنا۔ ابغضه۔ ہے۔ اس سے اسم بغض آتا ہے حدیث کا مقصد یہ ہے کہ مؤمن کی شان کا تقاضا یہ ہے کہ کسی مؤمنہ سے کلی طور پر بغض نہ ر جو اس کو اس سے جدائی پر آمادہ کرے۔ بلکہ اس کی غلطیوں سے درگزر کرے اور حسنات کو سامنے رکھے۔ قرطبی کہتے ہیں فرك: کا لفظ عورتوں کے لئے خاص ہے۔ مردوں کے لئے مجازاً استعمال ہوتا ہے اس حدیث میں اسی معنی میں ہے۔ (المفہم للقرطبی)

تخریج: أخرجه مسلم (١٤٦٩)

الفرائد: کسی مؤمن مرد کو اپنی بیوی سے بغض نہ رکھنا چاہئے جو کہ جدائی پر منتج ہو بلکہ درگزر سے کام لے۔

٢٧٨ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُوْلُ بَعْدَ اَنْ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ : "اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ، فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ، اَلَا اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَآءِ كُمْ حَقًّا وَّلِنِسَآئِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا : فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ اَنْ لَّا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَّنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَاْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ : اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

قَوْلُهٗ ﷺ "عَوَانٍ" اَيْ اَسِيْرَاتٌ جَمْعُ عَانِيَةٍ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَهِيَ الْاَسِيْرَةُ وَالْعَانِيْ : الْاَسِيْرُ - شَبَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْمَرْاَةَ فِيْ دُخُوْلِهَا تَحْتَ حُكْمِ الزَّوْجِ بِالْاَسِيْرِ "وَالضَّرْبُ الْمُبَرِّحُ" هُوَ الشَّاقُّ الشَّدِيْدُ وَقَوْلُهٗ "فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا" اَيْ لَا تَطْلُبُوْا طَرِيْقًا تَحْتَجُّوْنَ بِهٖ عَلَيْهِنَّ وَتُؤْذُوْنَهُنَّ بِهٖ ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

٢٧٨: حضرت عمرو بن احوص جشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو سنا کہ آپ خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرما رہے تھے۔ پہلے آپ نے حمد وثنا کی اور پھر وعظ و نصیحت فرمائی پھر ارشاد فرمایا: خبردار! عورتوں سے بھلا سلوک کرو وہ تمہارے ہاں قیدی ہیں۔ تم ان کے بارے میں کچھ اختیار نہیں رکھتے ہو (سوائے حق زوجیت کے) البتہ اگر وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں (تو سخت سلوک کی مستحق ہیں) پس اگر اس کا ارتکاب کرلیں تو انہیں بستروں سے الگ کر دو اور ان کو مارو (مگر صرف اس وقت جب باقی تدابیر بے کار جا چکی ہوں) مگر مار دردناک نہ ہو۔ پس اگر وہ تمہاری فرمانبرداری اختیار کرلیں تو خواہ مخواہ ان پر اعتراض کا راستہ مت تلاش کرو۔ اچھی طرح سن لو! بے شک تمہارا ان پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارا بستر (گھر) ان لوگوں کو

روند نے نہ دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور نہ ان لوگوں کو تمہارے گھروں میں آنے دیں جن سے تم نفرت کرتے ہو۔
خبردار! ان کا حق تم پر یہ ہے کہ کپڑوں اور کھانے کے بارے میں ان پر احسان کرو۔ (ترمذی)
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
عَوَانٍ : قیدی جمع عَانِيَةٍ : قیدی عورت۔
الْعَانِيُّ : قیدی مرد۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو خاوند کی ماتحتی میں قیدی سے تشبیہ دی ہے۔
الضَّرْبُ الْمُبَرِّحُ : دکھ آمیز سخت۔
فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا : تم ان پر خواہ مخواہ اعتراض کا راستہ مت تلاش کرو۔ تاکہ اس سے ان کو تکلیف پہنچا سکو۔ واللہ اعلم

تشریح ❁ **عمرو بن الاحوص بن جعفر بن کلاب جشمی رضی اللہ عنہ الکلابی:** یہ ابوعمرو کا قول ہے۔ ابن مندہ اور ابونعیم نے جشمی ہی قرار دیا، ابن اثیر ابوعمرو کا قول غیر معروف ہے۔ ان کی نسبت کلاب جشم کی طرف نہیں ہے اور نہ اور کسی کلاب کی طرف۔ الاحوص بن جعفر بن کلاب ان کا معروف نسب ہے۔ شاید ان کا جشم سے معاہدہ ہو جس کی وجہ سے انکی طرف منسوب ہو گئے (اسد الغابہ) بقول ابن حزم انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔
حجۃ الوداع کی وجہ تسمیہ: اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو الوداع کیا اور اس کے بعد حج نہیں کیا۔ وذکر: تکبیر و تہلیل کہی اگر ک ساکن ہو اور اگر مشدد ہو تو معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور اس کے انعامات یاد دلائے اور اس معنی کی تائید وعظ سے ہوتی ہے۔ **الا واستوصوا بالنساء خيراً فانماهن عوان عند كم ليس تملكون منهن شيئاً غير ذلك:** الا اہتمام کلام کے لئے لایا جاتا ہے۔ عوان: جمع عانیہ اس کا معنی قیدی ہے۔ اس سے اشارہ فرمایا یہ یا تو اشارہ بلیغ ہے یا ظاہر پر ہے۔ **غير ذلك** سے استمتاع اور اپنی ذات اور مال کی حفاظت ہے۔
الا ان ياتين بفاحشة: فاحشہ سے مراد نافرمانی اور بدمزاجی مراد ہے۔
مبينة: اسم فاعل ہو تو معنی یہ ہے یہ ایسی نافرمانی جو اس کی عدم اطاعت کو ظاہر کرتی ہے جو کہ اس پر فرض ہے۔ اگر اسم مفعول ہو اس کی بدحالی اس فاحشہ پر دلالت کرتی ہے اور اس کو واضح کرتی ہے۔ **فان فعلن فاهجروهن في المضاجع:** اگر نافرمانی کے مقدمات ان سے ظاہر ہوں تو ان کو نصیحت کرو اگر وہ اس کو قبول نہ کریں تو ان کے بستر پر مت جاؤ۔
واضربوهن ضربا غير مبرح: مبرح یہ ایسی ضرب کو کہتے ہیں جو عیب والا نہ بنائے نہ زخم لگے نہ ہڈی ٹوٹے، چہرے اور ہلاکت والے مقامات پر بھی نہ لگائی جائے۔ پس چھوڑنے کے ساتھ ساتھ نافرمانی کی صورت میں تادیب کیلئے یہ تعزیر ہوگی۔
رویانی کا قول: رومال کو بٹ کر مارا جائے یا ہاتھ سے مارے۔ کوڑے یا لاٹھی سے نہ مارے شرع نے اس صورت میں مارنے کی اجازت خاوند کو حق لینے کی خاطر دی ہے۔
عز بن عبدالسلامؒ: یہ ایک مقام ہے کہ جہاں مستحق اپنا حق لینے کے لئے مستحق کو مار سکتا ہے۔ دوسرا موقعہ آقا اپنے غلام کو جبکہ وہ اس کا حق ادا نہ کرے۔ ان دونوں میں ضرب ضرورت کی وجہ سے ہے۔ عدم اطلاع کی وجہ سے اس کا ثابت کرنا متعذر رہے۔ ضرب کا جواز اس وقت ہے جب گمان غالب ہو کہ اس سے اسکی اصلاح ہو جائے گی اور اگر اس فائدے کا امکان نہ ہو تو پھر

جائز نہیں ہے۔

فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلاً: توبیخ وایذاء کی راہ مت تلاش کرو۔ مطلب یہ ہے اس بات کی تعریض بھی مت کرو گویا یہ واقعہ ہوا ہی نہیں کیونکہ تائب کا گناہ شمار نہیں ہوتا۔ یہ جملہ **واللاتی تخافون نشوزھن...... سبیلاً** سے اخذ کیا گیا ہے۔

الا...... حقا: امر واجب مراد ہے۔

النحو: ونساء کم علیکم حقاً: یہ ایک عامل کے دو معمولوں کا باہمی عطف ہے جو کہ جائز ہے۔

محقکم علیھن ان طوئن فرشکم عن تکرھون: ماوردی کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ غیر مردوں سے خلوت نہ کریں۔ قاضی کہتے ہیں عربوں کی عادت تھی کہ مرد عورتوں سے باتیں کرتے تھے۔ یہ ان کے ہاں عیب وریب نہ تھا۔ جب آیت حجاب نازل ہوئی تو اس سے منع کر دیا گیا۔

نووی کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ عورت ان میں سے کسی آدمی کو گھر میں داخلے کی اجازت نہ دے جن کو وہ ناپسند کرتا ہو اور نہ بیٹھنے کی اجازت دے خواہ وہ ماذون اجنبی ہو یا عورت کا محرم' نہی میں تمام شامل ہیں اسی لئے اس کے بعد **ولا یاذن فی بیوتکم تکرھون** لایا گیا ہے یعنی جن کا داخلہ خاوند ناپسند کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ فقہاء کے ہاں یہی مسئلہ ہے کہ عورت کو حلال نہیں کہ وہ کسی مرد وعورت خواہ وہ محرم ہو یا غیر محروم خاوند کے مکان میں داخلے کی اجازت دے۔ صرف وہ آ سکتے ہیں جن کے متعلق اسے علم ہو کہ خاوند ان کو ناپسند نہیں کرتا کیونکہ اجازت کے بغیر کسی کے گھر میں داخلہ حرام ہے۔ سوائے ان کے جن کو آدمی اجازت دے یا عرف سے جن کے متعلق رضامندی معلوم ہو اور جب شک ہو اور کوئی قرینہ ترجیح کا نہ ہو تو پھر داخلہ جائز نہیں اور نہ اذن جائز ہے۔

الا وحقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی کرتھن وطعامھن: اپنے حالات کے مطابق ان کو کپڑے دے حدیث میں جب عورت سے نافرمانی نہ پائی جائے تو اس کا خرچہ اور کپڑے بالاجماع واجب ہیں۔ رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح۔ حدیث کے دونوں اوصاف مذکور ہوں واؤ عطف مقدر ہوگا جو او کے معنی میں ہوگا۔ **امے حسن او صحیح:** ایک سند سے حسن دوسری سے صحیح یا او تردید یہ کہ یہ حسن ہے یا صحیح یعنی محدثین کو اس کی سند کے رجال میں اختلاف ہے کہ آیا وہ درجہ حسن میں ہے یا صحیح میں ہے۔

عوان: جمع عانیہ ہے۔ اس کی جمع بناتے ہوئے تغییر' نقص اور تغییر شکل پائے جاتے ہیں جیسا غلام سے غلمان' عانیہ اسیر عورت' عانی قیدی مرد جیسا حدیث میں وارد ہے۔ **اطعموا الجامع وفکوا العانی۔ عانی:** ہر عاجز' ذلیل' جھکنے والا۔ **عنا یعنو عان:** (النہایۃ لابن کثیر) **سبیلاً:** سے مراد توبہ ورجوع کے بعد اعتراض کی راہ تلاش نہ کرو۔ **تؤذوھن بہ:** واؤ معیت کے لئے ہوسکتی ہے۔ یہ ان مضمرہ کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ یہ جواب نہی میں ہے۔ لیکن اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ممنوع یہاں مذکورہ طریقے کی طلب ایذاء کے ساتھ ہے بغیر ایذاء کے طلب کی ممانعت نہیں حالانکہ مفہوم نہیں بلکہ مطلقاً توبہ کے بعد ایذاء کی طرف تعرض کو منع کیا گیا ہے (واللہ اعلم)

تخریج: أخرجه الترمذي (١١٦٦) وابن ماجه (١٨٥١)

الفوائد: ازواج کے ساتھ حسن سلوک اور احسان سے پیش آنا چاہئے۔ ان کے نفقات وکپڑے عدم نافرمانی کے وقت لازم

ہیں۔ ⑥ عورت کی نافرمانی علیحدگی کا ایک سبب ہے۔

۲۷۹ :وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ : "اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

وَقَالَ مَعْنٰى "لَا تُقَبِّحْ" :لَا تَقُلْ قَبَّحَكِ اللّٰهُ۔

۲۷۹: حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کسی بیوی کا مرد پر کیا حق ہے؟ ارشاد فرمایا جب تم کھاؤ تو اس کو کھلاؤ اور جب تم لباس پہنو تو اس کو پہناؤ او اسکے چہرے پر مت مارو اور نہ اسے برا کہو اور نہ ہی اس سے علیحدگی اختیار کرو مگر گھر میں (ابوداؤد)

یہ حدیث حسن ہے۔

لَا تُقَبِّحْ: اس کو مت کہو اللہ تمہارا ستیا ناس کرے یا تمہارا بیڑہ غرق کرے یا تجھے بدصورت بنا دے۔

تشریح ۞ **عن معاویہ بن جسد رضی اللہ عنہ:** ان کے سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابن معاویہ بن قشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعۃ القشیری اہل بصرہ سے ہیں انہوں نے خراسان کے غزوہ میں حصہ لیا اور وہیں وفات پائی۔ یہ بہز بن حکیم بن معاویہ کے دادا ہیں۔ ان کے بیٹے حکیم نے ان سے روایت لی ہے۔ یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ بہز بن حکیم کی روایت کیسی ہے انہوں نے کہا حکیم سے بہز کے علاوہ دوسرا روایت کرے تو یہ سند پختہ ہے۔

قال قلت یا رسول اللہ: ابن اثیر نے اسد الغابہ میں روایت کی ہے کہ اس کے الفاظ یہ ہیں ان رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماحق المرأۃ علی الزوج؟ الحدیث: وہ روایت کے منافی نہیں کیونکہ واقعات متعدد ہو سکتے ہیں یا انہوں نے اپنے آپ کو بھول کر یا کسی وجہ سے مبہم رکھا۔

ما حق زوجۃ احدنا علیہ: یعنی خاوند پر اس کا کیا حق ہے۔

ان تطعمہا اذا اطعمت وتسکوھا ما اذا اکتسبت: جو کھاؤ اور پہنو اس کو بھی پہناؤ اور کھلاؤ فرض کا مطلب یہ ہے کہ لازمی خوراک سے زائد نہ کھانے والا ہو۔ اگر یہ کھانے اور پہننے میں آرام پرست ہو تو فرض سے زائد احسان و نفل ہوگا۔

ولا تضرب الوجہ ولا تقبح: چہرے پر اسلئے نہ مارو کہ وہ لطیف عضو ہے اور اس میں عیب برا ہے اور اس طرح بھی نہ کہے: **قبح اللہ وجھك** یا اس طرح مت کہو کہ تیری عادت کس قدر قبیح ہے۔ کام کی مذمت دراصل کرنے والے کی مذمت ہے۔

لا تھجر الا فی البیت: نافرمانی کے وقت گھر میں اس کے بستر سے علیحدگی کرو ضرورت کے وقت کلام مت چھوڑو۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۲۰۰۴۲) وأبو داود (۲۱۴۲) وابن ماجه (۱۹۵۰)

الفرائد :عورت کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ چہرے پر نہ مارے اور نہ قبیح القابات سے اس کو آواز دے۔ ② عورتوں سے حسن سلوک اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و منزلت بڑھاتا ہے۔

۲۸۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَّخِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَآئِهِمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۲۸۰ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمنوں میں کامل ایمان والے وہ ہیں جو اخلاق میں سب سے اعلیٰ ہیں اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو عورتوں سے بہتر برتاؤ کرنے والے ہیں۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

النحو :اکمل المؤمنین ایمانا: ایمان کا لفظ اسم تفضیل کی ضمیر سے متمز ہے معنوی اعتبار سے فاعل ہے۔ **خلقا**: نفس کا ایسا ملکہ جو افعال حمیدہ پر آمادہ کرے اور شریفانہ عادات کا ذریعہ بنے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حسن اخلاق کی حقیقت تین چیزیں ہیں: ① نیکی اختیار کرنا۔ ② تکلیف کو دور کرنا۔ ③ خوش مزاجی۔ ابوالولید ؟ کہتے ہیں پاس بیٹھنے والے یا نو وارد کے لئے پانچ باتیں ظاہر کرے۔ ① خوشی ② حوصلہ ③ شفقت ④ تعلیم پر صبر ⑤ چھوٹے بڑے سے محبت۔

ایک تحقیق: اس میں اختلاف ہے کہ حسن اخلاق اختیار کرنے سے بنتا ہے یا فطری ہے۔ اصل کے لحاظ سے یہ فطری ہے اور حاصل کرنے سے بڑھتا اور مضبوط ہوتا ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں افضل اعمال کیا ہے۔ اس کے علماء نے مختلف جوابات دیئے ہیں کیونکہ پوچھنے والے کی حالت مختلف ہے۔ ① جس کی اسے زیادہ ضرورت تھی اس کے مطابق جواب دیا گیا ② یا جس کی طرف سائلوں کی رغبت زیادہ تھی یا ③ جو اس لائق تھا کہ افضل عمل قرار پائے اس سے جواب دیا ④ افضل عمل اوقات کے اختلاف سے مختلف ہے مثلاً جہاد ابتداء اسلام میں افضل الاعمال تھا کیونکہ وہ اسلام کے قیام اور پختگی کا ذریعہ تھا۔ اس پر بہت سے دلائل قائم ہیں کہ نماز صدقہ سے افضل ہے مگر مضطر و مجبور کی ہمدردی کے وقت صدقہ اس سے افضل ہوگا۔ ⑤ افضل سے مراد مطلق فضیلت والا ہے۔ ⑥ افضل سے من کو حذف کیا گیا ہے اور یہی مراد ہے جیسا کہ وارد ہے: خیر کم لاهله اور یہ بات واضح ہے کہ گھر والوں سے بہتر سلوک والا مطلقاً سب سے بہتر [illegible] بن جاتا۔ پس اس کے مطابق افضل اعمال ایمان ہے اور بقیہ اعمال درجات کے لحاظ سے متفاوت ہیں مگر افضل ہونے میں برابر ہیں۔ (فتح الباری)

خیار کم خیار کم لنسائهم: ایک روایت میں خیر کم لاهله کے الفاظ ہیں۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ اس میں اشارہ کردیا صلہ رحمی کرنی چاہئے اور اس پر دوسروں کو آمادہ کرنا چاہئے۔ بعض نے کہا کہ حدیث باب سے مراد یہ ہے کہ اپنی بیوی سے کھلے چہرے سے پیش آئے اور اس کو ایذا نہ دے اور اس پر احسان کرے اور اس کی طرف سے ایذاء پر صبر کرے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اضافہ عہد کے لئے ہو اور مراد صرف آپ کی ذات گرامی ہو اور انا خیر کم لاهلی۔ مراد چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل کے لئے سب سے زیادہ اچھے ان کے اختلاف احوال پر سب سے زیادہ صابر تھے۔

تخریج: ترمذی، ابن حبان، ۴۷۹ ابن ماجہ، ابو داؤد، احمد ۳ / ۷۴۰۶، عبد الرزاق، طبرانی، حاکم ج۲، دارمی ۲۔

الفرائد: حسن اخلاق کا کمال ایمان سے ہے۔ عورتوں کی طرف سے معمولی بات برداشت کر کے ان سے حسن سلوک کا

معاملہ کرنا چاہئے۔ یہ چیز مرد کے لئے بارگاہِ الٰہی میں قدر ومنزلت کو بڑھانے کا ذریعہ ہے۔

۲۸۱ : وَعَنْ اِیَاسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ ذُبَابٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "لَا تَضْرِبُوْا اِمَآءَ اللّٰہِ فَجَآءَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ ذَئِرْنَ النِّسَآءُ عَلٰی اَزْوَاجِھِنَّ فَرَخَّصَ فِیْ ضَرْبِھِنَّ فَاَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِسَآءٌ کَثِیْرٌ یَشْکُوْنَ اَزْوَاجَھُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : وَلَقَدْ اَطَافَ بِاٰلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ نِسَآءٌ کَثِیْرٌ یَشْکُوْنَ اَزْوَاجَھُنَّ لَیْسَ اُولٰٓئِکَ بِخِیَارِکُمْ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

قَوْلُہٗ : "ذَئِرْنَ" ھُوَ بِذَالٍ مُعْجَمَۃٍ مَفْتُوْحَۃٍ ثُمَّ ھَمْزَۃٍ مَکْسُوْرَۃٍ ثُمَّ رَآءٍ سَاکِنَۃٍ ثُمَّ نُوْنٍ : اَیْ اجْتَرَاْنَ قَوْلُہٗ "اَطَافَ" اَیْ اَحَاطَ۔

۲۸۱: حضرت ایاس بن عبداللہ بن ابی ذیابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کی باندیوں کومت مارو! پس عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو کہا عورتیں اپنے خاوندوں پر جرأت مند ہوگئیں۔ اس پر مردوں کو مارنے کی اجازت دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس کثرت سے عورتیں اپنے خاوندوں کی شکایت لے کر آنے لگیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں بہت عورتیں شکایت لے کر آنے لگیں جو اپنے خاوندوں کی شکایت کرتی تھیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ تم میں سے اچھے نہیں۔ (ابوداؤد)

اسنادِ صحیح کے ساتھ۔

ذَئِرْنَ : جرأت مند ہونا۔

اَطَافَ : گھیرلیا' کثرت سے چکر لگایا۔

تشریح ❁ عن ایاس: یہ دوس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں بعض نے کہا یہ مزینہ قبیلہ سے متعلق ہیں مگر پہلا قول زیادہ معروف ہے مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کی۔ ابوعمروان کو صحابی کہتے ہیں ابن مندہ اور ابونعیم نے اختلاف نقل کیا ہے (اسد الغابہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے یہ نقل کی ہے۔

لا تصربوا اماء اللہ: اما' جمع امۃ یہ اصل میں اموۃ ہے اسی وجہ سے اس کی تصغیر امیہ جس کی اصل امیوۃ آتی ہے۔ اس کی جمع آام: بروزن قاض اور اموان: بروزنِ اسلام آتی ہے اسکی جمع اموات: بروزن سنوات: بھی آتی ہے۔ مراد اس سے عورتیں ہیں اور ظاہر سے مطلقاً مارنے کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کی کہ عورتیں جری ہوگئیں۔ ذئرن: یہ ذئر اور ذئرت ابوداؤد میں ذئر آیا ہے۔ یہ اکلونی البراغیث کے قبیل سے ہے۔ علی ازواجھن: جب مطلقاً مارنے کی ممانعت سنی۔ فرخص فی ضربھن: رخصت حکم کو تنگی سے سہولت میں بدلنا جبکہ سبب حکم کا لحاظ کیا جائے اور ممانعت کی وجہ نرمی تھی اور یہ چیز تو عذر کے لئے اس کی اباحت کے باوجود قائم ہے اور وہ زوجیت کا دوام اور ان کے حقوق کی ادائیگی ہے۔

فاطاف بال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ازواج مطہرات مراد ہیں وہ مراد نہیں جن پر صدقہ حرام ہے وہ خاوندوں کی مار پیٹ کا شکوہ کر رہی تھیں۔

لیس اولئك بخیار کم: وہ تم میں اچھے لوگ نہیں جو اپنی بیویوں کو مارنے والے ہیں کیونکہ یہ چیز تنگ دلی کا باعث ہے جو حسن اخلاق کے خلاف ہے۔

تخریج: ابو داؤد' نسائی' ابن ماجه' عبد الرزاق ١٧٩٤٥' ابن حبان ٤١٨٩' طبرانی ٧٨٤۔ حاکم ٢/ ٢٧٦٥' دارمی ١٤٧/٢' بیهقی ٣٠٤/٧۔

الفرائد: بغوی کہتے ہیں کہ عورتوں کو حقوق کے سلسلہ میں رکاوٹ پر مارنا مباح ہے اور مارنے کی ممانعت ممکن ہے نزول آیت سے پہلے ہو۔ پھر جب عورتوں نے زیادہ جرأت مندی کی تو مارنے کی اجازت دی گئی جب مار پٹائی میں مبالغہ ہوا تو اس ارشاد میں بتلایا کہ ترک ضرب اولیٰ ہے' کج خلقی پر صبر اعلیٰ ہے۔

۲۸۲ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۸۲: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"دنیا نفع اٹھانے کی چیز ہے اور اس میں سب سے بہتر نفع اٹھانے کی چیز نیک عورت ہے"۔ (مسلم)

تشریح ۞ الدنیا متاع: متاع وہ چیز جس سے کچھ وقت کے لئے نفع اٹھایا جائے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قل متاع الدنیا قلیل۔ خیر متاع الدنیا: اسم ظاہر ضمیر کی جگہ مزید وضاحت کے لئے لائے۔ المراۃ الصالحہ۔ قرطبی کہتے ہیں حدیث میں اسکی تفسیر اس طرح کی گئی کہ جب خاوند اس کو دیکھے وہ اس کو خوش کر دے جب حکم کرے تو اطاعت کرے اور جب وہ غائب ہو تو مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے۔

تخریج: مسلم' احمد' نسائی۔

الفرائد: ① دنیا بقدر ضرورت ہونی چاہئے۔ نیک عورت دنیا کا بہترین متاع ہے کیونکہ اس کی بھلائی اس کے ٹیڑھ پر غالب ہے۔

۳۵ : بَابُ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْاَةِ

باب: خاوند کا بیوی پر حق

حق: جو چیز خاوند کی بیوی کے ذمہ ہے اور جن حقوق کا وہ بیوی کی طرف سے حقدار ہے۔

آیات

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾ [النساء: ٣٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''مرد حاکم ہیں عورتوں پر بوجہ اس فضیلت کے جو اللہ نے بعض کو بعض پر عنایت فرمائی اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کیے۔ پس نیک عورتیں فرمانبرداری کرنے والیاں اور (خاوند) کی غیر موجودگی میں اپنی (عصمت کی) حفاظت کرنے والی ہیں اور اس حفاظت کے سبب جو اللہ نے فرمائی''۔

قَوَّامُوْنَ: وہ ان پر اس طرح نگران ہیں جس طرح حکام رعایا پر اور ان کی دو وجوہ ہیں۔

① بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ: یعنی اس فضیلت کی وجہ سے جو مردوں کو عورتوں پر کمال عقل' حسن تدبیر اور اضافی قوت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے یہ قوت اعمال و طاعات کے سلسلہ میں ہے۔ اسی وجہ سے مردوں کو یہ منصب عنایت کئے گئے' امامت کبریٰ' حکومت' اقامت شعائر' فیصلوں کے مقامات پر گواہی' جہاد' امامت جمعہ' عصبہ ہونا' میراث میں اضافی حصہ' طلاق کے ذریعہ جدا کرنے کا حق وغیرہ۔

② کسبی فضیلت یہ ہے: وبما انفقوا من اموالھم کہ انہوں نے اپنے مال ان کے نکاح (مہر' نان نفقہ) میں خرچ کئے ہیں پھر عورتوں کی دو قسم ذکر فرمائیں۔ فالصالحات قانتات۔ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ خاوندوں کے حقوق بھی ادا کرتی ہیں۔ حافظات للغیب: خاوندوں کی غیر موجودگی میں اس چیز کی حفاظت کرتی ہیں جس کی حفاظت (نفس' مال) ضروری ہے وہ کرتی ہیں۔ بعض نے کہا خاوندوں کے راز افشا نہیں کرتیں۔ بما حفظ اللہ: اللہ تعالیٰ کی اس حفاظت کے ساتھ جو ان کو خاوندوں کی غیر موجودگی میں حفاظت کا حکم دیا اور وعدے' وعید سے اس پر نہ صرف آمادہ کیا بلکہ اپنی توفیق بھی شامل حال کر دی۔ ② اور اس شخص کے ذریعہ جس کو ان کی حفاظت کے لئے مہر و نفقہ کے سبب ذمہ دار بنایا اور ان کی حفاظت پر قائم رہنے اور ان سے دفاع کرنے والا بنایا ان عورتوں کی حفاظت کی۔ ما: مصدریہ ہے۔ ای بحفظ اللہ ایاھن: یعنی اللہ تعالیٰ کے اس حفاظت کرنے کی وجہ سے جو ان کی کی گئی ہے۔ ما کو موصولہ بنا کر اسمی بنائیں یا انوی کے معنی میں بنائیں ان میں بے جا تاویلات کرنا پڑتی ہیں۔ پس مصدریہ بنانا بہتر ہے۔

اِس باب سے متعلق روایت عمرو بن الاحوص کی پہلے باب میں گزری مزید روایات آتی ہیں۔

٢٨٣ : وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَلَمْ تَاْتِهٖ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ- وَفِىْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا "اِذَا بَاتَتِ الْمَرْاَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ" وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوا امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ

فَتَأْبٰى عَلَيْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِىْ فِى السَّمَآءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا"۔

۲۸۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر کی دعوت دے اور وہ نہ آئے پس مرد اس پر ناراضگی کی حالت میں رات گزار دے تو اس عورت پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو (بخاری و مسلم) بخاری و مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں' جب عورت اپنے خاوند کا بستر چھوڑے ہوئے رات گزارے تو اس پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے پس وہ انکار کر دے تو آسمانوں والی ذات (اللہ عزوجل) اس پر ناراض رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے خاوند کو راضی کر لے۔

تشریح ۞ **اذا دعا الرجل امراته**: یہ کنایہ جماع سے ہے۔ جیسا **الولد الفراش** اس کی تائید کرتی ہے۔
علم تاته فبات غضبان: بلا عذر وہ نہ آئی اور اسی پر قائم رہی تو فرشتے صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں اور ان کی تائید دوسری روایت سے ہوتی ہے جس میں "حتی ترجع" کے الفاظ ہیں۔

اصل روایت غالب حالات پر محمول کی گئی ہے مگر ظاہری عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً بستر سے باز رہنا ہے خواہ وہ حائضہ ہی ہو کیونکہ بغیر جماع کے اس سے استمتاع کیا جا سکتا ہے اور روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرکت اگر عورت سے اگر رات کو واقع ہو "حتی تصبح" کے الفاظ اس کے مؤید ہیں۔ اس میں ایک نکتہ یہ ہے یہ حالت رات کو ہونی چاہئے اگرچہ دن کو بھی ممنوع نہیں ہے اور رات کا تذکرہ اس لئے ہے کہ غالب گمان میں رات ہی کو پیش آتا ہے اور "ربات غضبان" کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس پر لعنت کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذمہ ثابت ہو چکی سوائے اس صورت کے جب وہ ناراض نہ ہو خواہ اس کے عذر کی وجہ سے یا خاوند ہی اپنے حق سے دستبرداری کر لے۔

قرطبی کہتے ہیں اگر عورت مرد کو بلائے اور انکار کرے تو کوئی گناہ نہیں جب تک کہ اس کے رکنے سے اسے تکلیف پہنچانا مقصود نہ ہو ورنہ حرام ہے۔ ان دونوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ آدمی اپنا مال خرچ کرنے کی وجہ سے بضعہ کا مالک ہے اور مرد کو اس پر برتری سبب ملک کی وجہ سے ہے اور یہ بھی ہے کہ بلانے کے وقت مرد طبعاً تیار نہ ہو تو پورا نشاط حاصل ہو کر حق کی ادائیگی صحیح طور پر نہ ہو سکے گی۔

مہلب کہتے ہیں کہ اس حدیث سے لازم آتا ہے کہ حق کا روکنا خواہ بدن میں ہو یا مال میں وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پیدا کرتا ہے۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ درگزر فرما دیں تو وہ اس کا عفو و کرم ہے۔

فائدہ: اس میں مسلمان گناہ گار پر لعنت کا جواز ثابت ہوتا ہے جب کہ اس کو ڈرانا اور گناہ سے روکنا مقصود ہو۔ جب وہ کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کے لئے توبہ و ہدایت کی دعا کی جائے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ درست بات یہ ہے کہ جنہوں نے لعنت سے روکا انہوں نے اس کا لغوی معنی مراد لیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور جنہوں نے اس کی اجازت دی ہے انہوں نے عرفی معنی سب و شتم مراد لیا ہے اور حدیث باب میں تو اتنی بات ہے کہ ملائکہ اہل معصیت کے لئے بد دعا کرتے ہیں جب تک وہ معصیت میں مبتلا رہیں۔ اب فرشتوں سے کون مراد ہیں حفاظتی فرشتے یا ان کے علاوہ تو تمام کے متعلق احتمال ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس بات پر مقررہ فرشتے مراد

ہوں۔(فتح الباری)

ابن علان کہتا ہے حدیث کے الفاظ میں عموم ہے کیونکہ ال کے ساتھ جمع کو اس موقعہ پر لایا گیا اور اس میں ملائکہ کی دعا کے مقبول ہونے کی دلیل ہے تبھی تو اس سے ڈرایا گیا ہے۔ مرد کا ترک جماع پر صبر عورت کے ترک جماع پر صبر سے بہت کمزور ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ گناہ کبیرہ ہے۔

فرق روایت: شیخین اور احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: المرأة هاجرة فراش زوجها لعنتها الملائكة حتى تصبح۔ بغیر کسی مانع ومرض وغیرہ کے یا مہر تسلیم کرانے کے لئے جبکہ اس پر عقد ہو چکا ہے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اسی حال میں رہتی ہے۔ جب وہ توبہ کر لے اور اطاعت اختیار کر لے معذرت کر لے یا بستر پر آئے تو لعنت کی حقدار نہیں رہتی۔

اور مسلم کی روایت جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفسى بيده۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' کسی چیز پر قسم اس کی تاکید کو ظاہر کرتی ہے۔ بہت سی روایات میں وارد ہے۔ ما من رجل يدعوا امرأته الى فراشه فتابى عليه الاكان الذى فى السماء ساخطا عليها حتى يرضى عنها کے الفاظ ہیں۔ ما: نافیہ اور من استغراق نفی کے لئے آیا ہے۔ اجل سے مطلق مرد مراد ہو جو کہ مراہ کے مقابلے میں آتا ہے جس میں صبی بھی شامل ہے تو اس کی زوجہ مکلفہ اور غیر مکلفہ ہو تو اس کا ذمہ دار بھی مخاطب ہوگا اور رجل سے وہ مراد بھی ہو سکتا ہے جو صبی کے مقابل ہو تو پھر بالغ مراد ہوگا۔ کسی روایت میں فراش کی نسبت مرد کی طرف ہے اور کسی میں عورت کی طرف چونکہ دونوں اس سے متعلق ہیں۔ تابی: انکار کے معنی میں آتا ہے (المصباح) كان الذى فى السماء: سے آسمان کے رہنے والے مراد ہوں تو فرشتے اور اگر ذات حق ہو تو کہا جائے گا جس کی حکومت وسلطنت آسمان پر وہ اس پر ناراض ہے (پہلے معنی کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے) ساخطاً: کے لفظ کو مفرد نوع کے لئے لایا گیا ہے۔ السخط سے ملائکہ کی ناراضگی ظاہر ہے جیسا دوسری روایات میں بددعا کی صورت میں ہے مگر حق تعالیٰ تو سخط سے پاک ہے تو اس کے لئے صفت فعل یعنی انتقام مراد ہے یا ارادہ مراد ہے۔

تخریج: أخرجه البخاری (۳۲۳۷) ومسلم (۱۴۳۶)

الفوائد: ① مرد کی سب سے بڑی تشویش کا داعیہ نکاح ہے۔ اسی لئے شارع نے عورتوں کو اس سلسلہ میں مردوں کا معاون بنا دیا۔ ② تناسل جو کہ توالد کا ذریعہ ہے اس کی ترغیب دی گئی دیگر بہت سی احادیث اس کی مؤید ہیں۔ ③ اس میں اشارہ ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر جمے رہنا چاہئے اللہ تعالیٰ نے تو اس کی رعایت کرتے ہوئے تمام حقوق پورے کر دیئے یہاں تک فرشتوں کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ اس عورت پر لعنت کریں جس نے اس کی ذرا سی شہوات کو روک لیا۔ پس بندے کو لازم ہے کہ وہ اپنے رب کے حقوق پورے کرے۔ (کلام ابن ابی جمرہ)

۲۸۴: وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَيْضًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا

يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَلَا تَاْذَنَ فِیْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ.

۲۸۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ (نفلی) روزہ رکھے جبکہ اس کا خاوند موجود ہو مگر اس کی اجازت سے اور نہ ہی کسی کو گھر میں اس کی اجازت کے بغیر آنے کی اجازت دے (بخاری و مسلم) یہ بخاری کے لفظ ہیں۔

تشریح ۞ **لا یحل لامراۃ ان تصوم:** عورت کے لئے وہ روزہ رکھنا بھی جائز نہیں جو فرض موسع کے طور پر ہو کیونکہ خاوند کا حق فوری ہے اور فرض میں وسعت موجود ہے اور اگر وقت میں تنگی ہو مثلاً قضاء رمضان کے روزے اتنے اس کے ذمہ ہیں جتنے شعبان کے دن ہیں تو اس سے مرد کی اجازت کے بغیر روزہ درست ہے۔ اسی طرح اگر وہ اس سے نکاح کرنے سے پہلے یا بعد نذر معین کی نذر مان چکی تو بلا اجازت خاوند بھی اس کو روزہ جائز ہے۔

شاھد: سے مراد موجود ہوتا ہے۔ ظاہر کلام سے غلام و آزاد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ **الا باذنہ:** مگر اس کی اجازت سے ممکن ہے اس کو ضرورت پڑ جائے پھر روزہ اس کے لئے رکاوٹ بن جائے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ جب فرض کے علاوہ دوسرے روزے کا افطار جائز ہے تو پھر مانع تو نہ ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے خاوند ممکن ہے اس کو ناپسند کرے اور یہ چیز اس کے حق کی راہ میں رکاوٹ بنی اس لئے اجازت کی ضرورت ہوئی۔

وتاذن فی بیتہ الا باذنہ: کسی محرم و غیر محرم بلکہ کسی عورت کو بھی اس کی صریح اجازت یا جو چیزیں کنایۃً اجازت مانی جاتی ہیں ان کے بغیر گھر میں نہ آنے دے۔ روایت کے یہ الفاظ بخاری کے ہیں اور کتاب النکاح میں یہ الفاظ زائد بھی ہیں: **وما انفقت من نفقة عن غیر امرہ فانه یودی الیه شطرہ:** مسلم نے کتاب الزکاۃ میں اس طرح نقل کیا **لا تصم المراۃ وبعلها شاھد الا باذنہ ولا تاذن فی بیتہ وھو شاھد الا باذنہ**۔

تخریج: أخرجه أحمد (۲/۴۴۹۵)، والبخاری (۸۹۳) ومسلم (۱۸۲۹) وأبو داود (۲۹۲۸) والترمذی (۱۷۹۵) وابن حبان (۴۴۸۹) والبیهقی (۲۸۷/۶)

الفرائد: خاوند کا حق نفلی عبادت سے افضل و مقدم ہے۔ عورتوں کو اپنے گھروں میں کسی شخص کو اپنے مردوں کی اجازت سے ہی داخل ہونے دینا چاہئے۔

۞ ۞ ۞

۲۸۵: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَالْاَمِيْرُ رَاعٍ وَّالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۸۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہر ایک تم میں سے نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے گھر کا نگران ہے امیر اپنی رعایا کا نگران

ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اولاد کی نگران ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **کلکم راعٍ**: محافظ' امین' حفاظت و بھلائی کا ذمہ دار ہے۔ عدل کا یہی تقاضا ہے اور اس کے مصالح کو قائم کرنے والا ہو۔

مسئول عن رعیتہ: اس سے باز پرس ہوگی کہ آیا اس نے اس کی بھلائی و حفاظت کا خیال رکھا یا نہیں۔ **والامیر**: ایک روایت میں امام کا لفظ ہے۔ تمام حکام و ولاۃ کا یہی حکم ہے۔ **راعٍ**: وہ اپنے ماتحتوں کا نگران ہے اس کو ان کے حالات کی نگرانی اور معاملات کی درستی اور مضر اشیاء کا ان سے ازالہ کرنا چاہئے۔

والرجل راعٍ علی اهل بیته: تنگ دستی و خوشحالی کے مطابق گھر والوں کی تمام مشقتوں میں کفایت کرنے والا ہو۔ ان کو بھلائی کا حکم دے برائی سے روکے اور شریعت کے جن احکامات کی ان کو حاجت ہو وہ کھول کر ان کے سامنے بیان کرے۔

والمرأة راعیة: گھر کی چوروں اور مال کو تلف کرنے والی چیزوں سے حفاظت کرنے والی ہو۔ وہ نہ جمع کر کے رکھے اور نہ اس چیز کو خیرات کرے جس کو وہ پسند نہ کرے اولاد کی حفاظت یہ ہے کہ ان کی پرورش اور خدمت کرے۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ اگر امیر اور راعی ہونے کے وصف میں حاکم و عام آدمی شریک ہیں مگر ہر ایک کے لئے معنی مختلف ہے: ① حاکم اعلیٰ وہ شریعت کا نگران اس حیثیت سے ہے کہ وہ حدود و شرع کو نافذ کرے اور حکم میں عدل سے کام لے۔ ② گھر کے مالک کی نگرانی کا مطلب یہ ہے۔ اہل و عیال کے حقوق ادا کرے اور پختگی سے ان کے معاملات چلائے۔ ③ عورت کے راعی ہونے کا مطلب یہ ہے گھر کے کاموں کو سنوارنا' اولاد و خدام کی نگرانی رکھنا اور خاوند سے خیر خواہی کرنا۔

فکلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیته: جو نہ حاکم ہو اور نہ اس کی بیوی ہو تو وہ اپنی ذات یعنی اعضاء کا نگران ہے۔ وہ معمورات انجام دے اور ممنوعات سے قولاً فعلاً' اعتقاداً باز رہے تو اس کی رعایا اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ بن گئے۔ اگر ایک اعتبار سے وہ راعی تو دوسرے اعتبار سے رعایا ہے۔ ہر ایک سے یہ پوچھا جائے گا کہ آیا اس نے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا یا نہیں؟ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: **"فاعدد للمسألة جواباً قال: ما جوابها؟ قال اعمال البر"۔ اخرجه ابن عدی والطبرانی الاوسط** : کہ اس سوال کا جواب تیار کرلو۔ راوی نے پوچھا اس کا کیا جواب ہے فرمایا: نیک اعمال۔

تخریج : أخرجه الترمذی (١١٦٠) والنسائی (٥/٨٩٧١) فی عشرة النساء باب (٢١) وابن حبان (٤١٦٥) والطبرانی (٨٢٣٥) وأحمد (٥/١٦٢٨٨) والبیهقی (٧/٢٩٤) والطیالسی (١٠٩٧)

الفوائد : یہ راعی سے ایک تمثیل بیان کی ہے اصل مقصود یہ ہے مالک نے جن چیزوں کا نگران بنایا ہو ان میں شرع کے حکم کے مطابق طرز عمل اختیار کیا جائے۔ وہ مالک کے سامنے ان کے متعلق جواب دہ ہے۔ یہ لطیف ترین پیرایہ میں ہر ایک کو ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے۔

٢٨٦ : وَعَنْ اَبِیْ طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهٗ

لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاْتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ۔
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ – حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۲۸۶: حضرت ابوعلی طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آدمی اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے بلائے تو اس کو آ جانا چاہئے خواہ وہ تنور ہی پر کیوں نہ ہو''۔ (ترمذی۔ نسائی)
ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ❁ عن ابی علی طلق بن علی بن عمرو: بعض نے کہا طلق بن قیس بن عمرو بن عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیٰ بن سحیم بن مرہ بن الدؤل بن حنیفہ الربعی الحنفی الیمامی رضی اللہ عنہ یہ یمامہ سے آنے والے وفد میں شامل تھے اسلام لائے۔ بقول ابن حزم انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۴ روایات نقل کی ہیں۔ بخاری و مسلم میں کوئی روایت نہیں۔
اذا دعا الرجل زوجته: زوجۃ اور زوج دونوں لفظ فصیح لغت میں بیوی کے لئے مستعمل ہیں کثیر روایت میں وارد ہے۔
لحاجته: سے مراد وہ حاجت جس کا مرد اس کے متعلق حقدار ہے۔ **ملتانه وان كانت على التنور:** وہ فوراً حکم مانے۔ تنور: کا لفظ عرب و عجم میں مشترک ہے (المصباح) ابوحاتم اس کو صحیح عربی لفظ نہیں مانتے۔ اس کی جمع تنانیر ہے۔

تخریج: ترمذی فی النكاح' نسائی الكبرىٰ باب عشرة النساء (الاطراف للمزی) ' ابن حبان ٤١٦٥' طبرانی ٨٢٥٣' احمد ١٦٢٨٨/٥' بیہقی ٢٩٤/٧' طیالسی ١٠٩٧۔

الفوائد: عورتوں کا فرق ہے کہ وہ اپنے تمام ضروری معاملات کو چھوڑ کر فوراً خاوند کی بات پر لبیک کہیں۔

❁ ❁ ❁

۲۸۷: وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔
وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۲۸۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کر لے''۔ (ترمذی)
ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اللغات: **لو كنت آمر احدا ان يسجد لاحدٍ:** لو ساتھ والے کی نفی اور دوسرے کے اثبات کے لئے آتا ہے۔ کنت: کے بعد والا جملہ اس کی خبر ہے۔ احد سے کوئی انسان مراد ہے۔ سجدہ تعظیمی سجدہ جو اس کے اکرام اور ادائیگی حق کے لئے کیا جائے (سابقہ شرائع میں جائز تھا مگر اس شریعت میں یہ بھی منع کر دیا گیا)

سبب حدیث یہ ہے: قیس بن سعد حیرہ شہر میں وارد ہوئے وہاں لوگوں کو اس حال میں پایا کہ وہ اپنے مرزبان (فارسیوں کا دینی رہنما) کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کے زیادہ حقدار ہیں۔ جب واپس لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں نے عرض کیا میں نے حیرہ میں دیکھا کہ وہ اپنے دینی رہنما کو

سجدہ کرتے ہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول سجدہ کے زیادہ حقدار ہیں۔آپ نے (میرے جواب میں) فرمایا: اگر تیرا گزر میری قبر پر ہو تو کیا تو مجھے سجدہ کرے گا۔اس نے کہا نہیں۔آپؐ نے فرمایا: پھر زندگی میں بھی ایسا مت کرو'۔(ترمذی حدیث حسن صحیح)

تخریج: أخرجه الترمذی (۱۱۶۲) وابن حبان (٤١٦٢) والبیهقی (۲۹۱/۷) حاکم فی المستدرك من حدیث بریره' ابن حبان ٤١٦٢' وله شاهد فی البزا من حدیث عبدالله بن بریره' شاهد آخر حدیث انس عند احمد والنسائی' شهد عند احمد وغیره من حدیث معاذ بن جبل رضی الله عنه۔

۲۸۸ : وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَّاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔
وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۲۸۸: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو عورت اس حالت میں فوت ہو کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہو گی''۔(ترمذی)
ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اَللُّغَۃُ: عن ام سلمه رضی الله عنها...... ایّما: یہ تاکید کے لئے آتا ہے۔ای امرأة: کی طرف مضاف ہے۔ماتت: فوت ہو جائے جبکہ ہو ایمان کی حالت میں ہو۔

وزوجها عنها راض: یہ ماتت کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے اور عنہا یہ راضٍ سے متعلق ہے اہتمام کی وجہ سے پہلے لے آئے۔

دخلت الجنة: ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی طور پر وہ عورت کامیاب لوگوں میں داخل ہو گی اس طرح کہ اللہ تعالیٰ حقوق والوں کے حقوق اپنی رحمت سے ادا فرمادیں اور اس کی سیئات کو معاف کر دیں رہی وہ عورت جو خاوند کو ناراض کر کے مری وہ ابتداء جنت میں نہ جائے گی۔

تخریج: ترمذی' ابن ماجه' شاهد عند ابن حبان ٤١٦٣' من ابی هریره رضی الله عنه' شاهد آخر عند احمد ٦٢١/١ من حدیث عبد الرحمان بن عوف' وله شاهد آخر عند البزاز و ابی نعیم فی الحلیه ٣٠٨/٦ من حدیث انس باسناد فیه فقال فالحدیث حسن لشواهده۔

الفرائد: جو عورت ایمان کی حالت میں وفات پائے اور اسکا خاوند اس سے راضی ہو تو وہ اسکے دخول جنت کا سبب بنے گا۔

۲۸۹ : وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تُؤْذِي امْرَاَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ! فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ اَنْ يُّفَارِقَكِ اِلَيْنَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۲۸۹: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت جب اپنے خاوند کو دنیا میں تکلیف دیتی ہے تو اس کی جنت میں ہونے والی اس کی بیوی حور عین کہتی ہے اس کو تو تکلیف مت دے۔ اللہ تمہیں ہلاک کرے۔ پس وہ تیرے ہاں چند روز رہنے والا ہے۔ عنقریب وہ تمہیں چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا''۔ (ترمذی)

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یہ محذوف سے متعلق ہے۔ مقام اس پر دلالت کر رہا ہے۔ عن کے مجرور سے حال ہے ای نقلاً عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

لا تو ذی امرأۃ: عورت سے جو اس طرح کی حرکت ہو جو خاوند کی ایذاء کا باعث ہو۔ ورنہ نان نفقہ کا مطالبہ ایذاء میں داخل نہیں ہے۔

الحور: اس کا واحد حوراء ہے۔ جنت کی وہ عورت جس کی آنکھ کی سفیدی اور سیاہی بہت ہو۔

العین: جمع عیناء بڑی آنکھوں والی۔

قاتلك الله: یہ جملہ دعائیہ ہے جو مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے گویا اس عورت نے اللہ تعالیٰ سے لڑائی مول لے لی ہے۔ اس کو ان الفاظ سے تعبیر کر دیا۔

عندك دخيل: دنیا میں وہ مہمان و مسافر ہے۔ وجہ تعبیر: دنیا کی زندگی کتنی طویل ہو جائے وہ آخرت کے مقابلے میں معمولی ہے۔ اس لئے اس کو ان الفاظ سے تعبیر فرمایا۔ سب سے کم اقامت والا مہمان ہوتا ہے۔

یو شك: یہ افعال مقاربہ اوشک کا مضارع ہے جو قرب کو ظاہر کرتا ہے (المصباح) جیسا اس شعر میں۔

یوشك من فر من منیته ☆ فی بعض غراته یوافقها

قول فارابي: ایشاك: تیزی کو کہتے ہیں مگر نحات کہتے ہیں اس کی ماضی ثلاثی وشك: بمعنی قرب آتی ہے۔ مزید مضارع کثرت سے مستعمل ہے۔ اسم فاعل قلیل الاستعمال ہے۔

یفارك الینا: دنیا سے آخر میں منتقل ہو جائے۔ جیسا کہ دخیل کی تعبیر سے اشارہ نکل رہا ہے پس تو اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ حدیث شریف مہمان کے متعلق فرمایا گیا من کان یومن باللہ والیوم الآخر۔

تخریج: أخرجه أحمد (۲۲۱٦۲) والترمذی (۱۱۷۷) وابن ماجه (۲۰۱۵)

الفرائد: خاوند کو بلا وجہ ایذاء دینے والی عورت جنت میں اس کے ساتھ سے محروم ہوگی اس کیلئے حور جنت بددعا کرتی ہے۔

۲۹۰ : وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ''مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً هِيَ اَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۹۰: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے مردوں کے لئے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ زیادہ نقصان دہ نہیں چھوڑا''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **بعدی**: وفات کے بعد والا زمانہ مراد ہے۔ **فتنة**: اس کی جمع فتن ہے۔ اس کا معنی ابتلاء و مشقت ہے۔ یہ اس محاورہ سے نکلا ہے: **فتنت الذهب اذا دخلتها النار لتميز الجيد من الردى**: ناقص و کامل میں فرق کرنے والی چیز کو فتنہ کہتے ہیں۔

هي اضر على الرجال من النساء: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا فتنہ بڑا سخت ہے اور اس کی شہادت اس ارشاد الٰہی سے بھی ہوتی ہے: ﴿**زين للناس حب الشهوت**﴾: عورت کو شہوات کی اصل قرار دے کر اسی سے ابتداء کی گئی ہے اور بقیہ فتنے والی چیزوں کو بعد میں لائے۔ اس سے یہ اشارہ کر دیا کہ یہ اس کی جڑیں ہیں اور یہ بات مشاہدات میں ہے۔ اپنے اس لڑکے سے زیادہ محبت ہوتی ہے جس کی ماں سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ بقیہ اولاد پر اسے ترجیح دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جیسا قصہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما میں مذکور ہے۔

قول حکماء: عورت تو تمام کا تمام شر ہے اور ان میں سب سے زیادہ بری چیز یہ ہے کہ ان کے بغیر چارۂ کار نہیں۔ اپنی کم عقل کے باوجود وہ مردوں کو امور آخرت سے مشغول کر کے دنیا کے مہالک میں ڈال دیتی ہیں اور یہ سب سے بڑا بگاڑ ہے۔ مسلم کی روایت میں اس طرح موجود ہے: **واتقوا النساء فان اوّل فتنة بنى اسرائيل كانت فى النساء**۔

(فتح الباری لابن حجر رحمۃ اللہ علیہ)

(دورِ جدید میں اس روایت کو عملی شکل میں پوری دنیا کے کونے کونے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ عورت کی فتنہ سامانیاں کفار تو کفار مسلمانوں کے ہر معاشرے پر چھائی ہوئی ہیں الا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرما دے۔ عورت کی تصویر بازار و چوراہے سے مسجد و محراب میں موبائل و کیبل کی صورت میں گھس گئی ہے۔ الی اللہ المشتکی) مترجم۔

تخریج: احمد ۲۱۸۰۵/۸۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجه، ابن حبان ۵۹۶۷، عبد الرزاق ۲۰۶۰۸، طبرانی ۴۱۷/۱، ۴۱۹، بیهقی ۹۱/۷۔

الفوائد: عورتوں کے ذریعہ ڈالا جانے والا فتنہ دوسرے فتنوں سے زیادہ سخت ہے۔ آج کل کے حالات اس کے گواہ ہیں۔

۳۶: بَابُ النَّفَقَةِ عَلَى الْعِيَالِ

باب ۳۶: اہل و عیال پر خرچ

النفقة: اس سے مراد ہر قسم کی اعانت خواہ وہ کپڑے، خرچہ جات، رہائش کی صورت میں ہو وہ مراد ہے۔ **العيال**: جن کا وہ ذمہ دار ہے بیوی، بعض بچے، خدام مراد ہیں۔ ابن النحوی کہتے ہیں کہ النفقة کا لفظ انفاق سے بنا ہے اور اس کا معنی نکالنا ہے۔ **النفقه دراهم و دنانير**: جو نفقات کے لئے جمع کئے جاتے ہیں ان پر بولتے ہیں۔

اور نفاق پر بھی بولا جاتا ہے۔ نفقہ کی وجہ تسمیہ ① اس وجہ سے کہ یہ موت سے ختم ہو جاتا ہے چلا جاتا ہے ② نفقتِ السوق یا نفق البیع: سے نکلا ہے۔ بازار کا خوب چلنا اور کسی چیز کی بازار میں خوب مانگ ہونا جس طرح ہے اسی طرح یہ بھی خوب چل رہا ہے اور اس کی خوب مانگ ہے۔ ③ نفق الزاد سے لیا گیا جس کا معنی ختم ہونا ہے یہ بھی جلد ختم ہو جاتا ہے۔ (المنہاج)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [البقرة:۲۳۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور والد پر ان کا خرچہ اور کپڑے ہیں دستور کے مطابق''۔ (البقرة)

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ الاية: المولود له: والد کو کہا گیا ہے کیونکہ بچے کی نسبتِ نسب اسی کی طرف ہوتی ہے۔ اسی سے یہ اشارہ بھی نکلا کہ باپ پر خرچہ لازم ہے۔

رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ: بطور اجرت امام شافعی استیجار ام کی اجازت دیتے ہیں جبکہ امام ابوحنیفہ منع کرتے ہیں جب تک کہ وہ زوجہ یا معتدہ بالنکاح ہو۔

بالمعروف: جو حاکم کی رائے بنے اور اپنی ہمت کے مطابق جتنا وہ ادا کر سکے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتَاهَا﴾ [الطلاق:۷]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''چاہئے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو پس وہ اس میں سے خرچ کرے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کو دے رکھا ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو جتنا اس کو دیا ہے اس سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا''۔ (الطلاق)

ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ: صاحب وسعت اپنی وسعت کے مطابق۔

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ: تنگدست اپنی طاقت کے مطابق کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر جان کو اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دیتے ہیں۔ یہ بات تنگدست کی تطییب خاطر کے لئے کہی گئی اسی وجہ سے اس کے فوراً بعد آسانی کا وعدہ اس طرح فرمایا۔ سیجعل اللّٰه بعد عسرٍ یسرًا: عنقریب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی کر دی جائے گی۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ﴾ [سباء:۲۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جو بھی تم خرچ کرو کسی چیز میں سے وہ اس کو نائب (عوض) بنانے والے ہیں''۔ (سبا)

النَّحْوُ: ما: شرطیہ یا الذی: کے معنی میں مبتداء ہے۔ شئی: معمولی وحقیر چیز کو بھی شامل ہے۔ فهو يخلفه: اس کا عوض

دے کر خواہ جلد ہو یا بدیر۔ ① بعض نے کہا دنیا میں فنا نہ ہونے والے خزانے قناعت کو عنایت کر دیتا ہے اور آخرت میں ثواب دے گا۔

یہ جملہ جواب شرط ہے اگر ما موصولہ ہو تو جملہ مبتداء کی خبر ہے۔

۲۹۱ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ وَّدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰی مِسْکِیْنٍ وَّدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِیْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۹۱: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک دینار وہ ہے جو تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے اور ایک دینار وہ ہے جس کو کسی گردن چھڑانے کے لئے خرچ کرے اور ایک دینار وہ ہے جس کو تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور ایک وہ دینار ہے جس کو تو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے ان میں سب سے زیادہ اجر والا وہ ہے جو تو اپنے اہل پر خرچ کرے گا''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **دینار**: یہ مبتداء نکرہ سے جنس مراد ہے جیسا تمزة خیر من جرادة: میں ہے۔

فی سبیل اللہ: ① اعانت جہاد کیلئے مراد ہے۔ ② اللہ تعالیٰ کی مطلقاً طاعت میں خرچ کیا گیا ہو۔ **فی رقبة**: مکاتب کے بدل کتابت میں خرچ کیا جائے جس سے اس کو آزادی میسر ہو۔ ② جو مال کسی بھی گردن کی آزادی میں خرچ کیا جائے (جنس مراد لے کر عام معنی لے لیا) ③ غلام کو بطور صدقہ دے دیا جس کی وجہ سے وہ بھوک و پیاس، برہنگی کی مصیبت سے بچ گیا۔
مسکین: عموم کے لحاظ سے فقیر محتاج کو شامل ہے۔ **عیالك**: جن کا تو ذمہ دار ہے اور ایک نسخہ میں تو اهلك: کا لفظ موجود ہے۔
اعظمھا اجرا: ان کا اجر زیادہ ہے کیونکہ جن کی ذمہ اس پر ہے ان پر خرچ کرنے سے واجب کی ادائیگی ہوگی اور فرض تو بہر حال مستحب سے افضل ہے اور جن کا خرچہ اس پر واجب نہیں ان پر خرچ کرنا صلہ رحمی ہے اور اس کا ثواب بجائے خود دوسروں سے زائد ہے۔ رواہ مسلم۔

تخریج: أخرجه مسلم (۹۹۵)

الفرائد: جہاد میں خرچ کرنا سب سے بڑھ کر فضیلت رکھتا ہے۔

۲۹۲ : وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ وَیُقَالُ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَوْبَانَ بْنِ بُجْدُدَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُّنْفِقُهُ الرَّجُلُ وَدِیْنَارٌ یُنْفِقُهٗ عَلٰی عِیَالِهٖ وَدِیْنَارٌ یُنْفِقُهٗ عَلٰی دَآبَّتِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدِیْنَارٌ یُنْفِقُهٗ عَلٰی اَصْحَابِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۹۲: حضرت ابو عبداللہ اور کہا جاتا ہے ابو عبدالرحمٰن ثوبان بن بجدد رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا: ''سب سے افضل دینار جس کو آدمی خرچ کرتا ہے وہ ہے جس کو وہ اپنے عیال پر خرچ کرتا

ہے۔ پھر وہ دینار ہے جس کو وہ اللہ کی راہ میں اپنے جانور پر خرچ کرتا ہے اور پھر وہ دینار ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے"۔ (مسلم)

تشریح ❁ ثوبان: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ آپؐ نے قیدی پایا تو آزاد کرنے کا حکم دیا۔ بعض نے کہا خرید کر آزاد کر دیا' باب المجاہدہ میں حالات گزر چکے۔ **ینفقه:** بھلائی کی راہ میں خرچ کرے۔ **عیال:** جن کے خرچہ کا ذمہ دار ہے۔ اس کو سب سے پہلے اس لئے لائے تا کہ انفاق کی افضل ترین میں سے ہونا ظاہر ہو۔ جیسا کہ پہلی روایت میں ہے۔ **دابته:** جس پر سواری کرتا اور بوجھ لادتا ہے۔ **اصحابه:** اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے ساتھ سوار ہونے والے۔ ② اس سے عام معنی مراد لیا جائے تب بھی درست ہے۔ کیونکہ سواری کے جانور اور وہ جانور اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کے لئے جس پر بوجھ لادا جاتا ہے اور جو لوگ اس اطاعت پر جمع ہوتے ہیں اس کا ثواب بہت بڑا ہے اور دوسری صورت میں برابری کا اشکال رہے گا۔ (رواہ مسلم)

تخریج: أخرجه مسلم (٩٩٤) والترمذي (١٩٦٦) وابن ماجه (٢٧٦٠)

الفرائد : اہل وعیال پر خرچ افضل ترین اعمال میں سے ہے۔

❁ ❁

٢٩٣ : وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لِّيْ فِيْ بَنِيْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَجْرٌ اِنْ اُنْفِقُ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَلَا هٰكَذَا اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ فَقَالَ: "نَعَمْ لَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۹۳: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ابوسلمہ سے میری جو اولاد ہے ان پر خرچ کرنے میں مجھے اجر ملے گا میں ان کو اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتی کہ وہ اِدھر اُدھر مارے مارے پھریں۔ بلاشبہ وہ میرے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں تیرے لئے ان پر خرچ کرنے میں اجر ہے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ لی: اس کا فعل محذوف ہے۔ یکتب کیا میرے لئے اجر لکھا جاتا ہے۔

اجر: سے اخروی ثواب مراد ہے۔ **بنی ابی سلمه** سے وہ اولاد مراد ہے جو ابوسلمہ سے ہوئی۔ **علیهم و:** یہ بنی سلمہ سے بدل الاشتمال ہے ای **هل یکتب لی اجر فی الانفاق علیهم**۔ واؤ حالیہ ہے۔ **هکذا هکذا:** میں ان کو دائیں بائیں خوراک کے لئے منتشر نہ ہونے دوں گی بلکہ حسب طبع میں ان کی کفیل ہوں کیونکہ شفقت مادری اس پر آمادہ کرتی ہے۔ **انما هم بنی؟** اولاد ہونے کی وجہ سے میں جو خرچ کرتی ہوں کیا اس سے نیک عمل کا ثواب تو ختم نہ ہو جائے گا۔

فقال نعم: تمہیں اجر ملے گا اور اسی خرچ کرنے کی وجہ سے ملے گا نہ کہ کسی اور وجہ سے۔ اب اس جملے میں کوئی ملاوٹ نہیں اور اگر **هل لی اجر:** میں ابہام مانیں تو فقط نعم کہنے سے بات پوری نہ ہوتی بلکہ یہ وہم ہوتا کہ ان کو خرچ سے بڑھ کر ثواب ملے گا تو یہ فرما کر اس کو رد کیا **لك اجر ما انفقت علیهم**۔

النحو : **ما:** موصولہ یا موصوفہ یا جملے کے ساتھ مضاف الیہ ہے۔

سیوطی کا قول: ماوقبہ ہے اس پر تنوین جائز ہے (التوشیح للسیوطی) ابن علان کہتا ہے یہ ما موصولہ ہے اور ضاف مقدر ہے ای قدر ما انفقہ۔

تخریج: احمد ۲٦٥٧١/١٠ـ بخاری، مسلم، ابن حبان ٤٢٤٦، طبرانی ٧٩٦/٢٣، بیهقی ٤٧٨/٧ـ

الفوائد: یتامی پر شفقت کرنی چاہئے۔ افعال خیر کی ترغیب اور ضرورت ان کو بیان کرنا جائز ہے۔

٢٩٤ : وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ الَّذِیْ قَدَّمْنَاهُ فِیْ اَوَّلِ الْکِتَابِ فِیْ بَابِ النِّیَّةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهٗ وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِیْ فِیْ امْرَاَتِكَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۲۹۴: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اس طویل روایت جس کو ہم شروع کتاب میں باب النیہ میں ذکر کر آئے ہیں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا تو جو کچھ خرچ کرے گا جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود ہوگی اس پر اجر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ✿ عن سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه انك لن تنفق نفقة...... یہ طویل حدیث کا حصہ ہے جو باب النیہ میں گزری ہے کہ نبی اکرم ﷺ حجۃ الوداع کے سال ان کی عیادت کے لئے آئے۔ وجه الله: اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر اور اسکی رضامندی طلب کرنے کیلئے۔ اس میں عموم ہے کہ خرچ کی جانے والی چیز تھوڑی ہو یا زیادہ۔ الا اجرت بها۔ اللہ تعالیٰ اسکے سبب تمہیں اجر دیں گے۔ یہ صورۃً سبب ہے ورنہ فضل تک پہنچنے کا اصل سبب تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

حتی: معرف کے لحاظ سے جو غایت ہے یہ اسی کے لئے آیا ہے۔

النحو: ما تجعل: ما سے جو چیز یا الذی مراد ہے اور تجعل میں ضمیر عائد محذوف ہے۔

فی فی امرأتك: فی بمعنی فم ہے۔ منہ قضاء حاجت کا محل ہے تو ممکن ہے اس میں ثواب نہ ہو تو بتلا دیا کہ ہر چیز جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہیں وہ قابل ثواب بن جاتی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جب مباحات کے ساتھ نیت طاعت شامل ہو جائے تو وہ قابل ثواب بن جاتی ہے۔ وسائل و ذرائع پر مقاصد کا حکم لگ جاتا ہے۔ متفق علیہ۔

تخریج: موطا مالك، احمد ١٥٢٤/١ بخاری، مسلم، ابو داوٗد، ترمذی، نسائی، ابن ماجه، الادب المفرد للبخاری، ابو یعلیٰ ٨٣٤، ابن حبان ٤٢٤٩، ابن الجارود ٩٤٧، عبد الرزاق ١٦٣٥٧، الطیالسی ١٩٥، بیهقی ٢٦٨/٦، الدارمی ٣١٩٦، مشکوٰة ١٤٥٩ـ

الفوائد: آدمیوں کو اپنے گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے۔ اس سے ان میں محبت کی باگ مضبوط ہوگی۔ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ مباحات نیت کی وجہ سے عمل صالح بن جاتا ہے۔ جب غیر مضطر کو ایک لقمہ اس قدر ثواب کا باعث ہے تو محتاج و مضطر کی خدمت کا ثواب کس قدر زیادہ ہوگا۔

٢٩٥ : وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَهْلِهٖ نَفَقَةً یَحْتَسِبُهَا فَهِیَ لَهٗ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۲۹۵: حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب آدمی اپنے اہل پر کچھ خرچ کرتا ہے اس میں ثواب کا امیدوار ہو پس وہ اس کے لئے صدقہ ہے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **عن ابی مسعود البدری رضی الله عنه:** ان کا نام عقبہ بن عمرو بدری ہے۔ یہ مقام بدر کے رہنے والے ہیں۔ **الرجل** سے مسلمان مراد ہیں۔ مشکوٰۃ کی روایت میں وارد ہے: **علی اهله۔** اہل سے یہاں مراد جن کی تمام تر ذمہ داری اس پر ہو۔ **یحتسبها:** اس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا طالب ہو۔

اَلنَّحْو : یہ جملہ حالیہ ہے۔ **فهو له صدقه:** وہ خرچ کرنے والا عظیم ثواب کا حقدار ہے کیونکہ اس نے اداء واجب کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی بھی کی۔ اس کا ثواب ان گنت ہے سوائے اس آدمی کے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف فضیلت مل جائے۔

تخریج: احمد ۱۷۰۸۱/۶، بخاری، الادب المفرد ۷٤۹، مسلم، ترمذی، نسائی ۲۵٤٤، فی الکبری ۳۲۳، ابن حبان ٤۲۳۹، دارمی ۲۸٤/۲، طبرانی الکبیر ۵۲۲/۱۷، بیهقی ۱۷۸/۵۔

الفوائد : قرطبی کہتے ہیں اس خرچے میں اجر ملے گا جو بقصد قربت کیا جائے قطع اس کے کہ وہ واجب ہو یا مباح اور مفہوم روایت سے معلوم ہوا کہ قربت کا قصد نہ کرنے سے اجر سے تو محروم رہے گا مگر فرض سے بری الذمہ ہو جائے گا۔

---

٢٩٦ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّقُوْتُ" حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَغَیْرُهٗ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ فِیْ صَحِیْحِهٖ بِمَعْنَاهُ قَالَ: "کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یَّحْبِسَ عَمَّنْ یَّمْلِكُ قُوْتَهٗ"

۲۹۶: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آدمی کے گناہ کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ (ان کا حق) ضائع کرے جن کا وہ ذمہ دار ہے۔ ابوداؤد وغیرہ، مسلم نے اس کو اپنی صحیح میں معناً اس طرح روایت کیا"۔ کَفٰی بِالْمَرْءِ ......: آدمی کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہاتھ کو اس سے روک لے جن کی خوراک کا ذمہ دار ہے۔

تشریح ۞ **عن عبدالله...... کفی بالمرء:** کفی کے بعد با زائدہ ہوتی ہے۔ **اثما:** تمیز ہے ھو ضمیر فاعل ہے۔ اصل عبارت یہ ہے: **کفی المرء فی عظم الاثم اثم تضییع من یقوت:** یہ گناہ ہی اپنی بڑائی میں کافی ہے۔ ابن رسلان کہتا ہے اگر اور کوئی گناہ بھی اس کے ذمہ نہ ہوتا یہ گناہ ہی اپنی بڑائی کے لحاظ سے کافی ہوتا۔

ان یضیع من یقوت: قات یقوت خوراک دینا۔ یہ افعال سے اقات یقیتهٗ آتا ہے ایک روایت میں اسی سے **من یقیت:** وارد ہے۔ مراد یہ ہے کہ جن کا خرچہ لازم ہے والد، ولد، زوجہ کا خرچہ تو نہ دے دوسروں کو بطور صدقہ دے۔ **یضیع** : افعال اور تفعیل دونوں سے ہو سکتا ہے بعض مشائخ تفعیل سے پڑھتے ہیں۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ عبداللہ نے قہرمانہ کو کہا کیا تم نے غلاموں کو ان کی خوراک دے دی ہے۔ اس نفی میں جواب دیا تو فرمایا فوراً جا کر دے آؤ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ **کفٰی بالمرء اثما ان یحبس عمن یملك قوته** (**یحبس**: کا مفعول حذف کر دیا گیا) آدمی کے لئے یہی گناہ کافی ہے کہ جن کی ذمہ داری اس پر ہے ان کا خرچہ روک لے۔

النَّحْوُ: علقمی کہتے ہیں یہ تنازع فعلین سے ہے۔ پہلے کو عمل دیا اور دوسرے میں اضمار کیا۔ مظہری کہتے ہیں ① ان یحبس: تاویل مبتداء اور کفی الخ: خبر مقدم ہے۔ جیسا اس مثال میں بئس رجلا زیدٌ: ② مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

تخریج: احمد ۲/٦٥٠٠' ابو داوٗد' حاکم فی الزکاۃ ۲/۱۵۱۵۔

الفرائد: حقوق لازمہ کو ضائع کرنے والے کے لئے شدید وعید ہے۔

۲۹۷ : **وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: "مَا مِنْ یَوْمٍ یُّصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَّیَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔**

۲۹۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہر روز صبح کو جب بندے اٹھتے ہیں تو دو فرشتے (آسمان) سے اترتے ہیں۔ ایک ان میں سے کہتا ہے اے اللہ مال خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور دوسرا یہ کہتا ہے اے اللہ بخیل کے مال کو تلف فرما"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **ما من یوم یصبح العبد فیه**: ما نافیہ اور من تاکید نفی کے لئے لائے۔ یوم سے مراد طلوع فجر سے غروب شمس تک مراد ہے۔ **یصبح** یہ یوم کا وصف توضیحی ہے۔

الا ملکان نیزلان: یہ جملہ محل حال میں ہے۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث ابو الدرداء میں اسطرح ہے: **ما یوم طلعت فیه الشمس الا وبجنبیها ملکان ینادیان بصوت یسمعه خلق الله الا الثقلین: یایها الناس هلموا الی ربکم فان قل وکفی خیر مما کثر والهی ولا غربت شمسه الا وبجنبیها ملکان ینادیان**: پھر اسی روایت جیسی روایت نقل کی ہے۔ (فتح الباری) طلوع شمس کے وقت دو فرشتے آواز دیتے ہیں اپنے رب کی طرف آؤ جو تھوڑا اور کفایت کرے وہ کثیر غفلت والے سے بہتر ہے۔ شام کو اس طرح آواز دیتے ہیں جیسا اس حدیث میں مذکور ہے۔

فیقول احدهما اللهم اعط منفقا: بخاری کے الفاظ منفق مالٍ: ہیں اور بعض نسخوں میں منفقًا مالاً: ہے۔ **خلفا**: اس کو مبہم لائے تا کہ مال اور ثواب وغیرہ سب کو شامل ہو۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں ابہام اولیٰ ہے کیونکہ بہت سے خرچ کرنے والے مالی بدلے سے پہلے ہی مل گئے ان کا بدلہ آخرت میں تیار ہے یا اس سے تکلیف دور ہو جائے گی جو اسی خرچ کے برابر ہوگی۔

ویقول الآخر اللهم اعط ممسکا تلفا: اعط کو مشاکلت کے لئے استعمال کیا ورنہ تلف میں یہ نہیں آتا۔ تلف سے تلف مال یا نفس دونوں کا احتمال ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس سے نیک اعمال رہ جاتے ہیں اور وہ دوسرے کاموں میں وقت ضائع کر دیتا ہے۔

نووی کہتے ہیں پسندیدہ انفاق وہ ہے جو طاعات اور عیال وضیوف اور تطوعات میں ہو۔قرطبی کہتے ہیں یہ خرچ واجبات و مستحبات سب کو شامل ہے۔لیکن مندوبات سے رکنے والا بددعا کا حقدار نہیں سوائے اس صورت کے کہ بخل مذموم اس پر غالب آ جائے اور حق واجب کو ادا کرنے میں اس کا نفس تنگی محسوس کرے۔(متفق علیہ)

تخریج: بخاری، مسلم، احمد ۸۰۶۰/۳، ابن حبان ۳۳۳۳۔

الفرائد :وجوہ خیر میں صرف کرنے والا فرشتوں کی دعا کا حقدار ہے اور حقوقِ واجبہ میں خرچ سے باز رہنے والا فرشتوں کی بد دعا کا مورد ہے۔صرف مال ہی خرچ مراد نہیں بلکہ علم وغیرہ بھی اس میں شامل ہے۔

۲۹۸ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ- وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ غِنًى وَّمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۲۹۸:حضرت ابوہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:''اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہت بہتر ہے اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کرو جن کے تم ذمہ دار ہو۔بہترین صدقہ وہ ہے جو مالداری کے بعد ہو جو آدمی (حرام سے) پاک دامنی طلب کرے اللہ اس کو پاک دامن بنا دیتے ہیں جو آدمی غناء طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیتے ہیں''۔(بخاری)

تشریح ۞ الید العلیا:اس سے مراد اکثر کے ہاں خرچ کرنے والا ہاتھ مراد ہے اور بعض نے کہا سوال نہ کرنے والا ہاتھ (ابوداؤد) ابونعیم نے مستخرج میں کہا کہ **الید العلیا ید المعطی** (دینے والا ہاتھ) نسائی نے طارف محاربی سے نقل کیا "**قدمنا المدینہ فاذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قائم علی المنبر یخطب الناس و ھو یقول یدعی المعطی العلیا**"ہم مدینہ آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ دینے والا ہاتھ بلند ہے''۔

ابن حجر کہتے ہیں یہ احادیث اس معنی کی تائید کرتی ہیں کہ الید العلیا سے مراد خرچ کرنے والا ہاتھ ہے اور السفلی اس قول میں **حسیر من الید السفلی** سوال کرنے والے والا ہاتھ ہے۔یہی بات قابل اعتماد اور جمہور کا قول ہے۔بعض نے کہ السفلی سے لینے والا ہاتھ مراد ہے خواہ سوال سے ہو یا بغیر سوال ہو اور کچھ لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے اور دلیل یہ بنائی کہ صدقہ سائل تک پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں آتا ہے۔ابن عربی کہتے ہیں تحقیق یہی ہے کہ السفلی سائل کا ہاتھ ہے لینے والے کا ہاتھ مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تو دینے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ لینے والا ہے اس کے دونوں ہاتھ ہی یمین ہیں (فتح الباری) مگر یہ قابل توجہ ہے کیونکہ بحث انسانی ہاتھوں کی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف مالک ہونے کی وجہ سے اعطاء کی نسبت کر دی اور قبول صدقہ اور رضا کے لحاظ سے لینے کی نسبت کر دی اور اس کا دست مبارک تو بہر حال علیا ہے۔

ہاتھوں کی اقسام:انسانی ہاتھوں کی چار اقسام ہیں۔چار ہاتھ ① دینے والا ہاتھ بہت سی روایات میں اس کو علیا کہا گیا۔ ② سائل کا ہاتھ کثیر روایت میں اس کو سفلیٰ کہا گیا۔خواہ لے یا نہ لے اور یہ حالت کیفیت اعطاء واخذ کے موافق ہے اور علو و

السفل کے مطابق جو کہ انہی سے ماخوذ ہیں۔ ③ اور سوال سے بچنے والا ہاتھ خواہ دینے والے کا ہاتھ اس کی طرف دراز ہو اس ہاتھ کو معنوی لحاظ سے علو والا ہاتھ شمار کیا جاتا ہے۔ ④ بلا سوال لینے والے ہاتھ کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض نے اس کو نیچے والا شمار کیا ظاہری حس کے لحاظ سے تو اسی طرح ہے لغوی اعتبار سے بعض صور میں یہ علیا ہے اور اسی لئے دوسروں نے اس کو ید علیا میں شمار کیا ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ید علیا دینے والے ہاتھ اور ید سفلی روکنے والا ہاتھ، مگر یہ اس کے موافق نہیں۔ متصوفہ لینے والا ہاتھ مطلقاً دینے والے ہاتھ سے افضل ہے۔ یہ قول غریب الحدیث میں ابن قتیبہ نے نقل کر کے کہا کہ ان لوگوں سے سوال کے جواز کے لئے دفاعت کو پسند کر کے یہ بات نکالی ہے اگر اسی طرح ہوتا تو تمام معاملہ الٹ ہوتا۔ (غریب الحدیث)

ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ تمام تاویلات احادیث متقدمہ مصرحہ کے سامنے مضمحل ہو جاتی ہیں۔ حدیث کی تاویل ہی اعلیٰ و اولیٰ ہے۔ حاصل احادیث یہ ہے کہ تمام ہاتھوں میں اعلیٰ ترین ہاتھ خرچ کرنے والا۔ ② اس کے بعد سوال کے لئے دراز نہ ہونے والا۔ ③ بغیر سوال لینے والا۔ ④ سوال کرنے والا اور دینے سے روکنے والا۔ (فتح الباری)

وابداء بمن لقول: عطاء کی ابتداء ان سے کرو جن کے تم نگران ہو کیونکہ وہ یا تو واجب ہے یا مستحب اس میں ادائیگی حق اور صلہ رحمی پائی جاتی ہے۔

وخبر الصدقه ما كان عن ظهر غنى: خطابی کہتے ہیں کہ اس موقعہ ظہر کا لفظ کلام میں اشباع کے لئے بڑھایا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مال میں سے جب صدقہ نکالے تو اتنا مال باقی رکھ لے جو اس کے اہل و عیال کے لئے کافی ہو اسی وجہ سے فرمایا گیا: **وابداء بمن تعول۔** بغوی کہتے ہیں اس سے مراد اس قدر مالداری ہے جس سے مصائب میں کام چلا سکے۔ غنی میں تنوین تعظیم کے لئے ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں حدیث کے معانی میں یہ معنی قابل اعتماد ہے بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ جس کو صدقہ دو کم از کم اتنا دو کہ اس کو سوال سے مستغنی کر دو۔ ایک قول یہ ہے کہ عن سببیہ ہے اور ظہر کا لفظ زائد ہے مطلب یہ ہے افضل صدقہ وہ جس کا سبب صدقہ کرنے والے کا غناء ہو۔ (فتح الباری)

قرطبی کہتے ہیں ایسی چیز کا حاصل ہونا جس سے حاجت دفع ہو جائے غناء کہلاتا ہے مثلاً سخت بھوک کے وقت کھانا، ستر عورت وغیرہ۔ (المفہم للقرطبی)

نووی کہتے ہیں تمام مال کا صدقہ کرنا اس کو مستحب ہے جس پر نہ قرض ہو اور نہ اس کے عیال ہوں جو بھوک پر صبر نہ کر سکیں اور وہ خود بھی ایسا آدمی ہو جو خوب صابر ہو۔ اگر یہ شروط کسی میں جمع نہ ہوں تو کل مال کا صدقہ مکروہ ہے۔ البتہ وہ اشیاء جن کی ضرورت ہے اور ان میں ایثار ہلاکت تک پہنچانے والا ہے یا اضرار اور کشف عورۃ تک لے جانے والا ہے اس کا ایثار جائز نہیں۔ جب یہ حقوق واجبہ ساقط ہو جائیں تو ایثار درست ہے اور افضل وہ ہے جو شروط مذکورہ بالا کے ساتھ ہو۔ اس طرح تمام روایات کا تعارض ختم ہو جاتا ہے۔

من یستعفف یعفه الله: جو سوال سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو عفیف بنا دیتے ہیں یعنی مال دے کر اس کی حاجات میں استغناء عنایت فرماتے ہیں یا اس کے دل میں قناعت ڈال دیتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کا معنی جو حرام سے پاکدامنی کا طلبگار ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ اِس کو حرام سے بچاتے ہیں وہ عفیف بن جاتا ہے۔

من یستغن یغنه اللّٰه: اس کے سبب جو اس کو عطاء کرتا ہے اور قناعت بخشا ہے ما فوق کی اس کو ضرورت نہیں رہتی دو کا کھانا تین کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ نفس تو آدمی کی مرضی پر ہے اگر آزاد چھوڑ و آزاد ہو جاتا ہے اگر اس کی عادت چھڑاؤ تو ترک کر عادت چھوڑ دیتا ہے۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ مسلم کے الفاظ اس سے مختصر ہیں۔

تخریج: أخرجه البخاری (١٤٤٢) ومسلم (١٠١٠) وأحمد (٣/٨٠٦٠) وابن حبان (٣٣٣٣)

الفرائد: اس روایت میں انفاق' عفت' استغناء' توکل کی ترغیب دی گئی ہے۔

٣٧ :بَابُ الْاِنْفَاقِ مِمَّا یُحِبُّ وَمِنَ الْجَیِّدِ

بَابٌ: پسندیدہ اور عمدہ چیزیں خرچ کرنا

مما یحب: اپنی پسندیدہ چیز میں سے خرچ کرنا۔ ما مصدریہ ہے۔ ② الذی ③ ما موصولہ اس چیز میں سے جس کو وہ پسند کرتا ہے۔ نکرہ موصوفہ ہے اور ضمیر محذوف ہے۔

من الخیر: عادۃً عمدہ ہو یا مدفوع الیہ کی بنسبت عمدہ ہو۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [آل عمران:٩٢]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تم کمال نیکی کو اس وقت نہیں پا سکتے جب تک کہ تم خرچ نہ کرو اس چیز کو جس کو تم بہت چاہتے ہو''۔(آل عمران)

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ الایة: یعنی تم کمال خیر کو ہرگز نہیں پا سکتے۔ ② اللہ تعالیٰ کی رحمت رضا' جنت کو ہرگز نہیں پا سکتے۔ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ: ما سے مراد مال ہے۔ ② عام ہے جس میں جاہ و مرتبہ دوستوں کی اعانت اور بدن کو اللہ تعالیٰ کی طاعت اور روح کو اس کی راہ میں۔ مِن: تبعیضیہ یا ابتدائیہ ہے پہلے قول کی تائید قرأت سے ہوتی ہے کہ مِن کی جگہ بعض پڑھا گیا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ﴾[البقرة:٢٦٧]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے ایمان والو! تم ان پاکیزہ چیزوں میں جو تم نے کمائی ہیں اور جن کو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے خرچ کرو اور اس میں سے خبیث چیز کا قصد بھی نہ کرو کہ تم اس کو خرچ کرو''۔(البقرہ)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا الایة مَا كَسَبْتُمْ: حلال میں سے جو تم نے کمایا۔ ② اس عمدہ مال سے جو تم نے کھایا۔ اخرجنا

لکم من الارض: یعنی وہ پاکیزہ اشیاء جو تمہاری خاطر ہم نے زمین سے نکالی۔ خواہ وہ غلہ جات ہوں یا میوہ جات کھجور اور معاون وغیرہ ہوں پہلے ذکر آنے کی وجہ سے مضاف کو حذف کر دیا۔ صاحب اعلاء الحسن میں لکھا ہے کہ ہاتھ کی کمائی سے صدقہ افضل ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم محنت کرنے اور اس میں سے صدقہ کرتے یا اس کو صدقہ کر دیتے۔

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ: اور اس میں صدقہ کے لئے ردی کا قصد بھی مت کرو۔ ۂ: سے مذکور یا مما اخرجنا: مراد ہے۔ وجہ تخصیص یہ ہے کہ اکثر اس میں تفاوت پایا جاتا ہے۔

النحو: تنفقون: یہ تیمموا کے فاعل سے حال مقدر ہے اور اس سے متعلق ہو اور ضمیر خبیث کی طرف راجع ہے اور جملہ اس سے حال ہو۔ بعض کا مقول ہے من تصدق ینفس فاز بنفیس: اور ایسی چیزوں میں مقابلہ کرنے والوں کو مقابلہ کرنا چاہئے۔

٢٩٩ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ وَّكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهٖ اِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ جَآءَ اَبُوْطَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَ عَلَيْكَ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلَيَّ بَيْرُحَاءُ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَرْجُوْا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ وَّقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ" فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ: اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَّمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهٗ ﷺ: مَالٌ "رَابِحٌ" رُوِيَ فِي الصَّحِيْحِ "رَابِحٌ" وَ "رَايِحٌ" بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ: اَيْ رَايِحٌ عَلَيْكَ نَفْعُهٗ، وَ "بَيْرُحَاءُ" حَدِيْقَةُ نَخْلٍ وَرُوِيَ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَفَتْحِهَا۔

۲۹۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار میں کھجوروں کے باغات کے لحاظ سے مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار تھے اور ان کے اموال میں بیر حاء سب سے زیادہ ان کو پسند تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے بالکل بالمقابل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا عمدہ پانی نوش فرماتے۔ انس کہتے ہیں جب یہ آیت اتری ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ کہ تم ہرگز کمال نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم خرچ نہ کرو اس چیز کو جس کو تم پسند کرتے ہو"۔ تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ آیت اتاری ہے اور بلاشبہ میرے مالوں میں سے سب سے زیادہ محبوب مجھے بیر حاء ہے۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے اجر اور ذخیرہ ہونے کے امیدوار ہوں۔ یا رسول اللہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے عطاء کردہ سمجھ کے مطابق اس کو جہاں مناسب خیال کریں اس کو خرچ کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خوب، خوب یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے۔ یہ تو بڑا فائدہ مند مال ہے۔ میں نے تمہاری بات سن لی۔ میری رائے میں اس کو تم اپنے اقربین میں تقسیم کر دو۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اپنے قریبی رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

رابحٌ کا لفظ رَابِحٌ بھی روایت میں آیا ہے یعنی اس کا نفع تمہاری طرف لوٹنے والا ہے۔

بَیْرُحَاءَ :اس کا معنی کھجور کا باغ ہے۔

تشریح ❁ **کان ابو طلحه**: ان کا نام زید بن سہل تھا۔ **الانصار**: یہ اسلامی نام اوس و خزرج کو ملا کیونکہ انہوں نے مدینہ میں دین حق کی مدد کی۔ **نخیل**: یہ مال کا بیان ہے۔

النحو : **وکان حب امواله الیه بیرحاء**: احب کان اسم اور بیرحاء خبر ہے۔ اس کی تاکید یہ قول کر رہا ہے۔ **ان احب مالی الی بیرحاء**: ان کا مقصود اپنے ہاں زیادہ پسندیدہ مال کو بتلانا ہے۔ **بیرحاء**: میں آٹھ لغات ہیں جیسا ابن حجرؒ نے کہا (النہایہ ابن اثیر) ابن حجر کہتے ہیں حماد بن سلمہ نے بریحاء اور ابوداؤد نے باریحاء باجی نے بیرحا کو افضل کہا۔ صاغانی نے بھی اس کو براح سے فعیلاً کے وزن پر صحیح قرار دیا ہے۔ جنہوں نے باء کے کسرہ سے نقل کیا انہوں نے اسکو کنواں سمجھا مگر یہ غلط ہے۔

قاضی عیاض مغربی لوگ راء کو اعراب دیتے اور حاء کو قصر سے پڑھتے ہیں۔ اس کو دس طرح پڑھا جاتا ہے۔ حاء میں اختلاف ہے کہ یہ مرد کا نام ہے یا عورت کا یا جگہ کا نام ہے یا یہ کلمہ اونٹوں کو ڈانٹنے کے لئے ہے کیونکہ یہاں اونٹ چرتے تھے ان کو اس لفظ سے ڈانٹا جاتا تو اسی سے کنوئیں کا نام پڑ گیا۔ یہ مسجد نبوی کے قبلہ کی جانب تھا۔ آپ اس باغیچے میں جاتے۔

من ماء فیها طیب: اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے۔

نکتہ ☆: اس سے یہ ثابت ہوا کہ اہل فضل کا باغوں اور احاطوں میں داخل ہو کر وہاں کے سایوں سے فائدہ اٹھانا اور ان کے پھل کھانا وہاں راحت و تفریح کرنا جائز ہے۔ اگر عبادت کی تھکاوٹ اور حصول نشاط مقصود ہو تو پھر یہ عبادت ہے۔ **قال انس**: عرب کا قائدہ ہے کہ جب کلام طویل ہو جائے تو وہ راوی کا تذکرہ دوبارہ کر دیتے ہیں۔ **فلما نزلت هذه الایة لن تنالوا البر الایه**: جب یہ آیت اتری تو ابوطلحہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے اور ان احب مالی الی مجھے پسندیدہ ترین مال یہ کنواں ہے اور حصول بر محبوب کے خرچ میں ہے۔ **صدقة لله تعالیٰ**: بقول ماجشون صدقہ تملیک مراد ہے کیونکہ اس کو ذی رحم میں تقسیم کر دیا (فتح الباری) **ارجو برها و ذخرها**: مجھے اس کے عمدہ ذخیرہ ہونے کی بارگاہ الٰہی میں امید ہے (المصباح) یعنی میں اس سے قیامت کے دن اپنے شدائد میں فائدہ پاؤں گا۔ شیخ زکریا نے زخر کا ترجمہ اجر سے کیا ہے۔

فضعها یا رسول الله حیث اراك الله: مصرف کی تعیین میں اس کی تفویض کا تذکرہ ہے۔ **بخ**: یہ کلمہ تفخیم و تعجب کے طور پر بولا جاتا ہے۔ **ذلك مال رابح**: یہ باغ نفع بخش مال ہے۔

نکتہ: ابن حجر کہتے ہیں ابوطلحہ کا اس سے کمال ظاہر ہوتا ہے آیت میں محبوب مال میں سے خرچ کرنے پر آمادہ کیا گیا انہوں نے محبوب میں سے سب سے پسندیدہ کو خرچ کرنے کی طرف ترقی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے کی تصویب فرمائی

اوران کے فعل کی بارگاہ الٰہی میں قدردانی ذکر فرمائی۔ وہ یہ الفاظ میں بخ بخ۔ بیضاوی کا قول: پسندیدہ ترین مال کو قریب ترین رشتہ داروں پر صرف کرنا سب سے افضل ہے۔ آیت کے عموم میں واجب و مستحب انفاق شامل ہے (بیضاوی) **ماقلت: ما** مصدریہ بالاتفاق ہے۔ ④ ما موصولہ ہو تو ضمیر محذوف ہے **ای قلته:** پھر آپ نے حکم فرمایا وہ مال اپنے قرابت والوں کو دے دیں۔ **اری:** میری رائے یہ ہے کہ یہ جملہ **وقد سمعت** پر معطوف ہے کہ تم اس کو صدقہ کردو اپنے اقربین پر۔ عرض کیا میں ایسا کردیتا ہوں۔ حافظ ابن عبدالبر نے ذکر کیا کہ قعنبی نے مالک سے اپنی روایت میں نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اقارب اور بنی اعمام میں تقسیم کردیا۔ اگرچہ آپ کی تقسیم کا یہ معنی شریعت کی زبان میں مشہور کہ تقسیم کا حکم دیا۔ مگر اکثر رواۃ نے یہ ذکر نہیں کیا۔ درست روایت یہی ہے کہ ابوطلحہ نے تقسیم کیا۔ مراسیل ابن حزم میں ہے **فردہ علی اقاربہ ابی بن کعب و حسان بن ثابت و اخیہ و ابن اخیہ شداد بن اوس و نبیط بن جابر فتقاسموہ:** حضرت حسان نے اپنا حصہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا۔ اس سے اس احتمال کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے اقارب کو بطور ملک تقسیم کیا تھا۔

تخریج: بخاری کتاب الزکاۃ والوصایا والوکالہ والتفسیر، مسلم فی الزکاۃ، نسائی فی التفسیر۔ ربح: یہ بخاری و مسلم میں رابح وارد ہے نووی نے اسی کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ بعض روایات میں رائح ہے اس کا معنی لوٹتا ہے مگر اس میں شدید ابہام ہے۔ ابن بطال کہتے ہیں اسکا معنی یہ ہے اس کا فاصلہ قریب ہے یا یہ صبح و شام نفع بخش ہے۔ بیرحاء کا درست مطلب باغ تمر ہے کنواں نہیں۔

الفرائد: اقارب پر خرچ کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

۳۸: بَابُ وُجُوْبِ اَمْرِهٖ اَهْلَهُ وَاَوْلَادَهُ الْمُمَيِّزِيْنَ وَسَآئِرَ مَنْ فِيْ رَعِيَّتِهٖ بِطَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَهْيِهِمْ عَنِ الْمُخَالَفَةِ وَتَاْدِيْبِهِمْ وَمَنْعِهِمْ مِّنِ ارْتِكَابِ مَنْهِيٍّ عَنْهُ

باب: اپنے گھر والوں اور باعقل اولاد اور اپنے تمام ماتحتوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دینا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت سے روکنا واجب ہے اور ممنوعہ کاموں کے ارتکاب کی حالت میں ان کی تادیب کرنا اور مخالفت سے ان کو منع کرنا ضروری ہے

اھلہ: اہل سے مراد بیوی اوراس کی اولاد ہے۔ الادہ الممیزین: اس سے مراد سمجھ بوجھ والی بیٹیاں اور بیٹے دونوں مراد ہیں مگر یہاں لفظ مذکر کے لحاظ سے لایا گیا ہے۔ سائر رعیتہ: سے مراد اس کے غلام اور لونڈی ہیں اور بطاعۃ اللہ تعالیٰ سے مراد اس کے امر ونہی کو ماننا ہے۔ یہاں عبادت کے علاوہ مراد ہے۔ عبادت اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے نیت کی شرط اور معبود کی پہچان کے ساتھ اس کی بندگی کی جائے اور قربت جس کے ذریعے اس کی معرفت کی شرط اور جس کا قرب حاصل کرنا ہو اس کی پہچان کے ساتھ اس کا قرب حاصل کیا جائے۔ اطاعت اس کے بغیر اللہ کی پہچان کی طرف پہنچانے کا ذریعہ ہونے کے اعتبار سے پائی جاتی ہے کیونکہ اس کی پہچان مکمل غور وفکر سے پیدا ہوتی ہے اور قربت بغیر عبادت کے ان نیکیوں کے اندر پائی جاتی ہے جن میں نیت کی ضرورت نہیں' جیسے آزادی اور وقف کرنا (الاضواء) یہ اور اس کے مابعد والا مصدر اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے۔ البھجۃ من المخالفۃ: مخالفت سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکموں کی خلاف ورزی ہے۔ تادیبھم: اور ان کی تادیب اس وقت ضروری ہے جب نامناسب فعل کا ارتکاب کریں اور اس میں حد یا تعزیر نہ ہو اور وہ خود اس کو اختیار کرے اور اس کے اجزاء میں کوئی نرمی رکاوٹ نہ بنے۔ ومنعھم: ان کے درمیان حائل ہوتا کہ وہ حرام کے مرتکب نہ ہو جائیں یہ حرام میں تو واجب ہے اور مکروہ میں مندوب ومستحب ہے۔ تادیب مذکور میں بھی یہی حکم ہے۔ ترجمہ میں وجوب کا ایسا معنی ہونا چاہئے جو ندب کو بھی شامل ہو جائے مثلاً اس کا معنی متاکد حق ہو۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ [طه:۱۳۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر جمے رہو''۔ (طٰہٰ)

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ الایہ: انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اہل یعنی زوجہ' غلام' اولاد' لونڈیوں کو تقویٰ کا حکم دے خاص طور پر نماز ابن ابی حاتم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا عمل نقل کیا کہ جب وہ رات کو جاگتے تو گھر والوں کو بھی جگاتے اور پھر یہ آیت پڑھتے۔ (سیوطی فی الاکلیل)

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ [تحريم:٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ!'' (تحریم)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ: اپنے آپ کو بچانے کا مطلب معاصی کو چھوڑنا اور طاعات کو اختیار کرنا ہے۔ واھلیکم: ان کو بچانے کا مطلب تادیب اور خیر خواہی کرنا۔ نارًا کی تنوین تعظیم کے لئے ہے اور اس کی بڑائی کو اس قول میں واضح کر دیا کہ اس کی آگ کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔

۳۰۰ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً

مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "كِخْ كِخْ اِرْمِ بِهَا اَمَا عَلِمْتَ اَنَّا لَا تَاْكُلُ الصَّدَقَةَ! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ"

وَقَوْلُهٗ: "كِخْ كِخْ" يُقَالُ بِاِسْكَانِ الْخَآءِ وَيُقَالُ بِكَسْرِهَا مَعَ التَّنْوِيْنِ وَهِيَ كَلِمَةُ زَجْرٍ لِلصَّبِيِّ عَنِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ وَكَانَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَبِيًّا۔

۳۰۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک کھجور صدقہ کی کھجوروں میں سے لے لی اور اس کو اپنے منہ میں ڈال لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے پھینک دو کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے"۔ (بخاری و مسلم)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ "ہمارے لئے صدقہ کا مال حلال نہیں ہے"۔

امام نووی فرماتے ہیں کِخْ کِخْ یہ کاف کے فتحہ و کسرہ کے ساتھ ڈانٹ کا کلمہ ہے جو بچے کو ناپسندیدہ باتوں سے روکنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور حسن رضی اللہ عنہ اس وقت بچے تھے۔

تشریح ۞ الحسن بن علی رضی الله عنه سے مراد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے ہیں۔

تمرة من تمر الصدقة: معمر کی روایت میں یہ ہے کنا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو یقسم تمر الصدقة والحسن فی حجره (اخرجہ احمد) **فجعلها فی فیه:** محمد بن زیاد کی روایت ہے کہ فلم یفطن له النبی صلی الله علیه وسلم حتی قام ولعابه یسیل فضرب النبی صلی الله علیه وسلم شدقه اور معمر کی روایت میں ہے: فلما فرغ حمله علی عاتقه فسال لعابه فرفع رأسه فاذا تمرة فی فیه۔ دونوں روایات کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے مُنہ میں کھجور ڈال لی۔ ان کے منہ سے لعاب بہنے لگا تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس نے کھجور منہ میں ڈال لی ہے۔ **کخ کخ:** آپ نے ڈانٹ کر کِخ کِخ کہا تا کہ وہ باہر نکال دے۔ **ارم بها:** یہ مسلم کے الفاظ ہیں احمد کی روایت میں نظر الیه فاذا هو یلوك تمرة فحرك خده وقال القها یا مبنی القها یا بنی: ان دونوں کو اس طرح جمع کر سکتے ہیں پہلے ان کو کہا کہ ڈال دو ڈال مگر اس نے دیر کر دی تو آپ نے کِخ کِخ کہا تا کہ ناپسند کر کے نکال دے جب نہ نکالی تو آپؐ نے زبردستی نکالی۔ **اما علمت:** یہ مسلم کے الفاظ ہیں بخاری **شعرت:** کے الفاظ لائے اور ایک مقام پر **اما تعرف:** تمام کا مفہوم قریب قریب ہے کیا تمہیں معلوم نہیں۔ **انا لا ناکل الصدقة:** نووی کہتے ہیں کہ یہ الفاظ واضح تحریم کے موقعہ پر بولے جاتے ہیں خواہ مخاطب کو اس کا علم نہ ہو۔ تقدیر عبارت یہ ہے **عجب کیف خفی علیك هذا مع ظهور تحریمه:** عجیب بات ہے کہ اس کی حرمت اتنی واضح ہونے کے باوجود تمہیں معلوم نہ ہوا"۔ یہ لاتفعل بہت زیادہ زجر کا کنایہ ہے۔ (متفق علیہ)

فرق روایت: **انا لا تحل الصدقة:** اور معمر کی روایت میں ان الصدقة لا تحل لآل محمد: احمد و طحاوی نے خود حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کنت مع النبی صلی الله علیه وسلم فمر علی جرین من تمر الصدقة فاخذت منه تمرة فالقیتها فی فی' فاخذها بلعابها فقال انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة: قوی الاسناد طبرانی' طحاوی نے ابویعلیٰ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔ تو دونوں لفظ صحیح سند سے ثابت ہیں۔ **کخ کخ:** ① یہ مثقل و مخفف

دونوں طرح ہیں۔ ② کاف کے فتحہ وکسرہ کے ساتھ ③ تنوین اور بلاتنوین ④ یہ چھ صورتیں ہوئیں۔ یہ اسماء اصوات میں سے ہے یا اسماء افعال میں سے۔ ڈانٹ ڈپٹ کے لئے آتا ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ اس وقت بچے تھے۔

تخریج: بخاری فی الجهاد' الزکاة' مسلم فی الزکاة والنسائی فی السیر' احمد ۹۳۱۹/۳' الطیالسی ۲٤/۲' الدارمی ۳۸٦/۱' ابن حبان ۳۲۹٤' ۹۵' ۹٦' عبدالرزاق ٦۹٤۰' بیهقی ۲۹/۷۔

الفرائد: ① صدقات خلیفۃ المسلمین کے سپرد کرنے چاہئیں۔ ② چھوٹے بچوں کو بات کہہ دینی چاہئے تا کہ عقل والوں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔

۳۰۱: وَعَنْ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْاَسَدِ رَبِیْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ کُنْتُ غُلَامًا فِیْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَکَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "یَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَکُلْ بِیَمِیْنِكَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْكَ" فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِیْ بَعْدُ' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"وَتَطِیْشُ": تَدُوْرُ فِیْ نَوَاحِی الصَّحْفَةِ۔

۳۰۱: حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ (رسول اللہ ﷺ کے ربیب) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں مَیں چھوٹا بچہ تھا۔ میرا ہاتھ پیالے میں ہر طرف چکر لگاتا (کیونکہ میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا) اس پر آپؐ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے لڑکے اللہ تعالیٰ کا اوّلاً نام لو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ اس ارشاد کے بعد ہمیشہ میرا کھانے کا یہی طریقہ بن گیا۔ (بخاری ومسلم)

تَطِیْشُ: پیالے کی اطراف میں گھومنا۔

تشریح ✿ **عمر بن ابی سلمہ:** ابوحفص ان کی کنیت ہے۔ ان کا نام عمر ہے ان کے والد کا نام عبداللہ بن عبدالاسد ہے ان کی کنیت ابوسلمہ تھی۔ بنومخزوم کے قدیم الاسلام بزرگوں سے تھے۔ ان کے والد و والدہ صحابی ہیں۔ یہ ام سلمہ کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب ہیں۔ ان کی پیدائش حبشہ میں ہوئی۔ جب ان کے والدین ہجرت کر کے وہیں مقیم تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ روایات نقل کی ہیں۔ بخاری ومسلم نے دو دو روایتیں نقل کی ہیں۔ ان سے سعید بن المسیب' عروہ' وہب بن کیسان وغیرہ تابعین نے روایت لی ہے' ان کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی حالات کی مزید تفصیل (اتحاف السائل بمعرفۃ رجال الشمائل) میں ملاحظہ کریں۔

حجر رسول الله صلی الله علیه وسلم: آپ کی پرورش اور نگرانی میں۔ اس کا معنی گود ہے بغل سے کوکھ تک کے حصہ کو کہتے ہیں۔ جیسا اس ارشاد میں ربائبکم اللاتی فی حجورکم: میں حجور ہے۔ **کانت یدی تطیش فی الصحفة:** صحفہ یہ پیالے جیسا برتن اس کی جمع صحاف جیسے کلبۃ وکلاب (المصباح) زمخشری کہتے ہیں لمبے پیالے کو صحفہ کہتے ہیں۔ **فقال لی:** مجھے تعلیم وتادیب کے طور پر فرمایا: **سم الله۔** یہ حکم استحبابی ہے۔ **وکل بیمینك:** جمہور کے نزدیک یہ بھی استحباب

کے لئے ہے۔ بعض نے وجوب کا قول کیا ہے اس کی وجہ وہ روایت ہے جو باب المحافظة علی السنہ میں گزری ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس نے کہا لا استطیع: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپؐ نے کہا: لا استطعت فما رفعها الی فیه بعد پھر اس کا ہاتھ منہ کی طرف نہ اٹھا۔ طبرانی میں سبیعہ اسلمیہ کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا آپ نے بددعا کی اس کو طاعون کا پھوڑا نکلا اور وہ مرگئی۔ مگر ان روایات کو جمہور نے زجر و توبیخ پر محمول کیا اور بعض روایات ما منعه الا الکبر کے الفاظ وہاں سزا کی وجہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

وکل مما یلیك: یہ بھی استحباب کے لئے ہے۔ بعض نے وجوب کا قول کیا کہ دوسرے کو نقصان پہنچانا اور بداخلاقی ہے۔ ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں سبکی نے اسی قول کی تائید کرتے ہوئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الام سے ثابت کیا ہے۔ مختصر بویطی میں لکھا ہے کہ ثرید کے برتن کے درمیان سے کھانا حرام ہے (بویطی) مگر اصح قول کراہت کا ہے اور یہ بھی اس وقت ہے جب اسکی رضا معلوم نہ ہو جس کے ساتھ کھا رہا ہے۔ ورنہ تو اس میں حرمت و کراہت دونوں ہی نہیں اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کدو کی ڈلیاں پیالے کے اطراف سے تلاش کر کے کھاتے تھے"۔ اس کی تاویل میں یہ کہنا کہ یہ آپ نے اکیلے کھایا یہ ناقابل اعتبار قول ہے کیونکہ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے آپ کے ساتھ کھایا اور اس وقت سے میں نے اپنا یہ طریقہ بنالیا۔ (متفق علیہ)

تخریج: بخاری و مسلم فی الاطعمه' نسائی فی المحاربه' ابن ماجه فی الاطعمه اور "سم الله و کل مملیلیك کے الفاظ ابوداؤد نے الولیمہ میں نقل کئے ہیں۔ احمد ۱۶۳۳۴/۵۔ ابن حبان ۵۲۱۵۔

الفرائد: ① امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعلیم کھانے پینے کے دوران بھی کر دینی چاہئے۔ ② ایسے اعمال سے گریز کرنا چاہئے جو شیاطین و کفار کے اعمال سے مشابہت رکھتے ہوں۔ ③ عمر بن ابی سلمہ کی عظمت نکلتی ہے کہ انہوں نے اس ادب کو قبول کر کے ہمیشہ مواظبت اختیار کی۔

۳۰۲ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ' : اَلْإِمَامُ رَّاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ' وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ' وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَّعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ : فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۰۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا کہ ہر ایک تم میں سے حاکم ہے اور اس سے اسکی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ امام نگران ہے اور اس سے اسکی رعایا کے بارے میں بازپرس ہوگی۔ آدمی اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے اسکی رعایا کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور عورت اپنے خاوند

کے گھر کی ذمہ دار ہے۔ اس سے اسکی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا اور خادم اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اس سے اسکی ذمہ داری کی باز پرس ہوگی۔ ہر ایک تم میں سے ذمہ دار اور نگران ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق اس سے باز پرس ہوگی۔

تشریح ۞ **مسئولة عن رعيتها**: خواہ مرد ہو یا عورت غلام ہو یا آزاد متبرع ہو یا اجیر ہر ایک درجہ بدرجہ رعایا میں شامل ہے۔ **والخادم راع**: اسباب کو ضائع ہونے سے بچاتا اور خیانت نہیں کرتا۔

باب حق الزوج علی امراتہ میں اس کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔ کل: کا لفظ جب معرفہ کی طرف مضاف ہو تو اس کے لفظ اور معنی دونوں کا لحاظ درست ہے مثلاً: **كلهم قائم يا قائمون** اور اللہ تعالیٰ اس ارشاد میں دونوں جمع ہیں۔ **ان كل من في السموات والارض الا الى الرحمان عبدًا لقد احصاهم وعدهم وكلهم آتيه يوم القيامة فردًا**۔ اور درست یہ ہے کہ اس کی خبر سے اس کی طرف ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر کو لوٹے گی مثلاً **كلهم آتيه و كل راع**۔ (المغنی لابن ہشام)

تخریج: احمد ۲/ ۴۴۹۵، بخاری، مسلم، ابو داوٗد، ترمذی، ابن حبان ۴۴۹۰/۸۹، بیہقی ۲۸۷/۶۔

الفوائد: باب ۳۵ کی روایت ۳ کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

۳۰۳ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُرُوْآ اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَآءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَآءُ عَشْرٍ وَّفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۳۰۳: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بواسطہ اپنے والد و دادا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات برس کے ہوں اور نماز کی وجہ سے ان کو مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور ان کے بستروں کو الگ الگ کر دو۔ حدیث حسن ہے۔ (ابوداوٗد) نے عمدہ اسناد سے روایت کیا۔

تشریح ۞ **عمرو بن شيعب**: یہ صغار تابعین سے ہیں یہ صدوق ثقہ ہیں۔ ان کی وفات ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ باب القدر میں بخاری نے ان سے روایت لی اور اصحاب سنن اربعہ نے بھی ان سے روایت لی ہے۔ اس کا سماع اپنے دادا سے ثابت ہے جو کہ کبار تابعین سے تھے۔ عن جدہٖ: والد کا جد مراد ہے جو کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ہیں۔ سیوطی نے سنن ابی داوٗد کے حواشی میں لکھا ہے کہ دارقطنی نے ذکر کیا کہ میں نے ابوبکر نقاش سے سنا کہ عمرو بن شعیب تابعین سے نہیں حالانکہ ان سے بیس تابعین نے روایت نقل کی ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں جب میں نے تلاش وتتبع سے کام لیا تو نقل کرنے والے تابعین کی تعداد بیس سے تجاوز کر گئی۔

ابن الصلاح: کہ حافظ ابوموسیٰ طبی نے اس روایت کی تخریج میں لکھا کہ عمرو بن شعیب تابعین میں سے نہیں ہے حالانکہ ان سے روایت کرنے والے تابعین کی تعداد ستر سے زائد ہے اور یہ وہم ہے درحقیقت وہ دو صحابیات ربیع بنت معوذ بن عفراء اور زینب بنت ابی سلمہ ربیبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں پس ثابت ہوا کہ وہ تابعی ہیں۔ حفاظ حدیث نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند کو حجت ماننے میں اختلاف کیا ہے۔ راجح یہ ہے کہ یہ سند قابل اعتماد ہے اور جدہٖ: میں ہٖ ضمیر

شعیب کی طرف راجع ہے عمرو کی طرف نہیں اور محمد جس کا سند میں تذکرہ ہے اس کا ایک روایت کے سوا اور کسی سند میں کوئی دخل نہیں۔ وہ روایت ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابن الہاد عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن محمد بن عبداللہ عن عبداللہ بن عمرو مرفوعاً۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: **الا احدثکم باحبکم الی واقربکم منی مجلسا یوم القیامة...... الحدیث**: اس روایت کے علاوہ کسی سند میں محمد کا تذکرہ نہیں ہے۔

مروا اولادکم: یہ حکم واجب ہے اس میں مذکر و مؤنث برابر ہیں۔ اسی طرح بیوی اور خدام کو حکم دینا بھی ضروری ہے۔ **بالصلاۃ** اور ان باتوں کا جن پر نماز کا دارومدار ہے کیونکہ کسی چیز کے حکم کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ ان چیزوں کا حکم دیا جائے بغیر وہ پوری نہیں ہوتی۔ **وھم ابناء سبع**: وہ سات سال کے پورے ہو جائیں اب ان میں اٹھنے بیٹھنے اور استنجاء کرنے کا شعور ہو گیا ہے۔

واضربوھم علیھا: اگر وہ نماز سے انکار کریں تو ان کو چہرہ بچا کر مناسب طور پر ماریں۔ **وھم ابناء عشر**: دس سال شروع ہوں یا دس سال مکمل ہو جائیں ہر دو قول ہیں۔ ضرب کا حکم اس لئے دیا کیونکہ اس عمر میں مار کی ضرورت پڑتی ہے۔

فرقوا بینھم فی المضاجع: ابن عبدالسلام کہتے ہیں یہ بچے کے اولیاء کو خطاب ہے کیونکہ کسی چیز کے کرنے کا حکم یہ اس چیز کا حکم نہیں ہے۔ بچوں کو براہِ راست میں حکم دیا گیا جس میں طعن کی گنجائش نہیں۔ فرمایا: ﴿**لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم**﴾ اور دوسری روایت میں وارد ہے: **واذا زوج احدکم خادمه عبده او اجیره فلا ینظر الی ما دون السرة وفوق الرکبة**۔

تخریج: ابو داؤد باسناد حسن، احمد ۶۷۰۰/۲، المستدرک۔

الفرائد: ① اولیاء کا فرض ہے کہ اولاد کو نوعمری میں اچھی باتوں کی تلقین کریں اور فتنوں سے بچاؤ کے لئے بستر الگ کر دیئے جائیں۔ ② علامہ طیبی رقمطراز ہیں حکم نماز اور بستروں کے الگ کرنے کو جمع کیا تا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت سے ان کو باز رکھا جائے اور معاشرت کا طرزِ عمل سکھایا کہ تہمت کے مواقع سے ان کو بچایا جا سکے۔

۳۰۴ : وَعَنْ اَبِیْ ثُرَیَّةَ سَبْرَةَ ابْنِ مَعْبَدِ الْجُهَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "عَلِّمُوا الصَّبِیَّ الصَّلٰوةَ لِسَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْهُ عَلَیْهَا ابْنَ عَشْرِ سِنِیْنَ" حَدِیْثٌ حَسَنٌ - وَلَفْظُ اَبِیْ دَاوٗدَ :"مُرُوا الصَّبِیَّ بِالصَّلٰوةِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِیْنَ"۔

۳۰۴: حضرت ابوثریہ سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز سکھا دو اور (اگر کوتاہی کریں تو) دس سال کی عمر میں ان کو مارو۔ ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے۔

ابوداؤد کے الفاظ مُرُوا الصَّبِیَّ بِالصَّلٰوةِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِیْنَ ہیں۔

تشریح ❁ **ابو ثریه**: ثا کا ضمہ ہے۔ یہ حضرت سبرہ کی کنیت ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے سبرہ بن معبد بعض نے کہا سبرہ بن عوسجہ بن سبرہ بن خدیج بن مالک بن عمرو بن ذہل بن ثعلبہ بن نضر بن سعد بن دینار بن رشدان بن قیس بن جہینہ۔ ان کی کنیت ابوربیع بھی ہے۔ انہی سے ربیع نے باب المتعہ میں روایت نقل کی ہے۔ (اسد الغابہ)

نووی کہتے ہیں ان کی کنیت ابوثریہ مشہور ہے۔ بعض نے ابوالربیع کہی ہے۔ جس کو ابن عساکر نے اطراف میں نقل کیا ہے۔ مدینہ میں ان کا مکان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۹ روایات وارد ہیں۔ مسلم نے ایک روایت نقل کی ہے۔ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔ (تہذیب نووی)

علموا الصبی: صبی کا لفظ فعیل بمعنی فعل ہے اس میں تذکیر و تانیث برابر ہے مراد جس میں بچپنا ہو۔

النحو: اضربوه علیها ابن عشر سنین: مفعول کی ضمیر سے حال ہے کہ جب بچہ سمجھ بوجھ والا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے متعلق اسے جو عقیدہ رکھنا چاہیے وہ سکھایا جائے اور جو تمام رسولوں کے متعلق عقیدہ رکھتا ہے وہ سکھایا جائے اور یہ کہ تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کبھی منسوخ نہ ہو گی یہ ہمیشہ رہے گی۔ آپ محمد بن عبداللہ النبی الامی العربی ہیں۔ مکہ شریف میں ولادت ہوئی اور مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ شریعت کے احکام سکھائیں تا کہ یہ باتیں نقش فی الحجر کی طرح ذہن میں اتر جائیں۔

ابوداؤد کا مقدم مرتبہ کی وجہ سے کیا ورنہ یہ الفاظ ترمذی کے ہیں ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: **مروا الصبی بالصلاة اذ بلغ سبع سنین** تا کہ عادت پڑ جائے اور بالغ ہو کر ترک نہ کرے۔

تخریج: ابو داوٗد، ترمذی، احمد ج۸/۵۳۳۹ (الدارمی) ۱۴۳۱۔ حاکم ج۱ /۷۳۱۔ طحاوی ۲۵۶۶۔ ابن ابی شیبه ۱/۲۴۷، دارقطنی ۱/۲۳۰، بیهقی ۲/۱۴۔

الفرائد: گزشتہ روایت کے فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

۳۹ :بَابُ حَقِّ الْجَارِ وَالْوَصِيَّةِ بِهٖ

بَابٌ: پڑوسی کا حق اور اس کے ساتھ حسن سلوک

حق الجار: جو اس کا حق ہے۔ الوصیة: شارع کی طرف سے جس الفت و محبت کا حکم دیا گیا جس پر معاش و معاد کا دارومدار ہے۔ جار: جار وہ ہے رہائش میں ساتھ ہو۔ اس کی جمع جیران ہے۔ یہ باب مفاعلہ سے ہے **جاور یجاور الجوار**: اسم ہے۔ جب رہائش میں اس کے ساتھ ملا ہوا ہو (المصباح) ثعلب نے ابن الاعرابی سے نقل کیا جار وہ ہے جو گھر میں تمہارا پڑوسی ہو (المصباح) شرعی جار وہ ہے۔ وصایا میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنے پڑوسیوں کے متعلق وصیت کی تو جوانب اربعہ میں چالیس گھروں تک وصیت کو نافذ کیا جائے گا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ [النساء:۳۶]

رب ذوالجلال والاکرام کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان (کا سلوک) کرو اور قربت والوں، یتیموں، مساکین، قرابت والے پڑوسیوں، اجنبی پڑوسیوں، اجنبی ساتھی، مسافروں اور جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں یعنی غلام وغیرہ کے ساتھ احسان کرو''۔ (النساء)

آیات

اعبدوا اللّٰہ: اسی کو اکیلا مانو۔ **شیئا**: کسی بھی چیز کو خواہ شرک جلی ہو یا خفی۔ **احسانا**: یہ احسنوا بهما احسانًا ہے دونوں سے احسان کرو۔ **ذی القربیٰ**: قریبی رشتہ دار اور یتیم و مساکین کے ساتھ بھی احسان کرو۔

الجار ذی القربیٰ: وہ پڑوسی جس کا پڑوس قریب ہو۔ ایک قول یہ ہے پڑوس کے علاوہ اس کو قرب اور اتصال نسبی حاصل ہو یا دینی قرب حاصل ہو۔ اسے حق کی عظمت کے لئے دیا جائے اس کو منصوب پڑھا گیا ہے۔ **والجار الجنب**: دور کا پڑوسی یا وہ پڑوسی جس کو قرابت میسر نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''**الجیران ثلاثة فجار له ثلاثِ حقوق حق الجوار وحق القرابه وحق الاسلام وجار له حقان حق الجوار وحق الاسلام و جار له حق الجوار وهو المشرك من اهل الكتاب**''، پڑوسی تین قسم کے ہیں: ① وہ پڑوسی جس کے تین حق ہیں، پڑوس کا حق، قرابت کا حق، اسلام کا حق۔ ② وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں پڑوس کا حق، اسلام کا حق۔ ③ وہ پڑوسی جس کا صرف ایک حق ہے پڑوس کا حق یہ اہل کتاب میں مشرک پڑوسی ہے۔

الصاحب بالجنب: اچھے کام کا شریک مثلاً تعلیم، اختیار، صنعت و پیشہ، سفر وہ تیرے ساتھ رہا اور تیرے پہلو میں رہا۔ بعض نے اس سے عورت مراد لی ہے۔ **وابن السبیل**: مسافر، مہمان۔ **وما ملکت ایمانکم**: غلام، لونڈیاں۔

❁ ❁ ❁

۳۰۵ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۰۵: حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے متعلق مسلسل تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ اس کو وراثت میں بھی شریک بنا دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ **جبریل علیه السلام**: یہ سریانی زبان کا نام ہے۔ بعض نے اس کا معنی عبداللہ بتایا بعض نے عبدالرحمان کہا۔ **لوصینی بالجار**: اس کی حالت پر توجہ دینے کی اہمیت ذکر کرتے رہے۔ **حتی ظننت انه سیورثه**: شدت اہتمام سے میں نے گمان کیا پڑوس وراثت کا سبب بن جائے گا جیسا کہ ابتداء اسلام میں تحالف وتعاہد اس کا سبب تھا۔ پھر آیات میراث سے منسوخ ہوا۔

تخریج: بخاری و مسلم۔ احمد ۲٦٠٧٢/١٠، ترمذی، ابن ماجه، ابن ابی شیبه ٥٤٥/٨۔ ابن حبان ٥١١۔ الادب

المفرد للبخاری ۱۰۱۔ ابو داؤد' بیهقی ۲۷۵/۱۔

الفوائد :روایت سے پڑوسی کے حق کی انتہائی تاکید نکلتی ہےاور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حق بہت بڑا ہے۔اچھے کاموں میں سے کوئی کام جب دل میں آئے تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرنا جائز ہے۔

۳۰۶ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"یَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَکْثِرْ مَآءَ هَا وَتَعَاهَدْ جِیْرَانَکَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ - وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ :اِنَّ خَلِیْلِیْ ﷺ اَوْصَانِیْ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَکْثِرْ مَآءَ هَا ثُمَّ انْظُرْ اَهْلَ بَیْتٍ مِّنْ جِیْرَانِکَ فَاَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ"۔

۳۰۶: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوذر جب تم سالن پکاؤ تو زیادہ پانی ڈال لیا کرو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ (مسلم) مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے نصیحت فرمائی جب تم شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈالو! پھر اپنے پڑوسیوں میں سے کسی گھر والے کو دیکھو اور ان کو اس میں سے بھلائی کا حصہ (سالن) پہنچاؤ۔

تشریح ۞ **ابو ذر رضي الله عنه**:ان کا نام جندب بن جنادہ ہے حالات گزر چکے۔

مرقة: جب پانی میں گوشت پکائیں۔ابن ابی شیبہ کی روایت اس کی وضاحت کرتی ہے۔**مرقه**: کالفظ مجاز مرسل ہے۔جیسے اس ارشاد میں "**انی ارانی اعصر خمرا**"۔ **فاکثر ماء ها**: تاکہ سالن زیادہ ہو جائے۔اس سے مقصود روٹی کا نرم کر کے نگلنا ہے۔اس میں شوربے کا کم وزیادہ ہونا برابر ہے۔

تعاهد جیرانك:یہ حکم استحبابی ہے کہ ان کے ساتھ نیکی کر کے احسان کرو۔**تعاهد**: جو مشارکت کو ظاہر کر رہا ہے۔تمام پڑوسیوں کے حق میں اس کا خیال رکھو۔

یہ مسلم کے الفاظ ہیں ابن ابی شیبہ نے جابر سے روایت نقل کی ہے کہ **اذا طبختم اللحم فاکثروا المرق فانه اوسع وابلغ الجیران**": جب تم گوشت پکاؤ تو شوربہ بڑھاؤ اس لئے کہ وہ پڑوسیوں کو آسانی وسہولت پہنچ سکتا ہے۔

فَائِدَہ : مکارم اخلاق کی تعلیم دی اور محاسن اعمال کی طرف راہنمائی فرمائی۔اسی کے نتیجہ میں محبت والفت پیدا ہوتی ہے اور اسی سے منافع کا حصول اور حاجات کا وصول اور مفاسد کا قلع قمع ہوتا ہے۔بسا اوقات پڑوس کی تنگ دستی اور اس کے اہل اور چھوٹے بچوں کی وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اس کا ازالہ نہیں کر سکتا اور چھوٹوں کی خواہش بھڑکتی ہے اور ان کے نگران کو دکھ تکلیف پہنچتی ہے۔بعض اوقات وہ یتیم ہو یا بیوہ ہوتے ہیں اس سے مشقت اور بڑھ جاتی ہے۔ان کو کھاتا دیکھ کر ان کے حسرت ورنج میں اضافہ ہوتا ہے اور ان تمام چیزوں سے بچنے کے لئے شوربے میں ذرا سا اضافہ اس ضرر کثیر سے بچالیتا ہے۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے **ان خلیلی صلی الله علیه وسلم**: یہ الفاظ اروایت کے مخالف نہیں جس میں فرمایا:"**لو کنت متخذا خلیلاً غیر ربی لاتخذت ابابکر**": کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خلیل نہیں

بنایا۔ البتہ صحابہ کے آپ ﷺ کو خلیل بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ ابوذر رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم۔ جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں: **اوصانی خلیلی بثلاث۔ ان لا انام قبل ان اوتر...... الحدیث۔** میرے خلیل نے مجھے تین باتیں فرمائیں۔

مرقا: سے مراد شوربے والی چیز گوشت وغیرہ۔ منه: سے مراد شوربہ ہے جس کے متعلق فرمایا گیا۔

النحو: بمعروف: با ماقبل فعل کا صلہ ہے وہ اصب ہے ① اذ طبخت: کا جملہ اوصانی خلیلی کی تفسیر ہے۔ ② جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا جب تمہیں وصیت کی تو کیا فرمایا۔ تو ابوذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے آپ نے فرمایا: اذ طبخت معروف کے لفظ سے اشارہ فرمایا کہ پڑوسی کو جو چیز بھیجی جا رہی ہے اس کو حقیر مت سمجھو اس سے مقصود ہو روٹی ڈبو کر بطور سالن استعمال کرنا ہے اور وہ تو روٹی کی لذت کو بڑھانے کے لئے ہوتا ہے پس تھوڑا بھی کافی ہے۔ دوسری روایت میں ارشاد فرمایا: **لا تحقرن من المعروف شیئا**: جس کے پاس ہدیہ بھیجا جائے اس کو قبول کر کے شکریہ سے بدلہ دینا چاہئے اگرچہ وہ تھوڑا ہے مگر پڑوسی سے دلی تعلق کی دلیل ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم (٢٦٢٥/١٤٢) والترمذی (١٨٣٢) وابن ماجه (٣٣٦٢)

الفرائد: ① ہمسایہ کے ساتھ احسان کرنا چاہئے کیونکہ یہ باہمی الفت و محبت کا باعث ہے۔ ② احسان سے جہاں ضروریات پوری ہوں گی وہاں مفاسد دور ہوں گے۔

❁ ❁ ❁

٣٠٧: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: "وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ" قِیْلَ: مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "الَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ – وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَآئِقَهٗ"۔

"اَلْبَوَآئِقُ": اَلْغَوَآئِلُ وَالشُّرُوْرُ۔

۳۰۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم وہ مؤمن نہیں۔ اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں۔ عرض کیا گیا کون اے اللہ کے رسول ﷺ؟ ارشاد فرمایا وہ شخص جس کی شرارتوں سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔ (مسلم و بخاری) اور مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''وہ جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہوں''۔

بَوَائِقُ: شرارتیں اور خباثتیں۔

تشریح ❁ **والله لا یؤمن**: اس میں بغیر حلف اٹھوانے کے حلف اٹھایا گیا ہے اور تکرار تاکید کے لئے ہے۔ یہاں کامل ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ اصل ایمان کی نفی نہیں جو دخول جنت کا باعث اور آگ سے نکلنے کا ذریعہ ہے۔ بخاری کی روایت میں ابوشریح سے یہ الفاظ: **باب اثم من الانا من جیرانه** میں منقول ہیں۔

من یا رسول اللّٰه: یہ لوگ جن سے کئی مرتبہ آپ نے ایمان کی نفی کی ہے یہ کون ہیں۔

النَّحْوُ: الذی لا یأمن من جارہ بوائقہ: اسم موصول بمعہ صلہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔(متفق علیہ) روایت مسلم میں ہے: لا یدخل الجنة من لا یأمن جارہ بوائقہ: نووی کہتے ہیں یہ تو اس کی سزا ہے پھر بسا اوقات یہ سزا دی جائے گی جبکہ دوسروں کو معاف کر کے ابتداءً داخلہ میسر ہو جائے گا یا مطلقاً داخلہ سے محروم ہوگا اگر اس تحریم کو حلال جان کر اختیار کیا۔ بوائق جمع بائقہ شرور و مصائب کو کہتے ہیں۔

تخریج: بخاری باب الادب' مسلم کتاب الایمان' احمد ۷۸۸۳.۳۔

الفرائد: ① بقول ابن بطال راقم طراز ہیں کہ تین قسموں کی تاکید سے پڑوسی کے حقوق میں کوتاہی کرنے والے سے کمال ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ ② ابو جمرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب ان پڑوسیوں کے حقوق کی سخت تاکید کی گئی ہے تو جن پڑوسیوں کے درمیان دیوار حائل نہیں ان کے حقوق تو بدرجہ اولیٰ قابل حفاظت ہیں۔ ان کو دُکھ دے کر سیئات میں مبتلا نہ ہو بلکہ مواظبت طاعت سے ان کو خوش کر لے۔

٭ ٭ ٭

۳۰۸ : وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"يَا نِسَآءِ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِّجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۰۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کے لئے (ہدیہ کو) حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

النَّحْوُ: یا نساء المسلمات: اس میں موصوف کو صفت کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ بصریین کے ہاں تقدیر یہ ہے یا نساء الجماعة المسلمة۔

لا تحقرن: کسی بھی معمولی چیز کو۔ تفصیل باب طرق الخیر میں ملاحظہ ہوں۔

تخریج: أخرجه البخاری (٢٥٦٦) و مسلم (١٠٣٠) والترمذی (٢١٣١)

الفرائد: ① ایک دوسرے پڑوسی کو ہدیہ بھیجنا چاہئے۔ خواہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو جب مسلسل تھوڑی چیز بھیجتا رہے گا تو وہ زیادہ ہو جائے گی۔ ② تکلف سے گریز کرنا چاہئے۔

۳۰۹ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ :قَالَ :"لَا يَمْنَعْ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ مَا لِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَاللّٰهِ لَاَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
رُوِيَ خُشُبَهٗ "بِالْاِضَافَةِ وَالْجَمْعِ ' وَرُوِيَ "خَشَبَةً" بِالتَّنْوِيْنِ عَلَى الْاِفْرَادِ – وَقَوْلُهٗ مَا لِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ' يَعْنِيْ عَنْ هٰذِهِ السُّنَّةِ۔

۳۰۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی پڑوسی دوسرے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مخاطبین کو فرمانے لگے میں تم کو اس بات سے اعراض کرنے والا پاتا ہوں۔ اللہ کی قسم میں اس (بات) کو تمہارے کندھوں کے درمیان ضرور پھینک کر رہوں گا

(یعنی ضرور بیان کروں گا) ۔
خُشُبَهٗ اور خَشَبَةً دونوں طرح ہے۔ پہلا جمع دوسرا مفرد ہے۔ مَالِیْ اَرَاکُمْ عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ یعنی تم اس سنت کو چھوڑنے والے ہو۔

تشریح ۞ **لا یمنع**: لا ناہیہ ہوتو جزم اور نافیہ ہوتو مرفوع جیسا بخاری کی بعض روایات میں ہے گویا نفی بمعنی نہی ہے۔
ان یغرز خشبة: اسے اپنی ملک میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے اگرچہ اس کو اس سے نقصان ہو مثلاً اس سے روشنی بند ہوتی ہو۔ مالک کو اپنی ملک میں جو چاہے کرنے کا اختیار ہے خواہ پڑوسی و گزرنے والے کو اس سے ایذاء پہنچے۔ ② مگر اکثر علماء کہتے ہیں **جدارہ**: کی ضمیر مانع کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ ہے اپنی دیوار میں اسے لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے۔ ایسی باتوں سے تسامح اختیار کیا جاتا ہے اور سہولت دی جاتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قدیم قول یہی ہے۔
اَلنَّحْوُ : **مالی اراکم عنها معرضین**: ما مبتداء لی خبر ہے۔ اراکم یہ ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔ عنہا یہ معرضین کے متعلق ہے اور معرضین حال ہے۔ **ھا**: کی ضمیر خصلت یا مقالہ کی طرف ہے۔
لارمین بها۔ ھا: سے مراد سنت ہے۔ اکتاف کتف کی جمع ہے یعنی تمہارے سامنے۔ قاضی کہتے ہیں موطا کے بعض رواۃ سے **اکنافکم** ذکر کیا۔ اس کا معنی بھی تمہارے مابین ہے۔ تکف جانب کو کہتے ہیں۔ پس پہلے لحاظ سے معنی یہ ہے میں اسکو تمہارے سامنے تصریح کرتا ہوں اور تمہارے کان کھول رہا ہوں جیسا کوئی انسان کندھوں کے درمیان کوئی چیز مارے"۔
(متفق علیہ)
خشبة: یہ مفرد و جمع اور ضمیر کے ساتھ مروی ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں مراد جنس ہے۔ بقیہ ایک لکڑی اور کئی لکڑیوں کے درگزر میں فرق ہے۔ (فتح الباری)
قاضی عیاض کہتے ہیں یہ مفرد و جمع دونوں طرح صحیح مسلم سے مروی ہے۔ طحاوی کا بھی یہی قول ہے۔ طحاوی کے قول کی تردید کرنے والوں نے غلطی کی ہے۔ (فتح الباری)
نووی کے قول اس حدیث کے متعلق علماء کے دو قول ہیں لکڑی دیوار پر رکھنے کی اجازت کا امر وجوبی ہے یا استحبابی۔ ائمہ ثلاثہ ندب کے قائل ہیں۔ امام احمد ایجاب کے قائل ہیں۔ شاگردان ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی مفہوم روایت سے سمجھا تبھی توقف کیا۔ (نووی شرح مسلم)

تخریج : بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجه، حمیدی ۱۰۷٦، ابن حبان ٥٢٥، بیهقی ٦٨/٦، احمد ٦/٣، ٧٧، موطا مالك ١٤٦٢۔

الفرائد : ① پڑوسیوں کے حالات کی درستی کرتے رہنا چاہئے اور انکے مابین ہونے والی ناراضگی کا حتی الامکان ازالہ چاہئے۔ ② صحابہ کرام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور غیرت دینی میں سبقت کرنے والے تھے۔

۞ ۞ ۞

٣١٠ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَسْكُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۱۰: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ دے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **کان یؤمن**: ایمان کامل مراد ہے۔ **والیوم الآخر**: وہ قیامت کا دن ہے وہ اچھے برے اعمال پر بدلے کا دن ہے۔ اس کو یوم آخرت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن کے بعد کوئی دن نہ ہوگا۔ یہاں دوسرے عقائد کے علاوہ فقط اسی کا تذکرہ لوگوں کو بیدار کرنے اور نیک اعمال جلدی کرنے کے لئے کیا گیا۔

اَلنَّحْوُ: **فلا یوذی جارہٗ**: لا نافیہ ہے۔ اس کا مبتداء محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے: **فھو لا یوذی**: جارہ مطلب یہ ہے کہ اس کی حالت ایسی ہوتی ہے اور لا ناہیہ ہو تو یا اشباع کے لئے ہوگی۔ **ومن کان یؤمن**: جو ایمان کامل رکھتا ہے اسے بلا تکلف اپنے مہمان کا اکرام کرنا چاہئے خواہ غناء کی حالت ہو یا فقر۔ گھر والوں کو تکلیف نہ دے مگر یہ کہ وہ عاقل و بالغ ہوں اور وہ اس کو پسند کریں اور وہ روایت جس میں انصاری کے ایثار کا واقعہ منقول ہے وہ اسی پر محمول ہے کہ انہوں نے مہمان کو کھلا دیا اور خود اولاد سمیت بھوک برداشت کی۔ **ضیف**: لغت میں واحد و جمع کو شامل ہے جب تم کسی کی مہمانی کرو اور اس کو مہمان بناؤ اور **صفته و تضیفته**: اس وقت کہتے ہیں جب تم خود کسی کے ہاں مہمان بنو۔

فلیقل: اس کا اور **فلیکرم** کا لام لام امر ہے۔ اس پر سکون و کسرہ بھی جائز ہے جبکہ تم ان پر واؤ اور فا کو داخل کرو البتہ **لیسکت** میں لام مکسور آتا ہے اور کسی جگہ نہیں آتا۔ **خیرا**: امام شافعی فرماتے ہیں جب بات کرنا چاہتا ہو اس میں غور کرے اگر اسے بھلی اور سچی بات نظر آئے اور اس پر کوئی مفسدہ بھی مرتب نہ ہوتا ہو اور حرام و مکروہ کلام کی طرف بھی نہ جانا پڑتا ہو تو ایسی بات درست ہے۔ **ولیسکت**: تو مباح سے بھی خاموش رہے کیونکہ یہ بسا اوقات حرام و مکروہ کا ذریعہ بن جاتی ہے اور بالفرض اگر ان کا ذریعہ نہ بھی بنے تب بھی بے کار کلام میں ضیاع وقت تو ظاہر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یغنیه**۔ (متفق علیہ)

فَائِدَہ: اس روایت میں اسلام کے تمام احکام لسان ذکر کر دیئے اس کو ثلث اسلام کہنا چاہئے۔ بعض نے کہا اس میں تمام آداب ذکر کر دیئے ہیں۔ اس میں تمام خصائل بر اور صلہ واحسان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ ان میں سب سے مؤکد حکم پڑوس کا لحاظ ہے اور اس لحاظ سے نصف الاسلام کہہ سکتے ہیں کیونکہ احکام کا تعلق یا تو خالق سے ہے یا مخلوق اور اس روایت میں مخلوق کے حقوق بتلائے گئے ہیں۔

تخریج: بخاری کتاب الایمان (۶۰۱۸) ' مسلم (۴۷) احمد ۷۶۲' ابن ابی شیبہ ۵۴۶/۸' ابن حبان ۵۰۶۔ ابن منده ۳۰۰۔

الفرائد: ① کامل ایمان یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ پہنچائے خواہ وہ مسلم ہو یا کافر۔ ② مہمان بہر حال اکرام کا حقدار ہے گفتگو اچھی اور نفع بخش کرنی چاہئے۔ پاکیزہ بات فضیلت والی ہے جیسا کہ بری بات گناہ کا باعث ہے۔

۳۱۱ : وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُحْسِنْ اِلٰی جَارِهٖ ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَسْکُتْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ وَرَوَی الْبُخَارِیُّ بَعْضَهٗ۔

۳۱۱: حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس وہ اپنے پڑوسی پر احسان کرے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس وہ اپنے مہمان کا اکرام واحترام کرے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس وہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔ مسلم نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے اور بخاری نے اس کے بعض الفاظ روایت کئے ہیں۔

تشریح ❁ **فلیحسن الی جاره**: حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہمسایہ کے وہ حقوق بتلائے جن میں اس سے ازالہ ضرر کا حکم تھا اور یہاں ان حقوق کی نشاندہی ہے جس میں انہیں فائدہ ونفع پہنچانے کی تاکید ہے۔ مفاسد کا ازالہ جلب منافع سے ہمیشہ مقدم ہوتا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد ان روایات کو لا کر اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ کمال ایمان اس وقت میسر ہو سکتا ہے جب دونوں کو جمع کیا جائے کہ ایذا پہنچانے سے اپنے ہاتھ کو روکے اور حتی الامکان احسان کی کوشش کرے۔ **من کان یومن بالله...... اولیسکت**: شاید اسی روایت میں دونوں جملوں کو الگ الگ مستقل لانے کی وجہ یہ ہو کہ ہر ایک کا مضمون مقصود بالذات ہے اور دوسرے کے ساتھ ملائے بغیر معتبر ہے۔ اگرچہ افضل دونوں باتوں کو ملانا ہے (مسلم) بخاری کے بعض الفاظ ابوشریح کی روایت میں اس طرح ہیں۔ **سمعت اذنای و ابصرت عینای حین تکلم النبی صلی الله علیه وسلم۔**

من کان یؤمن...... فلیکرم جاره ومن کان یومن بالله والیوم الآخر فلیکرم ضیفه جائزته۔ ومن کان یومن بالله...... لیصمت۔

تخریج: بخاری کتاب الادب، احمد ۲۷۲۳۱/۱۰، ترمذی، مسلم کتاب الایمان، ابو داوٗد، حاکم ۱۶۴/۴، ابن حبان ۵۲۸۷، بیهقی ۶۸/۵، موطا مالك ۱۷۴۸۔

الفرائد: اپنے آپ کو رذائل سے بچانا چاہئے۔ جو آدمی کامل مؤمن ہے وہ مخلوقِ خدا پر قولاً وفعلاً شفقت کرتا ہے اور ان کو شر اور ضرر سے بچاتا ہے۔

۳۱۲ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قُلْتُ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ جَارَیْنِ فَاِلٰی اَیِّهِمَا اُهْدِیْ؟ قَالَ : "اِلٰی اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۳۱۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے گزارش کی یارسول اللہ ﷺ میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے میں کس کو ہدیہ بھیجوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا جس کا دروازہ تیرے زیادہ قریب ہے"۔ (بخاری)

تشریح ۞ لی جارین: آپ نے اکرام پڑوسی کا حکم فرمایا میں دونوں کو بیک وقت ہدیہ نہیں دے سکتی تو کس کو بھیجوں تا کہ اکرام صیف پر عمل پیرا ہونے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ بابا: کیونکہ جار سے ایک قول کے مطابق قرابت والے ہیں۔ اجنبی پڑوسیوں میں سب سے قریب دروازے والا سب سے مقدم ہے۔ بابا تمیز کی وجہ سے منصوب ہے (بخاری)

تخریج: اخرجه البخاری (۶۰۱۹) و مالك فی الموطا (۱۷۴۸) و احمد (۱/۲۷۲۳۱) و مسلم (۴۸) و ابو داود (۳۷۴۸) والحاکم (۴/۱۶۴) وابن حبان (۵۲۸۷) والبیهقی (۵/۶۸)

الفرائد: پڑوسی پر احسان کرنا نبوت کے گھرانے کا عمل ہے اور طہارت و اصلاح والے لوگوں کا شیوہ ہے۔ وہ عمل اختیار کرنا چاہئے جو اعلیٰ و اولیٰ ہو۔ عمل سے علم مقدم ہے۔

۞ ۞ ۞

۳۱۳ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۳۱۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں ساتھیوں میں سب سے بہتر ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہو اور سب سے بہتر پڑوسی وہ ہے جو پڑوسیوں کے لئے سب سے بہتر ہو''۔ (ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ خیر الاصحاب عند اللہ: اللہ تعالیٰ کے ہاں جن کا ثواب اور مرتبہ زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم﴾ خیر لصاحبه: جو دوست کو نفع پہنچانے والا اور ایذاء کو دور کرنے والا ہو۔ خیر الخیران: ثواب و مرتبہ میں بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے ہمسائے کے لئے اچھا ہو۔

تخریج: ترمذی، احمد ۶۵۷۷/۲، حاکم ۷۲۹۵/۴، الادب المفرد للبخاری ۱۱۵، ابن حبان ۵۱۸، دارمی ۲۱۵/۲۔

الفرائد: بہترین ساتھی وہ ہے جو دوسرے کو فائدہ پہنچائے، سب سے زیادہ فضیلت والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی پر احسان کرے اور اس کے متعلق اللہ کے حقوق کا لحاظ کرے اور اس کو ایذاء دینے سے باز رہے۔

۴۰ : بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَصِلَةِ الْاَرْحَامِ

باب: والدین سے احسان اور رشتے داروں سے حسن سلوک

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتَامٰی وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ [النساء:٣٦]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قرابت والوں اور یتامیٰ و مساکین اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور پہلو کا ساتھی اور مسافر اور جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں (غلام ولونڈیاں) ان سے بہتر سلوک کرو۔

شيئاً: ① نہ بت کو اور نہ ہی کسی اور چیز کو۔ ② ذرہ بھر بھی شرک نہ کرو خواہ جلی ہو یا خفی۔

النحو: اوّل صورت میں یہ مفعول بہ ہے اور دوسری صورت میں مفعول مطلق ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ﴾ [النساء:١]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اس اللہ سے ڈرو جس کا نام لے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابت داریوں کے بارے میں (توڑنے سے) ڈرو۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ: اس کے اوامر کو انجام دے کر اور نواہی سے گریز کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرو یعنی ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے ڈھال بناؤ۔ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ: ایک تا کو سین میں ادغام اور ایک تا کے حذف سے بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ یعنی ذات جس کے نام سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو مثلاً اسالك باللّٰه۔ والارحام: یہ بھی اتقوا کے تحت ہے یعنی رحموں سے ڈرو۔ اس کے نیچے جر کا ایک گروہ علماء قائل ہے۔ علامہ سفاقسی کہتے ہیں جار کے اعادہ کے بغیر ضمیر پر اس کا عطف جائز ہے۔ جیسا کوفیہ کا مذہب ہے۔ مذہب بصریین کے مطابق قرأۃ متواترہ نہیں آتی۔ ثعالبی و رازی نے اسکو مستحسن کہا ہے۔ قرأت ثابت و مقبول ہے اور ہر دو مذہب اس کو تسلیم کرتے ہیں لیکن بصریین کے ہاں اس کا دارومدار اس بات پر ہے کہ واؤ قسم کے لئے اور ارحام مقسم بہ اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی چاہیں قسم اٹھائیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ﴾ [الرعد:٢١]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں اس چیز کو کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا جس کے ملانے کا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد تمام کتب و رسل پر ایمان ہے۔ یعنی ان سب پر ایمان لا کر ان کو ملاتے ہیں ان میں کسی پر ایمان لا کر اور کسی پر ترک کر کے تفریق پیدا نہیں کرتے۔

دیگر مفسرین: اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد صلہ رحمی ہے۔ الا یہ کا لفظ جہاں استعمال ہوا گر اس کو منصوب پڑھیں تو تقدیر کلام یہ ہے۔ اتم الایۃ۔ ② اگر مرفوع پڑھیں تقدیر کلام الایة معلومة تمامها ہے۔ وتخشون ربهم: اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی پابندی کے ساتھ اور صلہ رحمی کرنے والے احکام پر قائم رہنے کے ساتھ وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ **الخشیت:** وہ خوف جس میں تعظیم ملی ہو اور یہ بات اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس چیز کا علم ہو جس کے سبب اس سے ڈرا جاتا ہے۔ **ویخافون سوء الحساب:** ابراہیم نخعی فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کا محاسبہ اس طرح کرے کہ اس کے تمام گناہ معاف نہ ہوں گے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا﴾ [العنکبوت:۸]

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کی نصیحت کی۔

احسان سے مراد ان سے نیکی اور ان پر مہربانی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو نصیحت کی کہ وہ والدین سے احسان کرے۔ یہ عنکبوت کی آیت ہے یہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کی والدہ حمنہ بنت ابی سفیان تھیں۔ جب یہ اسلام لے آئیں یہ ماں کے بڑے فرمانبردار تھے تو ان کی والدہ کہنے لگیں یہ دین کیا ہے؟ میں اس وقت تک نہ کھاؤں گی نہ بیٹھوں گی یہاں تک کہ تو اس دین کو چھوڑ دے ورنہ میں مر جاؤں گی۔ کئی دن تک اس نے بھوک ہڑتال جاری رکھی سعد اس کے پاس آئے اور کہنے لگے اے اماں! اگر تمہیں سو جانیں مل جائیں اور وہ نکلتی اور پڑتی رہیں تب بھی میں اپنے دین کو نہ چھوڑوں گا۔ پس اگر تمہاری مرضی ہے کھالو ورنہ نہ کھاؤ۔ جب اس نے ادھر سے مایوسی دیکھی تو کھا پی لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور والدین کے ساتھ بر و صلہ رحمی کا حکم دیا مگر شرک میں ان کی اتباع سے روک دیا۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ [الاسراء:۲۳]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اور تیرے رب نے حکم دیا کہ ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں ہی تمہاری موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف مت کہو اور نہ ڈانٹو اور ان دونوں سے ادب کی بات کرو اور ان کے سامنے عاجزی کے بازو کو جھکاؤ مہربانی سے اور ان کیلئے (ہماری بارگاہ میں اس طرح دعا کرو) اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما، جس طرح بچپن میں انہوں نے میری تربیت کی۔

تشریح ۞ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قضی کا معنی حکم دینا ہے۔ بعض نے واجب

کرنا کیا ہے۔ضحاک نے ووصیٰ پڑھا ہے۔اہل عرب واؤ کو صاد کے ساتھ ملا قاف پڑھتے ہیں۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت یہی ہے۔

رازی کہتے ہیں یہ قول بہت بعید ہے کیونکہ قرآن مجید میں تحریف وتغیر کا دروازہ کھلتا ہے اگر اس کو جائز کہیں تو قرآن پر اعتبار اٹھ جائے گا اور یہ بات اس کی حجیت کے خلاف ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ دین میں بہت بڑا طعن ہے۔پس ضحاک کا قول قابل اعتبار نہیں۔**الا تعبدوا والا ایاہ:** اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا لزوم اور دوسروں کی عبادت سے ممانعت ہے کیونکہ عبادت انتہائی تعظیم کو کہتے ہیں جو کہ منعم حقیقی کے ہی لائق ہے اور کسی دوسرے کے لائق نہیں۔**وبالوالدین احسانا:** یہ **تحسنوا یا تفعلوا:** فعل سے متعلق ہیں اور احسان مفعول مطلق ہے یعنی ان پر شفقت کرو اور ان پر احسان کرو۔

اَلنَّحْو: اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلَاھُمَا: اما میں ان شرطیہ اور ما زائدہ ہے اسی وجہ سے فعل کو نون سے مؤکد کیا گیا ہے۔الکبر یہ مفعول مقدم اور احدہما اور کلاہما فاعل ہے۔مطلب یہ ہے ایک ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور وہ کمزوری وضعف کی اس حالت کو پہنچ جائیں جس میں تو ابتداء میں ان کے پاس تھا۔

فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ: اف کا کلمہ ڈانٹ اور کراہیۃ کا کلمہ ہے۔بعض نے کہا کہ کلمہ اس وقت کہتے ہیں جب تم پر وہ مٹی آپڑے جس کو پھونک مار کر دور کر رہے تھے تو اُف کہہ اٹھتے ہو۔پھر وسعت دے کر ہر ناپسند حالت کے لئے استعمال کیا گیا۔جب اف کہنے کی ممانعت کر دی گئی تو ایذاء تو بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوئی۔اف کے کلمہ میں بقول صاحب ارتشاف چالیس لغات وارد ہوئی ہیں۔ہمزہ کے ضمہ فتحہ وکسرہ اور آخر کے سکون ومتحرک ومشدد ومخفف ہونے کے لحاظ اور پھر آخر میں ہائے سکتہ لانے وغیرہ کے اعتبار سے۔حافظ کہتے ہیں کہ اگر قیاس کا لحاظ کریں تو یہ ستر تک پہنچ جاتی ہیں۔(فتح الباری)

وَلَا تَنْھَرْھُمَا: اگر وہ ایسی بات کہہ دیں جو تمہیں پسند نہ ہو تو انہیں مت ڈانٹ ڈپٹ کرو۔

نکتہ ☆ اُف اور نہر کو جمع کر دیا گیا حالانکہ پہلا اس دوسرے کی ممانعت پر دلالت کرتا ہے۔تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے سے مقصود قلیل وکثیر میں اظہار اکتاہٹ کی ممانعت ہے اور **ولا تنھر:** میں ان کی بات میں بطور تردید کے مخالفت کے اظہار کی ممانعت کی جارہی ہے۔

وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا: نرم عمدہ بات جیسا کہ انکے ساتھ حسن تادیب کا تقاضا ہے۔بعض نے کہا وہ اس طرح' کہئے ابا جی' اماں جی' انکا نام نہ لے اور نہ کنیت سے انکو آواز دے بعض نے کہا ان سے عاجز غلام کی طرح بات کرے سخت لہجہ نہ اختیار کرے۔

واخفض لھما جناح الذل: ان کے ساتھ نرم روش اختیار کرتا کہ ان کی کوئی بات رہ نہ جائے۔**من الرحمہ:** بڑھاپے کی وجہ سے ان پر شفقت کرو کہ اب وہ تیرے اسی طرح محتاج ہیں جیسا کل تو ان کا محتاج تھا۔

وقل رب ارحمھما: اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے رحمت کی دعا کرو۔جبکہ وہ مسلمان ہوں اور اگر کافر ہوں تو ان کے متعلق دعا نہیں کر سکتا (البتہ ہدایت کی دعا ان کی زندگی میں مانگنا بھی رحمت میں شامل ہے مترجم) اللہ تعالیٰ نے دوسرے موقعہ پر فرمایا: ﴿**ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین**﴾ بعض نے کہا ان کے لئے اسلام کی طرف ہدایت کی دعا طلب کرے جب وہ ہدایت پر آگئے تو رحمت کے حقدار بن گئے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِیْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَيْكَ﴾ [لقمان:١٤]

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں:

''ہم نے انسان کواس کے والدین کے متعلق تاکید کی اس کی ماں نے اس کوتکلیف پرتکلیف اٹھا کراس کو پیٹ میں اٹھایااوراسکادودھ چھڑانادوسال میں ہوا۔شکرکرمیرااوراپنے والدین کا''۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا : وہن سختی پرسختی برداشت کرکے۔بعض نے کہاجب عورت حاملہ ہوجاتی ہےتو ضعف ومشقت اس پر پےدرپےآتے ہیں اوراسکی وجہ یہ ہے کہ حمل بھی ضعف ہےاورطلاق بھی ضعف اوروضع حمل بھی ضعف ہے۔

فصاله: فصال دوسال میں ہوگا۔

ان اشكر لی: ابن عیینہ کہتے ہیں پانچ نمازیں پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کاشکرگزار ہےاورنمازوں کے بعدان کے لئے دعاکرنے والاان کاشکریہ اداکرنے والا ہے۔

٣١٤ : وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَاَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ: اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ : "اَلصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا" قُلْتُ :ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ :"بِرُّ الْوَالِدَيْنِ" قُلْتُ :ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ :"اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۱۴: حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیاکون سائمل اللہ تعالیٰ کوزیادہ پیارا ہے؟ آپ نے فرمایااپنے وقت پرنمازاداکرنا۔میں نے عرض کیاپھر کونسا؟ آپ نے فرمایا:والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔میں نے کہاپھرکونسا؟ آپ نے فرمایااللہ کی راہ میں جہادکرنا''۔

(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **عن ابی عبد الرحمن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه:** ابن مسعودرضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے۔

احب الی الله: کامطلب یہ ہے کہ افضل عمل بتلائیں جس سے اللہ تعالیٰ کاقرب خوب حاصل ہو۔مالک کی روایت میں ای العمل افضل کے الفاظ ہیں بلکہ اکثر رواۃ نے وہی ذکرکئے ہیں۔اگرروایت کے لفظ یہ ہوں تواس روایت میں اس کے ملزوم کاتذکرہ ہے۔محبوب ترین عمل ہوناسائلین کے اختلاف احوال کے لحاظ سے ہےیاجس چیزکی سائل کوزیادہ ضرورت ہے۔یااوقات کےاختلاف سےاعمال افضل اورافضل ترہوتے ہیں۔

یامن تبعیضیہ کومقدرمانیں گےکہ اعمال سےبعض اعمال۔

الصلوٰة علی وقتها: ایک روایت میں علی کی بجائےلوقتہا ہےاورلام استقبال کے لئے ہےجیساکہ اس آیت میں ہے:

﴿فطلقوهن لعدتهن ای﴾ اس حال میں کہ وہ اپنی عدت کا سامنا کرنے والیاں ہوں۔ ② بعض نے کہا یہ لام ابتدائیہ ہے جیسا اس آیت میں ہے: ﴿اقم الصلوة لدلوك الشمس﴾: ③ فی کے معنی میں ہے یعنی اس کی عدت کے وقت میں۔

علی وقتھا: ① علی لام کے معنی میں ہے۔ ② استعلاء علی الوقت کے لئے ہے تاکہ دخول وقت کا یقین ہو جائے اور ادائیگی درست ہو سکے۔ (قرطبی)

فائدہ: یہ حدیث اس بات کا ثبوت دے رہی ہے کہ اقرار شہادتین کے بعد افضل ترین عبادت نماز ہے۔ ایک اور روایت بھی اس کی مؤید ہے۔ "الصلاة خير موضوع" یعنی نماز وہ بہترین عمل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کے لئے مقرر کیا ہے۔

قلت ثم ای: ثم تراخی رتبہ کے لئے ہے یعنی اس کے بعد کون سا عمل ہے۔ ایٌ: کا لفظ تنوین کے بغیر درست ہے کیونکہ یہاں وقف ہے اور سائل جواب کا منتظر ہے۔ پس وقف ہوگا تنوین نہ آئے گی بعد والے کلام سے اس کا ملانا غلطی ہے۔ اس پر وقف ہوگا اور پھر بعد والے کلام کو لایا جائے گا۔ (ابن حجرؒ)

فاکہانی کا قول: ابن جوزی اور ابن خشاب کہتے ہیں یہ معرب ہے بلا اضافت آیا ہے اس لئے تنوین آئے گی۔ پھر فاکہانی نے کہا کہ یہ تقدیرا مضاف ہے اور مضاف الیہ لفظاً محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے: **ثم ای العمل احبّ**۔ پس اس پر بلا تنوین وقف کیا جائے گا۔

بر الوالدین: اس سے مراد وہ بھلائی جس کا پہنچانا اس کے ذمہ لازم ہے اور مستحب یہ ہے کہ ان کو ہر کام سے راضی رکھے جب تک کہ وہ گناہ کی حدود میں داخل نہ ہو۔ بر: کا الٹ عقوق نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان کے درمیان واسطہ ہو جیسا کہ عقوق کی حدود سے یہ معلوم ہوتا ہے مثلاً ان سے ایسا برتاؤ کرے جس سے ان کو ایسی ایذاء پہنچے جو معمولی نہ ہو۔ **فی سبیل اللہ:** اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج: اخرجه البخاری (٥٢٧) و مسلم (٨٥) والترمذی (١٧٣) والنسائی (٦٠٩)

الفرائد: ① والدین کی تعظیم افضل ترین عمل ہے۔ ② ایک وقت میں عالم سے نرمی سے کئی سوال کئے جا سکتے ہیں۔ ③ صحابہ کرامؓ کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عظمت تھی۔ اشارہ تصریح ہی کا حکم رکھتا ہے۔ ابن ابی بریدہ کہتے ہیں نمازوں کی حفاظت اور والدین کے ساتھ نیکی ایک دائمی عمل ہے جس پر صدیقین ہی پختگی سے قائم رہ سکتے ہیں۔

یہاں جن تین اعمال کا تذکرہ ہے وہ تمام طاعات کی جان ہیں۔ جو ان کو ضائع کرنے والا ہے وہ بقیہ کو زیادہ ضائع کرنے والا ہے مثلاً والدین سے اچھا سلوک نہ کرنے والا دوسرے رشتہ داروں سے کیا اچھا سلوک کرے گا اور کفار سے جہاد کا تارک فساق سے کیا جہاد کرے گا اور نماز کو ضائع کرنے والا اور طاعت کیا کرے گا۔

❁ ❁ ❁

٣١٥ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا يَجْزِىْ وَلَدٌ وَالِدًا اِلَّا اَنْ يَّجِدَهٗ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهٗ فَيُعْتِقَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۱۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی اولاد اپنے

والد کے احسان کا بدلہ نہیں دے سکتی مگر اس طرح کہ وہ اپنے والد کو غلام پا کر اسکو خرید کر آزاد کر دے''۔ (رواہ مسلم)

تشریح ۞ **لا یجزی (ض)**: بدلہ اتارنا۔ **ولد ولداً**: اوپر تک تمام اجداد مذکر و مؤنث مراد ہیں احسان اور قضاء حاجات سے بدلہ نہیں اتار سکتا۔

الا ان یجدہ مملوکا: جمہور علماء کا قول یہ بھی ہے کہ اصل و فرع میں مطلقاً ملک سے وہ آزاد ہو جائے گا۔ ذی رحم کے مسلمان ہونے کی بھی شرط نہیں اور ذی رحم قریب بعید وارث و غیر وارث سب کا حکم یہی ہے۔ البتہ عمود نسب (دادا وغیرہ) کے علاوہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ان کے علاوہ ملک سے آزاد نہ ہوگا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں علاوہ میں بھائی آزاد ہو جائیں گے باقی نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ذوالارحام محرمہ آزاد ہو جائیں گے۔ اہل ظاہر کہتے ہیں قریبی آزاد کرنے پر آزاد ہوگا ورنہ نہیں۔ جمہور علماء نے اس حدیث کی تاویل یہ کی اس کی خریداری سبب بنی ہے اس سبب کی وجہ سے عتق کی نسبت کی گئی ہے۔ (رواہ مسلم)

تخریج: اخرجه مسلم (١٥١٠) و ابو داود (٥١٣٧) والترمذی (١٩٠٦) وابن ماجه (٣٦٥٧)

الفرائد: والدین کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے خوب کوشش کرنی چاہئے۔ والدین کے حق کی ادائیگی کی صرف ایک صورت ہے کہ ان کو غلام پا کر غلامی سے آزاد کرا دے۔

۞ ۞ ۞

٣١٦ : وَعَنْهُ اَيْضًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

٣١٦: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو صلہ رحمی کرنی چاہئے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو اچھی طرح بات کہنی چاہئے یا خاموش رہنا چاہئے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **یؤمن باللّٰہ**: ایمان کامل مراد ہے۔ **فلیصل رحمہ**: قاضی عیاض کہتے ہیں فی الجملہ صلہ رحمی واجب اور قطع رحمی معصیت اور کبیرہ گناہ ہے۔ احادیث باب میں اس کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ مگر صلہ رحمی کے درجات ہیں جو ایک دوسرے سے ادنیٰ و اعلیٰ ہیں۔ ان میں سب سے کم تر مرتبہ علیحدگی کو چھوڑ کر کلام و سلام سے ربط برقرار رکھنا''۔ قدرت و حاجت کے مختلف ہونے سے یہ بھی مختلف ہے ان میں بعض واجب اور بعض مستحب ہیں' اگر اس نے کچھ صلہ رحمی کی مگر اس کی انتہاء کو نہ پہنچ سکا تو وہ قاطع الرحم نہ ہوگا اور اگر قدرت کے باوجود صلہ رحمی میں کوتاہی کی تو اس کو صلہ رحمی کرنے والا شمار نہ کریں گے۔ عنقریب اس کے متعلق کلام کریں گے۔

لیصمُت: اس کے مضارع بھی مضموم المیم ہے۔ اگرچہ تقاضا قیاس اصمت یصمت: اور نووی نے یہ بات نقل سے کہی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج: احمد ۷۶۳۰/۲' ابن ابی شیبہ ۵٤٦/۸' بخاری و مسلم' ابن حبان ٥٠٦' ابن مندہ ۳۰۱۔

الفرائد: صلہ رحمی کامل ایمان کی علامت ہے۔

۳۱۷ : وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰی اِذَا فَرَغَ مِنْهُمْ قَامَتِ الرَّحِمُ فَقَالَتْ :هٰذَا مَقَامُ الْعَآئِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ ' قَالَ :نَعَمْ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ بَلٰى ' قَالَ :"فَذٰلِكِ لَكِ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ :﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ﴾ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ :فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ"۔

۳۱۷: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا جب ان کی تخلیق سے فارغ ہو چکا تو رحم کھڑا ہوا اور کہا یہ وہ مقام ہے جس میں قطع رحمی سے پناہ مانگی جاتی ہے۔ اللہ نے فرمایا ہاں اے رحم کیا تو اس پر راضی نہیں کہ اس سے تعلق جوڑوں جو تجھ سے جوڑے اور اس سے قطع تعلق کروں جو تجھ سے قطع تعلق کرے۔ رحم نے جواب دیا کیوں نہیں۔ اللہ نے فرمایا یہ تیرے لئے (خاص ہے) پھر رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: تم اگر چاہو تو یہ آیت (اس بات کی تائید میں) پڑھ لو فَهَلْ عَسَيْتُمْ ...... پس عنقریب جب تمہیں اقتدار مل جائے تو تم زمین پر فساد کرو اور قطع رحمی کرو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی اور ان کو بہرا اور اندھا کر دیا۔ (محمد) (بخاری و مسلم) اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: فَقَالَ اللّٰهُ ...... کہ جو تجھ سے ملائے میں اس سے ملاؤں گا اور جو تجھ سے قطع کرے گا میں اس سے قطع کروں گا۔

تشریح ۞ خلق الخلق: کتم عدم سے اپنی زبردست قدرت کے ذریعہ وجود بخشا۔

فرغ منھم: یعنی ان کی تخلیق کو مکمل کر دیا یہ معنی نہیں کہ پہلے مشغول تھا پھر فارغ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے۔ اس کے افعال مناولت' محاولت' مناولت' آلات سے پاک ہیں' وہم و گمان سے بالاتر ہیں۔ ان کا ارشاد ہے: ﴿انما امرہ اذا اراد شیا ان یقول له کن فیکون﴾

قامت الرحم: قاضی عیاضؒ کہتے ہیں رحم وہ ہے جس سے تعلق جوڑا اور توڑا جائے و بھلائی کی جائے وہ ایک معنوی چیز ہے جسم نہیں۔ وہ قرابت و نسبت ہے دونوں کو جامع' والدہ کا رحم ہے اور وہ قرابت و نسبت دونوں ایک دوسرے سے متصل ہیں اسی کی وجہ سے اس کو رحم کہا جاتا ہے اور معانی پر قیام و کلام وارد نہیں ہوتا پس قیام و تعلق کا تذکرہ ایک مثال اور حسن استعارہ کے طور پر ہے جیسا کہ اہل عرب کی عادات میں مستعمل ہے اور اس سے مقصود اس کی شان و فضیلت واصل ہے اور عقوق کے سبب قطع رحمی کرنے والے کا گناہ ہے۔ اسی وجہ سے عقوق کو قطع سے تعبیر کیا گیا ہے۔ عق کا معنی شق ہے گویا اس نے اتصال والی رسّی کو کاٹ ڈالا۔ بعض نے کہا اس سے مراد عرش سے متعلق فرشتے کا قیام ہے جس نے امر الٰہی سے کلام کیا۔

قرطبی کہتے ہیں: ① فرشتے نے کلام کیا۔ ② اگر رحم ان میں سے ہوتا جو عقل رکھتے اور کلام کرتے ہیں تو اس طرح کلام کرتا تو اس صورت میں فرض وتقدیر کے طریقہ سے کلام کرنا مراد ہے۔

نووی کہتے ہیں **العائذ**: پناہ طلب کرنے والا یعنی وہ شخص جو کسی ایسی چیز کو مضبوطی سے تھامنے والا ہو جس کی پناہ طلب کی جاتی ہے۔

اصل من وصلك واقطع من قطعك: علماء نے فرمایا صلہ کی حقیقت رحمت ومہربانی ہے اور اللہ تعالیٰ کا صلہ بندوں سے اس کی مہربانی اور ان پر رحمت اور احسانات وانعامات سے توجہ ہے یا انسانوں کو ملکوت اعلیٰ سے تعلق اور اللہ تعالیٰ کی پہچان اور طاعت کے لئے ان کا شرح صدر یا اللہ تعالیٰ کا اس کے لئے ارادہ کرنا مراد ہے۔

قالت: بالفرض اگر رحم کلام کرنے والا ہوتا یا کلام کرنے والے ملائکہ نے کہا بلی کیوں نہیں میں اس پر راضی ہوگیا۔ **فذلك لك**: مخاطب مونث ہیں پس دونوں ضمائر مونث ہیں۔ **اقرء وان شئتم**: یہ آیت آپ نے بطور استشہاد پڑھی جو کہ اس پر دلالت کرتی ہے جملہ شرطیہ معترضہ ہے اور جواب محذوف ہے۔ **فهل عسيتم**: یہ اقرء وا ہے یعنی کیا تم سے یہ توقع ہے۔ **ان توليتم**: کہ اگر تم کو حاکم بنا دیا جائے کیا تم اعراض کر کے اسلام سے منہ پھیر لو گے۔ **ان تفسدوا**: قسم قسم کی سرکشی اختیار کر کے فساد مچاؤ۔ **تقعطوا ارحامكم**: عہدوں پر کھینچا تانی کرو یا ان باتوں کی طرف لوٹ جاؤ جو جاہلیت میں کرتے تھے یعنی اقارب سے لڑائی اور غداری' مطلب یہ ہے کہ وہ دین میں کمزوری اور دنیا پر حرص کی وجہ سے یہ چیزیں ان سے عین ممکن ہیں جو آدمی ان کے حالات کو جان لے تو وہ کہہ اٹھے: **هل عسيتم**۔ یہ لغت حجاز کے مطابق ہے۔ بنو تمیم ضمیر کو ساتھ نہیں ملاتے **ان تفسدوا** اس کی خبر ہے اور **ان توليتم** جملہ معترضہ ہے۔ **اولئك**: مذکورہ لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔ **الذين لعنهم الله**: ان کی قطع رحمی اور فساد پیدا کرنے کی وجہ سے لعنت کی گئی۔ **فاصمهم**: حق کے سننے سے بہرہ کر دیا۔ **واعمى ابصارهم**: اللہ تعالیٰ کی راہ کی طرف ان کو راستہ نہیں ملتا اور دوسرے قول کے مطابق تم نے اعراض کیا اور اسلام سے منہ موڑا یہ مذکورہ رحم وایمان کا وہ دین ہے جس کو اخوت کہا گیا ہے **انما المؤمنون اخوة**: فراء کہتے ہیں یہ آیت بنی ہاشم و بنی امیہ کے متعلق اتری۔ قرطبی کہتے ہیں اس قول کے مطابق رحم کا معنی قرابت ہوگا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں اس رحم کی حدود میں اختلاف ہے جس کو ملانا واجب اور قطع کرنا حرام ہے۔ ① بعض نے کہا اس سے مراد وہ رشتہ داری کہ جس میں ایک کو مرد اور دوسرے کو مؤنث شمار کریں تو نکاح حرام ہے۔ اس صورت میں چچا اور ماموں کی اولاد اس میں شامل نہ ہوگی صاحب قول کے ہاں عورت اور اس کی پھوپھی اور خالہ کو ایک نکاح میں جمع نہیں کیا جا سکتا اور چچا اور ماموں کی بیٹیوں سے جائز ہے۔ ② میراث میں جو ذوی الارحام ہیں ان کے سلسلہ میں یہ عام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول اس کی تائید کرتا ہے: "**ثم ادناك ثم ادناك**" پھر تمہارا قریبی پھر اس سے زیادہ قریبی۔

نووی کہتے ہیں یہ دوسرا قول درست ہے اور اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو اہل مصر سے متعلق ہے: **فان لهم ذمة و رحما** کہ ان کی ذمہ داری کا حکم اور رحم کا تعلق ہے اور یہ روایت **انه ابر البر ان يصل الرجل اهل ود ابيه** سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ اپنے والد کے ساتھ ملنے والوں سے تعلق جوڑ کر رکھے"۔ حالانکہ ان کے ساتھ تو رشتہ داری کا تعلق نہیں ہے واللہ اعلم۔

قرطبی کہتے ہیں اس قول سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ ماں کے وہ رشتہ دار جو وارث نہ ہوں گے ان سے صلہ رحمی واجب نہیں اور قطع رحمی حرام نہیں مگر درست بات یہ ہے کہ یہ اس کے ماں باپ کی قرابتیں ہیں جو اوپر اور نیچے دونوں طرف سے متعلق ہیں اور دونوں اطراف سے جو بھائی' بہنیں' چچا' پھوپھیاں' ماموں' خالائیں اور ان کی اولاد رحم کے اس حکم میں درجہ بدرجہ شامل ہیں۔ (متفق علیہ)

فرق روایت: کتاب الادب میں بخاری کے الفاظ من وصلك وصلته و من قطعك قطعته فرق اتنا ہے کہ پہلی روایت میں وصل وقطع کو جو بدلہ عالم شہادت میں ملے گا اس کا تذکرہ ہے اور دوسری میں ازل میں جو ہوا اس کی اطلاع ہے کہ ازل سے واصل صلہ رحمی کرے گا اور قاطع قطع رحمی کرے گا۔

تخریج: اخرجه البخاری (٤٨٣٠) و مسلم (٢٥٥٤) و ابو داود (١٦٩٦)

الفوائد: رحم کا معاملہ بہت بڑا ہے صلہ رحمی واجب ہے اور قطع رحمی کبیرہ گناہ ہے۔ صلہ رحمی اللہ کی رضا مندی کی علامت ہے جبکہ قطع رحمی اس کی ناراضگی کا نشان ہے۔

٣١٨ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ؟ قَالَ "اُمُّكَ" قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ "اُمُّكَ" قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : "اَبُوْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ – قَالَ : "اُمُّكَ" ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ "وَالصَّحَابَةُ" بِمَعْنٰى : الصُّحْبَةِ – وَقَوْلُهُ "ثُمَّ اَبَاكَ" هٰكَذَا هُوَ مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مَحْذُوْفٍ : اَىْ ثُمَّ بِرَّ اَبَاكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ : "ثُمَّ اَبُوْكَ" وَهٰذَا وَاضِحٌ۔

۳۱۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا کون حقدار ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں۔ پھر پوچھا پھر کون؟ تو ارشاد فرمایا تیری ماں۔ اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ (بخاری و مسلم) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ؟ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ" یا رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ اچھے سلوک کا کون حقدار ہے؟ ارشاد فرمایا تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہارا باپ پھر تمہارا قریبی۔ الصُّحْبَةُ کا لفظ صحبت کا ہم معنی ہے۔ اَبَاكَ کا لفظ نصب سے آیا ہے۔ یہ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ یعنی بِرَّ اَبَاكَ اور دوسری روایت میں ثُمَّ اَبُوْكَ اور یہ زیادہ واضح ہے۔

تشریح ۞ جاء رجل: ایک قول یہ ہے کہ یہ معاویہ بن حیدہ ہیں۔ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں وارد ہے کہ معاویہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ میری نیکی کی حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں! الحدیث اس کے آخر میں آپ نے فرمایا: ثم الاقرب فالاقرب۔

حسن صحابتی: یہ صحب کا مصدر ہے۔امك: ماں کو اول ذکر کرنے کی وجہ اس کا ضعف اور حاجت مندی ہے۔ثم من: اس کے بعد کون حقدار ہے تو آپ نے تاکید حق کے لئے دوسری مرتبہ بھی ماں کا ذکر فرمایا اور پھر تاکید میں مبالغہ کرتے ہوئے تیسری مرتبہ بھی ماں کا تذکرہ فرمایا۔ پھر سائل نے کہا: ثم من تو آپ نے والد کا ذکر فرمایا۔(متفق علیہ)

فرق روایت: مسلم کی روایت میں یہ ہے: من احق بحسن الصحبة؟ قال امك ثم امك ثم اباك ثم ادناك ثم ادناك: یہ مذکورہ الصحابة: کا لفظ صحبہ کے معنی میں ہے۔ اباک کا فعل براباک ہے جملہ طلبیہ خبریہ پر معطوف ہے اور دوسری روایت میں مرفوع ثم ابوك: واضح ہے۔ اس طرح اس کا عطف مبتداء محذوف کی خبر پر ہے۔

تخریج: احمد ۸۳۵۲/۳' بخاری (۵۹۷۱) مسلم (۲۵٤۸) ابن ماجه (۲۷۰٦)

الفوائد: ماں کا حق باپ کے حق سے مقدم ہے کیونکہ اس نے حمل، وضع اور رضاعت کی منفرد مشقتیں اٹھائی ہیں۔

۳۱۹ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ :اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۱۹: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: "اس شخص کی ناک خاک آلود ہو پھر خاک آلود پھر خاک آلود ہو جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے میں پایا خواہ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو اور جنت میں داخل نہ ہوا (خدمت کر کے)۔(مسلم)

تشریح ❁ رغم انف: رغم ایک لغت میں نصر سے دوسری میں سمع سے ہے۔ ذلت سے کنایہ ہے گویا وہ آدمی ذلت سے مٹی میں مل گیا (المصباح) ثم: یہ تراخی فی الدعا کے لئے ہے۔من ادرك ابویه: جس مکلّف نے اپنے والدین کو ان کی زندگی میں پایا۔عند الکبر: یہ باب علم سے ہے کبر: بروزن عنب: ہے۔(المصباح) عاقولی کا قول یہ ہے ایک روایت میں عنده الکبر: کے الفاظ ہیں۔ۂ: کی ضمیر کے حذف کے ساتھ معنی یہ ہے: ① اس نے اپنے والدین کا بڑھاپا پایا اگرچہ اپنے مال کی وجہ سے وہ اس سے مستغنی ہیں اور اپنے مال کے سبب خدام کی وجہ سے اس کی خدمت سے مستغنی ہیں۔ ② ضمیر کے ساتھ معنی یہ ہے اگر ان کو بڑھاپا آ جائے اور وہ اس کے پاس موجود ہوں اور اس کی مدد اور اعانت کے محتاج ہوں۔ وجه تقدیر بالکبر: اس وقت ابتلاء شدید ہوتا ہے کیونکہ کمزوری کی وجہ سے ان کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وقت ان کے حقوق کی ادائیگی زیادہ قابل تاکید ہے۔ جیسا کہ ان دونوں نے بیٹے کے حق کو انتہائی محتاجی کے وقت میں پورا کیا۔ ورنہ تو جوانی کے وقت میں پالینا بیٹے کی توجہ اور مزید نیکی کا خواہاں ہے۔ پس بڑھاپے کی قید تاکید مزید کی خاطر ہے کیونکہ اس وقت کمال حاجت پائی جاتی ہے۔

النحو: احدهما او كلاهما: ① یہ دونوں مبتداء محذوف الخبر ہیں ای سواء۔ ② فعل محذوف کے فاعل ہیں یستوی احدهما فی ذلك: ③ عاقولی نے کہا یہ ظرف کے فاعل ہیں کیونکہ وہ حال ہے مبتداء و محذوف کی خبر بنانا خوب ہے۔ کلاهما: ان دونوں کا معطوف علیہ ہے۔ یہ جملہ من ادرك کا بیان ہے۔ ④ قرطبی کہتے ہیں: ادرك کی وجہ سے والدیہ منصوب ہے یہ اس کا بدلہ ہے۔ ⑤ بعض نسخوں میں مرفوع ہیں اس صورت میں یہ مبتداء ہیں اور خبر مضمر ہے۔ پہلا قول بہتر ہے۔

نکتہ: ان کو معاً بعد لائے تا کہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرلے کہ بیٹے کا فعل اس وقت قابل مذمت ہے جب دونوں کو پائے نہ کہ ایک کو۔

فلم یدخل الجنة: اس کا عطف ادرک پر ہے۔ فا سے عطف یہ ظاہر کررہا ہے کہ جنت میں داخلہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے گا جو اپنے والدین سے حسن سلوک کرنے والا ہوگا اور یہ اس کا مقام اس پر پیش کر کے اور اس کے انجام کی بشارت دے کر کیا۔ (رواہ مسلم)

جامع صغیر کے الفاظ یہ ہیں: **رغلا انفه ثم رغم انفه' من ادرك ابويه عند الكبر احدهما او كلاهما ثم لم يدخل الجنة**": انہوں نے مسلم کی طرف معنی کے لحاظ سے نسبت کی ہے کیونکہ مسلم کی روایت میں ضمائر محذوف ہیں۔

اَلنَّحْوُ : من: یہ فعل محذوف کا فاعل ہے یا مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ جملہ استینافیہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ ای من هو؟ثم: سے مقام کی سختی کو ذکر کیا۔ اس عظیم سعادت سے محرومی پر بچے سے استبعاد مقصود ہے۔

تخریج : اخرجه مسلم (۲۵۵۱)

الفرائد : ① والدین کے ساتھ حسن سلوک خواہ خدمت سے ہو یا کسی اور نفع کے انداز میں ہو وہ اولاد کے لئے دخول جنت کا باعث ہے۔ جس نے اس سلسلے میں کوتاہی کی تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیں گے۔

❁ ❁ ❁

۳۲۰ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنَنِيْ وَاُحْسِنُ اِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ اِلَيَّ وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَيَّ - فَقَالَ :"لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"وَتُسِفُّهُمْ" بِضَمِّ التَّآءِ وَكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَتَشْدِيْدِ الْفَآءِ "اَلْمَلُّ" بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَتَشْدِيْدِ اللَّامِ وَهُوَ الرَّمَادُ الْحَارُّ :اَيْ كَاَنَّمَا تُطْعِمُهُمُ الرَّمَادَ وَالْحَارَّ ' وَهُوَ تَشْبِيْهٌ لِّمَا يَلْحَقُهُمْ مِّنَ الْاِثْمِ بِمَا يَلْحَقُ اٰكِلَ الرَّمَادِ الْحَارِّ مِنَ الْاَلَمِ وَلَا شَيْءَ عَلٰى هٰذَا الْمُحْسِنِ' اِلَيْهِمْ لٰكِنْ يَّنَالُهُمْ اِثْمٌ عَظِيْمٌ بِتَقْصِيْرِهِمْ فِيْ حَقِّهٖ وَاِدْخَالِهِمُ الْاَذٰى عَلَيْهِ"وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۳۲۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میرے کچھ رشتہ دار ہیں میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں او وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں اور میں ان پر احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان سے درگزر کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جاہلانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اسی طرح ہے جیسا کہ تو نے کہا ہے تو ان کے منہ میں گویا گرم راکھ ڈالتا ہے اور تیرے ساتھ ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار رہے گا۔ جب تک تو اس صفت پر قائم رہے گا۔ (رواہ مسلم)

تُسِفُّهُمُ الْمَلُّ: گرم راکھ کھلانا۔ گویا تو ان کو گرم راکھ کھلاتا ہے۔ اس میں اس گناہ کو جو ان کو ملے گا گرم راکھ

کھانے والے کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس سے تشبیہ دی گئی۔ اس محسن پر کچھ بھی گناہ نہ ہوگا لیکن ان کو بڑا گناہ ملے گا کیونکہ وہ اس کے حق میں کوتاہی برتنے والے ہیں اور اس کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ واللہ اعلم

تشریح ۞ **ان رجلاً**: اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ **قرابة**: یعنی رحم' نسب کے رشتہ دار اس کے لئے قربیٰ کا لفظ بھی آتا ہے۔ (المصباح) **احسن الیھم**: میں ان کے ساتھ احسان سے پیش آتا ہوں۔ **یجلھون علی**: ① **یقطعونی**: پر مضارع کا عطف ایک دوسرے پر ہو۔ ② محل حال میں ہو اور مبتداء محذوف ہو۔ **ای وھم یقطعون**: واؤ حالیہ قد کے بغیر ضرورت کے نہیں آسکتی جب مبتداء مضمر ہوا تو ضمیر کی ضرورت نہیں رہی۔ صاحب التسہیل نے **الذین کفروا والصیدون عن سبیل اللّٰہ** کو اسی قسم میں سے قرار دیا۔ **ای ھم یصدون**: محذوف نکالا ہے۔ اور اصمعی کی یہ بات نقل کی **قمت واصلك عینه ای اناصکھا فقال**۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تیرا حسن سلوک اور ان کی طرف سے مقاطعہ والا معاملہ درست ہے۔ **ظھیر**: اس کا معنی مددگار ہے۔ یہ واحد و جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ جیسا اس آیت میں: ﴿**والملائکة بعد ذلك ظھیر**﴾ المظاہرہ بھی معاونت کے معنی میں ہے۔ یہ لایزال کا اسم ہے۔ **معك**: ظہیر کے متعلق ہے اسی طرح من اللہ بھی اور من اللہ یہ ظہیر سے حال بھی بن سکتا ہے۔

النَّحو: **علیھم**: یہ یزال کی خبر ہے اور اس کی صفت بھی بن سکتی ہے اور معك یا من اللہ یہ خبر بن سکتے ہیں۔

مادمت علی ذلك: ما مصدر یہ ہے **ای مدة دوامك علی ما ذکر**: ہے۔ ② جب احسان علم کو عطف کے ساتھ ایک صلہ بنایا تو اسم اشارہ بھی مفرد لایا گیا۔

فَائِدَة: یہ جملہ خصال صاحب خصال کے لئے معاون' مؤید اور توفیق و تسدید کا باعث ہیں پس اس میں مقصود اصل تائید الٰہی اور لطف ربانی ہے۔ (رواہ مسلم)

تسف: پھانکنا۔ مل۔ بھوبل۔ **الملّة**: روٹیاں پکانے کا گڑھا یا گرم مٹی یا راکھ (المصباح) نووی کا رجحان گرم راکھ کی طرف ہے۔ مطلق رکھنا بھی جائز ہے کیونکہ راکھ کا کھنا بہر حال مضر ہے خواہ گرم نہ ہو اور یہ گناہ یا سزائے گناہ کی تشبیہ ہے۔ گویا عذاب کو محسوس سے مشابہت دی یا محسوس کو محسوس سے تشبیہ دی گرام راکھ اور الم شدید۔ نووی نے شرح مسلم میں کہا اس کا ایک معنی یہ ہے تو جب ان پر احسان کرتا ہے تو وہ دلوں میں غمگین ہوتے ہیں اور اپنے دلوں میں حقارت محسوس کرتے ہیں کیونکہ تیرا احسان اور اس کے مقابلے میں ان کی بدسلوکی۔ تو وہ اپنے دلوں میں حقارت و ذلت کے اس مقام پر ہیں جیسے کوئی راکھ پھانکتا ہو۔
② جو تیرا احسان کھاتے ہیں وہ اس راکھ کی طرح ہے جو ان کی انتڑیوں کو جلانے والی ہو۔ (شرح مسلم نووی) عاقولی کہتے ہیں گویا راکھ ان کو سفوف کی صورت میں نگلوائی جا رہی ہے یعنی جب وہ شکر یہ ادا نہیں کرتے تو تیرا عطیہ ان پر حرام ہے اور ان کے پیٹوں میں ان کے لئے آگ ہے۔

تخریج: اخرجه مسلم (۲۵۵۸)

الفرائد: ① رشتے داروں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاء پر صبر کرنا چاہئے اور اس کے بالمقابل ان سے احسان کا معاملہ برتنا چاہئے۔ ② جو آدمی قطع رحمی اور قطع تعلقی میں دوام اختیار کرے وہ سخت گناہ گار ہے۔

۳۲۱ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ : "مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ وَیُنْسَاَلَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

وَمَعْنٰی :"یُنْسَاَلَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ" اَیْ یُؤَخَّرَ لَہٗ فِیْ اَجَلِہٖ وَعُمُرِہٖ۔

۳۲۱:حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر میں درازی ہو تو اس کو صلہ رحمی کرنی چاہئے''۔ (بخاری و مسلم)

یُنْسَاَلَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ : اس کی مدت مقررہ اور عمر میں تاخیر ہو۔

تشریح ۞ **من احب**:ایک روایت میں **من یسرہ**: ہے اور **یبسط**: صیغہ مجہول ہے اس کا معنی وسعت ہے۔**بسط اللّٰہ الرزق**: کثیر و وسیع کر دیا۔ نووی نے توسیع و کثرت سے معنی کیا ہے۔بعض نے برکت معنی کیا ہے۔اس کا نائب فاعل **لہ فی رزقہ** :بمعنی مفعول **ای مرزوقہٖ**: ہے۔**مرزوق**: جس چیز سے حیوان نفع اٹھائے اور دوسرا ظرف حال ہے یہی اعراب بعد والے جملے کا بھی ہے۔

وینساء لہ فی اثرہٖ:**ینسا** کا معنی مؤخر کرنا۔**اثر** : سے وقت مقررہ۔اجل کو اثر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عمر کے پیچھے آتی ہے جیسا زہیر نے کہا:

لا ینتھی العمر حتی ینتھی الاثر

اور اثر نشان ہائے قدم کو کہتے ہیں۔مرنے والے میں جب حرکت نہیں رہتی تو زمین پر اس کے قدم کا نشان بھی نہیں رہتا۔

فلیصل رحمہ:ابن التین کہتے ہیں حدیث کا ظاہر اس آیت کے معارض نظر آتا ہے۔﴿**فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ و لا یستقدمون**﴾

موافقت کی صورت یہ ہے عمر میں اضافہ جس کا تذکرہ حدیث میں وارد ہوا وہ عمر میں برکت سے کنایہ ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے اس کو طاعت کی ہمت دیتے اور وقت کا ایسے کام میں لگاتے ہیں جس سے اسے فائدہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا قرب مل جائے اور اس بات کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ اس امت کی عمریں کم ہیں پہلی امتوں کی عمریں زیادہ تھیں۔ان کو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر دے دی۔اس کا حاصل یہ ہے کہ صلہ رحمی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی توفیق سے ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف کاموں میں وقت ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے اور اس کا اچھا تذکرہ بعد میں باقی رہتا ہے گویا کہ وہ مرا نہیں۔ ② اضافہ کو حقیقت پر محمول کیا جائے اور پھر یہ اس تقدیر معلق سے متعلق جو فرشتے کی دستاویز میں لکھی ہے۔مثلاً اس میں لکھا ہے کہ اگر فلاں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی تو اس کی عمر اتنی ہوگی اگر اللہ تعالیٰ کو حقیقت واقعیہ کے بارے میں معلوم ہے کہ ان میں سے کون سا عمل واقع ہوگا۔آیت میں حتمی فیصلہ اجل جو علم الٰہی میں ہے اور غیر مبدل ہے اس کا تذکرہ ہے اور اس کی طرف آیت کے پہلے حصہ میں اشارہ فرمایا:﴿**یمحوا اللّٰہ ما یشاء ویثبت**﴾ پس حدیث میں اجل معلق کا تذکرہ ہے اور آیت کے آخری حصہ **وعندہ ام الکتاب** میں علم الٰہی جس میں قطعاً تغیر نہیں اس کی طرف اشارہ ہے اس کو قضاء مبرم اور پہلے کو قضاء معلق سے تعبیر کرتے ہیں اور حدیث کے مناسب وجہ اوّل ہی ہے۔**اثر**: نشان کو کہا جاتا ہے اس سے ذکر حسن پر محمول کیا

جائے گا۔

طیبی کہتے ہیں پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ صاحب فائق نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ بھی معنی درست ہے۔ اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کرنے والے کا طویل اثر باقی رکھتے ہیں اور وہ جلد نہیں مٹتا جیسا قطع رحمی کرنے والے کا مٹ جاتا ہے اور ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول اسی قسم میں ہے: ﴿واجعل لی لسان صدق فی الاخرین﴾: اس آیت کی تفسیر ایک اور ہے۔ وجہ ثالث وارد ہے طبرانی صغیر نے سند ضعیف سے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تذکرہ ہوا جس نے صلہ رحمی کی اس کے وقت کو مقررہ مؤخر کر دیا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا: یہ عمر میں اضافہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون﴾: لیکن آدمی کی اولاد نیک ہوتی ہے جو اس کے لئے اس کے بعد دعا کرتی ہے اور طبرانی کبیر میں ابومشجعہ الجہنی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا: "ان الله لا يوخر نفسا اذا جاء اجلها وانما زيادة العمل ذرية صالحة": الحدیث۔ اللہ تعالیٰ وقت مقررہ کے آنے پر موخر نہیں کرتا البتہ نیک اولاد اضافہ عمل ہے۔'

ابن فورک کا قول یہ ہے کہ زیادتی عمر کا مطلب نیک آدمی کے فہم وعقل کی آفات سے حفاظت ہے بعض نے کہا اس کے رزق عمل وغیرہ میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ (واللہ اعلم)

تخریج: بخاری (۲۰۶۷) مسلم (۲۵۵۷) ابو داؤد (۱۶۹۳) ابن ماجه عن انس' احمد ۱۳۸۱۲/٤ و بخاری من ابی هریره (جامع صغیر) ابن حبان ٤٣٨' بیهقی ۲۷/۷۔

الفوائد: ① صلہ رحمی کا نتیجہ طاعات کی توفیق اور اوقات دنیا اور آخرت کے لئے فائدہ مند کاموں میں صرف ہوتے ہیں۔
② صلہ رحمی کا اثر دنیا میں دیر تک قائم رہتا ہے۔

۳۲۲ : وَعَنْهُ قَالَ : كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَخْلٍ وَّكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهِ اِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [آل عمران:۹۲] وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلٰى بَيْرُحَاءُ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ تَعَالٰى اَرْجُوْا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' فَقَسَّمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ بَنِيْ عَمِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَبَقَ بَيَانُ اَلْفَاظِهٖ فِيْ :بَابِ الْاِنْفَاقِ مِمَّا يُحِبُّ۔

۳۲۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار مدینہ میں کھجوروں کے باغات کے لحاظ سے سب سے زیادہ مالدار تھے۔ ان کو اپنے اموال میں سب سے زیادہ بیرحاء پسند تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے

سامنے تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس میں داخل ہوتے اور اس کا عمدہ پانی نوش فرماتے۔ جب یہ آیت اتری: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت اتاری ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ اور بلاشبہ میرے مالوں میں سب سے زیادہ پسند مال بیرحاء ہے میں اسے اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اس کے اجر اور ذخیرہ ہونے کی امید کرتا ہوں۔ پس آپ اس کو جہاں چاہیں اپنی مرضی کے موافق خرچ فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہت خوب، بہت خوب یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے، یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے اور میں نے سن پایا جو تم نے کہا۔ میری رائے یہ ہے کہ تو اس کو اپنے قرابت داروں میں تقسیم کردو۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھیک ہے یارسول اللہ میں ایسا ہی کروں گا چنانچہ اس کو اپنے اقارب اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔ (بخاری و مسلم)

یہ روایت باب الانفاق میں گزری ہے۔

تشریح ❁ **مالا:** یہ تمیز ہے جو اکثریت سے ان کو جدا کرنے والی تھی۔ **من نخل:** یہ مال کا بیان ہے۔

النحو: **کان احب امواله:** احب پر رفع و نصب دونوں درست ہیں۔

مستقبلة المسجد: مسجد کے بالمقابل تھا۔ **یدخلها:** ھا کی ضمیر باغ کی طرف راجع ہے۔

طیب: ① ماء کی صفت ہو تو مجرور ہے اور ② ظرف کا فاعل ہو تو مرفوع ہے۔

قام ابو طلحه: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ **احب اموالی الی بیرحاء:** ممکن ہے کہ اسکی وجہ زمین کی زرخیزی، پھل کی کثرت و عمدگی ہو یا کوئی وجہ کہ وہ انہیں زیادہ پسند تھا۔

ارجو برها و ادخرها عند الله: جملہ فعلیہ خبر کے بعد خبر ہو جیسا اس آیت میں **وهذا ذکر مبارك انزلناه:** ② یہ جملہ حال ہے جس کا عامل محذوف ہے ای **اتصدق بها حال کونی ازجو برها**۔ **بخ**۔ ان کے عمل کی تعریف اور بڑھائی کے لئے فرمایا۔

ذلك مال رابع: یہ دو مرتبہ فرمایا کیونکہ موقعہ طویل کلام کا تھا۔ **انی اری:** یہ رأی سے ہے یعنی میری رائے اور اجتہاد یہ ہے۔ اس سے اجتہاد کا ثبوت ملتا ہے۔

افعل: میں آپ کی رائے پر عمل پیرا ہو کر ایسا کردوں گا۔

تخریج: باب الانفاق میں ملاحظہ کریں۔ بخاری و مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان ۳۳۴۰، ابن خزیمہ ۲۴۵۵، بیهقی ۱٦٤/٦، احمد ۱۲٤٤١/٤، مالك ۱۸۷۵۔

الفرائد: ① صحابہ کرام کو اللہ اور اس کے رسول کے وعدوں پر کامل یقین تھا۔ ② آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے اعمال بر کرنے والے لوگوں پر بہت خوش ہوتے تھے۔ ③ احسان کے سب سے پہلے حق دار قریبی رشتہ دار ہیں۔

---

۳۲۳ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَقْبَلَ رَجُلٌ اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ

ﷺ فَقَالَ :اُبَایِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ اَبْتَغِي الْاَجْرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ :هَلْ لَّكَ مِنْ وَّالِدَيْكَ اَحَدٌ حَيٌّ؟ قَالَ نَعَمْ بَلْ كِلَاهُمَا قَالَ :فَتَبْتَغِي الْاَجْرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى؟" قَالَ :نَعَمْ قَالَ :"فَارْجِعْ اِلٰى وَالِدَيْكَ فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا : جَآءَ رَجُلٌ فَاسْتَاْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ قَالَ :"اَحَيٌّ وَالِدَكَ؟" قَالَ :نَعَمْ قَالَ "فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ"۔

۳۲۳: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میں آپؐ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس پر اجر کا خواہش مند ہوں۔ آپؐ نے پوچھا کیا تمہارے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے جواب دیا جی ہاں بلکہ دونوں زندہ ہیں۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کیا تو واقعتہً اللہ تعالیٰ سے اجر کا طالب ہے؟ اس نے عرض کی جی ہاں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا پھر تو اپنے والدین کے پاس لوٹ جا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کر (بخاری و مسلم) یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔ بخاری و مسلم کی متفقہ روایت میں یہ الفاظ ہیں: جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَاْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ قَالَ اَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟ قَالَ نَعَمْ تو اس پر آپؐ نے فرمایا ان کی خدمت میں خوب کوشش کرو۔

تشریح ۞ اقبل رجل: بقول شیخ زکریا یہ جاہمہ بن عباس بن مرداس ہے یا جاہمہ کا بیٹا معاویہ ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں یہ جاہمہ بن عباس ہے' احمد' نسائی نے معاویہ بن جاہمہ سے روایت نقل کی کہ جاہمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: **یا رسول الله اردت الغزو جئت لا ستشیرك۔ فقال هل لك من ام؟ قال نعم! قال الزمها۔ الحدیث**: بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ (فتح الباری) حافظ نے اول پر اکتفاء کر کے اس کو احتمال قرار دیا۔ **الی نبی الله صلی الله علیه وسلم** اقبل کے متعلق ہے۔

ابا یعك علی الهجرة: میں اپنے وطن کو چھوڑ کر مدینہ کی رہائش پر بیعت چاہتا ہوں۔ قرطبی کہتے ہیں یہ اس زمانے کی بات ہے جب ہجرت مدینہ واجب تھی۔ **والجهاد ابتغی الاجر**: جہاد اور ہجرت کے بعد یہ جملہ متانفہ لائے تا کہ بیعت کی وجہ بیان کر دیں۔

النَّحْوُ : **فهل من والدیك احدهی**: یہ مبتداء احد کو تمہید کے لئے لائے اور من والدیك یہ خبر مقدم ہے۔ **نعم بل**: بل اس لئے لائے تا کہ دونوں کی زندگی کی خبر دے سکیں۔

کلیهما: یہ وحدت کا مفعول ہے۔

نووی کہتے ہیں یہ اس صورت میں ہے جبکہ صف قتال میں نہ ہو اور قتال کے لئے متعین نہ ہو۔ **فتبعغی الاجر**: ہمزہ اور معطوف علیہ فاعاطفہ سے پہلے مقدر ہیں **ای اتفعل ذلك فتبتغی**۔

فاحسن صحبتهما: شارع نے یہاں حقوق والدین کو مقدم کرتے ہوئے وجوب ہجرت کو ساقط کر دیا اگر اس پر ہجرت لازم تھی تو اس سے واجب تر کا عارضہ آنے سے ساقط ہو گئی اور اگر واجب نہ تھی تو خدمت والدین واجب ہے وہ بہرحال اولیٰ ہے

مگر یہ حکم اس کے لئے ہے جس کا دین دونوں مواقع پر سلامت ہو۔ اگر دین کے متعلق خطرہ ہو تو پھر وطن سے فرار لازم اور آباء و ابناء کو چھوڑنا بھی ضروری ہے جیسا مہاجرین نے کیا جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں چنے ہوئے ہیں۔ اس روایت میں خدمت والدین کو جہاد پر مقدم کیا گیا ہے۔ (متفق علیہ اور یہ مسلم کے لفظ ہیں)

فرق روایت: **امی و الدك:** فی مبتداء یہ خبر کے قائم مقام ہے۔ **قال نعم:** یعنی وہ دونوں زندہ ہیں۔ **ففیھما فجاھد:** جار مجرور کو اختصاص کی وجہ سے مقدم کیا پہلی فا شرط محذوف کی خبر ہے اور دوسرا فا جزائیہ ہے کیونکہ کلام میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ **ای اذا کان الامر کما قلت فاخصص المجاھدة بخدمة الوالدین:** جیسا کہ فاعبدون میں ہے۔ شرط کو حذف کر کے ظرف کو لائے جو اختصاص پیدا کر رہا ہے یہ عاقولی کا کلام ہے۔

ابن رسلان کہتا ہے کہ جہاد سے مراد والدین سے نرمی اور حسن سلوک اور ان کی اطاعت اور اپنے نفس سے جہاد ہے اور نفس امارہ کا جہاد بڑا مشکل ہے۔

نووی کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ والدین سے صلہ رحمی بڑے اجر کا باعث ہے۔ اس میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ان کی اجازت سے جہاد میں جائے جب کہ وہ مسلمان ہوں یا ان میں سے جو مسلمان ہو اس کی اجازت سے۔ اگر مشرک ہوں تو پھر اجازت شرط نہیں کذا عند الشافعیؒ اور یہ اس وقت ہے جب صف کارزار میں نہ ہو اور نہ ہی اس کیلئے متعین ہو۔

تخریج: بخاری فی الجهاد، مسلم فی الادب، ابو داؤد، ترمذی، نسائی فی الجهاد، البزاز (اطرف مزی) حمیدی ۵۸۵، ابن حبان ۳۱۸، بیهقی ۲۵/۹۔ احمد ۶۷۷۹/۲، طیالسی ۲۲۵٤۔

الفرائد: ① اللہ کی رضامندی چاہنے کے لئے جس کام میں نفس کو تھکایا جائے اس کو جہاد کہتے ہیں۔ ② مشورے والے کو مخلصانہ مشورہ دینا چاہئے۔ جس میں مشورہ کے طالب کا زیادہ فائدہ ہو۔ ③ فرض کاموں کے علاوہ دوسرے کاموں میں والدین سے اجازت طلب کرنی چاہئے۔

٣٢٤ : وَعَنْهُ – عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلُ الَّذِىْ اِذَا قَطَعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"وَقَطَعَتْ" بِفَتْحِ الْقَافِ وَالطَّاءِ "وَرَحِمُهُ" مَرْفُوْعٌ۔

۳۲۴: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو احسان کے بدلے میں احسان کرے بلکہ صلہ رحمی والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری)

رَحِمَه مرفوع ہے۔

تشریح ❁ **لیس الواصل:** بکمل صلہ رحمی کرنے والا۔

بالمکافی: واصل اور وہ شخص جو اپنے صلہ کے ساتھ اپنے ساتھی کو اسی جیسے فعل سے بدلہ دیتا ہے وہ تو اس کی نظیر دینے والا ہے وہ حقیقتاً واصل نہیں۔ عبدالرزاق نے عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت نقل کی ہے وہ صلہ رحمی والا نہیں جو اس سے صلہ رحمی کرے

جو اس سے صلہ رحمی کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ ہے جو قطع کرنے والے ہیں ان سے جوڑے۔ ولکن: یہ مشدد و مخفف دونوں طرح درست ہے۔ (طیبی) وصلها: جب اس کو دینا بند کر دیں وہ دے۔ (بخاری) سیوطی کہتے ہیں اس روایت میں واصل سے کامل مراد ہے۔ بدلہ دینے میں ایک قسم کی صلہ رحمی ہے۔ اس کے برعکس صلہ رحمی کرنے والے سے بدلے کی بجائے اعراض کرنے والا قاطع رحم ہے اور یہ لیس الشدید بالصرعة کی قسم سے ہے۔ اسی طرح لیس الغنی عن کثرة العرض کی جنس سے ہے۔ مگر علقمی نے سیوطی پر اعتراض کیا کہ نفی وصل سے ثبوت قطع کہاں سے مل گیا۔ اس کے تین درجات ہیں: ① مواصل ② مکافی۔ ③ قاطع۔ ① واصل وہ ہے جو احسان میں ابتداء کرے۔ ② مکافی وہ ہے جو برابر کا عطیہ دے۔ ③ قاطع وہ ہے جس پر احسان کیا جائے مگر وہ احسان سے باز رہے۔ جس طرح مکافات جانبین سے واقع ہوتا ہے۔ اسی طرح مقاطعہ جانبین سے ہے۔ جس نے ابتداء فضل کی وہ واصل اگر اس نے بدلہ دے دیا تو مکافی ورنہ قاطع ہوگا۔ (علقمی)

تخریج: بخاری الادب المفرد ۶۸۔ ابو داؤد، ترمذی، احمد ۶۷۹۹/۲۔

الفرائد: ① صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو قطع رحمی والے سے ملا کر رکھے ایسا آدمی: وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ...... (الرعد:۲۱) میں داخل ہے۔

۳۲۵ : وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ : "مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۲۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحم عرش سے لٹکی ہوئی ہے اور کہہ رہی ہے کہ جو مجھے ملائے اللہ تعالیٰ اس کو ملائے اور جو مجھے کاٹے اللہ تعالیٰ اسے کاٹے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: الرحم معلقة بالعرش: ظاہر سے حقیقی معنی مراد ہے۔ ② یہ احتمال بھی ہے کہ رحم رب عرش کی پناہ لینے والا ہے۔ جیسا پہلے روایت گزری۔ تقول: یہ جملہ بیانیہ ہے۔ من قطعني: نووی نے قاضی عیاض سے نقل کیا کہ رحم کا ملانا اور قطع کرنا ایک معنوی چیز ہے جسم نہیں، وہ قرابت و نسب کا نام ہے۔ اس کا قیام تعلق یہ تمثیل ہے۔ عمدہ استعارہ ہے اور اس کا مقصد اس کی فضیلت اور بڑی شان ظاہر کرنا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ قیام سے مراد عرش سے متعلق فرشتے کا قیام ہو جو اللہ تعالیٰ کے حکم رحم کی طرف سے کلام کرتا ہو۔

تخریج: بخاری (۵۹۸۹) و مسلم (۲۵۵۵) مگر جامع صغیر میں اس کی نسبت صرف مسلم کی طرف کی گئی ہے۔

الفرائد: صلہ رحمی کا بہت اونچا مرتبہ ہے۔ جو صلہ رحمی کرنے والے کو اللہ کی محبت اور رحمت کا حقدار بنا دیتی ہے۔ قطع رحمی اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ ہے۔

۳۲۶ : وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً وَّلَمْ تَسْتَاْذِنِ النَّبِيَّ ﷺ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِيْ يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيْهِ قَالَتْ اَشَعَرْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنِّيْ

اَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِي؟ قَالَ : "اَوْ فَعَلْتِ؟" قَالَتْ نَعَمْ قَالَ : "اَمَا اِنَّكِ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۲۶: حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک لونڈی آزاد کی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لی جب وہ دن آیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ہاں قیام تھا تو انہوں نے کہا کیا آپؐ نے محسوس کیا کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کر دی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے ایسا کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم وہ اپنے ماموؤں کو دے دیتی تو تمہیں زیادہ اجر ملتا"۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہ: بنو ہلال سے تعلق رکھتی تھیں۔ ولیدہ: ایک لونڈی' ولید مولود بچہ جمع ولدان۔ ولیدہ جمع ولائد لونڈی۔ (المصباح)

ولم تستاذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو بغیر اجازت زوج بھی گھر میں تصرف کا اختیار ہے۔ امام مالک ثلث سے زائد میں اجازت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

النحو: کان یومھا: یہ کان تامہ ہے۔ اشعرت: کیا آپ کو معلوم ہے (یہ باب نصر سے ہے) ولیدۃ: ایک روایت میں ولیدتی ہے۔ تنوین تحقیر وتصغیر کو ظاہر کرتی ہے۔ او فعلت: یعنی کیا تو نے آزاد کر دیا۔

ہمزہ استفہام ہے اور واؤ عاطفہ ہے فعلت کا عطف فعل مقدر پر ہے (کذا قال صاحب الکشاف والبیضاوی) گویا ہمزہ استفہام متعارفین پر داخل کیا گیا ہے۔ ابن مالک کا قول یہ اصل میں وافعلت ہے۔ ہمزہ صدارت کو چاہتا ہے۔ واؤ حرف عطف ہی ہے۔ ہمزہ کو شروع میں لے گئے۔ اما انك لو اعطیتھا اخوالك: اما یہ حروف استفتاح سے ہے۔ اخوالك سے مراد والدہ کی طرف سے رشتہ دار۔ مسلم کی روایت تو یہی ہے مگر اصیلی کی روایت میں اخواتك ہے۔ شاید یہ صحیح ہو کیونکہ موطا کی روایت میں اختك وارد ہے۔ ابن رسلان کہتا ہے دو درست ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں فرمائے ہوں گے۔ کان اعظم لاجرك: اجر بڑھنے کی وجہ صلہ رحمی اور صدقہ کا دوہرا اجر ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں ابن بطال نے کہا ذی رحم کا ہبہ عتق سے افضل ہے۔ اس کی تائید عام ضبی کی مرفوع روایت سے ہوتی ہے جس کو نسائی' احمد' ترمذی نے نقل کیا ہے۔ الصدقة علی المساكين صدقة وعلی ذی الرحم صدقة وصلة: مگر اس مطلقاً یہ لازم نہیں آتا کہ ہبہ صدقہ سے افضل ہو کیونکہ بالکل ممکن ہے کہ مسکین محتاج ہو اور اس کا نفع متعدی ہو اور دوسرا بالعکس ہو۔ نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: افلا فديت بها بنت اخيك من رعاية الغنم: تو نے اپنی بھتیجی کی بکریوں کو چرانے کا فدیہ کیوں نہ دے دیا۔ اس سے اسکی وجہ افضلیت معلوم ہوگئی کہ قریبی خدمت کا زیادہ محتاج تھا۔ اس معین واقعہ کی وجہ سے روایت میں اس بات کی قطعاً دلیل نہیں کہ صلہ عتق سے افضل ہے۔ پس موقعہ بموقعہ افضل ہونا منتقل ہوتا رہے گا۔ (فتح الباری) (متفق علیہ)

تخریج: بخاری (۲۵۹۲) و مسلم (۹۹۹) ' ابو دائود (۱۶۹۰) ' ابن حبان ۳۳۴۳' طبرانی کبیر ۲۳/۱۰۶۷' بیھقی ۱۷۹/٤' احمد ۲۶۸۸۱/۱۰۔

الفرائد: ① عورت اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے خاوند کے مال میں تصرف کر سکتی ہے۔ البتہ خاوند سے مشورہ کر لینا

زیادہ بہتر ہے۔ ② خاوند کواللہ کی راہ میں عورت کے خرچ کرنے پر سختی نہیں کرنی چاہئے۔ ③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکارم اخلاق میں اعلیٰ اخلاق پر قائم تھے۔

۳۲۷ : وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : قَدِمَتْ عَلَىَّ اُمِّىْ وَهِىَ مُشْرِكَةٌ فِىْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ: قَدِمَتْ عَلَىَّ اُمِّىْ وَهِىَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُ اُمِّىْ قَالَ :نَعَمْ صِلِىْ اُمَّكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَقَوْلُهَا :"رَاغِبَةٌ" اَىْ طَامِعَةٌ فِيْمَا عِنْدِىْ تَسْاَلُنِىْ شَيْئًا قِيْلَ كَانَتْ اُمَّهَا مِنَ النَّسَبِ وَقِيْلَ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَالصَّحِيْحُ الْاَوَّلُ۔

۳۲۷: حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میری والدہ میرے پاس آئیں جبکہ وہ مشرکہ تھیں اور یہ آنحضرت ﷺ سے زمانہ معاہدہ کی بات ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا کہ میری والدہ میرے ہاں آئیں ہیں وہ چاہتی ہیں کہ میں ان سے صلہ رحمی کروں کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اپنی والدہ کے ساتھ صلی رحمی کرو (اگر چہ وہ مشرک ہو)۔ (بخاری و مسلم)

رَاغِبَةٌ: مجھ سے کسی چیز کی خواہاں ہیں۔ یہ ماں نسب سے تھیں یا رضاعت سے؟ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ نسبی ماں تھی۔

تشریح ۞ قدمت علی امی: اسماء کی والدہ کا نام بقول ابن ماکولا قیلہ ہے دیگر کی تحقیق قتیلہ ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں داؤدی نے کہا اس کا نام ام بکر ابن التین کہتے ہیں ان کی مراد بنت عبدالعزیٰ کی کنیت ہو۔ اس کو حافظ ابو محمد کے حوالہ سے تاریخ دمشق میں لکھا ہے اور اس پر راء کا نشان زاء کی بجائے لگایا ہے۔ ابن سعد بن نضر بن مالک بن حسن بن عامر بن لوئی بن غالب ہے۔ اسماء کے حقیقی بھائی عبداللہ بن ابوبکر ہیں۔ یہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باپ کی طرف سے بہن ہیں۔ سفر ہجرت کے لئے اسماء نے زادِ راہ تیار کیا پھر اس کے برتن کا منہ ڈھانپنے کے لئے اور کوئی کپڑا نہ ملا تو اپنے کمر بند کو دو ٹکڑے کر کے اس کو باندھ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات النطاقین کا لقب دیا۔ ان کی زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے شادی ہوئی۔ جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اس وقت حاملہ تھیں۔ ہجرت کے بعد سب سے پہلے پیدا ہونے والے بچے یہی عبداللہ بن۔ عروہ کہتے ہیں اسماء نے سو سال کی عمر پائی۔ نہ ان کا دانت گرا نہ عقل میں فتور آیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۵۶ روایات نقل کی ہیں۔ مختصرا لتلقیح میں ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۸ نقل کیا ہے۔ بخاری و مسلم میں ۳۲ روایات ہیں۔ ۱۳ متفق علیہ ہیں ۵ میں بخاری منفرد اور چار میں مسلم منفرد ہیں۔ ان سے عبداللہ بن عباس اور ان کے بیٹے عبداللہ اور عروہ عبداللہ بن ابی ملیکہ نے روایت لی ہے۔ ان کی وفات ۷۳ھ جمادی الاولیٰ میں قتل عبداللہ کے تھوڑے دنوں بعد واقع ہوئی۔ عبداللہ کے جسم کو سولی سے اتارنے کے بعد چند رات زندہ رہیں۔ جو ۳ سے لے کر بیس بائیس تک بتلائی گئی ہے۔ تاریخ دمشق میں ابن ابی الزناد نے لکھا ہے کہ یہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی تھیں۔ حافظ ابو نعیم کہتے ہیں کہ ان کی ولادت ہجرت سے ۲۷ سال قبل ہوئی تھی۔ ان کی ولادت کے وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۱ سال تھی۔ تاریخ دمشق میں لکھا ہے کہ اپنے خاوند زبیر

رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ یرموک میں شریک ہوئیں۔ خلیفہ بن خیاط سے نقل کیا گیا کہ زبیر کی ان سے یہ اولادیں عبداللہ' عروہ' عاصم' منذر' مہاجر' خدیجہ' ام حسن و عائشہ ہوئیں اور ابن سعد نے طبقات میں فاطمہ بنت منذر سے نقل کیا کہ جب یہ بیمار ہوتیں تو اپنے تمام غلام آزاد کر دیتیں اور واقدی سے ابن سعد نے نقل کیا کہ ابن مسیب لوگوں میں سب سے بڑے معبر تھے۔ یہ تعبیر کا علم انہوں نے اسماء اور خود اپنے والد سے حاصل کیا تھا۔ تاریخ دمشق میں مصعب بن زبیر سے منقول ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عطیات مقرر کیے تو اسماء کے لئے ایک ہزار درہم مقرر کیے اور ایک روایت یہ ہے کہ مہاجرین کے لئے ایک ہزار مقرر کئے ان میں ام عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اسماء کے نام بھی تھے۔ (تہذیب نووی)

علی: مکہ سے مدینہ آئیں۔ **وھی مشرکة:** قیلہ کے اسلام کے متعلق اکثر کہتے ہیں اسلام نہیں لائیں (ابن اثیر) **فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:** زمانہ حدیبیہ مراد ہے (فتح الباری) ابن سعد اور طیالسی نے نقل کیا "**انھا قدمت علی ابنتھا بھدایا زبیب وسمن وقرط فابت اسماء ان تقبل ھدیتھا او تدخلھا بینھا' فارسلت الی عائشة سکلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لتدخلھا**" (الحدیث طیالسی) **قدمت علی امی:** بعض رواۃ نے مع ابیھا کے الفاظ بڑھائے ہیں بخاری الادب والجزیہ میں اضافہ موجود ہے۔ حافظ کہتے ہیں ان کے والد کا نام حارث بن مدرک بن عبید بن عمرو بن مخزوم ہے۔ ان کا تذکرہ صحابہ میں نہیں ملتا گویا شرک پر موت آئی (فتح الباری) تہذیب نووی سے جو پہلے قیلہ کا سلسلہ نسب ذکر کیا گیا وہ اس کے خلاف ہے۔

النحو: **وھی راغبة:** یہ جملہ حالیہ ہے۔ وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہیں۔ بعض نے کہا اس کا معنی عطیہ کی خواہش مند ہیں۔ روایت ابوذر میں ہے۔ میری والدہ آئیں وہ زمانہ قریش کی طرف رغبت رکھنے والی مشرکہ اور اسلام سے نفرت کرنے والی تھیں۔ پہلی روایت راغبہ کے مطابق صلہ رحمی کی طرف رغبت کرنے والی ہیں۔ دوسری روایت راغمہ اسلام سے متنفر ہیں۔ حافظ کہتے ہیں مستغفری نے نقل کیا کہ بعض پہلا حملہ لے کر ان کو صحابیت میں شمار کیا۔ جبکہ ابو موسیٰ نے اس کی تردید کی کہ کسی روایت سے اس کا اسلام ثابت نہیں۔ (فتح الباری)

افاصل امی: کیا صدقہ وغیرہ سے میں صلہ رحمی کروں کیا یہ مودت کفار سے شمار نہ ہوگا۔

قال نعم صلی امك: بخاری کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿**لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین**﴾ **صلی امك:** کا جملہ تاکید اہتمام کے لئے لایا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں ابن ابی حاتم نے سدی سے نقل کیا' یہ آیت ان مشرکین کے متعلق اتری جو مسلمانوں سے نرمی اختیار کرتے اور اخلاق سے پیش آتے۔ مگر ان دونوں کے شان نزول میں کوئی منافات نہیں۔ سبب خاص اور لفظ عام ہے۔ تو وہ سب کافر اس میں شامل ہیں جن کی نوعیت والدہ اسماء جیسی تھی۔ (فتح الباری) قریبی رشتہ دار مشرک سے صلہ رحمی کا جواز حدیث سے ثابت ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں قتیلہ یہ اسماء کی حقیقی والدہ ہیں جنہوں نے رضاعی والدہ کا قول کیا ان کو وہم ہوا۔ ممکن ہے اس کی کنیت ام بکر بھی ہو (فتح الباری)

تخریج: بخاری فی الھبة' الخبزیه الادب' مسلم فی الزکاۃ وابو داوٗد فی الزکاۃ (اطرف مزی) طیالسی ۱۶۴۳' ابن حبان ۴۵۰' احمد ۲۶۹۸۱/۱۰۔

الفرائد: ① ماں و باپ اگر کافر بھی ہوں تب بھی ان سے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔ ② حضرت اسماء دین کے معاملے میں کس

قدر محتاط تھیں۔

۳۲۸ : وَعَنْ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ عَنْهَا قَالَتْ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ" قَالَتْ :فَرَجَعْتُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَقُلْتُ لَهٗ :اِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَاْتِهٖ فَاسْاَلْهُ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنِّيْ وَاِلَّا صَرَفْتُهَا اِلٰى غَيْرِكُمْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ :بَلِ ائْتِيْهِ اَنْتِ فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا وَكَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهٗ ائْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْاَلَانِكَ :اَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلٰى اَزْوَاجِهِمَا وَعَلٰى اِيْتَامٍ فِيْ حُجُوْرِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ :فَسَاَلَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.

"مَنْ هُمَا؟" قَالَ :امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَ زَيْنَبُ - فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَيُّ الزَّيَانِبِ هِيَ؟" قَالَ امْرَاَةُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَهُمَا اَجْرَانِ اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۲۸: حضرت زینب بنت ثقفیہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کرو خواہ اپنے زیورات ہی سے ہو۔ حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹ کر آئی اور ان سے کہا تم تھوڑے مال والے آدمی ہو اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ اگر وہ تم پر خرچ کر دوں تو کیا مجھے کفایت کر جائے گا یا دوسروں پر خرچ کروں۔ مجھے عبداللہ نے کہا تم خود جا کر دریافت کرو (یہ زیادہ مناسب ہے) پس میں حاضر خدمت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک انصاری عورت بھی رسول اللہ ﷺ کے دروازہ پر میرے والی حاجت لے کر کھڑی تھی اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رعب دیا گیا تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر آئے تو ہم نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو جا کر عرض کرو کہ دو عورتیں آپ سے مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں۔ کہ کیا ان کو صدقہ اپنے خاوندوں اور زیر پرورش یتیموں پر کرنا درست ہے اور آپ کو ہمارے ناموں کی اطلاع مت دو حضرت بلال رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ دو عورتیں کون ہیں؟ تو بلال رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ایک انصاری عورت اور دوسری زینب۔ نبی کریم نے فرمایا: کونسی زینب؟ کہا عبداللہ بن مسعود کی بیوی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو (بتلاؤ کہ) انہیں دوگنا اجر ملے گا ایک قرابت کا اجر اور دوسرا صدقہ کا اجر۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **زینب الثقفیه امراۃ بن مسعود رضی اللہ عنہا:** ثقفیہ یہ ثقیف بروزن رغیف کی طرف نسبت ہے۔ **امراۃ کالفظ مرأۃ**: اور **مرۃ**: بولا جاتا ہے۔ یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں۔ مصنف نے ابن مسعود کے لئے عنہ اور زینب کے لئے الگ عنہا لکھا اس کی بجائے عنہما نہیں لائے کیونکہ ضمیر کا اقرب مرجع عبداللہ کا والد ہے اور وہ تو مشرک تھا۔ اس وہم سے بچانے کے لئے الگ الگ ضمائر لائے۔ زینب کا ذکر پہلے تھا مگر ضمیر تانیث کی مؤخر لا کر اشارہ کر دیا کہ مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے۔ تہذیب نووی میں ہے کہ ابن مسعودؓ کی زوجہ کے نام میں اختلاف ہے ایک جماعت نے زینب بتلایا یہ اکثر کا قول ہے۔ زینب بنت عبداللہ بن معاویہ ثقفی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام رایطہ یا ریطہ بنت عبداللہ ہے۔ **کذا ذکر الخطیب فی المبہمات**: ابن سعد نے زینب وارایطیہ دو بیویاں ذکر کی ہیں (طبقات) بعض نے رایطہ کے لفظ کو عربی نہیں مانا۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں ریطہ ہے رایطہ اہل عرب نہیں بولتے۔ فصیح لغت عائشہ ہے۔ بعض نے عیشہ کو فصیح لغت مانا (شرح الفصیح) مگر ابن حجر کہتے ہیں زینب ثقفیہ کو رایطہ بھی کہا جاتا ہے صحیح ابن حبان میں یہ ہے۔ ابن سعد نے ان کو الگ الگ قرار دیا۔ کلا بازی کو کہتے ہیں رایطہ زینب کے نام سے معروف ہے۔ طحاوی نے بھی اس کو پختہ قرار دیا۔ رایطہ ہی زینب **لا نعم لعبد اللہ امراۃ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیرھا**: (طحاوی) (فتح الباری)

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بخاری و مسلم میں دو روایات نقل کی ہیں۔ یہ حدیث باب متفق علیہ ہے۔ دوسری حدیث میں مسلم منفرد ہے۔ کل آٹھ روایات ان سے وارد ہیں۔ (مختصر التلقیح) **تصدقوا**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی جماعت کو یہ حکم فرمایا۔ **یا معشر النساء**: معشر، قوم، رہط، نفر یہ الفاظ جماعت کے لئے مستعمل ہیں۔ عورتوں کے لئے نہیں آتے (المصباح) مگر شیخ زکریا کہتے ہیں معشر اس جماعت کو کہتے ہیں جن کا معاملہ ایک ہو۔ مردوں یا عورتوں سے اس کی تخصیص نہیں ہے۔ (تحفۃ القاری)

ولو من حلیکن: حا کے فتحہ سے مفرد اور ضمہ سے جمع ہے۔ اصل میں فعول کے وزن پر ہے۔ جیسے **فلس و فلوس**: (المصباح) قاضی عیاض کہتے ہیں حلی وہ زیور جن سے عورت زینت حاصل کرتی ہے (مشارق للقاضی) صاحب فتح الدلالہ کہتے ہیں زیورات کے غایت بنانے کی وجہ یہ ہے کہ عورتیں زیورات کسی اہم کام کے علاوہ خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتیں۔ خلوص کو اس میں منحصر فرما کر گویا کہہ دیا صدقہ بہت ہی اہم کام ہے۔ پس جس طرح زیورات کو اہم کام میں خرچ کر دیتی ہو جبکہ اور کوئی چیز نہ ملے تو اسی طرح اس کو خرچ کرو جب اور چیز خرچ کرنے کے لئے نہ پاؤ۔ **فرجعت**: یہ تائے متکلم بھی ہوسکتی ہے اور تائے تانیث ہو تو التفات بن جائے گا۔ **حفیف ذات الید کم**: مال سے کنایہ ہے۔ یہ ان کی تحقیر کے لئے نہیں کہا بلکہ اگلی بات کی تمہید کے لئے کہا ہے۔ **امر بالصدقۃ**: امر سے مقصود امتثال امر ہے۔ نفلی صدقہ اولاد پر خرچ کرنے میں کسی کو کلام نہیں۔ فرض زکوۃ اصول و اولاد پر صرف نہیں ہوسکتا۔ ابن رسلان نے فرض کا صرف کرنا بھی درست لکھا ہے۔ **فاتہ فاسالہ**: کیا مجھے تم پر اور تمہاری اولاد پر صدقہ کرنا درست ہے۔ **فان کان ذلک یجزی عنی**: اگر اس طرح دینے سے میری زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نفلی صدقہ بن کر آگ سے بچنے کا ذریعہ بن سکے گا۔ فتح الباری میں اسی طرف اشارہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے ای **دفعتھا لکم**۔ **بل ائتیہ انت**: تم خود جاؤ یا تو یہ حیاء کی وجہ سے کہا یا سوال کا تعلق خود زینب سے تھا۔ **فانطلقت فاذا امراۃ**: ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نسائی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ **انطلقت**

امرأة عبدالله او زینب امراة ابی مسعود عقبه بن عمرو الانصاریه: (نسائی) مگر ابن سعد نے ابی مسعود کی عورت کا نام ہذیلہ بنت ثابت بن ثعلبہ انصاریہ ذکر کیا ہے۔ شاید اس کے دو نام ہوں یا ان لوگوں کو وہم ہوا جنہوں نے امراۃ عبداللہ کا نام نقل کیا تو اس سے منتقل ہوئے دوسرا نام بھی وہی لے دیا (فتح الباری) اذا: یہ مفاجاۃ کے لئے ہے۔ کسی شے کا اچانک پیش آنا۔ مثلاً خرجت فاذا الاسد بالباب: مطلب یہ ہے میرا نکلنا اور شیر کا نکلنا ایک ہی مکان میں جمع ہو گیا۔ ابن مالک اذا کو حرف اور مبرد ظرف مکان مانتے ہیں۔ زمخشری زجاج کی طرح ظرف زمان مانتے ہیں اور اس کا ناصب فعل فاجاہ ہے۔ اس کی ناصب خبر مذکور ہے یا مقدر ہے۔ قرآن مجید میں اس کا جہاں پر تذکرہ ہے وہاں مبتداء کی خبر اس کے بعد مذکور ہے۔ باب رسول الله صلی الله علیه وسلم آپ کے دروازے پر کھڑی تھی۔ حاجتها حاجتی: یہ انتہائی شاندار تعبیر ہے۔ قد القیت علیه المهابة: مہابہ یہ مصدر میمی ہے رعب کو کہا جاتا ہے۔ یہاں کان استمرار کے لئے ہے۔ آپ پر رعب و قار والے تھے۔ اگرچہ آپ حسن خلق اور شاندار تواضع والے تھے۔ آپ کے صحابہ آپ کی مجلس میں سر جھکائے بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

فخرج علینا بلال: یہ اس بات کے خلاف نہیں کہ آپ کے دروازے پر حاجب و بواب نہ تھا کیونکہ بلال اس غرض کے لئے نہیں تھے بلکہ ان دونوں کے وہاں پہنچنے کے وقت بلال آپ کے پاس تھے۔ آپ نے ان کو بھیجا کہ ان سے دریافت کریں کہ ان کے آنے کا مقصد کیا ہے؟ بان امراتین: بان میں با تاکید کے لئے زائد ہے۔ آپ کی اطلاع دی گئی کہ دو عورتیں دروازے پر کھڑی ہیں۔ ایجزی: ① یہ اجزاء سے ہو تو اس کا معنی ساقط کرنا ہوگا اور ② جزی یجزی سے ہو تو کفایت کرنا ہوگا۔ حجورهما: ان کی نگرانی اور تربیت میں ولا تخبره: اگر تم سے ہمارے متعلق نہ پوچھیں تو مت بتانا ہمیں حیا آتی ہے۔ ای الزیانب قال امراة عبد الله: بعض نسخوں میں اسی طرح ہے مسلم کی روایت میں ہے من هما؟ قال امرة من الانصار وزینب فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم ای الزیانب؟ فقال امرأة عبد الله: اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں: فلما صار الی منزله: جاء ت زینب امرأة ابن مسعود تستأذن علیه' فقیل یا رسول الله هذه زینب فقال ای الزیانب فقال امراة ابن مسعود۔ تمام کا مطلب یہ نکلا کہ آپ نے دریافت فرمالیا کہ وہ کون ہیں اور آپ کو بتلایا گیا کہ وہ عبداللہ کی بیوی ہے۔ لها: یہاں ضمیر واحد لائے کیونکہ یہ تو متعین تھیں دوسری کا جواب واضح تھا۔ البتہ مسلم میں لهما کی ضمیر ہے۔ حاصل جواب یہی تھا کہ دونوں کے لئے یہ درست ہے۔

اجران اجر القرابة: اولاد میں خرچ پر قرابت کا اجر ملے گا کہ اس نے صلہ رحمی کی جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ واجر الصدقة: اولاد اور خاوند میں صدقے کا ثواب بھی ملے گا۔ ابن مسعود ان کے خاوند تھے۔ حدیث میں وارد ہے کہ ان احق الناس بصرف صدقة التطوع والزکاة والنذر والکفارة والوقف والوصیة وسائر الوجوه البر الاقارب": شوافع علماء نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

تخریج: بخاری و مسلم کتاب الزکاۃ۔ یہ مسلم کے لفظ ہیں۔ نسائی فی عشرة النساء' ابن ماجه فی الزکاة' ترمذی' احمد ۱۶۰۸۲/۵' طیالسی ۱۶۵۳' طبرانی ۷۲۹/۲۴' ابن حبان ٤٢٤٨۔ طحاوی ۲۲/۲۔

الفرائد: ① حاکم کو نیک اعمال کے لئے مردوں اور عورتوں دونوں کو تلقین کرنی چاہئے۔ ② جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو

اجنبی عورت سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔ ③ گناہوں پر مواخذہ پر ڈرنا چاہئے۔ ④ عالم سے بڑا علم والا موجود ہو تب بھی عالم کو فتویٰ دینا درست ہے۔ بقول قرطبی حضرت بلال کا ان عورتوں کے نام ظاہر کر دینا باوجودیکہ انہوں نے نام چھپانے کا حکم دیا۔ اس کی غرض یہ تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے سوال کا جواب مل جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان دونوں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر لیا ہو۔

٣٢٩ : وَعَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ صَخْرِ ابْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ فِیْ قِصَّةِ هِرَقْلَ اِنَّ هِرَقْلَ قَالَ لِاَبِیْ سُفْیَانَ – فَمَا ذَا یَاْمُرُکُمْ بِهٖ؟ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ :یَقُوْلُ :اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَاتْرُکُوْا مَا یَقُوْلُ اٰبَاؤُکُمْ وَیَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

٣٢٩: حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طویل حدیث جو قصہ ہرقل (شاہ روم) سے متعلق ہے' میں روایت کرتے ہیں کہ ہرقل نے مجھے کہا وہ کس بات کا حکم دیتے ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے کہا وہ کہتے ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ان باتوں کو چھوڑ دو جو تمہارے آباؤ اجداد کہتے ہیں اور ہمیں حکم دیتے ہیں کہ نماز ادا کرو اور صدقہ کرو اور پاک دامنی اختیار کرو اور صلہ رحمی سے پیش آؤ"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **ابو سفیان**: ان کے حالات باب الصدق میں گزرے۔ **فی حدیثہ الطویل**: بخاری کتاب بدء الوحی اور مسلم کتاب الجہاد میں وہ روایت وارد ہے۔ **ہرقل**: یہ غیر منصرف ہے۔

فماذا یامرکم بہ یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یعنی سے جملہ ضرورۃً لانا پڑا کیونکہ پہلے مرجع موجود نہیں تھا۔ **اعبدوا اللہ وحدہ**: اس کو وحدہ لاشریک قرار دو۔ **شیئاً**: کسی بھی چیز کو شریک نہ کرو۔ تینوں عموم کے لئے ہے۔ شرک اصغر و اکبر دونوں کو شامل ہے کیونکہ کامل عبادت وہ ہے جو خالص رضاء الٰہی کے لئے ہو۔ **ما یقول اباؤکم**: آباء کے شرکیہ اعمال کو چھوڑ دو۔ **ویأمر**: معنی کے اعتبار سے یہ عطف ردیف کی قسم سے ہے کیونکہ توحید اور ترک کفر من جملہ اوامر نبوت سے ہے۔ گویا تفنن تعبیر کے لئے عبارت الگ لائے اور اس وجہ سے کہ دونوں کی نوع مختلف ہے۔ قول کا مدخول اصول ہیں اور اوامر کے مابعد اخلاق کا تذکرہ جن کا دارومدار اصول پر ہے۔ **بالصلاۃ و الصدق**: اقوال و افعال میں نماز اور سچائی کو مقدم کیا اور محارم سے بچنے اور صلہ رحمی کو ذکر کیا۔

تخریج: بخاری (۷)' مسلم (۱۷۷۳)' ترمذی (۲۷۱۷)' ابن حبان ۶۵۵۵' ابن مندہ ۱۴۳' بیہقی فی الدلائل ۳۸۰/۴' احمد ۲۳۷۰/۱۔

الفوائد: ① اللہ تعالیٰ کو عبادت میں یکتا ماننا چاہئے اور آبائی رسومات کو ترک کر دینا چاہئے؟ ② اچھے اخلاق' صلہ رحمی اور نماز کی ہمیشہ پابندی کرنی چاہئے۔

۳۳۰ : وَعَنْ اَبِی ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِنَّكُمْ سَتَفْتَحُوْنَ اَرْضًا يُذْكَرُ فِيْهَا الْقِيْرَاطُ" وَفِیْ رِوَايَةٍ سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَهِیَ اَرْضٌ يُسَمّٰی فِيْهَا الْقِيْرَاطُ فَاسْتَوْصُوْا بِاَهْلِهَا خَيْرًا : فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا" وَفِیْ رِوَايَةٍ : "فَاِذَا فَتَحْتُمُوْهَا فَاَحْسِنُوْا اِلٰی اَهْلِهَا فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا "اَوْ قَالَ " ذِمَّةً وَّصِهْرًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَالَ الْعُلَمَآءُ : الرَّحِمُ الَّتِیْ لَهُمْ كَوْنُ هَاجَرَ اُمِّ اِسْمَاعِيْلَ ﷺ مِنْهُمْ - "وَالصِّهْرُ" كَوْنُ مَارِيَةَ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْهُمْ۔

۳۳۰: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تم عنقریب ایسی سرزمین کو فتح کرو گے جس میں قیراط کا تذکرہ ہوتا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَهِیَ اَرْضٌ ...... "تم عنقریب مصر کو فتح کرو گے اس سرزمین میں قیراط کا لفظ بولا جاتا ہے وہاں کے لوگوں سے بھلائی کا سلوک کرنا کیونکہ ان کا ہمارے ساتھ ذمہ اور رشتہ ہے اور دوسری روایت میں: "فَاِذَا فَتَحْتُمُوْهَا ......" (مسلم) کہ جب تم اس کو فتح کرلو تو وہاں کے لوگوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ ان کا ہمارے ساتھ ذمہ اور رشتہ ہے یا فرمایا ذمہ اور سسرالی تعلق ہے۔

علماء نے فرمایا رحم سے مراد ہاجرہ ام اسماعیل کا ان میں سے ہونا ہے اور صہر کا مطلب ماریہ ام ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کا ان میں سے ہونا ہے۔

تشریح ❁ ابو ذر رضي الله عنه: ان کے حالات باب المراقبہ میں گزرے۔ انکم ستفتحون الرضا: یہ اخبار مغیبات سے ہے جو الحمدللہ واقع ہوئی۔

النَّحْوُ : سیفعل کی نفی لن یفعل سے اور یفعل کی ما یفعل سے آتی ہے۔ بقول زمخشری سین کا وعدو وعید پر داخل ہونا تاکید کا متقاضی ہے۔ (المغنی) ارض کا لفظ مذکر و مؤنث مستعمل ہے۔ القیراط: اس کی تصغیر قریریط اور جمع قراریط ہے۔ اسی وجہ سے اس کی اصل قراط ہے یہ یونانی لفظ ہے خرنوب کے دانے کو کہتے ہیں۔ یہ نصف دانق کے برابر ہے جو کہ ۱۲ دانے کے برابر ہے۔ نووی کہتے ہیں دینار و درہم کے جزء کو کہتے ہیں۔ اہل مصر اس کا کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ مسلم کی روایت میں صاف مصر کے الفاظ ہیں۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے۔ اس کو مصر بن بنصر بن سام بن نوح نے آباد کیا۔ یہ برقہ سے ایلہ اور اسوان سے ساقط النیل تک کا علاقہ ہے۔

فاستوصوا باهلها خيراً: یہ جملہ معطوفہ ستفتحون پر ہوسکتا ہے۔ ② جملہ مستانفہ ہے خیر کو عموم کے لئے نکرہ لائے۔

فان لهم ذمة: فاسببیہ ہے۔ ذمہ کا حق واحترام یعنی اس وجہ سے کہ ان کا حق واحترام ہے۔ فاذا: یہ ان شرطیہ کے خلاف تحقیق کے مواقع میں مستعمل ہے۔ فاحسنوا الى اهلها: ان کے ساتھ طرح طرح سے احسان کرنا۔ خیراً کا لفظ بھی اسی کی طرف اشارہ کررہا ہے۔

صہر کی تحقیق: ذمة ورحما او ذمة وصهرًا: راوی کو شک ہے کہ ذمہ کے بعد رحما کا لفظ فرمایا یا صہر کا فرمایا۔ الصهر:

عورت کے گھر والوں پر بولا جاتا ہے۔ بعض اہل عرب احماء واختان کو اصہار کہتے ہیں (المصباح) ازہری کہتے ہیں عورتوں کی طرف سے ذوی الارحام اور ذوات الارحام پر بولا جاتا ہے اور خاوند کے جو محرم قرابت دار ہیں وہ بھی عورت کے اصہار ہیں۔ ابن السکیت کہتے ہیں خاوند کی طرف سے جو باپ' بھائی' چچا کو احماء کہتے ہیں اور عورت کے یہی رشتہ دار اختان کہلاتے ہیں اور صہر کا لفظ دونوں کو جامع ہے۔

قول علماء: کون هاجر: یہ غیر منصرف ہے۔ خواہ تانیث معنوی کے طور پر یا علم و عجمہ ہونے کی بناء پر۔

منهم: اہل مصر سے ہیں۔ جبار مصر نے سارہ کی کرامت دیکھ کر بطور خدمت گار دی۔ سارہ نے ابراہیم علیہ السلام کو ہدیہ کر دیں ان سے اسماعیل پیدا ہوئے۔

الصهر: کی وجہ ماریہ ام ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے تھیں۔ دعوت اسلام پر مقوقس مصر نے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجیں۔ ماریہ سے ابراہیم سلام اللہ علیہ پیدا ہوئے جبکہ سیرین آپ نے حسان بن ثابت انصاری کو ہبہ کر دی۔ یہ تشریح متفق علیہ ہے۔ اس لئے کسی کی طرف نسبت کے بغیر تمام علماء کی طرف منسوب کر دی۔

تخریج: مسلم (۲۵۴۳) و (۲۲۷/۲۵۴۳)

الفرائد: اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ زمانے میں حاصل ہونے والی قوت اور شوکت کی خبر دی ہے۔ رحم کا مطلب ام اسماعیل کا اہل مصر سے ہونا ہے۔

---

۳۳۱ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُرَیْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ وَقَالَ یَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ یَا بَنِیْ كَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا بَنِیْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ ' یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ ' یَا بَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ ' یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا غَیْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

بِبِلَالِهَا قَوْلُهُ ﷺ هُوَ بِفَتْحِ الْبَاءِ الثَّانِیَةِ وَكَسْرِهَا وَالْبِلَالُ'' الْمَآءُ – وَمَعْنَی الْحَدِیْثِ : سَاَصِلُهَا شَبَّهَ قَطِیْعَتَهَا بِالْحَرَارَةِ تُطْفَاُ بِالْمَآءِ وَهٰذِهِ تُبَرَّدُ بِالصِّلَةِ۔

۳۳۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت ﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ ''کہ تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ'' اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو دعوت دی۔ وہ عام و خاص سارے جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنی عبد شمس اور اے بنی کعب بن لوی اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی مرہ بن کعب اپنے کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی عبد مناف اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی ہاشم! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی عبد المطلب اپنے کو آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ اپنے آپ کو تو آگ سے بچا۔ میں

تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے کہ تمہارے ساتھ رشتہ داری ہے۔ میں اس کا ضرور پاس کروں گا (یعنی دنیاوی اعتبار سے اور اسے دنیاوی معاملات کی حد تک ضرور ملحوظ خاطر رکھوں گا)۔

بِبَلَالِهَا : اَلْبَلَالُ پانی۔ معنی اس روایات کا یہ ہے کہ میں صلہ رحمی کروں گا (مسلم)

قطع رحمی کو حرارت سے تشبیہ دی جس کو پانی سے بجھایا جاتا ہے۔ رحم کو ٹھنڈک صلہ رحمی سے ہوتی ہے۔

تشریح ۞ **الاقربین**: قریب ترین رشتہ دار۔ **قریشًا**: نضر بن کنانہ کی اولاد کو قریش کہتے ہیں۔

نعم: آپ نے ان کو اس طریق سے بلایا جوان سب کیلئے عام تھا۔ **وخص**: بلانے میں بعض کو بالخصوص بلایا۔ **کعب بن لوی**: ہر ابن کا لفظ جو دو علم کے درمیان آئے جب تک کہ وہ سطر کی ابتداء میں نہ ہو اس میں الف حذف ہوگا۔ **انقضوا انفسکم من النار**: ایمان باللہ سے انکار اور اطاعت الٰہی اور عبودیت سے انکار پر مرتب ہونے والی آگ سے اپنے کو چھڑاؤ۔

بني عبد مناف: مناف میں فا تا سے بدل کر آئی ہے۔ منات مشہور بت کا نام ہے۔ بقول سہیلی اس کی والدہ منات کی خادمہ تھی۔ اسی وجہ سے اس کا نام عبد منات پڑ گیا۔ پھر قصی نے اس کو بدل کر عبد مناف بن کنانہ کے مطابق کر دیا۔ (روض الانف)

بني هاشم: ہاشم لقب اس لئے پڑا کہ وہ اپنی قوم کے لئے روٹی توڑ کر ثرید بناتا تھا اصل نام عمرو تھا۔ **بني عبدالمطلب**: مطلب اپنے بھتیجے شیبہ کو مدینہ سے اپنے پیچھے سوار کر کے لایا۔ اس کے کپڑے میلے کچیلے تھے مطلب سے پوچھا گیا کہ یہ کون ہے تو کہتا میرا غلام ہے تاکہ اس پر معاملہ مشتبہ رہے۔ یہ اسی طرح مشہور ہو گیا۔ (روض الانف)

یا فاطمة: بعض روایات میں ترخیم کے ساتھ یا فاطمہ ہے۔ یہاں سے خصوصی خطاب کی ابتداء فرمائی۔ **فاني لا املك لكم من الله شيئا**: نووی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ میری قرابت پر بھروسہ کر کے مت بیٹھ رہو میں کسی نقصان کو ہٹانے کی طاقت نہیں رکھتا جو اللہ تعالیٰ پہنچانا چاہے۔ **غیر**: یہ بید کے مترادف ہے۔ جیسا اس روایت میں ہے: **نحن الآخرون السابقون بیدانهم اوتوا الکتاب من قبلنا**" مگر یہاں معنی لکن کا ہے۔ **ان لکم رحما**: یہ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ **بلالها**: یہ با کے کسرہ و فتحہ دونوں سے منقول ہے۔ **بله و یبله** (المطالع) بلال وہ پانی یا دودھ جس سے حلق کو تر کریں۔ (المصباح)

لطیفہ ☆ قطع رحمی کو حرارت سے تشبیہ دے کر صلہ رحمی کو تری سے تشبیہ دی۔ جیسا حدیث میں ہے "**بلوا الارحام**" صلہ رحمی کرو) حرارت جو نفس میں مضمر ہے وہ استعارہ مکنیہ اور تری تخییلیہ بن گئی۔

تخریج: مسلم ٢٠٤) ترمذی (٣١٨٥) نسائی فی المجتبیٰ ٣٦٤٦' نسائی فی الکبریٰ ١١٣٧٧/٦' ابن حبان ٦٤٦۔

الفرائد: ① سب سے پہلے آدمی کو اپنے قریب ترین رشتے داروں کو دعوت دینی چاہئے۔ ② اہل فضیلت کو بھی ان کی رشتہ داری کوئی فائدہ نہ دے گی۔ ③ قطعہ رحمی بھڑکنے والی آگ ہے جبکہ صلہ رحمی اس کو بجھانے والی ہے۔

۞ ۞ ۞

٣٣٢ : وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جِهَارًا غَیْرَ سِرٍّ یَقُوْلُ : "اِنَّ اٰلَ بَنِیْ فُلَانٍ لَیْسُوْا بِاَوْلِیَآئِیْ اِنَّمَا وَلِیِّ یَ اللّٰهُ وَصَالِحُ

الْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنْ لَّهُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ - وَاللَّفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

۳۳۲: حضرت ابوعبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلے طور پر فرماتے سنا۔ خفیہ نہیں کہ آل نبی فلاں میرے دوست نہیں میرا دوست تو اللہ تعالیٰ اور نیک مؤمن ہیں البتہ ان کی رشتہ داری ہے جس کا لحاظ رکھوں گا۔ (بخاری و مسلم)

یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تشریح ۞ عمرو بن العاص رضی الله عنه: ان کے حالات باب بیان کثرت طرق الخیر میں گزرے۔

اللغۃ : جهاراً: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی زبان سے واضح فرمانے والے تھے۔ غیر مسرٍ: یہ صفت مؤکد حال ہے یا مفعول مطلق ہے۔ آل ابی فلان لیسوا الحابا ولیاء: یہ مسلم کے الفاظ ہیں البتہ بخاری نے اِن آل ابی کے بعد بیاض چھوڑی۔ شیخ زکریا کہتے ہیں فلان سے مراد ابوطالب یا ابوالعاص بن امیہ مراد ہے اور آل سے مراد وہ لوگ جو ان میں سے مسلمان نہیں ہوئے۔ (تحفۃ القاری)

سیوطی نے مستخرج ابی نعیم میں یہ لفظ نقل کئے: اِن آل ابی طالب: اس کا راوی ناصبی عنبسہ بن عبدالواحد ہے۔ بعض نے کہا غیر مومن مراد ہیں راوی نے مفسدہ کی وجہ سے ابہام کیا ہے۔ دمامینی نے ابن عربی کی سراج المریدین سے نقل کیا کہ مراد آل ابی طالب ہے۔ مطلب یہ ہے میں اپنے قرابت اور خاندان والوں کو مسلمانوں سے الگ ولایت سے خاص نہیں کرتا صرف ان کی رحم کی رشتہ داری کا حق پورا ادا کروں گا۔ اہل عرب قطع کرنا اور روکنا یُبس سے صلہ رحمی کو بل سے تعبیر کرتے ہیں۔

انما ولی اللّٰہ: میری مددگار جس سے تمام امور میں مدد حاصل کرتا ہوں وہ اللہ جل شانہ ہے۔

صالح المؤمنین: صالح کا لفظ مضاف استعمال ہوا ہے عموم پر دال ہے۔ اس آیت میں بھی اسی طرح ہے: ﴿وصالح المؤمنین والملٰٓئکة بعد ذلك ظهیر﴾ جو روایت میں مذکور ہیں ولایت کا حصر ان میں معلوم ہوتا ہے۔ کواشی کہتے ہیں صالح المؤمنین سے مراد ابوبکرؓ عمرؓ یا علیؓ یا نفاق سے بری مؤمن یا انبیاء علیہم السلام۔ صالح المؤمنین اگرچہ مفرد ہے مگر مراد جمع ہے جیسا السارق والسارقة۔ بعض نے کہا کہ یہ واؤ کے ساتھ جمع تھا کتابت میں مفرد لکھ دیا۔ لکن: عدم مواصلت کے وہم کو دور کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج: بخاری (۵۹۹۰) مسلم (۲۱۵) بزاز' احمد ۶/۱۷۸۲۰۔

الفرائد : ① مسلمان اور کافر کی ولایت نہیں خواہ وہ اسی کا نسب کے لحاظ سے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ ② کافر کے ساتھ صلہ رحمی اس وقت درست ہے جبکہ اس کے اندر کوئی دینی فساد نہ ہو۔

۳۳۳ : وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ خَالِدِ بْنِ زَیْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُّدْخِلُنِی الْجَنَّةَ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ - فَقَالَ النَّبِیُّ: "تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِكُ بِہٖ شَیْئًا وَّتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۳۳: حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے اور آگ سے دور کردے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا اور نماز کو قائم کر اور زکوٰۃ ادا کرتا رہ اور صلہ رحمی کیا کر (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ابوایوب خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عرف بن غنیم بن مالک بن النجار الخزرجی المدنی رضی اللہ عنہ یہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ بیعت عقبہ میں موجود تھے۔ بدر' احد' خندق بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے۔ مدینہ آمد پر آپ ان کے مکان میں اپنے حجرات بننے تک مقیم رہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۵۰ روایت مروی ہیں سات متفق علیہ ہیں۔ ایک میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔ ان سے براء بن عازب' جابر بن سمرہ' ابوامامہ باہلی' زید بن خالد الجہنی' ابن عباس رضی اللہ عنہم نے روایات لی ہیں اور بہت سے تابعین نے ان سے روایت کی ہے۔ ۵۰ھ غزوۂ روم کے موقعہ پر استنبول میں وفات پائی۔ بعض نے سن وفات ۵۱ھ' ۵۲ھ بتایا ہے۔ ان کی قبر قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے نیچے ہے۔

ان رجلاً: شیخ زکریا کہتے ہیں یہ خود راوی حدیث مراد ہیں ابن قتیبہ کا قول ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ راوی اپنے کو مبہم رکھے۔ بخاری کے ہاں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں ان کا نام ایک اعرابی کے ساتھ اس کے منافی نہیں بلکہ تعدد واقعات کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔ اس اعرابی کا نام ابن المنتفق یا لقیط بن صبرہ ہے۔ (تحفۃ القاری)

النحو: **یدخلنی الجنة**: جواب امر کی وجہ سے مجزوم بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ② مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ **تعبد الله ولا تشرك به شيئا**: اس کا ماقبل پر عطف ہے۔ بیان عبارت کے لئے مقید ہے۔ ② مبتدا کو مضمر مانیں تو حال ہے۔ **تقسيم الصلاة**: تمام کو تمام ارکان شرائط وسنن کے ساتھ ادا کرنا۔ **توتی الزكاة وتصل الرحم**: تؤتی یہ تعطی کے معنی میں ہے خاص طور پر صلہ رحمی کو ذکر کیا سائل کے قرب کی وجہ سے یا اسکی نسبت سے وہ اہم تھا کیونکہ وہ قطع رحمی کا مریض تھا اس کو سب سے پہلے صلہ رحمی کا حکم دیا۔ عبادت کے بعد نماز کا تذکرہ عطف خاص علی العام کی قسم سے ہے۔

تخریج: بخاری فی الزکاۃ' مسلم فی الایمان' نسائی فی الصلاۃ والعلم (مزی) احمد ۹/۲۳۶۰۹' ابن حبان ۳۲۴۶' طبرانی ۳۹۲۴۔

الفرائد: لوگوں کو ایسے ہی انداز سے خطاب کرنا چاہئے جو ان کے لئے مناسب ہو۔ دخولِ جنت کے لئے عقائد و اعمال ہر دو کی ضرورت ہے۔

۞ ۞ ۞

٣٣٤ : وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَكَةٌ ، فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ تَمْرًا فَالْمَآءِ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ" وَقَالَ :"الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ ، وَعَلٰى ذِى الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۳۳۴: حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ

افطار کرے تو اسے کھجور سے افطار کرنا چاہئے کیونکہ وہ برکت والی چیز ہے اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی کے ساتھ اس لئے کہ وہ پاک اور پاک کرنے والا ہے اور فرمایا مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ دو صدقے ہیں۔ ایک صدقہ اور دوسرے صلہ رحمی۔ ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ❁ **سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ**: ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ عامر بن اوس بن حجر بن عمرو بن حارث بن تیم بن ذہل بن مالک بن سعد بن بکر بن ضبیہ بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر الضبی رضی اللہ عنہ۔ مسلم کہتے ہیں صحابی میں ضبی صحابی یہی ایک ہیں۔ یہ بصرہ میں مقیم ہوئے۔ جامع بصرہ کے قریب ان کا مکان تھا۔ ان سے محمد، حفصہ سیرین دونوں اولادوں نے روایت نقل کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۳ روایات نقل کی ہیں ایک میں بخاری منفرد ہے۔ جس کو مختصراً تلقیح میں ذکر کیا گیا ہے۔ نووی نے اسی پر اکتفاء کیا کہ بخاری نے ان سے ایک روایت نقل کی ہے۔ **افطر احدکم**: روزے کو افطار کرنے لگے۔ **تمر**: اسم جنس جمع ہے کم سے کم مقدار تین ہے۔ جب تر کھجور نہ ہو ورنہ وہ مقدم ہے جیسا کہ آپ کے فعل سے ثابت ہے۔ **فانہ برکۃ**: مناسب مقدار نگاہ کی محافظ ہے۔ معدہ کے فضلہ کو خارج کرتی ہے اور غذاء کا کام دیتی ہے۔ بعض اطباء نے اس کو ضعف بصر کا باعث قرار دیا مگر وہ کثرت پر محمول ہے۔ **فالماء**: تو پانی سے افطار کرے جیسا دوسری روایت میں وارد ہے۔ **فانہ طھور**: وہ معنوی و حسّی خبائث کے ازالہ کا باعث ہے۔ اس حدیث سے ان لوگوں کی تردید کی گئی جنہوں نے مکہ مکرمہ میں کھجور ہوتے ہوئے پانی کو ترجیح دی۔ ان دونوں کا جمع کرنا مستحسن ہے۔ یہ مذکورہ ترتیب استحباب کو ظاہر کرتی ہے اگر کسی نے کھجور کی موجودگی میں پانی سے افطار کر لیا تو پانی والی سنت افطار اس کو حاصل ہوگئی۔ **قال**: اس کا عطف پہلے قال پر ہے۔ یہ سلمان کی روایت کے الفاظ ہیں۔ **صدقہ**: مسکین پر صدقہ کرنے کا ثواب ایک درجہ ہے۔ **وعلی ذی الرحم** اور ماں اور باپ کے قرابت داروں پر صدقہ۔ **ثنتان صدقہ وصلہ**: دو بڑے ثواب ملنے کا باعث ہے۔ ایک صلہ رحمی دوسرا صدقہ۔

تخریج: ترمذی ۳۱۱' احمد ۵/۱۶۳' نسائی والکبریٰ ۳۳۱۹' ابن ماجہ' دارمی' ابو داؤد' ابن عدی مگران دونوں نے فَاِنَّہٗ بَرَکَۃٌ کے الفاظ نقل نہیں کئے۔ جامع صغیر میں اس کو ابن خزیمہ اور ابن حبان اور حاکم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ عبد الرزاق ۷۵۸۷۔

الفرائد: کھجور سے روزہ کھولنے میں خیر و برکت ہے اگر وہ میسر نہ ہو تو پھر پانی کیونکہ اس میں طہارت نفس اور راحت بدن ہے۔ ذی رحم پر خرچ کرنا دوسرے کو صدقہ دینے سے دوگنا بڑھ کر ہے۔

❁ ❁

۳۳۵ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَتْ تَحْتِي امْرَاَةٌ وَّكُنْتُ اُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِيْ : طَلِّقْهَا فَاَبَيْتُ فَاَتٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "طَلِّقْهَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۳۳۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے مجھے محبت تھی مگر عمر اس کو پسند نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے فرمایا اس کو طلاق دے دو میں نے انکار کر دیا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات کا تذکرہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کو طلاق دے دو۔ (ابوداؤد' ترمذی)
ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ **كانت تحتى امراة**: اس عورت کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ **فقال بى طلقها**: عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی کسی بات کو ناپسند کرتے ہوئے ان کو طلاق کا حکم دیا یا دینی ضرر کے پہنچ جانے کے خطرے سے طلاق کا حکم دیا۔ **فابيت**: میں نے اس کی محبت کی وجہ سے انکار کیا۔ **فذكر له ذلك**: یعنی میرا انکار اور طلاق سے باز رہنا۔ **فقال النبى صلى الله عليه وسلم**: آپ نے والد کے ساتھ مزید حسن سلوک کے تقاضے کے طور پر طلاق کا حکم فرمایا۔ کلام سے ظاہر یہی متبادر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے طلاق دے دی کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں سبقت کرنے والے تھے۔ کمال اتباع ان کے دل میں آپ کے حکم کی مخالفت کا خیال بھی گزر نہیں سکتا۔

تخریج: احمد ۲/۴۷۱۱' ابو داؤد' ترمذی' ابن ماجه' طیالسی ۱۸۲۲' ابن حبان ۴۲۶' حاکم ۲۷۹۷۔

الفرائد: ① والد کی بات کا بیٹے کو احترام کرنا چاہئے۔ والد کی اطاعت نفس کی چاہت سے مقدم ہے۔ ② باہمی نزاع میں اولی الامر سے فیصلہ کرانا اور ان کا فیصلہ ماننا ضروری ہے۔

۞ ۞ ۞

۳۳٦ : وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ لِى امْرَاَةً وَّاِنَّ اُمِّى تَاْمُرُنِى بِطَلَاقِهَا؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَاَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ اَوِ احْفَظْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۳۳٦: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہنے لگا میری ایک بیوی ہے اور میری ماں مجھے حکم دیتی ہے کہ میں اس کو طلاق دے دوں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ والد جنت کے دروازوں میں سے درمیانہ دروازہ ہے پس اگر تو چاہتا ہے تو اس دروازے کو ضائع کر دے یا اس کی حفاظت کر۔ (ترمذی) اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ **ابو الدرداء**: رضی اللہ عنہ ان کا نام عویمر ہے ان کے حالات باب ملاطفة الیتیم میں گزر چکے ہیں۔ **امى تامرنى بطلاقها** میں اس کی محبت یا کسی اور وجہ سے اس کو طلاق دینا پسند نہیں کرتا۔ **الوالد**: والدین اوپر تک دونوں کو شامل ہے۔ **اوسط الجواب الجنه**: اوسط سب سے اعلیٰ جنت کا دروازہ ہے۔ عرب کہتے ہیں اوسط قومہ یعنی ان میں بہترین (ابوالمدنی) حافظ عراقی کہتے ہیں والدین سے حسن سلوک جنت کے وسطی دروازے سے داخلے کا ذریعہ ہے۔ عاقولی کہتے ہیں والدین سے حسن سلوک سب سے بہتر راستہ ہے جس سے آدمی جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ عراقی کی بات سب سے بہتر ہے۔

فان شئت فاضع ذلك الباب: اس کے حسن سلوک کو چھوڑ کر اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کر کے اگر تو چاہتا ہے تو ضائع کر دے۔ **یا احفظه:** اس کی حفاظت کر۔ اگر چہ طلاق دینا واجب نہیں لیکن حسن سلوک اور ان کے ارشاد کا تقاضا ہے۔ جمہور علماء کا قول یہی ہے کہ واجب نہیں ہے۔ امر مباح سے مندوب مؤکد بن گیا۔ قرطبی کہتے ہیں ان کے حکم کی اطاعت واجب ہے اگر چہ اصل کے لحاظ سے واجب نہیں بلکہ مباح ہے۔ مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ والدین کی اطاعت واحسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت وتوحید کے وجوب کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ پس پہلا قول صحیح ہے اور حدیث ابن عمرؓ میں بھی اسی طرح وارد ہوا ہے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اصلی تو نئے پیش آنے والے حکم سے اٹھ جاتا ہے تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے حکم سے اٹھا کیونکہ اس نے ہم پر ان کی اطاعت واحسان واجب کیا اور ان کے حکم کی تعمیل اسی سے ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی مگر صرف ان کی بات کو ماننے سے اور اس لئے بھی کہ ان کے حکم کی مخالفت عقوق میں داخل ہے۔ (المفہم للقرطبی)

قرطبی کے اس کلام میں کمزوری ہے۔ **فان شئت:** یہ مدرج ہے اور کلام ابی الدرداء سے ہے۔

تخریج: احمد ۱۰/۲۷۵۸۱ طیالسی ۹۸۱ حمیدی ۳۹۵ ترمذی حاکم ۷۲۵۱ ابن ماجہ ابن حبان ۴۲۵۔

الفوائد: اطاعت والدین سے جنت ملتی ہے۔ والدین کے حکم کی اطاعت لازم ہے اگر چہ وہ واجب نہ ہو بلکہ مباحات سے ہو۔

٣٣٧ : وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ- وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مَشْهُوْرَةٌ :مِنْهَا حَدِيْثُ اَصْحَابِ الْغَارِ ، وَحَدِيْثُ جُرَيْجٍ وَّقَدْ سَبَقَا ، وَاَحَادِيْثُ مَشْهُوْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ حَذَفْتُهَا اخْتِصَارًا وَمِنْ اَهَمِّهَا حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ عَنْبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الطَّوِيْلُ الْمُشْتَمِلُ عَلٰى جُمَلٍ كَثِيْرَةٍ مِّنْ قَوَاعِدِ الْاِسْلَامِ وَاٰدَابِهٖ وَسَاَذْكُرُهٗ بِتَمَامِهٖ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ بَابِ الرَّجَآءِ قَالَ فِيْهِ : دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِمَكَّةَ يَعْنِيْ فِيْ اَوَّلِ النُّبُوَّةِ فَقُلْتُ لَهٗ :مَا اَنْتَ؟ قَالَ : "نَبِيٌّ" فَقُلْتُ : "وَمَا نَبِيٌّ؟" قَالَ :اَرْسَلَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى :فَقُلْتُ بِاَيِّ شَيْءٍ اَرْسَلَكَ؟ قَالَ : "اَرْسَلَنِيْ" بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَكَسْرِ الْاَوْثَانِ وَاَنْ يُّوَحَّدَ اللّٰهُ لَا يُشْرَكُ بِهٖ شَيْءٌ وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ" وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۳۳۷: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس باب کے متعلق صحیح میں بہت سی احادیث مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک وہ حدیث اصحاب غار والی اور حدیث جریج ہر دو گزر چکی ہیں۔ ان احادیث مشہورہ کو میں نے خود حذف کر دیا ہے۔ ان میں سے زیادہ اہم روایت حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی ہے۔ طویل روایت

ہے۔اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے بہت سے قواعد پر مشتمل ہے اس کو مکمل باب الرجاء میں ذکر کیا جائے گا۔
اس میں یہ بھی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ میں یعنی ابتداء نبوت میں حاضر ہوا۔ میں نے سوال کیا آپ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نبی ہوں۔ میں نے پوچھا نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے صلہ رحمی اور بتوں کو توڑ پھینکنے کے لئے بھیجا ہے اور اس بات کے ساتھ بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور تمام حدیث بیان فرمائی۔ واللہ اعلم

تشریح ۞ **الخاله بمنزلة الام:** اس باب میں بہت سی مشہور احادیث ہیں مثلاً غار والی روایت۔ ② جریج والی گزر چکیں۔ میں نے اختصار کے لئے حذف کر دیا ان میں اہم ترین عمرو بن عبسہ والی روایت ہے جو کہ اسلام کے بہت سے آداب وقواعد پر مشتمل ہے۔ باب الرجاء میں آئیں گے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی دور میں میں آپ کے پاس گیا میں نے کہا ما انت؟ آپ نے فرمایا: میں نبی ہوں۔ میں نے کہا نبی کیا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے کہا کس چیز کو دے کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: صلہ رحمی کے ساتھ بھیجا ہے اور بتوں کو توڑنے کے لئے اور یہ کہ اس کو وحدہ لاشریک مانا جائے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور پوری روایت ذکر کی۔ واللہ اعلم اور اسی سے مدد وقوت مل سکتی ہے۔ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: یہ عمرة القضاة کی بات ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے تو حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی یا عم پکارتی ہوئی چلا دی۔ اس کو علی رضی اللہ عنہ نے پکڑ کر فاطمہ کو کہا یہ تمہارے چچا کی بیٹی ہے اس کو اٹھالو۔ اس کے متعلق علی، زید، جعفر نے باہمی جھگڑا کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا: الخاله بمنزلة الام: علقمی کہتے ہیں اس خاص معاملے میں خالہ بمنزلہ ام ہے۔ میلان، جھکاؤ، بچے کے لئے جو مناسب ہے اس کے لئے راہنمائی۔ ان لوگوں کے لئے اس میں کوئی دلیل نہیں جو اس بات کے قائل ہو گئے کہ خالہ وارث ہو گی۔ باقر رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل روایت ہے کہ الخالة والدة ۔ الخاله ام کا مطلب یہ ہے کہ وہ بمنزلہ ماں ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ حقیقی ماں ہے۔ نووی نے اس روایت کو انواع بر کے طور پر ذکر کیا حسن سلوک میں وہ ماں کی طرح ہے۔

تخریج: ترمذی (۱۹۰٤)، ابو داؤد، بخاری (۲٦۹۹)، احمد ۱/۷۷۰۔

الفرائد: ① نبی و رسول کا فرق۔ ② ماں کی وفات کے بعد خالہ کو بچے کے پالنے پوسنے کا حق سب سے زیادہ ہے۔ ③ والدہ کے ساتھ حسن سلوک کی طرح خالہ سے حسن سلوک کیا جائے گا۔

۴۱: بَابُ تَحْرِيْمِ الْعُقُوْقِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ

باب: قطع رحمی اور نافرمانی کی حرمت

العقوق: عقوق سے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کی نافرمانی کرنا۔ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ یہ عق سے لیا گیا جس کا معنی کاٹنا اور مخالفت کرنا ہے۔ ہر ایسا کام جو اس طرح کا ہو کہ اس میں بہت زیادہ تکلیف پہنچنے کا احتمال ہو وہ نافرمانی میں شامل ہوگا۔ قطع رحمی یہ صلہ رحمی کی ضد ہے۔ اس پر کلام پہلے باب میں گزر چکی۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ" ﴾ [محمد:۲۲،۲۳]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"پس یقیناً قریب ہے کہ تمہیں اقتدار مل جائے تو زمین میں فساد کرنے لگو اور قطع رحمی کرو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی اور ان کو بہرہ اور انکی آنکھوں کو اندھا کر دیا"۔ (محمد)

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ، اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾ [الرعد:۲۵]

ارشاد جل مجدہ ہے:

"اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پختہ وعدوں کو مضبوط باندھنے کے بعد توڑتے ہیں اور اس چیز کو کاٹتے ہیں ان لوگوں پر لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے"۔ (الرعد)

عهد الله: اللہ تعالیٰ نے جن احکام و اوامر کی ذمہ داری ان پر ڈالی ہے۔ اس کو توڑتے ہیں۔

من بعد ميثاقه: جس کو قبول اقرار سے انہوں نے پختہ کر لیا ہے۔ صاحب کشاف نے اس کو استعارہ تحقیقہ قرار دیا ہے۔ جیسا والذين ينقضون: میں ہے۔ عہد کے لئے پوشیدہ عہد کو صلہ کے جامع شخص کے لئے بطور استعارہ استعمال کیا اور نقض عہد کو اس کے ابطال کے لئے استعارۃً لائے۔ وعدہ کو صراحۃً باطل کرنا مطلق ابطال کو جامع ہے۔

ان يوصل: یہ ضمیر مجرور کا بدل ہے اور اس سے مراد رحم اور ایمان والوں سے موالات و دوستی اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا اور تمام لوگوں کے حقوق کی حفاظت بھی اسی میں شامل ہے۔ ويفسدون في الارض: وہ زمین میں فتنے برپا کر کے اور ظلم سے فساد مچاتے ہیں۔ اولئك لهم اللعنة: لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کو کہتے ہیں۔ سوء الدار: عذاب جہنم۔ ② دنیا کا برا انجام کیونکہ یہ اچھے انجام کے بالمقابل ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا﴾ [الاسراء:۲۳]

اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

اور تیرے رب نے حکم دیا کہ تم اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اگر تمہارے سامنے ان میں سے کسی ایک کا بڑھاپا آ جائے یا دونوں کا بڑھاپا تو ان کو اُف تک مت کہو اور ان کو ڈانٹو مت اور اچھی بات ان کو کہو اور عاجزی کے بازو کو ان کے لئے جھکا دو اور اس طرح (ہماری بارگاہ میں) کہو اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں میری تربیت و پرورش کی"۔ (الاسراء)۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ: اس میں استعارہ مکنیہ ہے کہ جس کے پیچھے استعارہ تخییلیہ ہے۔ کما ربیانی صغیراً کما: میں کاف تعلیلیہ ہو سکتا ہے جیسا اس آیت میں "کما ھداکم": اس صورت میں احتمال ہے کہ ان دونوں کے لئے تمہاری دعا کا سبب مذکور ہو۔ ② اور یہ بھی احتمال ہے کہ بطور نظیر لائے اور اصل رحمت تا مدمراد ہو کہ جس طرح تمام تر جہد میری تربیت کے لئے صرف کر دی جب کہ وہ میرا بچپن اور انقطاع کا زمانہ تھا۔ مناسب یہ تھا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کو مقدم کرتے کیونکہ اس عقوق کی صراحۃً ممانعت ہے۔ قیاس کا بھی تقاضا ہے اور لازم بھی ہے کہ والدین پر احسان کریں کیونکہ کسی چیز کا حکم اس کے خلاف کی ممانعت ہوتی ہے۔ قطع تعلقی کا ارتکاب ہوتا ہے۔ البتہ اس طرح کہا جائے گا کہ قطع رحمی کی وجہ سے یہ بھی عقوق میں شامل ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو قطع کیا جس کے ملانے کا حکم دیا ہے اس کے متعلق قرآن مجید سے ایسی دلیل ذکر کی ہے جو اس کی تحریم کو بھی شامل ہے اور قطع رحمی کو بھی شامل ہے۔ پھر بطور اہتمام اس کی خصوصیات ذکر کی ہیں۔

۳۳۸ : وَعَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ ثَلَاثًا : قُلْنَا : بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ" وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ : "اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ ، فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهٗ سَكَتَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۳۸: حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ گناہ نہ بتلا دوں؟" آپؐ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہؐ۔ ارشاد فرمایا: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانا' (۲) والدین کی نافرمانی' آپؐ پہلے ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر آپؐ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا اچھی طرح سن لو جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی پھر آپؐ اس کو مسلسل دہراتے رہے (تاکیداً) یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش آپ ﷺ خاموش ہو جائیں (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ ابوبکر: رضی اللہ عنہ کے حالات گزر چکے۔ الا انبئکم باکبر الکبائر: الا کا کلمہ مخاطب کو خبردار کرنے کے

لئے آتا ہے۔ یہ اس مقام پر لاتے ہیں جہاں اہتمام مقصود ہو۔ **کبائر**: کبیرۃ کی جمع ہے۔ گناہ کی دو قسمیں ہیں: ① صغائر و کبائر۔ کبیرہ وہ ہے جس کے متعلق کتاب وسنت میں وعید آئی ہو۔ امام حرمین کی رائے ہر ایسا جرم جو یہ ظاہر کرے کہ اس کا مرتکب دین ودیانت کی کم پروا کرنے والا ہے۔ اس میں بہترین کتاب شیخ احمد بن حجر ہیتمی کی کتاب **الزواجد عن اقتراف الکبائر** ہے۔

قلنا بلی یا رسول اللہ: صحابہ کرامؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کس قدر یقین تھا کہ عدم احتیاج کے باوجود فائدہ حاصل کرنے اور شریعت کے احکام معلوم کرنے اور آپ کے کمالات وعلوم سے جلا پانے کے لئے عرض کر دیا کہ آپ ضرور ضرور بتلائیں۔ **الاشراك باللہ**: کفر تمام اقسام سمیت مراد ہے۔ **عقوق الوالدین**: دونوں کو اکٹھا لائے کیونکہ کسی ایک کی نافرمانی دوسرے کی نافرمانی کو لازم کرتی ہے۔ ② ان میں سے ایک ہو یا دونوں ہوں۔ ③ ایک کی نافرمانی دوسرے کی نافرمانی کی طرف لے جاتی ہے۔

ایک سوال: اکبر الکبائر تو ایک ہی ہے اور وہ شرک ہے تعدد کا کیا معنی ہے؟ قتل وزنا عقوق سے بھی بڑھ کر ہیں ان کا بھی تذکرہ نہیں۔

الجواب: اگر اکبر سے حقیقی بڑائی مراد ہو تو پھر ایک ہی ہے اور اگر اکبر سے اضافی بڑائی مراد لی جائے۔ پھر تعدد میں کوئی اشکال نہیں۔ ایک دورے کی نسبت سے بڑا ہونا مراد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کئی کی طرف اشارہ فرمایا: **اتقوا السبع الموبقات**: الحدیث اس صورت میں اکبر نسبتی مراد ہے اور قتل وغیرہ کا اس روایت میں چھوڑنا اس لئے ہے کہ دوسری روایات سے ان کا بڑا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مواقع میں حاضرین کے حالات کو پیش نظر رکھتے تھے اور اسی بات پر احادیث **افضل الاعمال الصلاۃ**: وغیرہ احادیث' **افضل الاعمال الجهاد' افضل الاعمال برّ الوالدین** کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔ **وکان متکئا فجلس**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے۔ گناہ کی شدت قباحت کو ظاہر کرنے کے لئے آپ سیدھے بیٹھ گئے کہ یہ شدید گناہ ہے اس سے تاکید تحریم' قباحت شدیدہ ظاہر فرمائی چونکہ لوگ اس میں سستی برتنے والے تھے شرک سے مسلمان کا دل دور ہٹنے والا ہے اور عقوق سے مسلمان کی طبیعت روکنے والی ہے مگر جھوٹ پر آمادہ کرنے والی متعدد چیزیں ہیں مثلاً حسد' عداوت اس لئے پورے اہتمام سے اس کی مذمت کی گئی تا کہ اس کے متعدی مفاسد سے مسلمان بچا رہے۔ **الا وقول الزور**: ومستانفہ بھی ہو سکتی ہے تا کہ اس کے گناہ کی بڑائی زیادہ سامنے آئے۔ ② محذوف پر عطف کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ **ای اترکوا ما ذکر من الکبائر وقول الزور**: قول زور کا مطلب دوسرے پر جھوٹ کہنا ہے۔ **وشهادة الزور**: ابن دقیق العید کہتے ہیں یہ عام کے بعد خاص کی قسم ہو لیکن تاکید مراد لینا زیادہ بہتر ہے۔ اگر ہم قول کو مطلق مان لیں تو ایک جھوٹ کا کبیرہ ہونا لازم آتا ہے حالانکہ اس طرح نہیں اس میں تو کلام نہیں کہ گناہ کا بڑا ہونا اور اسکے مراتب مفاسد کے مختلف ہونے سے مختلف ہیں اور اس ارشاد الٰہی میں اس طرح ہے: ﴿**ومن یکسب خطیئة او اثما ثم یرم به بریئا فقد احتمل بهتانا واثما مبینا**﴾ کہ جس نے کوئی غلطی کی یا گناہ کمایا پھر اسے کسی بری الذمہ پر لگا دیا تو اس سے بہت بہتان باندھا اور کھلے گناہ کا ارتکاب کیا'' تو گناہ کے درجات متفاوتہ آیت میں ذکر کئے گئے۔

یکررھا: اس کلمہ کولغوی اعتبار سے یہی بنتا ہے۔ ② شہادت مراد ہے کیونکہ سب سے قریب ہے۔ لیتنه سکت: یہ کلمہ صحابہ نے شفقت کے طور پر کہا اور اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہا جو چیز آپ کو پریشان کرنے والی تھی یا اس ڈر سے کہا کہ آپ کی زبان پر کوئی ایسی بات نہ جاری ہو جس سے عذاب اتر پڑے۔

فَائِدَہ: اس سے صحابہ کرامؓ کی آپ سے محبت اور ادب کا بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ جو چیز آپ کو پریشان کرتی وہ اس سے پریشان ہو جاتے۔

تخریج: بخاری فی الشهادات' مسلم فی الایمان' ترمذی فی البر' الشهادات۔

الفرائد: ① اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کے لائق ہیں' ② والدین کی نافرمانی کبائر میں سے ہے۔ ③ جھوٹ بہت سے مفاسد کی جڑ ہے۔ ④ بڑے گناہوں سے بچے گا تو حسنات صغائر کا کفارہ بنے گی' ⑤ شیخ کے ناراض نہ ہونے کی تمنا کرنی چاہئے کیونکہ اس سے مزاج میں شدید تغیر ہو جاتا ہے۔

۳۳۹: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَلْكَبَآئِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ' وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ ' وَقَتْلُ النَّفْسِ ' وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ" اَلَّتِيْ يَحْلِفُهَا كَاذِبًا عَامِدًا سُمِّيَتْ غَمُوْسًا لِاَنَّهَا تَغْمِسُ الْحَالِفَ فِي الْاِثْمِ۔

۳۳۹: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے گناہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) کسی جان کو قتل کرنا (۴) اور جھوٹی قسم اٹھانا۔ (بخاری ومسلم)

اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ: جان بوجھ کر کھائی جانے والی جھوٹی قسم کیونکہ وہ قسم اٹھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔

تشریح ۞ الکبائر: چار چیزوں پر اکتفاء اس لئے کیا گیا کہ بعض حاضرین ان کے متعلق کوتاہی کرتے تھے۔ ② کبائر میں یہ سب سے زیادہ گناہ اور جرم کے لحاظ سے سخت ہیں۔ الاشرك: شرک وکفر' کسی نفس کا دشمنی سے قتل کرنا' جھوٹی قسم۔ یمین غموس: اس کو غموس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قسم اٹھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔

تخریج بخاری' احمد ۲/٦٩٠١' ترمذی' نسائی (جامع صغیر) المجتبیٰ للنسائی ٤٠٢٢' الکبری للنسائی ١١١٠١' دارمی ٢/١٩١' ابن حبان ٥٥٦٢' بیهقی ١٠/٣٥۔

الفرائد: ① قتل نفس بھی کبائر سے ہے۔ ② جھوٹی قسم کبیرہ گناہ ہے اور جہنم کا باعث ہے۔

۳٤٠: وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنَ الْكَبَآئِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ؟' قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ "يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اِنَّ مِنْ

اَکْبَرِ الْکَبَائِرِ اَنْ یَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ! قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ یَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ؟! قَالَ: "یَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ اَبَاہُ وَیَسُبُّ اُمَّہٗ فَیَسُبُّ اُمَّہٗ۔

۳۴۰: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا بڑے گناہوں میں سے آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا ہے۔ صحابہ کرام نے کہا کیا آدمی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ فرمایا ہاں! یہ کسی آدمی کے باپ کو گالی دے اور وہ جواباً اِس کے باپ کو۔ اسی طرح یہ کسی کی ماں کو گالی دے اور وہ اِس کی ماں کو۔ (بخاری و مسلم) ایک روایت میں ہے کہ بڑے گناہوں میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے تو صحابہ نے عرض کیا آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت کرتا ہے؟ فرمایا دوسرے کے باپ کو گالی دے اور وہ اس کے باپ کو اور یہ اُس کی ماں کو گالی دے اور وہ اس کی ماں کو۔

تشریح ۞ من الکبائر: من لا کر یہاں بتلایا کہ یہ بعض کبائر ہیں۔ گزشتہ روایات میں جو مذکور ہیں وہ اس کے خلاف نہیں وہ بھی ان بعض سے ہیں۔ شتم الرجل: مکلّف و بالغ کا دوسرے مکلّف یا مکلفہ کو گالی دینا۔ و الدیہ: والدین اور جن کو ولادت اصول شامل ہے۔ هل یشتم الرجل و الدیہ: یہ استفہام استبعاد کے لئے ہے جو کہ صاحب عقل وفہم سے یہ بات بعید ہے جو شخص ان کے حق کو پہچانتا ہے وہ ان کا شکریہ ادا کرے گا نہ کہ ان کو گالی دے گا۔ قال نعم: براہ راست گالی تو نہیں دیتا مگر ان کی گالی کا سبب بنتا ہے۔ وہ اس طرح کہ دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔

دیگر روایت: یلعن الرجل و الدیہ: اسناد مجازی ہے کیونکہ وہ لعنت کا سبب بنا۔ یسب اباہ: باپ کو مقدم کرنے میں یہ حکمت ہے کہ عام طور پر گالی میں ماں کا تذکرہ نہیں ہوتا۔

تخریج: احمد ۲/۷۰۵۰، بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داوٗد، طیالسی ۲۲۶۹، ابن حبان ۴۱۱، ادب المفرد ۱/۲۷۔

الفرائد: ① غالب پر عمل کیا جاتا ہے ② جو کسی کے والد کو گالی دیتا ہے تو دوسرا اس کو اغلباً گالی دے گا۔ ③ اصل فرع سے وضع کے لحاظ سے افضل ہے۔

۞ ۞ ۞

۳۴۱: وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ جُبَیْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ" قَالَ سُفْیَانُ فِیْ رِوَایَتِہٖ یَعْنِیْ قَاطِعَ رَحِمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۳۴۱: ابو محمد جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا"۔ سفیان راوی نے اپنی روایت میں لفظ قاطع رحم ذکر کئے (معنی میں فرق نہیں)۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ابو محمد جبیر بن مطعم: رضی اللہ عنہ بعض نے کہا ان کی کنیت ابو عدی ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی القرشی النوفلی رضی اللہ عنہ یہ خیبر والے سال اسلام لائے۔ بعض نے کہا فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساٹھ احادیث مروی ہیں جن میں ۶ متفق علیہ ہیں۔ ایک حدیث میں بخاری و مسلم منفرد ہیں۔ ان سے سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے محمد، نافع اور سعید بن مسیب رحمہم اللہ اور

دیگر حضرات نے روایت لی ہے۔ یہ قریش کے عقلمند اور سردار لوگوں میں سے تھے۔ ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔ بقول قتیبہ ۵۹ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب نووی)

لایدخل الجنہ قاطع: اولین نجات پانے کامیاب ہونے والے یا اگر قطع رحمی کو حلال سمجھ کر ارتکاب کرنے والا ہو تو ہمیشہ کے لئے جنت میں نہ جائے گا۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں یہ روایت چار اسناد کے ساتھ ① سفیان ② عقیل ③ مالک ④ عبدالرزاق مروی ہے اور چاروں نے زہری عن جبیر نقل کی ہے۔ حافظ مزی نے اطراف میں اس کو ذکر کیا۔ قاطع کا لفظ شدید گناہ کو ظاہر کرتا ہے تو صرف رحم کی طرف پھیرا جائے گا۔

تخریج متفق علیہ۔ احمد ۵/۱۶۷۳۲' عبد الرزاق ۲۰۳۲۸' بخاری' مسلم' ابو داؤد ' ترمذی' ابن حبان ٤٥٤' الادب المفرد ٦٤' بیهقی ۷/۲۷۔

الفرائد: قطع رحمی کو حلال سمجھنا جبکہ اس کی حرمت کا علم ہو جہنم کے خلود کا سبب ہے اور اگر حلال نہ سمجھے تو عذاب کا حقدار ہے اور جنت میں دیر سے داخلہ ملے گا۔

٣٤٢ : وَعَنْ اَبِیْ عِیْسَی الْمُغِیْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :"اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی حَرَّمَ عَلَیْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ ، وَمَنْعًا وَّهَاتِ وَوَاْدَ الْبَنَاتِ ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِیْلَ وَقَالَ ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ ، وَاِضَاعَةَ الْمَالِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

قَوْلُهٗ "مَنْعًا" مَعْنَاهُ :مَنْعُ مَا وَجَبَ عَلَیْهِ "وَهَاتِ" طَلَبُ مَا لَیْسَ لَهٗ "وَوَاْدُ الْبَنَاتِ" مَعْنَاهُ وَدَفْنُهُنَّ فِی الْحَیٰوةِ۔ "وَقِیْلَ وَقَالَ" مَعْنَاهُ : الْحَدِیْثُ بِكُلِّ مَا یَسْمَعُهٗ فَیَقُوْلُ قِیْلَ كَذَا وَقَالَ فُلَانٌ كَذَا مِمَّا لَا یَعْلَمُ صِحَّتَهٗ وَلَا یَظُنُّهَا وَكَفٰی بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ یُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ "وَاِضَاعَةُ الْمَالِ" تَبْذِیْرُهٗ وَصَرْفُهٗ فِیْ غَیْرِ الْوُجُوْهِ الْمَاذُوْنِ فِیْهَا مِنْ مَّقَاصِدِ الْاٰخِرَةِ وَالدُّنْیَا وَتَرْكُ حِفْظِهٖ مَعَ اِمْكَانِ الْحِفْظِ۔ "وَكَثْرَةُ السُّؤَالِ" اَلْاِلْحَاحُ فِیْمَا لَا حَاجَةَ اِلَیْهِ۔ وَفِی الْبَابِ اَحَادِیْثُ سَبَقَتْ فِی الْبَابِ قَبْلَهٗ كَحَدِیْثِ :وَاَقْطَعُ مَنْ قَطَعَكِ" وَحَدِیْثُ :"مَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ"۔

۳۴۲: حضرت ابوعیسیٰ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام کیا اور ضرورت کے موقع پر خرچ نہ کرنے اور بلاضرورت سوال اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کو حرام قرار دیا اور فضول بحث مباحثہ کو اور کثرتِ سوال کو اور مال کو بے جا ضائع کرنے کو تمہارے لئے ناپسند فرمایا۔

مَنْعًا :جس کا خرچ کرنا ضروری ہے اس کو روکنا۔ وَهَاتِ :اس چیز کو مانگنا جو اس کے لئے مناسب نہ ہو اور اس

کی نہ ہو۔ وَاْدُ الْبَنَاتِ: زندہ درگور کرنا ہے۔ قِيْلَ وَقَالَ: جو سنے اس کو بیان کرنے لگے اور یوں کہے یوں کہا گیا اور فلاں نے یوں کہا حالانکہ اس کو اس کے صحیح، غلط کا علم نہ ہو اور نہ اس کا گمان غالب ہو اور آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہر سنی سنائی کہہ ڈالے۔ اِضَاعَةُ الْمَالِ: مال کا ضائع کرنا، فضول خرچ کرنا اور اس کا ان مقامات پر خرچ کرنا جو نامناسب ہوں اور آخرت و دنیا کے معاملات سے ان کا تعلق نہ ہو اور حفاظت کی حتی الامکان قدرت کے باوجود حفاظت نہ کرنا و کثرت سے وسوال کرنا۔ مراد یہ ہے جس چیز کی ضرورت نہ ہو اس میں بہت اصرار کرنا اور اس باب میں اور روایات بھی ہیں جو اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہیں۔ مثلاً حدیث وَاَقْطَعُ مَنْ قَطَعَكِ اور حدیث مَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ ۳۱۷، ۳۲۵۔

تشریح ۞ **ابو عیسی المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ:** ان کی کنیت ابوعیسیٰ کے علاوہ ابو محمد اور ابوعبداللہ بھی منقول ہے۔ مغیرہ یہ ضمہ میم سے زیادہ معروف ہے (ابن السکیت) اس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ شعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن ابی معتب بن مالک بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ثقفی الکوفی رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۳۶ روایات نقل کی ہیں۔ ۹ متفق علیہ ہیں۔ ایک میں بخاری منفرد ہے اور دو حدیثوں میں مسلم منفرد ہے۔ ان سے تین صحابہ ابوامامہ باہلی، مسور بن مخرمہ، قرہ المزنی رضی اللہ عنہم نے روایت لی ہے اور تابعین کی جماعتوں نے نقل کیا۔ ان کو عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مدت تک بصرہ کا حکمران بنایا پھر کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ ان کی شہادت تک وہاں کے حاکم رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو ابتداء میں برقرار رکھا پھر معزول کر دیا۔ یہ جنگ یمامہ میں حاضر ہوئے۔ شام کی فتوحات میں حصہ لیا۔ یرموک کی لڑائی میں ان کی آنکھ جاتی رہی۔ یہ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے۔ نہاوند انہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ یہ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے میسرہ کے امیر تھے۔ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد فتنہ سے الگ تھلگ رہے۔ حکمین کے سلسلہ میں موجود تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا امیر بنایا وفات تک اس کے حکمران رہے ان کی وفات ۵۰ یا ۵۱ھ میں ہوئی۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں دیوان قائم کیا۔ (تہذیب نووی)

عقوق الامہات: روایت میں ماں کی نافرمانی کا تذکرہ فرمایا حالانکہ باپ کی نافرمانی بھی گناہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی توہین و تذلیل ان کے کمزور ہونے کی وجہ سے زیادہ کی جاتی ہے۔ بخلاف باپوں کے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نرمی اور خیر پہنچانے میں ان کو مقدم رکھنا چاہئے۔ بعض نے کہا ان کا تذکرہ خاص طور پر اس لئے کیا کہ ان کے متعلق توقع زیادہ ہے۔ امہات جمع امہۃ ہے۔ یہ غیر عاقل کے لئے ہے البتہ ام کا لفظ عاقل و غیر عاقل ہر دو کے لئے ہے۔

و منعا: ان حقوق کا روک لینا جن کی ادائیگی لازم ہے۔ **و ھات:** ناحق دوسرے سے حق کا زیادہ مطالبہ کرنا معنی یہ ہے کہ اس نے اس چیز کا مطالبہ بھی حرام کیا ہے جو تمہارا حق نہیں ہے۔ یہ منعاً کا لفظ سکون نون کے ساتھ مصدر ہے۔ تنوین اور بلا تنوین دونوں طرح درست ہے اور ھات: کا لفظ ایتاء سے امر ہے اتِ: ہے ہمزہ کو ہا سے بدل دیا۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ نہی کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز کے دینے کا حکم ہے اس کو روکنا ممنوع ہے اور جو اپنا حق نہیں اس کا مطالبہ منع ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مطلقاً سوال کی ممانعت ہو یہاں اس کی ضد کے ساتھ اس کا ذکر کر دیا پھر نہی میں تاکید کے لئے مطلقاً اس کا اعادہ کر دیا۔ ① منعاً کا الف کے ساتھ لکھنا بقول ابن مالک یہ ربیعہ قبیلہ کی لغت ہے۔ ان کے ہاں منون منصوب میں وقف کی صورت میں الف نہیں لکھا جاتا۔

② بعض نے کہا کہ یہ واؤ بدل کر آتی ہے۔ لفظ میں صورت ظاہرہ کو قائم رکھا۔ ③ ایک قول یہ ہے کہ یہ اصل میں منع حقٍ ہے مضاف الیہ کو حذف کر دیا هینت: اضافت باقی رہی۔ (فتح الباری)

واد البنات: لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا۔ واد لید: بروزن وعد مؤودة زندہ درگور کی ہوئی (المصباح) یہاں بنات کو خاص کرنے کی وجہ جاہلیت کا مروجہ طرزِ عمل تھا باقی حکم تو عام ہے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے زندہ درگور کرنے والا قیس بن عاصم تمیمی تھا اس کے بعض دشمنوں نے اس پر حملہ کیا اور اس کی لڑکی کو پکڑ کر لے گئے اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ پھر دونوں کی صلح ہوگئی۔ لڑکی کو اختیار دیا گیا تو اس نے اپنے خاوند کو پسند کر لیا۔ اس وقت قیس نے قسم کھالی اس کی جب بھی بیٹی پیدا ہوگی تو وہ اسے زندہ درگور کرے گا۔ عرب نے اس بات میں اس کی پیروی کی۔ اس میں عربوں کے دو گروہ تھے کچھ تو بھوک و تنگدستی کے خطرے سے کرتے۔ ② دوسرا گروہ عار کی وجہ سے کرتا اور کچھ عرب اس کو ہرگز نہ کرتے تھے۔ فرزوق کا دادا صعصعہ بن ناجیہ پہلا آدمی ہے جس نے موءودہ کا فدیہ دینا شروع کیا۔ عرب میں بات مشہور ہوگئی۔ چنانچہ جو شخص زندہ درگور کرنا چاہتا وہ فدیہ دے کر خرید لیتا۔ قیس وصعصعہ دونوں نے زمانہ اسلام پایا اور اسلام لا کر صحابہ بن گئے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کے دو طریقے مروج تھے۔ ① وہ وضع سے قبل اپنی عورت کو گڑھے کے قریب لے جاتے اور کہتے یہاں بچہ جنو اگر مذکر ہو تو باقی رکھنا ورنہ اس گڑھے میں ڈال دینا۔ ② بچی کو پیدائش کے بعد چھ سال تک چھوڑے رکھتے پھر اس کو لے جاتے۔ ماں اس کو کپڑوں سے سجاتی۔ والد اس کو کھودے ہوئے گڑھے کے پاس لے جاتا اور اس کے اوپر کھڑا کر کے کہتا اس کی گہرائی کا اندازہ کرو۔ اس کی بے توجہی میں دھکا دے کر گڑھے میں پھینکتے اور اوپر سے مٹی ڈال دیتے۔

کرہ لکم قیل و قال: قبول حافظ شعبی کی روایت میں کروہ کی بجائے کان ینھی: کے الفاظ ہیں اور اکثر مواضع میں بلاتنوین مستعمل ہے' کشمیہنی کی روایت میں قیلاً و قالاً: ہیں مگر اول زیادہ مشہور ہے۔ جنہوں نے اس کو جائز کہا ان کے پاس بس یہی ثبوت ہے کسی روایت میں وارد نہیں۔

جوہری کا قول: قیل' قال دونوں اسم ہیں جیسے کہتے ہیں کثر القیل و القال: اسی لئے ان پر الف لام آیا ہے کہ جو اسمیت کی علامت ہے۔

ابن دقیق العید کا قول: قول کی طرح اگر یہ دونوں اسم ہوتے تو ایک دوسرے پر عطف کا فائدہ نہ تھا۔ پہلی بات راجح ہے۔

محبّ طبری کا قول: اس میں چند وجوہ ہیں ① یہ دونوں مصدر ہیں۔ حدیث کا مقصد کثرت کلام کی کراہیت ہے کیونکہ اس سے بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں باقی مصدر کو زجر میں مبالغہ کے لئے مکرر لائے۔ ② اس سے لوگوں کی بحث کرید کی جاتی ہے کہ فلاں نے اسطرح کہا اور فلاں کو اس طرح کہا گیا۔ پس اس سے ممانعت زجر کے لئے ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں بہت مبتلا ہو یا پھر ممانعت مخصوص وجہ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ جس چیز کو بیان کرنا ہے وہ ناپسند ہو۔

ابن علان کہتا ہے کہ صورت اول میں فتحہ لام کے ساتھ فعل ماضی کی حکایت بنیں گے اور صورت ثالث میں بھی اسی طرح۔ ابن اقبرس نے شرح شفاء میں قول اول کو اختیار کیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ تبرعاً اخبار کو منتقل کرنا ممنوع ہے پھر یہ حکم لوگوں کے رازوں کو کھولنے اور پوشیدہ چیزوں سے پردہ چاک کرنے کی طرف لوٹ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے غیر

مستحسن ہونے کی طرف اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے:من حسن اسلام المرء تر که مالا یعنیه:اوراس میں ایک لحاظ سے اس ارشاد باری تعالیٰ کی موافقت پائی جاتی ہے۔﴿ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا﴾ کیونکہ اللہ تعالیٰ ستار العیوب ہیں۔اس عموم سے اچھی خبروں کا بیان کرنا خاص ہوگا جبکہ وہ خبریں اس پختہ وباوثوق کی وساطت سے ہوں۔③ تیسری وجہ یہ ہے کہ باتوں کی کثرت میں لغزشیں ہی لغزشیں ہیں اور یہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو فقط نقل کرتے ہیں مگر پختہ بات کو پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ جس سے سنتے ہیں تقلیداً نقل کر دیتے ہیں اور قطعاً احتیاط نہیں کرتے۔

نووی کا قول: پچھلی دونوں صورتوں کو شامل ہے اور مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی بناء ان دونوں کا فعل محکی ہونا ہے جو کہ ضمیر کو متضمن ہے۔اعراب کے لحاظ سے یہ دونوں مصدر ہیں اس وجہ سے ان پر الف لام داخل ہوا تا کہ قیل قال سے پہچانا جائے۔

جوہری کہتے ہیں کہ قال یقول سے اسم ہیں مصدر نہیں یہ ابن السکیت کا قول ہے اوران کا اعراب عوامل کے مطابق آتا ہے۔

صاحب الارتشاف کہتے ہیں کہ یہ دونوں اصل میں دو ماضی فعل ہیں۔ان کو اسم قرار دے کر اسماء میں استعمال کرلیا گیا اور ان کے فتحہ کو باقی رکھا گیا تا کہ اصل پر دلالت باقی رہے اوراس کی دلیل یہ روایت ہے۔**نھی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن قیل و قال۔**

نووی نے تہذیب میں دونوں وجوہ بیان کیں اور کہا کہ قیل وقال شر کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔(تہذیب نووی)

و کثرة السوال: بلاضرورت اپنی ذات کے لئے مال طلب کرنا اور مشکلات ومعضلات کے متعلق بلاضرورت سوال کرنا اور لوگوں کے حالات کے متعلق اور زمانے کے حوادث کی اطلاعات اور کسی انسان سے اس کے خصوصی احوال کے متعلق سوال کرنا یہ سب مکروہ ہیں۔پس سب سے بہتر یہ ہے کہ خبر میں سوال کو عام قرار دیا جائے اور وہ اسطرح کہ وہ اسم جنس ہے۔اس پر تزیین کے لئے لائے تا کہ عام ہو جائے۔باقی رہا مال کا بلاضرورت سوال تو وہ حالات کے ساتھ موقعہ بموقعہ مختلف ہوگا۔اپنے نفس کی ضرورت کے لئے عدم الحاح کی صورت میں کوئی کراہت نہیں اور نفس کی ذلت سوال اور مسئول کی ذلت سے بڑھ کر ہے۔اگر ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو حرام ہے۔

علامہ فاکہانی کی رائے یہ ہے کہ ان لوگوں پر تعجب ہے جنہوں نے سوال کو مطلقاً ممنوع قرار دیا جبکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا وجود ہے اور صالحین امت سے بلا انکار یہ بات ثابت ہے۔

قول علقمی: شاید جنہوں نے سوال کو مکروہ کہا ان کی مراد خلاف اولیٰ ہو اور اس کے واقع ہونے اور مان لینے سے صفت میں تغیر لازم نہیں آتا اور مناسب تو یہ ہے کہ ان کے سوال کو حاجت پر محمول کیا جائے۔باقی نووی نے غیر نکیر کا لفظ استعمال کیا جو قابل توجہ ہے کیونکہ بہت سی احادیث میں سوال کی مذمت موجود ہے اور وہ اس کے انکار کے لئے کافی ہے۔

و رضاعة المال: شرعی اجازت کے علاوہ مقامات میں صرف کرنا خواہ وہ دینی مواقع ہوں یا دینوی۔مال کو ضائع کرنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مصالح عباد کے قیام کو اسے ذریعہ بنایا اور اسے فضول اڑایا جائے گا تو وہ مصالح ضائع ہو

جائیں گے۔ خواہ فضول خرچ کی مصلحت ضائع ہو یا اور کسی کی۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کثرت سے خرچ کرنا اس سے مستثنیٰ رہے گا جب تک کہ اس سے زیادہ اہم حق فوت نہ ہوتا ہو۔

علامہ تقی سبکی کہتے ہیں مال کے ضائع کرنے کے سلسلہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ مال کسی دینی و دنیوی غرض کے لئے صرف نہ ہو۔ اگر دونوں نہ ہوں تو مطلقاً خرچ حرام ہے اور اگر ایک ہو اور خرچ کرنے میں ارتکاب معصیت بھی نہ ہو تو یہ انفاق بالکل جائز ہے اور ان دونوں درجات کے درمیان بہت سے ایسے وسائط ہیں جو اس ضابطہ میں داخل نہیں پس سمجھدار کو ایسا طرز اختیار کرنا چاہئے جس سے ان کی رائے میں انتشار نہ آئے۔ جس میں رائے کا انتشار پیدا ہو اس کے کچھ احکام پیش کئے جاتے ہیں۔ ① معصیت میں خرچ کرنا حرام ہے۔ اس میں یہ قطعاً نہ دیکھا جائے گا کہ مطلوب میں کون سی حسی لذت حاصل ہوتی ہے یا کونسی نفسانی خواہش پوری ہوتی ہے۔ رہے لذت مباح کے مقامات تو وہ مختلف فیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ﴿**والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلك قواما**﴾ ظاہر کرتا ہے کہ زائد مال میں کسی صورت میں اسراف جائز نہیں۔ پھر سبکی کہتے ہیں کہ چھوٹی سی غرض کے لئے بہت خرچ کرنا علماء نے اس کو تنگی قرار دیا۔ بخلاف اس کے عکس کے۔ (الحلبیات للسبکی) (متفق علیہ)

طیبی کہتے ہیں حسن اخلاق کی پہچان کے لئے یہ حدیث ایک عظیم اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔

نووی کا قول: منعاً کا معنی ادا حق اور ھات کا مشہور معنی لینا ہے۔ اس میں دونوں کو منع کیا گیا ہے کہ نہ دینے والا وہ چیز دے جس کا وہ حقدار نہیں اور نہ لینے والا ایسی چیز طلب کرے جس کا یہ حقدار نہیں تا کہ گناہ میں مددگار نہ ہو۔ (فتح الباری) پس اس کے مطابق مطلب یہ ہے کہ مکروہ ہے کہ سائل کو کہے کہ سوال کرو اور کچھ وہ مانگے اس کو دے ڈالے۔ اور **قیل و قال:** یہ حدیث میں مبنی علی الفتح ہیں اور مرفوع بھی ہو سکتے ہیں۔ **ادو کفی بالمرء اثماً:** اثماً یہ تمیز ہے دوسرا مفعول نہیں مفعول اول میں با تاکید کے لئے بڑھائی گئی ہے کیونکہ وفی کے معنی میں آتا ہے جیسا اس آیت میں ﴿**کفی اللہ المؤمنین القتال**﴾ حسیب کے معنی میں نہیں اور جب بھی اس کے معنی میں ہو تو بالازم ہے جیسے **کفی باللہ شهیداً** اور ایک مفعول کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔ جیسا اس روایت میں ہے۔ **ان یحدث:** یہ کفی کا فاعل ہے۔ **بکل ما سمع:** سے مراد بغیر جانچ پڑتال کے جو سنا وہ کہہ دیا۔ پہلے حدیث میں گزرا **کفی بالمرء اثما ان یحبس عمن یملك قوته:** (باب النفقۃ علی العیال) مظہری کہتے ہیں ① **ان یحبس:** بتاویل مصدر مبتداء اور کفی اس کی خبر مقدم ہے۔ ② مبتداء محذوف کی خبر ہے اور دونوں یہاں درست ہو سکتی ہیں۔ **تبذیر:** بذرت الکلام جدا جدا کرنا۔ مشدد ہو تو مبالغہ کرنا اور اسی سے تبذیر مال لیا گیا ہے کیونکہ وہ بلا مقصد بکھیرنا ہے (المصباح) **غیر الوجوہ:** کا مطلب معصیت میں لگانا یا ضائع کرنا ہے۔ **مقاصد الاخرہ:** سے جائز وجوہ بیان کئے۔ **وترك حفظه:** اس کا تبذیر پر عطف ہے یعنی اس کے متولی بن جانے یا قریب پر صرف کرنے کی وجہ سے ہو اور ترک حفاظت اس وقت لازم آئے گا جب کہ اس کے دائرۂ اختیار میں حفاظت تھی۔ اگر کسی عمومی آفت مثلاً آگ لگ جانا، لوٹ مار ہو جانا، پیش آ گئی پھر اضافت مال میں شامل نہ ہوگا کیونکہ قدرتی آفات کو روکنا کسی کے دائرۂ اختیار میں نہیں۔ **الالحاجة:** یعنی اگر خاص ضرورت پیش آ جائے تو الحاح سے بھی مال یا علم کا سوال درست ہے۔ رہا الحاح سے خالی سوال تو اس چیز کے لئے بھی درست ہے جس کی خاص ضرورت نہ ہو۔ الحاح اصرار سے سوال کرنے کو کہتے ہیں۔ اس سلسلہ کی احادیث گزشتہ ابواب میں گزر چکی

ہیں مثلاً اقطع من قطعك وغیرہ۔

تخریج : اخرجه احمد (١٨١٨٢ / ٦) والبخاری (٨٤٤) و مسلم (٥٩٣) و ابو داؤد (١٥٠٥) والنسائی (١٣٤٠)

الفرائد : یہاں چند کبائر کا ذکر فرما کر ان سے نفرت دلانا مقصود ہے۔ کبائر کا مرتکب توبہ کے بغیر مرجائے تو دوزخ میں داخل ہوگا البتہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ وہ اسے معاف کر کے جنت میں داخل کر دے جیسا سو آدمیوں کے قاتل کا واقعہ احادیث میں موجود ہے۔

۴۲ :بَابُ بِرِّ اَصْدِقَاءِ الْاَبِ وَالْاُمِّ وَالْاَقَارِبِ وَالزَّوْجَةِ وَسَآئِرِ مَنْ يُّنْدَبُ اِكْرَامُهٗ

بَابٌ: ماں باپ کے دوستوں اور رشتہ داروں اور بیوی اور تمام وہ لوگ جن کا اکرام مستحب ہے

اصدقاء: جمع صدیق یہ صادق کی طرح الصداقۃ سے نکلا ہے اور اس کا استنشاق الصدق سے ہے۔ محبت میں سچائی اور خیر خواہی کو کہا جاتا ہے۔ عورت کے لئے صدیق اور صدیقہ دونوں لفظ مستعمل ہیں۔ (المصباح)

الزوجه: یہ ضعیف لغت ہے۔ فصیح زوج کا لفظ جو کہ دونوں کو شامل ہے۔ اقرباء زوجہ کا اکرام زوجہ کی وجہ سے ہے اور زوجہ کے اقرباء کو زوج کے اقرباء پر قیاس کیا گیا ہے پس وہ اکرام کے درجہ اولیٰ حقدار ہیں۔

سائر: خاص لا کر پھر عام کو ذکر کیا تا کہ عموم حکم ثابت ہو۔

من يندب اكرامه: میں شیخ استاذ مرید عادل حکمران سب شامل ہیں۔

نوٹ: اس باب میں آیات ذکر نہیں کی گئیں بلکہ گزشتہ ابواب کی آیات پر اکتفاء کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

٣٤٣ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ اَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ اَبِيْهِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۴۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں سے تعلق جوڑے"۔ (مسلم)

تشریح ۞ ابر البر: کامل و مکمل نیکی۔ ان یصل الرجل: مرد کا تذکرہ شرف کے لئے کیا گیا۔ ورنہ عورت کا حکم بھی یہی ہے اس سے کچھ مختلف نہیں۔

و دابیه: ود محبت کو کہتے ہیں۔ یہ روایت اور مابعد والی روایت مفہوم کے لحاظ سے ایک ہیں بلکہ اس میں اس محبت کا موقعہ اور محل بھی مذکور ہے (مگر وہ سنداً کمزور ہے اس کو الگ ذکر کرنا کمال احتیاط ہے۔ مترجم)

تخریج : اخرجه مسلم (۲۵۵۲) و ابو داود (۵۱۴۳) الترمذی (۱۹۰۳)

الفرائد : باپ کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی بہت بڑی نیکی ہے۔ماں کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک کا یہی حکم ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ لَقِيَهُ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَحَمَلَهُ عَلٰى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهُ وَاَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلٰى رَاْسِهٖ قَالَ ابْنُ دِيْنَارٍ فَقُلْنَا لَهُ : اَصْلَحَكَ اللّٰهُ اِنَّهُمُ الْاَعْرَابُ وَهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ : اِنَّ اَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ : "اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ وُدَّ اَبِيْهِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ :

عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ كَانَ لَهُ حِمَارٌ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِ اِذَا مَلَّ رُكُوْبَ الرَّاحِلَةِ وَعِمَامَةٌ يَشُدُّ بِهَا رَاْسَهُ فَبَيْنَا هُوَ يَوْمًا عَلٰى ذٰلِكَ الْحِمَارِ اِذْ مَرَّ بِهٖ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : اَلَسْتَ ابْنَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ؟ قَالَ : بَلٰى فَاَعْطَاهُ الْحِمَارَ فَقَالَ ارْكَبْ هٰذَا وَاَعْطَاهُ الْعِمَامَةَ وَقَالَ : اشْدُدْ بِهَا رَاْسَكَ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ : غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ اَعْطَيْتَ هٰذَا الْاَعْرَابِيَّ حِمَارًا كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَاْسَكَ؟ فَقَالَ : اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ اَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُّوَلِّيَ وَاِنَّ اَبَاهُ كَانَ صَدِيْقًا لِّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ" رَوٰى هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلَّهَا مُسْلِمٌ۔

عبداللہ بن دینار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی عبداللہ کو مکہ کے راستہ میں ملا۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو سلام کیا اور اس کو اپنے گدھے پر سوار کیا جس پر خود سوار تھے اور اس کو وہ عمامہ عنایت کیا جو ان کے سر پر بندھا ہوا تھا۔عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے۔یہ دیہاتی لوگ تو معمولی چیز پر بھی راضی ہو جاتے ہیں۔(اور آپ نے اس کو اپنا عمامہ عنایت فرما دیا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا اس کا باپ میرے والد کا دوست تھا اور بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے بیشک سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں سے بھلائی کا سلوک کرے۔(مسلم)

اور ایک روایت میں ہے جو انہی ابن دینار کے واسطہ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عبد اللہ مکہ جاتے تو ان کے پاس ایک گدھا ہوتا جس پر سواری کر کے وہ آرام حاصل کرتے جب اونٹ پر سواری سے اکتا جاتے اور ایک پگڑی جس کو وہ سر پر باندھ لیتے۔اس دوران کہ وہ ایک دن گدھے پر سوار جا رہے تھے کہ ان کے پاس

سے ایک دیہاتی گزرا۔ آپ نے اسے فرمایا کیا تو فلاں بن فلاں کا بیٹا نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ آپ نے وہ گدھا اس کو دے دیا اور فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اور اس کو عمامہ عنایت فرمایا اور فرمایا اس کو اپنے سر پر باندھ لے۔ آپ کے بعض ساتھیوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے۔ آپؓ نے اس دیہاتی کو گدھا دے دیا حالانکہ آپؓ اس کی سواری سے راحت حاصل کرتے تھے اور پگڑی دے دی جس کو اپنے سر پر باندھتے تھے۔ اس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ بے شک عظیم نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں سے صلہ رحمی کرے ان کے چلے جانے کے بعد اور اس کا والد عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔ یہ تمام روایات مسلم نے روایت کی ہیں۔

روایت

من عبدالله بن دینار: یہ حدیث کے راوی ہیں ان کی کنیت ابوعبدالرحمان ہے۔ قرشی عدوی مدنی ہیں۔ یہ عبداللہ بن عمر کے مولیٰ ہیں انہوں نے خود اپنے مولیٰ اور انس اور ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنا۔ ان سے ان کے بیٹے عبدالرحمان، یحییٰ انصاری، سہیل و ربیعۃ امرائی، موسیٰ بن عقبہ، تابعین رحمہم اللہ اور دیگر بے شمار مخلوق نے روایت لی ہے۔ ان کا ثقہ ہونا متفق علیہ ہے۔ ان کی وفات ۱۲۷ھ میں ہوئی۔

رجلا من الاعراب: عرب کے دیہاتی لوگوں کو اعراب کہا جاتا ہے اس کا واحد اعرابی ہے وہ جس میں ہو (المصباح) اسکا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ لقیه: فاعلی ضمیر اعرابی کی طرف لوٹتی ہے۔ کان یر کبه: اونٹنی پر سواری سے تھک کر گدھے کی سواری راحت جسمانی کے لئے کی جاتی تھی۔

عمامة علی رأسه: سفر میں سر پر پگڑی باندھ رکھی تھی۔ یہ حضر میں باندھی جانے والی پگڑی نہ تھی جیسا کہ روایت سے اشارہ ملتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس اعرابی کو پہچاننے کے بعد پیش آیا۔

فقلنا: ممکن ہے کہ ابن دینار اکیلے ساتھ ہوں اور احترام کے لئے ضمیر جمع لائی گئی یا اور ساتھی بھی اس سفر میں معیت میں موجود تھے جیسا ظاہر سے متبادر معلوم ہوتا ہے یا جمع کی ضمیر کسی اور وجہ سے جمع لائے۔ و داً لعمر رضی الله عنه: ود یہ باب تعب سے ہے۔ ① اس کا مضاف محذوف ہے ای ذا ودٍ: یا مضاف الیہ محذوف ہے امی وادهٗ: ③ مصدر بمعنی مفعول ہے مودود ہے اور مصدر کی صورت میں مبالغہ کے لئے لائے یعنی بہت قریبی۔

ابن حجر کہتے ہیں: و د: مصدر میں واؤ کا ضمہ مشہور ہے مگر فرا نے فتحہ بھی نقل کیا ہے اور کسرہ بھی نقل کیا اور اسکو ابن مالک نے ذکر کیا ہے (کتاب الاعلام بن مالک)

فوائد تعبیر: لعمر: میں اس کے ساتھ جو حسن سلوک کر رہا ہوں اس کی تین وجوہ ہیں: ① وہ میرے والد کا دوست ہے۔ ② وہ میرے شیخ کا پسندیدہ ہے۔ ③ وہ نیکوں کے سربراہ کا مرغوب ہے اور ان تین باتوں پر لفظ عمر کی دلالت بہت ظاہر ہے۔

النحو: وانی سمعت: ① یہ جملہ ان ابا هذا: کا معطوف ہو۔ ② حال واقع ہو۔ دوسرا زیادہ بہتر ہے۔ واؤ رابطہ ہے۔ ابرّ: یہ ابلغ کے معنی میں ہے کامل ترین۔ اهل و د ابیه: اہل سے دوست مراد ہیں خواہ وہ اصل و نسل کے اعتبار سے قریبی نہ

ہوں۔ان سے حسن سلوک خود والدین سے حسن سلوک کے مترادف ہے کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

هو العقيق ومن اقام بحسبه ☆ واهليه وهو اهم لى مغنم

ماذاك الا ان بدرى منهم ☆ ولا جل عين الف عين تكرم

حاصل یہ ہے کہ ان اشیاء یا لوگوں کا اکرام محبوب کی وجہ سے ہے۔

دیگر روایت: حمار: گدھا' مونث کے لئے حمارۃ اوراتان کالفظ آتا ہے۔ **حماره** :قلیل الاستعمال ہے۔اس کی جمع حمیر'حمر' احمرہ آتی ہے(المصباح) **يتزوج عليه اذا مل:** جب اونٹنی پرسواری سے اکتا جاتے تو گدھے پر سواری کرتے۔ **الراحله:** مطلقاً اونٹ کی سواری خواہ مذکر ہو یا مونث بعض نے سواری والی اونٹنی کو خاص کیا ہے۔(المصباح)

فبينا: یہ الف اشباع کے لئے ہے تاکہ ظاہر کردیا جائے کہ بعد والا جملہ مستانفہ ہے' جیسے بینھما: ہے۔ **فقال الست فلان بن فلان:** قال کا فاعل وقائل ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور الست: میں استفہام تقریری ہے۔ **فلان:** کالفظ اسم سے کنایہ ہے۔غالباً س کے متعلق استعمال ہوتا ہے جس کے متعلق بات کی جائے۔یہ الف لام کے بغیر غیر آدمی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اسی سلسلہ میں مسند ابو یعلیٰ موصلی کی وہ روایت ہے جس کو شرط مسلم پر انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ **ماتت شاة سلودة بنت زمعة فقالوا يا رسول الله ماتت فلانة يعنى الشاة:** یہ روایت صراحۃً غیر انسان کے لئے اس کے جواز کو ثابت کررہی ہے(کذا قال النووی ابن السراج) البتہ جوہری کا اس میں اختلاف ہے۔ **بعض اصحابه:** خود ابن دینار مراد ہیں۔بسا اوقات راوی اپنے کو کسی وجہ سے مبہم رکھتے ہیں۔ **غفر الله لك:** اس میں مسئلہ بتلایا کہ جس کو عتاب کرنا ہو پہلے دعا دو اور یہ قرآن مجید کی اس آیت سے ماخوذ ہے:﴿**عفا الله عنك لم اذنت لهم**﴾ قاضی عیاض کہتے ہیں مسلمان کو آدابِ قرآن سے اپنے آپ کو مزین کرنا چاہئے تاکہ اس کے قول وفعل اور طرزِ عمل سے قرآن کی ادائیں ظاہر ہوں اس آیت میں غور تو کرو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب ملاطفت اور شفقت ہے حالانکہ وہ تو سب سے مستغنی ہے۔عتاب سے قبل اکرام کے الفاظ معانی کے ساتھ مانوس کرنے کے لئے ہیں اگرچہ بعد میں ذنب' لغزش کا تذکرہ ہے (الشفاء للقاضی)

اعطيت: ① ہمزہ استفہام انکاری مقدر ہے۔ ② لازم الخیر کا بیان ہے۔ پہلا بہتر ہے ای **اعطيت**۔ **تروح:** اصل میں تتروح ہے۔سکون حاصل کرنا۔ **تشدبها رأسك فقال:** یہ انوکھے طرزِ عمل پر اعتراض کا جواب ہے کہ میں نے نامناسب کام نہیں کیا۔

النحو: ان من ابر البر: یہاں من کالانا شروع میں من کے ساقط کرنے کے خلاف نہیں کیونکہ وہ مقصود ہے۔② یہاں یہ ظاہر کرنے کے لئے لائے کہ مخاطب بہ کی نسبت سے اب یہ زیادہ نیکی ہے۔جیسا ابھی گزرا۔ **بعد ان يولى:** اس کا معنی اس کے مرجانے کے بعد۔عاقولی کہتے ہیں کہ آدمی کی نیکیوں میں یہ بھی ہے کہ اپنے والد کے دوست واحباب سے موت کے بعد حسن سلوک کرے۔ابن علان کہتا ہے مطلب یہ ہے کہ اسکی من جملہ نیکیوں میں سے ایک نیکی موت کے بعد والدین کے دوستوں سے حسن سلوک بھی ہے۔اباه: ہ کی ضمیر کا مرجع وہ اعرابی ہے۔

فرق روایت: یہ تمام روایات مسلم کی ہیں۔پہلی عبداللہ بن دینار سے ہے۔ترمذی نے اس روایت کو ولید عن دینار اس طرح

نقل کیا: ان ابر البر صلة الولد اهل ود ابیه: مگر واقعہ مذکور نہیں۔ دوسری روایت حسن حلوانی نے حماد بن عبداللہ بن دینار سے نقل کی اس کو ابوداؤد نے نقل کیا مگر قصہ نقل نہیں کیا۔

تخریج: اخرجه مسلم (۲۵۵۲) و ابو داوٗد (۵۱۳۴) الترمذی (۱۹۰۳)

الفرائد: والدین کے ملنے والوں کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ رکھنا چاہئے۔

۳۴۴: وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ "بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّیْنِ" مَالِكِ بْنِ رَبِیْعَةَ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَیْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ جَآءَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَلَمَةَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ فَقَالَ: "نَعَمِ الصَّلٰوةُ عَلَیْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا، وَاِکْرَامُ صَدِیْقِهِمَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

۳۴۴: ابوسعید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ بنی سلمہ قبیلہ کا ایک آدمی آ کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی نیکی ایسی رہ گئی جو میں اپنے والدین کی موت کے بعد ان کے سلسلہ میں کرسکوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں والدین کے لئے دعا اور استغفار اور ان کے وعدوں کو پورا کرنا اور ان رشتوں کی صلہ رحمی جو انہی کی وجہ سے جوڑے جاتے ہیں اور ان کے دوستوں کا اکرام واحترام۔ (ابوداؤد)

تشریح: مالك بن ربيعه: ان کی کنیت ابی اسید ہے۔ نام اکثر نے مالک بن ربیعہ لکھا ہے۔ بعض نے ہلال بن ربیعہ ابن البدن کہا ہے مگر ابن اسحاق نے زہری سے البدی نقل کیا ہے مگر نون والا ہے۔ بن عامر بن عوف بن حارثہ بن عمرو بن الخزرج بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج انصاری الساعدی رضی اللہ عنہ۔ یہ اپنی کنیت سے معروف ہیں یہ بدر سے لے کر تمام غزوات میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔ بقول ابن اسحاق شہادت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے نابینا ہو گئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۸ روایات نقل کی ہیں بخاری ومسلم میں چار روایات ہیں ایک پر دونوں کا اتفاق ہے۔ ۲ میں بخاری منفرد اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔ ان کی وفات ۶۰ ھ میں ہوئی۔ بقول مداینی عن ابی نعیم کہ یہ وہم ہے۔ بعض نے ۶۵ ھ نقل کی ہے۔ واقدی وخلیفہ سے ۳۰ ھ لکھا تو ابن عبدالبر نے اس کو وہم واقدی قرار دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ بدری صحابہ میں سب سے آخری وفات پانے والے یہی ہیں۔ اس وقت ان کی عمر ۷۵ سال تھی۔ (اسد الغابہ) ابن اثیر نے اسماء والکنی میں بھی ان کے محل وفات میں سکوت اختیار کیا ہے مگر صنعانی نے ان کی وفات مدینہ میں لکھی ہے (درالصحابہ فی مواضع وفات الصحابہ)

رجل من بنی سلمه: اس کا نام متعین طور پر معلوم نہیں۔ بر ابوی شئی البرهما: والدین کے ساتھ حسن سلوک کا کوئی حکم ایسا ہو جس پر میں عمل کر سکوں۔ نعم الصلاة: دعا کرنا۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی اس پر دلالت کرتا ہے: ﴿قل رب ارحمهما......﴾ والاستغفار: عام کے بعد خاص یعنی دعا مغفرت عهدهما: وصیت وصدقہ وغیرہ۔ من بعدهما: اس کے

متعلق کائنات ہوتو تمام مبتدات کا معمول بن سکے گا۔

وصلة الرحم التی لا توصل الا بهما: طیبی کہتے ہیں۔التی: یہ مضاف الیہ الرحم کی صفت نہیں ہے موصوف مضاف کی صفت ہے کیونکہ یہ خالص ان کا حق ہے اوران کی رضامندی ہے۔کسی اور وجہ سے نہیں اور بیہقی کے الفاظ یہ ہیں: **وصلة رحمهما التی لا رحم لك الا من قبلهما فقال ما اكثر هذا واطيبه يا رسول الله' قال ما عمل به فاه يصل اليهما**"۔

عاقولی کہتے ہیں یہ حدیث خبردار کررہی ہے کہ صلہ کی فضیلت کو غنیمت جاننا چاہئے اور یہ ایسی طاعت ہے جو انہی کی طرف سے مل سکتی ہے مثلاً فرض کریں اگر کوئی آدمی مٹی سے اگا ہو اور ماں باپ سے پیدا نہ ہوا ہو تو اس انسان کے لئے صلہ رحمی کے ذریعہ جنت میں داخلے کی کوئی راہ نہیں کیونکہ اس کا کوئی رحم نہیں۔ جب کہ والدین ہی اس طاعت کا سبب ہیں تو ان کی رعایت ونگہبانی لازم ہوئی۔

تخریج: ابو داؤد فی الادب' ابن ماجه' احمد ٥/١٦٠٦٩' الادب المفرد ٣٥' ابن حبان ٤١٨' حاكم ٤/٧٢٦٠' طبرانی ١٩/٥٩٢' بيهقی ٤/٢٨۔

الفوائد: والدین کے ساتھ احسان ان کی موت سے ختم نہیں ہوجاتا بلکہ دعا واستغفار کی صورت میں موت کے بعد بھی قائم رہتا ہے۔ان کے دوست احباب سے صلہ واحسان خود والدین سے احسان ہے۔

٣٤٥ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :مَا غِرْتُ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ نِّسَآءِ النَّبِيِّ ﷺ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَمَا رَاَيْتُهَا قَطُّ وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا اَعْضَآءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِيْ صَدَآئِقِ خَدِيْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهٗ كَانَ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَاَةٌ اِلَّا خَدِيْجَةٌ :فَيَقُوْلُ :"اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِيْ فِيْ خَلَآئِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ - وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ اِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ يَقُوْلُ :"اَرْسِلُوْا بِهَا اِلٰى اَصْدِقَآءِ خَدِيْجَةَ" وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتِ: اسْتَاْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ اُخْتُ خَدِيْجَةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيْجَةَ فَارْتَاحَ لِذٰلِكَ فَقَالَ :اَللّٰهُمَّ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ"۔

قَوْلُهَا "فَارْتَاحَ" هُوَ بِالْحَآءِ وَفِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّحِيْحَيْنِ لِلْحُمَيْدِيِّ :"فَارْتَاعَ بِالْعَيْنِ وَمَعْنَاهُ :اهْتَمَّ بِهٖ۔

٣٤٥:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی غیرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتی تھی حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہ تھا (وجہ غیرت یہ تھی) کہ آپ ﷺ ان کا اکثر تذکرہ فرماتے اور بسا اوقات بکری ذبح کرکے اس کے اعضاء الگ الگ کرتے پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو ارسال فرماتے۔ بسا اوقات میں آپؐ سے کہہ دیتی کہ گویا دنیا میں اور کوئی عورت سوائے خدیجہ کے نہیں ہے۔اس پر

آپؐ فرماتے وہ بیشک اور تھی (یعنی ایسی خوبیوں والی) اور میری اولاد بھی اسی سے ہوئی (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ بکری ذبح کرتے تو ان کو اتنا گوشت بھیجتے جوان کو کافی ہوتا اور ایک روایت میں ہے کہ اگر آپ بکری ذبح کرتے تو فرماتے اس کو خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھیج دو اور ایک روایت میں ہے ہالہ بنت خویلد یعنی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن نے رسول اللہ ﷺ سے گھر میں آنے کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے ایسا محسوس کیا کہ خدیجہ اجازت مانگ رہی ہیں۔ پس اس سے آپؐ کو بہت خوشی ہوئی اور فرمایا یا اللہ یہ ہالہ بنت خویلد ہے۔

امام حمیدی کی کتاب اَلْجَمْعِ بَیْنَ الصَّحِیْحَیْنِ میں فَارْتَاحَ کی بجائے فَارْتَاعَ ہے۔ اس کا معنی غمگین ہونا ہے (خدیجہ کی یاد آنے کی وجہ سے)۔

تشریح ✿ **ما غرت غار الرجل علی امراته والمرأة علی زوجها:** یہ باب تعب یتعب سے اس کا مصدر غیراً اور غیرۃً آتا ہے۔ ابن السکیت کہتے ہیں غیراً و غیرۃ: کسرہ غین سے نہیں آتا۔ **اغار الرجل امراته:** اس اور عورت سے شادی کر لی پس عورت کو اس پر غیرت آئی۔

من نساء النبی صلی الله علیه وسلم: ان کی سوتنیں جو امہات المومنین تھیں۔

ما غرت علی خدیجه رضی الله عنها: اس کی وجہ خدیجہ کا آپ ﷺ کی نگاہ میں اور آپ کا کثرت سے ان کا تذکرہ کرنا اور وفات کے بعد ان کا کلمات شکر سے نوازنا' حالانکہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام ازواج میں آپ کو زیادہ محبوب تھیں۔

وما رایتها قط: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سن تمیز تک پہنچنے سے پہلے وفات پا چکی تھیں اس لئے ان کو دیکھا تک نہ تھا اور ان کی عمر چھ سال تھی جب شادی ہوئی اور یہ ہجرت سے دو' تین' پانچ سال پہلے کی بات ہے اور ان کی وفات نبوت کے آٹھویں سال میں ہوگئی۔ اس میں احتمال ہے کہ کہنے کا مقصد یہ ہو کہ بطور سوتن تو میں نے اس کو پایا ہی نہیں اور اس بات کی تائید اس قول سے ہو جاتی ہے۔ **ولقد هلکت قبل ان یتزوجنی بثلاث سنین:** نووی کہتے ہیں تین سال بناء سے پہلے مراد ہیں پس اس حساب سے ان کی موت ہجرت سے قریباً ڈیڑھ سال پہلے ہوئی۔

لکن: یعنی وجہ غیرت یہ تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اکثر تذکرہ فرماتے۔ **ذکرها:** تذکرہ محبت کی دلیل ہے۔ علیہ السلام نے فرمایا: **من احب شیئاً اکثر من ذکره**

ربما ذبح شاة: ذبح کی طرف اسناد حقیقی ہو تو کمال فضل اور مزید تواضع کی دلیل ہے جیسا نعل کو پیوند لگانا' کپڑے کو رفو کرنا' گھریلو کام میں ہاتھ بٹانا۔ ② نسبت مجازی ہو تو ذبح کا حکم فرماتے۔ **یقطعها:** چھوٹے ٹکڑے بناتے۔

اعضاء: جمع عضو ہڈی سے وافر گوشت۔ **صدائق:** جمع صدیقۃ' سہیلیاں' وائمل اس کے ساتھ حسن سلوک میں اضافے کے لئے فرماتے۔ **ربما:** یہ تقلیل و تکثیر دونوں کے لئے آتا ہے۔ **کان لم یکن فی الدنیا امرأة:** کان کی ضمیر نیت میں ہے ای کانهٗ: یہ چیز تو مزید محبت کی مقتضی ہے۔ باقی رہا ایسے شخص کا وجود جو اس وصف میں برابر ہو جو شان کا مقتضی ہے وہ گویا پایا نہیں جاتا۔

فیقول انها کانت و کانت: آپ اس کے افعال کا تذکرہ کر کے مزید تعریف فرماتے۔ دوسری روایت میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی آیا: **قد ابدلک الله خیراً منها؟ فقال لا والله امنت بی حین کفربی قومی و نصرتنی حین خذ لتنی قومی واعطتنی مالها حین منعنی قومی۔**

و کان لی منها ولد: ولد اسم جنس ہے واحد وجمع پر اطلاق ہوتا ہے۔ آپ کی تمام اولاد ان سے ہوئی سوائے ابراہیم کے وہ ماریہ قبطیہ سے تولد ہوئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھتیجے عبداللہ سے کنیت رکھی تھی۔ یہ نہیں کہ ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ (متفق علیہ)

فرق روایت: ① إن: یہ مخففہ من المثقلہ ہے ای انہ: اسی لئے بعد میں لام آ رہا ہے۔ خلائلھا: جمع خلیلہ ہے۔ سہیلی۔ یسعھن: کفایت کرنا۔ مسلم کی روایت میں ہے وان کان لیذبح الشاۃ ثم لیدیھا الی خلائلھا۔

② مسلم کی ایک روایت میں ارسلوا بھا: ① با تبعیض کے لئے ہے جیسا یشرب بھا عباد اللہ: یہ معنی اصمعی، فارسی، عتبی ابن مالک نے ثابت کیا ہے (المغنی) ② با زائدہ ہو جیسا یہ الفاظ تائید کرتے ہیں ثم یھدیھا: اول معنی زیادہ بہتر ہے۔ اصدقاء: جمع صدیق مذکر و مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

③ بخاری و مسلم کی روایت: بقول ابن حجر بخاری کی روایت معلق ہے اور ابوعوانہ نے مرفوعاً ذکر کی ہے۔

استاذنت ھالہ: ہالہ اخت خدیجہ الکبریٰ نے اجازت طلب کی۔ یہ ہالہ عاص بن ربیع کی والدہ ہیں جو زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاوند تھے۔ ان کی یہی بہن ہیں (اسد الغابہ)

فعرف استیذان خدیجہ: آپ نے اسکی آواز خدیجہ کی آواز سے مشابہت پائی۔ بقول شاعر

احب من اجلکم من کان یشبھکم ☆ حتی لقد صرت اھوی الشمس والقمر

دوسرے شاعر نے کہا

اشبھت غد الی فصرت احبھم ☆ اذ صار خطی منک حظی منھم

فارتاح لذلک: آپ کو اس کی آواز سے خدیجہ کے ساتھ گزارے دن یاد آئے جس سے آپ کو دلی خوشی ہوئی۔ اس میں دلیل ہے اچھے گزرے ہوئے وقت اور ساتھی کی زندگی اور موت کے بعد قدر کرنی چاہئے۔

صاحب مطالع نے ارتاح کا معنی دل میں نشاط کا پیدا ہونا کیا ہے۔ بعض نے حن مائل ہونا، بعض نے خوش ہونا۔ (المطالع)

اللھم ھالہ بنت خویلد: قرطبی کہتے ہیں۔ ① یہ خبر ہے مبتداء محذوف ھذہ: ہے ای ھذہ ھالہ ناکرمھا ② منصب ھو اکرم: وغیرہ فعل محذوف ہے۔

صحیح قول یہ ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں سب سے افضل ہیں ان کو کئی طرح سبقت حاصل ہے۔ ان کے بڑے احسانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی زبانی ان کو سلام بھیجا یہ سلام انبیاء علیہم السلام کو آتا ہے یا پھر اس امت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملا ہے۔ باقی عائشہ رضی اللہ عنہا علم کے لحاظ سے بہت بڑھ کر ہیں ان کے علاوہ بقیہ امہات سے بلا اختلاف افضل ہیں۔

فارتاع: حمیدی نے نقل کیا اس کا معنی اس کو خوشی و سرور سے اجازت مرحمت فرمائی۔

تخریج: بخاری و مسلم، جمع بین الصحیحین للحمیدی، ترمذی۔

الفوائد: عورتوں میں باہمی سوتن بننے کی غیرت میں اس وقت تک کوئی حرج نہیں جب تک کہ حرام ومعصیت تک نہ پہنچائے' میاں بیوی کی محبت کا ایک شاندار نمونہ ہے اور ایک دوسرے کے عہد وخویش کی پاسداری اور لحاظ کا تذکرہ ہے۔

٣٤٦ : وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجْتُ مَعَ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ سَفَرٍ فَكَانَ يَخْدُمُنِيْ فَقُلْتُ لَهٗ : لَا تَفْعَلْ فَقَالَ : اِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ الْاَنْصَارَ تَصْنَعُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا اٰلَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ اَنْ لَّا اَصْحَبَ اَحَدًا مِّنْهُمْ اِلَّا خَدَمْتُهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۴۶: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں نکلا (میری کم عمری کے باوجود) وہ میری خدمت کرتے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ ایسا نہ کریں۔ انہوں نے فرمایا میں نے انصار کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسی طرح کرتے تھے تو میں نے بھی قسم کھالی ہے کہ جس کسی انصاری کے بھی میں ساتھ جاؤں گا میں اس کی خدمت کروں گا (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **خرجت مع جریر رضی الله عنه**: یہ ممکن ہے انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے تو فضیلت والے صاحب فضیلت کا حق ادا کرتے ہیں۔ ② ان کے بعد والوں کا ہو۔

یخدمنی: حالانکہ وہ مجھ سے بڑے تھے۔ **لا تفعل**: عمر کی وجہ سے تم توقیر کے حقدار ہو۔

فقال انی قد رأیت الانصار: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نوعمری کے باوجود انصار سے ہونے کے حوالے سے ان کی خدمت کرتے۔

تصنع برسول الله صلی الله علیه وسلم شیئاً: تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا کیا خدمت کرتے ہو۔ میں نے قسم اٹھائی ان سے جس کے ساتھ سفر کروں گا خواہ وہ چھوٹا ہوگا میں اس کی خدمت کروں گا۔

الا خدمته: کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام کیا' خدمت والا احسان کیا تو ہمارے محسن کا محسن ہمارا محسن ہے۔ (متفق علیہ)

نووی کا قول: حدیث سے معلوم ہوا کہ محسن ومنتسب کا اکرام کرنا چاہئے۔ جریر رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت نکلتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام کرنے والے محسنوں کی خدمت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

تخریج: اخرجه البخاری (۲۸۸۸) و مسلم (۲۵۱۳)

الفوائد: محسن کے احسان کی قدر چاہئے' اگرچہ وہ محسن عمر میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ جریر رضی اللہ عنہ کے قسم کو پورا کرنے کا تذکرہ ہے۔

باب ۴۷: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا اکرام اور ان کی فضیلت

اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: آل سے وہ مراد ہیں جن پر زکوٰۃ وغیرہ حرام ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ بنو ہاشم و بنو مطلب کے مؤمن مرد و عورتیں یعنی باپ کی طرف سے جن کی نسبت ہے۔ ماؤں کی طرف سے جن کی نسبت ہے وہ ممانعت زکوٰۃ و صدقہ میں شامل نہیں۔ البتہ اکرام قرابت میں وہ اسی طرح ہوں گے۔

کشاف میں ہے اس آیت میں دلیل ہے کہ آپ کی ازواج اہل بیت میں ہے اہل بیت سے وہ مراد ہیں جن کی نسب سے آپ کی طرف نسبت ہے اور آپ کی ازواج مطہرات ان کے متعلق جو ارشادات آئے ہیں وہ ذکر کیے جائیں گے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ [الاحزاب:۳۳]

ربّ ذوالجلال والاکرام نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ تم سے گندگی کو دور کر دے اے اہل بیت اور تم کو پاک کر دے''۔ (الاحزاب)

انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس: الرجس سے وہ گناہ مراد ہے جو تمہاری عزت کو میلا کرنے والا ہو۔ رجس ہر گندگی کو کہتے ہیں گناہ مراد ہے۔ بعض نے کہا شیطان اور اس کا وسوسہ مراد ہے۔ بعض نے کہا شرک بعض نے تمام معاصی مراد لئے ہیں۔ یہ جملہ ازواج کے لئے جو امر و نہی وارد ہوا اس کے لئے جملہ مستانفہ ہے۔ اسی وجہ سے حکم کو عام لایا گیا۔ فرمایا: ﴿**انما یرید اللّٰہ**﴾

اھل البیت: نداء و مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ **ویطھر کم:** وہ تمہیں گناہوں سے پاک کریں گے۔ **ویطھر کم:** وہ معاصی سے تمہیں پاک کریں گے۔ **تطھیرا:** رجس سے پاک کرنا' بعض نے کہا ہدایت و توفیق دیں گے' معصیت کو رجس اور ترشیح کو تطہیر سے تعبیر کرنا معصیت سے نفرت دلانے کے لئے ہے۔

بیضاوی کا قول: اہل تشیع کا اہل بیت میں صرف فاطمہ' علی اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو شمار کرنا اس روایت کو دلیل بنا کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بالوں کی سیاہ چادر اوڑھ کر نکلے۔ پھر آپ کے گھر میں بیٹھ گئے۔ فاطمہ آئیں تو ان کو آپ نے اس کے نیچے داخل کر لیا پھر علی آئے تو ان کو داخل کر لیا پھر حسن و حسین رضی اللہ عنہم آئے تو ان کو داخل کر لیا۔ پھر فرمایا: **انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت:** آیت تلاوت فرمائی۔ اس سے ان کے معصوم ہونے اور ان کے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کمزور ہے کیونکہ آیت کا سیاق و سباق ان کی تخصیص کی نفی کرتا ہے۔ حدیث میں تو صرف اتنی بات ہے کہ وہ بھی اہل بیت ہیں وہ غیر نہیں؟

کواشی کہتے ہیں اہل بیت سے اصل مراد تو ازواج مطہرات ہیں۔ یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ کا قول ہے۔

ابن اقبرس کہتے ہیں ابن عطیہ نے جمہور سے نقل کیا کہ وہ علی' فاطمہ اور حسنین ہیں اور جمہور کی دلیل عنکم: مذکر کا خطاب ہے اگر عورتیں ہی خاص ہوتیں تو عنکن: ہوتا۔

جواب استدلال: ① عنکم کو عنکن کی بجائے اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان میں شامل ہیں پس آپ کی ذات کو غلبہ دے کر ضمیر مذکر کی لائی گئی۔

② اس لئے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والیاں ہیں اور آپ ہی کے گھر میں ہیں اس لئے صیغہ مذکر کا لایا گیا ہے۔

③ ابن اقبرس کہتے ہیں مذکر کا خطاب تعظیم وتکریم کے لئے لایا گیا ہے اور جنہوں نے کہا کہ بیت سے مراد کعبہ اور اہل سے مسلمان مراد ہیں یہ بات درست نہیں۔ بعض نے کہا اس سے وہ تمام مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

نووی کا قول: کہ آپ کی اولاد بھی اہل بیت میں شامل ہے۔

قَالَ تعَالٰی :

﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ [الحج:۳۲]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"جو شخص اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے پس یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے"۔ (الحج)

باب تعظیم حرمات المسلمین میں اسکی تفسیر گزر چکی ہے۔

۳٤۷ : وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ حَيَّانَ قَالَ : انْطَلَقْتُ اَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ وَعَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ اِلٰى زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنهُمْ فَلَمَّا جَلَسْنَا اِلَيْهِ قَالَ لَهُ حُصَيْنٌ : لَقَدْ لَقِيتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيْرًا رَاَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ سَمِعْتَ حَدِيْثَهُ وَغَزَوْتَ مَعَهُ وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ، لَقَدْ لَقِيتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيْرًا حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : يَا ابْنَ اَخِي وَاللّٰهِ لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّىْ وَقَدُمَ عَهْدِىْ وَنَسِيْتُ بَعْضَ الَّذِىْ كُنْتُ اَعِىْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَمَا حَدَّثْتُكُمْ فَاقْبَلُوْا وَمَا لَا فَلَا تُكَلِّفُوْنِيْهِ ثُمَّ قَالَ : قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا فِيْنَا خَطِيْبًا بِمَآءٍ يُدْعٰى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ : اَمَّا بَعْدُ اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ رَسُوْلُ رَبِّىْ فَاُجِيْبَ وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ" فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ "وَاَهْلُ بَيْتِىْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِىْ اَهْلِ بَيْتِىْ فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ وَمَنْ اَهْلُ بَيْتِهٖ يَا زَيْدُ اَلَيْسَ نِسَآؤُهُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ؟ قَالَ نِسَآؤُهُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَلٰكِنْ اَهْلُ بَيْتِهٖ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ قَالَ وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ : هُمْ اٰلُ عَلِيٍّ وَّاٰلُ عَقِيْلٍ وَّاٰلُ جَعْفَرٍ وَّاٰلُ عَبَّاسٍ قَالَ كُلُّ هٰؤُلَآءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَفِىْ رِوَايَةٍ : اَلَا وَاِنِّىْ تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ : اَحَدُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ، مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلٰى ضَلَالَةٍ۔

۳۴۷: یزید بن حیان کہتے ہیں کہ میں اور حصین بن سبرہ اور عمرو بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب ہم ان کی خدمت میں بیٹھ گئے تو ان کو حصین نے کہا اے یزید آپ نے بہت سی بھلائیاں پائی ہیں۔ آپ نے حضورؐ کی زیارت کی آپؐ کی باتیں سنیں آپؐ کے ساتھ غزوات میں شرکت کی اور آپؐ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ غرضیکہ اے زید آپ میں بہت سی بھلائیاں پائیں۔ آپ ہمیں کوئی ایسی بات سنائیں جو آپ نے رسول اللہؐ سے سنی ہو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا اے بھتیجے! میری عمر بڑی ہوگئی اور زمانہ بھی میرا کافی گزر گیا میں رسول اللہؐ کی بعض باتیں بھول گیا جو مجھے یاد تھیں۔ پس جو باتیں میں بیان کروں ان کو قبول کرلو اور جو نہ بیان کروں اس کی مجھے تکلیف نہ دو۔ پھر فرمایا ایک دن رسول اللہؐ مکہ اور مدینہ کے درمیان ''خم'' نامی چشمہ پر خطبہ دینے کے لئے ہم میں کھڑے ہوئے۔ پس آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور وعظ و نصیحت اور تذکیر فرمائی اور پھر فرمایا اما بعد! خبردار اے لوگو! میں انسان ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آئے اور میں اس کی بات مان لوں۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان میں پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے پس اللہ تعالیٰ کی کتاب کو لو اور اس کو مضبوطی سے تھام لو۔ پس آپؐ نے کتاب اللہ پر عمل کیلئے اُبھارا اور اس کی طرف ترغیب دلائی۔ پھر فرمایا اور (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں میں تم کو اپنے اہل بیت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں۔ حصین نے کہا کیا آپ کی ازواج آپ کے اہل بیت نہیں؟ تو زید نے فرمایا آپ کی ازواج آپ کے اہل بیت میں سے ہیں لیکن اہل بیت سے یہاں مراد وہ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا۔ حصین نے پوچھا وہ کون ہیں؟ زید نے کہا وہ اولادِ علیؓ اولادِ عقیلؓ اولادِ جعفرؓ اولادِ عباس ہیں۔ کیا یہ تمام وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے؟ تو زید نے کہا ہاں (مسلم) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اَلَا وَاِنِّیْ ...... کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک ان میں کتاب اللہ ہے: هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ ...... وہ اللہ تعالیٰ کی رسّی ہے جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر ہے اور جس نے اس کو چھوڑا وہ گمراہی پر ہے۔

تشریح ❁ **یزید بن حیان:** ان کا تعلق بنو تمیم سے ہے۔ یہ کوفہ کے باشندے ہیں۔ تابعین کے متوسط طبقہ سے چوتھے درجہ کے ثقہ ہیں ان سے مسلم و ابوداؤد نے روایت لی ہے۔ (ابن حجر)

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ: ان کی کنیت میں اختلاف ہے۔ بعض نے ابوعمرو بعض نے ابو عامر بعض نے ابوسعد اور دوسروں نے ابوسعید اور بعض نے ابوحمزہ اور بعض نے ابوانیسہ بتلائی ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے ارقم بن زید بن قیس بن نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن کعب الخزرج بن الخزرج بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں شرکت کی۔ احد کے دن چھوٹے سمجھ کر واپس کر دیئے گئے یہ عبداللہ بن رواحہ کی نگرانی میں یتیم تھے۔ غزوۂ موتہ میں ان کے ساتھ شریک ہوئے۔ انہوں نے ۷۰ روایات نقل کی ہیں۔ جن میں ۴ متفق علیہ اور ۲ بخاری اور چھ میں مسلم منفرد ہیں۔ ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی اور تابعین کی ایک بڑی جماعت نے ان سے روایت لی ہے۔ کوفہ میں اقامت اختیار کی اور وہیں ۵۶ ھ میں وفات پائی مگر ابن سعد کی رائے یہ ہے کہ ان کی وفات ۶۸ ھ میں ہوئی۔ یہ بڑے فضائل والے صحابی ہیں۔ لقد لقیت یا زید خیراً کثیراً: آپ نے بڑے بڑے درجات پائے۔

سمعت حدیثه: حدیث ہر وہ روایت جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین کی طرف کی جائے۔ خواہ وہ قول ہو یا فعل۔ غزوت معه: تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کئے۔ فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلحاء کے ساتھ کام کرنے کی فضیلت زیادہ ہے۔ جماعت کی مشروعیت میں ایک حکمت یہ بھی ہے تا کہ کوتاہی کرنے والوں کی نماز قبول ہو جائے۔
صلیت خلفه: آپ کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھی۔ لقد لقیت خیراً کثیراً: تمام خوبیوں کا احصاء مشکل تھا اس لئے تذکیر نعمت کے طور پر یہ جملہ فرمادیا۔ یہ اس لئے یاد دلائیں تا کہ شکریہ کی ادائیگی کے لئے حرص پیدا ہو اور اس سے ذہول و غفلت نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ان کے بارے میں فتنہ میں ابتلاء سے حفاظت کا یقین ہو چلا تھا کیونکہ انہیں فضائل کے ساتھ کمال ایمان اور مزید معرفت بھی میسر تھی جو کہ فتنہ سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔
حدثنیا یا زید: اپنی سند کو بلند کرنے کے لئے خود اہل علم سے علم حاصل کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور مطالب کے لئے وسائل کو کام میں لانا چاہئے۔ اس میں محدثین کی اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ استاذ کی مناسب اوصاف سے تعریف کی جائے۔ اور بیان روایت سے پہلے ان کے لئے دعا کی جائے۔ من رسول الله صلی الله علیه وسلم: بالمشافہ جو تم نے سنا۔ یابن اخي: اہل عرب چھوٹے کو اسی طرح مخاطب کرتے ہیں۔ کبرت سني: میں بوڑھا ہو گیا۔ کبر الامر الذنب: سے لیا گیا ہے۔ بڑا ہوا الکبر: بڑا گناہ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿کبر مقتاً عند الله﴾ اللہ تعالیٰ کے ہاں غصے کے اعتبار سے بڑی بات ہے۔ عرب کہتے ہیں: کبر الصبی کبرا و مکبراً: اور قرآن مجید میں ہے: بدارا ان یکبروا: جلدی کرتے ہوئے کہ کہیں وہ بڑے نہ ہو جائیں (اور اپنا مال تم سے لے لیں) (کتاب الافعال لابن طریف)
کنت اعي: جو مجھے یاد تھیں۔ وعیت وعیاً از وعد اے خفظته وتدبرته: یاد کرنا' تدبر کرنا (المصباح) اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ بڑھاپا حافظہ کی قوت میں ضعف پیدا کر دیتا ہے۔ اسی لئے ۸۰ سال کے بعد اختلاط کے خطرہ سے کئی لوگوں نے حدیث بیان کرنا چھوڑ دی اور بعض نے اس کو محسوس نہ کیا مگر بعد میں ان کو اپنا خلط معلوم ہوا۔
ما حدثتکم: ضمیر عائد محذوف ہے۔ فاقبلوا: اس جملہ کو مبتداء سے ملانے والی ۂ: ضمیر تخفیفاً محذوف ہے۔ ومالا فلا تکلفونیه: اس کو اس روایت پر محمول کیا جائے گا جس کو ابن ماجہ نے باب التوقی فی حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے بیان کیا: قلنا لزید بن ارقم حدثنا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کبرنا ونسینا' والحدیث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم شدیدٌ' دمیر نے دیباچہ میں اس کو بہت زیادہ احادیث بیان کرنے پر محمول کیا ہے۔ لغزش کے خطرہ سے بہت سے سلف نے کثرت سے احادیث بیان کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے کم سے کم باتیں بیان کرو اور اس میں تمہارا شریک ہوں"۔ مالک کہا کرتے تھے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے کم روایات والا ہوں۔
یُدعٰی خُمًّا: وہ وادی جس میں پانی تھا۔ نہایہ میں ابن اثیر کہتے ہیں۔ یہ مدینہ و مکہ کے درمیان جگہ جہاں چشمہ ہے آج کل وہاں مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بنی ہوئی ہے (النہایہ) شاید یہ مسجد آپ کے خطبہ کے لئے کھڑے ہونے کی جگہ پر بعد میں بنائی گئی۔
نووی کا قول: خم یہ جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر جھاڑیوں والی جگہ ہے جہاں پانی کا جوہڑ ہے جس کی وجہ سے اس کا نام غدیر

خم ہے(شرح مسلم للنووی)

اَللُّغَۃُ: **بین مکه والمدینه**: یہ یدعیٰ کے مفعول ثانی سے حال ہے۔ **فحمد الله واثنی علیه**: اللہ تعالیٰ کی تحمید وتنزیہ بیان کی یہ دونوں مستقل جملے ہیں۔ **ووعظ**: اطاعت کا حکم دیا اور وصیت فرمائی۔ **وعظ یعظ وعظا وعظه**: اس سے قرآن مجید میں آیا ہے: ﴿انما اعظکم بواحدۃ﴾ میں تمہیں حکم دیتا اور وصیت کرتا ہوں۔ **وذکر**: پھران کو وہ چیزیں یاد دلائیں جن کے متعلق اداء خدمت اور ادائیگی حقوق عبودیت میں غفلت ہو رہی تھی۔ **اما بعد**: حافظ نے ذکر کیا کہ حمد وثناء کے بعد ان الفاظ کے استعمال کی آپ کو کثرت سے عادت تھی۔ عبدالقادر رہاوی نے ۴۰ صحابہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ یہ ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب میں انتقال کے لئے آتا ہے یعنی اس تذکرہ کے بعد۔

الا ایها الناس فانما انا بشر: الاحرف تنبیہ ہے۔ **انا بشر**: ① اس لئے نہیں لائے کہ آپ کی صفات اس میں بند ہیں بلکہ یہ سمجھانے کے لئے کہ میرے خوارق کو دیکھ کر فرشتہ یا معبود نہ سمجھ لینا۔ ② اس لئے لائے تاکہ یہ بتلایا جائے اس نوع کی شان انتقال کرنا ہے۔ انسان کو بشر ظاہری جلد کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ بشر کا لفظ واحد، تثنیہ اور جمع سب پر بولا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قالوا انومن بشرین مثلنا﴾

یوشك: یہ افعال مقاربہ سے ہے قرب کے معنی میں مستعمل ہے۔ بقول فارابی ایشاك: تیزی کو کہتے ہیں۔ **اوشك**: ماضی اتنا مستعمل نہیں جتنا کہ مضارع۔ اس سے اسم فاعل قلیل الاستعمال ہے۔ (المصباح للازہری)

ان یاتی رسول ربی: بتاویل مفرد یوشک کا اسم ہے۔ ملک الموت کا آنا قریب ہے جو دنیا سے دارالبقاء میں انتقال کے اختیار کرنے کی طرف دعوت دے گا۔ ہر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو موت سے پہلے یہ اختیار دیا جاتا ہے۔

فاجیب: یاتی پر عطف ہو تو منصوب ہے۔ ② مبتداء مضمر ہو تو مرفوع ہوگا جب تک کوئی روایت مانع نہ ہو۔

واتارك فیکم ثقلین: علماء کہتے ہیں ثقلین کہنے کی وجہ ان کی عظمت اور شان ہے۔ ② بعض نے کہا ان پر عمل پیرا ہونا بھاری ہے۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں ہر نفیس وشاندار چیز کو ثقیل کہتے ہیں۔ ان کی شان وقدر کو بڑھانے کے لئے ثقلین کہا۔ (النہایہ)

کتاب الله: قرآن مجید جس میں ہدایت ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فیه هدیً﴾ بقول بیضاوی یہ جملہ ابتدائیہ ہے۔ ای **لا ریب فیه۔ فیه هدیً**: فیہ خبر مقدم ھدیً: مبتداء مؤخر ہے۔ ہدی مصدر ہے۔ اس کا معنی راہنمائی ہے۔ بعض نے کہا خواہش و چاہت کی طرف راہنمائی کیونکہ اس ارشاد میں الضلال کے بالمقابل استعمال ہوا ہے۔ ﴿تعلی هدی او فی ضلال﴾ اور اس آیت میں ہدایت کو متقین کے ساتھ بھی مقید نہیں کیا گیا جیسا کہ بقرہ کی آیت میں ہے۔ اس سے اشارہ کیا گیا کہ دلالت ہر مسلم و کافر کے لئے عام ہے۔ جیسا اس آیت میں ہے: ﴿هدی للناس﴾ اور اس میں تجرید ہے اس ارشاد خداوندی کی طرح۔ ﴿لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة﴾ تجرید کا مطلب یہ ہے کمال مبالغہ کے لئے ایک موصوف کسی صفت کو اس سے الگ کر لیں۔

والنور: چمک وروشنی۔ **فخذوا بکتاب الله**: با تاکید کے لئے بڑھائی گئی ہے۔ (المصباح) جیسے عرب **اخذ الخطام اور اخذ بالخطام**: مضبوط پکڑنے کے لئے لاتے ہیں۔

استمسکوا به: اپنے نفوس کو اس کے ساتھ تھام کر رکھو۔ قرآن مجید پر لوگوں کے عمل پیرا ہونے کو اس مضبوط رسّی سے تشبیہ دی

جو نہ ٹوٹے نہ چھوٹے۔حث: از باب قتل آمادہ کرنا۔
علی کتاب اللّٰہ: کتاب کو لینے اور تھامنے کو رسّی کے تھامنے سے تشبیہ دی ہے۔
رغب: بندوں کو ترغیب دلائی۔**و اھل بیتی:** دوسری چیز جس کو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں اور اس کی حرمت کی طرف دعوت دے رہا ہوں وہ میرے اہل بیت ہیں۔
اذکر کم اللّٰہ فی اھل بیتی: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور اہل بیت کے حقوق کی نگہبانی کی نصیحت کرتا ہوں۔دو مرتبہ تاکیداً یہ جملہ دہرایا۔مسلم کے علاوہ دوسری روایت میں جس کو شفا میں نقل کیا گیا ہے۔**انشد کم اللّٰہ و ھال بیتی ثلاثًا:** یہ زیادہ انسب معلوم ہوتا ہے۔حدیث میں وارد ہے کہ آپ جب گفتگو فرماتے تو تین مرتبہ دہراتے۔یہاں تیسری مرتبہ کا ذکر اختصار روات کی وجہ سے ہے یا کاتب کی غلطی سے ③ اس سے زیادہ اہم بات کی وجہ سے آپ نے تیسری مرتبہ نہ فرمایا واللہ اعلم اگر تیسری مرتبہ ہوتا تو کسی روایت میں تو مذکور ہوا مترجم)
فقال لی حصین: خواہ سب نے کہا یا حصین نے کہا۔شفاء قاضی میں **فقلنا لہ:** کے الفاظ ہیں۔**الیس نساؤہ من اھل بیتہ:** یہ استفہام تقریری ہے کہ آپ کی ازواج وہ آپ کے اہل بیت ہیں۔مسلم کی دوسری روایت میں ہے: **فقلت من اھل بیتہ؟ نساؤہ قال لا:** یہ دونوں روایتیں بظاہر متناقض ہیں اور دوسری روایات میں **نساؤہ لیس من اھل بیتہ:** پس پہلی روایت مسلم کی مراد یہ ہے کہ وہ ان اہل بیت میں سے ہے جو آپ کے ساتھ رہتی ہیں اور آپ ان کا خرچہ پورا کرتے ہیں۔ہمیں ان کے احترام کا حکم ملا ان کو آپ نے ثقل فرما کر ان کے حقوق کی نگہبانی کی طرف متوجہ کیا اور آپ کی ازواج اس اعتبار سے تو اہل بیت میں داخل ہیں لیکن وہ ان میں داخل نہیں جن پر صدقہ حرام ہو اور اس قول سے اسی طرف اشارہ فرمایا: "**نساءُ من اھل بیتہ ولکن اھل بیتہ**" اب دونوں روایتیں مفہوم کے لحاظ سے متناقض نہ رہیں اور دوسری روایت میں: **من اھل بیتہ نساؤہ:** ان لوگوں کے قول کو باطل قرار دیتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اس سے مراد تمام قریش ہیں کیونکہ آپ کی بعض ازواج قریش میں سے نہ تھیں۔
ولکن اھل بیتہ: لیکن جب مطلقاً یہ لفظ بولا جائے تو اس سے مراد وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ابن اقبرس یہ ایک قول ہے نساء کے اہل بیت میں داخل ہونے پر بہت سے دلائل ہیں۔**من ھم:** جن پر صدقہ حرام ہے۔وہ آل علی، آل جعفر، آل عباس اور آل عقیل ہیں اور بقیہ اولاد بنی ہاشم اولاد حمزہ اور اولاد ابولہب اس پر باقی رہیں گے۔

بنی ہاشم کے اہل ایمان مراد ہیں یہ فقط احناف کا قول ہے اور امام مالک کا بھی ایک قول ہے۔بنی ہاشم مطلب کے مؤمن کے مراد ہیں یہ امام شافعی کا قول ہے۔اس پر آپ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے "**نحن و بنو المطلب کشئی واحد**": حصین کہنے لگے کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے یعنی زکوٰۃ، نذر، کفارہ وغیرہ۔
فرق روایت: مسلم کی ایک روایت میں کتاب اللہ **ھو حبل اللّٰہ:** کے الفاظ ہیں۔

نووی کہتے ہیں حبل اللہ سے مراد وعدے ہیں۔② اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت تک پہنچانے والا ذریعہ۔③ وہ نور جس سے راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

ابن علان کہتا ہے ان وجوہ کے مطابق یہ استعارہ مصرحہ ہے۔تینوں اقوال میں اسی سے تشبیہ دی جو وصل کو اکٹھا کرنے والی ہے اسی کے نام سے نام رکھ دیا۔**من اتبعہ:** اس حالت میں اتباع کی کہ وہ اس کے اوامر کا حکم دینے اور ان کے نواہی سے

گریز کرنے والا ہے۔ کان علی الھدیٰ: یعنی وہ اس ہدایت پر ہے جو کہ ضلالت کی ضد ہے۔ من ترکه: یعنی جس نے اس کے امرونہی سے اعراض اختیار کیا۔ کان علی الضلالة: کے لفظ بھی زائد ہیں اور یہ الفاظ بھی ہیں کہ ہم نے کہا: من اھل بیتہ نساؤہ؟ قال لا ایم اللّٰہ ان المراۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر ثم یطلقھا وترجع الی ابیھا وقومھا' اھل بیتہ اھلہ وعصبتہ الذین حرموا الصدقة بعدہ"۔ نووی کا قول جمع روایتین کے سلسلہ میں گزر چکا ہے۔ وعصبتہ: کا مطلب اگر قریب ترین ہوں تو پھر بنی ہاشم خاص ہوں گے۔ ② اور اگر مطلق مراد ہو تو تمام داخل ہو جائیں گے اور بنی ہاشم و مطلب کے علاوہ نکل جائیں گے جس پر یہ عام مخصوص البعض ہوا۔

تخریج: اخرجه مسلم (۲٤۰۸)

الفرائد: دین کی جس بات کا علم ہوا سے دوسرے تک پہنچانا چاہئے' وعظ و تذکیر سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنی چاہئے' کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونا چاہئے اور بدعات سے گریز کیا جائے۔

❁ ❁ ❁

٣٤٨ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ اَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَوْقُوْفًا عَلَيْهِ اَنَّهٗ قَالَ :ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا ﷺ فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

مَعْنٰى "ارْقُبُوْهُ" رَاعُوْهُ وَاحْتَرِمُوْهُ وَاَكْرِمُوْهُ ' وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۳۴۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ انہی پر موقوف ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے اہل بیت کے سلسلہ میں خیال رکھو۔ (بخاری)

ارْقُبُوْهُ کا معنی ان کی رعایت کرو اور ان کا اکرام و احترام کرو۔ واللہ اعلم

تشریح ❁ موقوفًا: موقوف وہ روایت ہے جو قول و فعل صحابی کی طرف منسوب کیا جائے۔ ارقبوا: کا معنی ان کے واجب حقوق کی ادائیگی میں خوب خیال کرو۔ رعایت کرنا (بخاری) رعایت لحاظ کرنا۔ اکرموہ: ان کے اہل بیت تعظیم و محبت کی نگہبانی کرو۔ انہی کے اس عقد ولایت میں ان کے ساتھ صحابہ کرام' اولیاء' علماء کاملین شامل ہیں۔ اللھم احشرنا فی امرتھم یوم النشور آمین۔

تخریج: اخرجه البخاری (۳۷۱۳) و (۳۷۵۱)

الفرائد: اہل بیت کا اکرام کرنا چاہئے کیونکہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہے۔

❁ ❁ ❁

۴۴: بَابُ تَوْقِيْرِ الْعُلَمَآءِ وَالْكِبَارِ وَاَهْلِ الْفَضْلِ وَتَقْدِيْمِهِمْ عَلٰى غَيْرِهِمْ ' وَرَفْعَ مَجَالِسِهِمْ ' وَاِظْهَار مرتبتهم

باب: علماء' بڑوں اور فضیلت والے لوگوں کی عزت کرنا اور ان کو دوسروں سے مقدم کرنا اور

ان کو اُونچے مقام پر بٹھانا اور ان کے مرتبے کا پاس کرنا

توقیر: وقار سے ہے جس کا معنی تعظیم ہے اور ان کا احترام علوم شرعیہ اور اس کے متعلقہ ذرائع سے متعلق ہے۔ اگر چہ وہ معمر نہ ہوں اور علماء سے علماء اہل سنت والجماعت مراد ہیں کیونکہ اہل بدعت کی تعظیم سے منع کیا گیا ہے۔

الکبار: یہ کبیر کی جمع ہے۔ زیادہ عمر والے مراد ہیں اگر چہ وہ اہل علم نہ ہوں۔

اهل الفضل: یعنی شجاعت' جوانمردی اور سخاوت وغیرہ صفات کمال والے لوگ چونکہ یہی چیزیں مراتب کو بلند کرنے والی ہیں۔

وتقدیمهم علی غیرهم: ظاہری تعبیر سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ اجتماع کے وقت' اہل علم کو زیادہ عمر والوں سے مقدم کیا جائیگا۔

رفع مجالسهم: اگر چہ ان کو مناسب ہے کہ تواضعاً وہ بلندی منصب کے خود خواہاں نہ ہوں مگر ان کے حق کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو مجلس میں اعلیٰ مقام دیا جائے۔

واظهار مرتبتهم: ان کے حق کی ادائیگی کا تقاضا یہ ہے ان کا مقام دوسروں کے سامنے واضح کیا جائے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ؟ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

[الزمر:۹]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''فرمادیں اے پیغمبر (ﷺ) کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے ؟ بے شک نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں''۔ (الزمر)

آیات

هل یستوی: استفہام انکاری ہے۔ علم سے وہ مراد ہے جس کا حصول مطلوب ہو۔

والذین لا یعلمون: وہ اس علم کو قائم کرنے والے نہیں جو کہ مطلوب ہے اگر چہ مذکور تو یعملون: اور لا یعلمون: کا فعل ہے مگر اس کو لازم کی جگہ لائے ہیں۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں قوت علمیہ کے لحاظ سے دونوں برابر نہ ہونے کی نفی علم کی فضیلت کو مزید روشن کرنے والی ہے اور اسی بات کو پختہ کرنے کے لئے کہا گیا: ﴿امن هو قانت﴾ یعنی جس طرح عالم و جاہل برابر نہیں' اسی طرح قانت و نافرمان بھی برابر نہیں ہیں۔

٣٤٩ : وَعَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو وَالْبَدْرِيِّ الْاَنْصَارِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ ، فَاِنْ كَانُوْا فِى الْقِرَآءَةِ سَوَآءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ ، فَاِنْ كَانُوْا فِى السُّنَّةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً ، فَاِنْ كَانُوْا فِى الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَّلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِى سُلْطَانِهِ ، وَلَا يَقْعُدُ فِىْ بَيْتِهِ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ اِلَّا

بِإِذْنِهِ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ - وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ : "فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا" بَدَلَ "سِنًّا" أَيْ إِسْلَامًا - وَفِي رِوَايَةٍ "يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ وَأَقْدَمُهُمْ قِرَآءَةً فَإِنْ كَانَتْ قِرَآءَتُهُمْ سَوَآءً فَيَؤُمُّهُمْ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنًّا" وَالْمُرَادُ "بِسُلْطَانِهِ مَحَلُّ وِلَايَتِهِ أَوِ الْمَوْضِعُ الَّذِيْ يَخْتَصُّ بِهِ "وَتَكْرِمَتُهُ" بِفَتْحِ التَّاءِ وَكَسْرِ الرَّآءِ وَهِيَ مَا يَنْفَرِدُ بِهِ مِنْ فِرَاشٍ وَّسَرِيْرٍ وَّنَحْوِهِمَا۔

۳۴۹: حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو بدری انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں کی امامت وہ کرائے جو کتاب اللہ کو سب سے زیادہ پڑھنے والا ہو اگر قراءت میں برابر ہوں تو پھر ان میں سے جو سنت سے زیادہ واقفیت رکھنے والا ہو۔ پس اگر وہ علم سنت میں برابر ہوں تو وہ جو ان میں سے پہلے ہجرت کرنے والا ہو پس اگر وہ ہجرت میں برابر ہوں تو پھر عمر میں جو بڑا ہو اور کوئی آدمی دوسرے آدمی کے غلبہ والی جگہ میں امامت نہ کروائے اور نہ اس کے گھر میں اس کی مخصوص نشست گاہ پر بیٹھے سوائے اس کی اجازت کے۔ (مسلم) اور ایک روایت میں سناً کی بجائے سلمًا یا اسلامًا کے الفاظ ہیں کہ جو اسلام میں ان میں سبقت کرنے والا ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ قوم کی امامت ان میں سے بڑا قاری کروائے جو قراءت میں سب سے زیادہ ماہر ہو اگر ان کی قراءت برابر ہو تو پھر ان میں جو پہلے ہجرت کرنے والا ہو اور اگر ہجرت میں برابر ہوں تو ان میں سے جو عمر میں بڑا ہو۔

بِسُلْطَانِهِ سے مراد اس کے اثر و حکومت کی جگہ یا وہ جگہ جو اس کے ساتھ خاص ہے۔
تَكْرِمَتُهُ: مخصوص نشست گاہ یا بستر۔

تشریح ❁ **ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ:** یہ بدر کے رہنے والے تھے۔ غزوۂ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت نہیں کی۔ یہ انصاری صحابی ہیں' باب المجاہدہ میں ان کے حالات گزر چکے ہیں۔

یوم القوم اقرء ھم لکتاب اللّٰہ: جملہ بظاہر خبر یہ ہے مگر امر کے معنی میں ہے۔ اے **لیومھم:** اور اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے۔ **اذ کنتم ثلاثۃ فلیومکم اکبر کم:** اور یہ روایت جس کو مالک بن الحویرث نے نقل کیا ہے۔ **ولیومکما اکبر کما:** اس سے مراد صرف خبر دینا نہیں بلکہ اس کا کرنا ضروری ہے۔

فان کانوا فی القرأۃ سواء فاعلمھم بالسنۃ: قرطبی کہتے ہیں۔ محدثین نے اس کا مطلب یہی بتلایا ہے کہ صدر اول میں بڑا قاری بڑا فقیہ بھی ہوتا تھا کیونکہ وہ دین کی گہری سمجھ حاصل کرتے تھے۔ کوئی قاری غیر فقیہہ نہ تھا۔ ان کے ہاں فقہاء کو قراء کہا جاتا تھا۔ (المفہم للقرطبی) امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کے ہاں افقہ کو مقدم کرنے کا قول یہی معنی رکھتا ہے کیونکہ نماز کے لئے فقہ کی قرأت سے زیادہ حاجت ہے اور امام ابوحنیفہ نے ظاہر روایت سے اقرء کو مقدم کیا تو ان کی تعبیر میں اس سے مراد اعلم بالسنہ ہی ہے۔ (شرح الاعلام لزکریا)

قرطبی کہتے ہیں سنۃ سے مراد سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ **فان کانوا فی القراۃ سواء:** یہ اضافہ صرف اعمش

کی روایت میں ہے اور اس کا مفہوم امام شافعی و مالکؒ کے ہاں یہ ہے۔ ابتداء اسلام میں عدم تفقہ کے باوجود اقراء مقدم تھا خواہ وہ کم عمر ہو جیسا عمرو بن سلمہ کی روایت میں وارد ہے۔ جب کتاب وسنت میں لوگوں نے فقاہت حاصل کر لی تو افقہ کو مقدم کیا گیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا حالانکہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ ابی بن کعب بڑے قاری تھے۔ اگر یہ حکم مطلق ہوتا تو ابی رضی اللہ عنہ کو صدیق رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا جاتا اور یوم القوم اقرؤھم: سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورتوں کو مردوں کی امامت درست نہیں کیونکہ تمام معاملے کے انتظام کا دارومدار مرد پر ہے۔

اقدمھم ھجرۃ: ہجرت مدینہ مراد ہے۔ ② دارالاسلام کی طرف ہجرت مراد ہے۔ اس سے ہجرت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اگرچہ ہجرت مدینہ لازم نہیں رہی مگر افضلیت تو اس کی قائم ہے۔

فاقدمھم شیئا: دوسری روایت میں سلمًا ای اسلاما: وارد ہے۔ اس سے مراد اسلام میں پہل کرنا مراد ہے۔ نوجوان پہلے اسلام لانے والے کو بوڑھے مؤخر الاسلام پر مقدم کیا جائے گا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس ترتیب کا لحاظ اس بناء پر ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم مقامی ہے۔ آپ دنیا وآخرت کے مقتداء ہیں۔ پس جو رتبے میں آپ کے قریب تر ہوگا وہ مقدم ہوگا اور یہ ترتیب بھی اس وقت ملحوظ ہوگی جبکہ والی عدل موجود نہ ہو ورنہ والی ان سب پر مقدم ہوگا اگر وہ امامت نہ کرائے تو امامت کے جو لائق ہوا سے مقدم کیا جائے گا خواہ اس سے زیادہ نیک وہاں موجود ہو۔

سلطانہ: گھر کا مالک مہمان پر عاریت پر مکان دینے والا عاریت پر لینے والے سے اور آقا اپنے مکاتب سے مقدم ہوگا۔

تکرمتہ: صاحب قاموس نے اس کا معنی تکیہ کیا ہے۔ **الا باذنہ**: ممانعت کی وجہ دوسرے کے حق میں بلا اجازت تصرف کرنا تھا جب تکیہ وغیرہ سے ممانعت بلا اذن وارد ہے تو دوسرے حقوق میں ممانعت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوئی۔ (رواہ مسلم)

فرق روایت: ① ایک روایت میں **سلمًا**: کے الفاظ سِناً: کی جگہ وارد ہیں۔ اس کا ایک معنی اوپر اسلام کر چکے دوسرا معنی صلح ہے۔ گویا اپنے آقا کی اطاعت کا مادہ زیادہ ہو۔ یہ سین کے فتحہ وکسرہ دونوں سے مستعمل ہے۔

② ایک اور روایت میں **اقدمھم**: قرأۃ کے الفاظ ہیں یعنی قرأت میں زیادہ رسوخ رکھنے والا۔ اسی طرح **فان کانت قرأتھم سواء فلیؤمھم اقدمھم ھجرتً ھجرہ**: یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ اگر وہ ہجرت میں برابر ہوں اور قرأت میں بھی برابر ہوں اور تقدم فی السن میں اختلاف کریں تو عمر میں بڑے امامت کراتے کیونکہ وہ دنیا سے اعراض اور مولیٰ کی طرف توجہ میں دارِآخرت کی طرف زیادہ قریب ہے۔

نووی کہتے ہیں سلطان سے مراد وہ مقام جس میں اس کو خصوصیت حاصل ہو مثلاً امام ہو یا اس کا اپنا گھر ہو یا اہل وعیال ہوں۔ امیر بلد ہو اور **تکرمتہ**: احترام واکرام کی جگہ بستر' چارپائی وغیرہ۔ بعض نے دسترخوان بھی ترجمہ کیا ہے۔

تخریج: اخرجہ مسلم (٦٧٣) والترمذی (٢٣٥) والنسائی (٧٧٩) و ابن ماجہ (٩٨٠)

الفرائد: علم دین کی طلب وتلاش کے لئے سفر کی فضیلت ذکر فرمائی۔ امورِ دین کا آپ کس قدر اہتمام فرمانے والے تھے۔

---

٣٥٠ : وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ وَيَقُوْلُ :"اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ ، لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ، ثُمَّ

الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وَقَوْلُهُ ﷺ "لِيَلِنِيْ" هُوَ بِتَخْفِيْفِ النُّوْنِ وَلَيْسَ قَبْلَهَا يَاءٌ، وَرُوِيَ بِتَشْدِيْدِ النُّوْنِ مَعَ يَاءٍ قَبْلَهَا۔

"وَالنُّهٰى": الْعُقُوْلُ وَ"اُولُوا الْاَحْلَامِ" هُمُ الْبَالِغُوْنَ، وَقِيْلَ اَهْلُ الْحِلْمِ وَالْفَضْلِ۔

۳۵۰: حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کندھوں کو چھوتے نماز میں (کھڑے ہونے کے وقت) اور فرماتے برابر ہو جاؤ اور آگے پیچھے نہ ہو ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی اور میرے قریب تم میں سے عقل و سمجھ والے کھڑے ہوں۔ پھر وہ جو ان سے قریب ہوں (عقل و عمر کے لحاظ سے)۔ (مسلم)

لَيَلِيَنِّيْ لِيَلِنِيْ بھی مروی ہے۔

النُّهٰى جمع نُهْيَةٌ عقلیں۔

اُولُو الْاَحْلَامِ: بالغ یا حلم و فضیلت والے۔

تشریح ۞ **یمسح مناکبنا:** اپنے دست اقدس سے ان کو برابر کرتے تا کہ کوئی دوسرے سے آگے نکلا نہ ہو۔

استووا ولا تختلفوا: برابر کرنے کے دوران فرماتے کہ کسی کا کندھا دوسرے سے آگے بڑھا ہوا نہ ہو۔ مسئلہ: صفوف کی درستگی کے وقت یہ کہنا مسنون ہے۔ گویا فعل و قول دونوں جمع ہو جائیں اور دیگر احادیث صرف قول پر اکتفاء مخاطبین کے حالات کے پیش نظر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی تعمیل میں تکمیل پائی تو فقط قول پر اکتفاء کیا اور دونوں کو بسا اوقات اس لئے جمع فرمایا کہ اسلام میں نئے داخل ہونے والوں کو تعلیم دینا مقصود تھی۔

فتختلف قلوبکم: یہ جواب نہی ہے۔ دلوں کے اختلاف کا مطلب ان کی خواہشات و ارادوں کا مختلف ہونا ہے۔ اگر کوئی اس کو الاوان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد الحدیث کے منافی قرار دے تو اس کا جواب ① یہ ہے کہ اختلاف قلوب مخالفت اعضاء سے پیدا ہوتا ہے اور یہاں اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ ② حکم کی مخالفت فسادِ قلب سے پیدا ہونے والی ہے اور دل کو ہدایت و یقین کے نور سے خالی کر دیتی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے فساد قلب سے فساد اعضاء پیدا ہوتا ہے اور فساد اعضاء سے دلوں کی خواہشات بدل جاتی ہیں اور خواہشات قلوب کے بدلنے سے اسلام یکجہتی میں دراڑ پیدا ہو جاتی ہے جس کا تدارک ممکن نہیں رہتا بلکہ وہ خلل فتن و ضعف دین کی صورت میں رونما ہوتا ہے۔

لیلینی منکم اولوا الاحلام والنھی: یلینی نماز میں میرے قریب کھڑے ہوں۔ احلام: جمع حلم کسی معاملے میں پختگی اور حوصلہ مندی جو کہ عقلمندوں کا نشان ہے۔ نووی نے اس کا معنی عقلاء کیا ہے اور بعض نے بالغ کیا ہے۔ جن کے ہاں یہ دونوں ایک معنی کے لئے ہیں تو ان کے ہاں دوسرا تاکید کے لئے ہوگا اور جن کے ہاں اس کا معنی بالغ ہے تو معنی عاقل بالغ بن جائے گا۔ النھی نھیۃ کی جمع ہے جس کا معنی عقل ہے۔ قوم نھین: عقل کو نھیہ کہنے کی وجہ ① یہ ہے کہ یہ اس تک پہنچتی ہے جس کا اس کو حکم دیا جائے اور اس سے تجاوز نہیں کرتی۔ ② یہ برائیوں سے باز رکھتی ہے۔ ابو علی فارسی کہتا ہے کہ یہ النھی ہدی کی طرح مصدر بھی ہو سکتا ہے اور ظلم کی طرح جمع بھی بن سکتا ہے۔ لغت میں نہی پختگی اور رک جانے کو کہا جاتا ہے اسی سے المنھی: وہ جگہ جہاں پانی پہنچ کر رک جائے اور گدلا ہو جائے۔ واحدی کہتے ہیں پس دونوں اقوال کا حاصل روکنا ہی بنا اور عقل قبیح سے

روکتی ہے۔

یلونهم: پھر بچے اور قریب البلوغ وہ ایک ہی درجے میں شمار ہوتے ہیں۔ پھر دوزوالے۔ (رواہ مسلم نووی کا قول امام کے قریب افضل در افضل کھڑے کئے کیونکہ وہ اکرام کے زیادہ حقدار ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ امام کو بسا اوقات خلیفہ کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ مناسب ہوگا۔ تیسری وجہ یہ ہے امام کے بھول جانے کو وہ سمجھ جائے گا۔ دوسرے نہ جان سکیں گے۔ چوتھی وجہ یہ ہے تاکہ وہ نماز کی کیفیت کو اچھی طرح محفوظ کر لیں اور پھر دوسروں کو سکھائیں۔ یہ مقدم کرنا نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر مجمع میں فضیلت والے لوگوں کو امام کے قریب کرنا چاہئے اور اسی طرح مجالس میں علم' قضاء' ذکر' درس' افتاء' استماع حدیث کی مجالس میں ان کو مقدم کیا جائے گا اور لوگ علم' دین' عقل' شرف و مرتبہ' سمجھداری اور کفایت میں اپنے مراتب کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں اور اس سلسلے میں روایات ایک دوسرے کی معاون ہیں۔ ان میں صفوف کی برابری اور اس کی طرف توجہ اور اس پر آمادہ کرنا بھی ہے۔

لیلینی: یا محذوف اور نون وقایہ یا یا موجود اور نون تاکید مشدد (نووی شرح المسلم) ابن حجر ہیثمی نے تخفیف نون کے ساتھ بھی اثبات یا کو درست کہا ہے۔

اولوا النهی و الفضل: کا عطف' عطف العام علی الخاص کی قسم سے ہے۔

تخریج: اخرجه مسلم (٤٣٢) و ابو داود (٦٧٤) و النسائی (٨٠٦) و ابن ماجه (٩٧٦)

الفوائد: صفوف میں درستگی ضروری ہے۔ عقل وفہم والے لوگوں کو دوسروں سے مقدم کرنا چاہئے۔ جو اچھے اوصاف والے ہوں گے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہوں گے۔

٣٥١ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لِيَلِنِیْ مِنْكُمْ اُولُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰی، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" ثَلَاثًا وَاِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۵۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا چاہئے کہ تم میں سے میرے قریب عقل و سمجھ والے لوگ کھڑے ہوں پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہوں (سمجھ میں) آپؐ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی اور پھر فرمایا بازاروں کے شور وغل سے بچو۔ (مسلم)

تشریح: عبدالله: یہ عظیم الشان مراتب والے صحابی ہیں۔ منکم: ① ظرف لغو اً معلقاً ② ظرف مستقر اً فاعل سے حاصل ہو۔ ثلاثا: تین مرتبہ دہرایا اور تکرار بھی مقتدیوں کی حالت کے پیش نظر تھی۔ ایاکم ای احذروا انفسکم: اس کو مزید تاکید کے لئے مقدم کیا اپنے کو خوب بچاؤ۔

وھینات الاسواق: بازاروں کا میل جول' جھگڑا' شور وغل' غل غپاڑہ اور فتنہ بازی سے بچاؤ۔ (نووی) قرطبی کا قول یہ شاذ لفظ ہے فتنہ' اختلاف' برانگیختگی۔ عرب کہتے ہیں ھوش القوم: جبکہ وہ اختلاف کریں۔ (مسلم)

تخریج: اخرجه مسلم (٤٣٢ / ١٢٣) و ابو داود (٦٧٤) والترمذی (٢٢٨)

الفوائد : بازار کے شور وشغب سے بچنا چاہئے' بازار فتنوں کے مقامات ہیں۔

۳۵۲ : وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰی وَقِیْلَ اَبِیْ مُحَمَّدٍ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ "بِفَتْحِ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ الثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ" الاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : انْطَلَقَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ سَهْلٍ وَّمُحَیِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ اِلٰی خَیْبَرَ وَهِیَ یَوْمَئِذٍ صُلْحٌ فَتَفَرَّقَا فَاَتٰی مُحَیِّصَةُ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَهْلٍ وَّمُحَیِّصَةُ وَهُوَ یَتَشَحَّطُ فِیْ دَمِهٖ قَتِیْلًا فَدَفَنَهٗ ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلٍ وَّمُحَیِّصَةُ وَحُوَیِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ یَتَكَلَّمُ فَقَالَ : "كَبِّرْ كَبِّرْ" وَهُوَ اَحْدَثُ الْقَوْمِ فَسَكَتَ فَتَكَلَّمَا فَقَالَ : "اَتَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ؟" وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِیْثِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَقَوْلُهٗ ﷺ : "كَبِّرْ كَبِّرْ" مَعْنَاهُ : یَتَكَلَّمُ الْاَكْبَرُ۔

۳۵۲: حضرت ابو یحییٰ بعض نے کہا ابو محمد سہل بن ابی حثمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کی طرف گئے اور یہ صلح کے ایام تھے۔ پس وہ دونوں جدا ہوئے۔ جب محیصہ واپس عبداللہ بن سہل کے پاس لوٹے تو عبداللہ کو خون میں لت پت مقتول پایا۔ پاس ہی اس کو دفن کیا پھر مدینہ آئے۔ پھر عبدالرحمٰن بن سہل اور محیصہ اور حویصہ مسعود کے دونوں بیٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ عبدالرحمٰن نے گفتگو شروع کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بڑا آدمی بات کرے اور عبدالرحمٰن تو سب میں چھوٹے تھے اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ پس محیصہ اور حویصہ مسعود کے دونوں بیٹوں نے گفتگو کی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم قسم اٹھاتے اور اپنے مقتول کے قاتل سے حق طلب کرتے ہو۔ مکمل روایت ذکر کی۔

كَبِّرْ كَبِّرْ : تم میں سے بڑا سے کلام کرے۔

تشریح ۞ **سهل بن ابی حثمه رضی الله عنه**: ان کی کنیت ابو یحییٰ یا ابو محمد بتلائی جاتی ہے۔ ابو حثمہ کا نام عبداللہ ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے عبداللہ بن ساعدہ بعض عامر بن ساعدہ بن عدی بن خیثم بن مخدعہ بن حارثہ بن الحارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس انصاری خزرجی اوسی الحارثی ہے۔ یہ مدینہ منورہ کے باشندے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی باتیں یاد کر لی تھیں۔ ۲۵ روایات ان سے مروی ہیں۔ تین متفق علیہ ہیں۔ ان سے نافع بن جبیر' عبدالرحمان بن مسعود' زہری جیسے تابعین نے روایت لی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے خود ان سے نہیں سنا۔ (تہذیب للنووی)

محیصه بن مسعود: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے مسعود بن کعب بن عامر بن عمرو بن مخدعہ مخدعہ سے آگے ان کا سلسلہ نسب سہل سے مل جاتا ہے۔

هی یومئذ صلح: یہ اس زمانے کی بات ہے جب خیبر فتح ہو چکا تھا اور یہود سے بٹائی پر صلح ہو چکی تھی۔ **فتفرقا**: وہ ضروریات

کے لئے ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔
یتشحط فی دمه قتیلا: وہ اپنے خون میں لت پت مقتول پڑے تھے۔
النحو: قتیلاً: یہ حال ہے۔ المدینه: یہ دارالہجرت کا نام بن گیا۔ یہ وان بمعنی اطاع سے ماخوذ ہے۔ یہ مرکز دین ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان الایمان لیأ رازالی المدینة کما تارزالحیة الی حجرتها** "ایمان اہل مدینہ کی طرف یوں سمٹ کر آئے گا جیسا سانپ اپنے غار کی طرف۔
عبدالرحمٰن بن سهل: مقتول کا بھائی۔ **محیصه و حویصه:** مقتول کے والد کا چچازاد۔
فذهب عبد الرحمان یتکلم: عبدالرحمان بات کرنے لگا تو آپ نے فرمایا: **کبر کبر:** یعنی بڑے کی رعایت کرو۔ مسلم میں کبر کے بعد الکبر فی السن کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں اور ایک نسخہ الکبر ہے (شرح الاعلام لزکریا) یہ لفظ **کبریکبر از تعب یتعب** اور **کبر یکبر قرب یقرب** دونوں سے آتا ہے۔ (المصباح) بظاہر یہاں باب تعب سے ہے۔ عاقولی کا قول اس کے موافق ہے۔ **فسکت فتکلما:** حویصہ جو سب سے بڑا تھا اس نے اور محیصہ جو اس سے چھوٹا تھا بات کی عبدالرحمان خاموش ہو گیا۔
نووی کا قول: اصل دعویٰ کا حق عبدالرحمان ہی کو تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صورتِ قصہ اور حقیقت قصہ معلوم فرمانا چاہتے تھے۔ پس اس کے گفتگو کرنے کے بعد عبدالرحمان نے بات کی اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دونوں بطور وکیل بات کرنے والے ہوں۔
عاقولی کہتے ہیں والد کے چچازاد ہونے کی وجہ سے ان کے حق کی ادائیگی کے لئے ان کو کلام کا موقعہ دیا کیونکہ وہ تو معاون کے طور پر آئے تھے۔ وراثت میں ان کا حصہ نہ تھا۔ ان کی بات عبدالرحمان کے لئے کون سی تسلی کا ذریعہ تھی۔ اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ زیادہ عمر والے کا لحاظ کرنا مستحب ہے اور کبر یہ بوڑھے کے لئے آتا ہے (نووی) اور کئی مقامات ہیں جہاں معمر کو مقدم کیا جاتا ہے۔ **اىے تحلفون و تستحقون قاتلکم:** پچاس قسمیں کھاؤ تو تمہارا حق قصاص یا دیت ثابت ہو جائے گا۔ قسم کی پیشکش کا مطلب یہ ہے۔ جب وہ اس کو اچھی طرح جان لیں یا یقین کر لیں کیونکہ حلف اسی صورت میں جائز ہوتا ہے۔ اگرچہ خطاب تینوں کو کیا گیا مراد مقصود صرف عبدالرحمان ہے۔
بقول نووی کبر کبر کو دو مرتبہ لانا تاکید کے لئے ہے تاکہ عمر میں بڑا یا رتبہ میں بڑا بات کرے۔
تخریج : اخرجه البخاری (۳۱۷۳) و مسلم (۱٦٦۹) و ابو داود (٤٥۲۰) والترمذی (۱٤۲۲) والنسائی (۲۷۲٤) و ابن ماجه (۲٦۷۷)
الفرائد : ① پہلے بڑا بات شروع کرے ② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مستجاب الدعوات تھے ③ کافر سے حلف لیا جا سکتا ہے۔

۳۵۳ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ يَعْنِيْ فِي الْقَبْرِ ثُمَّ يَقُوْلُ : "اَيُّهُمَا اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ؟ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۳۵۳: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے مقتولین میں دو دو کو ایک قبر میں جمع فرماتے تھے۔ پھر فرماتے ان میں سے کون قرآن کو زیادہ سے زیادہ یاد کرنے والا تھا؟ پس ان میں سے جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اس کو قبر میں پہلے رکھتے (یعنی لحد میں قبلہ کی جانب مقدم فرماتے)۔(بخاری)

تشریح ۞ **کان یجمع بین الرجلین من قتلی احد**: مقتولین کی کثرت اور کام کرنے والوں کی قلت تعداد کی وجہ دو کو ایک قبر میں دفن فرماتے۔ احد مدینہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ وہاں اکثر کے نزدیک ۴ھ میں غزوہ پیش آیا حافظ نے فتح میں لکھا ہے کہ اصحاب سنن نے ہشام بن عامر انصاری سے نقل کیا کہ **جاء ت الانصار الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد فقالوا اصابنا قرح وجهد فقال صلی اللہ علیہ وسلم احضروا وسعموا واجعلوا الرجلین والثلاثة فی القبر**"۔(ترمذی)

البتہ مرد کو عورت کے ساتھ دفن کے سلسلہ میں عبدالرزاق نے سند حسن کے ساتھ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ مرد وعورت کو ایک قبر میں دفن کیا جاتا' مرد کو قبلہ کی طرف مقدم کیا جاتا عورت کو اس کے پیچھے رکھا جاتا اور ان کے مابین منڈیر بنادی جاتی خصوصاً جبکہ وہ اجنبی ہوتے"۔(عبدالرزاق)

فی القبر: کہ دونوں کو ایک قبر میں رکھا جاتا مگر کفن ہر ایک کو الگ الگ دیا جاتا۔ **اخذ اللقرآن**: قرآن مجید یاد کرنے والا۔
قدمه فی اللحد: یعنی قبلہ والی جانب مقدم کیا جاتا خواہ وہ عمر میں بڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ② قرآن مجید زیادہ یاد ہونے کی وجہ سے اس کا اکرام کیا جاتا۔

تخریج بخاری فی الجنائز والمغازی' ابو داؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجه فی الجنائز۔ ابن ابی شیبه ۳/۲۵۳' ابن حبان ۳۱۹۷' ابن الجارود ۵۵۲' بیهقی ٤/۳٤۔

الفرائد: دو آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔ علم دین والوں کو قبلہ کی طرف مقدم کیا جائے گا۔

۳٥٤ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "اَرَانِيْ فِي الْمَنَامِ اَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَآءَ نِيْ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ ' فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ فَقِيْلَ لِيْ : كَبِّرْ فَدَفَعْتُهُ اِلَى الْاَكْبَرِ مِنْهُمَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ مُسْنَدًا وَّالْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا۔

۳۵۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں پھر میرے پاس دو آدمی آئے۔ ان میں ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے مسواک چھوٹے کو دے دی تو مجھے کہا گیا کہ بڑے کو دیں' تو میں نے بڑے کو دے دی۔
(مسلم نے مسنداً اور بخاری نے تعلیقاً روایت کی ہے)

تشریح ۞ **قال اَرَانِی**: حافظ کہتے ہیں یہ رؤیت سے ہے ہمزہ مفتوح ہے۔ جنہوں نے ضمہ بتلایا یہ ان کا وہم ہے۔
النحو : **المنام**: مصدر میمی ہے یعنی نوم گویا ظرف محل حال میں ہے اور جمہ اتسوک دوسرے مفعول کی جگہ ہے۔ **ناولت السواک الاصغر**: خواب میں جو دو آدمی آئے تو میں چھوٹے میں کوئی علم وغیرہ جیسی چیز دیکھ کر مسواک چھوٹے کو دے دی۔

فقیل لی کبر: جبرئیل نے کہا جیسا کہ ابن مبارک کی روایت میں مَوجود ہے کہ بڑے کو دو الا کبر منها: میں نے بڑے کو دے دی۔ ابن بطال کہتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ زیادہ عمر والے کو مسواک کھانے' پینے چلنے اور گفتگو میں لحاظ کر کے مقدم کیا جائے گا اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں دیہاتی کو صدیق اکبر سے پانی پینے میں مقدم کیا گیا۔

مسئلہ: دوسرے کے مسواک کا استعمال اسکی اجازت کے بغیر بھی مکروہ نہیں البتہ استعمال سے پہلے دھو لینا مستحب ہے۔ (مسلم)

تخریج: اخرجه البخاری (۲٤٦) و مسلم (۲۲۷۱)

الفرائد: مسواک' کھانا' پینا' گفتگو چلنا پھرنا سب میں بڑے کو مقدم کیا جائے گا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب ترتیب نہ ہو۔ جب ترتیب ہو تو دائیں کو مقدم کریں گے۔

۳۵۵ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ : رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ مِنْ اَجْلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِكْرَامَ ذِی الشَّیْبَةِ الْمُسْلِمِ ' وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْهِ وَالْجَافِیْ عَنْهُ وَاِكْرَامَ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

۳۵۵: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عزت و احترام بجالانے میں سے یہ بھی ہے کہ (۱) سفید داڑھی والے مسلمان (۲) قرآن کا حافظ جو اس میں غلو کرنے والا نہ ہو اور نہ ہی اس سے جفا اور زیادتی کرنے والا ہو اور (۳) انصاف والے بادشاہ کا اکرام کرنا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ اجلال اللّٰه: تکریم و تعظیم۔ ذی الشیبه المسلم: جس کی عمر اسلام میں گزری ایمان میں بڑھاپا آیا۔ اس کو نماز میں دوسری شروط کے ہوتے ہوئے نماز میں اور مجالس و مجامع' قبر میں مقدم کیا جائے گا اور اس کے ساتھ نرمی اور شفقت کی جائے گی۔

حامل القرآن: یعنی قرآن مجید کا قاری۔ اس کو حامل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پڑھ کر' سمجھ کر اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہو کر اور اس میں تدبر کرنے کا بوجھ اٹھایا۔ گویا یہ سارے مراحل بھاری بوجھ اٹھانے کی طرح ہیں۔ غیر الغالی: جو اس پر عمل میں تشدد برتنے والا نہ ہو اور جو اس کے معانی اس پر مشتبہ ہوں اور مخفی ہوں ان میں پیچھے پڑنے والا نہ ہو اسی طرح اس کی وہ علل جو دقیق ہوں جو اس کی عقل کے دائرہ سے باہر ہوں ان کو دین میں گھڑ کر نہ نکالنے والا ہو تا کہ وہ خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو گمراہ کرے اور اس کی قرأت میں مخارج حروف اور مدات میں حدود سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔

النحو: غیر مجرور ہو تو صفت ہے منصوب ہو تو استثناء ہے۔ الجافی عنه: قرآن کو چھوڑنے والا اس کی تلاوت سے دور بھاگنے والا اور اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل سے اعراض کرنے والا یہی جفاء ہے جس کا معنی بُعد اور دوری ہے۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں کیونکہ قرآن اخلاق میں تو میانہ روی ہے۔ الغلو: دین میں سختی اختیار کرنا اور اس کی حدود سے تجاوز اختیار کرنا اور التجافی: دوری اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ خاص طور پر جو آدمی کثرت نوم' بیکاری اور شہوات دنیا میں مبتلا ہو کر اس سے دور ہو۔ قرآن کے عالم و حافظ کے لئے کس قدر قبیح بات ہے کہ زبان سے اس کے احکامات بیان کرے اور ان پر خود عمل پیرا نہ ہو۔ وہ

کتابیں اٹھانے والے گدھے کی طرح ہے۔ ذی السلطان: حکمران جو احکام میں عدل و انصاف برتنے والا ہو۔

تخریج: ابو داوٗد فی الادب۔ الادب المفرد للبخاری ۳۵۷ (اس کی سند میں کلام ہے)

الفرائد: عدل و انصاف والے بادشاہ کا اکرام کرنا چاہئے۔

۳۵۶ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيْرِنَا" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ : حَقَّ كَبِيْرِنَا"۔

۳۵۶: حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ شعیب اور دادا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ہم میں سے نہیں جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور بڑوں کے مرتبہ کو نہ پہچانا''۔

(ابوداوٗد' ترمذی حدیث صحیح)

ابوداوٗد کی روایت میں حَقَّ كَبِيْرِنَا کے الفاظ ہیں کہ بڑوں کا حق نہ پہچانا۔

تشریح ۞ عن جدہ سے مراد والد کے دادا ہیں کیونکہ ان کے والد نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت لی ہے۔ لیس منا: وہ ہمارے طریقے اور راہ پر نہیں۔

لا یرحم صغیرنا: چھوٹے مسلمان پر شفقت و رحمت اور احسان کرنا چاہئے۔

شرف کبیرنا: جس تعظیم و تکریم کا وہ حقدار ہے جیسا روایت احمد میں وارد ہے۔ ''لیس من امتی من لم یبجل کبیرنا'' اور ترمذی اور ابن حبان اور احمد کی دوسری روایت میں لیس منا من لم یوقر الکبیر ویرحم الصغیر ویامر بالمعروف وینھی عن المنکر۔

فرق روایت: ابوداوٗد کی روایت میں حق کبیرنا کے الفاظ وارد ہیں۔

تخریج: اخرجه الترمذی (۱۹۲۰) و ابو داود (۴۹۴۳) والبخاری (۳۵۵) واسناده حسن۔

الفرائد: بچوں اور کمزور مسلمانوں پر رحمت و شفقت کرنی چاہئے' مسلمان شیوخ کا اکرام و احترام کرنا اور ان کے حقوق کو پہچاننا چاہئے۔

۳۵۷ : وَعَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ اَبِيْ شَبِيْبٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَرَّ بِهَا سَآئِلٌ فَاَعْطَتْهُ كِسْرَةً وَّمَرَّ بِهَا رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَهَيْئَةٌ فَاَقْعَدَتْهُ فَاَكَلَ فَقِيْلَ لَهَا فِيْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ لٰكِنْ مَيْمُوْنٌ : لَمْ يُدْرِكْ عَآئِشَةَ وَقَدْ ذَكَرَهٗ مُسْلِمٌ فِيْ اَوَّلِ صَحِيْحِهٖ تَعْلِيْقًا فَقَالَ : وَذُكِرَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نُّنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ ، وَذَكَرَهُ الْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ

فِیْ كِتَابِهٖ ' مَعْرِفَةِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ" وَقَالَ :هُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔

۳۵۷: حضرت میمون بن ابی شبیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے ایک سائل گزرا انہوں نے اس کو روٹی کا ٹکڑا عنایت فرمایا۔ پھر ایک آدمی گزرا جس نے اچھے کپڑے پہن رکھے تھے اور اس کی حالت بھی اچھی تھی۔ آپ نے اس کو بٹھایا پس اس نے کھانا کھایا۔ ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو ان کے مرتبوں پر اتارو (یعنی مراتب کا لحاظ رکھو) (ابوداؤد) میمون نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہیں پایا۔ امام مسلم نے اس روایت کو معلق ذکر کیا ہے اور کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مذکور ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ تم لوگوں کے مراتب کا لحاظ رکھا کرو۔ اس روایت کو حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث میں ذکر کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح ❁ **میمون بن ابی شبیب**: یہ حبیب کے وزن پر ہے وہ ربعی ابونصر کوفی ہیں۔ حافظ کہتے ہیں یہ صدوق مگر کثیر الارسال ہیں۔ ۸۳ھ واقعہ جماجم میں وفات پائی۔

مربها سائل: طلب احسان کے لئے سامنے آیا۔ **كسرة**: جمع کسر جیسے سدرۃ وسدر روٹی کا ٹکڑا۔ **هيئته**: اچھی ظاہری حالت والا۔ سخاوی نے مقاصد اور ابونعیم نے حلیہ میں یہ لفظ نقل کئے **فمر رجل غنی ذوهيئته فقالت ادعوهٗ فننزل فاكل ومضى وجاء سائل فامر له بكسرة فاكل' فقالت ان هذا الغنى لم يجمل بنا الا ما صنعناه به وان هذا السائل سأل فامرت له بما يرضاه' وان رسول الله صلى الله عليه وسلم امرنا ان ننزل النا من منازلهم**: مالدار اسی کے مناسب تھا جو اس کے ساتھ کیا گیا اور اس سائل نے مانگا ہے میں نے اس کی پسند کی چیز دے دی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے مراتب کے مناسب سلوک کا حکم فرمایا ہے۔

فقيل لها: کسی وجہ سے فاعل کو حذف کر دیا گیا۔ **انزلوا الناس منازلهم**: لوگوں کے مراتب ومناصب کا لحاظ تمام مواقع پر کرنا چاہئے مثلاً مخاطبت' مکاتبت وغیرہ بلند درجے والے کو چھوٹے کے مرتبہ میں نہ لائے۔ امام مسلم فرماتے ہیں: بلند درجے والے آدمی کو اس کے مرتبے سے نہ گرائے اور نہ کمینے کو اس کے درجے سے بلند کرے بلکہ ہر صاحب حق کو اس کا حق دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**وفوق كل ذى علم عليم**﴾ یہ بعض یا اکثر احکام کے لحاظ سے ہے۔ البتہ شرع نے قصاص' حدود اور ان کے ہم مثل مسائل میں برابری کا حکم دیا ہے۔ (رواہ ابوداؤد) علماء نے فرمایا: اس روایت سے معلوم ہوا کہ عالم جب کوئی کام کرے گا اور اپنے معاملے کو مخفی رکھے گا اور اس سے سوال کیا جائے تو وہ حدیث نبوی سے استدلال کرنے والا ہوگا جو کہ قوی تر شرعی دلائل سے ہے اور اس طرح کرنا حکم کو بلا دلیل ذکر کرنے سے زیادہ بلیغ ہے۔

قول سخاوی: ابن حجر نے مسلم کے طرز عمل پر اکتفاء کر کے معاصرت کو کافی قرار دیا میمون کے متعلق لکھا کہ اس نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھی پایا' عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات تو ان کے بعد ہوئی۔ مگر ابن صلاح نے اس پر تنقید کی ہے۔ معاصرت غیر مدلس میں کفایت کرتی ہے۔ یہ مدلس ہے۔ عمرو بن الفلاس کہتے ہیں یہ قوی الحدیث نہیں اور کسی صحابی سے اس کا سماع ثابت نہیں (کتاب الجواہر والدرر للسخاوی) مگر ان کے علاوہ دوسروں نے صراحۃً کہا کہ اس سے صحابہ کرام کی ایک جماعت

سے روایت کی ہے اوران کو پایا نہیں ان میں معاذ' ابوذر اور علی رضی اللہ عنہم ہیں۔اسی وجہ سے ابو حاتم نے کہا یہ روایت مرسل ہے بلکہ اس بات کی تصریح کی ہے۔عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کی روایت بھی غیر متصل ہے۔بیہقی کا بھی یہی قول ہے اور میمون کی ان سے روایت مرسل ہے۔ابونعیم کہتا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔پھر سخاوی نے نقل کیا کہ معاذ' ابوذر اور مغیرہ رضی اللہ عنہم سے ان کی روایت کی بعض محدثین نے تصحیح کی ہے۔پھر سخاوی کہتے ہیں کہ یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ میمون نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پایا۔باقی ابوداؤد کی بات کا جواب ممکن ہے کہ زمانہ پایا ہومگر خود سماعت حدیث نہ پائی ہو۔ابن قیم نے اس تنقید کے غلط پر یقین کا اظہار کیا یعنی مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کے متعلق یہ کہنا کہ میمون تو کوفہ میں تھا اس کا سماع مغیرہ رضی اللہ عنہ سے انوکھا نہیں کیونکہ وہ ان کے ساتھ کوفہ میں تھا۔البتہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع تو وہ انوکھی بات ہے کیونکہ وہ مدینہ میں تھیں۔اس شان کے ائمہ کا معاملہ معاصرت سے بلند ہوتا ہے۔اس کے باوجود حافظ عراقی نے کہا کسی ایک روایت میں وارد نہیں ہے کہ میمون نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو پایا ہو۔صرف ابن صلاح نے یہ بات مسلم کی اس روایت سے اخذ کی ہے جو انہوں نے مقدمہ میں ایک روایت میمون کی سند کے ساتھ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے بطور استشہاد ذکر کی ہے اوراس کے متعلق یہ فرما دیا کہ یہ مشہور روایت ہے۔پھر سخاوی نے ان لوگوں کا تذکرہ کیا جنہوں نے اس روایت کو موقوفاً نقل کیا ہے۔مسلم نے اس کو تعلیقاً ذکر کیا بقول نووی لیس جازماً کے الفاظ صحت کے حکم کو نہیں چاہتے اور اگر امام مسلم کے طرزِ عمل کو دیکھا جائے کہ انہوں نے اس کو بطور حجت ذکر کیا ہے اور اصول کی جگہ لائے شواہد کی جگہ نہیں لائے یہ چیز اس کے صحیح ہونے کی متقاضی ہے۔حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے مگر بلا اسناد لائے ہیں اور ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا (کتاب السیاسۃ لابن خزیمہ) انقطاع کے تذکرہ کے بعد اس کی تصحیح کی ہے۔سخاوی نے جواہر میں اس کو حسن کہا اور المقاصد میں بھی ابو احمد عسکری نے الامثال میں کہا کہ یہ حدیث ان روایات میں سے ہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بڑوں کا احترام اور علماء کے حقوق اور سفید بالوں کے احترام کی تلقین کی ہے۔

تخریج : اخرجه ابو داود (٤٨٤٢)

الفرائد :لوگوں کے مراتب ومناصب کو پہچاننا چاہئے اور ایک دوسرے سے ان کو مقدم کرنا چاہئے' علماء کرام اور بوڑھوں کا خصوصاً احترام اسلامی آداب کا عظیم حصہ ہے۔

۳۵۸ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَنَزَلَ عَلٰی ابْنِ اَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ وَّكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيْهِمْ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ الْقُرَّآءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهٖ كُهُوْلاً كَانُوْا اَوْ شُبَّانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ اَخِيْهِ :يَا ابْنَ اَخِیْ لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْاَمِيْرِ فَاسْتَاْذِنْ لِیْ عَلَيْهِ فَاسْتَاْذَنَ لَهٗ فَاَذِنَ لَهٗ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ :هِیْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ :فَوَاللّٰهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ فِيْنَا بِالْعَدْلِ فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰی هَمَّ اَنْ يُّوْقِعَ بِهٖ فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ

لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ وَاِنَّ هٰذَا مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ وَ اللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۴۵۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن مدینہ آئے اور اپنے بھتیجے حُر بن قیس کے پاس ٹھہرے اور حران لوگوں میں سے تھے جن کو عمر رضی اللہ عنہ قریب کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مجلس مشاورت کے ارکان قراء تھے خواہ ادھیڑ عمر ہوں یا نوجوان۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا اے برادر زادے تمہیں اس امیر کے ہاں خاص مقام حاصل ہے۔ مجھے ان سے ملنے کی اجازت لے دو۔ انہوں نے اس کے لئے اجازت مانگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی۔ جب وہ اندر داخل ہوئے تو کہنے لگے اے ابن خطاب' اللہ کی قسم تم ہمیں بڑے عطیات نہیں دیتے اور نہ ہی ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے ہو۔ حضرت عمر یہ سن کر غضب ناک ہو گئے یہاں تک کہ ان کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ اس پر حر نے ان کو کہا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو فرمایا: خُذِ الْعَفْوَ تم درگزر کو لازم پکڑو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو اور بے شک یہ جاہلوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! حضرت عمر کے سامنے جب انہوں نے یہ آیت تلاوت کی تو انہوں نے اس آیت سے تجاوز نہیں کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ٹھہر جانے والے تھے۔ (اس پر مضبوطی سے رُک کر عمل پیرا ہونے والے)۔ (بخاری)

تشریح ۞ **عیینہ بن حصن:** بن بدر بن عمرو بن حویہ بن لوذان بن ثعلبہ بن عدی بن فزارہ بن ذبیان بن مفیض بن ریع بن سعد بن قیس عیلان الفزاری فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ بعض نے کہا پہلے کیا۔ حنین و طائف میں شریک ہوئے یہ مؤلفۃ القلوب' درشت مزاج دیہاتیوں میں سے تھے' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتنہ ارتداد کا شکار ہوئے' طلیحہ اسدی کی معیت میں لڑائی کی' صحابہ کرامؓ نے زندہ قید کر لیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا یہ اسلام لے آئے تو ان کو چھوڑ دیا۔

فنزل علی ابن اخیه الحر: حر صحابی ہیں یہ ان لوگوں سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تبوک سے واپسی پر حاضر ہوئے۔ بقول بخاری انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ صاحب موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اختلاف ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ خضر ہیں انہوں نے ابی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے ایک مرفوع روایت نقل کی جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید کرتی تھی۔ (کتاب العلم بخاری) مسلم نے عوف بکالی کے متعلق نقل کیا کہ ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بات چیت ہوئی۔ (مسلم)

علائی کا قول۔ حر کا بیٹا شیعہ' بیٹی خارجی' بیوی معتزلی' لونڈی مرجئیہ۔ حر کہنے لگے میرا اور تمہارا حال اس طرح ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿کنا طرائق قددا﴾ ہم متفرق راہوں پر تھے۔ **النفر:** یہ اسم جمع ہے جس کا واحد نہیں' بعض نے سات بعض نے دس کے گروہ کو نفر کہا ہے۔ مگر اس پر اتفاق ہے کہ دس سے زیادہ پر بول نہیں سکتے۔ (المصباح للجوہری) **یدنیهم:** علم و عمل کی وجہ

سے عمرؓ ان کو قریب بٹھاتے۔مشاورته: یہ مصدر مفاعلہ ہے۔شاورته و استشرته فيه: میں ان کی طرف رجوع کیا تا کہ اسکی رائے معلوم کروں۔ پھر کہتے ہیں فاشار علی هكذا: اس نے اس مصلحت کو ظاہر کیا جو اسکے ہاں تھی۔المشورہ اسی سے اسم ہے اسم دو لغتیں ہیں ① شین کا سکون، واؤ کا فتحہ ② شین کا ضمہ وسکون واؤ۔ یہ شار الدابہ سے لیا گیا جبکہ جانور کو مشوار میں پیش کریں (سدھانے کی جگہ) بعض نے شار العل سے لیا ہے اچھی خیر خواہی کو شہد نکالنے سے تعبیر کیا ہے۔

کھولا و شبانا: یہ شاب کی جمع ہے جیسے فارس و فرسان اور شباب بھی پڑھنا درست ہے۔جیسا شب کے مصدر میں ہے۔پس اس صورت میں اس کا مضاف مقدر ہوگا۔ ② زید عدل کی طرح مبالغہ ہوگا۔ پہلی روایت اکثر کی ہے اور دوسری کشمیہنی کی روایت ہے۔شباب کہولت سے پہلے کا زمانہ ہے۔دمامینی نے باب تعظیم حرمات المسلمین میں ذکر کیا ہے اور اس میں یہ بھی تذکرہ ہے کہ اہل فضل کو خواہ وہ عمر، نسب، حسب میں کم ہوں ان کو مقدم کرنا چاہئے۔

وجه: مرتبہ۔فاستاذن لی علیه: میرے لئے ان کے ہاں داخلے کی اجازت طلب کرو۔الجزل: کثیر عطیہ اصل معنی بڑی مصیبت۔بالعدل: جور کے خلاف کو کہا جاتا ہے۔عدل یعدل از ضرب۔فغضب عمر: اس لئے کہ اس نے ظلم کی نسبت ان کی طرف کی تھی۔به شیئا: کچھ سزا۔خذ العفو: ① لوگوں کے افعال جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کئے اور آسان کر دیئے اور آپ ان کے لئے وہ عفو جو جہد کی ضد ہے ہر گز مت مانگیں۔ ② گناہ گاروں سے درگزر اختیار کریں یا فضل کو اختیار کریں یا آسان افعال کو اختیار کریں۔وأمر بالعرف: معروف و مستحسن افعال کا انہیں حکم دیں۔واعرض عن الجاهلین: ان کے متعلق شک میں مبتلا نہ ہوں اور نہ ان کے افعال کا انہی جیسے افعال سے بدلہ دیں۔یہ آیت ان مکارم اخلاق کو جامع ہے جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان تمام کو جمع کریں۔وان هذا من الجاهلین اور یہ شخص جہلاء میں سے ہے جن سے اعراض کا حکم دیا گیا ہے۔ود اللّٰہ: پہلی واؤ عاطفہ اور دوسری قسمیہ ہے۔ما جاوزها عمر حين تلاها: عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر فوراً عمل پیرا ہوا کر اس کے جہل پر مواخذہ چھوڑ دیا۔وقافا عند كتاب اللّٰه: آپ رضی اللہ عنہ کتاب اللہ کے معاملے میں اس کے اوامر و نواہی پر اسی طرح کاربند ہونے والے تھے۔

تخریج: اخرجه البخاری (٤٦٤٢)

الفرائد: ① بڑی عظمت والوں کی بارگاہ میں گستاخانہ انداز گفتگو غلط ہے۔ ② جاہلوں سے اعراض کر کے انکی ایذاء پر صبر کرنا چاہئے۔ ③ اللہ تعالیٰ کے حکم سنتے ہی آدمی کو فوراً تعمیل کرنی چاہئے۔ ④ رعایا کی سخت گفتگو پر صبر کرنا عزیمت والوں کا کام ہے۔

٣٥٩ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَقَدْ كُنْتُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غُلَامًا فَكُنْتُ اَحْفَظُ عَنْهُ فَمَا يَمْنَعُنِیْ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا اَنَّ هٰهُنَا رِجَالًا هُمْ اَسَنُّ مِنِّیْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۳۵۹: حضرت ابو سعید سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نوعمر لڑکا تھا اور میں آپ کی باتیں یاد کر لیتا تھا مگر ان کو بیان کرنے سے یہ بات روکتی کہ وہاں مجھ سے زیادہ عمر

والے لوگ موجود ہوتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ: ان کی کنیت کے متعلق کئی قول ہیں: ① ابوسعید ② ابوعبدالرحمان ③ ابو عبداللہ ④ ابوسلیمان ⑤ ابومحمد (تہذیب نووی) ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ہلال بن جریج بن مرہ بن حزن بن عمر بن جابر بن خشین بن لائی بن عصم بن شمخ بن فزارہ بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غلطفان الفزاری رضی اللہ عنہ یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ ان کی والدہ مدینہ لے آئیں ایک انصاری سے نکاح کر لیا۔ یہ ان کی پرورش میں رہے۔ بعض کہتے ہیں ان کو احد کے روز قتال کی اجازت ملی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پھر تمام غزوات میں شرکت کی۔ پھر بصرہ میں سکونت اختیار کی زیاد جب کوفہ جاتا تو ان کو بصرہ پر نائب مقرر کرتا اور جب بصرہ جاتا تو کوفہ پر ان کو نائب مقرر کرتا۔ حسن بصری اور ابن سیرین اور دیگر فضلاء بصرہ ان کی تعریف کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو احادیث انہوں نے روایت کی ہیں۔ دو حدیثیں متفق علیہ ہیں ایک میں بخاری اور چار میں مسلم منفرد ہیں۔ ان کی وفات ۵۸' ۵۹ھ میں بصرہ میں ہوئی۔ بقول سخاوی ان کی وفات ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد ۵۹ھ کے اواخر یا ۶۰ھ میں ہوئی۔ غلاماً: وفات نبوی کے وقت ان کی عمر بیس سے کچھ زائد تھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کم عمر صحابہ میں سے تھے۔ رجالاھم اسن منی: جن سے علماء اثر نے اپنے قول کو لیا ہے۔

اگر شہر میں زیادہ علم والا ہو تو مفضول کو حدیث بیان کرنا مکروہ ہے اور حکم اسی طرح ہے جب ضبط' حفظ' تقدم سن وغیرہ میں زیادہ ہو۔ البتہ دیگر علوم میں اعلم کے ہوتے ہوئے بھی مفضول سے حاصل کرنا مکروہ نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج :مسلم' احمد ۷/۲۰۲۳۷' بخاری (۳۳۲) ابو داؤد (۳۱۹۵) ترمذی (۱۰۳۵) نسائی (۳۹۱) ابن ماجہ (۱۴۹۳)

الفرائد : بڑوں کا اکرام کرنا چاہئے۔ اہل علم شیوخ کو پہلے بات کا موقعہ دینا چاہئے۔

۳۶۰ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :''مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهٖ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ مَنْ يُّكْرِمُهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

۳۶۰ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو نوجوان کسی بوڑھے کی اس کے بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے لوگ مقرر کر لیتا ہے جو بڑھاپے میں اس کی عزت کریں۔ (ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح شیخا: جو پچاس سال کے پیٹے میں ہو۔ قیض: مقدر کر دینا۔ مقرر کرنا۔ من یکرمه عند سنه: اس میں اشارہ ہے کہ اکرام شیب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ بڑھاپے کی عمر پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تکریم کے لئے دوسروں کو مقرر کر دیتے ہیں۔ گویا جو کیا اس کا بدلہ دنیا میں بھی پا لیتا ہے۔ ترمذی۔

تخریج :ترمذی (۲۰۲۲) (اس کی سند میں کلام ہے)

الفرائد : جو چھوٹی عمر میں بڑے کا احترام کرتا ہے۔ بڑی عمر میں اللہ تعالیٰ اس کے لئے بڑھاپے میں مددگار پیدا کر دیتا ہے۔ وہ نوجوان طویل عمر پاتا ہے جو بڑوں کی خدمت کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے انس رضی اللہ عنہ کو طویل عمر' کثیر

مال واولاد ملا۔

٤٥: بَابُ زِيَارَةِ اَهْلِ الْخَيْرِ وَمُجَالَسَتِهِمْ وَصُحْبَتِهِمْ وَمَحَبَّتِهِمْ وَطَلَبِ زِيَارَتِهِمْ وَالدُّعَآءِ مِنهُمْ وَزِيَارَةِ الْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَةِ

بَابٌ: نیک لوگوں کی ملاقات اوران کے پاس بیٹھنا اوران سے ملنا اوران سے دعا کرانا اورفضیلت والے مقامات کی زیارت کرنا

زیارة:شوق کے لئے کسی کا قصد کرنا۔زار یزور ای قصده شوقاً: زائروزوروزوار جیسے سافر یسافر وسفر وسفار۔عورتوں کے لئے نسوۃ زور جیسا نوح وزائرات (المصباح) اهل الخیر: وہ اہل علم جو شرف علم واخلاص سے مزین ہیں۔جو کسی قوم سے مشابہت کرتا ہے وہ انہی میں سے ہے۔وہ ایسے لوگ ہیں جن کا ہم مجلس کبھی بدنصیب نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کی محبت میں زندہ رکھے اوران کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے۔مجالستهم: تاکہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی سے بچ سکے یہ تو ان کی مجلس کا اوّلین ثمرہ ہے۔ان کی مجالس میں بیٹھنے والے کو چاہئے کہ فضول خیالات سے اپنے نفس کی حفاظت کرے۔صحبتهم و صحبتهم:ان کی مصاحبت اختیار کرنا اور ایسا طرزِ عمل اختیار کرنا جوان کی دوستی تک پہنچانے والا ہو۔

النّحو: یہ صادر ہیں اپنے مفعول کی طرف مضاف ہیں اور فاعل محذوف ہے۔

طلب زیارتهم و دعائهم: یہ دونوں مصدر فاعل کی طرف مضاف ہیں۔ان کی ملاقات کی طلب ان کی برکات کے حصول کے لئے ہے اوران سے دعائیں کرانا اس لئے مستحب ہے کیونکہ ان کی دعائیں استجابت کے قریب تر ہیں اور حصولِ مقصود کے لئے زیادہ امید کا باعث ہیں۔المواضع الفاضلہ: اس کا عطف زیارة پر ہے۔ای زیارة المواضع ہے۔اوران مقامات کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں یاان کی فضیلت خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے یا صحابہؓ سے نقل ہوکر آئی یا اولیاء صالحین کی عبادت کے مقامات ہیں کیونکہ مقام تو مکین سے ہوتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ لَا اَبْرَحُ حَتّٰى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِىَ حُقُبًا...... اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى...... قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا؟﴾

[الکهف: ٦٠۔٦٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور جب کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے نو جوان کو کہ میں سفر کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میں دو سمندروں کے ملنے کی جگہ پہنچ جاؤں یا پھر میں عرصہ دراز تک چلتا رہونگا سے اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿قَالَ لَهٗ مُوْسٰى ......﴾ انکو موسیٰ نے کہا

کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر چل سکتا ہوں کہ آپ مجھے ہدایت کی وہ باتیں سکھائیں جو آپ کو سکھائی گئی ہیں۔
لفتاهُ: اذ سے پہلے اذکر محذوف ہے اور فتاه: سے مراد یوشع بن نون بن افرائم بن یوسف علیہ السلام وہ ان کی خدمت کرتے اور ساتھ رہتے تھے۔ بعض نے کہا غلام مراد ہے۔
النَّحْو: لا ابرح: اس کی خبر حذف کر دی کیونکہ دلالت حال موجود ہے۔ ای لا ابرح السفر: ۞ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ لا ازول عما انا علیه من السیر والطلب کہ میں اپنی طلب کو پورا کرنے کے لئے سفر جاری رکھوں گا۔ اس صورت میں خبر کی حاجت نہیں۔
مجمع البحرین: بحر فارس و روم کا سنگم جو کہ مشرقی جانب ہے۔ وہاں خضر کی ملاقات کا وعدہ دیا گیا تھا۔
مجمع یہ مشرق و مطلق کی طرح یفعل کے سندوزسے ہے۔ امضی حقبا: طویل زمانہ چلتا رہوں گا۔ مطلب یہ ہے کہ یا تو مجمع میں پہنچ جاؤں گا یا پھر ۸۰ سال تک کا زمانہ چلنا پڑا تو چلتا رہوں گا۔ بعض نے حقب ستر سال بتلایا ہے۔ خضر علیہ السلام کا زمانہ افرندون کی حکومت کا زمانہ تھا۔ خضر ذوالقرنین کے مقدمۃ الجیش پر نگران تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک زندہ تھے۔
مجمع بینهما: میں ① مجمع کی اضافت ظرف کی طرف توسعاً ہے ② وصل کے لئے ہے۔
نسیا حوتهما: موسیٰ علیہ السلام تو مچھلی کا حال معلوم کرنا بھول گئے اور یوشع اسکا زندہ ہو کر سمندر میں داخل ہونا جو انہوں نے دیکھا تھا بتلانا بھول گئے۔ خضر کے مقام کی یہی علامت تھی۔ بھنی ہوئی مچھلی کا سمندر میں زندہ ہو کر جانا یہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ خضر علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ سربا: راستہ۔ یہ مفعول ثانی ہے اور فی البحر اس سے حال ہے۔ ۞ یا السبیل سے حال ہے اور اتخذ سے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔ آتنا غداء نا: مجمع البحرین سے آگے گزر کر زادِ راہ طلب کیا۔
نصبا: تھکاوٹ۔ اس وقت تک بھوک و تھکاوٹ محسوس نہ ہوئی جب اس مقام موعود سے تجاوز نہ کر گئے۔ اس کی تائید هذا کے اشارہ سے بھی ہوتی ہے۔ اس مقام سے پوری رات اور اگلی صبح کی ظہر تک سفر کرتے رہے۔
ارایت: کیا تم نے غور کیا جب ہم اس چٹان کے پاس پہنچے جو ملاقات کی جگہ تھی تو مجھے ایک معاملہ پیش آیا۔ فانی نسیت الحوت: میں نے مچھلی گم پائی یا اس کا تذکرہ کرنا بھول گیا۔ وما انسانیه الا الشیطان: اور شیطان نے اس کی یاد بھلائی۔
اذن اذکره : یہ انسان کے مفعول کا بدل ہے۔ یہ نسیان کی معذرت ہے اگرچہ ایسے واقعات بہت کم بھولا کرتے ہیں مگر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ایسے خرق عادت واقعات اکثر دیکھنے میں آتے رہتے تھے۔ اس لئے اس کی طرف توجہ کم کی۔ ۞ مشاہدہ قدس کے مناظر میں استغراق کی وجہ سے اس کو بھول گئے اور شیطان کی طرف نسبت اپنے نفس کو مٹانے اور دبانے کے لئے کی ہے۔ یہ دونوں جانبوں کی طرف توجہ مبذول نہ رکھ سکے اور ایک میں مشغول رہنے کو نقصان شمار کر کے یہ کہا:
واتخذ سبیلهٗ فی البر عجباً: راستہ کو عجیب اس لئے کہا کہ وہ پانی میں سرنگ کی مانند تھا۔ ۞ اتخاذ عجبا ہے اور دوسرا مفعول ظرف ہے۔ ۞ بعض نے کہا یہ مصدر ہے اس کا فعل مضمر ہے۔ ای قال فی آخر کلامه ۞ موسٰی فی جوابه عجبا تعجبا من تلك الحال: موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جواب پر اس وقت بہت تعجب کیا۔ ۞ بعض نے کہا اتخذ کا فعال موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ای اتخذ موسٰی سبیل الحوت فی البحر عجبا: موسیٰ علیہ السلام عجیب انداز سے مچھلی کے راستہ پر چل دیئے۔ قال ذلك ما کنا نبغ: ذلك کا مشار الیہ مچھلی کا معاملہ ہے۔ نبغ یہ نطلب کے معنی میں ہے کہ ہم اسی

کے متلاشی تھے کہ یہی ہمارے مطلوب کی علامت تھی۔ علامہ بکری کہتے ہیں۔ فواصل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے یا کو حذف کر دیا گیا اور اس سے تسہیل پیدا ہوگئی۔ اس لئے کہ یہاں یا ملائی نہیں جاتی اور یا کو ثابت رکھنا عمدہ ہے۔ فارتدا علی اثارهما: جس راستے سے گئے تھے اسی سے پلٹے۔ قصصًا: اپنے نشانہائے قدم کی پیروی کرتے ہوئے یا وہ پیروی کرتے رہے یہاں تک کہ چٹان کے پاس پہنچے۔ عبدًا من عبادنا: جمہور کے ہاں وہ بلیا بن ملکان ہیں جن کا لقب خضر ہے۔ بعض یسع اور بعض نے الیاس کہا ہے۔ اتیناه: یہ اعطینا کے معنی میں ہے ہم نے عطاء کیا۔ رحمة: اس سے وحی و نبوت مراد ہے۔
من لانا علمًا: وہ علم جو ہمارے ساتھ خاص ہے اور غیوبات تکوینیہ کا علم۔
قال له موسٰی هل اتبعك: اس میں نیک لوگوں کی زیارت اور ان کے ساتھ سفر اور ان سے تواضع کا معاملہ برتنا۔ سیوطی کا قول یہ ہے کہ خادم یا رفیق سفر ساتھ لینے میں حرج نہیں علم کے لئے سفر مستحب ہے اور علماء سے مل کر اس میں اضافہ کرنا چاہئے۔ متعلم کو تواضع سے کام لینا چاہئے خواہ وہ عالم مرتبہ میں کم ہی کیوں نہ ہو۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾

[الكهف:۲۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مضبوطی سے جما کر رکھیں جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اسی کی ذات کے طالب ہیں''۔
آیت پر کلام باب فضل ضعفة المسلمين میں گزرا۔

٣٦١ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ :اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزُوْرُهَا فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهَا بَكَتْ فَقَالَ لَهَا: مَا يُبْكِيْكِ؟ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ! فَقَالَتْ :اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَآءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَآءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۶۱: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد کہا آ ؤ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے چلیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے۔ پس جب دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ دونوں نے کہا آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ انہوں نے جواب دیا میں

اس لئے نہیں روتی کہ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ بلکہ میں تو اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ پس ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کو بھی رونے پر آمادہ کر دیا پس وہ دونوں اس کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

تشریح ✿ **بعد:** یہ قال کا ظرف ہے۔ **ام ایمن:** یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی ہیں جو والد کی طرف سے وراثت میں ملیں یہ بعض کا قول ہے۔ قرطبی کا قول یہ آمنہ کی لونڈی تھیں اور ان کی طرف سے وراثت میں آپ کو ملیں۔ دمیری نے اس کو ابوالشیخ سے نقل کیا اور دیباچہ میں کہا کہ ان کو عبداللہ نے آزاد کیا۔ بقول واقدی یہ عبدالمطلب کی لونڈی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طور پر میراث بن گئیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو ہبہ کر دیا تھا اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں آئیں۔ عبدالمطلب کے ویسے آپؐ وارث نہ بن سکتے تھے کیونکہ ان کی نسبی اولاد موجود تھی۔ فتح الباری باب الھبہ میں ابن شہاب سے نقل کیا گیا ہے کہ ام ایمن عبداللہ کی لونڈی تھیں یہ حبشہ سے تھیں۔ عبداللہ کی وفات کے بعد جب آمنہ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی۔ ام ایمن آپ کی پرورش کرتی رہیں یہاں تک کہ آپ بڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا۔ پھر زید بن حارثہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پانچ ماہ بعد ان کی وفات ہوئی۔ ان کا نام برکت بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصین بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان رضی اللہ عنہا تھا۔ ام ایمن کی کنیت جو ان کے بیٹے ایمن بن عبید کی وجہ سے پڑی وہی زیادہ مشہور ہوگئی۔ یہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ عبید حبشی کے بعد زید رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا جن سے اسامہ پیدا ہوئے۔ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی اور زید کو غلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کی ایک اور کنیت ابوالظباء ہے۔ سہیلی کا بیان ہے کہ ام ایمن نے مکہ سے مدینہ کا سفر شدید گرمی میں کیا اس وقت ان کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ اچانک انہوں نے اپنے سر پر پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سنی جب انہوں نے ادھر توجہ کی تو ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا ان کے سامنے تھا۔ انہوں نے اس میں سے پیا۔ اس کے بعد ان کو کبھی پیاس محسوس نہ ہوئی۔ یہ شدید گرمی میں روزہ رکھتیں مگر کبھی پیاس نہ لگتی۔

نزورھا: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ **كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزورها۔** ان کے اکرام کے لئے آپ ان کے ہاں تشریف لے جاتے ان کو امّی کے لقب سے پکارتے' ان کا اکرام کرتے اور ماں جیسا سلوک کرتے اور کثرت سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے۔ آپ اس کے ہاں بیٹے کی طرح تھے اس لئے وہ آپ کو زور سے آواز دیتیں اور والدہ کی طرح ڈانٹتیں اور ناراض ہوتیں یہ قرطبی کا قول ہے۔ نووی کہتے ہیں نیک لوگوں کی ملاقات اور افضل کا غیر افضل کے ہاں جانا اور دوست کی ملاقات کرنا اور دوست کے دوستوں کی ملاقات کرنا اور بڑے علماء کا نیک صالح عبادت گزار معمر خواتین کی ملاقات کرنا درست ہے اور باعث ثواب ہے (نووی) **فلما انتهيا اليها بكت** کیونکہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے آنا اور ملاقات کرنا اور حالات کی خبر گیری رکھنا یاد آ گیا۔ **ما يبكيك:** تمہیں کون سی چیز رلا رہی ہے۔ **اما تعلمين:** یہ استفہام تقریری ہے یعنی تم جانتی ہو۔ **ان ما عند الله:** یہ ما الذی کے معنی میں ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے لئے اگلے جہاں میں تیار کر رکھا ہے اس کو احاطہ تعبیر میں نہیں لایا جا سکتا۔ **انی لا ابکی انی لا اعلم:** میں اس وجہ سے نہیں روتی کہ آپ کے لئے مہیا کی جانے والی نعمتوں سے بے خبر ہوں بلکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اگلے جہاں کی نعمتیں آپ کے لئے

بہت ہی اعلیٰ ہیں۔جیسا ابن ماجہ نے نقل کیا ہے: انی لاعلم ان ما عند الله خیر لرسوله۔ (ابن ماجہ)

ولکن ابکی ان الوحی قد انقطع من السماء: لکن استدراک ہے کہ میرے رونے کی وجہ یہ نہیں کہ میں اگلے جہاں میں آپ کو ملنے والے درجات سے میں ناواقف ہوں بلکہ اس کا دوسرا سبب ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے وحی کا رابطہ زمین سے منقطع ہو گیا۔قول قرطبی اور انقطاع وحی ہی وہ سبب ہے جس سے لوگوں کی راہیں جدا جدا ہو گئیں اور تنازعات اور فتن اٹھ کھڑے ہوئے۔مصائب و مشقتوں نے امت کو گھیر لیا۔اسی وجہ سے آپ کے بعد نفاق پھوٹ پڑا ارتداد و انشقاق نے زور پکڑا اور اگر اللہ تعالیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذریعے تدارک نہ فرماتے تو دین کا نشان مٹ جاتا۔ (المفہم للقرطبی)

فھیجتھما علی البکاء: یہ یاد دلا کر دونوں کو رُلا دیا وہ دونوں رو پڑے۔ (مسلم)

نووی کہتے ہیں نیک لوگوں کی جدائی پر رونا جائز ہے اگرچہ وہ اعلیٰ مقام میں منتقل ہو چکے۔

تخریج: مسلم باب فضل ام ایمن (٢٤٥٤)' ابن ماجه (١٦٣٥)' ترمذی کا قول قابل تعجب ہے کہ انہوں نے اس کو منفرد کہا ہے۔حلیہ ۲/۶۸۔

الفرائد: صالح فاضل لوگوں کی زیارت کو جانا چاہئے' نیک صالح معمر عورت کی زیارت کی جا سکتی ہے۔نیک دوستوں کی جدائی کے غم میں رونا درست اگرچہ وہ افضل مقامات کی طرف منتقل ہو گئے۔

٣٦٢ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ :اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخَالَهٗ فِیْ قَرْيَةٍ اُخْرٰی فَاَرْصَدَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا فَلَمَّا اَتٰی عَلَيْهِ قَالَ :اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ :اُرِيْدُ اَخًا لِّیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ :هَلْ لَّكَ عَلَيْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ تَرُبُّهَا عَلَيْهِ؟ قَالَ :لَا :غَيْرَ اَنِّیْ اَحْبَبْتُهٗ فِی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ :فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

يُقَالُ "اَرْصَدَهٗ" لِكَذَا اِذَا وَكَّلَهٗ بِحِفْظِهٖ "وَالْمَدْرَجَةُ" بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَالرَّآءِ الطَّرِيْقُ – وَمَعْنٰی "تَرُبُّهَا" تَقُوْمُ بِهَا وَتَسْعٰی فِیْ صَلَاحِهَا"۔

۳۶۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی دوسرے بھائی کی زیارت کے لئے دوسری بستی میں گیا۔اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا۔جو اس کا انتظار کر رہا تھا جب وہ شخص اس کے پاس سے گزرا تو فرشتے نے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے بتایا اس بستی میں میرا بھائی رہتا ہے اس کے پاس جا رہا ہوں۔فرشتے نے کہا کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے جس کی وجہ سے تم یہ تکلیف اٹھا رہے ہو اور اس کا بدلہ اتارنے جا رہے ہو اس نے جواب دیا نہیں۔صرف اس لئے جا رہا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے اس سے محبت کرتا ہوں۔فرشتے نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے تیری طرف بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتے ہیں۔جس طرح تو اس سے صرف اللہ کے لئے محبت کرتا ہے۔ (مسلم)

اَرْصَدَهٗ: حفاظت کے لئے مقرر کرنا۔الْمَدْرَجَه: راستہ۔تَرُبُّهَا: تو اس کی درستی اور بقاء کی کوشش کرتا ہے۔

تشریح ❀ **اخاً له:** دینی بھائی مراد ہے۔**فی قریة اخری:** یہ مفعول سے محل حال میں ہے کیونکہ وہ وصف ظرف کے ساتھ مخصوص ہے۔**مدرجته:** راستہ۔**اتی علیه:** آدمی کا وہاں سے گزر ہوا تو فرشتے نے بالمشافہ اسے کہا۔**این ترید:** اطلاع کے باوجود فرشتے نے اس سے اس سے پوچھا تا کہ اس کے جواب پر اسے بشارت دے سکے۔**اریدا خالی فی هذه القریه:** عاقولی کہتے ہیں یہ سوال کی اصل غرض کا جواب ہے کیونکہ **این ترید؟** کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کہتا فلاں بستی کو جاتا ہوں۔ پھر وہ کہتا وہاں کیا کرے گا؟ وہ کہتا ایک دوست کو ملنا ہے تو اس نے ابتداء ہی میں یہ جواب دے دیا تا کہ لمبے سوالات کی حاجت نہ ہو۔ **من نعمة:** احسان کیا یا عطیہ دیا کہ جس کے برقرار رکھنے کیلئے تو وہاں جا رہا ہے۔**قال لا:** اسکی ملاقات سے احسان کا شکریہ مقصود نہیں۔ قرطبی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میں کسی دنیاوی غرض سے ملاقات کیلئے نہیں جا رہا (المفہم) یہ مراد کی وضاحت ہے۔**غیر انی احببته فی الله:** یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔**غیر** لکن کے معنی میں ہے اور فی تعلیلیہ ہے جیسا اس روایت میں ہے۔ **عذبت امرأة فی هرة:** الحدیث۔**فانی رسول الله الیك بان الله قد احبك:** یہ دونوں ظرف رسول اللہ کے متعلق ہیں۔ **کما احببتهٗ فیه:** کاف مفعول مطلق کے محل میں ہے۔ (رواہ مسلم)

انی رسول الله الیك: سے ابھرنے والے سوال کا جواب۔ ابن شریف کہتے ہیں نبی وہ انسان ہے جس پر شریعت کی وحی کی جائے۔ شرع کے علاوہ کی وحی غیر نبی کی طرف کی جا سکتی ہے۔ جیسا اس روایت میں ہے (شرح المسایدہ) اور جیسا مریم کے متعلق اس آیت میں ہے: ﴿**فارسلنا الیها روحنا**﴾ یہاں تک کہ فرشتے نے کہا: ﴿**انما انا رسول ربك**﴾ بعض نے اس سے ان کی نبوت خیال کر لی۔ مواہب لدنیہ نے قراخی کا قول نقل کیا ہے کہ بہت سے لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ مجرد وحی کو نبوت کہتے ہیں حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ یہ تو مریم کو بھی حاصل ہے جو نبیہ نہیں صحیح ترین قول یہی ہے باوجودیکہ ان کے متعلق ﴿**فارسل الیها روحنا**﴾ اور **ان الله یبشرك**﴾ موجود ہے اور اس میں بھی باوجودیکہ اسی قسم کے الفاظ ہیں مگر یہ نبوت نہیں۔ محققین کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی انسان پر وحی بھیجے جو اسی انسان کے ساتھ خاص ہو جیسا ﴿**اقرا باسم ربك**﴾ یہ تکلیفی امر آپ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ یہ نبوت ہے مگر رسالت اس وقت بنی جب اللہ تعالیٰ نے: ﴿**قم فانذر**﴾ نازل فرمایا کیونکہ اس تکلیفی معاملے کو دوسروں سے بھی متعلق کر دیا گیا۔ حاصل یہ ہوا کہ نبی کو اس چیز کا مکلف بنایا جاتا ہے جو اسکے ساتھ خاص ہے اور رسول کو اسکے ساتھ ساتھ غیروں کو تبلیغ کا بھی حکم ملتا ہے۔ پس رسول مطلقاً خاص ہے۔ (شرح المسایدہ) (یہ بحث تشنہ تکمیل ہے)

اللہ تعالیٰ کی محبت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے متعلق خیر کا ارادہ فرمائے اور اس کو توفیق عنایت کرے اور اس پر مہربانی فرمائے۔ احادیث میں اس کو ان اعمال میں سے افضل عمل قرار دیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہیں جبکہ اس میں خواہشات نفس کی ملاوٹ نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من احب لله و ابغض لله واعطی لله ومنع لله فقد استکمل الایمان الحدیث۔** **ارصد:** وار ارصاد مقرر کرنے کو کہتے ہیں۔ بقول عاقولی ”راہوں میں بیٹھنا۔**مدرج:** چلنے کا مقام خواہ ایک ہی ہو۔

تربھا: کا معنی خوب دیکھ بھال کرنا۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲۵٦۷) و أحمد (۳/۷۹۲٤)

الفرائد : اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا باعث ہے۔ صالح بندوں کی ملاقات کرنی چاہئے بعض اوقات عام

آدمی ملائکہ کو دیکھ کر ان سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ ملائکہ انسانی شکل میں بدل سکتے ہیں۔

٣٦٣ : وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ عَادَ مَرِيْضًا اَوْ زَارَ اَخًا لَهُ فِى اللّٰهِ نَادَاهُ مُنَادٍ بِاَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّاْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّفِىْ بَعْضِ النُّسَخِ غَرِيْبٌ۔

۳۶۳: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جوشخص کسی بیمار کی بیمار پرسی کرے یا صرف اللہ کے لئے اپنے بھائی کی زیارت کرے تو ایک پکارنے والا بلند آواز سے کہتا ہے کہ تجھے مبارک ہو اور تیرا چلنا خوشگوار ہو تجھے جنت میں مقام ملے۔ (ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے بعض میں غریب کا لفظ ہے)

تشریح ۞ اخاله فى الله: اللہ تعالیٰ کی خاطر اخلاص برتنے والا ہو۔

طبت: ① جو کثیر اجر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رکھا ہے تم نے اس کو کھول لیا۔ ② اللہ تعالیٰ کے گناہوں کو بخشنے کی وجہ سے تو گناہوں سے پاک ہو گیا۔

طاب بمشاك: تیرے قدموں کا ثواب بہت بڑا ہو گیا۔

تبوات: تو نے اپنے رہنے کے لئے جنت میں گھر بنالیا۔

تخریج: ترمذی، احمد ٣/٨٥٤٤، ابن ماجه، ابن حبان ٢٩٦١، مسلم۔

الفرائد : مریض کی عیادت بڑی فضیلت کا باعث ہے اللہ تعالیٰ کی خاطر زیارت عمدہ زندگی دنیا میں خوشحالی اور آخرت میں بلند مرتبے کا ذریعہ ہے۔

٣٦٤ : وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ قَالَ :"اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَجَلِيْسُ السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَّنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا مُّنْتِنَةً" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"يُحْذِيْكَ" يُعْطِيْكَ۔

۳۶۴: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال اس طرح ہے جیسے کستوری والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا۔ کستوری والا یا تو تجھے عطیہ دے دے گا یا تو خود اس سے خرید لے گا یا پھر تو اس سے پاکیزہ خوشبو پا لے گا اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا ڈالے گا یا تو اس سے بدبودار ہوا پائے گا۔ (بخاری و مسلم)

يُحْذِيْكَ :وہ تجھے دے گا۔

تشریح انما: راجح قول کے مطابق یہ کلمہ حصر ہے۔ مَثَلُ: دونوں کا فتحہ ہو تو عجیب حالت انوکھا معاملہ۔ اگر مثل: میم مکسور ثا ساکن ہو تو اس کا معنی نظیر و مماثل۔

الجليس الصالح وجليس السوء: پہلے کو مرکب توصیفی اور دوسرے کو اضافی لائے۔ اس کی حکمت ① تفنن تعبیر ② سوء مصدر کو نفرت میں مبالغہ دلانے کے لئے ذکر کیا گیا۔ سُوء: کا لفظ ضمہ سے اسم مصدر ہے فتحہ کے ساتھ مصدر ہے۔ دونوں درست ہیں۔ رجل سوء۔ **كحامل المسك:** خواہ وہ اس کا ساتھی ہو یا کوئی دوسرا ہو۔ (کستوری والا) **نافخ الكير:** وہ تعمیر جس کے ساتھ مشک منسلک ہو۔ اس مشکیزے کو مجازاً کیر کہہ دیا گیا۔ کیر اس مشکیزے کو کہتے ہیں اور تعمیر کو کور کہتے ہیں۔

ان يحذيك واما ان تبتاع منه: یحذی۔ وزن کر کے دینا۔ ان تبتاع: خرید کرنا۔

مسئلہ: اس سے کستوری کی فروخت اور اس کا پاک ہونا ثابت ہو رہا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اس کی تعریف فرمائی بلکہ اس کی طرف رغبت دلائی ہے۔ اس کی خرید و فروخت کے جواز اور طہارت پر اجماع ہے۔ **اما ان تجد:** یہ وجدان سے ہے اس کا مصدر وجود لغت بنی عامر میں استعمال ہوتا ہے۔ **ريحا طيبة:** نیک لوگوں کی صحبت فیوضات الٰہیہ حیاء و عطاء میسر ہوں گے۔ ② آداب و نیکی حاصل ہوگی۔ ③ ان کے میل ملاپ سے اچھی تعریف کمائے گا۔ **الكير:** حافظ رقمطراز ہیں کہ اس کی دوسری لغت کود ہے۔ لوگوں کے ہاں اگرچہ مشہور یہ ہے کہ کیر پھونک بھرنے والی مشک کو کہتے ہیں مگر اکثریت اہل لغت کیر سے لوہار کی دوکان مراد لیتے ہیں۔ ابن التین کہتے ہیں کیر مشک اور کور دکان حداد۔ صاحب محکم نے کہا زق پھونک والا مشکیزہ پہلے قول کی تائید اخبار مدینہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ **ان عمر رضي الله عنه رأى كير حداد في السوق فضربه برجله حتى هدمه:** (فتح الباری) **اما ان يحرق ثيابك:** اگر تیرے کپڑوں تک آگ پہنچ گئی تو ان کو جلا ڈالے گی۔ **ريحا منتنة:** یہ میم کے ضمہ و کسرہ کے ساتھ آتا ہے۔ اس کا معنی گندی و بدبودار ہوا۔ پس برا ہم مجلس ① یا تو اپنے گناہوں کی نحوست سے جلا دے گا جیسا فرمایا: ﴿واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة﴾ اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ ② یا اپنے دوستی سے اس کی تعریف کی مذمت میں بدل دے گا۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے: "**المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل**"۔ مسئلہ اس روایت میں اخیار و اشرار کی دوستی کے نتائج کا تذکرہ ایک مثال سے سمجھایا گیا ہے اور حدیث کا اصل مقصد یہی ہے۔

شاندار تمثیل: وہ ہے جو ممثل لہ کے ساتھ اس جہت سے موافق ہو جس میں مثال دینا مقصود ہو مثلاً بڑھائی، چھوٹائی، شرف و عظمت وغیرہ اور اس کا فائدہ ممثل لہ کے معنی کو کھولنا اور اس سے پردہ ہٹانا ہے اور اس کو مشاہدہ و محسوس صورت میں پیش کرنا ہے تاکہ وہم عقل کا معاون بن جائے۔

صرف کا مطلب یہ ہے کہ عقل جس کا ادراک وہم کے منازعت کے ساتھ کرے کیونکہ طبعی طور پر انسان حسی چیزوں کی طرف میلان رکھتا اور نقل کو پسند کرتا ہے اور مثال اس کی بیان کی جاتی ہے جس میں کوئی غرابت پائی جائے (بیضاوی) شاید اس انداز میں پہلے میں کرامت کے باعث محکی عنہ کا اکرام مقصود ہو اور دوسرے میں برائی کی وجہ سے کرنے والے کی مذمت مقصود ہو۔

تخریج بخاری فی البیوع والذبائح (مزی فی الاطراف' شرح البخاری للحلبی) احمد ۷/۱۹۶۸۰' مسلم' ابن حبان ۵۶۱' القضاعی ۱۳۸۰' ابو داؤد۔

الفوائد : ① نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا چاہیے۔ ② شریر بدعتی' گمراہ لوگوں سے بچنا چاہیے۔ ③ خیر وشر کی عمدہ تمثیل' خیر کستوری اور شر آگ کا دھوئیں آمیز شعلہ ہے۔

۳۶۵ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَا لِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاكَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ' وَمَعْنَاهُ اَنَّ النَّاسَ یَقْصِدُوْنَ فِی الْعَادَةِ مِنَ الْمَرْاَةِ هٰذِهِ الْخِصَالَ الْاَرْبَعَ فَاَحْرِصْ اَنْتَ عَلٰی ذَاتِ الدِّیْنِ وَاظْفَرْ بِهَا وَاحْرِصْ عَلٰی صُحْبَتِهَا۔

۳۶۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "عورت سے چار وجوہ کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے: (۱) مال کی وجہ سے۔ (۲) خاندانی حسب ونسب کی وجہ سے۔ (۳) حسن و جمال کی وجہ سے۔ (۴) اس کے دین کی بناء پر۔ پس تو دین دار عورت کو حاصل کر تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں"۔ (بخاری ومسلم) اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ لوگ عام طور پر نکاح میں یہ چار چیزیں پیش نظر رکھتے ہیں تمہیں دیندار عورت سے نکاح کرنا چاہیے اور اسی کی کوشش ہو اور اس کی رفاقت اختیار کرنے کی تمنا ہو۔

تشریح ۞ تنکح: شادی کی جاتی ہے۔ لاربع: سے چار خصلتیں مراد ہیں۔

النحو : لما لها: عامل کا اعادہ اہتمام کے لئے کیا۔ یہ بدل الکل ہے۔ ولحسبها: نسب کی وجہ سے حسب ① اس چیز کو کہا جاتا ہے جو قابل ترجیح چیزوں میں سے ہو۔ (المصباح) ② حسب وسخاوت یہ دونوں خود انسان میں پائی جانے والی عادات ہیں اگرچہ خاندانی شرف نہ رکھتا ہو۔ رجل حسیب: اس کو کہتے ہیں جو ذاتی طور پر سخی ہو۔ باقی مجد اور شرف یہ دو ایسی خصلتیں ہیں ان سے کسی انسان کی تعریف اس وقت کی جاتی ہے جب کہ یہ دونوں اس میں پائی جائیں اور اس کے آباء میں پائی جائیں (ابن السکیت) ③ حسب وشرافت جو اس کے اور اس کے آباء کے لئے ثابت ہو۔ (ازہری) اور آپ کا یہ ارشاد "تنکح المراة لحسبها": اس حسب کا مفہوم معلوم کرنے کی ضرورت پڑی کیونکہ مہر مثل میں اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ پس حسب اپنے اور اپنے آباء کے لئے کام کرنا یہ حساب سے ماخوذ ہے اور وہ مناقب کا تلاش کرنا ہے کیونکہ وہ جب فخر کرتے تو ہر ایک اپنے اور اپنے آباء کے مناقب گنتا اور ابن السکیت کے قول کا معاون شاعر کا یہ قول بھی ہے

ومن كان ذا نسبت كريم ولم يكن ☆ له حسب كان اللئيم المذمما

تو شاعر نے حسب کو آدمی کا کارنامہ قرار دیا جیسا کہ شجاعت' سخاوت' عمدہ اخلاق وغیرہ اور آپ کا یہ قول یہی معنی رکھتا ہے "حسب المرء دینه"۔

ولجمالها: بقول سیبویہ حسن کی عمدگی کو کہتے ہیں۔

اَللّغٰت: ولدينها: یہاں لام کو دوبارہ حرف عطف کے ساتھ لوٹایا تا کہ ہرایک کا مستقل ہونا ثابت ہو جائے۔
بذات الدين: یہ انداز صاحبتہ: لانے کی بجائے زیادہ بلیغ ہے الكناية ابلغ من التصريح: کا نمونہ ہے۔ **تربت يداك**: تو محتاج ہو جائے۔ ہاتھوں کی طرف اسناداس لئے ہے کہ عموماً کام ہاتھوں سے کیا جاتا ہے۔ اہل عرب کے ہاں اس کا اصل معنی بد دعا مقصود نہیں ہوتا بلکہ مخاطب کو بعد والی بات کے متعلق خبردار کرنا مقصود ہوتا ہے اور اس کو آمادہ اور متوجہ کرنا ہوتا ہے کہ وہ اس بات کا لحاظ رکھے۔ بعض نے اس کا معنی یہ کیا ہے تو محتاج ہو جائے گا اگر تو میری بات پر عمل نہ کرے گا اور ابن ماجہ کی یہ روایت اس کی تائید کرتی ہے: "**لا تزوجوا النساء لحسنهن فعسى حسنهن ان يوذيهن' ولا تزوجهن لاموالهن فعسى اموالهن ان يطغين' ولكن تزوجوهن على الدين' ولامرأة جذماء سوداء ذات دين افضل**"۔ متفق علیہ فی النکاح وابوداؤد والنسائی عن ابی ہریرہ۔
فرق روایت: مسلم میں ہے و **آخرها عندهم ذات الدين**: لوگوں کے ہاں آخری درجہ دیندار کا ہے۔ اور اس میں فاحرص کے الفاظ فاظفر کی جگہ آئے ہیں جس کا معنی ایک ہے۔ امام رافعی نے اپنے امالی میں لکھا ہے نکاح کے مطلق فوائد تو کسی بھی عورت سے نکاح کرنے سے حاصل ہو جاتے ہیں اور عورت کی طرف کھینچنے والا سب سے قوی داعیہ وہ جمال ہے اور خوبصورت سے نکاح کی ممانعت آئی ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ جمال کی مطلقاً رعایت نہ کی جائے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ فقط حسن کو معیار مت بناؤ کہ دوسری خصلتوں کی طرف توجہ ہی نہ دو یا اتنا زیادہ حسن جو کامل ہو کہ جس کی وجہ سے عورت انتہائی نزاکت میں مبتلا ہو کر منازعت اور فاسد طمع کا مرکز بن جاؤ کیونکہ میٹھے چشمے پر بھیڑ زیادہ ہوتا ہے اور شدت عشق و میلان کی وجہ سے کئی تکلیف دہ امور کا ارتکاب اس سے عین ممکن ہے اور اس لئے بھی کہ وہ عام اوقات میں مرد کو بہت سی طاعات سے روک دے گی ورنہ حسن کی مطلقاً ممانعت ہوتی تو موافقت طبع کے لئے مخطوبہ کو ایک نگاہ سے دیکھنے کی اجازت نہ دی جاتی۔
دوسرا داعیہ نکاح کا عام طور پر مال ہے (اور آج کل تو مال ہی کو ترجیح حاصل ہے) حالانکہ مال ڈھلتی چھاؤں ہے اور اسی کے پیش نظر نکاح ہوگا تو کل دوام الفت نہ رہ سکے گی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے "**من عظمك عند استغلالك استقلك عند اقلالك**"۔ مگر جب اس کا داعیہ محض دین ہو تو عقد نکاح میں دوام و پختگی رہے گی۔ (امالی امام رافعی)
تخريج: اخرجه البخاری (٥٠٩٠) و مسلم (١٤٦٦) و أبو داؤد (٢٠٤٧) والنسائی (٣٢٣٠) و ابن ماجه (١٨٥٨)
الفرائد: ہر بات میں اہل دین کا ساتھ دینا چاہئے تا کہ ان کے اخلاق و عادات سے فائدہ اٹھایا جا سکے' دیندار عورت سے شادی حسن معاشرت کی وجہ سے بڑی فضیلت کا باعث ہے۔

٣٦٦ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِجِبْرِيْلَ :"مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَزُوْرَنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا؟" فَنَزَلَتْ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ﴾ [مريم : ٦٤] رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۳۶۶: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جبرئیل امین علیہ السلام سے کہا تمہارے ہماری ملاقات کے لئے اس سے زیادہ بار آنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ تو یہ آیت اتری: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ

رَبِّكَ ......﴾ ہم تو تمہارے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں۔ اسی کے لئے ہے جو ہمارے پیچھے اور سامنے ہے اور اس کے درمیان ہے۔ (بخاری)

تشریح ۞ **تزورنا**: تم ہماری ملاقات کرو' ملاقات کرنا۔

اکثر مما تزورنا: اکثر یہ مفعول مطلق ہے اور منصوب نزع خافض بھی ہوسکتا ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے: "**احتبس جبرئیل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم**": اور عبد بن حمید نے عکرمہ سے نقل کیا کہ **اطال جبرئیل فی النزول اربعین یوما' فقال لہ یا جبریل ما نزلت حتی اشتقت الیك' فقال انا کنت الیك اشوق ولکنی مامورنا وحی اللہ الی جبریل قل لہ' ﴿وما نتنزل الا بامر ربك﴾** اور ابن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ قریش نے جب اصحاب کہف کے سلسلہ میں سوالات کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ راتیں اس طرح گزاریں کہ آپ پر کوئی وحی نہ اترتی تھی۔ جب وحی اتری تو آپ ﷺ نے جبریل سے فرمایا تم نے تاخیر کی تو انہوں نے سابقہ روایت والی بات ذکر کی۔ (فتح الباری)

فنزلت: مؤنث کا صیغہ کلمات کے لحاظ سے لایا گیا ہے۔ **وما نتنزل**: ٹھہر کر اترنا کیونکہ یہ نزل کا مطاوع ہے اور کبھی نزول کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ نزل انزل کے معنی میں آتا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارا کسی وقت چھوڑ کر اترنا اللہ تعالیٰ کے حکم وحکمت سے ہے۔

الا بامر ربك: حافظ لکھتے ہیں کہ الامر کا معنی یہاں اذن ہے اور اس کی دلیل سبب نزول ہے اور حکم کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے یعنی ہم اس حکم کے ساتھ اترتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے مشروع فرمایا ہے اور ممکن ہے کہ مراد اس سے بھی زیادہ عام ہو مگر یہ ان کے ہاں ہے جو لفظ کو اس کے تمام معنی پر محمول کرتے ہیں (فتح الباری) **لہ ما بین ایدینا وما خلفنا**: صحیح میں نہی الفاظ پر اکتفاء کیا گیا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو ہمارے آگے اور پیچھے زمانے اور مقامات ہین ان تمام کا مالک وہی ہے۔ ہم ایک چیز سے دوسری کی طرف اس کے حکم ومشیت سے منتقل ہوتے ہیں۔

تخریج: بخاری فی التفسیر (۳۲۱۸) نسائی فی الکبریٰ (۶/۱۱۳۱۹)

الفرائد: ① صالحین کی مجالست کے لئے ان سے سوال کرنا چاہیے۔ ② فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں اترتے۔

۞ ۞ ۞

۳۶۷ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَّلَا یَاْکُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِیٌّ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ' وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ لَا بَاْسَ بِهٖ۔

۳۶۷: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کو ہی اپنا ساتھی بناؤ اور تمہارا کھانا پرہیزگار ہی کھائے۔ (ابوداؤد' ترمذی ایسی سند کے ساتھ جس میں حرج نہیں)

تشریح ۞ **ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ**: کے حالات پہلے گزر چکے ہیں۔

لا تصاحب الا مؤمنا: اس میں کفار کے ساتھ موالات ودوستی اور گہرے تعلق سے ممانعت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **﴿لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ﴾** "تم ان لوگوں کو نہیں پاؤ گے جو اللہ تعالیٰ

اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کرنے والے ہوں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھنے والے ہیں''۔ **ولا یاکل طعامك الا تقی**: تمہارا کھانا متقی کھائے۔ اس میں متقی لوگوں کا ساتھ دینے اور ان سے ہمیشہ میل جول کا حکم دیا گیا ہے اور فجار کو چھوڑ دینے کی تاکید ہے اور غیر متقی کے اکرام اور اس پر احسان کرنے کی ممانعت ہے۔ علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ روایت دعوت کے کھانے کے سلسلہ میں ہے طعام حاجت کے متعلق نہیں۔ غیر متقی کی دوستی سے اعراض کا حکم ہے اور اس کے ساتھ میل جول اور کھانے پینے کے متعلق توبیخ کی گئی ہے۔ لیکن مل جل کر کھانے سے دل میں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ گویا اس طرح فرمایا کہ جو نیک و متقی نہیں اس کے ساتھ نہ بیٹھو نہ کھاؤ پیو اور اس کے ساتھ مجلس جماؤ (مرقاۃ الصعود للسیوطی)

تخریج: ابو داؤد فی الادب' ترمذی فی الزهد واشار الی غرابته' احمد ٤/١١٣٣٦' طیالسی ٢٢١٣' ابو داؤد' ترمذی' دارمی ٢/١٠٣' حاکم ٤/١٢٨' ابن حبان ٥٥٤۔

الفرائد: ① متقی ایماندار لوگوں کی مصاحبت کو اختیار کرنے میں خیر ہے۔ ② اہل فسق کو کھلانا معصیت میں اعانت کے مترادف ہے۔ اہل تقویٰ کو کھانا کھلانے سے ان کی نیکیوں میں حصہ دار بن جائے گا۔

٣٦٨ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "الرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ یُّخَالِلُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ وَّقَالَ التِّرْمِذِیُّ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

٣٦٨: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کر رہا ہے۔ (ابوداؤد' ترمذی' سند صحیح کے ساتھ)
ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **الرجل علی دین خلیله**: ایک روایت میں المرء بخلیله: ہے۔

النحو: خلیل یہ فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل ہے اور کبھی مفعول کے معنی میں آتا ہے۔

فلینظر احدکم من یخالل: جس کی دوستی مطلوب ہو اسکے احوال کو عین بصیرت سے جانچ لینا چاہئے۔ جس کی دینی حالت اچھی ہو اس سے دوستی اختیار کرے۔ جس کا دین ناپسند ہو اس سے گریز کرے کیونکہ دیکھنے والا اس کو دیکھ کر اس پر قیاس کرے گا۔ دوستی کا سب سے نچلا درجہ یہ ہے کہ اس کو برابری کی نگاہ سے دیکھے اور سب سے غیر درجہ دوست کو اپنے سے افضل سمجھے۔

درجہ روایت: سیوطی کہتے ہیں کہ علامہ قزوینی نے اس کو مصابیح پر تنقید کرتے ہوئے موضوع قرار دیا۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ علائی نے تحریر کیا ہے اس روایت کو موضوع قرار دینا بدترین جہالت ہے۔ بقول ترمذی یہ درجہ حسن میں ہے اور قابل اعتراض راوی موسیٰ بن مردان کے متعلق امام احمد سے ثقہ ہے۔ مسلم و بخاری نے اس کو قابل حجت قرار دیا اور جنہوں نے اس کے متعلق کلام کیا ہے اس سے اس کا درجہ کم از کم حسن و غریب تو ہے نہ موضوع (مرقات السیوطی) اور علامہ ابن حجرؒ نے حاکم سے

اس کی تصدیق نقل کرتے ہوئے ابن عدی سے تائید ذکر کی ہے اور اس روایت کو درجہ حسن میں شمار کیا ہے۔ فتح الباری اور نووی کا رجحان اسکے مقبول ہونے کی طرف ہے۔ واللہ اعلم۔

تخریج: اخرجه احمد (۸۰۳٤ ـ ۸٤۲۵) و ابو داؤد (٤۸۳۳) والترمذی (۲۳۷۸) و إسناده حسن۔

الفرائد: اہل تقویٰ اور اہل اہواء ہر ایک کی صحبت کا انسان کی سیرت و کردار پر اثر پڑتا ہے۔ اسی لئے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے۔

۳٦۹ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ـ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ قِیْلَ لِلنَّبِیِّ ﷺ : الرَّجُلُ یُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا یَلْحَقْ بِهِمْ؟ قَالَ : "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ"۔

۳٦۹: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی (بخاری و مسلم) ایک روایت میں آنحضرتؐ سے پوچھا گیا آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے حالانکہ اس کی ان سے ملاقات نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی ان کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے۔

تشریح ۞ **المرء مع من احب۔ مرء:** شخص کو کہتے ہیں۔ معیت سے مرتبہ میں مساوات لازم نہیں اور نہ ثابت ہوتی ہے۔ مرتبہ کا دارومدار تو اعمال صالحہ پر ہے۔

حافظ کہتے ہیں معیت تو ایک چیز میں اجتماع کی وجہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ تمام اشیاء معیت لازم نہیں اور جب تمام کا جنت میں داخل ہونا ثابت ہوگیا تو معیت عامہ حاصل ہوگئی اگرچہ درجات متفاوت ہیں۔ (فتح الباری)

روایت کا باہمی فرق: **الرجل یحب القوم ولما یلحق بهم قال المرء مع من احب'** :الرجل میں الف لام جنس کا ہے۔ القوم سے مراد اہل صلاح ہیں۔ لما یہ تمام زمانوں کی نفی کے لئے آتا ہے۔ من احب عام ہے۔ حسن نیت کی وجہ سے اس کو نیکوں کی معیت نصیب ہوگی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے مراتب مل جائیں گے یا ان کے عمل جیسا بدلہ مل جائے گا۔

تخریج: احمد ۷/۱۹۵٤۳ ' بخاری' مسلم' ابن حبان ۵۵۷۔

الفرائد: قیامت کے دن کی حاضری میں صالحین کی صحبت و محبت کام دے گی۔

۳۷۰ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَتَی السَّاعَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا اَعْدَدْتَ لَهَا؟" قَالَ : حُبَّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ : "اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا : مَا اَعْدَدْتُ لَهُمَا مِنْ کَثِیْرِ صَوْمٍ وَّلَا صَلٰوةٍ وَّلَا صَدَقَةٍ وَلٰکِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

۳۷۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا قیامت کب آئے

گی؟ آپ نے فرمایا تو نے اس کیلئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت۔ آپ نے فرمایا تو ان کے ساتھ ہوگا جن سے تو محبت کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم) یہ مسلم کے الفاظ ہیں اور مسلم و بخاری کی اور روایت میں ہے کہ دیہاتی نے جواب میں کہا کہ نہ تو میں نے قیامت کیلئے نفلی روزے تیار کئے ہیں اور نہ نفلی نمازیں اور نہ زیادہ صدقہ لیکن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوں۔

تشریح ❀ اعرابیا: جنگل کے رہنے والے ہر شخص کو اعرابی کہتے ہیں خواہ وہ عرب ہو یا غیر عرب' عرب اولاد اسماعیل علیہ السلام ہے۔ مسلم میں ان رجلاً: کے الفاظ ہیں حافظ کہتے ہیں یہ ذوالخویصرہ یمامی ہے جس نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا اور دارقطنی کے ہاں اس سے یہی مراد ہے۔ جن کا خیال یہ ہے کہ اس سے ابو موسیٰ یا ابو ذر مراد ہیں یہ وہم ہے۔ اگرچہ دونوں نے سوال کیا ہے مگر ان دونوں کا سوال مختلف ہے اور جواب مشترک ہے "**عن الرجل یحب القوم ولما یلحق بھم**": اور اس کا سوال "**متی الساعة**": ہے۔

الساعة: اس سے قیامت کا دن مراد ہے اور ساعت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اچانک اور ایک لحہ میں طاری ہو جائے گی۔ **ما اعدت لھا**: یہ جواب علی اسلوب الحکیم ہے کہ تمہیں اس سے کیا سروکار ہے بلکہ تمہیں اس کی فکر کرنی چاہئے جو وہاں کام آنے والی ہے۔ اس وقت آدمی نے اپنے اعمال کا تذکرہ ایک طرف رکھ کر اپنے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت والا عمل تھا اس کو خدمت میں پیش کر دیا۔ **حب اللہ و رسولہ**: اس کا رفع بھی جائز ہے' جملہ سوال کی صدارت کی وجہ سے نصب بھی جائز ہے جیسا **قل العفو** میں ہے۔

مراد حب اللہ: ان کی اطاعت اور ان کے احکام کی پیروی ہے۔

من احببت: یہ لفظ کا عموم ہر خیر و شر کے محبّ کو شامل ہے اور اللہ تعالیٰ کی معیت سے مراد نصرت' ایمان' اعانت و توفیق دینا ہے۔

فرق روایت: یہ مسلم کے الفاظ ہیں اور ایک بخاری و مسلم کی روایت میں **ما اعدوت لھا من کثیر صوم ولا صلاة ولا صدقة**: کے الفاظ ہیں۔ تاکید نفی کے لئے **من کثیر**: بطور صلہ لایا گیا ہے اور مثبت سے مراد فرض بھی ہو سکتے ہیں بوصیری کے اس قول کی طرح ہے **ولم اصل سوی فرض ولم اصم**: یعنی دونوں برابر ہیں۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ بعض نوافل مراد ہوں مگر وہ بھی زیادہ نہیں۔ بعض نسخوں میں لکنی: اور مسلم میں **لکن**: ہے۔ یہ سابقہ کلام سے استدراک کے لئے ہے کہ جس چیز کے ثمرہ کی آخرت میں امید ہے اس کے آگے نہ بھیجنے سے جو وہم پیدا ہوتا ہے اس کے ازالہ کے لئے ہے کہ ایسی کوئی عبادت تو میرے پاس نہیں مگر ایک بڑا ذخیرہ احب للہ و رسولہ موجود ہے تو آپ نے فرمایا: **فانت مع من احببت**۔

تخریج: متفق علیه بخاری فی الادب ومسلم فی البر۔ احمد ۴/۱۲۹۹۲' مسلم' ترمذی' ابن حبان ۸' عبدالرزاق ۲۰۳۱۷۔

الفرائد: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت اہوال قیامت میں کام دے گی۔

۳۷۱ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :يا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَّلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۷۱: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ! آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے مگر وہ ان کے ساتھ (مرتبہ و اعمال سے) نہیں ملا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی ان کے ساتھ ہوگا جن سے اس کو محبت ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ جاء رجل: شیخ زکریا کہتے ہیں یہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تحفۃ القاری)

ولم يلق بهم: یہ بخاری و مسلم کے الفاظ ہیں ابن حبان نے **ولا يستطيع ان يعمل يعملهم:** کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

فرق روایت: ابونعیم نے ان الفاظ کو زائد نقل کیا ہے "**وله ما اكتسب**"۔

تخریج: اخرجه البخاری (۶۱۶۸) و مسلم (۲۶۴۰)

الفرائد : اہل ایمان کی محبت قیامت کے دن ان کے ساتھ حشر کو لازم کرنے والی ہے۔ محبت کی شرط حسن اتباع ہے بغیر اتباع کے دعویٰ محبت ناقابل اعتبار ہے۔

۞ ۞ ۞

۳۷۲ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا، وَالْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّرَوَى الْبُخَارِيُّ۔

قَوْلُهُ "الْاَرْوَاحُ" الخ مِنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا۔

۳۷۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح مختلف کانیں ہیں۔ ان میں سے زمانہ جاہلیت کے بہتر لوگ اسلام میں بھی بہتر ہیں جبکہ وہ دین کی سمجھ رکھتے ہوں اور ارواح مختلف اقسام کے لشکر ہیں پس ان میں سے جس کی ایک دوسرے سے جان پہچان ہوگئی وہ آپس میں مانوس اور جو وہاں ایک دوسرے سے ناواقف رہیں وہ ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ (مسلم)

بخاری نے الْاَرْوَاح کا لفظ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ الناس: یعنی انفرادی لحاظ سے۔ **معادن:** یہ معدن کی جمع ہے۔ عدن اقامت و لزوم کو کہتے ہیں۔ معدن اقامت و لزوم کی جگہ۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لوگ سردی اور گرمی میں اس میں قیام پذیر ہوتے ہیں۔ (الجوہری فی المصباح)

كمعادن الذهب والفضه: مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جواہرات نفاست و خست میں مختلف ہوتے ہیں اور ہر معدن سے وہی نکلتا ہے جو اس میں پایا جاتا ہے اسی طرح ہر انسان میں جو شرف ہو وہی ظاہر ہوتا ہے۔

خیارھم فی الجاھلیة: اسلام سے قبل زمانہ کو جاہلیت کا زمانہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں جہالتیں کثرت سے تھیں۔
اذا فقھوا: جب وہ جان لیں' سمجھ لیں مطلب یہ ہے جب یہ بات ان کی عادت ثانیہ بن جائے جو شرافت اس میں تھی اسلام میں آ کر اس نے اس کا مقصود پالیا۔
باب تقویٰ میں اس کے متعلق تفصیل گزری من اکرم الناس: والی روایت کے آخر میں ہے۔
والارواح جنود مجندح: اس جملے کا عطف "الناس معادن": پر ہے۔ اکٹھی جماعتیں اور مختلف اقسام وانواع تھیں۔ **ما تعارف منھا ائتلف وما شاکر منھا ختلف**: سیوطی نے خطابی سے نقل کیا ہے۔ ① اس کا معنی خیر و شر میں ہم مثل ہونا ہو۔ بھلائی والا اپنے ہم شکل کا شوق مند ہوتا ہے اور شریر اپنے نظیر کا متلاشی ہوتا ہے۔ پس ارواح آپس میں اپنی خیر و شر والی فطرت کے مطابق ایک دوسرے سے متعارف ہو گئیں۔ جن کی فطرت ایک جیسی ہوئی وہ متعارف اور جن کی مختلف نکلیں وہ دوسری سے غیر مانوس ہو گئیں۔ (وکذا قال النووی فی شرح مسلم)
② یہ بھی ممکن ہے کہ عالم غیب میں ابتدائی تخلیق کی اطلاع ہو۔ جیسا کہ وارد ہے: "**ان الارواح خلقت قبل الاجسام فکانت تلتقی وقلتئم فلما حلت بالاجسام وتعارفت بالامر الاول' فصار تعارفھا وتناکرھا علی ما سبق من العھد المتقدم" فتمیل الاخیار الی الاخیار والاشرار لی الاشرار** "ارواح اجسام میں ڈالے جانے سے پہلے پیدا کی گئیں تو وہ آپس میں ملی جلی رہتی تھیں پس جب وہ اجسام میں ڈالی جاتی ہیں اور پہلے حکم کے مطابق متعارف ہوتیں ہیں تو ان کا انس اور نفرت سابقہ عہد کے مطابق انجام پاتا ہے۔ پس اخیار اخیار کی طرف اور اشرار اشرار کی طرف مائل ہیں۔
ابن جوزی فرماتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان کو کسی فضیلت واصلاح شخص سے نفرت ہو تو اسے مناسب ہے کہ وہ اس کا مقتضی تلاش کرے تا کہ اس کے ازالہ کی کوشش کر کے اس مذموم صفت سے نجات پا سکے اس کا عکس اسی طرح سمجھ لینا چاہئے۔
علامہ ابن عبد السلام فرماتے ہیں تعارف وتناکر سے مراد صفات میں قریب ہونا اور ان صفات میں مختلف ہونا ہے کیونکہ جب کسی شخص کی صفات تیرے خلاف ہوں تو تو ان کو اوپرا سمجھتا ہے اور ناواقف پہچان نہ ہونے کی وجہ سے غیر مانوس ہوتا ہے۔ یہ مجازاً تشبیہ ہے منکر کو مجہول سے مناسب کو معلوم سے تشبیہ دی گئی ہے۔
تخریج: احمد ۳/۷۹٤۰' مسلم' ابو داوٗد' بخاری اخرج بعضہ مرفوعاً و بعضہ تعلیقاً۔
الفرائد: اصل شریف ہو تو فرع بھی اسی طرح ہوتا ہے' فضیلت کا دارومدار تقویٰ پر ہے مگر جب اسکے ساتھ شرافت نسبی مل جائے تو سونے پر سہاگہ ہوتا ہے۔ ② جب کسی صاحب فضیلت سے نفرت ہو تو اسکا سبب تلاش کر کے ازالہ کی فکر کرنی چاہئے۔

۳۷۳ : وَعَنْ اُسَيْدِ بْنِ عَمْرٍو وَيُقَالُ ابْنُ جَابِرٍ وَّهُوَ "بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ" قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا اَتٰى عَلَيْهِ اَمْدَادُ اَهْلِ الْيَمَنِ سَاَلَهُمْ : اَفِيْكُمْ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ حَتّٰى اَتٰى عَلٰى اُوَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهٗ : اَنْتَ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ قَالَ

:نَعَمْ، قَالَ :مِنْ مُّرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ؟ قَالَ :نَعَمْ، قَالَ :فَقَالَ بِكَ بَرَصٌ فَبَرَاْتَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ :لَكَ وَالِدَةٌ قَالَ :نَعَمْ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اَمْدَادِ اَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَاَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ يَّسْتَغْفِرَلَكَ فَافْعَلْ" فَاسْتَغْفِرْلِيْ فَاسْتَغْفَرَلَهٗ ـ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ :اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ :الْكُوْفَةَ قَالَ ـ اَلَا اَكْتُبُ لَكَ اِلٰى عَامِلِهَا؟ قَالَ اَكُوْنُ فِيْ غَبْرَآءِ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيَّ ـ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِنْ اَشْرَافِهِمْ فَوَافَقَ عُمَرُ فَسَاَلَهٗ عَنْ اُوَيْسٍ فَقَالَ :تَرَكْتُهٗ رَثَّ الْبَيْتِ قَلِيْلَ الْمَتَاعِ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اَمْدَادٍ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُّرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَاَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَا بَرَّهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ" فَاَتٰى اُوَيْسًا فَقَالَ :اسْتَغْفِرْلِيْ :قَالَ :اَنْتَ اَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ فَاسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ:لَقِيْتَ عُمَرَ ؟ قَالَ نَعَمْ، فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ، فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ فَانْطَلَقَ عَلٰى وَجْهِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اَيْضًا عَنْ اُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَهْلَ الْكُوْفَةِ وَفَدُوْا عَلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَفِيْهِمْ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بِاُوَيْسٍ فَقَالَ عُمَرُ :هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِّنَ الْقَرَنِيِّيْنَ؟ فَجَآءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ قَالَ :"اِنَّ رَجُلًا يَاْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ اُمٍّ لَّهٗ قَدْ كَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ تَعَالٰى فَاَذْهَبَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّيْنَارِ اَوِ الدِّرْهَمِ فَمَنْ لَّقِيَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْلَكُمْ" وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ "اِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ وَلَهٗ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْلَكُمْ"

قَوْلُهٗ "غَبْرَآءِ النَّاسِ" بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَاِسْكَانِ الْبَآءِ وَالْمَدِّ وَهُمْ فُقَرَآؤُهُمْ وَصَعَالِيْكُهُمْ وَمَنْ لَّا يُعْرَفُ عَيْنُهٗ مِنْ اَخْلَاطِهِمْ "وَالْاَمْدَادُ" جَمْعُ مَدَدٍ وَّهُمُ الْاَعْوَانُ وَالنَّاصِرُوْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُمِدُّوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْجِهَادِ۔

۳۷۳: حضرت اسید بن عمرو سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس جب بھی یمن والوں میں سے غازیانِ اسلام آتے تو وہ ان سے پوچھتے کیا تم میں اویس بن عامر ہیں حتیٰ کہ ایک وفد میں اویس آ گئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ تم اویس بن عامر ہو؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا مراد کے گھرانے اور قرن قبیلہ سے تمہارا تعلق ہے؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا کہ کیا تمہارے جسم پر برص کے داغ تھے وہ صحیح ہو گئے ہیں۔ سوائے ایک درہم کے برابر حصہ کے؟ جواب دیا

ہاں۔ پوچھا کیا تمہاری والدہ ہیں؟ کہا جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ؐ کو فرماتے سنا کہ تمہارے پاس مراد کے قرن قبیلہ کا اویس بن عامر اہل یمن کے غازیوں کے ساتھ آئے گا جو جہاد میں لشکر اسلام کی مدد کرتے ہیں۔ ان کے جسم پر برص کے نشان ہوں گے جو درہم کے برابر کے حصہ کے علاوہ صحیح ہو گئے ہوں گے۔ وہ اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہوگا۔ اگر وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھالے تو یقیناً اللہ اس کی قسم کو پورا فرمادیں گے۔ پس تم اے عمر! اگر ان سے مغفرت کی دعا کرواسکو تو ضرور کروانا۔ اس لئے تم میرے لئے بخشش کی دعا کرو چنانچہ انہوں نے عمرؓ کے لئے بخشش کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت عمر نے پوچھا اب کدھر جانے کا ارادہ ہے؟ فرمایا کوفہ۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا میں کوفہ کے گورنر کے نام تمہارے لئے خط نہ لکھ دوں؟ جواب دیا میں ان لوگوں میں رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں جو غریب و مسکین ہوں جنہیں نہ کوئی جانتا ہے اور نہ ان کی پروا کی جاتی ہے۔ جب آئندہ سال آیا تو یمن کے لوگوں میں سے ایک معزز شخص حج پر آیا اور اس کی ملاقات حضرت عمر سے ہوئی تو آپ نے اس سے اویس کی بابت دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ میں ان کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان کی زندگی نہایت سادہ ہے اور دنیا کا سامان بہت کم رکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ؐ کو فرماتے سنا کہ تمہارے پاس مراد قبیلہ کی شاخ قرن کا اویس بن عامر یمن کے رہنے والے امدادی فوجی گروہ کے ساتھ آئے گا۔ اس کو برص کی تکلیف ہوگی جو درست ہو چکی ہوگی سوائے ایک درہم کی مقدار کے۔ وہ اپنی والدہ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرنے والا ہوگا۔ اگر وہ اللہ کے نام کی قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم کو پوری فرمادیں گے۔ پس اگر تم ان سے مغفرت کی دعا کرواسکو تو ضرور کروانا۔ پس یہ شخص حج سے فراغت کے بعد حضرت اویس کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ میری بخشش کی دعا فرمائیں۔ اویس نے جواب دیا ایک نیک سفر سے تو تم نئے نئے آئے ہو۔ تم میرے لئے بخشش کی دعا کرو۔ نیز انہوں نے پوچھا کیا تم عمر کو ملے؟ اس نے کہا ہاں۔ پس اویس نے اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی۔ تب لوگوں نے انکے مقام کو جان لیا اور وہ اپنے راستہ پر چلے گئے (مسلم) مسلم کی دوسری روایت اسیر بن جابرؓ سے ہے کہ کوفہ سے کچھ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ ان میں ایک ایسا آدمی تھا جو حضرت اویس کا مذاق اڑاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کیا یہاں قبیلہ قرن والوں میں سے بھی کوئی ہے۔ پس یہ شخص آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا۔ اسے اویس کہا جاتا ہوگا۔ وہ یمن میں صرف اپنی والدہ کو چھوڑ کر آئے گا۔ اس کو برص کی بیماری تھی پس اس نے اللہ سے دعا کی اللہ نے اس کی وہ بیماری دور کردی۔ اب برص کا داغ ایک درہم یا دینار کے برابر رہ گیا ہے۔ پس تم میں سے جو ملے اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کراؤ۔ مسلم کی ایک روایت میں جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا تابعین میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جسے اویس کہا جاتا ہے اس کی والدہ زندہ ہے اور اس کے جسم میں برص کے داغ ہیں تم اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے بخشش کی دعا کریں۔ غَبْرَاءِ النَّاسِ: غریب و مفلس، غیر معروف لوگ۔ الْاَمْدَادُ: جہاد میں مدد دینے والے۔

تشریح ۞ **اسیر بن عمرو**: بعض نے کہا ابن جابر۔ حافظ کہتے ہیں ان کے نسب میں اختلاف ہے۔ بعض نے کندی بعض نے اور قبائل کی طرف نسبت کی ہے۔ بعض نے ان کی رؤیت کا قول کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ ابن جابر آخری تابعی ہیں۔

جبکہ اسد الغابہ میں اس طرح منقول ہے۔ اسیر بن عمرو الکندی السلولی۔ بعض نے کہا الدر کی بعض نے کہا الشیبانی یہ مخضرمی صحابی ہیں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ان کی عمر دس سال تھی۔ یہ ابن معین کا قول ہے۔ بعض نے گیارہ سال بتلائی ہے۔ ابن معین کہتے ہیں وہ ابوالخیار جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہی کا نام اُسیر بن عمرو ہے انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا۔ زمانہ حجاج تک زندہ رہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو روایتیں نقل کی ہیں' ان میں سے ایک تلقیح النخل اور دوسری سینگی کے سلسلہ میں ہے۔ ابن مدینی کہتے ہیں اہل بصرہ کا خیال یہ ہے کہ ان کا نام اسیر بن جابر ہے اور ان کی وساطت سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے واقعہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں اور اہل کوفہ ان کا نام اُسیر بن عامر بتلاتے ہیں۔ (التقریب للحافظ)

امداد اهل اليمن: اس سے لشکر اسلامی کی امدادی جماعتیں مراد ہیں۔ ان میں مجاہدین کی امدادی جماعت یہ تھی جو کوفہ سے دارالخلافہ پہنچی تھی۔

سألهم: افيكم اويس بن عامر: مسلم کی روایت میں مشہور یہی ہے۔ بقول ابن ماکولا بعض نے اویس بن الجلیس کہا ہے اور ان کی کنیت ابو عمرو ہے۔ ایک آدمی کا بیان ہے کہ یہ جنگ صفین میں قتل ہوئے۔ ان کے حالات کے تذکرہ میں وضاحت آئے گی۔ **حتى اتى على اويس رضى الله عنه:** یہ اوس کی تصغیر ہے اور اس کا معنی بھیڑیا ہے۔ اس سے مرد کا نام رکھتے ہیں (اظہار شجاعت کے لئے) بعض نے کہا یہ نام است الوجل اوسا: جب کہ تم کسی کو عطیہ دو۔ اوس کا لغوی معنی عطیہ ہے۔ یہ قرطبی کا قول ہے ان کے کلام میں غیر صحابی پر رضی اللہ عنہ کا لفظ ہے۔ تقریب نووی میں اس کے جواز اصح قول قرار دیا گیا ہے۔ (التقریب النووی) اور بعض احناف نے صحابہ کے علاوہ دوسروں کے لئے رحمۃ اللہ علیہ کہا ہے۔ وہ ان کے لئے رضی اللہ عنہ کو جائز قرار نہیں دیتے جیسا کہ معصوم کے امتیاز کے لئے علیہ السلام کا لفظ لکھا جاتا ہے۔ **انت اويس:** ہمزہ استفہام کو سوال سے پہلے تخفیف کے لئے حذف کیا گیا۔ اس کی دلیل نعم سے جواب ہے۔ **من مراد:** یہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ ابن کلبی کہتے ہیں مراد کا نام جابر بن مالک بن ادد بن یشجب بن یعرب بن زید بن کہلان بن سبا ہے۔ **ثم من قرن:** یہ مراد کی ایک شاخ ہے۔ یہ قرن بن ردما بن ناجیہ بن مراد ہے۔ درست قول یہی ہے۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ صحاح جوہری میں کہا گیا ہے کہ یہ اہل نجد کے میقات احرام قرن منازل کی طرف نسبت ہے۔ مگر نووی نے کہا یہ صراحۃً غلط ہے۔ **وكان بك برص:** ذرا سا باقی رہنے دیا گیا تاکہ سابقہ حالت کو یاد کر کے نعمت کے شکر یہ کی مزید توفیق ہو۔ **قال لك والدة؟ قال نعم:** اس روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت تک موجود تھیں۔

مع امداد اهل اليمن: امداد کی اضافت اہل کی طرف بیانی ہے۔ مگر زیادہ بہتر لامیہ ہے۔ ① اور ظرف لغو میں احتمال ہے کہ وہ یأتی سے متعلق ہو۔ ② اگر مستقر ہو تو اویس سے حال ہے یا امداد کی صفت ہے۔ البتہ مابعد کے لئے حال بنانا زیادہ مناسب ہے۔ پس من مراد اس سے حال مترادف ہے یا حال متداخل ہے۔

الا موضع درهم: آئندہ روایت میں **الا موضع الدينار او الدرهم:** شک کے ساتھ منقول ہیں۔ **له والدة:** ان کا نام مذکور نہیں۔ **بر:** احسان میں مبالغہ کرنا۔ **لو اقسم على الله:** یعنی اگر وہ کسی بات کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دیتے ہیں۔ **فان استطعت ان يستغفر لك فافعل:** اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ وہ عمر رضی

اللہ عنہ سے افضل ہیں اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمر غیر مغفور ہیں کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ افضل ہیں اور تابعین مفضول ہیں۔ اس روایت کا مقصود اس بات کی خبر دینا ہے کہ اویس رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے ہیں جو مستجاب الدعوات ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ کو خیر کی غنیمت میں اضافہ کے لئے یہ راہنمائی فرمائی گئی ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا دعا وسیلہ کی تلقین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دعا کا حکم فرمایا ہے۔ حالانکہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم کے سردار ہیں اور اسی طرح اس قول کا مطلب بھی سمجھ لینا چاہئے جو عمرہ پر جاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا:
اشر کنا فی دعائك یا اخی: پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا تم میرے لئے استغفار کردو۔ انہوں نے استغفار کردی۔
فائدہ: صالحین سے دعا کرانی چاہئے خواہ کہنے والا ان سے افضل ہو۔ **الکوفہ:** شہر کی تعمیر گولائی میں ہونے کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا یا وہاں ریت کے گول ٹیلے پائے جاتے تھے ان کی وجہ سے اس چھاؤنی کا نام مقام کے لحاظ سے رکھ دیا گیا۔ مترجم)
الا اکتب لك؟: کیا میں وہاں کے عامل کے نام خط نہ دے دوں تا کہ بیت المال سے تمہاری کفالت کر دے۔ **اکون فی غبراء الناس:** یہ ان اکون تھا۔ ان حذف ہو گیا یا ② فعل بول کر مصدر مراد لیا گیا جیسا اس قول میں **تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ۔**

العام المقبل: یہ اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد اگلا سال ہے۔ **رجل من اشرافھم:** اس سے اشراف کوفہ میں سے کوئی مراد ہے۔ یا وہ مراد قبیلہ کا آدمی تھا۔ شرف سے اس کا صاحب حیثیت اور معروف ہونا مراد ہے۔ **فوافق عمر:** وافق کا فاعل ضمیر ہے جو رجل کی طرف راجع ہے۔ ② فاعل عمر ہوں اور فعل کا مفعول ضمیر متصل بالفعل ہے یہ زیادہ راجح ہے۔ **ترکتہ رث البیت:** گھر کا سامان بوسیدہ یا پرانا ہو چکا ہے۔ معمولی قیمت کا سامان یا پرانا سامان بقول نووی اس کا معنی تھوڑا سا سامان ہے اور یہ بھی درست ہے کہ مضاف کو مقدر نہ مانا جائے تو مطلب یہ ہو گا پرانا و بوسیدہ مکان۔ **قلیل المتاع:** لغت میں ہر نفع اٹھانے والی چیز کو متاع کہتے ہیں مثلاً کھانا' گندم' سامان خانہ' اصل میں متاع اس چیز کو کہتے ہیں جس سے پہنچا جا سکے اور تقلیل متاع کا مطلب دنیا سے اعراض و بے رغبتی ہے۔ **یالی علیکم:** ایک روایت میں **علیك:** وارد ہے۔ جس سے عمر رضی اللہ عنہ کو فقط خطاب کیا گیا ہے اور **فان استطعت:** کے زیادہ مناسب یہی ہے۔ **اویس بن عامر الی فافعل:** یہ مرفوع روایت کے الفاظ ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے من جملہ معجزات سے ہے کیونکہ اس میں اخبار بالغیب کا تذکرہ ہے۔ جس کی صفات و علامات تک ذکر کر دی گئی ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح پیش آیا جیسا آپ کی زبان مبارک سے جاری ہوا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ کے افعال کی توثیق ہے۔ انہوں نے کس طرح شریعت کی ایک ایک بات کو پہنچایا اور پھیلایا اور یہ بھی ہے کہ اہل کی فضیلت کا اقرار کرنا چاہئے اور جن کے متعلق یقین ہو کہ وہ خود پسندی میں مبتلا نہ ہوں گے ان کی تعریف کرنا مناسب ہے۔ **استطعت:** کا تخاطب براہِ راست عمر رضی اللہ عنہ کے شرف ہے۔ یہ مرفوع لفظ ہے مدرج نہیں ہے' پھر عمر کے افضل ہونے کے باوجود ان کو اویس سے دعا کے لئے فرمانا اویس کے اظہار فضیلت کا شاندار انداز ہے اور طلب دعا پر خوب انداز سے آمادہ کیا گیا ہے۔ **فاتی اویسا فقال استغفرلی:** اتی کا فاعل وہ شخص ہے جس کی عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ **انت احدث عھداً:** یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے جیسا اس آیت میں "**ھم احسن اثاثا**": اور اچھے سفر کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے سفر حج سے لوٹنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے اسی وجہ سے اویس نے اس کو دعا کے لئے کہا۔ روایت میں وارد

ہے:"اذا لقیت الحاج فمره فلیستغفرلك"؛اور دوسری روایت میں وارد ہے:"ان الله یغفر للحاج ولمن استعفر له الحاج حتی یرجع الی بیته"؛اس آدمی نے دوبارہ استدعا کی تو انہوں نے دوبارہ وہی بات کہی۔آدمی نے تیسری بار درخواست کی تو اویس رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے کہ اس نے میری پہچان کر لی ہے تو انہوں نے فرمایا۔لقیت عمر: کیا تمہاری عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اس نے نعم سے جواب دیا۔پس اس کے لئے استغفار کر دی۔کیونکہ انہوں نے جان لیا کہ یہ استغفار کرائے بغیر نہ چھوڑے گا۔حفظن له الناس: اب اس سے بات پھیل گئی۔لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔فانطلق علی وجهه: وہ وہاں سے چلے گئے کیونکہ اس سے توجہ الی الحق میں کمی آتی تھی۔رواہ مسلم اس میں مسلم کے الفاظ منفرد ہیں۔ روایت کے اختتام پر ابن المنیر کے الفاظ یہ ہیں و کسوته بردته: ان کا لباس چادر تھی جب ان کو لوگ دیکھتے تو کہتے اویس کا یہ لباس نہیں ہو سکتا؟

روایات کا فرق: مسلم کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: وفیهم رجل ممن کان یسخر باویس: شاید اسی شخص کو سابقہ روایت میں ولعل سخریاه منه لغنی ذلك الرجل وغروره بما هو فیه من الجاه والمال: شاید اس آدمی کے تمسخر کی وجہ اس کی مالداری یا حب جاہ و مال ہو۔اور اویس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مال کی تنگی دیکھی تو مذاق اڑانے لگا اور ان کو حقیر سمجھنے لگا ہو۔کیونکہ وہ تو زینت دنیا سے منہ موڑنے والے تھے۔الخریاء: یہ باب تعب سے ہے اس کا معنی استہزاء کرنا (المصباح) اس روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں فجاء ذلك الرجل فقال عمر...... لا یدع بالیمن غیر ام له: اس روایت میں قد کان به: بیاض ہے جس کو پہلی روایت میں برص سے تعبیر کیا گیا ہے۔فدعا الله فاذهبه: یہ دعا رضا بالقضاء کے خلاف نہیں۔شاید اس دعا سے والدہ کے ساتھ احسان کا اور کوئی کام مطلوب تھا کہ والدہ اس کی خدمت سے نفرت نہ کرے اور میل و جول کو ناپسند نہ کرنے لگے (جیسا عام لوگ مبروص کے سلسلہ میں کرتے ہیں) موضع الدینار او الدرهم: یہ شک کا لفظ مسلم کی زہیر والی روایت میں ہے۔ممکن ہے اس کو شک ہو یا اس کے شیوخ میں سے کسی کو شک ہو۔اور یقینی راستہ یہی ہے کہ یہ سابقہ درہم ہی کا مقام ہے۔اس کو مسلم نے اپنے شیوخ اسحاق بن ابراہیم حنظلی اور محمد بن مثنیٰ اور ابن بشار سے نقل کیا۔یہ الفاظ ابن المثنیٰ کے ہیں۔سند کے رجال کا اختلاف صرف اسیر تک ہے۔ممن لقیه فلیستغفرلکم: کا مطلب یہ ہے کہ اس سے عرض کرو کہ وہ تمہارے لئے استغفار کر دے۔جیسا آئندہ روایت میں "فمروه فلیستغفرلکم: کے الفاظ موجود ہیں اگر چہ یہ دو لفظ عمر رضی اللہ عنہ کے ہیں مگر احتمال یہ ہے کہ کبھی ان الفاظ کو ذکر کیا اور کبھی معنیٰ روایت کر دی اور یہ بھی احتمال ہے کہ متعدد بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف انداز سے تذکرہ فرمایا پہلے احتمال کو سامنے رکھتے ہوئے روایت بالمعنیٰ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

مسلم کی ایک روایت قال انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان خیر التابعین...... الحدیث: اس حدیث میں دلیل ہے کہ استعلاء اور علو کا اعتبار نہیں۔جیسا کہ بعض اصولیین نے کہا۔فلیستغفرلکم: جملے کے شروع میں لام تاکید کا اس لئے لایا گیا کہ تابعین میں اس کی افضلیت کے متعلق تردد ختم ہو جائے۔

نووی کہتے ہیں یہ حدیث اس سلسلہ میں واضح ہے کہ وہ تابعین میں سب سے بہتر ہیں۔حالانکہ امام احمد نے سعید بن المسیب کو افضل التابعین کہا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ علوم شرعیہ کے لحاظ سے وہ افضل التابعین ہیں مثلاً تفسیر‘ حدیث‘ فقہ غ... اللہ تعالیٰ کے ماں خیریت مراد نہیں۔(نووی علی المسلم) (شاید یہ کہنا زیادہ مناسب ہو زبان نبوت سے خیریت کی اطلاع

اللہ تعالیٰ کے ہاں خیریت حقیقی کو ظاہر کرتی ہے اور دوسروں کے متعلق خیریت کی اطلاع انسانوں کا حسن ظن ہے جو قطعی نہیں۔ دونوں میں آسمان وزمین کا فرق ہے۔ فافہم وتدبر مترجم)
انسانی اندازوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

① بقول امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ افضل التابعین سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ۔
② بعض کے سوال پر امام احمد نے فرمایا: افضل التابعین سعید، علقمہ اور اسود رحمہما اللہ۔
③ امام نے پھر فرمایا افضل التابعین ابوعثمان نہدی، ابوحازم رحمہما اللہ۔
④ امام نے فرمایا: افضل التابعین قیس ابوحازم، ابوعثمان، علقمہ، مسروق رحمہم اللہ۔
⑤ عبداللہ بن حنیف زاہد کہتے ہیں کہ اہل مدینہ افضل التابعین سعید بن مسیبؒ کو مانتے ہیں۔
⑥ عبداللہ بن حنیف زاہد کہتے ہیں کہ اہل کوفہ افضل التابعین اویس قرنیؒ کو مانتے ہیں۔
⑦ عبداللہ بن حنیف زاہد کہتے ہیں کہ اہل بصرہ افضل التابعین حسن بصریؒ کو مانتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

سیوطی نے شرح التقریب میں اس کو مستحسن قرار دیا ہے جو ابن حنیف، ابن صلاح نے کہا ہے۔
حافظ عراقیؒ کہتے ہیں زیادہ درست وہی ہے جس کو اہل کوفہ نے اختیار کیا کیونکہ صحیح مسلم کی روایت میں اس کا اشارہ موجود ہے۔ اس سے نزاع ختم ہو جاتا ہے۔ امام احمد کا ابن مسیبؒ کو افضل کہنا وہ شاید علم کے اعتبار سے ہو نہ کہ خیریت کے لحاظ سے یا ان کو یہ روایت نہ پہنچی ہو یا ان کے ہاں صحیح نہ ہو۔

سخاوی کہتے ہیں خطابی کے بعض شیوخ نے دونوں باتوں میں فرق کیا ہے۔ امام احمد کے متعلق حافظ عراقی کا یہ دونوں قول درست نہیں کہ ان کو روایت نہ پہنچی یا ان کے صحیح نہیں انہوں نے مسلم کی سند سے تین الفاظ سے نقل کیا ہے۔ ① ان خیر التابعین رجل یقال له اویس۔ ② ان خیر التابعین ③ ان من خیر التابعین: شریک سے ایک جماعت نے اس کو نقل کیا۔ پس حصر زائل ہو گیا۔

غبراء الناس: سے فقراء غرباء ومساکین مراد ہیں۔ بقول قرطبی یہ سب سے عمدہ روایت ہے جس میں یہ لفظ ہے۔ **غبر الارض:** عرب کہتے ہیں **الفقراء وبنو الغبراء:** گویا فقر نے ان کو زمین سے چمٹا دیا مراد بقایا، کمزور لوگ مراد ہیں۔ دوسری روایت میں غبر ہے جو کہ غابر کی جمع ہے جیسے شاہد شہد، متاخر لوگ کیونکہ سردار کاموں میں پہل کرتے، ساتھ رہتے اور تقاضا کرتے ہیں اور باقی ضعفاء رہ جاتے ہیں جن کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا تو اویس رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے چاہا کہ وہ گم نام ہو جائیں تا کہ ان کی طرف کوئی التفات نہ کرے۔ یہ سب انہوں نے اپنی سلامتی اور نیکیوں کے خزانہ کو لوٹنے کے لئے کیا (المفہم للقرطبی) پہلے معنی کا بھی یہی مقصد ہے۔ **الصعالیك:** جمع صعلوک فقیر (صحاح جوہری) **من لا یعرف عینه:** ظاہر نہ ہونے اور گمنامی کی وجہ سے وہ پہچانے نہ جائیں۔ **الامداد:** جمع مدد، مددگار، مسلسل مدد دینا۔

فائدہ: قرطبی کہتے ہیں اویس رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے خاص اولیاء سے تھے۔ ان گمنام لوگوں سے تھے جن کی پروا نہیں کی جاتی۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اطلاع نہ دی ہوتی تو ان کو کوئی نہ پہچانتا۔ وہ آپ کی زندگی میں موجود تھے ایمان لے آئے مگر ملاقات کا شرف نہ ملا۔ نہ آپ سے خط وکتابت کی۔ اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ان کے خیر التابعین ہونے کی اطلاع دی ان کی وفات میں اختلاف ہے۔عبداللہ بن مسلم کہتے ہیں ہم آذربائیجان کے غزوہ میں تھے یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا۔ ہمارے لشکر میں اویس قرنی بھی تھے۔ جب ہم غزوہ سے لوٹے تو یہ بیمار ہوگئے ہم نے ان کو سوار کرلیا زیادہ دیر نہ گزری کہ ان کی وفات ہوگئی۔ جب ہم نے پڑاؤ کیا تو ایک قبر ملی جو کھدی ہوئی تھی۔ قریب پانی بہہ رہا تھا' کفن اور حنوط موجود تھے ہم نے غسل دے کر ان کو کفن دیا اور نماز جنازہ ادا کر کے دفن کر دیا۔ بعض نے کہا اگر واپسی اسی راستہ سے ہوئی تو قبر کو پہچان لیں گے مگر جب واپس لوٹے تو وہاں قبر کا نام نشان نہ تھا۔

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ صفین کے دن ایک شامی آدمی نے آواز دی کیا تم میں اویس قرنی ہے۔ ہم نے کہا ہاں۔تو وہ کہنے لگا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: اویس خیر التابعین باحسان: اور اپنے گھوڑے کو ہانک کر لشکر علی رضی اللہ عنہ میں داخل ہوگیا۔ وہ اصحاب علی رضی اللہ عنہ کے مقتولوں میں پایا گیا۔ ابونعیم اور علامہ ابن جوزی نے ان کے کئی کرامات وواقعات اپنی کتابوں میں ذکر کئے ہیں۔ (المفہم للقرطبی)

تخریج : اخرجه مسلم (٢٥٤٢) و (٢٥٤٢ / ٢٢٤ و / ٢٢٥)

الفرائد : والدین کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت بہت بڑی ہے۔ ② نیک لوگوں سے دعا واستغفار کرانا چاہئے۔ ③ جب ولی اپنے آپ کو پہچان لے تو اسے اپنا حال مخفی رکھنا چاہئے۔

٣٧٤ : وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَاَذِنَ لِيْ وَقَالَ : لَا تَنْسَانَا يَا اُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ" فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ لِيْ بِهَا الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ : "اَشْرِكْنَا يَا اُخَيَّ فِيْ دُعَائِكَ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۳۷۴: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرتؐ سے عمرے پر جانے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت عنایت فرما دی اور فرمایا اے میرے پیارے بھائی ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کرنا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد میرے لئے اتنا بڑا اعزاز ہے کہ مجھے اس کے مقابلہ میں ساری دنیا بھی اچھی نہیں لگتی اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا اے میرے پیارے بھائی ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک رکھنا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد و ترمذی' ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ استاذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اس سے طالب علم کے لئے استاذ سے اجازت کا مسئلہ ثابت ہوا۔ اس طرح مرید کیلئے اپنے شیخ سے اجازت چاہنا معلوم ہوا۔ جب کہ دونوں کسی اجتماعی کام میں ہوں جس میں ضرورت کے وقت اس کی غیر موجودگی ذہن میں ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا: ﴿انما المؤمنون الذین امنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ﴾ فاذن لی: مجھے اجازت مرحمت فرمائی اور مغفرت کی دعا فرمائی۔ ابن رسلان کہتا ہے کہ ثعلبی نے ابن ابی جمرہ ثمالی سے جن کا نام ثابت بن ابی صفیہ ہے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم جب جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوتے اور کوئی اجازت طلب کرتا تو مسجد سے اجازت کے بغیر نہ نکلتا۔ آپؐ ان میں سے جسے چاہتے اجازت مرحمت فرماتے اور جس کو چاہتے روک لیتے۔

وقال لا تنسنا یا اخی من دعائك: اخی ہمزہ پر خطیبہ شربینی نےشرح جمع الجوامع میں اس پر اکتفا کیا ہے اور اُخّی ہمزہ کا ضمہ یہ تقریب مقام کے لئے ہے تحقیر کے لئے نہیں۔ فتحہ کی بھی دو روایتیں ہیں (جمع الجوامع لخطیب شربینی) **من دعائك:** سے معلوم ہو رہا ہے کہ مقیم کو مسافر سے مقامات خیر پر دعا کی درخواست کرنی چاہئے۔ خواہ مقیم مسافر سے افضل ہی کیوں نہ ہو۔ اگر چہ اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ وہ اس کے لئے دعا کرے گا تب بھی اسے یاد دلانے میں کوئی حرج نہیں۔ خاص طور پر جبکہ حج وعمرہ کا سفر ہو یا غزوہ کا سفر ہو اور دوسری روایت میں وارد ہے **یغفر للحاج ولمن استغفر له الحاج**"۔ اور یہ روایت اس کی مزید تائید کرتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "**قال کلمة**": ایک ایسا کلمہ فرمایا اس کے بدلے ساری دنیا میری نگاہ میں ہیچ ہے۔ کلمہ سے اگر لغوی معنی مراد ہے تو پھر یہ مجاز مرسل کی قسم ہے۔ ایک اسم پر کل کا اطلاق کر دیا گیا۔ ② یا استعارہ مصرحہ ہے کہ کلام کو کلمہ سے تشبیہ دی کہ مراد کا سمجھنا ہر ایک کو تکمیل پر ہے تو اس کے اسم کا اطلاق اس پر کر دیا گیا یہ دونوں وجوہ شیخ عبدالرحمان حسانی نے ذکر کی ہیں۔ پہلا ہی زیادہ مشہور ہے۔ شرح سنن میں ابن رسلان نے اسی پر اکتفاء کیا ہے۔ **ان لی بھا:** میں با بدلیت کا معنی دے رہی ہے۔ جیسا حماس نے کہا ہے **علیت لی بھم قوماً اذا راکبوا:** کاش ان کے بدلے میرے پاس ایسی قوم ہوتی۔

الدنیا: دنیا کی تمام اشیاء مراد ہیں۔ ابن رسلان کہتے ہیں اس میں غائبانہ دعا اور اس کی استجابت کا تذکرہ ہے جب کہ حاجی ان مقامات میں جائے تو اپنے اور احباب واقارب کو دعاؤں میں نہ بھولے۔ خصوصاً جو اس کو دعا کے لئے کہے تو اس کے لئے دعا کرنا متعین ومتاکد ہو گیا۔ (شرح السنن لابن رسلان) یہ حدیث ترجمۃ الباب کی دلیل ہے اور مواضع ماثورہ پر حاضری تو استحباباً ذکر کر دی۔

روایت کا فرق: ابوداؤد کی روایت جو شعبہ کی وساطت سے منقول ہے اس میں **اشرکنا یا اخی فی دعائك:** کے الفاظ ہیں۔ **اشرکنا:** کا معنی ہمیں اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا۔

تخریج: ابو داوٗد باب الدعوات (۱۴۹۸)' ترمذی فی الدعوات (۳۵۵۷) 'اس سند کے تمام راوی صحیح کے ہیں۔ سوائے عاصم بن عبیداللہ کے سفیان بن وکیع متکلم فیہ راوی ہے۔

الفرائد: مفضول سے فاضل دعا کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ ② خطاب مسلم میں نرم روی سے مومن کے دل کو خوش کرنا چاہئے۔ ③ نفلی اعمال میں استاذ سے اجازت طلب کرنی مزید برکت کا باعث ہے۔

---

۳۷۵ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَزُوْرُ قُبَاءَ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَاءَ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا وَّكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ۔

۳۷۵: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ قباء تشریف لے جاتے کبھی سواری پر اور کبھی پیدل اور وہاں پہنچ کر آپ دو رکعت نفل ادا فرماتے۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ قباء تشریف لے جاتے کبھی سواری پر کبھی پیدل اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایسا کرتے۔

تشریح ۞ قباء: یہ الف ممدودہ کے ساتھ ہے یہ مذکر اور منصرف ہے (ابوعبید البکری عن ابی علی القال تہذیب نووی) بحار الانوار میں اس کو منصرف و غیر منصرف دونوں طرح لکھا ہے اور قصر و مد بھی مصباح سے نقل کیا ہے۔

سمہودی کا قول یہ مدینہ کے اطراف کی بستی تھی (اب شہر کا حصہ ہے)

ابن جبیر کہتے ہیں مدینہ سے متصل یہ بڑا گاؤں ہے۔ کتاب خط المداعی میں لکھا ہے کہ وہاں ایک کنواں قبار نامی تھا۔ راء کو اڑا کر اس کو قباء کہنے لگے۔ کذا نقلہ ابن زبالہ۔

علامہ باجی یہ مدینہ سے دو میل دور بستی ہے۔ کذا نقلہ النووی عن العلماء۔

قاضی عیاض۔ یہ تین میل ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں مدینہ سے ایک فرسخ پر واقع ہے۔ سمہودی کہتے ہیں میں نے پیمائش کی تو باب جبرئیل سے مسجد قباء کے دروازے کا فاصلہ ایک فرسخ نکلا۔

راکبا و ماشیا: کبھی پیدل کبھی سواری پر یا کچھ سفر پیدل کچھ سواری پر مگر اول معنی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔ **فیصلی فیه:** یعنی مسجد قباء میں نماز ادا فرماتے۔ **رکعتین:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عن اسد بن ظہیر الانصاری نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **الصلاة فی مسجد قباء کعمرة:** اسید کی صرف یہ روایت صحیح ہے۔ حدیث حسن غریب۔ سمہودی نے اور احادیث بھی اس سلسلہ میں ذکر کی ہیں۔ ایک روایت جس کو بخاری نسائی نے نقل کیا ہے۔ **کان النبی صلی الله علیه وسلم یاتی مسجد قبا کل سبت:** اور ابن حبان کی روایت میں **کل یوم سبت:** کے الفاظ ہیں۔ اس سے ان لوگوں کی بات غلط ثابت ہوتی ہے جو سبت سے ہفتہ مراد لیتے ہیں۔ کذا قال السمہودی۔ ابن عمرؓ بھی ایسا کرتے تھے۔ سمہودی نے ابن ابی شیبہ سے مرسل روایت نقل کی ہے جس میں یوم الاثنین کو قباء جانا ثابت ہے اور ابن ابی عروبہ کہتے ہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یوم الاثنین اور یوم الخمیس کو قباء جاتے تھے۔ الحدیث۔

فائدہ: اس طرح کے دیگر مقامات اور حرم مکی کے ماثور مقامات پر جانا مستحب ہے۔

تخریج: اخرجه ابو داؤد (۱٤۹۸) والترمذی (۳۵۵۷) باسناد لا یخلو من مقال۔

الفرائد: ① مسجد قباء میں سوار و پیدل ہر طرح جانا باعث ثواب ہے۔ ② بعض ایام بعض اعمال کے ساتھ مخصوص ہو سکتے ہیں۔ ③ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کس قدر حریص تھے۔

۴۶ : باب فَضْلِ الْحُبِّ فِی اللّٰهِ وَالْحَبِّ عَلَيْهِ وَإِعْلَامِ الرَّجُلِ مَنْ

يُحِبُّهٗ وَمَا ذَا يَقُوْلُ لَهٗ اِذَا اَعْلَمَهٗ

بَاب: اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی فضیلت اور اس کی ترغیب اور جس سے محبت ہو اس کو بتلانا اور آگاہی کے کلمات

الحب: اس کا معنی محبت ہے جیسا کہ احباب و حب: کا معنی ہے۔ (القاموس) صاحب مصباح نے اس کو قاتل کے باب سے اسم مصدر قرار دیا ہے۔ (المصباح)

فی الله: فی تعلیلیہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے۔

الحث: آمادہ کرنا۔ حرص دلانا۔ **علیه و اعلام:** کا عطف فضل مصدر مضاف الی فاعلہ پر ہے اور وہ الرجل ہے۔ **انه یحبه:** میں باء مقدر ہے۔ ای بانه یحبه۔ **ماذا یقول:** یعنی محبوب اس کو کیا جواب دے جب اس کی بات سنے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ

[الفتح: ۲۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں...... آخر سورہ تک''۔

محمد رسول الله: ① یہ جملہ مبینہ ہے جن کے متعلق اس سے پہلی آیت میں گواہی دی گئی ہے۔ ② اور رسول اللہ صفت ہو اور محمد مبتداء محذوف کی خبر ہو یا مبتدا ہو۔ **و الذین معه:** یہ معطوف علیہ ہے اور دونوں کی خبر ہے۔

اشداء الکفار و رحماء بینهم: اشداء جمع شدید اور رحماء جمع رحیم مطلب یہ ہے وہ کفار کے ساتھ سخت خو ہیں اور باہمی رحم جو ہیں جیسا دوسری آیت میں ﴿**اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین**﴾

تراهم رکعا سجدا: کیونکہ وہ اپنے اکثر اوقات نماز میں گزارتے ہیں۔ **یبتغون فضلا من الله و رضوانا:** فضل سے مراد ثواب اور رضوان سے مراد رضامندی۔

سیماهم فی وجوههم من اثر السجود: اس سے مراد وہ نشانات ہیں جو کثرت سجود سے ان کے ماتھے پر ظاہر ہوتے ہیں۔

سیما: یہ سام سے ہے جس کا معنی جاننا ہے۔ **من اثر السجود:** ① یہ ماقبل کا بیان ہے یا ② حال ہے۔ **ذلك:** اس کا مشار الیہ مذکورہ وصف ہے۔ ② اشارہ مبہمہ ہے اس کی تفسیر کذرع: ہے۔

مثلهم فی التوراة: ان کی یہ مذکورہ عجیب شان تورات میں ہے۔

مثلهم فی الانجیل: اس کا عطف ماقبل پر ہے۔ یعنی دونوں کتابوں میں انکی یہ حالت مذکور ہے۔ تورات، انجیل یہ دونوں عجمہ ہیں ان کو عربی بتلانا تکلف ہے کذا فی البیضاوی) کزرع: دوبارہ تمثیل لوٹائی گئی ہے یا تفسیر ہے۔

اَلنَّحْوُ : مثلهم فی الانجیل: یہ مبتدا اور کزرع اس کی خبر ہے۔

اخرج شطأہ: عرب کہتے ہیں اشطاء الزرع جب کہ وہ سوئی نکالے۔
فازرہ: یہ مؤازرہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی معاونت ہے یا ایزار سے لیا گیا جس کا معنی اعانت ہے۔ یعنی اسکو مضبوط کر دیا۔
فاستغلظ: وہ پتلے پن سے موٹے پن میں بدل گئی۔ **فاستوی علی سوقہ:** یہ ساق کی جمع ہے یعنی وہ اپنی پوری پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔ **یعجب الزراع:** اپنی قوت و کثافت' موٹائی اور حسن منظر سے باغ والے کو پسند آنے لگی۔ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے لئے ذکر فرمائی ہے۔ ابتداء میں ان کی تعداد قلیل در قلیل تھی پھر زیادہ ہوتی گئی اور مضبوطی آتی گئی ان کے معاملے نے اس قدر ترقی کی کہ لوگ ششدر رہ گئے۔
لیغیظ بھم الکفار: کھیتی کے ساتھ پاکیزگی اور استحکام میں مثال دینے کی علت ہے ② یا یہ **وعد اللہ الذین آمنوا:** کی علت ہے۔
وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ واجرًا عظیمًا: جب کفار نے ان کے متعلق یہ سنا تو سیخ پا ہوگئے۔ **منھم:** یہ من بیانیہ نہ کہ تبعیضیہ۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ﴾ [الحشر : ۹]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کے گھر میں اقامت اختیار کی اور ایمان میں پختہ رہے اور وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں''۔

والذین تبوء والدار والایمان: اس کا عطف مہاجرین پر ہے۔ اور اس سے مراد انصار مدینہ ہیں۔ انہوں نے مدینہ کو لازم پکڑا اور ایمان کو بھی اور دونوں میں جم گئے۔ ② بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے ای **تبوعوا دار الحجرۃ ودار الایمان:** دوسرے کا مضاف حذف کر دیا اور پہلے کا مضاف الیہ حذف کر دیا اور اس کے عوض لام لائے۔
③ **تبؤ والدار واخلصوا الایمان:** جیسا کہتے ہیں **علفتھا تبنًا وماء باردًا:** بعض کہتے ہیں مدینہ کو ایمان کہا کیونکہ اسلام یہیں سے ظاہر ہوا اور انجام کار یہاں لوٹے گا۔ **من قبلھم:** یعنی مہاجرین کی ہجرت سے پہلے۔ بعض نے کہا تقدیر عبارت یہ ہے: ﴿**والذین تبوء والدار من قبلھم والایمان**﴾ **یحبون من ھاجر الیھم**۔ ان کو اپنے اوپر بوجھ نہیں سمجھتے۔

❁ ❁ ❁

۳۷۶ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ : اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ، وَاَنْ يَّكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۷۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تین عادات ایسی ہیں جن میں وہ پائی

جائیں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی لذت و مٹھاس محسوس کرے گا: (۱) اللہ اور اس کا رسول اسے ان کے ماسوا سب سے زیادہ محبوب ہو۔ (۲) کسی آدمی سے صرف اللہ کے لئے محبت رکھے (۳) اور کفر میں لوٹ جانے کو اس طرح برا سمجھے جیسا کہ آگ میں ڈالا جانا جبکہ اللہ نے اس کو کفر سے بچالیا ہو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ✿ **ثلاث:** ① خصال میں سے تین خصلتیں ② تین خصلتیں ③ خصائل تین ہیں۔ **من کن:** یہ کان تامہ ہے جو وجد کے معنی میں ہے۔ **فیه:** یہ ظرف لغو ہے جو اسی سے متعلق ہے کذا قال ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ② کان ناقصہ ہو اور ظرف خبر بن جائے۔ **وجد:** یہ وجدان مصدر سے ہے۔ **حلاوة الایمان:** سے مراد طاعات کی لذت ہے اور دین کی خاطر مشقتیں اٹھانا اور سامان دنیا کے مقابلے میں اس کو ترجیح دینا۔ بندے کو اللہ تعالیٰ کی محبت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرے اور اس کی نافرمانی کو چھوڑ دے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا (نووی) ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں یہ استعارۂ تخییلیہ ہے۔ ایمان کی طرف مؤمن کی رغبت کو میٹھی چیز سے مشابہت دی اور اس چیز کے لوازم ایمان کے لئے ثابت کر کے اس کی طرف اضافت کر دی۔ شیخ ابو جمرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایمان کو حلاوت سے اس لئے تعبیر کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان کو درخت ثمر بار سے تشبیہ دی ہے: ﴿مثل کلمة طیبة کشجرة طیبة﴾ کلمہ وہ کلمہ اخلاص ہے اور اصل ایمان کو شجرہ فرمایا ہے اور اس کی ٹہنیاں اور شاخیں اتباع اوامر اور اجتناب نواہی ہے اور اس کے پھول پتیاں وہ بھلائیاں جن کی مومن نیت اور قصد کرتا ہے اور اس کا پھل طاعات کے اعمال ہیں اور پھل کی مٹھاس درخت سے پھل کا چننا اور اس کی انتہائی کمال پھل کا مکمل پکنا ہے جس سے مٹھاس ظاہر ہوتی ہے۔

النحو: **ان یکون الله ورسوله احب الیه مما سواهما: احب الیه:** یہ منصوب مانیں تو یکون کی خبر ہے۔ بیضاوی لکھتے ہیں یہاں محبت عقلی مراد ہے یعنی عقل سلیم جس کے راجح ہونے کا تقاضا کرے اگرچہ وہ چیز خواہش نفس کے خلاف ہو۔ جیسے مریض طبعی طور پر دوا سے نفرت کرتا ہے اور اس سے بھاگتا ہے مگر تقاضا عقلی سے اس کی طرف مائل ہوتا اور اس کو استعمال کرتا ہے۔ جب آدمی اس بات پر غور کرے کہ شارع علیہ السلام اسی بات کا حکم دیتے اور اس سے روکتے ہیں جس میں جلد درستی ہے یا مستقل چھٹکارا ہے اور عقل متقاضی ہے کہ اس کو راجح قرار دے۔ چنانچہ وہ ان کے حکم کو ماننے کے لئے مشق کرتی ہے کہ اس کی خواہش اس کی مطیع ہو جائے اور اس سے اس کو عقلی لذت اس طرح حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ عقلی لذت کا مفہوم خیر و کمال کا کمال ہونے کی حیثیت سے ادراک کر لینا ہے اور شارع علیہ السلام نے اسی حالت کو حلاوۃ ایمان سے تعبیر کیا ہے کیونکہ حسی لذائذ میں مٹھاس سب سے زیادہ ظاہر ہے۔ اس حدیث کی شہادت قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے: ﴿قل ان کان اباو کم تا احب الیکم من الله ورسوله﴾ پھر اس پر تہدید و وعید اس طرح فرمائی فتربصوا۔

نووی فرماتے ہیں روایت میں **مما سواهما:** فرمایا گیا **ممن سواهما:** نہیں فرمایا تا کہ عاقل و غیر عاقل کو شامل ہو۔

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ تثنیہ لانے میں حرج نہیں۔ باقی رہا آپ ﷺ کا وہ ارشاد جو آپ ﷺ نے اس خطیب کو فرمایا جس نے کہا: **ومن یعصهما:** تو فرمایا: **بئس خطیب القوم انت:** وہ اس قسم سے نہیں کیونکہ خطبات میں وضاحت مقصود ہوتی ہے اور یہاں اختصار مقصود ہے۔ (فافہم وتدبر واحفظ)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بادیہ پیمائی کرتے ہوئے فرمایا اس کلام کے محاسن میں سے یہ ہے کہ ضمیر تثنیہ اس بات کی

طرف اشارہ کر رہی ہے کہ دونوں اطراف سے مجموعہ معتبر ہے۔ ہر ایک ایک نہیں۔ اگر دوسرے سے اس کا جوڑ نہ ہو تو یہ کوشش لغو ہے۔ رہا خطیب کو مفرد لانے کا حکم فرمانا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عصیان میں دونوں مستقل ہیں دونوں کے عصیان کا نتیجہ گمراہی ہے اس لئے کہ عطف تکریر کے قائم مقام ہوتا ہے اور اصل یہ ہے کہ ہر دو معطوفات میں سے ہر ایک حکم میں مستقل ہو اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ادھر اشارہ موجود ہے: ﴿واطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اطیعوا کا اعادہ کیا مگر اولی الامر کے لئے اطیعوا نہیں لایا گیا کیونکہ وہ طاعات میں مستقل بالذات نہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاعت میں مستقل ہیں۔ (فتح الباری و بیضاوی و طیبی)

ان یحب المرء لا یحبہ الا للہ: یحییٰ بن معاذ فرماتے اللہ تعالیٰ کی محبت کی حقیقت یہ ہے کہ نہ احسان سے بڑھے اور نہ سختی سے کم ہو۔

انقذہ اللہ منہ: انقاذ یہ ابتداء کے لحاظ سے گناہ سے بچ جانے سے عام ہے۔ وہ اس طرح کہ فطرت پر ولادت ہو اور اس پر برقرار رہے۔ یا ظلمت کفر سے نور ایمان کی طرف ان کو نکال دینا یہ بھی انقاذ ہے۔ جیسا بہت سے صحابہ کے ساتھ ہوا۔ ① پہلی صورت میں **یعود:** کا معنی صیرورت ہے اور دوسرے معنی میں **عود:** اپنے اصل معنی میں ہے۔ عود کا لفظ فی سے متعدی ہے۔ الی سے نہیں کیونکہ یہ استقرار کے معنی کو شامل ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا **ویستقر فیہ:** اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے: ﴿وما یکون لنا نعود فیھا﴾

کما یکرہ ان یقذف فی النار: کاف مفعول مطلق کے محل میں ہے۔ اس سے ان لوگوں کی فضیلت پر استدلال کرنا مقصود ہے۔ جس کو کفر پر مجبور کیا گیا اور اس نے صبر کیا اور تقیہ کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا۔

ابن حجر کا قول یہ ہے بخاری نے باب الادب میں **حی ان یقذف فی النار احب الیہ من ان یرجع الی الکفر بعد ان انقذہ اللہ تعالٰی منہ:** کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث باب کے الفاظ سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس میں دونوں باتوں میں برابر ظاہر کی گئی ہے اور یہاں دنیا کی آگ میں پڑنے کو کفر میں پڑنے سے اولیٰ قرار دیا گیا وہ کفر جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نکال کر آخرت کی آگ سے بچایا ہے۔ (اصول دین پر مشتمل روایت ہے نووی)

تخریج :متفق علیہ' احمد ۴/۱۳۰۰۲' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' ابن حبان ۲۳۸' ابن مندہ ۲۸۱۔

الفرائد : جب آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت سے اپنے آپ کو مزین کر لیتا ہے اور اس محبت کو دیگر تمام محبتوں پر غالب رکھتا ہے اور کفر کی طرف لوٹنے کو آگ میں ڈالے جانے سے بڑھ کر ناپسند کرتا ہے تو یہ خصلت اس کو حلاوت ایمان سے لذت اندوز کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں والی جنت کا حقدار بنا دیتی ہے۔

۳۷۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ :اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِی عِبَادَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ ' وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ ' وَرَجُلٌ

دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حُسْنٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ ' وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهُ ' وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰهُ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۳۷۷: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن اللہ سایہ دے گا جبکہ اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: (۱) منصف حکمران (۲) اللہ کی عبادت میں پروان چڑھنے والا نوجوان (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد سے لگا ہوا ہو (۴) اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اور اسی پر وہ جمع ہوتے اور جدا ہوتے ہیں (۵) وہ آدمی جس کو حسین و جمیل عورت دعوتِ گناہ دے مگر وہ اس کے جواب میں کہے میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ چھپا کر کیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہیں کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا دیا (۷) وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے خوف سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ؛ **سبعة:** سے مراد سات نفوس ہیں۔ اسی وجہ سے اس کو شروع میں لانا مناسب ہے۔ اہل اصول کے ہاں عدد کا مفہوم معتبر نہیں اور اس پر اس بات سے کوئی اشکال نہیں کہ عرش کے نیچے جن کو سایہ میسر آئے گا ان کی تعداد ستر ہوگی۔ حافظ سخاوی اور سیوطی نے ان کے متعلق مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

یظلهم الله فی ظله: ① ظل کی اضافت تشریفی ہے۔ ② بعض نے کہا ظل سے مراد کرامت و عظمت ہے۔ ③ حمایت مراد ہے جیسا کہتے ہیں انا فی ظل فلان: میں فلاں کی حمایت میں ہوں اور یہ عیسیٰ بن دینار کا قول ہے۔ قاضی عیاض نے اسی کو قوی قرار دیا ہے۔ ④ ظل عرش مراد ہے جیسا کہ سلمان کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے: **سبعة یظلهم الله فی ظل عرشه:** الحدیث اگر ظل عرش مراد ہو تو پھر اس سے مراد اللہ تعالیٰ حفاظت و کرامت میں ہونا ہے یہی راجح ہے۔ قرطبی نے اس کو پختہ قرار دیا اور ابن مبارک کی روایت میں یوم القیامت کی قید اس کی تائید کرتی ہے۔ پس راجح یہ ہوا کہ ظل سے عرش مراد ہے۔ طوبیٰ کا سایہ اور ظل جنت مراد نہیں لیکن یہ تو دخول جنت کے بعد ہوگا اور وہ ہر جنتی کے لئے عام ہوگا۔ جنہوں نے یہ مراد لیا یہ ان کا محض زعم ہے اور حدیث کا مقصود وہ ہے جس سے ان خصال والے لوگ مخصوص ہیں۔

یوم لا ظل الا ظله: کرمانی نے سات کے حصر کو مانا ہے۔ وجہ حصر یہ بتائی ہے۔ طاعت یا تو بندے اور رب کے درمیان ہوگی یا بندے اور مخلوق کے درمیان ہوگی پھر یہ طاعت اگر زبان سے ہوگی تو وہ ذکر ہے۔ یا دل سے ہوگی اور وہ دل مسجد سے معلق ہونا ہے یا بدن سے ہوگی اور وہ وہ شخص ہے جس کی پرورش عبادت میں ہوئی ہو اور دوسرا وہ تعلق جو بندے اور بندوں کے درمیان ہے اگر وہ عام ہو گیا تو وہ امام عادل ہے۔ خاص ہوگا پھر دل سے ہوگا تو اس کا نام محبت ہے۔ مال سے وہ تعلق ہوگا تو صدقہ کہلائے گا۔ بدن سے ہوگا تو عفت نام دیا جائے گا۔

امام عادل: عادل یہ اسم فاعل ہے یہ عدل مصدر سے نکلا ہے۔ اس سے مراد بڑا حاکم ہے۔ مسلمانوں کے معاملات کا ہر ذمہ دار اس میں شامل ہوگا۔ اس معنی کی تائید مسلم کی ابن عمر والی روایت مرفوعہ سے ہوتی ہے "**ان المقسطین عند الله علی منابر من نور علی یمین الرحمان: الذین یعدلون فی حکمهم و اهلیهم و مالولوا**"۔ اور جن کے وہ والی بنے ہوئے ہیں۔ عادل کی سب سے بہتر تفسیر یہ ہے کہ وہ حاکم جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع میں ہر چیز کو بلا افراط و تفریط اپنے اپنے مقام پر

رکھے۔اس کو پہلے لانے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا فائدہ عام ہے۔

وشاب: یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔**نشاء فی عبادة الله**: ابن زید کی روایت میں اضافہ ہے: **حتی توفی علی ذلك**: یہاں تک کہ اس کی وفات اسی پر ہوئی ہو اور سلمان کی روایت میں **افنی شبابه و نشاطه فی عبادة الله**: عبادت میں پرورش پالی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نشاط محسوس کرتا ہے۔اس میں اس آدمی کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے جو معصیت پر بالکل مزاولت اختیار کرنے والا نہیں اس کے مقابلے مین جو گناہ سے دست بردار ہو کر تائب ہوا۔**ورجل قلبه معلق بالمساجد**۔معلق' یہ تعلیق سے نکلا ہے۔گویا اس مسجد میں کسی قندیل لٹکتی چیز کے ساتھ تشبیہہ دی گئی ہے۔اس سے دل کے ساتھ لمبی دیر تک مسجد کو لازم کر لینے کی طرف اشارہ ہے۔اگرچہ جسمانی طور پر وہ مسجد سے باہر ہے اور علامہ حوفی کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے: **کانما قلبه فی المسجد**: اور یہ بھی ممکن ہے کہ شدید محبت والا تعلق ظاہر کرنا مقصود ہو اس پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت دلالت کرتی ہے: **متعلق بالمساجد**: اور کشمیہنی نے متعلق اسم فاعل پڑھا۔سلمان کی روایت میں **من حبها**: کے الفاظ ہیں اور امام مالکؒ نے **اذا خرج منه یعود الیه**: کا اضافہ کیا ہے۔

ورجلان تحابا: یہ تحابیا ہے یعنی جنس محبت میں دونوں شریک ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے سے حقیقی محبت رکھتا ہے فقط ظاہری نہیں۔**فی الله**: اس میں فی تعلیل کے لئے ہے۔اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والے ہوں۔**اجتمعا علیه**: یہ مسلم کے الفاظ ہیں بخاری میں "**اجتمعا علی ذلك**": کے الفاظ ہیں مشار الیہ اور ضمیر کا مرجع محبت ہے جس پر تحابا دلالت کر رہا ہے۔

وتفسرقا علیه: اس کا مقصد یہ ہے کہ ان کی محبت دائمی ہے کسی دنیوی سبب سے منقطع ہونے والی نہیں' خواہ حقیقت میں وہ جمع ہوں یا نہ ہوں۔اور وہ محبت تا دم واپسیں باقی رہے اور یہ خصلت ایک شمار کی جائے اگرچہ یہ دونوں سے پوری ہوتی ہے۔جب دونوں محبت کرنے والے ایک بن جائیں تو ایک دوسرے سے مستغنی شمار ہوگا (گویا یک جان دو قالب) کیونکہ مقصود تو خصائل کا شمار ہے نہ کہ اس سے متصف ہونے والوں کی گنتی کا شمار مقصود ہے اس کا ترجمۃ الباب سے تعلق ہے۔

ورجل دعته امرأة ذات منصب و جمال: منصب سے مرتبہ و خاندان مراد ہے۔جمال سے تعریف کرنے کا مقصد شدید میلان کے بواعث کا ظاہر ہونا ہے اور یہ دونوں باتیں بیک وقت بہت کم عورتوں میں پائی جاتی ہیں اور مراد ذات کی طرف میلان ہے جیسا کہ ابن مبارکؒ کی روایت میں یہ لفظ موجود ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی **فعرضت نفسها علیه**: اور ظاہر ہے کہ اس سے اس کو بے حیائی کی دعوت دی۔قرطبی نے اسی کو پختہ قرار دیا ہے۔مگر دوسروں نے بیان نہیں کیا۔بعض نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ اس کو شادی کی دعوت دی ہو اور اس کو خطرہ ہوا کہ اگر وہ اس میں مشغول ہوا تو عبادت کے سلسلہ میں فتنہ کا شکار ہو جائے گا یا اس کو خطرہ ہو گیا وہ بیوی کے حقوق بجا نہ لا سکے گا کیونکہ عبادت کی وجہ سے وہ کمائی کے ذرائع اختیار نہیں کر سکتا۔اس میں پہلا قول ظاہر ترین ہے اور اس کی تاکید **الٰی نفسها**: کا کنایہ بھی ہے۔ اگر تزویج مراد ہوتی تو وہ اس کی صراحت کر دیتا اور ان صفات سے متصف عورت سے باز رہنا بڑے مراتب کا ذریعہ ہے کیونکہ ایسی عورتوں کی طرف میلان نفس بہت زیادہ ہوتا ہے اور اس کا حصول مشکل ہی نہیں بلکہ اس سے رابطہ بھی کار دے دار اور یہاں تو اس کے میلان نے ان مشکلات سے اس کو ایک طرف کر دیا۔(اب اس سے بچ جانا کیوں نہ بڑی عبادت ہو)

فتعال انی اخاف الله: کریمہ کی روایت میں "اللہ کی جگہ رب العالمین" کے الفاظ ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ اس کو ڈانٹنے

کے لئے اس سے زبان سے کہے اور دل سے کہنے کا بھی اعتبار کیا جاسکتا ہے یہ قاضی عیاض کا قول ہے۔
قرطبی کہتے ہیں اس سے یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے خوف کے غلبہ اور تقویٰ وحیاء میں پختگی سے صادر ہوئے۔
ورجل تصدق: تصدق یہ ماضی کا لفظ ہے۔ کرمانی نے کہا قد مقدر ہے یہ جملہ حالیہ ہے۔ **بصدقة**: صدقہ کا لفظ نکرہ لائے تا کہ قلیل وکثیر کو شامل ہو اور ظاہر کے لحاظ سے یہ فرض ومستحب سب کو شامل ہے۔ لیکن نووی کہتے ہیں فرضی صدقات کو ظاہر کر کے دنیا مخفی طور پر دینے سے اولیٰ ہے۔ **فاخفا ها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينهٗ**: بخاری کی اکثر روایات میں اسی طرح ہے۔ صحیح مسلم میں اس کے برعکس آیا **حتى لا تعلم يمينه ما تنفق شماله**: حافظ نے اس پر کلام کرتے ہوئے کہا کہ بخاری والا نسخہ درست ہے کیونکہ سنت طریقہ دائیں ہاتھ سے دینا ہے۔ اصل مقصد اخفاء میں مبالغہ کو بیان کرنا ہے کہ بایاں ہاتھ قریب تر ہونے کے باوجود بالفرض اگر وہ جانتا ہوتا تو اسے بھی علم نہیں ہوسکتا کیونکہ اس نے بہت زیادہ چھپا کر دیا۔ اس صورت میں یہ مجاز تشبیہ سے ہے اور اس کی تائید دوسری روایت میں وارد ہوئی ہے: "**تصدق بصدقه كانما اخفى يمينه عن شماله**" اور یہ بھی احتمال ہے کہ مجاز حذف سے ہو۔ ای **حتى لا يعلم ملك شماله** حتی کہ اپنے بائیں ہاتھ کی ملک کا علم نہیں۔
ورجل ذكر الله تعالىٰ خاليا: ذکر یہ تذکر سے ہو تو دل سے یاد کرنا اور ذکر سے ہو تو زبان سے یاد کرنا۔ **خاليا**: ① خلوت کی حالت کو کہا جاتا ہے کیونکہ یہ حالت ریا کاری سے بہت دور ہے۔ ② غیر اللہ کی طرف التفات سے وہ خالی تھا اگرچہ وہ مجمع میں ہوتا۔ بیہقی کی روایت اس کی مؤید ہے۔ **ذكر الله بين يديه**: اور پہلے قول کی تائید ابن مبارک اور حماد کی روایت کر رہی ہے **ذكر الله خاء**: خالی جگہ میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور یہ زیادہ درست ہے۔
ففاضت عيناه: آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے عین کی طرف فیضان کی نسبت مبالغہ کے لئے ہے۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں آنکھ کا بہاؤ ذاکر کی حالت کے مطابق ہوتا ہے اور اس کے مطابق ہوتا ہے جو اس کے سامنے آتا ہے۔ اوصاف جلال کے وقت اللہ تعالیٰ کی خشیت سے رونا آتا ہے اور اوصاف جمال کے وقت اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق سے رونا آتا ہے۔
(المفہم للقرطبی)
حافظ لکھتے ہیں اس روایت میں آدمیوں کے تذکرہ کا کوئی معنی نہیں۔ سوائے اس کے کہ امام سے امام عادل خلیفہ المسلمین مراد لیا جائے ورنہ تو وہ عورت جو اہل وعیال والی ہو اور اپنی اولاد میں انصاف سے کام لیتی ہو وہ بھی اس میں داخل ہوگی۔ اگرچہ دخول مسجد والی خصلہ میں وہ خارج شمار ہوگی کیونکہ عورت کی نماز اپنے گھر میں مسجد سے افضل ہے۔ اس کے علاوہ میں عورت کو بھی اس تمام خصائل میں شریک قرار دیا جائے گا۔
فائدہ: حافظ سخاوی نے عرش الٰہی کے سایہ کا مستحق بنانے والی خصلتیں ۸۹ شمار کی ہیں اور اس کے دلائل بھی ذکر کئے اور اس کا نام **الخصال الموجبة للظلال**: رکھا۔ ادیب معمر بن عبدالقوی مکی مالکی نے ان کو نظم کر دیا۔ جو تفنن طبع کے لئے ذکر کر رہے ہیں:
① صحیحین میں سات آدمی کا تذکرہ ہے جن کو رحمان اپنے عرش کا سایہ عنایت فرمائیں گے۔
② ان کو شیخ ابوشامہ نے ایک نظم میں پرو دیا ہے۔
③ محبؔ، پاکدامنؔ، اللہ کی عبادت میں پرورش والاؔ صدقہ کرنے والاؔ نماز میں رونے والا اور عادل بادشاہ۔

④ شیخ الاسلام نے اس گنتی پر تین کا خود نقل سے اضافہ فرمایا۔
⑤ نظم میں خوب واضح کر دیا اور ان کی نظم تو موتی ہیں جن کی مثل نہیں۔
⑥ سات پر اضافہ یہ ہے۔ غازی کو سایہ دینے والا اور اس کا مددگار' تنگ دست کو مہلت دینے والا اور اس کے قرضے کے بوجھ کو کم کرنے والا۔
⑦ واپسی کے وقت نمازیوں کا محافظ' چٹی بھرنے والے کا مددگار' مکاتب کا معاون۔
⑧ اور ان چودہ پر اضافہ کرلو۔ بدسلیقہ کا مددگار' حق لینے کا ساتھ دینے والا اور حق لینے کے لئے خرچ کرنے والا۔
⑨ کراہت وصبر کے باوجود مسجد کی طرف جانے والا اور اخلاق کو عمدہ بنانے والا پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کی تعظیم کرنے والا۔
⑩ یتیم کا کفیل' بیوہ کا کفیل' روندے ہوئے کا کفیل' قول وفعل میں سچا تاجر۔
⑪ غمزدہ' صبر پر آمادہ کرنے والا' خیر خواہی کرنے والا اور نرم روی والا' یہ اللہ کے فضل سے اٹھائیس ہوگئے۔
⑫ پھر اس پر چھ کا اضافہ کیا مگر پہلے کی طرح وہ نظم نہ بن سکی۔
⑬ اس نظم میں یہ ہے دوسرے کا فیصلہ اسی طرح کرنے والا جیسا اپنا ہو اور اللہ تعالیٰ کی تلوار سے محبت کرنے والا اور اس کے انصاف کا مددگار رہو۔
⑭ زنا کے قریب نہ جانے والا' سود سے بچنے والا' رشوت سے گریزاں اور سب کا آخری پہلا انعام والا ہے۔
⑮ پس چار اور پہلے تمام مل کر تیس ہوئے' تم علم پا کر محضوض ہو جاؤ۔
⑯ اور ان پر ہمارے شیخ حافظ العصر علامہ اسلام امت۔
⑰ میری مراد اس سے (سخاویؒ ہیں) جن سے تمام علماء فیض پا کر روایت نقل کر رہے ہیں۔
⑱ پچاس کے بعد آٹھ خصلتیں آتی ہیں۔ جو انہوں نے اصل سمیت روایت کی ہوں۔
⑲ وہ نظم کی صورت میں تمہارے سامنے ہیں تاکہ ان کا یاد کرنا آسان ہو اور سکھلانا بھی۔
⑳ ان میں پہلا وہ شخص ہے جو حلم کی وجہ سے خاموشی اختیار کرنے والا ہو اور علم وفہم میں پختہ ہو۔
㉑ بچپن میں جس نے قرآن یاد کرلیا اور قرآن مجید کی حفاظت کرنے اور بڑے ہو کر لوگوں کی راہنمائی کی۔
㉒ نماز کے اوقات کے لئے سورج کا حساب کرنے والا اور امانت دار تاجر جو اپنے سامان کی مدح ومذمت نہ کرنے والا ہو۔
㉓ بیمار پرسی کرنے والا' جنازہ میں مشایعت کرنے والا' عدل وانصاف میں کسی ملامت گر سے خوف زدہ نہ ہونے والا۔
㉔ اور ناحق سے ہاتھ کو روک لینے والا' ممنوعات سے نگاہ کو نیچا کرنے۔
㉕ مقروض کو چھوڑنے والا' تنگ پر مہربان' بھوکے کو کھانا کھلانے والا جبکہ خود کھانے کی طلب ہو۔
㉖ صلہ رحمی کرنے والا' بیوہ پر اس کے یتامیٰ سمیت رحم کرنے والا' یتیم کے کام اور معاملات کی طرف توجہ دینے والا۔
㉗ یتیم کے لئے کھانا بنانے والا اور سفر وحضر میں اس کے لئے غلام کو مقرر کرنے والا۔
㉘ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی خاطر اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کرنے والا' دکھ وتکلیف کے ازالہ کے لئے اطلاع کرنے والا۔

۲۹ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت کو زندہ کرنے والا' دن رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے والا۔

۳۰ قرآن کا حافظ جو شاندار قرأت کرنے والا ہو' انبیاء علیہم السلام اور ان کے اہل کا اکرام کرنے والا۔

۳۱ ابراہیم علیہ السلام کا الگ تذکرہ کر کے ان پر درود پڑھنے والا اور ان کی اولاد میں علی اور ان کے دونوں بیٹے ہیں ان کی اولاد پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔

۳۲ بیمار اور بھوکا' روزہ دار' پیاسا۔

۳۳ مغرب کے بعد قرآن پڑھنے والا' پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کی اولاد اور آپ کی اولاد۔

۳۴ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد جن کا تذکرہ کیا' حسد نہ کرنے والا اور اپنے والد کی نافرمانی نہ کرنے والا۔

۳۵ چغل خور کو چھوڑنے والا اور کھلے طور پر برأت کا اظہار کرنے والا' اپنے ذکر کی دلدادگی میں جس کا تذکرہ کیا جاتا ہو۔

۳۶ اللہ تعالیٰ کی یاد کے وقت رجوع کرنے والا اور اس کی عظمت کی خاطر عزت کھانے والا' پھر اس کی خاطر محبت کرنے والا۔

۳۷ اللہ تعالیٰ کے گھر کو آباد کرنے والا' پاکیزہ اقوال سے سحری کے وقت استغفار کرنے والا۔

۳۸ رب الناس کے ہاں جس کا تذکرہ ہو اور اس کا یاد کرنے والا بھی اسی طرح ہے۔ شہید اور جو کسی طور پر مظلومانہ قتل ہو۔

۳۹ دینی لحاظ سے اعلیٰ لوگوں کی اولاد کو تعلیم دینے والا۔ اچھائی کا حکم دینے والا' نیکی کرنے والا۔

۴۰ برے کاموں سے منع کرنے والا' خیر کا داعی' اور میں خاتم النبیین کے تذکرہ پر ختم کر رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے محبوب اور رسولوں میں سب سے زیادہ معزز ہیں

۴۱ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ و سلام ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب پر آپ کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے۔

۴۲ یہ نوے مکمل ہو گئیں اسی طرح بیان کی کوئی طاقت نہیں رکھتا بس یہ تو اللہ تعالیٰ کا فیض واحسان ہے۔

۴۳ ہم اپنے مولا کریم سے جو ہمارا معبود ہے اس بات کے طالب ہیں کہ وہ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمالیں جن کو قیامت کے دن سایہ ملے گا۔

تخریج : اخرجه احمد (١٠/٤٤٨٦) والبخاری (٦٦٠) و مسلم (١٠٣١) والترمذی (٢٣٩١) و مالك فی موطا (١٧٧٧)

الفرائد : ① عدل کی بڑی فضیلت ہے۔ حرام سے بچا کر زندگی گزارنا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پسند ہے۔ ③ مسجد سے محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت ہے۔ ④ فواحش کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے چھوڑنا بارگاہِ قدسی کتنی بڑی قیمت رکھتا ہے۔ ⑤ اللہ کے ڈر سے رونا سعادت مندی ہے۔ ⑥ ان تمام فضائل میں اگرچہ ذکر مرد کا کیا گیا ہے مگر عورتیں بھی اس فضیلت میں شامل ہیں۔

۳۷۸ : وَعَنهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ : اَیْنَ الْمُتَحَآبُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ اُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۳۷۸: حضرت ابوہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے میری عظمت وجلالت کیلئے باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں۔ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا جس دن کہ میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔ (مسلم)

تشریح ان اللہ یقول :اس میں اس طبقے کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ازلی ہے اس کے لیے مضارع کا صیغہ نہ لانا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ مضارع لانا تو اس پر دلالت کے لیے ہے کہ یہ ابدی اور مستمر ہے۔

این المتحابون بجلالی :ان کے حالات جاننے کے باوجود ان سے سوال اس لیے کیا جارہا ہے کہ موقف حساب میں ان کی عظمت ظاہر کردی جائے۔ اس میں عدم تعلیل ہے یعنی اس کی عظمت وجلال کی خاطر محبت کرو اور کوئی غرض دنیا وغیرہ کی تصور نہ ہو۔

عاقولی کا قول: بجلالی میں باؔ فی کے معنی میں ہے۔ جلال کا تذکرہ مصیبت کے لئے کیا گیا ہے اس عظیم وصف نے دونوں کو جمع کردیا جب تو محبت کی اہلیت رکھنے والوں کو جمع کیا جائے گا اس طرح نہیں جیسا آپس کے محب اپنی خسیس ترین شہوت پسندانہ محبت میں استعمال کرتے ہیں وہ شہوات جو کہ ترک مصیبت پر برانگیختہ کرنے والی اور حیاء کے پردوں کو الٹنے والی ہیں۔ دونوں محبتوں میں کتنا بڑا فاصلہ ہے۔

الیوم اظلھم فی ظلی: قاضی عیاض تحریر کرتے ہیں ۔ظلی میں ظل کی نسبت اظہار ملکیت کے لئے ۔ابن جو کہتے ہیں اگر اضافت کو تشریف کے لیے قرار دیتے تو زیادہ بہتر تھا اور مراد عرش کا سایہ ہے۔ مسلم کے علاوہ کتب میں مذکور ہے "ظل عرشی" قاضی کہتے ہیں ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ گرمی اور دھوپ اور موقف کی بھڑ اس مخلوقات کے سانسوں کی تپش سے بچنے کے لئے عرش کے سایہ میں ہوں گے ۔ یہ اکثر علماء کا قول ہے۔ عیس بن دینار کہتے ہیں اس کا مطلب مکارہ سے محفوظ ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا اکرام فرماتے اور اپنی حفاظت میں رکھتے ہیں اور عرب کہتے ہیں :السلطان ظل اللہ فی ارض بعض نے کہا یہاں ظل سے مراد راحت پہنچانا اور دنیا کی نعمتیں ہے۔ عرب کہتے ہیں "ھذا عیش ظلیل " یہ شاندار زندگی ہے۔

یوم لا ظل الاظلی :اس دن کوئی ایسا نہ ہوگا جس کے لئے مجازی سایہ ہو جیسا کہ دنیا میں تھا۔

حدیث قدسی اور قرآن مجید کا فرق ☆ نمبرا: عجاز کی نفی' نمبر۲: روایت بالمعنی بھی جائز ہے' نمبر۳: اس کے الفاظ پڑھنے سے ثواب نہیں ہوتا' نمبر۴: حدث کے باوجود اس کو چھونا اور اٹھانا جائز ہے جنابت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے۔

تخریج :مسلم (۲۵٦٦) 'موطاامام مالک :۱۷۷٦۔

الفرائد : ① اللہ کی خاطر محبت کرنے والے اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے ② اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنا بڑی عظمت کا باعث ہے۔

۳۷۹ : وَعَنهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :"وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَدْخُلُوا

الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَىْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۷۹: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔تم اس وقت تک جنت میں نہ جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ گے اور تم مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اس کو اختیار کرو گے تو باہم محبت کرنے لگ جاؤ گے وہ یہ ہے کہ تم آپس میں السلام علیکم کو پھیلاؤ۔ (مسلم)

تشریح ۞ والذی نفس بیدہ بمعاملے کی تاکید و تحقیق کے لیے قسم لائی گئی ۔ایسے مواقع پر قسم مستحب ہے۔ حتی تؤمنوا۔ ہر ایک دوسرے کی شرارتوں سے محفوظ ہو جیسا دوسری روایت میں وارد ہے۔ ولا تؤمنوا یہ حذف نون کے ساتھ تمام معروف نسخوں میں وارد ہے (نووی) تحلیل اور غیر ناصب و جازم کی صورت میں اس کا حذف نایاب ہے مرادی کہتے ہیں یہ ضرورۃ کیا ہے۔

عاقولی کا قول مصابیح کہ بعض نسخوں میں نون کا آنا وہ ناظرین کی تصحیح ہے۔ حذف نون یہاں مشاکلت کے لیے ہے اور اعادہ نون دوسرے حکم کو مرتب کرنے کیلئے ہے۔ مراد یہ ہے نہ تمہارا ایمان کامل ہے اور نہ ایک دوسرے پر تمہارا اعتماد مکمل ہے۔

حتی تحابوا: یہ اصل میں تتحابوا تھا ایک تا کو حذف کر دیا کیونکہ محبت اپنے پر مکمل طور پر مطمئن ہوتا ہے۔

اولا ادلکم: ہمزہ استفہام کے لئے مدواؤ عاطفہ ہے ہمزہ کے بعد معطوف علیہ محذوف ہے۔ انتر کوا التحاب ولا ادلکم علی شیئ اذا معلتموہ۔ استفہام مجموعی ہیئت پر وارد ہے افشوا السلام بینکم۔ افشوا کا ہمزہ قطعی ہے اس میں سلام پر آمادہ کیا گیا اس کی دلیل مسلم کی روایت میں ہے "علی من عرفت و من لم تعرف"۔

سلام کے فوائد: الفت باہمی کا ذریعہ ہے مؤدت و محبت کو پیدا کرتا ہے۔اس کے ظاہر کرنے سے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے الفت کا موقع ملتا ہے۔غیر مسلموں کے مقابلے میں امتیازی شعار ہے۔اس میں نفس کو تواضع اور مسلمانوں کی تعظیم کی مشق کرائی جاتی ہے۔

تخریج : اخرجه مسلم (٥٤) والبخاری فی الادب المفرد (٢٦٠) والترمذی (٢٦٨٨) و ابن ماجه (٣٦٩٢)

الفوائد: تاکید کے لیے اللہ کی قسم اٹھانا جائز ہے۔اللہ تعالیٰ کی کامل محبت کی نشانی یہ ہے کہ مسلمان سے محبت کی جائے۔ السلام علیکم کو پھیلانا یہ بغض و عداوت کو ختم کرنے والا ہے اور اُلفت و محبت کے بڑھانے کا ذریعہ ہے۔

۞ ۞ ۞

۳۸۰ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَّهٗ فِىْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا" وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى قَوْلِهٖ: "اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَقَدْ سَبَقَ بِالْبَابِ قَبْلَهٗ۔

۳۸۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کسی دوسری بستی کی طرف اپنے کسی بھائی کی ملاقات

کے لئے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اسکے راستہ میں انتظار کیلئے فرشتہ بٹھا دیا اور باقی روایت بیان کی کہ بے شک اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے جس طرح تو اللہ کی وجہ سے اس سے محبت کرتا ہے۔ (مسلم) (باب سابق میں روایت گزری)

تشریح ✿ یہ روایت پہلے باب ۴۵ روایت نمبر ۳ میں گزری مکمل تشریح وہاں دیکھ لیں۔ البتہ یہاں یہ لفظ زائد ہیں۔ ان الله قد احبك یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمانے والے ہیں۔ کما احببته فيه۔ یہاں روایت کا مقصد ترجمۃ الباب کے ساتھ ہے ان الله قد احبك ۔ کو مناسبت ہے اس لیے دوبارہ ذکر کر دی۔

تخریج : مسلم، احمد (۳/۷۹۲٤)۔

الفرائد : ① اللہ تعالیٰ کی محبت وہ بندے سے اللہ کی محبت کا سبب ہے۔ ② بعض اوقات آدمی ملائکہ کو دیکھ سکتا اور ان سے بات کر سکتا ہے۔

---

۳۸۱ : وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ فِي الْاَنْصَارِ : "لَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا يُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ ، مَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۸۱: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انصار سے محبت مؤمن ہی کرے گا اور ان سے بغض منافق ہی رکھے گا جو ان سے محبت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ✿ براء بن عازب رضی اللہ عنہما باپ بیٹا صحابی ہیں فی الانصار۔ انصار کے حق میں فرمایا۔ انصار اوس و خزرج کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی معاونت و نصرت کی وجہ سے یہ نام دربار نبوت سے ملا اور آسمانوں سے اتارا گیا۔ لا يحبهم کیونکہ غلبہ دین میں ان کے احسانات سعی جمیلہ ہیں۔ اسلام کی مہمات میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ ﷺ سے والہانہ محبت رکھتے تھے اور آپ ﷺ کو بھی ان سے پیار تھا۔ انصار نے اپنی جانوں اور مالوں کو ہتھیلی پر رکھ کر رسول ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ اسلام کی خاطر تمام عرب سے دشمنی مول لی اور اسلام والوں سے محبت کو اپنا وطیرہ بنایا۔ یالهم من منزلة۔ ولا يبغضهم ان سب باتوں کے باوجود ان سے بغض رکھنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغض کی حیثیت عداوت اسلام ہی تو ہے۔ البتہ اگر کسی ذاتی معاملے کی وجہ سے کسی سے بغض وہ نفاق کی علامت نہیں۔

"من احبهم"، جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر ان سے محبت کی وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بن گیا اور جس نے ان سے دشمنی و بغض رکھا تو جیسا اس کا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ ہوگا۔

تخریج :بخاری، مسلم ترمذی ابن ماجه ابن حبان ۷۲۷۳، ابن ابی شیبه نمبر ۱۵۷۔۱۲۔

الفرائد : اہلِ دین سے محبت ایمان کی صحت و سلامتی کی دلیل ہے اور اہلِ دین سے بغض و عداوت اس کی منافقت اور اندرونی خرابی کا سبب ہے۔

---

۳۸۲ : وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ :

الْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُّوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَآءُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۳۸۲: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ میری عظمت وجلالت کی خاطر باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں۔ ان کے لئے نور کے ممبر ہیں ان پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ (ترمذی) امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ عن معاذ رضی اللہ: یہ معاذ بن جبلؓ ہیں **فی جلالی**' فی تعالیل کے لئے ہے۔

لهم منابر من لذر۔ ان منبروں پر وہ فروکش ہوں گے۔ طبرانی نے مرفوع روایت نقل کی ہے "**المتحابون فی الله علی كراسي من يا قوت حول العرش**" مناکبر یہ منبر کی جمع ہے۔ یہ منبر سے نکلا ہے جس کا معنی بلندی ہے۔ **يخبطهم النبيون غبطه**: کسی کے ہاں پائی جانے والی نعمت کے متعلق تمنا کرنا کہ وہ اس کو بھی مل جائے اور اس سے بھی زائل نہ ہو۔

فائدہ: ان نیک بندوں کو بہت بڑا مرتبہ ملے گا انبیاء علیہم السلام کی تمنا سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونگے۔ تمہارے پاس اگر سو گھوڑے ہوں پھر کسی دوست کے پاس عمدہ گھوڑا دیکھ کر کہنے لگے یہ گھوڑا خریدنا چاہئے یا اسی جیسا خریدنا چاہئے۔ یہ اسی قبیل سے ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے اور یہ بھی درست ہے کہ انہوں نے غبطہ کے معنی کا قصد ہی نہ کیا ہو۔ صرف ان کا اللہ تعالیٰ کی فضیلت وشرف بیان کرنا مقصود ہو۔

تخریج : اخرجه الترمذی (۲۳۹۰)

الفرائد: اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے قیامت کے دن گھبراہٹ سے محفوظ ہونگے اور ان کو نور کے ممبروں پر بٹھایا جائیگا۔

۳۸۳ : وَعَنْ اَبِیْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ : دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ فَاِذَا فَتًى بَرَّاقُ الثَّنَايَا وَاِذَا النَّاسُ مَعَهٗ فَاِذَا اخْتَلَفُوْا فِيْ شَيْءٍ اَسْنَدُوْهُ اِلَيْهِ وَصَدَرُوْا عَنْ رَّاْيِهٖ فَسَاَلْتُ عَنْهُ فَقِيْلَ : هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ هَجَّرْتُ فَوَجَدْتُّهٗ قَدْ سَبَقَنِيْ بِالتَّهْجِيْرِ وَوَجَدْتُّهٗ يُصَلِّيْ فَانْتَظَرْتُهٗ حَتّٰى قَضٰى صَلٰوتَهٗ ثُمَّ جِئْتُهٗ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهٖ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ : وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ ۔ فَقَالَ : آللّٰهِ؟ فَقُلْتُ : اَللّٰهِ فَقَالَ : آللّٰهِ؟ فَقُلْتُ : اَللّٰهِ فَاَخَذَنِيْ بِحَبْوَةِ رِدَآئِيْ فَجَبَذَنِيْ اِلَيْهِ فَقَالَ: اَبْشِرْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا بِاِسْنَادِهِ الصَّحِيْحِ۔

قَوْلُهٗ "هَجَّرْتُ" اَیْ بَكَّرْتُ وَهُوَ بِتَشْدِيْدِ الْجِيْمِ قَوْلُهٗ : "اَللّٰهُ فَقُلْتُ : اَللّٰهُ الْاَوَّلُ بِهَمْزَةٍ مَّمْدُوْدَةٍ لِلْاِسْتِفْهَامِ وَالثَّانِيْ بِلَا مَدٍّ۔

۳۸۳: ابوادریس خولانیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں گیا تو دیکھا کہ ایک جوان آدمی جس کے دانت

خوب چمک دار ہیں اور اس کے پاس لوگ بیٹھے ہیں جب وہ آپس میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں تو اس کے متعلق اُس سے سوال کرتے اور اپنی رائے سے رجوع کر کے اُس کی رائے کو قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اس نوجوان کی بابت پوچھا تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔ جب اگلا روز ہوا تو میں صبح سویرے مسجد میں آ گیا مگر میں نے دیکھا کہ جلدی آنے میں بھی وہ مجھ سے سبقت لے گئے ہیں۔ میں نے ان کو نماز پڑھتے پایا پھر میں ان کا انتظار کرنے لگا یہاں تک کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ میں ان کے سامنے آیا اور میں نے سلام پیش کرنے کے بعد عرض کیا۔ اللہ کی قسم میں آپ سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا واقعی ایسا ہے؟ میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ انہوں نے پھر فرمایا کیا واقعی ایسا ہے؟ میں نے کہا واقعی اللہ کی قسم۔ پس انہوں نے مجھے میری چادر کی گوٹ سے پکڑا اور مجھے اپنی طرف کھینچا اور فرمایا مبارک ہو بے شک میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا کہ اللہ فرماتا ہے میری محبت ان کیلئے واجب ہوگئی ہے جو میرے لئے آپس میں محبت کرتے' ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے' آپس میں ملاقات کرتے اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ امام مالک نے اس کو صحیح سند کے ساتھ موطا میں روایت کیا ہے۔

هَجَّرْتُ : میں صبح سویرے آیا۔ آللّٰہِ فَقُلْتُ اَللّٰہِ: پہلا اور ہمزہ ممدودہ استفہام کیلئے ہے اور دوسرا بغیر مد کے ہے۔

تشریح ۞ ابوادریس خولانی۔ اس کا نام عایذ اللہ ہے اور ان کے والد کا نام عبداللہ ہے۔ خولانی یہ خولان بن عمرو کی طرف نسبت ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے خولان بن عمرو بن مالک بن الحارث بن مرہ بن یشجب یہ قبیلہ شام میں اترا (لب اللباب للاصبہانی) ابوادریس کی پیدائش حنین کے سال ہوئی۔ یہ کبار تابعین سے ہیں۔ ان سے زہری نے روایت لی ہے۔ سنہ ۸۰ھ میں انکی وفات ہوئی۔ سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ حضرت ابوالدرداءؓ کے بعد یہ شام میں سب سے بڑے عالم تھے۔

دمشق' دال کا کسرہ اور میم کا کسرہ وفتحہ دونوں منقول ہیں (المطالع) شام کا سب سے بڑا شہر ہے۔ براق اشنایا۔ خوبصورت سفید دانتوں والا۔ بعض نے کہا بہت زیادہ ہنس مکھ اذا الناس وہ عالم وفقیہ صحابی ہونے کی وجہ لوگ ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔

معاذ بن جبل رضی اللہ: یہ انصاری صحابی ہیں جن کے متعلق رسول ﷺ کا یہ فرمان ہے "اعلم امتی بالحلال والحرام معاذ" سیوطی نے باجی کا قول نقل کیا ہے کہ احمد بن خالد کہتے تھے کہ اس سے مراد ابوحزم ہیں مگر یہ قول محل نظر ہے اس سے مراد عبادہ بن الصامت ہیں اس کو شعبہ نے اپنی سند کے ساتھ ادریس خولانی سے نقل کیا ہے" قال لقیت عبادۃ بن الصامت پھر انہوں نے روایت نقل کی۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ یہ روایت غلط ہے۔ مالک نے اس میں وہم کیا اور ابو مسلم عن معاذ راوی کو سند سے ساقط کر دیا۔ دوسروں نے کہا دوسروں کا خیال ہے کہ ابوحازم کو وہم ہے۔ مگر یہ تمام انکل کے تیر ہیں۔ اس لیے کہ ابوادریس نے ابوحازم کے علاوہ دوسری اسناد سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ ان کی خود معاذ رضی اللہ سے ملاقات ثابت ہے اور حدیث سننا بھی ثابت ہے پس کوئی اشکال نہیں ابوحازم' مالک پر کوئی الزام نہیں" ابن اسلان کہتا ہے کہ ابو مسلم عن معاذ والی روایت کو ابن حبان نے بالکل اسی طرح نقل کیا ہے۔ فلما کان من الغد هجرت کان یہاں حصل کے معنی میں ہے ہجرت (جلدی جانا) وہ نیکی کے اہتمام اور سبقت کی وجہ سے مجھ سے پہلے مسجد میں پہنچے یصلی سے نفلی نماز مراد

ہے۔ فانتظر ته۔ اس میں ادب سکھایا گیا جو کسی کی ملاقات کو جائے۔ اگر وہ عبادت میں مشغول ہو تو اسے پریشان نہ کرے روایات میں وارد ہے "من اشغل مشغولاً بالله ادركه المقت فی الوقت" اس میں دوسرا ادب یہ سکھایا گیا کہ ملاقات کے لیے سامنے سے آئے۔ جیسا کہ بیت اللہ میں باب السلام سے داخل ہونا چاہئے کیونکہ یہ بیت اللہ کے وجد کی طرف ہے۔ واللہ انی لدحبك قسم تاکید کے لیے ہے اور اس لیے تاکہ وہ ان کی طرف خوب متوجہ ہوں۔ فقال اللہ۔ حرف قسم کی بجائے حرف استفہام ممدودہ لاتے اسی لئے مابعد پر جر لازم ہے۔ قال الله ابوادریس نے کہا قال آللہ۔ ہمزہ مقصورہ کے ساتھ نووی نے لکھا ہے اور مجرور ہے کیونکہ ہمزہ صرف قسم کا قائم مقام ہے: "فاخذبحوة ردائی" اضافت بیانیہ بھی ہو سکتی ہے اور رومی بھی ہو سکتی ہے۔ الحبوة یہ احتبا سے ہے۔ انہوں نے میری چادر کے لپٹنے کی جگہ سے پکڑا۔ فجبذنی الیه الجبذ لغت میں کھینچنا (النھایہ) جبد جبد ارض) یہ جذب کی طرح ہے بعض سے مقلوب بتلایا یہ بنوتمیم کا لفظ ہے (المصباح) مگر ابن السراج نے اس کا انکار کیا کہ ہر ایک مستقل فعل ہے ایک دوسرے سے ماخوذ نہیں ہے ابشر ہمزہ قطعی ووصلی دونوں طرح درست ہے۔ بشر یبشر اذ (ع) اس کا معنی خوش ہونا (المصباح) عرب کہتے ہیں بشرته وابشرة از (ن) یہ تہامی لغت ہے بشری خوش کن خبر میں ہوا کرتی ہے اور شر میں اس کا استعمال صرف تھکم کے لئے ہوتا ہے (المصباح) خوش خبری کو حذف کر دیا اور وہ آپ کے ارشاد کے ضمن میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وجبت محبتی" میری محبت اس کے لیے ثابت ہوگئی۔

للمتحابین فی۔ فی لام کے معنی میں ہے کہ اس کی اور کوئی غرض نہ تھی فقط میری خاطر المتزاورین یہ زیارت سے باب تفاعل ہے۔ ایک دوسرے کی ملاقات کرنے والے المتباذاین یہ بذل سے باب تفاعل ہے۔ علامہ باجی کہتے ہیں وہ لوگ جو میری رضامندیوں کے لیے اپنے نفوس کو خرچ کرنے والے ہیں اور میرے اوامر کی ادائیگی کرنے والے ہیں مقصد یہ ہے کہ جانبین کے یہ امور میں کرنے والا ہوں۔ تفاعل کا صیغہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ جب کہ فقط رضائے الٰہی ہو اور کوئی غرض نہ ہو۔ نہ غرض دنیا مقصود ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے اپنے فرمانبرداروں کی طرح محبت فرماتے ہیں۔ یہ عظیم ترین بدلہ اعلیٰ ترین عطیہ ہے جو اس کی عظمت کے لیے کافی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے: "من احب لله والبغض لله واعطى لله ومنع مقد فقد استکمل الایمان" اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض ونفرت کرنے والا اور دینے اور روکنے والا اپنے ایمان کو مکمل کرنے والا ہے۔ (رواہ موطا) ہجرت جلدی جانا۔ جیسا اس روایت میں ہے" یعلم الناس مافی التھبیر لاستبقوا الیه" ہر چیز کی طرف جلدی کرنا: ھجر تھجیرا فھو مھجر یہ حجازی لغت کا لفظ ہے۔

شاندار بحث: آللہ ہمزہ ممدودہ ومقصودہ دونوں منقول ہیں۔ رضی شرح کافیہ میں لکھتے ہیں جب حرف قسم با وغیرہ حذف ہو اور اس کا کوئی بدل نہ ہو تو فعل قسم منصوب ہوگا اور لفظ اللہ پر خصوصاً جر ہوگا۔ جامع صغیر کی عبارت بھی وجوب جر کی طرف اشارہ کرتی ہے اسی طرح جار کے عوض اللہ کی ہمزہ درمیان میں رہے گی۔ گویا وہ محذوف ہے پھر حروف کے عوض لوٹائی گئی ہے اور لفظ اللہ جار نے ان حروف کو واؤ کے قائم مقام کر دیا۔ یہ لفظ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جب ہمزہ استفہام لفظ اللہ پر داخل ہوا تو لفظ اللہ کی ہمزہ الف سے بدل گئی اور اکثر اسی طرح ہے اور تسہیل بھی درست ہے جیسا الرجل میں کرتے ہیں نہ التباس کے لئے حذف ہے اور نہ استثقال کی وجہ سے بقاء ہے۔ ان تینوں میں ابدال کی دلیل حرف قسم کے بعد آنا اور جر کا لازم ہونا

ہے نصب نہیں آتا حالانکہ عوض میں نصب بے شمار مرتبہ آتا ہے۔(رضی) شرح جامع صغیر میں ہے۔ بقول ابوحیان مغاربہ اس ہمزہ کو ہمزہ استفہام بولتے ہیں۔مگر مراد صورت استفہام نہ کہ معنی استفہام رضی شرح کافیہ۔صحاح جوہری النهایه ابن الثیر شرح جامع صغیر اور "ولانکتم شهادة الله" شہادت پر تنوین اور اللہ کی ہمزہ قطعی کے ساتھ بھی کبھی پڑھا گیا ہے۔اسی وجہ سے اس کا نام الف قطعی رکھا گیا۔حالانکہ مقصد صرف ہمزہ وصل کا قطع کرنا ہے جو کہ لام تعریف کے ساتھ اسم اعظم میں آتی ہے۔کیونکہ وہاں الف قطعی حرف قسم کی بجائے لایا گیا لیکن تسامح کرتے ہوئے اس کو الف قطعی سے تعبیر کر دیا (شرح جامع صغیر)۔

حاصل کلام: لفظ اللہ کی ہمزہ تسمیۃ قطعی ہے نہ کہ حقیقۃً۔

تخریج : موطاامام مالك ۷۷۹ اطبرانی ۲۰/۱۶۷ حلیه ۲/۱۳۱ ابن حبان ۵۷۷ احمد ۸/۲۲۱۴۱۔

الفرائد : حسن ظاہروباطن اور عبادت میں محنت اللہ کے قریب کرنے والے اسباب میں سے ہے۔اللہ کی خاطر محبت کرنا اللہ کی محبت کا ذریعہ ہے۔

۳۸۴ : وَعَنْ اَبِیْ کُرَیْمَةَ الْمِقْدَادِ ابْنِ مَعْدِیْ کَرِبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "اِذَا اَحَبَّ الرَّجُلُ اَخَاهُ فَلْیُخْبِرْهُ اَنَّهٗ یُحِبُّهٗ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔

۳۸۴: ابوکریمہ مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے بتلادے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔(ابوداؤد)
ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح ابوکریمہ کریمہ یہ حلیمہ کے وزن پر ہے۔بعض نے کنیت ابویحییٰ بتلائی ہے۔مقداد بن معدیکرب۔کرب میں منصرف وغیر منصرف پڑھنا درست ہے۔لغت قحطان میں اصل معنی معدی کرب ہے یا پھر یہ حمیدی لفظ ہے۔معنی کامیابی کا چہرہ۔دوسری لغات میں معدی کرب یا جو حد سے گزر گیا۔پہلی بات سہیلی نے کہی اور دوسری ازہری نے شرح انتوضیح میں لکھی ہے۔سلسلہ نسب یہ ہے۔ابن سناد بن عبداللہ بن وہب بن ربیعہ بن الحارث بن معاویہ بن ثور بن عفید الکندیؓ یہ عبداللہ کی تحقیق ہے دوسروں نے اس سے مختلف بتلایا ہے۔بنو کندہ کا جو وفد اطراف شام سے آیا یہ اس میں شامل تھے۔ان کی وفات سنہ ۸۷ھ میں ہوئی اس وقت ان کی عمر ۹۰ سال تھی انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے ۴۷ روایات نقل کی ہیں (المستخرج الملیح للجزری) احب الرجل اخاه اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والا ہو فلیخبره یہ اطلاع دینا مستحب ہے۔بعض اس کی بجائے فلیعلمه کا لفظ نقل کیا ہے۔انه یحبه 'ان کی با محذوف ہے۔اطلاع کی وجہ سے محبت میں اضافہ ہوگا۔سہیلی' شرح انتوضیح زهری۔ال مستخرج الملیح للجزری۔

تخریج :ابو داؤد' ترمذی'احمد'الاوب المفرد للبخاری'ابن حبان ۵۷۰ حاکم ۴/۱۷۱۔ نسائی فی عمل الیوم والليه ابن السنی فی الیوم واللیله ۱۹۶ حلیه ۶/۹۹۔

الفرائد : لوگوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنا چاہیے۔خالص اللہ کی خاطر محبت ہو تو اسے بتلادینا چاہیے اس سے اس کے دل

میں خوشی پیدا ہوگی۔

۳۸۵ : وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَ بِيَدِهٖ وَقَالَ :يَا مُعَاذُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ ثُمَّ اُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ تَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ'' حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَآئِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۳۸۵: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے معاذ اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ پھر اے معاذ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہنا ہرگز نہ چھوڑو: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ''اے اللہ مجھے اپنے ذکر وشکر کی اور اپنی اچھی عبادت کی توفیق عنایت فرما''۔ (ابوداؤد' نسائی)
صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ❁ اخذبیدہ۔ شفقت کرتے ہوئے اور مزید مانوس کرنے کے لیے۔ واللہ قسم تاکید کی خاطر لائی گئی۔ یہ روایت حضرت معاذ کی عظمت' کمال شان' کامل استقامت اہتمام دین کی علامت ہے۔ اسی لیے مصطفیٰ ﷺ کے ہاں ان کو یہ بلند مقام ملا۔ یہ بات آپ نے بطور تمہید فرمائی۔ تاکہ وہ امتثال امر میں مزید کوشاں ہوں۔ بعض نے کہا جب معاذ کی محبت نبی اکرم ﷺ سے کامل ہوگئی تو کرام وشرفاء کی طرح آپ ﷺ نے ان کو اعلیٰ بدلہ دیا اسی وجہ سے ان اور لام دونوں ملا کر تاکید فرمائی۔ لاتدعن فی دبر کل صلاۃ ہر فرض نماز کے بعد ہرگز یہ کہنا نہ چھوڑو۔ تقول یہ ان تقول ہے۔ یاقوللك یہ عرب کے اس قول کی نظیر ہے تسمع با لمعیدی خیر من ان تراہ' یہ لتدع کا محلاً مفعول ہے۔ اللھم ہمزہ قطعی ہے۔ علی ذکرك۔ تمام اذکار ماثورہ اور قرآن مجید بھی اس میں شامل ہے۔ شکرك۔ تیری ظاہری وباطنی نعمتوں کا شکر' اسی طرح دینی ودینوی انعامات جن کا شمار میرے بس میں نہیں میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔
حسن عبادلك :عبادت کو اس کے شرائط وارکان' سنن سے ادا کروں اور اسی میں خضوع وخشوع' اخلاص' استغراق وتوجہ کامل پائی جائے

تخریج :ابوداؤد' نسائی' حاکم ۳/۵۱۹٤' احمد' طبرانی فی کتاب الرعا' ابن حبان ۲۳٤۵ ابن عساکر تاریخ دمشق ۲٤/۳۷٤۔

الفوائد : حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی عظمت اور رسول ﷺ کے ساتھ محبت ظاہر ہوتی ہے محب کو چاہئے کہ اپنے محبوب کو ایسی نصیحت کرے جو دنیا اور آخرت کے لیے اس کو فائدہ مند ہو۔

۳۸٦ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ رَجُلٌ بِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّ هٰذَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟'' قَالَ: لَا :قَالَ :

اَعْلِمْهُ فَلَحِقَهُ فَقَالَ: اِنِّیْ اُحِبُّكَ فِی اللّٰهِ فَقَالَ اَحَبَّكَ اللّٰهُ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَهُ"۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

۳۸۶: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آنحضرتؐ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک اور آدمی کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا یارسول اللہ میں یقیناً اس گزرنے والے شخص سے محبت کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اس کو بتلایا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کو بتلا۔ چنانچہ وہ شخص اس کے پاس گیا اور اس سے کہا میں تجھ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔ اس نے جواباً کہا وہ اللہ تم سے محبت کرے جس کی خاطر تو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ ابوداؤد صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ ان رجلاً: ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں تھا کہ وہاں سے ایک آدمی کا گزر ہوا۔ انی لاحب هذا تاکید کی ضرورت اس لیے پڑی کہ بظاہر اُس کی حالت تردد والی تھی۔ اعلمته اس سے پہلے ہمزہ استفہام محذوف ہے۔ کیا تم نے اسے بتلا دیا ہے۔ اعلمه یہ امر استحباب کے لیے ہے اور ممکن ہے کہ امر وجوب کے لیے ہو کیونکہ ان کے درمیان جدائی وانقطاع تھا۔ فی اللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کی خاطر احبك الله اجبتنی له ایک جامع اسم لا کر اس نے اس کی طرف رخ کر کے بتلایا کہ محبت سبب ذات باری تعالیٰ ہے۔

قول عاقولی۔ یہ جملہ دعائیہ ہے ماضی کی جگہ لائے تا کہ ثبوت ووقوع کا یقینی ہونا ظاہر ہو۔

تخریج: ابو داؤد ۱۲۵۱۶/۴، احمد، حاکم ۱۷۱/۴ عبدالرزاق ۲۰۳۱۹۔

الفوائد: معلم کو چاہیے اپنے طلب کی تالیف قلب کے لیے وقتاً فوقتاً ایسی باتیں کہہ دینی چاہیں جو ان کے لیے خوشی کا باعث ہوں۔

۴۷: بَابُ عَلَامَاتِ حُبِّ اللّٰهِ تَعَالٰی لِلْعَبْدِ وَالْحُبُّ عَلَی التَّخَلُّقِ بِهَا وَالسَّعْیِ فِیْ تَحْصِیْلِهَا

باب۴۷: بندے سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت اور ان علامات کو حاصل کرنے کی ترغیب وکوشش

حب الله تعالٰی العبد العبد نمبر ا پر مصدر کا مفعول ہونے کی وجہ سے نصب جائز ہے۔ نمبر ۲ جر بھی جائز ہے کیونکہ عامل کو لام نے قوت دی ہے۔

الحث اس کا عطف علامات لدالتحریص پر۔ علی التخلق بها۔ وہ فصائل محبوب میں موجود ہونے چاہیں۔ واسعی فی تحصیلها تا کہ ان علامات سے ان خصائل کے اس میں پائے جانے پر استدلال کر سکیں۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

[آل عمران: ۳۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''فرما دیجئے اے پیغمبر! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دیں گے اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں''۔ (آل عمران)

فَاتَّبِعُوْنِيْ: اگر تم محبت کا دعویٰ کرتے ہو۔ یہ اس وقت اتری جب یہود کہنے لگے نحن ربناء الله واحباء ہ۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمادیا اگر تم اسی طرح ہو تو میری اتباع کرو۔ پس اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اتباع مصطفی ﷺ کی قولاً وفعلاً توفیق مل جائے۔ یحببکم اللہ شرط مقدر کا جواب ہے۔ یعنی اگر تم میری اتباع کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے۔

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔متبعین سے محبت مولیٰ اور غفران ذنب کا کیا خوب وعدہ کیا گیا ہے۔ واللہ غفور رحیم یہ یغفر لکم ذنوبکم کے لئے بمنزلہ دلیل کے ہے۔ وہ تمہارے بخش دیں گے اس لئے کہ وہ غفور رحیم ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ [المائدۃ: ۵۴]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لائیں گے جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ مؤمنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اللہ تعالیٰ وسعت والے جاننے والے ہیں''۔ (المائدہ)

تشریح ۞ مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ۔ علامہ بیضاوی رقمطراز ہیں کہ یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے پہلے فرمائی مگر رسول ﷺ کے عہد کے اخیر میں بنو مدلج، بنو حنیفہ، بنو اسد ارتداد کا شکار ہوئے بنو مدلج کا رئیس اسود عنسی قتل ہوا۔ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اس رات جس میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس کو فیروز نے قتل کیا وفات سے قبل آپ ﷺ نے اس کی خبر دی تو مسلمانوں کو انتہائی خوشی ہوئی اور اس بات کی اطلاع مدینہ منورہ میں ربیع الاول کے آخر تک پہنچ گئی۔ مسیلمہ رئیس بنو حنفیہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کو وحشی قاتل حمزہ نے قتل کیا۔ نبو اسد میں سے طلیحہ بن خویلد نے نبوت کا دعویٰ کیا نبی اکرم ﷺ ان کی طرف خالد بن ولید کو روانہ فرمایا۔ وہ شام بھاگ گیا۔ پھر اسلام لایا اور اسلام پر پختہ رہا۔

زمانہ صدیقی: میں سات قبائل نے ارتداد اختیار کیا۔ بنو فزارہ جس کا سردار عیینہ بن حصن تھا۔ ② بنو غطفان اس کا سردار

قرہ بن سلمہ تھا۔ ③ بنو سلیم ان کا سردار فجاجہ بن عبدیا لیل تھا۔ ④ بنو یربوع ان کا سردار مالک بن نویرہ تھا۔ ⑤ بنو تمیم ان کی قیادت سجاح بنت منذر کر رہی تھی۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مسیلمہ نے اس سے شادی کر لی۔ ⑥ بنو کندہ ان کے سردار اشعث بن قیس تھا ⑦ بنو بکر بن وائل ان کی قیادت حطم کے پاس تھی۔ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر کو ان کے لئے کافی کر دیا اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں غانیوں کا سردار جبلہ بن ایہم ارتداد اختیار کر کے شام بھاگ گیا۔ وہاں سے ہرقل نے اس کی خوب پذیرائی کی۔

فسوف یأتی اللہ بقوم یحبهم ویحبونه 'بعض نے کہا اس سے مراد اہل یمن ہیں۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا ''یہ ان کی قوم ہے'' بعض نے کہا یہ سلمان ہیں اس لئے کہ ان کے متعلق فرمایا جب **یحبهم ویحبونه** کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس سلمان کے کندھے پر مارا اور فرمایا۔ یہ ان لوگوں سے ہے' بعض نے کہا اس سے مراد وہ لوگوں ہیں جنہوں نے قادسیہ کے دن جنگ میں حصہ لیا۔ دو ہزار قبیلہ نخع سے اور پانچ ہزار کندہ اور بجلیہ سے اور تین ہزار مختلف لوگوں سے۔ من کی راجع ضمیر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ **فسوف یاتی اللہ بقوم لکانهم۔**''

اذله علی المؤمنین :ان پر شفقت کرنے والے اور عاجزی والے۔ اذلہ یہ ذلیل کی جمع ہے ذلول کی جمع نہیں اس کی جمع ذلل آتی ہے اور اس کے ساتھ صلہ علیٰ کا استعمال ہوا خواہ اس وجہ سے کہ اس میں عطف و شفقت کا معنی پایا جاتا ہے۔ ② اس بات پر خبردار کیا گیا کہ وہ بلند طبقہ اور بے شمار فضائل کے مالک ہونے کے باوجود مؤمنو کے محافظ ہیں۔ یا **اعزة علی الکافرین** کے مقابلے میں لایا گیا۔ یعنی کفار پر سخت غلبہ والے ہیں۔ عزۃ سے جب کہ وہ غالب آ جائے۔ نحو یہ حال کی وجہ سے اعزۃ منصوب ہے۔ **یجاهدون فی سبیل اللہ** یہ قوم کی دوسری صفت ہے۔ ② اعزۃ کی ضمیر سے حال ہے۔ **ولا یخافون لومة لائم** اس کا عطف **یجاهدون** پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ اور دین میں پختگی کو جمع کرنے والے ہیں۔ یا ③ یہ حال ہے اس وقت معنی یہ ہے وہ جہاد کرنے والے ہیں اور ان کی حالت منافقین سے مختلف ہے کیونکہ منافقین مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں ملامت کے خوف سے نکلتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ ان کو دوست کیا ملامت کریں گے۔ اللومۃ ایک بار ملامت کرنا۔ لائم مبالغہ کے لیے لایا گیا ہے۔ **ذلك** اس سے اوصاف مذکورہ کی طرف اشارہ ہے۔ **فضل اللہ یؤتیه من یشاء** اللہ تعالیٰ اپنا فضل جس کو چاہتے ہیں مخلوق میں دیتے ہیں اور توفیق عنایت کرتے ہیں **واللہ واسع علیم** اللہ تعالیٰ کثیر فضل والے اور اس کو جاننے والے ہیں جو اس کے فضل کا حقدار ہے۔

---

۳۸۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ اَعْطَیْتُهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ

لَأُعِيْذَنَّهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

مَعْنٰى "اٰذَنْتُهُ": اَعْلَمْتُهُ بِاَنِّيْ مُحَارِبٌ لَّهُ- وَقَوْلُهُ "اسْتَعَاذَنِيْ" رُوِيَ بِالْبَآءِ وَرُوِيَ بِالنُّوْنِ۔

۳۸۷: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا بے شک اللہ نے فرمایا جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے گا یقیناً میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے اور میرے بندے کا فرائض کے ذریعہ سے میرا قرب حاصل کرنا مجھے باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اسکی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اسکا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں ضرور اس کو پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری)

اٰذَنْتُهُ: میں اسے بتلا دیتا ہوں کہ میری اس سے جنگ ہے۔

اسْتَعَاذَنِيْ بائی اور نون دونوں طرح۔

تشریح ۞ ان الله تعالٰى قال: یہاں ماضی کے صیغہ سے ذکر کیا اور اربعین میں مضارع کا صیغہ مذکور ہے۔ شراح نے مضارع کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ مضارع خاص حالت پر دلالت کرتا ہے۔ من عادیٰ لی ولیا: ولی' قرب کا معنی دیتا ہے ولی جو اللہ تعالیٰ کا اس معنی سے قریب ہو کہ وہ اس کے اوامر پر چلنے والا اور اس کے نواہی سے گریز کرنے والا ہو۔ ② یہ موالاۃ سے ہو تو یہ معادات کی ضد ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ سے طاعت وتقویٰ سے دوستی کر لی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت ونصرت کو اس کے شامل حال کر دیا۔ ظرف کو خاص کرنے کے لیے شروع میں لائے۔ جس نے میری خاطر دوست بنایا میرے غیر کی دشمنی کے لئے نہیں۔

فقد آذنته بالحرب: میں اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیتا ہوں کہ میں اپنے دوست کی طرف سے اس کا محارب ہوں یعنی اس کو اچانک پکڑ کر ہلاک کرونگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے لئے اور اس کے دوستوں سے دشمنی کرنے والوں کے متعلق سخت وعید ہے اور اولیاء کے دشمنوں کے خلاف محاربت سے اولیاء کے ساتھ موالات الٰہی کا ثبوت خود مہیا ہو گیا۔

وما تقرب الى عبدى بشىء: عبدی کی اضافت تشریفی ہے اور شیٔ سے پہلے مضاف محذوف ہے ای باداء شیٔ کسی چیز کو ادا کر کے۔

احب الى مما افترضته عليه: یعنی اس کی ادائیگی سے۔ بس کو اس پر معین طور پر فرض کیا ہے یا کفایۃ لازم کیا ہے۔ نفل سے زیادہ اس کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ قطعی حکم ہونے کی وجہ سے لازم ہے اور لازم ہونے کی وجہ سے یہ کامل ہے۔ اس کے کرنے پر ثواب اور ترک پر عقاب وعذاب ہے۔ اس کے برخلاف نفل حکم غیر جازم ہے۔ اس کے کرنے پر ثواب ہے مگر اس کے چھوڑنے پر سزا نہیں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ فرض کا سترواں حصہ ہے۔

وما يزال عبدى يتقرب الى بالنوافل: فرائض کی ادائیگی کے بعد نفلی عبادات نماز' روزہ' حج وصدقہ سے بندہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔

حتی احبه فاذا احببته: میں اس پر راضی ہو جاتا اور اس کے متعلق خیر کا ارادہ کرتا ہوں۔

کنت سمعه: مناسب ہے کہ اس کا مضاف مقدر ہو اور اسی طرح اس کے معطوفات میں مطلب یہ ہوگا۔ اس نے اپنے کان کی حفاظت کی سمع کان کے سوراخ میں باطنی سطح پر پھیلے ہوئے وہ پٹھے جن سے ہوائیں ٹکرا کر اس سے آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔

الذی یسمع به: یہ صفت موضحہ ہے جو تاکید کے لیے لائی گئی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ شل ہونے والے پاؤں اور ہاتھ سے احتراز کرنے کے لیے یہ تخصیص کی گئی ہو۔ مطلب یہ ہے اس نے اپنے کان کو اس سے بچایا جس کا سننا اس کے لئے حلال نہیں مثلاً چغلی، غیبت اور جو ان کے حکم میں ہیں۔

وبصره الذی یبصر به: بصر لغوی طور پر وہ قوت جو ان دو گول پٹھوں میں رکھی گئی ہے جو باہمی ملتے اور جدا ہوتے ہیں جن سے رنگوں کا ادراک ہوتا ہے۔

قوت سمع کو مقدم کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سے افضل ہے اور اس سے بھی کہ وہ نبوت کی شرائط سے ہے۔ بعض نے کہا یہ علی سبیل الترقی لائے کیونکہ آنکھ سے جن چیزوں کا تعلق ہے وہ انوار ہیں اور کان سے جن چیزوں کا تعلق ہے وہ ہوا ہے اور وہ دور سے دیکھتی ہے مطلب یہ ہے وہ آنکھ کی حفاظت ان صور سے کرتا ہے جن کو دیکھنا حرام ہے۔

ویده التی یبطش بها: وہ انہی چیزوں کو پکڑتا ہے جن کا پکڑنا حلال ہے۔

ورجله التی یحش بها: وہ حلال کی طرف چلتا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے وہ اپنے اعضاء وجوارح کی یہاں تک حفاظت کرتا ہے جہاں تک کہ وہ شہوات سے پہلو تہی برتتا اور طاعات میں مستغرق رہتا ہے وہ انہی چیزوں کو سنتا، دیکھتا ہے جن کے متعلق شریعت میں اجازت وارد ہے۔ ہاتھ اور پاؤں کے سلسلہ میں بھی اس کا حال اس سے مختلف نہیں ہے۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ نصرت وتائید سے مجاز ہو۔ گویا باری تعالیٰ نے اپنی ذات گرامی کو اس کے جوارح کے بمنزلہ بطور تشبیہ کر دیا جن سے وہ ادراک کرتا اور مدد حاصل کرتا ہے اور مزید فرمایا "فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی" ادھر حلولیہ اور اتحادیہ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے انہوں نے خیال باندھ لیا کہ یہ حقیقت ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بلند وبالا ہے) اللہ تعالیٰ ان میں حلول کرنے والے اور یک جان بن جانے والے ہیں (لغوذبالله من تلك الجزفات)

وان سالنی اعطیته: تا ضمیر ہے، مفعول ثانی کو سالنی کی دلالت سے حذف کر دیا۔ یعنی میں اس کا سوال پورا کرتا ہوں۔

ولئن استعاذنی لاعیذنه: اس جملے کو قسم اور نون تاکید کے ساتھ مضمون کی اہمیت کی وجہ سے مؤکد کر دیا۔ کیونکہ اس سے ایک بگاڑ کا دفاع مقصود ہے اور وہ جلب مصلحت ہے۔ اول اہم ہے اس کی طرف توجہ زیادہ مکمل ہے۔

تخریج: بخاری منفردًا، ابن حبان ۳۴۷، حلیہ ابونعیم، بیہقی، طبرانی بسند حسن، ابویعلی بسند ضعیف، ذہبی نے غریب کہا۔

الفرائد: عثمان حیری نے کہا اس روایت کا معنی یہ ہے میں اس کی ضروریات کے پورا کرنے میں کان کے سننے اور نگاہ کے دیکھنے اور ہاتھ کے چھونے اور پاؤں کے چلنے سے بھی جلد اس کی حاجات پوری کرتا ہوں (بیہقی فی الزہد)

۳۸۸ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ تَعَالٰى الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِيْ فِيْ اَهْلِ السَّمَآءِ : اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ- وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَقَالَ :"اِنِّيْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ :اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَيَقُوْلُ:اِنِّيْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيْلُ ، ثُمَّ يُنَادِيْ فِيْ اَهْلِ السَّمَآءِ :اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِي الْاَرْضِ-

۳۸۸: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب اللہ بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبرئیل کو بتلاتا ہے کہ اللہ کوفلاں بندے سے محبت ہے۔ پس تُو بھی اس سے محبت کر۔ پس جبرئیل بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر جبرئیل آسمان والوں میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمانوں والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر اس کے لئے زمین میں بھی قبولیت ڈال دیتا ہے (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر اس سے فرماتا ہے کہ اس سے محبت کر کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ پس جبرئیل اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر جبرئیل آسمان میں منادی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بے شک اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر اس کیلئے زمین میں قبولیت ڈال دی جاتی ہے اور جب اللہ کسی بندے سے دشمنی کرتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر فرماتے ہیں میں فلاں بندے سے دشمنی کرتا ہوں تو بھی اس سے دشمنی کر پس جبرئیل بھی اس سے دشمنی کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر وہ آسمان والوں میں نداء کرتے ہیں کہ اللہ فلاں سے دشمنی کرتا ہے تم بھی اس سے دشمنی کرو پھر اس کیلئے زمین میں دشمنی رکھ دی جاتی ہے۔

تشریح ۞ احب الله العبد: یعنی اس کے لیے خیر ہدایت اور اس پر انعام و رحمت کا ارادہ فرماتا ہے۔

نادی جبریل: یہ کلام نفی کی نداء جو صوت اور صحات سے منزہ اور سمات حدوث سے بالاتر ہے شیخ ابوالحسن کے ہاں مسموع میں آواز شرط نہیں اس میں ماتریدی کا اختلاف ہے. جبریل علیہ السلام یہ عبرانی لفظ ہے عظمت والے معزز فرشتے کا نام ہے۔ اس کا معنی عربی زبان میں عبدالرحمان ہے۔ یہ فرشتہ امین وحی اور ملائکہ میں افضل ترین ہے۔

ان الله تعالٰی یحب فلانا نمبرا۔ ان میں ہمزہ مفتوح مانیں تو نادیٰ کا مفعول ہے۔ نمبر۲ اگر ہمزہ مکسور ہو تو قال مضمر ہوگا۔ آئندہ روایت اس کی مؤید ہے 'فدعا جبریل **فقال انی احب فلانا**' یہاں مضارع سے تعبیر اس فضل وکرم دوام کو ثابت کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ ''ان الله کریم یستحی ان ینزع السر من اهله'' ایک دوسری روایت میں وارد ہے ''ان رشدلا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه من الناس ولکن یقبضه بموت اهله''

فاحببه اہل حجاز کے ہاں یہ فلك ادغام سے آتا ہے اور بنوتمیم کے ہاں ادغام والی روایت ہے **فیحبه جبریل** محبت جبریل سے استغفار اور ثناء مراد ہو نمبر۲ جبریل علیہ سلام کا دعا کرنا نمبر۳ مخلوق سے ظاہراً بھلائی کرنا اور وہ بھلائی محبوب کی طرف دل کا میلان اور اس کی ملاقات کا شوق ہے اور اس کی محبت کا سبب اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کا پسند کرنا ہے۔ **فینادی**: یہ مبنی للفاعل ہے۔ جبریل آواز دیتے اور اس کی دلیل یہ روایت ہے۔ ''**ثم ینادی فی اسماء فیقول**'' اور ممکن ہے کہ یہ مبنی للمفعول ہو اور **ان الله یحب**۔ اس کا نائب فاعل ہے اور ما کے قرینہ سے یہ مفعول کا قرینہ ہے **ای یوضع فی اهل السماء** یعنی ملائکہ میں جو آسمان کے ساکنین ہیں یہ بات رکھ دی جاتی ہے۔ **ان الله یحب فلانا** اس کی یہ نداء ملاء اعلیٰ میں عظمت وتشریف کا باعث ہے۔ تاکہ بلند مرتبہ میں بڑا حصہ ملے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے۔ ''**انا مع عبدی اذا ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فلاء خیر منهم**'' **فاحیوة** فا خبردار کرنے کے لئے ہے۔ **فیحبه اهل السماء** فا عاطفہ ہے اور جملہ ینادی پر عطف ہے اور محبت جبریل والی دونوں صورتیں بلاتفریق یہاں جاری ہیں۔

ثم یوضع له القبول فی الارض: پھر اہل دین اور اہل خیر کے دلوں میں اس کے متعلق خیر اور رضا اور اچھا تذکرہ ڈال دیا جاتا ہے جیسا کہ سلف صالحین کے حق میں ان کا تذکرہ پچھلوں میں اللہ تعالیٰ جاری فرماتے ہیں۔

روایت کا فرق: مسلم نے اپنے جن تمام ابواب میں ذکر فرمائی اس طرح ہے **احب عبداً** تنوین تعظیم وتکریم کی ہو۔ آقا کی طرف نسبت کا مطلب یہ ہے کہ یہ خدمت اور فرائض عبودیت کا اہل ہے۔ **ثم ینادی جبریل فی السماء** ممکن ہے کہ مضاف مقدر نہ ہو اور منادی کے وقت محل کا بیان مقصود ہو مگر مضاف کے لیے دوسری روایت **فیحبه اهل السماء** شاہد ہے اور ''**ثم ینادی فی اهل السماء**''۔

ابغض عبداً: میں تنوین تحقیر کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بغض کی نسبت سے مراد اس کا نتیجہ یعنی ارادہ ذلت اور اعراض والعاد ہے۔ **فیبغضه جبریل**۔ بغض کی نسبت جبریل اور ملائکہ کی طرف حقیقی بھی ہو سکتی ہے۔ **کراهیة قلبیه** اور نفرت نفسیہ اور اس کا مجازی معنی بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اس پر لعنت کی بددعا اور قسما قسم کی ناراضگیوں کا ڈالنا۔

البغض فلانا فالبخضوة: یہ باب افعال سے ہے۔ اسم فاعل بغیض ومبغض آتا ہے یہ بغیر الف کے نہیں آتا یہ نہیں کہا جاتا **بخضته**۔ (المصباح) **البغضاء** شدت بغض کو کہا جاتا ہے۔

تخریج: بخاری، مسلم فی کتاب البر والصله، نسائی، ترمذی موطا امام مالك۱۷۷۸ طیالسی ۲٤٣٦ عبدالرزاق ۱۹٦۷۳ ابن حبان ۳٦٤۔

الفرائد: اس روایت میں کثرت احسان کو محبت سے تعبیر فرمایا تاکہ بندے مانوس ہو جائیں اور ان کے دلوں میں خوشی حاصل ہو جائے اور یہ وہی محسوس کر سکتا ہے جس میں مروت اور حسن انابت پائی جائے۔ جیسے اللہ عزوجل نے فرمایا: **وما یتذکر الا من ینیب**۔ اس حدیث سے اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ اعمال خیر فرائض وسنن میں سے بہت کچھ آدمی کو جمع کرنا چاہئیں اور بدعات ومعاصی سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اسباب ہیں۔

۳۸۹ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ فَكَانَ يَقْرَأُ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ صَلَاتِهِمْ فَيَخْتِمُ "بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : "سَلُوْهُ لِاَيِّ شَيْءٍ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ؟ فَسَاَلُوْهُ ، فَقَالَ : لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَ بِهَا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۸۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ایک لشکر پر امیر بنا کر بھیجا۔ پس وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا اور اپنی قراءت ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پر ختم کرتا۔ جب یہ لشکر لوٹ کر آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بتلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ انہوں نے پوچھا تو اس نے بتلایا کہ اس میں رحمان کی صفت ہے۔ اس لئے میں اسے پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بتلا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ **بعث رجلاً:** بعض نے کہا یہ کلثوم بن ھدم ہیں مگر یہ درست نہیں کیونکہ وہ آپ کی مدینہ تشریف آوری کے جلد بعد وفات پا گئے (کذا فی الطبرانی) اور سرایا کا زمانہ اس کے بعد کا ہے اور ان کے متعلق عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے ان کو سریہ میں بھیجا۔ لشکر کے نام۔ ا. سریۃ لشکر کا چھوٹا دستہ یہ فعیلہ بمعنی فاعلہ ہے۔ اس کی جمع سرایا اور سریات ہے جیسا عطیہ وعطایا عطیات۔ خفیہ چلنے کی وجہ سے یہ نام پڑا اسریٰ یسری (المصباح) رات کو چلنے اور دن کو چلنے والے سرایا بھی ہوتے تھے۔ بعض نے کہا سریہ کی وجہ یہ کہ ان کا تمام ذھاب مخفی رکھا جاتا تھا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ السر سے بنا ہو مگر یہ درست نہیں کیونکہ مادہ الگ الگ ہے۔ اس کی تعداد عموماً ایک سو یا اس سے اوپر ۵۰۰ تک ہوتی تھی اس کو منسر بھی کہا جاتا ہے۔ پھر اگر تین سو سے زائد ہو تو اس کو حبیش کہتے ہیں اگر چار ہزار سے بڑھ جائے تو جحفل کہتے ہیں خمیس بڑا لشکر سریہ کے ایک حصہ کو بعث کہا جاتا ہے (فتح الباری) بعض نے کلثوم بن زھدم بتلایا اور ابن مندہ کی طرف نسبت کی مگر ابن طاہر نے ابن مندہ سے کرز بن ہدم نقل کیا ہے (فتح الباری)۔

یقر علاصحابہ فی صلاتھم: کیونکہ وہ ان کا امام تھا۔ **یختم بقل ھو اللہ** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور سورت پڑھتا پھر قل ھو اللہ بھی پڑھتا۔ دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کر سکتے ہیں۔ **رجعوا** جب سریہ سے واپس لوٹے **ذکروا ذلك** صحابہ کرام نے اس کا دوسری سورت کے ساتھ **قل اللہ** ملا کر پڑھنا ذکر کیا۔ **فقال سلوہ** یہ اصل میں اسألوہ ہے۔ ہمزہ حذف کر دیا گیا۔ **لای شئی یصنع ذلك** وہ کیوں کر کرتا ہے تاکہ اس کی نیت کے مطابق بدلہ مرتب ہو۔ اس میں اشارہ ہے کہ اعمال کا دارو مدار مقاصد پر ہوتا ہے **لانھا صفة الرحمان** کیونکہ صفات رحمان وحدانیت' بے نیازی' صمدیت وغیرہ پر مشتمل ہے۔ جن صفات میں مخلوق کی احتیاج ہے اور جن سے باری تعالیٰ منزہ ہیں۔

دمامینی کا قول: نمبر ا صفت رحمان سے مراد ذکر رحمان ہو۔ نمبر ۲ اور بھی مراد ہو سکتی ہے مگر یہ **قل ھو اللہ** سے خاص نہیں نمبر ۳ شاید اس سورت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہو کہ یہ سورت ان صفات پر مشتمل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کے علاوہ خاص ہیں۔

فتح الباری ۔طبرانی ۔فانا احب ۔اہتمام کے لیے مبتداء کو مقدم کیا۔ان اقرء بھا اللہ تعالیٰ کی صفت پر دال ہونے کی وجہ سے میں اس کا پڑھنا پسند کرتا ہوں ۔فقال رسول اللہ اخبرہ مراد کی خبر دینے والے یا اور دوسرے کو کہا کہ اس کو خوش خبری دے دو۔ان اللہ یحبہ۔ دمامینی کا قول یہ ہے۔نمبر۱ اس کی محبت سے مراد اس سورت کی قراءت ہو۔نمبر۲ جس پر یہ کلام مشتمل ہے۔ذکر رب اور اعتقاد صفات' خوش خبری کو مضارع اس لیے لائے تا کہ اس حالت کے استمرار و دوام پر دلالت ہو۔

ابن منیر کا قول: مقاصد سے احکام فعل بدل جاتے ہیں کیونکہ اگر وہ اور سبب بتلاتا تو اس کے مناسب جواب ملتا۔جب اس سے ذکر کیا کہ اس کا سبب محبت ہے تو اس کا درست مقصد سامنے آ گیا اور اس کا حکم بتلا دیا گیا۔نمبر۳ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر قرآن کی بعض آیات ایسے ہی قصد سے مخصوص کر لیا جائے تو اس پر دوسرے قرآن کے ترک کا حکم نہ لگے گا۔

تخریج: بخاری فی التوحید (۷۳۷۵) 'مسلم فی الصلوٰۃ (۸۱۳) 'نسائی فی کتاب الصلاۃ وعمل الیوم واللیلۃ (مزی)

الفوائد : ① اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت اس کو کثرت سے یاد کرنا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اسے اس کی محبت مل جاتی ہے اور جس کو اللہ کی محبت مل گئی وہ دارین کے سعادت مندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔② سورۃ اخلاص اللہ تعالیٰ کی صفات پر مشتمل ہے۔

۴۸ :بَابُ التَّحْذِیْرِ مِنْ اِیْذَاءِ الضُّعَفَآءِ الصَّالِحِیْنَ وَالضَّعَفَةِ وَالْمَسَاکِیْنِ

باب : صلحاء' ضعفاء اور مساکین کو ایذا سے باز رہنا چاہیے

الصالین سے ممکن ہے کہ عام معنی یعنی مسلمان مراد ہوں جیسا کہ آپ کے اس ارشاد میں''**اذامات ابن آدم انقطع عملہ الامن ثلاث**۔ ''الحدیث پہلی آیت بھی اس کی شاہد ہے نمبر۲ خاص معنی مراد ہو۔صالح وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرنے والا ہو اور اسی طرح اس کے بندوں کا بھی۔

الضعفة جمع ضعیف کمزور المساکین فقراء وغیرہ اس سے خبر دار کرنا مقصود ہے کہ جن کا کوئی مددگار نہ ہو خصوصاً ان کو ایذاء نہ پہنچائی جائے۔مثلاً صالح' مساکین ضعف جن کی کوئی پروانہ کی جاتی ہو اور نہ وہ کچھ تعرض کریں ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ایذاء سے مراد وہ ہے جو ناحق ہو جیسا کہ آیت میں وارد ہے اس میں حدود کے دائرے میں آنے والا شامل نہیں۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا﴾

[الاحزاب:۵۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور وہ لوگ جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو ایذاء پہنچاتے ہیں بلا ان کے قصور کے انہوں نے بہت بڑا بہتان باندھا اور کھلا ہوا گناہ کیا''۔(الاحزاب)

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا کا مطلب بغیر کسی قصور و جنایت کے۔ فقد احتمل بیناً ظاہر اور کھلے کو کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا یہ ان منافقین کے متعلق اتری جنہوں نے علی مرتضیٰ رضی اللہ کو تکلیف پہنچائی۔ نمبر۲' یہ افک والے لوگوں کے متعلق ہے۔ نمبر۳' زانیوں کے متعلق ہے وہ عورتوں کا پیچھا کرتے تھے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾[الضحی :۹'۱۰]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس پھر تو یتیم کو مت ڈانٹ اور سائل کو مت جھڑک''۔ (الضحیٰ)

۲: فاما الیتم فلاتقهر۔ باب ملاطفه الیتم میں اس پر بحث گزر چکی

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَکَثِیْرَةٌ ، مِّنْهَا حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِی الْبَابِ قَبْلَ هٰذَا: ''مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ'' وَمِنْهَا حَدِیْثُ سَعْدِ ابْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ السَّابِقُ فِیْ بَابِ مُلَاطَفَةِ الْیَتِیْمِ وَقَوْلُهٗ ﷺ : ''یَا اَبَا بَکْرٍ لَئِنْ کُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّکَ''۔

اس باب میں احادیث بہت ہیں ان میں سے وہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے جو سابقہ باب میں گزری ہے ''مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا ...... الخ اور ان میں سے حدیث سعد بن ابی وقاص ہے جو مُلَاطَفَةِ الْیَتِیْمِ میں گزری۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان: ''یَا اَبَا بَکْرٍ لَئِنْ کُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّکَ''۔ اے ابوبکر اگر تم نے انہیں (حضرت بلال وغیرہم) کو ناراض کر دیا تو رب کو ناراض کر دیا''۔

اس سلسلہ میں روایات کثرت سے ہیں مثلاً گزشتہ باب کی روایت نمبرا ''من عادی لي وليًا فقد اذنته بالحروب'' نمبر۲ سعد بن ابی وقاصؓ والی روایت جو باب ملاطفه الیتم میں گزر چکی ہے۔ نمبر۳ آپ ﷺ کا یہ ارشاد یا ابابکر لئن کنت اغضبتهم لقد اغضبت ربك۔ ان سے مراد بلال وسلمان وصہیب ہیں۔ اصل قدر ایمان کی ہے۔

ابووقاص: یہ سعد کے والد ہیں ان کا نام مالک بن اہیب زھری ہے سعد عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

۳۹۰ : وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''مَنْ صَلّٰی صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِیْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا یَطْلُبَنَّکُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَیْءٍ فَاِنَّهٗ مَنْ یَّطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَیْءٍ یُّدْرِکْهُ ثُمَّ یَکُبُّهٗ عَلٰی وَجْهِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۹۰: حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور ضمانت میں ہے پس اللہ تعالیٰ ہرگز تم سے اپنی ضمانت کے بارے میں کچھ بھی باز پرس نہ کریں گے۔ اس لئے کہ وہ جس سے اپنی ذمہ داری کے بارے میں کوئی چیز طلب کرے گا اور اس کو پالے گا تو اس کو منہ کے بل جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔ (مسلم)

تشریح ۞ جندب بن عبد الله بن سفیان الجبلی الحلقی یہ علقہ بن عبقر بن انمار کی طرف نسبت ہے۔ انہوں

نے کوفہ میں اقامت اختیار کی پھر بصرہ منتقل ہو گئے باب تحریم الظلم میں ان کے حالات گزر چکے ملاحظہ فرمائیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے ۴۳ روایات نقل کی ہیں سات متفق علیہ ہیں۔ پانچ میں مسلم منفرد ہیں ان سے حسن ابوعمران جونی نے روایت نقل کی ہے۔ ان کی وفات سنہ ۶۰ ھ میں ہوئی۔

من صلی صلاة الصبح: مسلم کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی نماز مراد ہے۔ بقول علقمی یہ بقیہ مطلق روایات کو مقید کرنے والی ہے۔

فهو فی ذمة الله: ذمہ ضمانت کو کہتے ہیں۔ بعض نے امانت کہا ہے۔ اس سے تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن کی ابتداء ہے جس میں لوگ اپنی اپنی ضروریات کے لیے جاتے ہیں۔ اس سے گویا وہ تمام دن کے لئے امن میں آ گئے۔ اس بناء پر نہیں کہ یہ نماز افضل ہے کیونکہ زیادہ صحیح روایت میں عصر کی نماز وسطیٰ ہے اور وہی افضل ہے۔ (افضلیت اضافی چیز ہے بعض اعتبار سے یہ افضل ہو تو کوئی قباحت لازم نہیں آتی مجموعی اعتبار سے عصر افضل ہو فافهم مترجم)

فلا یطلبنکهم الله من ذمته بشی: بلا جواز اس کی طرف تعرض مت کرو۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے تم سے اس بات کو طلب کیا تم سے جو امانت میں خیانت یا عہد کی خلاف وضندی واقع ہوتی ہے۔ وہ وضع سبب موضع السبب کی قسم سے ہے۔

فانه من یطلبه من ذمته بشیء: یہ ممانعت کی علت ہے جو آدمی امانت میں خیانت کا خواہاں ہوا۔ من تبعیضیہ ہو سکتا ہے اور بیانیہ بھی۔ (شیء کا لفظ تبعیض کا مؤید ہے۔ مترجم) یدرکه وہ اس کو پائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بھاگنے کی جگہ اور ٹھکانہ نہیں۔ یکبه پھر اس کو پکڑ کر اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیں گے۔ اس میں تعرض سے خبردار کیا۔ کبا داکب یہ عجیب لفظ ہے کہ عام طور پر ہمزہ لگانے سے متعدی ہو جاتا ہے اور یہ الف لگنے سے قاصر ہو گیا۔ صبح کی نماز پڑھنے والے کو چاہئے کہ بقیہ نمازیں بھی ادا کرے۔

فرق روایت: اس میں یہ الفاظ ہیں **فلایتبعنکم الله بشی من ذمته** : یہ ترمذی کے الفاظ ہیں اور جامع کبیر میں "**من صلی الغداة فهو فی ذمة الله**" **فایاکم ان یطلبکم الله بشی من ذمته**" ہے اور ابونعیم نے انسؓ سے اس طرح نقل کیا: "**من صلی صلاةالصبح فله ذمة الله تعالٰی فلا تخفروا الله فی ذمته فانه من اخضر دمته طلبه الله تعالٰی حتٰی یکبه علی وجهه**" اس روایت کی تشریح "**باب تعظیم حرمات المسلمین**" میں گزر چکی ہے۔

تخریج :مسلم ترمذی جامع کبیر حلیه احمد عن ابن عمر مرفوعًا۔

الفرائد : صبح کی نماز پڑھنے والا اللہ کی ضمانت میں ہے۔ کسی معمولی سی برائی کی طرف جرأت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ وہ عذاب کا باعث بن سکتی ہے۔

۴۹ :بَابُ اِجْرَآءِ اَحْکَامِ النَّاسِ عَلَی الظَّاھِرِ وَسَرَائِرُھُمْ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی

بَابٌ :احکام کولوگوں کے ظاہر کے مطابق جاری کریں گے باطن اللہ کے سپرد ہوں گے

سرائرھم یہ مبتداء ہے خبر مفوضہ الی اللہ۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ﴾ [التوبۃ:۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو''۔

(التوبۃ)

فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ: ان کو چھوڑ دو قتل وقید نہ کرو۔ آیت کا عام مفہوم ان کو شامل ہے جو حقیقت اور ظاہر میں ایسا ہو نہ کہ باطن میں۔ علامہ سیوطی اکلیل میں لکھتے ہیں شرک سے فقط توبہ پر ان کو چھوڑا نہیں جا سکتا جب تک کہ وہ نماز وزکاۃ ادا نہ کریں۔ اس آیت سے امام شافعی نے تارک صلاۃ کے قتل پر استدلال کیا اور مانعین زکوٰۃ کے متعلق بھی یہی کہا اور ان کے ترک کی وجہ سے جنہوں نے کفر کا قول کیا ہے انہوں نے بھی اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

❁ ❁ ❁

۳۹۱ :وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ :اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکَاۃَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَآءَ ھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی'' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۳۹۱: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ پس جب وہ یہ سب کر لیں تو ان کے خون اور مال مجھ سے محفوظ ہو گئے مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب (باطن) اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ❁ امرت یہ مجہول ہے فاعل کو تفسیم شان اور تعظیم کے لیے حذف کیا اور صحابی کے قول سے مفہوم ہوتا ہے کہ حکم دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور صحابی کو حکم دینے والے نبی اکرم ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف موڑنے کی وجہ عقل کی شہادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی حرامت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہم اور طرف جاتا ہی نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کو حکم دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان اقاتل الناس۔ امر دو مفعول کی طرف متعدی حرف نداء کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس کا حذف معروف ہے۔ الناس سے مراد بعض نے کہا بتوں کے پجاری ہیں کیونکہ اہل کتاب سے قبول جزیہ کے وقت قتال ساقط ہو جاتا ہے۔

علامہ دلجی کہتے ہیں ممکن ہے کہ ان کا قبول کرنا اس امر کے بعد ہو جو ان کے قتال کو بھی شامل ہے (شرح اربعین للدلجی)

حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اپنی ذات کے لحاظ سے اس کے سواء کوئی مستغنی نہیں تمام موجودات اس کی محتاج ہے۔ویشھدوا ان محمداً رسول اللہ ایک روایت میں حتٰی یقولوا لا الہ الا اللہ۔ایک پر اکتفاء کیا گیا جیسا کہ اس آیت میں سرابیل تقیکم الحر یہاں حرّ کا ذکر ہے حالانکہ سرابیل تو برد سے بھی بچانے والے ہیں۔مطلب یہ ہے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ویقیموا الصلوۃ ویؤتوا الزکاۃ امراہی کے موافق وہ شرائط وارکان کے ساتھ نماز وزکوۃ ادا کریں۔ماقبل پر ان کا عطف کرنا ان کو ماقبل کے مقام پر لانا اور لڑائی کی غایت قرار دینا ہے اور جن کو حکم ملا ان کو یہ بتلانا ہے کہ عبادات بدنیہ اور مالیہ میں یہ سب سے بڑھ کر ہیں اسی وجہ سے ان کو مقدم کیا کیونکہ حق اسلام کے بندھن کے تحت دونوں داخل ہیں۔اس کی شاہد ابو ہریرہؓ والی روایت ہے۔انہوں نے ان دونوں کا تذکرہ اس میں نہیں کیا کیونکہ یہ اسلام کا حق ہیں اور نہ دوسری روایت میں خاص کیا بلکہ کہا ”ویؤمنوا بحاجئت بہ روزے اور حج کا بھی ذکر نہیں کیا روزہ حج تو اس وقت تک فرض نہ ہوتے تھے۔تاک صوم کو حبس کیا جاسکتا ہے نہ کہ قتل اور حج میں تو تاخیر کی گنجائش ہے۔

شرح اربعین للمدلجی۔باقی یؤمنوا ابماجئت بہ میں تمام ایمانیات اور احکام خود آ گئے۔

حتٰی یہاں جارہ ہے کیونکہ اس کا مابعد ماقبل سے مختلف ہے اور یہ قتال کی غایت ہے اور شرط کے معنی کو شامل ہے پس قتال سے باز رہنا اس کے ساتھ مشروط ہے اور اس کے نہ ہونے سے منتفی ہو جاتا ہے گویا اس طرح کہا گیا۔ان شھدوا و صلوا واتوا الزکاۃ کففت عنھم بشھادۃ الایۃ السابقۃ جب وہ گواہی دے دیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکاۃ ادا کرنے لگیں تو ان سے ہاتھ روک دو اس کی شاہد سابقہ آیت ہے۔“

فاذافعلوا ذلک۔اس میں فعل قول پر غلبہ دیا گیا ہے اس لیے کہ شہادت قول ہے ہاں اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ زبان کا عمل ہے تو فعل بن گیا۔یعنی اگر وہ ایسا کرنے لگیں۔عصموا منی دماء ھم اموالھم ء انہوں نے روک لیا اور محفوظ کر لیا اپنے خون کو۔دماء یہ دم کی جمع ہے۔الا بحق الاسلام یہ عام سے مستثنٰی مفرغ ہے اور عصمت اس کی نفی کو شامل ہے تاکہ مستثنٰی کا مفرغ ہونا ثابت ہو سکے اس لیے کہ وہ اس کی شرط ہے۔مطلب یہ ہے ان کے خون مت بہاؤ اور ان کے اموال کو مت مباح خیال کرو کسی بھی سبب سے سوائے اسلام کے کسی حق کے مثلاً واجبات کا کرنا اور منہیات کا ترک یہ واجب ہیں (ان میں کوتاہی سے ان کا خون و مال مباح ہیں مثلاً کسی کو ناحق قتل کر دیا۔شادی شدہ ہو کر زنا کیا وغیرہ) مسلمانوں نے ان چیزوں کو اپنے اسلام کے ساتھ لازم پکڑا۔پس یہ لوگ اگر ان اوامر کو کریں اور نواہی سے صالح نیت کے ساتھ گریز کریں تو وہ مؤمن ہیں یا تقیہ وخوف سے کریں تب بھی ان کے مال و جان محفوظ رہیں گے۔

حابھم علی اللہ: علی یہاں الی کے معنی میں ہے۔ان کے حساب کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔جو کچھ وہ چھپائیں یا اپنے عقائد ظاہر کریں ان سے معاملہ اسی قاعدہ سے کیا جائے گا۔اس کا حاصل یہی ہے کہ ان کے بواطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔کیونکہ وہی ان کے مخفی اسرار اور اندرونی ایمان و کفر ونفاق سے واقف ہے جناب رسول ﷺ کو حکم ہوا کہ وہ ان کے ظاہر افعال واقوال پر فیصلہ فرمائیں۔علی کا لفظ اگرچہ لزوم وایجاب کو ظاہر کرتا ہے۔مگر یہاں تشبیہ بلیغ کے طرز پر ہے۔یعنی وہ اللہ تعالیٰ پر واجب کی طرح ہے۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے وقوع کی خبریں دیں اور اس کے خوف سے ڈرایا وعدے کے

تقاضہ کے مطابق اللہ تعالیٰ وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے۔البتہ معتزلہ کا گمراہ فرقہ اس کو اللہ تعالیٰ پر عقل کے لحاظ سے واجب مانتا ہے۔**تعالٰی اللہ عنه ذلك۔**

تخریج: بخاری، مسلم، سنن اربعہ نے اس کو ابو ہریرہ سے روایت کیا (جامع صغیر للسیوطی) اس روایت کو سیوطی نے اخبار متواترہ میں نقل کیا اور کہا کہ بخاری و مسلم نے ابن عمر اور ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے اور مسلم نے جابر سے نقل کیا ہے۔(**قطف الدزهار المستنا ثره فی الاخبار المتواتره**) مصنف ابن ابی شیبہ نے ابو بکر صدیق، عمر فاروق، ابن اویس، جریر البجلی رضی اللہ عنھم سے روایت کی ہے اور طبرانی نے انس، سمرہ بن جندب اور سہل بن سعد اور ابن عباس اور ابو بکر اور ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنھم سے نقل کی ہے جب کہ بزاز سے عیاض انصاری اور نعمان و بشیر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔

الفرائد: ایمان کے لیے شرط یہ ہے کہ ان سب چیزوں کا دل کے اعتقاد کے ساتھ اقرار کرے جن کو پیغمبر ﷺ لائے تمام ظاہری معاملات کا دارومدار ظاہری اقرار پر ہے۔کافر ظاہر و باطن کفر سے جب توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

۳۹۲: وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ طَارِقِ ابْنِ اَشْیَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: "مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَكَفَرَ بِمَا یُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَرُمَ مَالُهٗ وَدَمُهٗ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۹۲: حضرت ابو عبداللہ طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کا انکار کیا اس کا مال اور خون حرام ہو گیا اور اس کا حساب (باطن) اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے''۔(مسلم)

تشریح: ابو عبداللہ طارق بن اشیم: اشیم۔ یہ احمد کے وزن پر ہے۔ان کے والد کا نام مسعود ہے یہ اشجع قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔یہ کوفہ میں قیام پذیر ہوئے۔یہ سعد بن طارق اور ابو مالک رضی اللہ کے والد ہیں۔بقول برقی رحمۃ اللہ انہوں نے رسول ﷺ سے چار احادیث روایت کی ہیں۔مسلم نے ان سے ایک روایت نقل کی ہے۔

بعض کہتے ہیں ان سے صرف یہی مسلم والی روایت مروی ہے (الریاض المستطابہ للعامری) مگر سنن اربعہ نے سوائے ابوداؤد سے ان سے روایت نقل کی ہے۔نووی لکھتے ہیں کہ مسلم نے ان کی دو روایتیں مسلم میں نقل کی ہیں (تہذیب نووی) حافظ مزی نے بھی یہی کہا۔

قطف الزرهار التنائره الاخبار المتواتره للسیوطی، الریاض المستطابه للعامری) (الاطراف) ایک تو یہی روایت اور دوسری روایت **کان النبی ﷺ یعلم من اسلم یقول: قل اللهم اغفرلی وارحمنی واهدنی وارزقنی، مسلم فی الدعوات**۔**من قال لااله الاالله** یعنی جس نے **لااله الا الله محمد رسول الله** کہا۔

و كذبحا یعبد من دون الله۔ اللہ تعالیٰ کے سواء تمام معبودات کا انکار کیا۔

حرم ماله ودمه وحابه علی الله: یہ جملہ مستانفہ اس لئے لایا گیا ہے تا کہ بتلا دیا جائے کہ احکام شرعیہ کا تعلق ظاہر سے ہے۔اندرونی فاسد عقیدے اور مخفی قبیح اعمال سے نہیں ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے گا۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲۳)

الفرائد : جس آدمی نے شہادتین کا اقرار کر لیا اس سے قتال حرام ہے اور اس کا مال بھی حرام ہے۔ظاہر کا اعتبار کیا جائے گا باطن کو اللہ کے حوالے کیا جائے گا۔

۳۹۳ :وَعَنْ اَبِیْ مَعْبَدٍ الْمِقْدَادِ ابْنِ الْاَسْوَدِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَرَاَیْتَ اِنْ لَقِیْتُ رَجُلًا مِّنَ الْکُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰی یَدَیَّ بِالسَّیْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَا ذَمِنِّیْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ :اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ اَ اَقْتُلُهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا؟ فَقَالَ لَا تَقْتُلْهُ" فَقُلْتُ :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَطَعَ اِحْدٰی یَدَیَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا؟ فَقَالَ :لَا تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَهٗ فَاِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهٗ وَاِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْلَ کَلِمَتَهُ الَّتِیْ قَالَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَمَعْنٰی "اِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِكَ" :اَیْ مَعْصُوْمُ الدَّمِ مَحْکُوْمٌ بِاِسْلَامِهٖ وَمَعْنٰی "اِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهٖ" اَیْ مُبَاحُ الدَّمِ بِالْقِصَاصِ لِوَرَثَتِهٖ لَا اَنَّهٗ بِمَنْزِلَتِهٖ فِی الْکُفْرِ ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۳۹۳: حضرت ابومعبد مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔کیا حکم ہے اگر کسی کافر سے میرا مقابلہ ہو جائے اور ہم آپس میں لڑائی کریں؟ پس وہ وار سے میرے ایک ہاتھ کو کاٹ ڈالے پھر مجھ سے درخت کی پناہ میں ہو جائے اور کہے میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا کیا میں اس کو قتل کر دوں؟ اس کے کہنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اس کو مت قتل کرو۔میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے میرا ہاتھ کاٹ ڈالا اور پھر یہ کہا کاٹنے کے بعد۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو مت قتل کر۔اگر تو نے اس کو قتل کر دیا تو وہ تیرے مرتبے میں ہو جائے گا اس سے پہلے کہ تو اس کو قتل کرے اور تو اس کے مرتبہ میں ہو جائے گا اس سے پہلے کہ وہ کلمہ اپنی زبان سے نکالتا۔(بخاری ومسلم) اِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِكَ: یعنی اس کا خون محفوظ اور اس پر مسلمان کا حکم لگے گا۔اِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهٖ: ورثاء کے لئے تیرا خون قصاص میں بہانا مباح ہو گیا یعنی وہ قصاص میں تیرا خون بہا سکتے ہیں۔یہ معنی نہیں کہ تو کفر میں اس کے مرتبے میں پہنچ گیا۔

تشریح ۞ مقداد بن الاسود رضی اللہ ان کی کنیت ابومعبد ہے بعض نے ابوالاسود اور بعض نے ابوعمرو نقل کی ہے (تہذیب نووی) ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود بن عمرو بن سعد ابن دھیر بن لوی بن ثعلبہ بن مالک بن شرید بن ہون بعض نے کہا ابن ابی ھون بن فائس بعض نے ابن قاس کہا اور بعض نے کہا قائس بن درنم بن قین بن اھود بن عمرو بن حاف بن قضاعۃ البھر انی الکندی یہ صحابی رضی اللہ ہیں۔یہی مقداد بن عمرو ہیں نووی نے دیگر مصنفین کی طرح مقداد بن الاسود کہا کیونکہ یہ اسود بن عبد یغوث زھری کی پرورش میں تھے اس نے ان کو بیٹا بنالیا۔ان کو مقداد کندی کہا جاتا ہے۔انہوں نے بھز کے کئی خون کر دیے پھر وہاں سے بھاگ کر بنو کندہ سے معاہدہ کر لیا۔پھر ان میں ایک آدمی کو قتل کر دیا تو بھاگ کر مکہ آ گئے۔تو اسود بن عبد یغوث کے حلیف بن گئے۔پس یہ بھرانی ہیں اور ان کو کندی اور زھری بھی کہا

جاتا ہے۔ یہ سابقین فی الاسلام میں سے ہیں ان کو قدیم صحبت حاصل ہے۔ قول ابن مسعود رضی اللہ مکہ میں پہلے پہل اسلام کو ظاہر کرنے والے سات آدمی تھے ان میں یہ مقداد تھے۔ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مکہ واپس لوٹ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ تمام غزوات میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔ بدر میں ان کے علاوہ اور کوئی گھوڑ سوار نہ تھا۔ بعض نے کہا کہ زبیر بن العوام بھی تھے۔ انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ۴۲ روایات نقل کی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت بخاری و مسلم نے نقل کی ہے۔ تین میں مسلم منفرد ہے ان سے علی، عبداللہ بن مسعود اور ابن عباس اور کئی صحابہ رضی اللہ عنھم نے روایت نقل کی ہے۔ جب کہ تابعین کی ایک بڑی جماعت ان سے روایت لینے والی ہے۔ مدینہ سے دس میل دور مقام جرف میں ان کی وفات ہوئی۔ لوگ ان کو گردنوں پر اٹھا کر مدینہ لائے اور دفن کیا بعض نے کہا سہ ۳۳ھ خلافت عثمانی میں ان کی جرف میں وفات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال تھی۔ ان پر عثمان نے نماز جنازہ پڑھی انہوں نے زبیر کو وصیت کی۔ یہ فتح مصر میں شامل تھے۔ ان کے مناقب بہت ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ میں چار سے محبت کروں اور مجھے بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت ہے۔ آپ سے پوچھا گیا ان کے نام بتلائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی ان میں سے ہیں یہ بات تین بار فرمائی اور ابوذر اور مقداد ''سلمان'' (ترمذی حسنہ)

ارایت: یہ اخبرنی مجھے بتائیں کے معنی میں ہے۔ **ان لقیت رجلاً من الکفار فاقتتسنا فضرب احدی یدی** پہلی یا کی تشدید یہ جر کی علامت ہے۔ دوسری یا مضاف الیہ ہے۔ **لاذمنی بشجرۃ** لاذ کا معنی پناہ حاصل کرنا، اوٹ لینا (نووی) قرطبی کہتے ہیں چھپ جانا۔ آڑ میں ہونا۔ ملاذ جس سے چھپا جائے۔ لاذیلوذ اللواذ۔ پناہ لینا اسی دوران کہ میں اس اسے چھید کر نکلا چاہتا تھا اس نے کہہ دیا۔

اسلمت للہ: میں اسلام میں قول یا فعل سے داخل ہوگیا۔ تو اس پر مسلمان کا حکم لگ جائے گا۔ کلمہ شہادت کے زبان سے بولنے پر موقوف نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی خزیمہ کے اسلام کا حکم فرمایا جن کو خالد بن ولیدؓ نے صبأنا صبأنا کہنے کے باوجود ان کو قتل کر دیا وہ اسلمنا بھی نہ کہہ سکے تھے۔ جب یہ بات آپ کو پہنچی تو فرمایا: **اللھم انی ابرأ الیك مماصنع خالد ثلاث مرات رافعًا یدیه الی السماء ثم وداھم** ''ان کو دفن کیا۔ احتمال ہے کہ اس کا یہ قول ''**اسلمت للہ**'' روایت بالمعنی ہو اور بعض رواۃ نے اس کو **لا الہ الاّ اللہ** سے تعبیر کر دیا۔ جیسا دوسری روایت وضاحت سے موجود ہے۔ (**المفھم للقرطبی**) **اقتلہ یا رسول اللہ بعدان قالھا** یعنی میں اس کو خطرے پر محمول کروں اور حقیقت نہ قرار دوں **فقال لا تقتلہ** اس کو مت قتل کرو کیونکہ ظاہر کے مطابق اس پر اسلام کے احکام جاری ہوگئے۔ **ثم قال ذلك** پھر اس نے قتل سے بچنے کے لیے یہ کہا۔ **لا تقتلہ** حکم کی وضاحت کے لیے پھر فرمایا۔ اس کلمہ کے کہہ چکنے کے بعد تم نے اسے قتل کر دیا **فانه بمنزلك** جب کہ وہ کلمہ پڑھ کر حفاظت دم اور حکم اسلام میں تیری طرح بن چکا تھا۔ **وانك بمنزلته** اور خون کے ہدر ہونے میں اس کلمہ کے کہنے سے پہلے جو اس نے کہا **کلمته التی قال** قال میں لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے ای یعنی تو غیر محفوظ الدم ہوگئے۔ اب اس کے قتل کے بعد تیرا قتل حرام نہیں رہا۔

ابن القصار نے کہا اگر تیرے پاس عذر تاویل نہ ہوتا جس نے تم سے قصاص کو ساقط کر دیا۔ حدیث کی یہ تفسیر امام شافعی ابن قصار مالکی وغیرہ نے کی ہے اور مصنف نے بھی اسی کی تحسین کی ہے۔ دوسروں نے کہا کہ **انه بمنزلته** کا مطلب اخفاء

ایمان میں وہ اس لوگوں کی طرح تھا جو اپنے ایمان کو کفار کے درمیان چھپاتے ہیں اور کفار کے ساتھ مجبور لایا گیا جیسا کہ تم مکہ میں تھے کہ ایمان کو چھپاتے تھے۔

قرطبی کا قول: اس تاویل کا معاون وہ اضافہ ہے جو بخاری نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے مقداد کو فرمایا جب کوئی مؤمن کفار کے ساتھ رہتے ہوئے ایمان کو چھپاتا تھا پھر اس نے ظاہر کر دیا تو وہ اس کو قتل کر دیں گے۔ بالکل اسی طرح تم مکہ میں اپنا ایمان چھپاتے تھے۔ (المفہم للقرطبی) قاضی عیاض لکھتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کا معنی تم مخالفت حق اور ارتکاب گناہ میں اس جیسے ہوا گر مخالفت کی انواع مختلف ہیں اور گناہ کی نوعیت میں فرق ہے۔ اس کے گناہ کو کفر کہا جائے گا اور تیرے گناہ کو معصیت وفسق قرار دیں گے۔

قرطبی کہتے ہیں ''لہ پکا قول انك بمنزله ان يقول كلمته التى قال'' یہ کفر میں ظاہر ہے۔ مگر یہ درست نہیں کیونکہ انہوں نے اس کو اس تاویل سے قتل کیا کہ وہ اپنے کفر پر باقی ہے اس صورت میں یہ کبیرہ گناہ بھی نہ بنے گا اور جب کبیرہ نہ ہوا تو کسی کو جائز نہیں کہ ان پر طعن کرے اور اگر کوئی کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہنے والا کہے کہ ایک اعتبار سے یہ کفر ہے تو اس سے خود ثابت ہو گیا دوسرے اعتبار سے تو یہ کفر نہیں تو گویا وہ تاویل کرنے والے تھے۔

نووی کا قول: انه بمنزل لتك ۔ یعنی اسلام کا حکم لگنے کی وجہ سے وہ معصوم الدم ہو گیا۔ اور انك بمنزلته ۔ ورثاء کے قصاص کے لیے تو مباح الدم ہو گیا۔ یہ معنی نہیں کہ تو کفر میں اس کے مقام پر پہنچ گیا۔ واللہ اعلم۔

تخریج :احمد ۹/۲۳۸۷۸ بخاری 'مسلم 'ابوداؤد 'عبدالرزاق ۱۸۹۹ ابن ابی شیبه ۱۲٦۱۰ ابن حبان ۱٦٤ بيهقى ۱۹۵۸ ابن منده۔

الفوائد : اگر کافر کے ظاہری اقرار کے بعد اس کو قتل کر دیا گیا تو یہ کبیرہ گناہ ہے۔

❁ ❁ ❁

۳۹٤ :وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ عَلٰى مِيَاهِهِمْ وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَكَفَّ عَنْهُ الْاَنْصَارِيُّ وَطَعَنْتُهٗ بِرُمْحِيْ حَتّٰى قَتَلْتُهٗ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لِيْ : "يَا اُسَامَةُ اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ مَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟" قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا فَقَالَ : "اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ مَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ : "فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَقَتَلْتَهٗ؟" قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِّنَ السِّلَاحِ قَالَ : "اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ حَتّٰى تَعْلَمَ اَقَالَهَا اَمْ لَا؟" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّيْ اَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ۔

"اَلْحُرَقَةُ" بِضَمِّ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِ الرَّآءِ : بَطْنٌ مِّنْ جُهَيْنَةَ الْقَبِيْلَةِ الْمَعْرُوْفَةِ۔ وَقَوْلُهٗ "مُتَعَوِّذًا" :اَىْ مُعْتَصِمًا بِهَا مِنَ الْقَتْلِ لَا مُعْتَقِدًا لَهَا۔

۳۹۴: حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جہینہ قبیلہ کی شاخ حرقہ کی طرف بھیجا۔ صبح صبح ہم ان کے پانی کے چشموں پر حملہ آور ہو گئے۔ میری اور ایک انصاری کی مڈبھیڑ ان میں سے ایک آدمی سے ہوگئی۔ جب ہم نے اس کو قابو کر لیا تو اس نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ انصاری نے اپنا ہاتھ روک لیا مگر میں نے اس کو اپنا نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ جب ہم مدینہ واپس لوٹے تو یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اُسامہ کیا تو نے اس کو قتل کر دیا اس کے بعد کہ اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے یہ صرف جان بچانے کے لئے کیا۔ پھر فرمایا کیا تم نے اس کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کے بعد قتل کر دیا۔ آپ اس کلمہ کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا (تا کہ نیا مسلمان ہونے سے سارے گناہ معاف ہو جاتے) (بخاری و مسلم) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دیا اور تو نے اس کو قتل کر دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے یہ بات ہتھیار کے خوف سے کہی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا کہ تمہیں علم ہو گیا کہ اس نے یہ کلمہ دل سے کہا یا نہیں؟ آپؐ اس بات کو لوٹاتے رہے یہاں تک کہ مجھے تمنا ہوئی کہ میں اس دن اسلام لاتا۔

اَلْحُرَقَۃُ: جہینہ کی شاخ۔

مُتَعَوِّذًا: قتل سے بچنے کے لئے اعتقاد سے نہیں۔

تشریح ✿ اسامہ بن زیدؓ: ان کے تفصیلی حالات گزرے۔ الحرقہ یہ قبیلہ جہینہ کا مشہور قصبہ ہے۔ جہینہ: حرقہ اس مقام پر اترنے والے قبیلہ کی وجہ سے شہر نام وہی رکھ دیا گیا۔ یہ جهینہ بنو قضاعہ کا قبیلہ ہے جو کوفہ و بصرہ علاقہ میں مقیم ہوئے (لب اللباب للاصفہانی) **فصبحنا القوم** ہم نے صبح کے وقت ان پر حملہ کیا۔ عرب کہتے ہیں **صبحته 'اذا اتته صباحًا**۔ اس میں تشدید لانے سے تکثیر مراد نہیں ہوئی۔ (الصحاح)

ولحقت انا و رجل: کہ میں اور انصاری اس کو جا ملے۔ مگر ابوداؤد کی روایت یہ ہے "وہ ہم سے ڈر کر بھاگ گئے۔ ہم نے ان میں ایک آدمی کو گھیر لیا" **غشیناہ** اس کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ **فکف عنه الانصاری**۔ انصاری نے اس کے کلمہ پڑھنے کی وجہ سے ہاتھ روک لیا۔ لب اللباب للاصفہانی (الصحاح)

طعنته برمحی حتی قتلته: روایت ابوداؤد میں **وضربناه حتی قتلناه** کے الفاظ ہیں اور مسلم کے لفظ **طعنته** ہیں تو موافقت اس طرح ہے کہ انہوں نے نیزہ مارا پھر دوسرے نے مار کر قتل کر دیا۔ **قدمنا المدینه** جب ہم مدینہ پہنچے اور مسلم کی روایت میں مبشر نے آ کر خبر دی اور اس آدمی کی بات بھی ذکر کی۔ تو آپ نے اسامہ کو بلایا جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں واضح ہے۔ نووی کہتے ہیں ممکن ہے کہ اسامہ کے دل میں اس کے قتل کے بعد یہ سوال ابھرا ہو کہ مجھ سے اس سلسلہ میں پوچھ ہوگی اور انہوں نے یہ نیت کی کہ ان سے پوچھا جائے تو مبشر فتح نے اسامہ سے پہلے اطلاع دے دی اور مدینہ واپسی پر اسامہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے تذکرہ کر دیا۔ اسامہ کے بیان میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ میں ابتداء بات بتلائی۔

فقال لی: آپ نے میرے فعل پر انکار کرتے ہوئے توبیخاً فرمایا: **یا اسامة اقتلته بعد قال لا اله الا الله**۔ یہ کلمہ جو کہ خون کا محافظ ہے اس کے کہنے کے باوجود تو نے اس کو قتل کر ڈالا۔ **کان متعوذًا**۔ یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس نے پناہ

لینے اور اپنی جان بچانے کے لیے یہ لفظ بولے۔ حقیقی طور پر اسلام لانے کی غرض سے نہیں بولے۔ شاید اسامہ کے ہاں وہ بات قائم ہو جس سے انہوں نے اس کے قتل کا اقدام کیا وہ استصحاب کفر کے باوجود تاویل کرنے والا تھا اور جو کلمہ اس نے کہا تھا اس کا فائدہ نہ تھا کیونکہ وہ حقیقی ایمان نہ تھا اور اسامہ کو اس کے حکم کے متعلق سوال کی قدرت نہ تھی (موقعہ جنگ تھا) اور وہ اس میں گناہ گار بھی نہ تھے اس لحاظ سے کہ ان کی طرف نسبت کے لحاظ سے یہ حکم تھا۔ لیکن جب شریعت نے احکام شرع کو ظاہر پر جاری کیا ہے تو اس صورت میں یہ تاویل قابل سماعت نہ تھی کہ جس سے اس کا قتل جائز ہو سکے اس لئے رسول ﷺ نے بلیغ ترین انداز سے اس کی ممانعت کو پختہ کیا اور تاکید فرمائی تاکہ یہ شبہہ اس کے دل سے جاتا رہے اور ان کے سامنے واضح ہو جائے ایسی صورت حال میں ان کو رک جانا ضروری تھا۔ البتہ ان کی تاویل قصاص سے مانع تھی۔ کیونکہ انہوں ظن کفر سے قتل کیا تھا۔ جیسا کہ یہ ارشاد اس پر دلیل ہے "**انماقالها خوفامن السف**" بخلاف کفارہ کے۔ آپ ﷺ کی خاموشی 'تاخیر **البیان الی وقت الحاجة**'' کی قسم سے تھے۔

وجوب دیت میں علماء کا قول مختلف فیہ ہے

فما زال یکررها علی۔ انکار اور توبیخ کے لیے یہ جملہ دھراتے رہے۔ **لم اکن اسلمت قبل ذلك** ۔یعنی میں آج کے روز اسلام لاتا تاکہ میرا متقدم گناہ مٹ جاتا۔ نووی کہتے ہیں اس کلام سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس بات کو بہت بڑا محسوس کیا۔ ابن رسلان کہتا ہے۔ گویا انہوں نے اس کے مقابلے میں انہوں نے اس سے پہلے اسلام اور اعمال صالحہ کو حقیر قرار دیا کیونکہ آپ ﷺ نے اس گناہ پر شدت سے انکار فرمایا۔ حاشیہ کشاف میں ہے ان کا مقصد یہ تھا کہ ایسا اسلام چاہئے جو اسلام سے خالی ہو انہوں نے عدم اسلام نہیں چاہیا۔ (کشاف)۔

فرق رو بیت :اقال لااله..... **همزه** انکار کا ہے۔ **قتلته** سے پہلے ہمزہ محذوف ہے یعنی کیا اس کے باوجود کہ اسے یہ کلمہ کہا اور تو نے قتل کر دیا۔

خوفا من السلاح: ہا ہتھیاروں سے ڈر کر ایمان لایا نہ کہ حقیقی طور پر ایمان لایا۔

افلاشققت قلبه: تو نے پختہ اعتقاد کر لیا تو تو نے دل کو کیوں نہ چیرا تاکہ تم جان لیتے کہ وہ اسی طرح ہے۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ ایمان حقیقی تو مخفی ہے اور اس کا مقام دل ہے جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور احکام کا دارومدار تو ظاہر پر ہے۔ جب تمہیں اس بات کا ذمہ دار نہیں بنایا گیا تو تو نے کیوں نہ چیر لیا ہوتا کہ تمہیں اطلاع ہو جاتی کہ آیا وہ سچا ہے یا منافق ہے۔

حتی تعلم أقالها: کہ اس کے دل نے بھی یہ بات کہی اور تسلیم کی ہے۔ قالؔ کا فاعل ضمیر ہے جو قلب کی طرف راجع ہے۔ ام **لا** یا نہیں کہی۔ ① اس میں اہل حق کے لیے دلیل ہے کہ کلام نفسی ثابت ہے۔ معتزلہ کا گمراہ گروہ اس کا قائل نہیں۔ ② ۔احکام اسباب ظاہرہ پر جاری ہوئے ہیں' باطنی و خفی حالت پر نہیں۔ **الحرقه** ابن عبدالبر کہتے ہیں جہینہ یہ عقبہ بن عامر کا قبیلہ ہے اور حرقہ انہی کی ایک شاخ ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ بنو حمس کی اولاد کو حرقہ کہا جاتا ہے۔ حمس بن عامر بن مؤدعہ بن جھینہ بن زید بن اسود بن اسلم بن عمر بن الحاف بن قضاعۃ۔ (کتاب الانباء فی اصول الانساب)

فائدہ: نسب کے مندرجہ ذیل مراتب ہیں ① قبلیہ ② شعیب ③ فخذ ④ فصیلہ ⑤ بطن ⑥ عشیرہ۔

"**کتاب الانباء فی اصول الا نساب لا عن عبدالبر**" "**لا معتقد الها**۔ اسامہ کا خیال تھا کہ قتل کفار کے لئے رکاوٹ

حقیقی اسلام ہے اور وہ اس میں پایا نہیں گیا حالانکہ اسلام ظاہری بھی قتل سے مانع ہے۔

تخریج: بخاری فی المغازی والدیات مسلم فی الایمان ابو داؤد فی الجهاد البزاز (اطراف مزی) ابن حبان ٤٧٥١ احمد ٢١٨٠٤۔

الفوائد: عمل ظاہر کا اعتبار ہوگا خواہ اس کے حال سے جو کچھ بھی ظاہر ہو۔

۳۹۵: وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ بَعْثًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَنَّهُمُ الْتَقَوْا فَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِذَا شَآءَ اَنْ يَّقْصِدَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ لَهٗ فَقَتَلَهٗ وَاَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ غَفْلَتَهٗ وَكُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّهٗ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَلَمَّا رَفَعَ عَلَيْهِ السَّيْفَ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَتَلَهٗ فَجَآءَ الْبَشِيْرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَاَلَهٗ وَاَخْبَرَهٗ حَتّٰى اَخْبَرَهٗ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ فَدَعَاهُ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ: "لِمَ قَتَلْتَهٗ؟" فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْجَعَ فِی الْمُسْلِمِيْنَ وَقَتَلَ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّسَمّٰى لَهٗ نَفَرًا وَاِنِّیْ حَمَلْتُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاَى السَّيْفَ قَالَ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَقَتَلْتَهٗ؟" قَالَ: نَعَمْ قَالَ: "فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَآءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟" قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْلِیْ قَالَ: وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَآءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟" فَجَعَلَ لَا يَزِيْدُ عَلٰى اَنْ يَّقُوْلَ: "كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَآءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۹۵: حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کا ایک لشکر مشرکین کی طرف روانہ فرمایا۔ ان کا آپس میں مقابلہ ہوا۔ مشرکوں میں سے ایک آدمی جب کسی مسلمان کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو موقع پا کر اس کو قتل کر دیتا۔ مسلمانوں میں سے بھی ایک شخص اس کی غفلت کو تاڑنے لگا اور ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ وہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما تھے جب انہوں نے اس پر تلوار اٹھائی تو اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیا لیکن انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ خوشخبری دینے والا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپؐ نے اس سے حالات پوچھے اس نے بتلائے یہاں تک کہ اس نے اس آدمی کا واقعہ بھی بیان کیا کہ اس نے کس طرح کیا۔ آپؐ نے اس کو بلایا اور ان سے پوچھا تم نے اس کو کیوں قتل کیا؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے مسلمانوں کو بڑی تکلیف دی اور اس نے فلاں فلاں کے نام لے کر بتایا کہ ان کو قتل کیا اور میں نے اس پر حملہ کیا۔ جب اس نے تلوار کو دیکھا تو اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس کو قتل کیا؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا تو اس وقت کیا کرے گا جب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ آئے گا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے استغفار فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو قیامت کے دن لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ کیا کرے گا؟ آپ یہی فقرہ دہراتے جاتے اور اس پر کوئی فقرہ زائد نہ فرماتے کہ جب یہ کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قیامت کے دن آئے گا تو تم کیا کرو گے۔ (مسلم)

تشریح ۞ جندب بن عبد اللہ ؓ کا تعلق مشہور قبیلہ بجیلہ سے ہے **بعث بعثا بعث** کی جمع بعوث وبعاث (المصباح) مواہب میں لکھا ہے کہ کسی کام کی خاطر بھیجا جانے والا لشکر کا چھوٹا دستہ بعث کہلاتا ہے (المواہب) من المسلمین یہ محل صفت میں لایا گیا۔ مسلمانوں کا ایک دستہ بھیجا۔ **المشرکین** سابقہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنوحرقہ تھے۔ ممکن ہے اہل **میفعه** ہوں۔ بقول صاحب قاموس حرقہ اور میفعہ دونوں ساحل یمن کے شہر ہیں۔ اس سریہ کے امیر عبداللہ بن غالب لیثی ؓ تھے قطلانی کہتے ہیں اس سریہ میں اسامہ بن زید نے نھیل بن مرداس کو **لا اله الا الله** کہنے کے باوجود قتل کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''**الاشققت عن قلبه فتعلم اصادق اصوام کاذب** (المواہب) مگر اکلیل میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ اس سریہ میں پیش آیا سہ ۸ھ میں حرقہ کی طرف بھیجا گیا اس میں خود اسامہ امیر لشکر تھے' اس سے یہ بات معلوم ہوئی مقتول والا واقعہ اہل حرقہ کی طرف لشکر کشی کے زمانہ کا ہے۔ **التقوا** کفار مسلمانوں سے ڈر کر منتشر ہو گئے اس لیے بعض سے سامنا ہوا۔ **ان یقصدالی قصدله**۔ پہلے مقصد کے لفظ کو الی سے اور پھر لام سے متعدی بنایا۔ یہ وجوہ استعمال کے لحاظ سے ہے۔ ③ قصد بغیر صلہ کے بھی متعدی ہو جاتا ہے۔ جیسے عرب کہتے ہیں **قصدت الشئ وله والیه از باب صرف**۔ یعنی میں نے اس کو معین طور پر ڈھونڈا (المصباح) مقصد یہ ہے کہ وہ بڑا جنگجو اور نہایت جرآت مند تھا۔ جس مسلمان کا قصد کرتا اسے قتل کر دیتا۔ (المصباح) **غفلته**۔ میں نے اس کا پیچھا کیا۔ **کنا نتحدث انه اسامه**, ہم کہتے تھے وہ اسامہ حبیب الرسول تھے۔ **قال لااله اله الله**۔ تلوار پہنچے سے پہلے اس نے لا الہ کہہ دیا۔ **البشیه** فتح کی خوش خبری دینے والا۔ **فساله** آپ نے لشکر کے تفصیلی حالات دریافت کئے۔ تاکہ ان افعال کے احکامات جواب تک بیان نہ ہوئے وہ ظاہر کر دیے جائیں۔ **اخبرہ** ایک کے دوسری خبری تسلسل سے بتلائیں **خبر الرجل**۔ اسامہ کے ساتھ پیش آنے والے آدمی کا واقعہ بتلایا پہلے روایت گزری کہ آپ کو پہلے اطلاع مل چکی پھر اسامہ نے بھی دریافت پر بتلائی۔ **فقال لهم قتلته**۔ تمہارے اس کو قتل کر دینے کی کیا وجہ ہے۔ **اوجع**۔ اس سے بہت سے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا۔ **نفرا** تین سے نو تک آدمیوں پر بولا جاتا ہے۔ بعض نے سات کہے دس سے زائد کو نفر نہیں کہتے' انہوں نے بتلایا اس نے فلاں فلاں مسلمان کو قتل کر دیا۔ **حملت علیه** یک بارگی حملہ کرنا' ابو زید کہتے ہیں **حملت علی بنی فلان** کا معنی چٹی دلانا اور **حمل علی نفسه فی السیر**۔ اپنی جان کو تھکانا۔ **فکیف تصنع بلدالناریوم القیامه**۔ جب وہ قیامت کو کلمہ توحید لائے گا تو تیری کون سفارش کرے گا تیری طرف سے کون جھگڑے گا۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا جس نے کلمہ پڑھا تو نے اسے کس طرح قتل کر دیا حالانکہ اس کو اسلام کی حرمت وذمہ داری حاصل ہو چکی۔ **استغفرلی**۔ اس غلطی سے جس میں میں مبتلا ہو گیا۔ **قال فکیف تصنع بلااله الا الله** آپ ﷺ نے توبیخ اور تخذیر کے لیے یہ کلمات بار بار دھرائے تاکہ آئندہ ارتکاب نہ ہو۔ قول اسامہ کی طرف اس معاملے کی اہمیت کی وجہ نہ دے رہے تھے اور وہی کلمہ دہرا رہے تھے۔

فائدہ: ابوالشیخ نے اپنے عوالی میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسامہ کی توبہ نازل فرمائی۔ (العوالی لابی الشیخ)۔

تخریج: مسلم فی الایمان (۹۷)

الفرائد: کلمہ توحید قیامت کے دن اقرار کرنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گا۔ ''عوالی ابی الشیخ''۔

۳۹٦ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ :سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: اِنَّ نَاسًا كَانُوْا يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ وَاِنَّمَا نَاْخُذُكُمُ الْاٰنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا خَيْرًا اَمَنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ وَلَيْسَ لَنَا مِنْ سَرِيْرَتِهٖ شَيْءٌ اَللّٰهُ يُحَاسِبُهُ فِيْ سَرِيْرَتِهٖ شَيْءٌ اَللّٰهُ يُحَاسِبُهُ فِيْ سَرِيْرَتِهٖ وَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا سُوْءً اَلَمْ نَاْمَنْهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ وَاِنْ قَالَ اِنَّ سَرِيْرَتَهٗ حَسَنَةٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۳۹٦: حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطابؓ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں کچھ لوگوں کا مواخذہ تو وحی کے ذریعہ ہو جاتا تھا لیکن اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور باطن کے حالات پر مواخذہ ممکن نہیں رہا۔ اس لئے ہم اب تمہارا مواخذہ صرف تمہارے ان عملوں پر کریں گے جو ہمارے سامنے آئینگے پس جو ہمارے سامنے بھلائی ظاہر کرے گا ہم اس کو امن دیں گے اور اس کو اپنے قریب کریں گے۔ ہمیں اس کے اندرونی حالات سے کوئی سروکار نہ ہوگا ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے اور جو ہمارے سامنے برائی ظاہر کرے گا ہم اسے امن نہ دیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے اگرچہ وہ یہ کہے کہ اس کا باطن اچھا تھا۔ (بخاری)

تشریح ۞ عبداللہ بن عتبہ: یہ عبداللہ بن مسعود کے بھتیجے ہیں۔ مہاجرین کی اولاد سے ہیں ان کی ایک روایت ہے جو انہوں نے اپنے چچا اور عمر بن خطاب سے سنی ہے اور ان سے اس روایت کو ان کے بیٹے عبید اللہ فقیہما اور عون الزاہد اور ابن سیرین نے سنا ہے۔ ابن سیرین کہتے تھے ابن سعد پختہ بلند' کثیر الفتوی والحدیث تھے۔ کوفہ میں سہ۷۴ھ وفات ہوئی۔ (الکاشف) ناسًا۔ یہ اصل میں اناس ہے فا کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا۔ انقطع۔ یعنی آپ کی وفات سے سلسلہ بند ہو گیا۔ خیوا سے مراد ایمان وعدل ہے۔ امناہ۔ یہ امن سے ہے۔ ہم اس کو اپنے ہاں امین قرار دیں گے اور ایک روایت میں ہے۔ ''ومن یظھر منکم خیرًا ظننا به خیرًا واحببناہ'' تم میں جو بھلائی ظاہر کرے گا ہم اس کے متعلق خیر کا گمان کریں گے اور اس کو قریب کریں گے۔ لیس لنا من سریرته شئي۔ ہم کو اس کے مخفی باطن سے کوئی تعلق نہیں۔ نحو لیس کا اسم شئی ہے خبر دونوں میں سے ایک ظرف ہے اور دوسرا ظرف اسم لیس سے حال ہے۔ کیونکہ وہ نکرہ مقدم ہے۔ الله یحاسبه۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ابن جو ضمیر مفعولی کو حذف مانتے ہیں۔ بخاری کی روایت میں ضمیر اسی طرح ہے شاید حافظ کو اطلاع نہ ہوئی ہو۔ سوءً برائی کشمیہنی کی روایت میں شرًا کا لفظ ہے روایت ابو فراس میں ہے۔ ''ومن یظھر نها شرًا ظننا به شرا والغضتاہ علیه 'سرا ترکم فیما بینکم وبین ربکم' مہلب کا قول یہ ہے یہ حضرت عمر کی طرف سے اس بات کی اطلاع ہے کہ زمانہ رسول ﷺ میں لوگوں کا حال کیا تھا اور بعد میں کیا ہو گیا اس سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ عدل وہ ہے جس سے اشتباہ پیدا نہ ہو۔ احمد' اسحاق کا قول یہی ہے۔ یہ ان لوگوں سے متعلق ہے جو معروف ہوں غیر معروف کے متعلق نہیں۔

تخریج : بخاری فی الشهادات (۲٦٤١)

الفرائد : لوگوں کے معاملات میں ان کے ظاہر کا لحاظ ہوگا اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کیا جائے گا۔

۵۰ :بَابُ الْخَوْفِ

باب: خشیتِ الٰہی کا بیان

خوف سے مراد اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔ شرح رسالہ میں شیخ زکریا نے لکھا ہے۔ کسی ناپسند کام کے کرنے سے دل کا گھبرانا یا کسی پسندیدہ چیز کے فوت ہونے سے دل کا گھبرانا اور خوف کا سبب یہ ہے کہ مخلوقات میں بندہ اس طرح سوچ و بچار کرے جیسا وہ اپنی کوتاہی' بے توجہی اور وارد ہونے والی میں قلت توجہ ہے اور اس بات کو سوچنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخالفت کرنے والے لوگوں کو ہلاک کیا ان کیلئے آخر میں کیا سزائیں تیار کی ہیں اس کو کبھی تو خوف سے اور کبھی فزع اور کبھی روع و رہبت سے اور کبھی خیفت و خشیت کے مختلف ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے جب کہ سب کی حقیقت ایک ہے۔ آیات اسکو واضح کر رہی ہیں۔

قَالَ اللّٰہ تَعَالیٰ :

﴿وَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنَ﴾ [البقرة: ۴۰]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور مجھ ہی سے ڈرو''۔ (البقرۃ)

وَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنَ۔ تم مجھ سے ایسا ڈرو جس کے ساتھ ان چیزوں کا تحفظ شامل ہو جن کو تم انجام دیتے اور چھوڑتے ہو۔ یہ تخصیص کے لحاظ سے ''ایاك نعبد'' سے زیادہ موکد ہے۔ کیونکہ اس میں محفول کا تکرار جمع تقدیم' فا جزائیہ جو کلام کے متضمن معنی شرط پر دلالت کرنے والی ہے گویا اس طرح کہہ دیا گیا ان کنتم راھبین شیئاً فارھبون اس آیت میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرنا چاہئے۔

وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ﴾ [البروج: ۱۲]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔'' (البروج)

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ۔ البطش سختی سے پکڑنا اور پکڑے ہوئے پر سختی ارادہ باری تعالیٰ کے مطابق ہو۔

وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ وَمَا نُؤَخِّرُهٗ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ، فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ﴾ [هود: ۱۰۲-۱۰۶]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور اسی طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ کسی بستی کو پکڑتا ہے اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہے۔ بلاشبہ اس کی پکڑ سخت دردناک ہے۔ بے شک اس میں نشانی ہے اس شخص کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرا۔ یہ وہ دن ہے جس دن میں لوگ جمع ہوں گے اور یہ دن حاضری کا ہے۔ ہم اسے صرف مؤخر کر رہے ہیں ایک شمار کی ہوئی مدت کے لئے۔ اس دن کوئی نفس کلام نہیں کر سکے گا مگر اس کی اجازت سے۔ پس ان میں کچھ لوگ بد بخت ہوں گے اور بعض خوش نصیب۔ پس پھر وہ لوگ جو بد بخت ہوئے وہ آگ میں ہوں گے۔ ان کے لئے اس آگ میں چیخنا اور چلانا ہوگا''۔ (ھود)

وکذلك اخذ ربك الایات: **کذلك** کا مطلب اس پکڑ کی طرح جو گزشتہ اقوام پر کی گئی **اذا اخذ القری**۔ **القریٰ** سے اہل القریٰ مراد ہیں اور اذا کو اذ پڑھا گیا اس لئے کہ معنی تو ماضی کا ہے۔ **وھی ظالمۃ یہ القریٰ** سے حال ہے اور اصل میں اہل قریہ کے ظالم کو بیان کیا گیا ہے۔ لیکن قریہ کو اہل قریہ کے قائم مقام لایا گیا تو اسی پر حکم لگا دیا گیا اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ ان کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑا گیا اور ہر ظالم کو اپنے نفس سے ظلم سے ڈرایا گیا ہے یا غیر کے بدترین انجام سے۔

ان اخذہ الیم شدید۔ یعنی ان کی پکڑ سخت دردناک ہے جس سے چھٹکارا ممکن نہیں یہ تہدید و تحریر میں مبالغہ ہے۔ **ذلك** کا مشار الیہ وہ عذاب ہے جو ان ہلاک شدہ اقوام پر اترا یا وہ واقعات جن میں ان کے حالات ذکر فرمائے **لاٰیۃ** سے یہاں عبرت کی نشانی مراد ہے۔ **لمن خاف عذاب الاخرہ** وہ اس نصیحت سے عبرت حاصل کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس چیز نے ان کو آن گھیرا ہے وہ اس عذاب کا ایک نمونہ ہے جو مجرمین کو آخرت میں ملے گا یا اس عذاب کو لازم کرنے والے اسباب سے ڈر جائے کیونکہ وہ ایسے معبود مختار کی طرف سے ہے جو جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا اور جس کو چاہتا رحم فرماتا ہے۔ پس جس آدمی نے آخرت کا انکار اور اپنے فناء ہونے کو محال قرار دیا تو اس نے اس عالم کو فاعل مختار کے قبضہ میں قرار نہیں دیا۔ ان وقائع کو اسباب فلکیہ کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کی جو کہ ان ایام میں جمع ہو گے ہلاک ہونے والوں کے گناہ اس کا باعث نہ تھے۔

ذلك یہ قیامت کے دن اور عذاب آخرت کی طرف اشارہ ہے اس دلیل **یوم مجموع لہ الناس** یہ حصہ آیت ہے۔ مجموع کا معنی یہ ہے کہ لوگ اس میں جمع ہونگے اور اس کی تعبیر جمع سے اس لیے لائی گئی تا کہ اس میں اجتماع کا معنی ثابت ہو جہاں لوگوں کا محاسبہ اور مجازات ہو۔

ذلك یوم مشھود۔ اس دن آسمان و زمین والے آ موجود ہونگے اور اس میں توسیع ظاہر کرنے کے لئے مفعول کی جگہ ظرف لائے اور یوم کو خود مشہود قرار دیا جائے تو عظمت یوم کی غرض فوت ہو جائے اور دوسرے دنوں سے اس کا امتیاز ختم ہو جائے۔ **وما نؤخرہ الا لاجل معدود**۔ اور اس دن کی تاخیر ایک مدت مقررہ کی انتہاء کے لئے ہے۔ اس سے مراد مقررہ مدت تاجیل ہے۔ مدت کی انتہاء نہیں وہ تو شمار ہی نہیں کی گئی۔ **یوم یات**۔ جب وہ جزاء آئے گی یا وہ دن آئے گا یہ اس قول کی طرح **حتی تاتیھم الساعۃ** ہے یہ اس وقت ہے جب کہ یوم کو حین کے معنی میں لیں۔ یا اس کا فاعل اللہ تعالیٰ کو مانا جائے جس دن اللہ تعالیٰ اس کو لے آئیں گے جیسا اس آیت میں ہے۔ **ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ**۔

لاتکلم۔ یہ اصل میں **لا تتکلم** ہے ایک تا کو حذف کر دیا۔ نفس یعنی کو نفس کلام نہ کرے گا ایسے جواب سے جو نجات دلائے یا

فائدہ پہنچائے۔ ② شفاعت کی بات نہیں کر سکے گا۔ ③ یوم کا ناصب یہی ہے۔ ④ یہ احتمال ہے کہ اس سے پہلے اذکر کو مضمر مانا جائے یا انتہاء محذوف کا ظرف ہو۔

الا باذنه۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جیسے اس ارشاد میں لایتکلمون الامن اذن له الرحمان اور یہ موقف حساب میں پیش آئے گا اور هذا یوم لا ینطقون و لا یؤذن لهم فیعتذرون اس میں دوسرے موقف کا بیان ہے یا بولنے کی اجازت سے جوابات صحیحہ مراد ہیں اور ممانعت کا مطلب اعذار باطلہ ہیں۔

فمنهم شقی۔ وعید کی وجہ سے جن پر آگ واجب ہو چکی ہوگی۔ و مسعید بعض خوش نصیب ہوں گے جن پر وعدے کے مطابق جنت واجب ہو چکی ہوگی۔ ھم کی ضمیر اہل موقف کی طرف راجع ہے۔ اگرچہ یہاں تذکرہ نہیں لیکن لاتکلم نفس اس پر دلالت کر رہا ہے۔ فاماالذین شقوافغی النارز فیر سانس نکالنے کو کہتے ہیں۔ شهیق سانس واپس کرنا ان کا استعمال گدھے کی آواز کی ابتداء کو زفیر اور انتہاء کو شهیق کہتے ہیں۔ اس سے مقصود اس کی سخت تکلیف کو بتلانا اور غم شدید کو ظاہر کرنا ہے۔ ان کی حالت کو اس آدمی سے تشبیہ دی ہے جس کے دل پر حرارت کا غلبہ ہو جائے اور اس کی روح اس میں پھنس کر رہ جائے۔ یا ان کی چیخوں کو گدھوں کی آوازوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ [آل عمران:۲۸]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں''۔ (آل عمران)

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ: اللہ تعالیٰ تم پر اس فعل کے کرنے سے ناراض ہوتے ہیں جو ممنوع ہے اور ممنوع چیز میں ملابست سے ناراض ہوتے ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ﴾

[عبس:۳۴-۳۷]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے اور ماں سے اور باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اولاد سے۔ ہر شخص کے لئے ان میں سے اس دن ایک ایسی حالت ہوگی جو اس کو دوسروں سے بے نیاز کر دے گی''۔ (عبس)

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ الایہ۔ یوم یہ اذا ظرفیہ کا بدل ہے جو شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے۔ جو اس سے پہلی آیت کے آخر میں ہے۔ آیت میں پہلے بھائی پھر والدین کا ذکر کیا کیونکہ یہ قریب ترین ہیں پھر بیوی اور بیٹے کا ذکر کیا کیونکہ یہ قریب تر ہیں بھائی کے تذکرہ کا مقصد یہ ہے کہ کوئی کسی کے لئے کھڑا نہ ہوگا۔ یغنیہ ایسی حالت ہوگی جو اس کو دوسرے کی حالت سے بے خبر کر دے گی یعنی ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔

النحو: یہ جملہ حال ہے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ اذا محذوف کا یہ جواب ہے۔ یا بعض نے کہا وہ اپنے گناہوں کے نتیجہ سے ڈر کر بھاگے گا بھائی کہے گا تو نے اپنے مال سے میرے ساتھ ہمدردی نہیں کی اور والدین نے ہم پر احسان میں کوتاہی کی ہے اور بیوی کہے گی تو نے مجھے حرام کھلایا حرام کیا اور بیٹا کہے گا تو نے نہ مجھے تعلیم دی اور نہ سیدھا دکھلایا۔ کواشی کہتے ہیں یہ آیت ہر کافر کے لئے ہر موقع کے لحاظ سے عام ہے اور البتہ مؤمن کے لیے بعض خاص مواقع کے لحاظ سے خاص ہے۔ یعنی مؤمن پر ان میں سے بعض مواقع، بعض مقامات پر پیش آئیں گے اور بعض کو پیش آئیں گے۔

وَقَالَ تَعَالَى :

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ‘ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ [الحج: ١ - ٢]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو! بے شک قیامت کے زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے شیر خوار بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا اور تم دیکھو گے کہ لوگ نشے میں ہیں حالانکہ وہ مستی میں نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے"۔ (الحج)

یایھا الناس اتقو ربکم الایہ۔ قیامت کی اشیاء کو حرکت دینے میں اسناد مجازی ہے۔ ② اشیاء کے اس میں حرکت کرنے کی اضافت اضافت معنویہ ہے اسی طور پر جیسے مصدر کی اضافت ظرف کی طرف مفعول بہ کے قائم مقام قرار دے کر کی جاتی ہے۔ شئی عظیم خوفناک چیز ہے انسانوں کے تقویٰ والے معاملے کے لئے قیامت کی شدت کو تعلیل بنایا۔ تاکہ اپنی عقول سے قیامت کا تصور کریں اور وہ سمجھ لیں کہ وہ اس خوف سے اسی وقت بچ سکتے ہیں جب وہ لباس تقویٰ کو زیب تن کریں۔ انہیں چاہیے کہ اپنے نفوس کی بقاء کے لئے تقویٰ کا دامن تھام لیں۔

یوم ترونھا تذھل۔ اس میں قیامت کی ہولناکی کی تصویر کھینچی گئی ہے ضمیر کا مرجع زلزلہ ہے اور یوم کا نصب تذہل فعل کی وجہ سے ہے۔ یہ معروف مجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ ای تذھلھا الزلزلہ زلزلہ اس کو بھلا دے گا۔ ذہول دہشت کی وجہ سے کسی معاملے میں بے خبر ہو جانا۔ مقصد یہ ہے کہ قیامت کا خوف اس قدر ہوگا کہ جب ماں دہشت زدہ ہو جائے گی تو جس بچے کو دودھ پلا رہی تھی اپنا پستان اس کے منہ سے کھینچ کر اس سے غافل ہو جائے گی۔ ما موصولہ یا مصدریہ ہے۔

وتضع کل ذات حمل حملھا۔ حاملہ اپنا جنین خوف کی وجہ سے پھینک دے گی۔

وضع حمل کا وقت ① زلزلہ قیامت کے وقت دنیا میں دینا سے نکلنے سے پہلے ② یہ شدائد احوال کی تصویر بیان کی کہ فرض کرو اگر قیامت کے اس ہولناک دن میں کوئی حاملہ و مرضعہ ہو تو وہ اپنے حمل کو گرا دے اور نومولود کو مرضعہ بھول جائے۔ واقعۃً نہ وہاں کوئی حمل اور نہ وضع اور نہ کوئی مرضعہ ہوگی جیسے عرب کہتے ہیں۔ اصابنا یشیب فیہ الولدہ سراداس سے شدت لیتے ہیں (شرح مسلم کتاب الایمان)۔

وتری الناس سکاریٰ۔ گویا کہ وہ نشے میں ہیں۔
وھم بسکری وہ حقیقۃً نشے میں نہیں ہونگے "ولکن عذاب اللّٰہ شدید "عذاب کی شدت نے ان کی عقول کو اڑا دیا اور امتیاز کو ختم کر دیا۔
وَقَالَ تَعَالٰی :
﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ﴾ [الرحمٰن:٤٦]
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
''اور جو شخص اپنے رب کے مقام سے ڈرا (اس کے لئے) دو باغ ہیں''۔(الرحمٰن)
وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ بمقام موقف کے معنی میں ہے۔اس موقف سے ڈر گیا جس میں بندے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب کے لیے کھڑے ہونگے۔ ② یہ قام علیہ سے ماخوذ ہے یعنی نگرانی کرنا۔اپنے رب کی احوال پر نگرانی سے ڈر گیا کہ وہ ہر چیز پر رقیب ہے۔③ اپنے رب کے ہاں حساب کے لیے خوف کرنے والے کے کھڑے ہونے سے ڈر گیا۔اللہ کی طرف مقام کی نسبت تفخیم شان کے لیے ہے۔یا ڈرانے کے لئے ہے۔④ اپنے رب سے ڈر گیا مقام مقحم ہے مبالغہ کے لیے۔جنتان ایک جنت اعتقاد کی وجہ سے اور دوسری عمل کی وجہ سے ملے گی۔② ایک فعل طاعات کا انعام اور دوسری اجتناب معاصی کی وجہ سے۔③ ایک جنت بطور ثواب دی جائے گی دوسری بطور فضل وانعام ہوگی۔④ ایک جنت روحانی دوسری جسمانی۔ آلایات۔آخر سورت تک آیات یہ آیات امید کے ساتھ وعدوں پر مشتمل ہیں۔مناسب یہ ہے کہ مؤمن خوف کی وجہ سے گناہوں سے باز رہے اور امید کی وجہ سے طاعات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔ان کو ان آیات سے پہلے لائے کیونکہ وہ باب کے دلائل ہیں۔عمارت کی بنیاد ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خوف باب تخلیہ ہے رجاء باب تحلیہ سے ہے اور تخلیہ مقدم ہے اور پہلے کی قسم میں سے ہونے کی وجہ سے باب کو اسی پر ختم کیا۔اللہ۔
وَقَالَ تَعَالٰی :
﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ، قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ﴾ [الطور:٢٥-٢٨]
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
''وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے وہ کہیں گے بے شک ہم اپنے گھروں میں ڈرتے تھے پس اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور جہنم کے عذاب سے بچا لیا۔بے شک ہم اس سے پہلے اسی کو پکارتے تھے۔بے شک وہی احسان کرنے والا مہربان ہے''۔(الطور)
وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ۔بعض اہل جنت ایک دوسرے سے اس کے احوال واعمال کے متعلق دریافت کریں گے۔قالوا انا کنا قبل فی اھلنا مشفقین۔ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے خوفزدہ تھے اس سلسلہ میں اس کی طاعت سے مدد لینے والے تھے۔یا انجام سے ڈرنے والے تھے۔فمن اللہ علینا۔اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحمت وتوفیق سے

احسان فرمایا۔ وقنا عذاب السموم اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیا جو زہر کی طرح مسامات میں اثر انداز ہونے والی تھی۔
اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ۔ بلاشبہ وہ محسن ہے۔ کیونکہ کثیر رحمت والا ہے۔ خوف کے سلسلہ میں بہت آیات وارد ہیں۔ تمرکاً یہاں بعض کا تذکرہ کر کے اشارہ کر دیا ہے۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ جِدًّا مَعْلُوْمَتٌ وَالْغَرَضُ الْإِشَارَةُ اِلٰى بَعْضِهَا وَقَدْ حَصَلَ، وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا فَنَذْكُرُ مِنْهَا طَرَفًا وَّبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔

اس سلسلہ میں آیات تو بہت ہیں اور معروف ہیں اور مقصد بعض کی طرف اشارہ کرنا ہے جو حاصل ہو گیا۔ باقی احادیث بھی بہت ہیں ہم ان میں سے چند کو ذکر کر رہے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

احادیث مرفوعہ وہ بہت ہی زیادہ ہیں ان میں سے چند کا تذکرہ کیے دیتے ہیں طرف کا لفظ ظرف مقدم کا حال ہے اور مِن بیانیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق کے طالب ہیں کیونکہ تمام اسباب و مسببات میں موافقت وہی پیدا کرنے والا ہے اور بندے میں قدرت طاعت بھی اسی کی پیدا کردہ ہے۔

۳۹۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ وَالْمَصْدُوْقُ " اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُّطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيْهِ الرُّوْحَ وَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهٖ وَاَجَلِهٖ وَعَمَلِهٖ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ - فَوَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ غَيْرُهٗ اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا ، وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۹۷: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہؐ نے بیان فرمایا اور آپؐ سچے رسول ہیں۔ بے شک تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے پیٹ میں نطفے کی صورت میں چالیس دن تک رہتا ہے پھر وہ اتنے ہی دن جما ہوا خون رہتا ہے۔ پھر اتنے ہی دن گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ پھر فرشتہ بھیجا جاتا ہے پس اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور فرشتے کو چار باتوں کا حکم ملتا ہے۔ اس کا رزق اس کا وقت مقررہ اور اس کا عمل اور وہ بد بخت ہے یا خوش نصیب ہے لکھ دو۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک تم میں سے ایک شخص جنتیوں والے عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا لکھا ہوا اس پر غالب آتا ہے اور وہ اہل جہنم جیسے کام کرنے لگتا ہے۔ پس وہ اس میں داخل ہو جاتا ہے اور بے شک تم میں سے ایک شخص جہنمیوں والے کام کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پس اس پر لکھا ہوا غالب آجاتا ہے پس

وہ اہل جنت جیسے عمل کرنے لگتا ہے اور اس میں داخل ہو جاتا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ✿ **هو الصادق** : یعنی اپنے اقوال و افعال میں آپ سچے ہیں المصدوق اور اس میں سچے ہیں جو آپ کے پاس وحی آتی ہے۔ نحو: یہ جملہ معترضہ ہے تاکہ تمام احوال کو شامل ہو جاتے۔ **ان احل کم یجمع** : یہ فعل مجہول ہے اس کا معنی مقدر کرنا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ **خلق فی بطن امه** :خلق سے مراد جو اس سے تخلیق کرنا ہے۔ فی بطن نمبر ا امہ یہ خلق کی صفت ہے نمبر ۲ حال ہے یعنی مادہ خلقیہ جو اس سے حاصل ہونے والا ہے یا اس حال میں کہ وہ حاصل ہونے والا ہوتا ہے۔

اربعین یوماً نطفه: یوماً ظرف محذوف کا ظرف ہے۔ نطفہ نطف ینطف کا معنی بہنا مطلب جمع ہونا۔ وہ چالیس ایام تک عورت کے چمڑے کے نیچے رہتا ہے اس کے بعد کہ وہ ہر ناخن اور بال کے نیچے پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ پھر وہاں سے رحم میں خون کی صورت میں اترتا ہے۔ یہی اس کا جمع ہونا ہے اور یہ اس کے علقہ بننے کا وقت ہے۔ منی کی صورت سے چالیس دن سے پہلے دوسری صورت میں منتقل نہیں ہوتا۔ **ثم یکون علقة** پھر وہ جمے خون میں بدل جاتا ہے کیونکہ وہ اس وقت رحم سے چمٹ جاتا ہے۔ **مثل ذلك** ① نصب کی صورت میں یہ علقہ کی صفت ہے اور ذلک کا اشارہ اس کی تخلیق کی طرف ہے۔ یعنی وہ جما ہوا خون جو اپنی تخلیق کے مماثل ہے۔ اس طور پر کہ وہ دونوں چالیس چالیس دن رہے ہیں۔ **ثم یکون مضغة** پھر وہ گوشت کا اتنا ٹکڑا بن جاتا ہے۔ جو چبا سکیں۔ **مثل ذلك** یعنی اتنے ہی دن جن کی مقدار چالیس ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ صورت اور اعضاء پیدا فرماتے ہیں۔ مثلاً آنکھ' کان' ناک ہر وغیرہ اس آیت میں یہی بات فرمائی **هو الذی یصور کم فی الارحام کیف یشاء**۔

ثم ارسل الملك : پھر جب ایک بیس دن مکمل ہو جاتے ہیں۔ تو چوتھے دور میں اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتے ہیں۔

النحو : ارسل یہاں مجہول ہے۔

ازالہ شبہ: اس روایت اور مسلم کی حذیفہ بن اسید والی مرفوع روایت میں کوئی منافات نہیں۔ "**اذا تربالنطفة ثنتان واربعون لیلةبعث الله ملكاً منصورها وخلق سمحها و بصرهاوجلدها وعظامها ثم یقول أ ذ کره ام انثی فیقضی ربك ماشاء ثم یكتب اجله ورزقه**" کیونکہ فرشتے کے تصرف مختلف اوقات ہیں۔ ا) جب وہ نطفہ ہوتا ہے۔ پھر علقہ بن جاتا ہے اور یہ فرشتے کا پہلا مرحلہ ہے کہ وہ پیدا کیا جائے گا اور یہ پہلے چالیس روز کے بعد ہے اس وقت اس کا رب اس کا رزق' اجل اور عمل' خلقت' صورت لکھتا ہے۔ پھر اس پر تصویر ڈالی جاتی اور اس کے اعضاء بنائے جاتے ہیں اور یہ تیسرے چالیس یوم کے مرحلے کی بات ہے۔ تصویر کا مرحلہ تحریر کے بعد ہے۔ پھر اس کو دوسرے وقت میں منتقل کر دیتے ہیں کیونکہ پہلے چالیس کے بعد تو عادۃً تصویر موجود نہ تھی مصنف نے شرح مسلم میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ عورتوں سے یہ بات مشہور چلی آرہی ہے کہ جب نطفہ مذکر ہو تو پہلے چالیس دن میں تصویر اس طرح بنا دی جاتی ہے کہ جس سے اس کی ہر چیز کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ ناف بھی۔ پس ابن مسعود والی روایت کو بنات یا غالب حالات پر محمول کیا جائے گا۔ (یہ بھی ممکن ہے کہ عورتوں کو اپنے اس تجربہ میں غلطی لگی ہو اور روایت بلا تاویل اپنے مقام پر درست ہو۔ مترجم)۔

لینفخ فیه الروح :اس بنائے ہوئے میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ جبکہ جسم واعضاء کی تخلیق مکمل ہو جاتی ہے۔ ایک دلیل

وثبوت نفخ روح سے معلوم ہوا کہ روح مخلوق ہے۔ نفخ و نفث یہ دونوں لفظ ایک معنی میں آتے ہیں البتہ پہلے کو خیر وشر دونوں میں مستعمل ہو اور دوسرا شر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یومر: اس کا عطف ینفخ پر ہے۔ اس کا نائب فاعل ملک ہے یا ربع کلمات حکم دیا جاتا ہے کہ اسکے احکام مقدرہ اس کی پیشانی یا ہتھیلی یا گردن میں لٹکائے گئے کاغذ پر لکھ دیئے جائیں قالہ مجاہد)۔

یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہئے کہ لوح محفوظ کی کتابت میں تمام چیزیں شامل ہیں اور یہ وہ چیزیں ہیں جو ہر ہر انسان سے مخصوص ہیں۔ کیونکہ سابقہ کتابت ہے جو کہ لوح محفوظ میں ہے اور ایک سالانہ کتابت ہے جو لیلۃ القدر میں ہوتی ہے اور نفخ روح کے وقت کتابت ہے یہ درمیانے مرحلہ کی ہے۔

بکتب رزقه واجله وعمله وشقی او سعید: ① بکتب مصدر کی بجائے مضارع بھی آیا ہے اس صورت میں مستانفہ جملہ ہے اور ② مصدر کی صورت میں بدل ہے رزق سے جو اس نے استعمال کرنا ہے خواہ حلال ہو یا حرام اجل سے مراد مدت عمر یا وقت موت اور عمل خیر وشر میں سے جو کچھ ہو۔

شقی و سعید : یہ دونوں مبتداء محذوف ھو کی خبر ہیں۔ مخطوطہ کی صورت میں اس کی سعادت وشقاوت کے متعلق برابری کی اور اسی طرح تقدیر کی صورت میں کہ وہ شقی ہوگا یا خوش نصیب۔ اس میں معاملے کا متردد ہونا اس تفصیل کی وجہ سے ہے۔ علامہ طیبی نے بیان کیا کہ بھلائیوں کے حصول کے لئے آمور الٰہیہ میں سعادت معاون ہے اور اس کے بالمقابل شقاوت ہے اور اس کو مقدم کیا گیا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ بھی خیر کی طرح ہے انسان ماں کے پیٹ میں ایک حالت سے دوسری حالت میں پلٹتا ہوا آتا ہے حالانکہ باری تعالیٰ کو اس بات کی قدرت ہے کہ وہ ایک ہی مرتبہ پیدا فرمادے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں سے مشقت دور کرنا مقصود ہے کیونکہ حمل غیر معتاد چیز ہے بعض اوقات وہ اس کو خون کی پھٹکی گمان کرتی ہے۔ پھر وہ اس سے نچلی حالت میں اتاری ہے تا کہ یہ اس کی عادت میں آجائے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہو کہ ان کو خسیس ترین چیز سے پلٹ کر خوبصورت ترین شکل دی جس کو عقل سے مذین کیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شکریے کی ہمت پیدا ہو اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے تا کہ لوگوں کی راہنمائی اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی طرف ہو کہ وہ لوگوں کو دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا ۔اس لئے کہ جو ذات ایک ذلیل پانی سے پھر علقہ پھر مضغہ سے انسان بنا سکتا ہے۔ تو وہ یقیناً اس کے المادسے اور نفخ روح پر یقیناً قدرت رکھتا ہے۔

آیات کی شہادت: آیات اس بات پر شاہد ہیں کہ تصویر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس لیے بعض روایات میں اس کی نسبت رحم پر موکل فرشتہ کی طرف پائی جاتی ہے۔ آیت کو ظاہر پر رکھا جائے گا اور روایت کا مطلب یہ ہوگا رحم پر موکل فرشتہ اسرافیل کے معاونین سے ہے اور اس کے ہاتھ میں تصاویر ہیں وہ اسرافیل کی طرف دیکھنے والا اور صورت منقوشہ کی طرف نگاہ رکھنے والا ہے۔ روایت میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر پیدا شدہ چیز کی اللہ تعالیٰ نے ایک شکل بنائی ہے جو ساق العرش کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ تصویر اس تصویر کی حکایت ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں پائی جاتی ہے اسرافیل اس زرہ کی مخصوص شکل کو لیتا ہے اور اس کو رحم میں ڈال دیتا ہے اور رحم والا فرشتہ اس کو جنین میں ڈال دیتا ہے جس سے اس کی وہ صورت بن جاتی ہے۔ اس طور پر تصویر کا اسناد اس کی طرف کر دیا گیا۔ کیونکہ وہ موجد کی حقیقی صورت کا اندازہ کرنے والا ہے اور موقعہ پر مقدر فرشتہ کی نسبت اسی لیے کی گئی کہ اسرافیل کی طرف سے موقعہ کا نگران ہے۔

فوالذی : صحیین کی ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرفوع روایت کا حصہ ہے البتہ خطیب بغدادی نے ذکر کیا کہ یہاں سے کلام ابن مسعودؓ ہے۔ صحیین کی بات مقدم ہے۔ بغرض ثبوت اس بات کا دارومدار ان مبانی پر ہے ورنہ یہ مفہو مرفوع روایات میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ (انظر شرح الاذکار) فایہ) فصیحہ ہے اس کا عطف مقدر پر ہے۔ ② شرط مقدر کے جواب میں فا آئی ہے۔ فا کی تفصیل میری کتاب ایقاض الفائم میں موجود ہے۔ اب جو شہادت و سعادت لکھی جا چکی ہیں۔ تو اس ذات کی قسم جس کے سواء کوئی معبود نہیں ان احد کم حتی۔ یہاں تک کہ ایک مدت تک پہنچ جاتا ہے۔ مایکون بنیه وبینها الاذراع مانافیہ ہے۔ یکون مرفوع ہے۔ اس پر حتی کا جر دینا حکایت حال کے قائم مقام ہے۔ (شرح اربعین للکازرونی) اس میں نصب بھی جائز ہے۔ مگر دوسرے جملہ میں درست نہیں۔ مبھا کی ضمیر جنت کی طرف راجع ہے۔ یہ موت اور دخول جنت میں داخلے کے قرب کی تمثیل ہے۔

فیسبق علیه الکتاب: فالائی گئی تا سبقت کے بلا مہلت حصول پر دلالت کرے۔ علی سے اس کو متعدی بنایا کیونکہ وہ فعلیب کا معنی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ یعنی نفخ سے پہلے جو تقدیر میں شقاوت لکھی جا چکی وہ غالب آ جاتی ہے۔

فیعمل عمل اهل النار: اس سے شقاوت کا قطعی فیصلہ تکمیل پذیر ہوتا ہے۔

حتی مایکون: یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فیصلہ رہ جاتا ہے۔ تو وہ توبہ واستغفار اور انابت والے اعمال جو رجوع الی اللہ کا باعث ہیں کرنے لگتا ہے فیه فلها خاتمہ بالجبیر سے سابقہ عمل ختم کر دیئے جاتے ہیں اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

الغرض انسانی عادات واطوار میں شقاوت وسعادت کا بیج بو دیا گیا ہے۔ یہ اسی وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ غایت ایمانیہ یا طغانیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ ایک عظیم فائدہ: روایت میں اشارہ کر دیا کہ صورت عمل پر دھوکا مت کھانا اور اسی کی طرف نہ جھک جانا۔ بلکہ اصل اعتبار خاتمہ پر ہے۔ بعض روایات اس سے زائد الفاظ وارد ہیں "انما الاعمال بالجوانتیم۔" اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔ جن کے متعلق رسول ﷺ نے خبر دی کہ یہ جنتی ہیں ان کے علاوہ کسی کے متعلق قطعی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ یہ جنتی ہے تم نہ اپنے عمل پر بھروسہ کر بیٹھو اور نہ خود پسندی میں مبتلا ہو۔ میں حسن خاتمہ کا سوال کرتا ہوں اور برے خاتمہ سے پناہ کا طلب گار ہوں اللہ تعالیٰ کا ارشاد : وانا لا نضیع اجر من احسن عملاً الایۃ اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ جس نے اپنے عمل میں اخلاص اختیار کیا وہ سوء خاتمہ سے بچا رہے گا۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ شقاوت سعاوت شرط قبول اور حسن قبول کے ساتھ معلق ہو۔ پھر قاضی عیاض نے کہا کہ سعادت اور اسعاد کثرت سے ہے اور اشقاء قلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کریم ہیں اہل راز کے راز ظاہر نہیں فرماتے یہ روایت تقدیر کو ثابت کرتی ہے۔ اہل حق کا یہی مذہب ہے اور تمام کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے یہ اسی کا فیصلہ ہے اور مقدر کیا ہوا ہے خواہ نفع ہو یا نقصان۔

تخریج: اخرجه البخاری (۳۲۰۸) و مسلم (۲۶۴۳) و ابو داود (۷۴۰۸) والترمذی (۲۱۳۷) و ابن ماجه (۷۶)

الفرائد : تقدیر ایک حقیقت ہے جس کو تسلیم کے سوا کوئی چارہ نہیں آدمی کی موت خیر وشر میں سے جس پر ہوگی اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ کفر کے علاوہ دوسرے گناہوں والے اللہ کی مشیت کے سپرد ہیں۔

۳۹۸ :وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَّهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۹۸: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس دن جہنم کو لایا جائے گا اس حالت میں کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی۔ ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو کھینچ رہے ہوں گے۔(مسلم)

ایک تحقیق: **یؤتی بجنهم**۔ جہنم کا لفظ عجمی ہے یا عربی ہے اور **جھومة** سے مشتق ہے۔ جس کا معنی کراہت منظر ہے بعض نے کہا یہ عرب کے قول بئر جہنام سے ماخوذ ہے جس کا معنی گہرا کنواں۔ اس وجہ سے یہ علمیت وتانیث کے باوجود غیر منصرف نہیں اور اکثریت کا قول یہ ہے کہ عجمی لفظ ہے۔ جو تعریب کیا گیا ہے۔ اس بناء پر وہ علمیت و عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف مانتے ہیں۔

یومئذ: یعنی اس دن جب بندے حساب کے لئے کھڑے ہونگے۔

النحو: **لها سبعون الف زمام**۔ یہ جملہ حالیہ ہے۔ الزمام لغت میں وہ رسی جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے اور نکیل کو اس سے باندھا جاتا ہے۔ ① احتمال یہ ہے کہ یہ حقیقت ہو۔ ② اس کی بڑھائی کی تمثیل ہو۔ کہ وہ اتنی بڑی ہے کہ اسے لانے کے لئے نکیلوں کی ضرورت ہے۔

تخریج: اخرجه مسلم (۲۸۲٤) والترمذی (۲۵۷۳)

الفرائد: جہنم کی گہرائی اپنی زیادہ ہے کہ اس سے فرار کی کوئی راہ نہیں اور اس کے عذاب کی شدت کو اللہ ہی جانتے ہیں۔

۳۹۹ :وَعَنِ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:"اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِرَجُلٌ يُوْضَعُ فِيْ اَخْمَصِ قَدَمَيْهِ ' جَمْرَتَانِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهُ مَا يَرٰى اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَّاِنَّهُ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۹۹: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن اہل جہنم میں سب سے کم عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے پاؤں کے تلووں میں دو انگارے رکھے جائیں گے جن سے اس کا دماغ کھولے گا اور وہ خیال کرے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب والا کوئی شخص نہیں۔ حالانکہ وہ اہل جہنم میں سب سے کم عذاب والا ہوگا۔(بخاری ومسلم)

تشریح: **اهون اهل النار**: اہل نار سے کفار مراد ہیں کیونکہ وہی اس میں ابد لا بادتک وہیں رہے گے گناہ مؤمن اس کے اہل نہیں ان کو نکال کر بالآخر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

لرجل: اس سے مراد ابو طالب ہے۔ **اخمص قدمیه** پاؤں کا وہ حصہ جو زمین سے بلند ہوتا ہے **یغلی** یہ معروف کا صیغہ ہے۔ آگ کی تیزی کی وجہ سے پانی کا زور سے ابلنا۔ عرب کہتے ہیں: **غلت القدر تغلی غلیانا منهما دماغه** دوسری

روایت میں "حتی یسیل دماغه " کے الفاظ وارد ہیں۔یری یہ یعتقد کے معنی میں ہے۔اشدمنه عزابا اس کی شدت کی بناء جوعذاب اسے پہنچ رہا ہوگا۔

تخریج : بخاری فی الرقاق 'مسلم فی صفة النار 'کتاب الایمان ۔(مزی)

الفرائد : آگ میں اہل نار کے درجات اسی طرح مختلف ہونگے جس طرح اہل جنت کی نعمتیں۔② آگ میں سب سے کم عذاب دیا جانے والا یہ گمان کرے گا کہ اس کی تکلیف سب سے بڑھ کر ہے۔

٤٠٠ :وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى كَعْبَيْهِ ' وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ ' وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ اِلٰى حُجْزَتِهٖ ' وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْحُجْزَةُ" مَعْقِدُ الْاِزَارِ تَحْتَ السُّرَّةِ- وَ"التَّرْقُوَةُ" بِفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ :هِيَ الْعَظْمُ الَّذِيْ عِنْدَ ثَغْرَةِ النَّحْرِ وَلِلْاِنْسَانِ تَرْقُوَتَانِ فِيْ جَانِبَيِ النَّحْرِ۔

۴۰۰: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض لوگ وہ ہوں گے جن کو آگ ٹخنوں تک بعض کو ان کے گھٹنوں تک اور بعض کو انکی کمر تک اور بعض کو ان کی ہنسلی تک پکڑے گی۔ (مسلم)

اَلْحُجْزَةُ: ازار بند کی جگہ۔

اَلتَّرْقُوَةُ: ہنسلی کی ہڈی جو مقام نحر کے دونوں طرف ہوتی ہے۔

تشریح ❂ **سمرہ** : باب توقیر العلماء میں ان کے حالات مذکور ہوئے۔ان نبی اللّٰہ قال شافعی 'احمدؒ فرماتے ہیں نبی اور رسول کا لفظ بلا اضافت استعمال کرنا مکرہ ہے۔ بلکہ نبی اللہ اور رسول اللہ کہیں گے اس پر یایھا النبی سے اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا اپنے پیغمبر کو خطاب ہے جس صیغہ سے ہو (بیہقی) گویا لوگوں نے لفظ کثرت استعمال سے ان میں جو عظمت وتشریف کا مفہوم ہے۔اس کا خیال نہیں کیا۔

قال منهم: ان اهل نار میں سے ایک نے کہا ضمیر مرجع پر تکلم کی حالت دلالت کررہی ہے یا کلام کا سیاق دلالت کررہا ہے اور مسلم کی روایت میں ان کو شروع میں تاکید کے لئے بڑھایا جو کہ وعید وتشدید کے مناسب ہے۔ کعبیه پنڈلی اور قدم کے جوڑ کے پاس ابھرنے والی ہڈی رکبتیه پنڈلی اور ران کی ہڈی کے ملنے کا مقام حجزته پاجامہ وازار بند کی جگہ ۔ترقوته یعنی باقی جسم جس پر عذاب مسلط نہیں ہوا اس طرح کھولے گا کہ ان کو بھی عذاب آئے گا۔ان کی جمع تراقی ہنسلی کی ہڈی۔یہ ہڈی صرف انسان کی ہوتی ہے۔

تخریج :مسلم (۲۸٤٥) 'احمد ۲۰۱۲۳/ ۷۔

الفرائد : اس روایت میں مختلف عذاب والوں کی کیفیت ذکر کی گئی۔ان میں سے ہر ایک اپنی تکلیف دوسرے سے بڑھ کر

سمجھے گا۔ یہ تفصیل اس لیے بتلائی تا کہ گناہوں سے دور رہ کر عذاب سے بچا جائے۔

٤٠١ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَتّٰى يَغِيْبَ اَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهِ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَالرَّشْحُ" الْعَرَقُ۔

۴۰۱: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے۔ یہاں تک کہ ایک ان میں سے اپنے پسینے میں نصف کان تک ڈوبا ہوا ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

الرَّشْحُ :پسینہ۔

تشریح ❁ يقوم الناس. قبور سے اٹھیں گے لرب العالمين اس کے حکم سے اس کی بارگاہ میں حساب کے لئے۔ کعب کہتے ہیں وہ تین سو سال تک سوئے رہیں گے۔

رشحى الى الضاف اذنيه. اس پسینے کا سبب احوال کا گڈمڈ ہونا اور سورج اور آگ کی گرمی کی شدت جیسا روایت میں وارد ہے کہ جہنم اہل محشر کو گھیر اڈال لے گی۔ " ان جهنم تدير اهل المحشر فلا يكون لاهل الجنة طريق الصراط" وہاں لوگ اپنے اعمال کی مقدار کے مطابق پسینے میں شرابور ہوں گے۔ ان میں سے بعض کو پسینے کی لگام دی جائے گی جس سے اس کی زبان کلام سے رک جائے گی اور بعض کو کان تک پہنچے گا بعض کو اس سے مختلف ہوگا اور بعض کو ٹخنے تک پہنچے گا۔

ایک سوال: ① اگر پسینہ سمندر کی طرح ہو تو منہ تک پہنچ گیا تو دوسرے کی ایڑھی تک کیسے پہنچے گا۔ الجواب: کسی کے پاؤں کے نیچے بلندی پیدا کر دی جائے۔ ② ہر انسان کا پسنہ اس پر روک دیا جائے اور دوسرے تک بالکل نہ پہنچے جیسا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے لیے سمندر کو خشک اور فرعونیوں کے ڈبونے کا ذریعہ بنا دیا شرح المشارق ابن مالك۔

تخریج : اخرجه البخارى (٤٩٣٨) و مسلم (٢٨٦٢) والترمذى (٣٣٣٥)

الفوائد : اس میں قیامت کا ایک منظر ذکر کیا گیا۔ کہ ایک شخص کو پسنہ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے لگام کی طرح گھیرنے والا ہوگا اللہ اس خوفناک منظر سے حفاظت فرمائے۔

٤٠٢ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خُطْبَةً مَّا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ فَقَالَ- "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا" فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وُجُوْهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وَفِيْ رِوَايَةٍ "بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَصْحَابِهِ شَيْءٌ فَخَطَبَ فَقَالَ : عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ، وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا فَمَا اَتٰى عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمٌ اَشَدُّ مِنْهُ غَطَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ"۔

"اَلْخَنِيْنُ" بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ :هُوَ الْبُكَآءُ مَعَ غُنَّةٍ وَانْتِشَاقِ الصَّوْتِ مِنَ الْاَنْفِ۔

۴۰۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہمیں ایسا خطبہ دیا کہ اس جیسا خطبہ میں نے پہلے کبھی نہیں سنا۔ ارشاد فرمایا: اگر تم وہ باتیں جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے چہرے ڈھانپ لئے اور ان کے رونے کی آوازیں تھیں (بخاری و مسلم) ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق کوئی بات پہنچی تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں فرمایا مجھ پر جنت اور دوزخ پیش کی گئی۔ میں نے آج کے دن کی طرح کا بھلائی و برائی کا دن نہیں دیکھا۔ اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔ اس دن سے زیادہ سخت دن اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ آیا۔ انہوں نے اپنے سروں کو ڈھانپ لیا اور ان کی رونے کی آواز آرہی تھی۔

اَلْخَنِيْنُ: ناک سے آواز نکال کر رونا۔

تشریح ۞ **خطب رسول الله ﷺ** ۔ وعظ فرمایا اس کا نام خطبہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ مصائب اور اہم مواقع پر وہ یہ وعظ کرتے حذف مفعول نمبرا تعمیم کے لیے مفعول کو حذف کیا یا معینہ مخاطب معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حذف کیا۔ **ماسمعت مثلها قط** کمال بلاغت ومضاحت کی وجہ سے۔ قط گزشتہ زمانے کے استغراق کے لیے آتا ہے۔ مثلاً **مافعلته قط**' ابن ہشام نے **الاافعله قط** کو خلاف مضاحت قرار دیا ہے۔ **فقال لو لعلمون ماعلم لضحکتم قلیلاولیکیتم کثیراً** یہ کلمات میں بعض ہیں یا مکمل خطبہ یہی ہے۔ کہ اگر تم آخرت کے خوفناک احوال اور جنت کی شاندار نعمتیں جانتے ہوتے خوف کو رجاء پر غالب کرتے ہوئے زیادہ روتے اور کم ہنستے۔ کازروئی کہتے ہیں اس روایت میں کثرت بکاء پر آمادہ کیا گیا اور کثرت ضحک سے ڈرایا گیا ہے۔ بعض نے کہا اگر خطاب کفار کو ہو تو ان کے لئے ضحک کا موقعہ ہی نہیں اور اگر ایمان والوں سے ہو تو ان کو بالآخر ابدی جنت ملے گی۔ تو ضحک کو لازم کرنے والی چیزیں بکاء والی چیزوں سے زیادہ ہیں۔ یہاں خطاب مؤمنین کو ہے۔ مگر خوف کو نصیحت کی خاطر غالب کیا گیا ہے۔ **فعطی اصحاب رسول الله وجوههم ولهم خنین** رونے کے وقت بھی چہرے کو ڈھانپ لیا جائے جیسا چھینک کے وقت بھی حکم ہے۔ تاکہ چہرے کی کیفیت مستور رہے۔ خنین یسر والی آواز سے رونے کو لوٹانا ابوزید نے کہا حنین اور خنین ایک ہی ہے۔

فرق روایت: مسلم کی روایت میں یہ ہے **عرضت علی الجنة والنار**۔ قاضی عیاض کہتے ہیں۔ بقول علی نمبرا آپ ﷺ نے آنکھوں سے دیکھا ان کے مابین حجابات زائل کر دیئے گئے جیسا بیت المقدس کے سلسلہ میں ہوا نمبر۲ احتمال ہے کہ وحی سے پیش کیا گیا اور ان کی تفصلات بتلائی گئی ہو جو پہلے معلوم نہ تھی ان کے متعلق جو علم میں اضافہ ہوا تو آپ خوف دلانے اور ڈرانے کیلئے اور تاکہ ان کا تذکرہ زبان زد رہے ارشاد فرمایا **لو تعلمون**..... الخ قاضی عیاض کہتے ہیں۔ پہلی تاویل اولی ہے کیونکہ کئی احادیث اس کی مؤید ہیں جیسا سورج گرہن والی نماز میں آپ کا گچھا انگور کو پکڑنا اور آگ کے آ ملنے سے اپنے کو بچاتے ہوئے پیچھے ہٹنا وغیرہ موجود ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں جیسا اہلسنّت کا مذہب ہے۔

فلم ار کالیوم فی الجیر: نووی کہتے ہیں مطلب یہ ہے آج کے دن جتنی خیر میں نے جنت میں دیکھی اور کہیں نہیں دیکھی

اور آگ میں جو خرابی دیکھی اس جیسی خرابی نظر سے نہیں گزری۔ ما اعلم جو میں نے آج حالات دیکھے۔ لضحکتم تو خوف سے تمہاری ہنسی کم ہو جاتی اور رونا بڑھ جاتا۔ ایک قاعدہ: لوکا استعمال ایسے مقامات پر کچھ قباحت نہیں رکھتا۔ فما اتی یوم اشدمن آج جتنے وعظ سے ڈرے اور متاثر ہوئے کبھی نہ ہوئے خنین ناک سے رونے آواز کا نکلنا۔

تخریج: بخاری فی التفیر' مسلم فی الفضائل 'ترمذی فی التفسیر 'نسائی فی الرقائق(مزی) ابن حبان ۱۰۶ احمد ۱۲۶۵۹/۴عبد الرزاق ۲۰۷۹۶۔

الفرائد: اس میں فرمانبرداروں کے لیے جنت کی عام نعمتوں کی بشارت ہے اور نافرمانوں کے لئے موقف کی خوفناکی کی وعید ہے۔ صحابہ کرام کے دلوں کی رقت کا ایک منظر ہے۔

٤٠٣: وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"تدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخُلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ" قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ الرَّاوِىْ عَنِ الْمِقْدَادِ :فَوَ اللّٰهِ مَا اَدْرِىْ مَا يَعْنِى بِالْمَيْلِ اَمَسَافَةَ الْاَرْضِ اَمِ الْمِيْلَ الَّذِىْ يُكْحَلُ بِهِ الْعَيْنُ" فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِى الْعَرَقِ :فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ ' وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ ' وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ اِلٰى حِقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّلْجِمُهُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا" وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۰۳: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے قیامت کے دن سورج کو مخلوق سے اتنا قریب کر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ایک میل کی مقدار ہوگا۔ سلیم بن عامر جو حضرت مقداد سے روایت کرنے والے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ بخدا! مجھے معلوم نہیں کہ میل سے زمین کی پیمائش والا میل مراد ہے یا وہ سلائی جس سے آنکھوں کو سرمہ لگایا جاتا ہے۔ پس لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ہوں گے۔ ان میں سے بعض وہ ہوں گے جن کے ٹخنوں تک بعض کے گھٹنوں تک۔ بعض کے کولہوں تک اور بعض کو پسینے کی لگام ڈالی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

تشریح ❁ قدنی الشمس: یہ فعل مجہول ہے۔ ظاہر ہے کہ فاعل اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ من الخلق اس میں الف لام جنس کا ہے۔ یعنی مخلوقات تکون یہ تصیر کے معنی میں ہے ''ہو جانا'' لمقدار میل۔ یہ ہول و کرب کی انتہائی سختی کا موقعہ ہے۔ ابن عامر یہ جنائزی حمصی ہیں۔ یہ تابعی ہیں۔ حضرت ابو درداء عوف بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔ مقداد بھی ثقہ ہیں یہ سنہ ۱۳۰ھ تک رہے ہیں ان سے مسلم اور سنن اربعہ نے روایت لی ہے۔ (الکاشف للذھبی)۔

ما ادری ما یعنی بالمیل ۔ نبی اکرم ﷺ کی مراد میل سے زمین پر مد بصر کا فاصلہ جس کی مقدار تین ہزار ہاتھ اور محدثین کے ہاں چار ہزار ہاتھ ہے۔ صاحب مصباح کہتے ہیں کہ اس کی مقدار ستانوے ہزار انگلی ہے اور زرع کی مقدار محدثین کے نزدیک چوبیس انگلیاں اور پرانے علماء کے نزدیک بتیس انگلی ہیں (المصباح) اصمعی کہتے ہیں کہ عام لوگ آنکھ کی سلائی کو سیل کہتے ہیں حالانکہ وہ الملمول ہے مگر لیث نے دونوں کو ایک ہی قرار دیا ہے (المصباح) اللناس علی قدر اعمالھم ۔ یعنی

پسینے والے مقام پر لوگوں کا فرق عمل میں صلاح وفساد کے لحاظ سے ہوگا۔ پھر اس کی اگلے جملے میں تفصیل فرمادی۔
حقویہ۔ چادر باندھنے کی جگہ یہاں مراد پہلو ہے۔ منهم من یلجمه اس سے مراد منہ اور کان تک پہنچنا ہے جیسا کہ لگام حیوانات کے لیے۔

تخریج : مسلم (۲۸٦٤)

الفرائد : قیامت کی ایک ہولناک موقف کو ذکر کیا جس کا سامنا حشر کے دن نافرمانوں کو کرنا پڑے گا۔

۴۰۴ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "یَعْرَقُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِی الْاَرْضِ سَبْعِیْنَ ذِرَاعًا وَّیُلْجِمُهُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ اٰذَانَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔
وَمَعْنٰی "یَذْهَبُ فِی الْاَرْضِ" یَنْزِلُ وَیَغُوْصُ۔

۴۰۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ قیامت کے دن پسینے میں ہوں گے حتیٰ کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ تک جائے گا اور پسینہ ان کو لگام ڈالے گا۔ یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری و مسلم)
یَذْهَبُ فِی الْاَرْضِ: زمین میں اترے گا اور سرایت کر جائے گا گہرائی تک۔

تشریح ۞ یعرق الناس۔ قیامت کے احوال کی شدت کی وجہ سے جو لوگ پسینہ میں غرق ہو جائیں گے۔
یلجمهم۔ یہ الجمه المار سے بنا ہے عرب کے لوگ یہ اس وقت بولتے ہیں جب پانی منہ تک پہنچ جائے۔ حتی یبلغ اذانهم۔ یہ کیفیت بعض لوگوں کی ہوگی جیسا کہ اس سے پہلی روایت میں گزار۔ اس سے انبیاء علیہم السلام اور شہداء اور وہ کو تین جن کو اللہ تعالیٰ بچانا چاہیں گے مستثنیٰ ہونگے سب سے زیادہ پسینہ کافر کو ہوگا پھر کبیرہ گناہوں والے کو۔
یذهب فی الارض۔ زمین پر اتر کر اس میں گہرائی تک چلے جانا۔ بلندی سے نیچے کی طرف اترنے کو نزول کہتے ہیں اور یذہب کا دوسرا معنی یجری بھی آتا ہے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں اللہ کی قدرت۔

تخریج : بخاری فی الرقاق (٦٥٣٢) 'مسلم باب صفة الجنه والنار (٢٨٦٣)

الفرائد : اگرچہ روایت کے الفاظ تو عام ہیں مگر اس میں سے انبیاء شہداء اور جن کو اللہ چاہے وہ مستثنیٰ ہیں۔ اس سے اللہ کی عظیم قدرت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ کہ ہر ایک کے پسینے کا حال الگ ہوگا جب کہ آدمی کے لیے موقف میں اتنی سی جگہ ہوگی جس میں وہ اپنے دو پاؤں جما سکے۔ میری عقل کے سامنے یہ چیزیں ممکن نہیں بس ایمان بالغیب سے ان پر یقین کرنا ضروری ہے آدمی کو چاہئے کہ وہ گناہوں سے توبہ میں جلدی کر کے کریم وہاب کی پناہ میں آ جائے۔

۴۰۵ : وَعَنْهُ قَالَ : کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ سَمِعَ وَجْبَةً فَقَالَ : "هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟" قُلْنَا "اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ"، قَالَ : هٰذَا حَجَرٌ رُمِیَ بِهٖ فِی النَّارِ مُنْذُ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا فَهُوَ یَهْوِیْ فِی النَّارِ

الْاٰنَ حَتّٰی انْتَھٰی اِلٰی قَعْرِھَا فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَھَا" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۴۰۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جبکہ آپ ؐ نے دھما کہ سنا۔ پس آپ ؐ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ؐ نے فرمایا یہ ایک پتھر ہے جس کو آگ میں پھینکا گیا ستر سال پہلے اور وہ لڑھکتا ہوا آگ میں جا رہا تھا یہاں تک کہ وہ اس کی گہرائی میں پہنچا تو تم نے اس کے گرنے کی آواز سنی۔ (مسلم)

تشریح ۞ وجبہ: یہ وجبہ الحائط سے لیا گیا ہے جبکہ وہ گر جائے۔ یہ آواز آواز کیا' ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نے بھی کرامت کے طور پر سنی۔ اس میں کوئی عقل کے خلاف بات بھی نہیں۔ انہوں نے ستون سے رونے کی آواز' آپ دست اقدس پر کنکریوں کا تسبیح کرنا وغیرہ سنا ہوا تھا مگر اذسمع سے آپ کی خصوصیت کی طرف اشارہ بھی نکل سکتا ہے۔

اللہ ورسولہ اعلم: اس میں یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ جب کسی انسان سے ایسی بات دریافت کی جائے تو اس میں کوئی بات اس کو معلوم نہ ہو تو علم کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرے اور اس میں اپنی طرف سے بات نہ بنائے۔

علماء کے اجتہادات واستنباطات اس میں داخل نہیں وہ تکلم بالعلم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **کعلمہ الزین یتنبطونہ منھم الایہ۔ھزا حجر رمی بہ فی النار من سبعین خریفا** یہ اس پتھر کی آواز ہے جو ستر سال پہلے پھینکا گیا۔ ① ۷۰ سال حقیقت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ ② کثرت سے کنایہ بھی ہو سکتا ہے۔ **فھو یھوی فی النار** وہ اب تک نیچے گر رہا ہے۔

الان حینی انتھی اتی قعرھا۔ الان یہ ظرف خبر مقدم ہے انتہیٰ یہ جملہ مضاف الیہ ہے اور حین کی اضافت جملہ کی طرف ہے جو ماضی سے شروع ہوتا ہے یہ مرفوع ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ "**الا ن حین انتھٰی بہ الی قعر النار**"۔

فسمعتم وجبتھا تو تم نے پتھر کے آگ میں گرنے سے آگ کا اضطراب سنا۔ **وجب وجبا ووجیباً** کانپنا۔ مسلم کے ہاں **حتٰی انتھٰی الی قعرھا** والی روایت میں "**فسمعتم وجبتھا**" کے الفاظ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ دوسری روایت میں ہیں۔ **قال ھذا وقع فی اسفلھا فسمع وجبتھا** سے شروع ہوتی ہے۔ میں یہ الفاظ مدرج ہونگے۔

تخریج : مسلم (۲۸۴۴)

الفوائد : اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل نار پر بڑے بڑے وزنی پتھر پھینکے جائیں گے جو بلند پہاڑوں کے برابر وزن والے ہوں گے۔ اس لئے کہ جہنم کے انگارے محلات کے برابر ہوں گے اور ان پتھروں کے ٹکرانے کی آواز کسی قدر خوفناک ہو گی اللہ تعالیٰ اس کے تمام احوال سے محفوظ فرمائے۔

۞ ۞ ۞

۴۰۶ : وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَیُکَلِّمُہٗ رَبُّہٗ لَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ تَرْجُمَانٌ : فَیَنْظُرُ اَیْمَنَ مِنْہُ فَلَا یَرٰی اِلَّا مَا قَدَّمَ وَیَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْہُ فَلَا یَرٰی اِلَّا مَا قَدَّمَ وَیَنْظُرُ بَیْنَ یَدَیْہِ فَلَا یَرٰی اِلَّا النَّارَ تِلْقَآءَ وَجْھِہٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۴۰۶: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جو بھی کوئی ہے عنقریب اس کا رب اس سے پوچھے گا جبکہ درمیان میں کوئی ترجمان بھی نہ ہوگا۔ بندہ اپنے دائیں دیکھے گا تو اسے اپنے بھیجے ہوئے اعمال کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا اور وہ اپنے بائیں دیکھے گا تو اپنے آگے بھیجے ہوئے عمل ہی دیکھے گا اور اپنے سامنے دیکھے گا تو جہنم کے سوا سامنے کچھ نہ دیکھے گا پس تم آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے سے ہی ہو''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ عدی بن حاتم ان کے حالات باب بیان کثرة طرق الخیر میں گزرے۔

من احد: یہ فاعل پر لائے تا کہ عموم کی تاکید بن جائے۔ کیونکہ وہ نفی کے بعد ہے۔

ترجمان: ترجم کلامہ اس نے وضاحت کی۔ ترجم کلام غیرہ جب دوسری لغت سے تعبیر کیا۔ یہ اسم فاعل ہے۔ اس کی کئی لغات ہیں نمبر ۱ ترجمان ۲ ترجمان ۳ ترجمان 'اس کی جمع تراجم ہے اس کی تا اور جیم اصلی ہے۔ ترجمہ بروزن دحرج ہے۔

کلام سے کلام بلاواسطہ مراد ہے۔ **ایمن فنه** یعنی اپنی دائیں جانب **فلا یری** وہ نہ دیکھے گا **ماقدم** سے عمل صالح مراد ہیں **اشأم منه**. یہ شوم سے ہے یہ شمال کے ناموں سے ہے۔ **تلقاء**. سامنے **فاتقوا النار** یعنی تم اپنے صالح اعمال کو اپنے اور آگ کے درمیان روک بنالو۔ **شق**. آدھی کھجور۔

تخریج: احمد ۱۸۶۷۴/۶ طیالسی ۱۰۳۹ بخاری 'مسلم 'نسائی ابن حبان ۴۷۳ ابن ابی شیبہ ۱۱۰/۳ طبرانی کبیر ۲۲۰/۱۷۔

الفرائد: ① قیامت کے دن بغیر واسطہ کے اللہ اپنے بندوں سے کلام فرمائیں گے۔ ② معمولی صدقہ بھی آگ سے نجات کا باعث بن جائے گا۔

❁ ❁ ❁

۴۰۷ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَھَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِیْھَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَکٌ وَّاضِعٌ جَبْھَتَہٗ سَاجِدًا لِّلّٰہِ تَعَالٰی۔ وَاللّٰہِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَّمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَی الْفُرُشِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

"وَاَطَّتْ" بِفَتْحِ الْھَمْزَۃِ وَتَشْدِیْدِ الطَّآءِ "وَتَئِطُّ" بِفَتْحِ التَّآءِ وَبَعْدَھَا ھَمْزَۃٌ مَّکْسُوْرَۃٌ - وَالْاَطِیْطُ صَوْتُ الرَّحْلِ وَالْقَتَبِ وَشِبْھِھِمَا وَمَعْنَاہُ اَنَّ کَثْرَۃَ مَنْ فِی السَّمَآءِ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ الْعَابِدِیْنَ قَدْ اَثْقَلَتْھَا حَتّٰی اَطَّتْ وَ "الصُّعُدَاتُ" بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَیْنِ :الطُّرُقَاتُ وَمَعْنٰی "تَجْاَرُوْنَ" تَسْتَغِیْثُوْنَ"۔

۴۰۷: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم

نہیں دیکھتے۔ آسمان چر چر کرتا ہے اور اس کو چر چر کرنے کا حق بھی ہے کیونکہ آسمان میں چار انگلیوں کے برابر بھی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز نہ ہو۔ بخدا! اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ اور تم بستروں پر اپنی عورتوں کے ساتھ لطف اندوز نہ ہوتے اور تم جنگلوں کی طرف اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہوئے نکل جاتے۔ (ترمذی) نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اَطَّتْ: اَطِیطٌ کجاوے کی آواز کو کہا جاتا ہے یہ فرشتوں کی کثرت سے تشبیہ دی کہ اتنے زیادہ ہیں کہ آسمان بوجھل ہو کر چر چر کی آواز کرتا ہے۔

الصُّعُدَاتُ: راستے۔

تَجْأَرُوْنَ: پناہ طلب کرتے ہو فریاد کرتے ہو۔

تشریح ❁ اری میں دیکھتا ہوں یا جانتا ہوں۔ لاترون جو تم نہ دیکھتے یا نہ جانتے ہو اطنت السماء وحق حا کے ضمہ سے ہے۔ ثابت ہونا لھا ان تنط اس کو چر چر کرنا چاہئے کیونکہ اس میں بہت سے نیکی کے عاملین اور اعمال ہیں موضع اربع اصابع۔ بقول دلجی "موضع تنوین سے پڑھیں گے۔ اربع اصابع' حرف نفی پر اعتماد کی وجہ سے یہ ظرف مستقر ہے۔ الاوملك یہ موضع سے حال ہے یعنی اس حال میں کہ اس میں فرشتہ ہے۔ واصع جبهته ساجداً۔ واصع کو تنوین اور بلاتنوین پڑھنا جائز ہے۔ ساجداً یہ ماقبل کی ضمیر سے حال ہے۔ کیونکہ مضاف مضاف الیہ کا حصہ ہوتا ہے۔ ایک استدلال۔ اس روایت سے شوافع رحمھم اللہ نے آسمان کو زمین سے افضل قرار دیا یہی مختار ہے کیونکہ اس میں معصیت ہوئی ہی نہیں اور ابلیس جس نے سجدہ سے انکار کیا وہ اس سے نکال دیا گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک اعمال کے مقامات دوسرے مقامات سے افضل ہوتے ہیں۔ امام شافعی فرماتے تھے۔ انی نظرت الی البقاع وجدتها۔ تشقیٰ کما تشقی الرجال وتسعد انسانوں کی طرح مقامات بھی مقدس و منحوس ہوتے ہیں۔

والله لوتعلون: قسم تاکید کے لیے لائی گئی اور علم سے جلال الٰہی اور اس کے انتقام کا علم مراد ہے۔ لضحكتم قليلاً۔ اللہ تعالیٰ کے رعب کے ڈر سے ولبكيتم كثيراً یہاں جس طرح کثیر کے الفاظ ہیں اور اول کے ساتھ قلیل کے اس سے اشارہ کر دیا کہ بندے کو خوف میں یأس تک اور رجاء میں بطر تک نہ جانا چاہیے۔ بلکہ جلال و جمال کے مظاہر کا پاس کرنا چاہئے ماتلذذتم بالنساء شدت خوف سے لذت کو بھول جاؤ۔ الصعدات: راستے۔ تجأرون: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بلند آواز سے استغفار کرتے ہوئے

النحو: یہ جملہ موضع حال میں ہے یعنی" رافعی اصواتکم متصرعین"

اطت۔ اعیط پالان کی آواز اس کو کور کہتے ہیں یہ کجاوے کے نیچے ہوتا ہے۔ (المصباح) قتب۔ پالان کی لکڑی۔ نووی نے کلام کو ظاہر پر محمول کیا مگر ابن کثیر کہتے ہیں یہ مثال ہے اور کثرت ملائکہ کی تعبیر ہے۔ وہاں چر چر کی آواز نہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت کو تقریب فہم کے لیے اس مثال سے بیان کیا (النھایہ) دلجی سے اس کو استعارہ تمثیلیہ کہا اور ابن اقبرس نے استعارہ بالکنایہ قرار دیا کہ آسمان کی آواز کو اونٹوں کی آواز والی چیز سے تشبیہ دے کر اس کے لوازم ثابت کیے۔ جمہور کے ہاں یہ استعارہ تخیسلہ ہے تشبیہ مضمر کی قسم ہے۔

تخریج :ترمذی فی الذھد 'ابن ماجہ عن ابی ذر'احمد ۸/۲۱۵۷۲۔

الفرائد : فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے وہ اللہ کی عبادت سے کبھی بھی نہیں اکتاتے جو آدمی آخرت کے حولناک مناظر کی سوچ وبچار کرے اللہ کے حقوق میں زیادتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو دنیا کی زندگی میں سکون نہیں آ سکتا۔بس ایک ہی صورت ہے کہ اللہ سے مغفرت اورعفو کا طالب رہے۔

۴۰۸ :وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ "بِرَآءٍ ثُمَّ زَایٍ" فَضْلَۃَ بْنِ عُبَیْدِ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی یُسْاَلَ عَنْ عُمُرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ وَعَنْ عِلْمِہٖ فِیْمَا فَعَلَ فِیْہِ' وَعَنْ مَّالِہٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَہٗ وَفِیْمَا اَنْفَقَہٗ ' وَعَنْ جِسْمِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۴۰۸ : حضرت ابو برزہ فضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بندے کے قدم قیامت کے دن اپنی جگہ سے نہ ہٹنے پائیں گے جب تک اس سے کچھ پوچھ نہ لیا جائے کہ اس نے اپنی عمر کو کن کاموں میں صرف کیا؟اس کے علم کے متعلق کہ اس نے کن چیزوں میں صرف کیا؟اور مال کے متعلق کہ کہاں سے اس نے کمایا اور کن مواقع میں خرچ کیا؟اوراس کے جسم کے متعلق کہ کن چیزوں میں اسے کھپایا۔(ترمذی)
ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ابو برزہؓ ان کا نام نضلہ بن عبید ہے یہی درست ہے بعض نے والد کا نام عمرو اور بعض نے عبداللہ ذکر کیا جب کہ حاکم نے عبداللہ بن نضلہ بعض نے نضلہ بن دینار بتلایا ہے۔ان کا نام نضلہ بن دینار تھا آپ نے ان کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا دینار یہ شیطان ہے۔اسلمی یہ قبیلہ کی طرف نسبت ہے۔جو اسلم بن اقصی بن حارثہ کی اولاد ہیں۔ان کی کنیت صحابہ کرامؓ میں منفرد ہے۔صحابہ میں انہی کی صرف یہ کنیت ہے۔جیسا حافظ محمد بن ناصر بغدادی نے لکھا ہے۔(التنبیہ علی الغربیین) حاکم نے ان کنیتوں میں لکھا جو مفرد ہیں یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں فتح مکہ میں آپ کے ہم رکاب تھے۔انہوں نے ۴۶ روایات نقل کی ہیں جن میں دو متفق علیہ اور دو میں بخاری منفرد ہے اور ۴ میں مسلم منفرد ہے۔بصرہ میں اقامت اختیار کی ۔خراسان کی لڑائیوں میں شرکت کی۔بعض نے کہا خلافت معاویہؓ یا زمانہ یزید میں خراسان میں ان کی وفات ہوئی۔بعض نے کہا بصرہ لوٹ آئے اور یہیں وفات پائی سنہ ۶۰ھ میں بعض نے ۶۴ھ لکھی ہے کہ وفات پائی۔(تہذیب نووی)۔

لا تزول قد ماعبد :یعنی موقف حساب سے جنت یا دوزخ کی طرف ہلنے نہ پائیں گے۔

یسال عن عمہ: فعل مجہول ہے۔عمر سے دنیا میں باقی رہنے کا وقت مراد ہے۔

فیما افناہ :طاعت یا معصیت۔فا استفہامیہ ہے۔**فیما فعل** خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کہ اس پر ثواب دیا جائے یا ریاء وسمعہ کے لیے کہ اس پر سزا دی جائے۔

این اکتسبۃ: حلال یا حرام ذرائع سے۔**فیما ابلدہ** اپنے مولیٰ کی اطاعت میں یا اور کی مرضی میں اس سے بلاحساب جنت

میں داخلے والے مستثنیٰ ہیں۔

تخریج : اخرجه الترمذی (٢٤٢٥)

الفرائد : چار سوالوں کے بغیر بندے کو میدان محشر سے ادھر ادھر ہلنے نہ دیا جائے گا اگر اللہ کی رضامندی کے مطابق جواب دیئے تو خوش نصیب ورنہ ابدی ہلاکت کا حق دار ہوگا۔

٤٠٩ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَرَاَء رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ﴿یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا﴾ ثُمَّ قَالَ : "اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا؟ قَالُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَعْلَمُ قَالَ : "فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰی ظَهْرِهَا تَقُوْلُ : عَمِلْتَ کَذَا وَکَذَا فِیْ یَوْمِ کَذَا وَکَذَا فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۴۰۹: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے قرآن مجید کی آیت: ﴿یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا﴾ جس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی تلاوت فرمائی پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس کی خبریں یہ ہیں کہ ہر بندے اور عورت کے خلاف ان کاموں کی گواہی دے گی جو اس کی پشت پر انہوں نے کیئے اور کہے گی تو نے فلاں فلاں کام فلاں فلاں دن میں کیا۔ پھر یہی اس کی خبریں ہیں (ترمذی) نے کہا حدیث حسن ہے۔

تشریح ❁ اخبارها وہ باتیں جو اس پر پیش آئیں۔

اللہ و رسولہ اعلم یہ عالم کے معنی میں ہے کہ ان کو معلوم تھا اور اللہ اور اس کا رسول اس بات کو ان سے زیادہ جاننے والا تھا پس افعل یہ فعل کے معنی میں ہے۔ ① اس میں احتمال ہے کہ ظاہری معنی ہو۔ جاننے والا کا خاموش ہونا بصیرت کے اضافے اور نئی معلومات کے لئے تھا۔ ② ادب سے خاموشی اختیار کی **ان تشهد علی عبد او امة** زمین کو اپنی زبان سے بیان میں کوئی رکاوٹ نہیں اور یہ حجت میں زیادہ تام ہے۔ بظاہر ہر نیک و بد کا عموم معلوم ہوتا ہے۔ نیک کا تذکر نعمت اور مزید انعام کے لئے اور مجرم کے خلاف تو گواہی کے لئے۔

کذا و کذا: یہ چیز کی مقدار سے کنایہ ہے۔ جیسے کہتے ہیں فعلت کذا وقلت کذا دو مرتبہ مقعدر افعال کو ظاہر کرنے کے لیے لائے۔ اصل میں یہ ذا ہے اس پر کاف تشبیہ داخل کر دیا۔ تشبیہ و اشارہ کا معنی زائل ہونے کے بعد کنایہ بن گیا۔ اس پر آل نہیں آ سکتا۔ (المصباح) اخبارھا یہ خبر کی جمع ہے۔

تخریج :ترمذی فی الزهد نسائی التفسیر ـ احمد ٣/٨٨٧٦ ابن حبان ٧٣٦٠ حاکم ٣/٣٩٦٥۔

الفرائد : زمین آسمان کی کوئی چیز بھی اللہ سے چھپی ہوئی نہیں ہے معاصی کی گواہی کے لیے زمین کو بولنے کا حکم ہوگا۔

٤١٠ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "کَیْفَ اَنْعَمُ

وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الْاُذُنَ مَتٰى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ" فَكَاَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهُمْ قُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"اَلْقَرْنُ" هُوَ الصُّوْرُ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ﴾ كَذَا فَسَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔

۴۱۰: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کس طرح نعمتوں سے مزا لے سکتا ہوں جبکہ صور والا فرشتہ صور کو منہ میں لئے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اجازت پر کان لگائے ہوئے ہے کہ کب اسے صور پھونکنے کا حکم ملتا ہے تا کہ وہ صور پھونکے۔ پس یہ بات کہو: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ کہ اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ (ترمذی)

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اَلْقَرْنُ: اس سے مراد صور ہے جس کو اس آیت میں ذکر فرمایا: ﴿نُفِخَ فِي الصُّوْرِ﴾ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اسی طرح تفسیر فرمائی۔

تشریح ❁ انعم۔ یہ نعمت سے ہے مسرت وخوشی کو کہتے ہیں۔ نعم ینعم از تعب خوشحال ونرم ہوا (المصباح) مطلب یہ ہوا میں دنیا میں وسعت کیسے کر سکتا اور اس سے تلذذ حاصل کر سکتا ہوں اور بقول مظہری میری زندگی خوش عیشی والی کیسے ہو سکتی ہے۔ جب کہ قیامت قریب آ چکی ہے۔ ایسا محسوس ہوا کہ آپ کو صحابہ کرام کے متعلق پریشانی ہوئی حالانکہ آپ کو بتلایا گیا تھا کہ وہ تو مخلوقات میں شریر ترین لوگوں پر قائم ہوگی۔ ② صحابہ کرام کو تخاطب سے بعد والی امت کو تیاری کی وصیت مقصود ہے۔ صاحب القرن اسرافیل علیہ السلام التقم اپنا منہ اس پر رکھ لیا ہے۔ التقم و ابتلع ایک معنی رکھتے ہیں یعنی صور کو منہ میں رکھ لیا ہے۔ استمع الاذن کان لگا لیا ہے۔ الاذن۔ ا) یہ مفعول بہ ہے یعنی وہ کان لگاتے ہوئے ہے اور اس کا منتظر ہے۔ ② اور مفعول لہٗ بھی ہو سکتا ہے۔ متی یومر بالنفخ یعنی صور پھونکنے کا حکم۔ فینفخ جب حکم مل جائے گا تو آسمان وزمین کی سب مخلوق مر جائے گی فکان ذلك قرب قیامت حالانکہ وہ اشراء خلق پر قائم ہوگی۔ ثقل گران گزری (از کرم) (المصباح)۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل: وہ اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ خوب کارساز ہے۔

اَلنَّحْوُ: یہ احبہ الشی سے بنا ہے یہ خبر ہے مبتداء لفظ اللہ ہے۔ واؤ عاطفہ ہے نعم کا مخصوص بالمدح مضمر ہے جو مبتداء اور جملہ فعلیہ اس کی خبر ہے اور جملہ انشائیہ بن کر بھی خبر بننا درست ہے جزیہ کا عطف جزیہ پر ہے۔ الوکیل بمعنی الموکل الیہ ہے۔ صاحب مفاتیح کہتے ہیں حسبك حسبك کے معنی میں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ نکرہ کی صفت بن رہا ہے۔ مثلاً مررت برجل حسبك۔ اگر یہ درست نہ مانیں تو پھر اسم فاعل بنے گا اور اس کی اضافت انفصال کے معنی میں ہوگی اس لیے کہ اس سے نکرہ کی صفت بیان کی گئی ہے کیونکہ وہ معرفہ کی طرف مضاف ہے۔ القرن صور کو کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا الصور قرن ینفخ فیہ۔ (ابوداؤد حاکم) ترمذی میں ایک اعرابی سے سوال کیا ما الصور؟ قال قرن ینفخ فیہ

"کتاب العظمت میں ابوالشیخ نے نقل کیا کہ ان الله تعالٰی لماخلق السموت والارض خلق الصور فاعطاه اسرافیل فهو واضعه علی فیه شاخص ببصره الی العرش ینقظر متی یؤمر "اسرافیل صور میں منہ رکھے اللہ تعالٰی کے حکم کے منتظر ہیں کہ کب ان کو حکم نفخ ملتا ہے۔

تخریج: ترمذی ابواب الزهد' نسائی فی التفسیر ۔ابن حبان ۸۲۳۱ ابو یعلی ۷۱ احمد ۱/۳۰۱۰۔

الفرائد: قیامت کے قرب کو بتلایا گیا تا کہ آدمی اپنی غفلت سے بیدار ہو جائے۔ صحابہ کرام کو قیامت کا کس قدر خوف تھا۔ رسول ﷺ نے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ کا حکم دیا کر خوش خبری دی۔

٤١١ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ خَافَ اَدْلَجَ ' وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ - اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِیَةٌ ' اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ " رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

"وَاَدْلَجَ" بِاِسْكَانِ الدَّالِ وَمَعْنَاهُ :سَارَ مِنْ اَوَّلِ الَّيْلِ - وَالْمُرَادُ التَّشْمِیْرُ فِی الطَّاعَةِ ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۴۱۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی ڈرا وہ منہ اندھیرے نکل گیا جو منہ اندھیرے نکلا وہ منزل پر پہنچ گیا۔ خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ کا سامان قیمتی ہے۔ اچھی طرح سنو! اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے (ترمذی)

ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے۔

اَدْلَجَ :رات کے شروع حصہ میں چلنا مراد اس سے اطاعت میں جلدی ہے۔

تشریح ۞ من خاف: رات کو حملہ کرنا: ادلج رات کے اول حصہ میں چلایا بلغ المنزل شبخوں سے بچ گیا۔ عاقولی کہتے ہیں یہ طالب آخرت کی مثال ہے اور شیطان راہ پر شبخون مارنے والا ہے۔ اگر اطاعت کے ذریعہ اس نے صبر کیا تو شیطان سے بچ جائے گا۔ مظہری کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اسے گناہوں سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف بھاگنا چاہئے۔

سلعة الله: اس کی جمع سلع ہے جیسے سدرة وسدر۔ سامان کو کہتے ہیں۔

غالیه :بلند قیمت اور وہ جنت ہے جس کی قیمت جان و مال کی قربانی ہے۔

الادلاج :یہ اکرام کے وزن پر ہے۔ تمام رات چلنا اول وآخر کا فرق نہیں علیؓ کا قول ہے اصبر علی اسیر والادلاج فی السحر (المصباح) اصل مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی تمثیل ہے۔ وہ مجاہدات جو فضل الٰہی کا وارث بناتے ہیں۔

تخریج : ترمذی فی الزهد' حاکم ۴/۷۸۵۲۔

الفرائد: جو آدمی اللہ سے ڈرتا ہے وہ شریعت کی پیروی کرتا ہے تا کہ اللہ کے عتاب سے نجات پا سکے۔ جنت بہت قیمتی ہے

وہ اللہ کے ذکر وشکر کی اعانت اور محنت کے بغیر نہیں مل سکتی۔

۴۱۲ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا" قُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ؟ قَالَ :"يَا عَائِشَةُ الْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يُّهِمَّهُمْ ذٰلِكَ" وَفِىْ رِوَايَةٍ :"الْاَمْرُ اَهَمُّ مِنْ اَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ "غُرْلًا" بَضَمِّ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ :اَىْ غَيْرَ مَخْتُوْنِيْنَ۔

۴۱۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے: ''لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں بے ختنہ ننگے جسم اٹھائے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا مرد عورتیں سب ننگے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ ارشاد فرمایا اے عائشہ! قیامت کا معاملہ اس سے بہت زیادہ سخت ہے کہ کوئی اس بات کا ارادہ بھی کرے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ معاملہ اس سے بہت بڑھ کر ہوگا کہ کوئی ایک دوسرے کو دیکھنے کی جرأت بھی کرے۔

غُرْلًا :غیر مختون۔

تشریح ۞ **یحشر الناس**: یہ عام مخصوص البعض ہے مسلم میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ (حدیث اول کو عموم پر رکھنا مناسب ہے دوسری روایت میں اکسی کا لفظ اس کا مؤید ہے۔ مترجم) **حفاۃ**: جمع حاف جس کے پاؤں میں نہ موزہ ہو نہ جوتا۔ **عراۃ** :جمع عار جس کے بدن پر کپڑا نہ ہو۔ **غرلا غیر مختون** اس چمڑے دوبارہ پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اعضاء کا جو حصہ منقطع کیا گیا وہ واپس کر دیا جائے گا۔ یا پہلی ہی حالت میں لوٹنا لازم ہے (مظہری)

النحو : یہ تینوں فاعل سے حال ہیں جمیعاً۔ ① یہ الرجال والنساء سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ **ای الحشر حال کو نهم مجموعین** کیا حشر اس حال میں ہوگا کہ وہ سب جمع ہوں گے۔ **ینظر بعضهم الی بعض نحو** یہ الرجال سے حال ہے۔ جمیعاً میں ضمیر سے حال ہے۔ ③ جملہ مستانفہ ہے میدان حشر تمام کی کیفیت کی وضاحت کے لیے لایا گیا ہے۔

الامر: معاملے کا خوف اور شدت **ان یھمھم از افعال ھم ایھم۔ ھم یھم لاز**ن مضطرب کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ استراحت کی حالت میں بھی ایسا ہو جاتا ہے۔ تو خوف میں ہر ایک دوسرے کو بھول جائے گا۔ ابن مردویہ کی روایت مرفوعہ میں ہے" **شغل الناس یومئذ عن النظر وسموا بابصارهم الی السماء موقوفون اربعین سنة لا یا کلون ولایشربون**"

تخریج : بخاری (۲۵۲۷) و مسلم (۲۸۵۹) والنسائی (۲۰۸۳) و ابن ماجه (۴۲۷۶)

الفوائد: قیامت کا منظر اس قدر ہولناک ہوگا کہ لوگوں کو اپنے بارے میں یہ بھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ ان کے جسم پر کوئی

کپڑا نہیں ہے۔

۵۱ : بَابُ الرَّجَآءِ

بَابٌ: (اُمید و) رجاء کا بیان

الرجاء: یہ خوف کی ضد ہے۔ خیر کی امید اور قرب وقوع کو کہتے ہیں۔ اس کا اطلاق خوف پر بھی ہوتا ہے جیسا اس ارشاد میں ہے۔ **مالكهم لا ترجون لله وقاراً**، مفردات میں راغب لکھتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے تمہیں کیا ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں؟ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رجاء و خوف آپس میں لازم ملزوم ہیں۔

رسالہ قشیریہ۔ رجاء مستقبل میں میں کسی محبوب سے دل کو معلق کرنا رجاء کہلاتا ہے تمنی اور اس میں فرق یہ ہے کہ تمنی میں سستی ہوتی ہے اور تمنا والا پوری محنت کی راہ نہیں چلتا اور رجاء والا اس کے اُلٹ ہے۔

نووی نے خوف کو مقدم کیا کیونکہ نتائج کے لحاظ سے یہ باب تخلیہ ہے جس کا نتیجہ ترک مخالفت ہے اور رجاء باب التحلیہ سے ہے اگر امید نہ ہوتی تو عمل نہ پایا جاتا۔ باقی ثواب کی تمنا جس کے ساتھ صالح عمل نہ ہو اس کو تمنا کہتے ہیں اس کا رجاء سے کوئی تعلق نہیں حدیث میں شداد بن اوسؓ سے وارد ہے "**الكيس من دان نفسهٗ وعمل لمابعد الموت 'الحاجز من اتبع نفسه هواها وتمنىٰ على الله الاماني** ۔" احمد' ترمذی' ابن ماجہ' حاکم۔

قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی :

﴿**قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ**﴾ [الزمر:۵۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اے پیغمبر! فرما دیں اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرمانے والے ہیں۔ بے شک وہی بخشش کرنے والے مہربان ہیں"۔

(الزمر)

يَا عِبَادِيَ: یہ اضافت تشریف و تکریم کے لئے ہے۔ تاکہ معصیت کا خوف اور مخالفت کا بعد اس سے دور ہو قرآن مجید کی اصطلاح میں اس سے مؤمن ہی مراد ہیں۔

اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ: معصیت میں اسراف کی وجہ سے جنایت میں حد سے بڑھ گئے۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ: اور اس کی مغفرت اور ثانیاً اس کے فضل سے مایوس نہ ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا: معاف کر کے اگرچہ وہ کتنا ہی دور ہوا ہو۔ توبہ سے اس کو مقید کرنا خلاف ظاہر ہے۔ شرک کے علاوہ میں یہ آیت مطلق ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ان الله لا يغفر ان يشرك به الايه۔ انه هو الغفور الرحيم**۔ یہ

تعلیل ہے یہ مبالغہ ہے اور حصر کا فائدہ دے رہا ہے اس میں مغفرت کے بعد رحمت کا وعدہ ہے عبادی میں نیاز مندی اختصاص دونوں ترجمہ کے مقتضی ہیں اور یہ چیز مغفرت کو عام کرنے والی ہے اسی لیے اس کو مقدم کیا۔ اسراف کا نقصان خود ان کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے اور مایوسی کی ممانعت جب رحمت میں کر دی تو مغفرت میں کیوں کر نہ ہوگی۔ اس کو مطلق لا کر اس کی علت ان اللہ یغفر الذنوب کو بنایا اور اسم باری تعالیٰ کو ضمیر کی جگہ لائے تا کہ بتلا دیا جائے کہ وہی استغناء والا اور منعم حقیقی ہے۔

باقی اس کے شانِ نزول کے سلسلہ میں جو روایت وارد ہے کہ عیاش یا ولید بن ولید اور فتنہ میں ڈالی جانے والی جماعت کے سلسلہ میں یا وحشی کے متعلق اتری وہ اس کے خلاف نہیں کیونکہ لفظ کے عموم کا لحاظ ہے۔ خاص سبب کا اعتبار نہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَهَلْ نُجَازِیْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ﴾ [سباء:۱۷]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ہم نہیں سزا دیتے مگر ناشکرے کو ہی''۔ (سباء)

وَهَلْ نُجَازِیْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ہم نے جو ان سے کیا وہ انہی سے کرتے ہیں جو کفر و ناشکری میں انتہاء کو پہنچ جاتے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ مؤمن ایسا نہیں کرتے کیونکہ شرف ایمان کی وجہ سے ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی﴾ [طه : ٤٨]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بے شک ہماری طرف وحی کی گئی کہ عذاب اس پر ہے جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا''۔ (طٰہٰ)

اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ :عذاب سے مراد موت کے ساتھ دردناک تکلیف۔

عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی :جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔ اس میں اشارہ ہے کہ ایمان والے اس سے بچے رہیں گے۔ بعض اہل توحید کے عذاب کے متعلق آنے والی روایات اس کے خلاف نہیں وہ ان کی توہین کے لئے نہیں بلکہ گناہوں سے تطہیر کے لیے آگ میں ڈالا جائے گا جب وہ میل اتر گئی تو جنت کے مقدار بن گئے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے من و فضل سے جنت میں داخل فرمائے۔ آمین

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ﴾ [الاعراف:۱۵٦]

رب ذوالجلال والاکرام نے فرمایا:

''اور میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے''۔ (الاعراف)

٤١٣ :وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :''مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عِيْسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّالنَّارَ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ"۔

۴۱۳: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ وحدہ لاشریک ہے اور بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور بے شک عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ جو اس نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی طرف بھیجی ہوئی روح ہیں اور بے شک جنت تو حق ہے اور آگ برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے خواہ جس عمل پر بھی ہو''۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں ہے جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ حرام کر دی ہے۔

تشریح ❂ **عبادہ بن الصامت**: ان کے تفصیلی حالات باب اور امر بالمعروف میں گزرے۔

من شهد: یہاں علم کے معنی میں ہے **ان لا اله**: وجود میں کوئی برحق معبود نہیں **الا الله**: سواء اللہ تعالیٰ کے۔ اللہ پر رفع ہے یہ لا کے عمل اسم کا بدل ہے۔ اس کے داخل ہونے سے پہلے کیونکہ لا کے محل اسم کا بدل لا کے داخل ہونے کے بعد جائز نہیں کیونکہ یہ لا معارف میں عمل نہیں کرتا۔ اس کے اعراب کی تفصیلات شرح الاذکار میں ملاحظہ ہوں)۔

وحده: الوہیت اور دیگر اوصاف کمال میں متفرد قرار دیا۔ **لاشريك له**: ذات' صفات وافعال میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ بلکہ تمام موجودات اسی ہی کی مخلوق ہے۔ جس شخص نے اس کے مضمون کو سچا جانا اور دل سے یقین کیا زبان سے بلاعذر شرعی اقرار کیا تو وہ مؤمن ہے۔ ورنہ بالاجماع وہ کافر ہے غزالی نے فقط زبان سے اقرار چھوڑنے والے کو عاصی قرار دیا ہے۔ **و شهد ان محمد عبده ورسوله**: عبد یہ آپ کا اعلیٰ ترین لقب ہے اسی لیے کئی سورتوں میں اس کو ذکر فرمایا ہے اور اسی وجہ سے رسول ﷺ پر اس کو مقدم کیا اور رسولہ میں اس کی طرف اشارہ نکلتا ہے جس کی طرف ابن عبدالسلام کا رجحان ہے کہ نبوت افضل ہے کیونکہ اس کا اللہ تعالیٰ ہی سے تعلق ہے اور رسالت میں مخلوق کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ عبودیت کو یہاں اسی لئے مقدم کیا کہ اس کا براہ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے۔ جو کہ مخلوق کے تعلق سے اشرف ہے اور رسالت اس طرح نہیں مگر جمہور کا قول یہ ہے کہ رسالت افضل ہے کیونکہ نبوت میں صرف حق سے تعلق ہوتا ہے اور اس میں اس کے ساتھ ساتھ مخلوق سے بھی تعلق ہوتا ہے۔

ان عيسى عبد الله ورسوله وكلمته: یہ یسوع سے معرب ہے۔ (بیضاوی) عبداللہ نصاری کی تردید کے لئے یہ فرمایا کیونکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دیتے ہیں۔ آپ کی رسالت بنی اسرائیل کی طرف تھی ان کو کلمہ کہنے کی وجہ مبالغہ ہے رسولہ انکو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ **كلمته**: ان کا بن باپ پیدا ہونا یہ عالم امر کو انوکھی چیزوں میں سے ہے۔ شرح مشارق میں لکھا ہے ان کو کلمہ مبالغۃ کہہ دیا گیا کیونکہ انہوں نے ایسے وقت میں بات کی جب بات کی نہیں جاتی اور

اللہ کی تعریف تعظیم کے لئے نسبت کر دی (شرح المشارق لاکمل الدین) وروح منه: ان کو روح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مردوں کو زندہ کیا اور وہ روح کی طرح تھے جس سے دلوں کو موت جہالت سے نجات ملتی ہے۔ یا اس لیے وہ خود نفخہ جبرئیل سے پیدا ہوئے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا فنفخنا فیھا من روحنا: اور اللہ تعالیٰ کی نسبت کی وجہ اللہ تعالیٰ اس کو حکم دینے والے ہیں۔ بیضاوی کہتے ہیں کہ مضاف محذوف ہے وہ ایسے روح والے ہیں۔ جن سے بلا واسطہ وہ کام ہوتے جو اصل اور مادہ سے پاتے ہیں والجنة والنار: یہ منصوب ہیں ان کا ماقبل پر عطف ہے۔ حق کہ دونوں موجود میں آچکے ہیں۔ اشکال۔ خبر مفرد کیوں لاتے الجواب یہ مصدر ہے۔ ② ان میں سے ہر ہر ایک کا ارادہ کیا گیا ہے۔ **ادخله الجنة علی 'کان من العمل**: وہ جو عمل خیر و شر پر ہو اس کو جنت میں داخل فرما دیں گے۔

النّحو: علی ماتا: آخر یہ حال ہے عامل کو مقدر نہیں مانا جائے گا۔ بلکہ مستقا کو مقدر مانا جائے گا۔ مطلب یہ ہے جس کی موت ایمان پر آئی تو کبیرہ گناہ اسے ایمان سے خارج نہ کریں گے۔ پس وہ جنت میں جائے گا' خواہ ابتداء میں جائے یا آگ میں سزا پا کر داخل ہو یہ مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ طیبی کہتے ہیں: یہ اسی گناہ گار کے بارے میں متصور ہے جو سزا ملنے سے پہلے جنت میں جاتے۔ (شرح مشکوٰۃ للطیبی)

ایک اشکال: اس کا تو معنی یہ ہے کہ کوئی گناہ گار دوزخ میں نہ جائے۔

الجوید: عام معافی لازم ہے اس سے عدم دخول نار لازم نہیں آتا کیونکہ عذاب کے مکمل ہونے سے پہلے معافی جائز ہے۔ ہمارے ہاں گناہ گار کو آگ کا عذاب دیا جانا لازم نہیں بلکہ وعدہ کے مطابق معافی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ان الله یغفر الذنوب جمیعًا الایه**۔

فرق روایت: مسلم کی روایت میں **من اشهد ان لا اله الا الله**: ہے آپ کی رسالت کی گواہی سے تمام انبیاءؑ کی رسالت کی گواہی لازم ہے آپ اس کو لے کر آئے اور **حرم الله علیه النار** کے الفاظ ہیں کہ اسے آگ میں خلود نہیں مسلم کی روایت جس کو صالحی نے نقل کیا وہ اس طرح ہے **دخلت علی عباده بن الصامت وهو فی الموت فبکیت فقال لی: مهلاً لاتبك؟ فوالله لئن استشهدت لاشهدن لك 'لئن شفعت لاسفعن لك' ولئن استطعت لانفعنك ثم قال والله مامن حدیث سمعته من رسول الله ﷺ لکم فیه خیر الاحد ثتکموه الاحدیثا واحدًا وسوف احد ثکموه الیوم وقد احیط بنفسی سمعته یقول من شهد** ۔

تخریج: احمد۸/۲۲۷۳۸ بخاری 'مسلم 'نسائی فی عمل الیوم واللیله ۱۱۳۰ ابن حبان ۲۰۷ ابو عوانه ص۱ ج ٦۔

الفرائد: گنہگار کو اللہ تعالیٰ عقوبت سے پہلے بھی جنت میں داخل کر سکتے ہیں۔ بعض گنہگاروں کو سزا دے کر شفاعت سے نکالا جائے گا۔ تمام لوگ خوف و رجاء کے درمیان ہیں۔

٤١٤ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: "یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اَوْ اَزِیْدُ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَجَزَآءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا اَوْ اَغْفِرُ ۔ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ

شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا ، وَّمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا ، وَّمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِیَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِیْئَةً لَّا یُشْرِكُ بِیْ شَیْئًا لَقِیْتُهٗ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

مَعْنَى الْحَدِيْثِ : "مَنْ تَقَرَّبَ" اِلَیَّ بِطَاعَتِیْ "تَقَرَّبْتُ" اِلَیْهِ بِرَحْمَتِیْ وَاِنْ زَادَ زِدْتُّ "فَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ" وَاَسْرَعَ فِیْ طَاعَتِیْ اَتَیْتُهٗ "هَرْوَلَةً" اَیْ صَبَبْتُ عَلَیْهِ الرَّحْمَةَ وَسَبَقْتُهٗ بِهَا وَلَمْ اُحْوِجْهُ اِلَی الْمَشْیِ الْکَثِیْرِ فِی الْوُصُوْلِ اِلَی الْمَقْصُوْدِ "وَقُرَابُ الْاَرْضِ" بِضَمِّ الْقَافِ وَیُقَالُ بِکَسْرِهَا وَالضَّمُّ اَصَحُّ وَاَشْهَرُ وَمَعْنَاهُ مَا یُقَارِبُ مِلْاَهَا" وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۴۱۴: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو ایک نیکی لے کر آیا اس کے لئے دس گنا اجر ہے یا اس سے بھی بہت زیادہ دوں گا اور جو برائی لے کر آیا تو برائی کا بدلہ اس کی مثل سے ہوگا یا اس کو بخش دوں گا اور جو مجھ سے ایک بالشت کے برابر قریب ہوگا میں اُس سے ایک ہاتھ قریب ہوں گا اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوگا۔ میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوں گا جو میرے پاس چل کر آئے گا۔ میں اُس کی طرف دوڑتا ہوا آؤں گا اور جو میرے پاس زمین بھر برائی لائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہوگا تو میں اس سے اسی قدر بخشش سے ملوں گا۔ (مسلم)

مَنْ تَقَرَّبَ: یعنی جو میری اطاعت کے ذریعے سے میرے قریب ہو۔ تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ: تو میں اپنی رحمت کے ساتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ میری اطاعت میں سرگرمی سے حصہ لیتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں یعنی میں اس پر رحمت کا دریا بہا دیتا اور رحمت کے ساتھ اس کی طرف پیش قدمی کرتا ہوں اور اسے مقصود حاصل کرنے کے لئے زیادہ چلنے کی تکلیف نہیں دیتا۔ قُرَابُ: یہ ضمہ کے ساتھ زیادہ صحیح ہے۔ اس کا معنی جو قریب قریب زمین کو بھر دے۔ واللہ اعلم

تشریح ۞ **یقول اللہ عزوجل:** اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مضارع کا استعمال مکروہ نہیں۔ کیونکہ اس سے مقصود ثبوتِ دوام عدم انقطاع ہے۔ جن علماء نے اس کو مکروہ کہا اس کی وجہ اس میں تجدد و حدوث کا وجود ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی ابدی ہیں۔ **عشر امثالها** یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دس اور اسی جیسی نیکیاں سے ملیں گی۔ نفس حسنہ میں تکرار نہیں' جزاء مکرر دی جائے گی۔ یہ اضافے کاسب سے قلیل ترین درجہ ہے (حاشیہ بیضاوی) **او ازید** او بل کے معنی میں ہے۔ بلکہ میں اضافہ کرتا ہوں۔ جیسا فرمایا **من يقرض الله قرضًا حسنًا فيضاعفه له اضعافا كثيرةً** اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ **انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب** "اور ارشاد فرمایا: **فلا تعلم نفس ما اخفى لهم من قرة اعين** "بقول بیضاوی یہ دس گنا تو اضعاف کے وعدہ سے کم ہے۔ حالانکہ ستر اور سات سو اور بلا حساب کا وعدہ وارد ہے اسی لئے عشر کا معنی عدد معین نہیں بلکہ کثرت کیا گیا ہے۔ **ومن جاء بالسيئة** جیسا تقاضا عدل ہے۔ **او اغفر**۔ فضل و احسان کر کے بخش دوں۔ ذرا احادیث کے الفاظ جو حسنہ کی تعبیر میں وارد ہیں ان پر غور کرو۔ ا) حسنہ کو الف لام سے بطور شرف ذکر کیا اور سیئہ کو نکرہ لائے تا کہ اس سے تنفیر دلائی جائے **ومن تقرب منی:** یعنی میرے فضل و رحمت سے قریب ہوتا ہے **شبرا:** مجاہدہ میں

مبالغہ اورحق الوہیت کی ادائیگی کے لیے مشورا کہا۔تقربت منه: میں اپنے فضل وتوفیق سے اس کے قریب ہوتا ہوں۔
ذراعا:ایک ہاتھ منه ذراعًا: ماقبل سے کم۔تقربت منه باعاً:اس میں یہ بتلایا کہ جزاءعمل کے مطابق ومناسب ہوتی ہے۔
الباع والبوع انسان کے بازوسمیت دونوں ہاتھوں کا فاصلہ سینے کا عرض بھی اس میں شامل ہے۔بتو باجی اس کی مقدار چار ہاتھ ہے۔یمشی: جومیری طاعت کی طرف جلدی کرتا ہے۔اتیته هروله: اس پر رحمت انڈیلتا اور رحمت میں سبقت کرتا ہوں اور مقصود تک پہنچنے کے لئے اس کو مزید نہیں چلاتا۔مقصد یہ ہے کہ عمل کا بدلہ عمل کے مطابق اور قرب کے مناسب ہوتا ہے۔ہرولہ چلنے سے زیادہ اور دوڑ سے کم۔

نووی کا قول: یہ روایت صفات باری تعالیٰ کے سلسلہ میں ہے۔اس سے ظاہر مراد لینا ممکن نہیں۔یہ تمثیل کی قسم ہے۔قرطبی کہتے ہیں ظاہر خطاب کا مقتضی تو حسنہ کا بدلہ بھی اس کی مثل سے ہونا چاہئے۔اس لئے کہ ذراع دوشبر اور باع دو ذراع ہوتا ہے۔حالانکہ پہلے گزرا کہ کم از کم بدلہ دس گنا سے سات گنا تک جاتا ہے بلکہ بے شمار تک چلا جاتا ہے تو ان روایات میں موافقت کیسے ہوگی۔

الجواب: یہ حدیث اجر کی گنتی اور کئی گنا مقدار کو بیان کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس سے اس قدر بتلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قلیل وکثیر عمل کو ضائع نہیں فرماتے اور جلد قبول فرماتے اور کئی گنا اجر دیتے ہیں۔اس کے لینے میں جلدی کرتے اور بشاشت کا اظہار فرماتے ہیں اور اس کو ٹھکانے پر رکھتے ہیں اس ارشاد کو دیکھو۔وان اتانی عشی اتیته هروله :اور دوسری روایت میں اسرعت الیه بھی آیا ہے ہرولہ اور تیزی کا اندازہ شی کے دوگنا سے نہیں ہے۔اضعاف والا مفہوم دوسری روایت سے لیا اس میں نہیں۔ (المفہم للقرطبی)

خطیئة۔ یہ قراب الارض کی تمیز ہے۔خطایا سے جرم کے اعتبار سے وہ بھرنے کے قریب کردے۔
النحو: لایشرك بی شیئًا : یہ جملہ نفی کے فاعل سے محل حال میں ہے۔

مفہوم حدیث: حدیث کے الفاظ من تقرب سے هرولةً :یہ اپنے ظاہر پر نہیں۔بلکہ مطلب یہ ہے۔کہ جس نے طاعت سے میرا قرب اختیار کیا اپنی رحمت سے میں اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ قرب بڑھاتا ہے تو میں بھی بڑھا دیتا ہوں۔
دراصل تراذمن تقرب الخ: سے اشارہ کردیا کہ عمل صالح کا بدلہ اس کے مطابق ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔پس پہلا جملہ تو ثواب کی بڑائی کو اور کثرت عمل اور مجاہدہ کو بتلا رہا ہے اور دوسرا جملہ کہ عمل کا ثواب ضرور ملے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔انا لا نضیع اجر من احسن عملاً (نووی) اتانی اطاعت کی طرف متوجہ ہونا۔یمشی محنت وکوشش کرنا۔الرع فی طاعتی حسب ہمت جلدی کرنا ہے بقول قرطبی ان جملوں سے مشی اقدام وہی سمجھ سکتا ہے جو فہم میں گدھے جیسا ہو۔(المفهم للقرطبی)قراب قریب کے معنی میں ہیں۔

تخریج : مسلم (۲۶۸۷) و ابن ماجه (۳۸۲۱)

الفوائد : جو آدمی توبہ کرتا ہے تو اللہ کی رحمت رضامندی سے اس کا استقبال کرتی ہے جو تھوڑی سی اطاعت سے اللہ کا قرب چاہتا ہے اللہ کثیر ثواب سے اس کا بدلہ دیتے ہیں یہاں جتنی بھی کیفیتیں مذکور ہیں وہ مشاکلت کے طور پر ذکر کی ہیں۔

٤١٥ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ؟ قَالَ : "مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۱۵: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ دو واجب کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ وہ جنت میں جائے گا اور جس کو اس حالت میں موت آئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا"۔ (مسلم)

تشریح ۞ اعرابی: جو عرب دیہات کا رہنے والا ہو۔ لا یشرک باللہ شیئًا عبودیت میں اللہ تعالیٰ کو اکیلا مانتا ہے۔ دخل الجنۃ نووی کہتے ہیں اس پر اجماع امت ہے۔ کہ وہ ابتداء جنت میں جائے گا بشرطیکہ کبائر پر اصرار کرنے والا نہ ہو اور اگر وہ کبیرہ پر اصرار کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے اس کو ابتداء داخل کر دے یا سزا کے بعد۔ من مات یشرک بہ شیاً شرک جلی کرتا ہے یا کسی کو معبودات میں سے مانتا ہے۔ دخل النار ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس میں مشرک کتابی' بت کے پجاری' ولی کے پجاری اور تمام دیگر کفار میں کوئی فرق نہیں ہے کافر منادی اور غیر منادی میں کوئی فرق نہیں۔ ملت اسلام سے نکلنے والا اور اس کی طرف نسبت کرنے والے میں فرق نہیں۔ جن چیزوں کا شدید انکار کفر میں دھکیل دیتا ہے ان سے اس پر کفر کا حکم لگ جائے گا۔ البتہ شرک خفی مثلاً ریاء و دکھلاوا۔ اگر ان کے کرنے والے کی موت ایمان پر آئی تو ابدی جہنمی نہیں۔

تخریج : مسلم کتاب الایمان (۹۳)

الفرائد : توحید پر جس کی موت آئے اللہ اس کو جنت میں ضرور داخل فرمائے گا اور مشرک ہمیشہ آگ میں رہے گا۔

٤١٦ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَمُعَاذٌ رَدِيْفُهٗ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ : "يَا مُعَاذُ" قَالَ : لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ : "يَا مُعَاذُ" قَالَ : لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ۔ قَالَ : "يَا مُعَاذُ" قَالَ : لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلَاثًا قَالَ : "مَا مِنْ عَبْدٍ يَّشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ ' وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُخْبِرُ بِهَا النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا؟ قَالَ اِذًا يَتَّكِلُوْا" فَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَثُّمًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهٗ "تَاَثُّمًا" : اَیْ خَوْفًا مِّنَ الْاِثْمِ فِیْ كَتْمِ هٰذَا الْعِلْمِ۔

۴۱۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جبکہ معاذ آپ کے پیچھے سواری پر سوار تھے۔ اے معاذ! انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے معاذ!

انہوں نے عرض کیا حاضر ہوں یارسول اللہ! تین مرتبہ آپؐ نے آواز دی اور معاذ نے لبیک وسعدیک کہا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا جو بندہ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بشرطیکہ یہ گواہی دل کی سچائی سے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ پر حرام فرما دیتا ہے۔ حضرت معاذ نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ بات میں لوگوں کو نہ بتلاؤں تا کہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپؐ نے فرمایا تب وہ اسی پر بھروسہ کرلیں گے۔ چنانچہ حضرت معاذ نے اپنی موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لئے اس فرمان نبوی کو بیان فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

"تَاَثُّمًا" : کتمانِ علم پر گناہ کا خوف۔

اَلنَّحْوُ :معاذ ردیفه :معاذ مبتداء اور ردیفہ اس کی خبر ہے علی الرحل: یہ خبر سے متعلق ہے۔ یہ جملہ معترضہ ہے۔ جوان کے اسم وخبر میں آیا ہے ان کی خبر قال یا معاذ ہے۔ لبیك ① حاضر حاضر یا۔ ② میں آپ کے قریب ہوں اور اطاعت کرنے والا ہوں۔ ③ میں آپ کی اطاعت پر قائم ہوں۔ ④ میں آپ سے محبت کرنے والا ہوں۔

سعدیك: میں نے آپ کی طاعت دراطاعت کی مراد اس سے کثرت ہے۔

لبیك یا رسول الله سعدیك ثلاثا: تاکید اہتمام کے لئے معاذ کو بار بار آواز دی تا کہ وہ خوب ہوش گوش سے سنیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جب آپ گفتگو فرماتے تو تین مرتبہ دھراتے مامن من عموم نفی کی تاکید کے لئے لائے۔ صدقا یعنی اس حال میں کہ وہ سچا ہو۔ ① یہ حال ہے۔ ② مفعول مطلق ہے ای **شهادة صدقا یا شهادة صدق** مضاف کو قائم مقام بنادیا اور نصب دے دی یعنی سچی گواہی دی۔ **من قلبه:** یہ زبانی شہادت جس کے ساتھ دل کی گواہی نہ ہو اس کو خارج کرنے کے لئے یہ قصد لگائی جیسے منافق **الاحرمه الله علی النار خلود فی النار** حرام ہے کچھ تعزیب اس کے خلاف نہیں **الااخبربهاالناس** تا کہ وہ خوش ہو جائیں اور سچے دل سے ایمان لائیں اور اخلاص اختیار کریں **از اتکلوا** اس طرح وہ اعمال ترک کر بیٹھیں گے اور جنت کے اعلیٰ منازل ان سے رہ جائیں گے۔ آپ ﷺ امت کے لیے بلند منازل کے خواہاں ہیں اس لیے آپ نے معاذ کو اس کے چھوڑنے کا اشارہ کیا کیونکہ اعلان سے اس کا ثمرہ اعلی ہے۔ **فاخبر بها تاثما**۔ ہا سے مراد یہ بشارت ہے تأثما یہ مفعول لہ ہے۔ تا کہ شریعت کا کوئی حکم بیان کرنے میں کمی کے گناہ سے بچ جائیں۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **ان الذین لکتمون ماانزلنا من البنیات والعری** یعنی کتمان علم کی وعید سے بچنے کے لیے بتلایا۔

تخریج :بخاري (١٢٨) ومسلم (٣٢)

الفرائد : سچائی میں دل اور زبان ایک دوسرے کے شریک ہونے چاہیں علم کا چھپانا حرام ہے۔

❁ ❁ ❁

٤١٧ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَوْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا شَكَّ الرَّاوِیْ وَلَا یَضُرُّ الشَّكُّ فِیْ عَیْنِ الصَّحَابِیِّ لِاَنَّهُمْ كُلَّهُمْ عَدُوْلٌ قَالَ لَمَّا كَانَ یَوْمُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَقَالُوْا : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا فَوَاضِحَنَا فَاَكَلْنَا وَادَّهَنَّا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

"افْعَلُوْا" فَجَآءَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَ فِيْ ذٰلِكَ الْبَرَكَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "نَعَمْ" فَدَعَا بِنِطْعٍ فَبَسَطَهُ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَّيَجِيْءُ الْاٰخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَّيَجِيْءُ الْاٰخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطْعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَّسِيْرٌ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ: خُذُوْا فِيْ أَوْعِيَتِكُمْ" فَأَخَذُوْا فِيْ أَوْعِيَتِهِمْ حَتّٰى مَا تَرَكُوْا فِي الْعَسْكَرِ وِعَاءً إِلَّا مَلَؤُوْهُ وَأَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَفَضَلَ فَضْلَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فَيُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۱۷: حضرت ابوہریرہ یا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تعالیٰ سے روایت ہے۔ راوی نے شک کا اظہار کیا ہے اور صحابی کی تعیین میں شک مضر نہیں ہے کیونکہ صحابہ سب عدول ہیں۔ روایت یہ ہے کہ جب غزوۂ تبوک پیش آیا تو لوگوں کو بھوک پہنچی۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اجازت فرمائیں تو ہم اپنے اونٹ ذبح کر لیں۔ ہم گوشت کھائیں اور چربی بھی حاصل کر لیں؟ آپؐ نے فرمایا ایسا کرلو! اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ ادھر آ گئے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ اگر آپ ایسا کریں گے تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ لیکن آپؐ ان کو حکم دیں اپنا بچا ہوا زادِ راہ لائیں پھر ان کے لئے اس میں برکت کی دعا فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یہ صحیح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چمڑے کا دستر خوان منگوایا اور بچھا دیا۔ پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے زادِ راہ کو منگوایا۔ کوئی آدمی مکئی کی ایک روٹی لا رہا تھا اور دوسرا ایک مٹھی کھجوریں اور تیسرا روٹی کا ٹکڑا۔ یہاں تک کہ دستر خوان پر کچھ زادِ راہ جمع ہو گیا۔ پھر آپؐ نے برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ اس کو اپنے اپنے برتنوں میں ڈال لو۔ انہوں نے اپنے اپنے برتنوں میں ڈالا۔ حتیٰ کہ لشکر میں کوئی برتن ایسا نہ چھوڑا جس کو بھر نہ لیا پھر انہوں نے کھایا یہاں تک کہ سارے سیر ہو گئے پھر بھی کچھ بچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور کوئی بندہ ان دونوں باتوں کے ساتھ نہیں ملے گا کہ اس حال میں کہ ان میں شک کرنے والا ہو پھر اسے جنت سے روک لیا جائے۔ یعنی وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ (روایت مسلم)

تشریح ۞ **شك الراوی**: یہ اعمش ہے جیسا مسلم میں وارد ہے۔ **لانهم کلهم عزول** خواہ متن میں شامل ہوئے یا الگ رہے کیونکہ وہ دو حال میں تھے۔ ① مجتہد مصیب وہ دو اجر پانے والے ہیں۔ ② مجتہد مخطئی وہ ایک اجر پائیں گے۔ جب ان کا حال یہ ہے تو ان میں سے تعیین راوی کی ضرورت نہیں۔

علماء اثر کا قول: جب راوی حدثنی فلان یا فلان کہے اور دونوں ثقہ ہوں تو دونوں سے محبت پکڑی جا سکتی ہے۔ یہ غیر صحابی کا معاملہ ہے۔ صحابہ میں تو یہ بدرجہ اولیٰ قابل تسلیم ہے کیونکہ وہ تمام عادل ہیں۔ **یوم**۔ سے زمانہ مراد ہے۔ **تبوك** اس کا منصرف وغیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ وجہ تسمیہ بیان کر آئے' باب التوبہ ملاحظہ کریں۔ **مجاعه**۔ یہ جوع سے مفعلہ کا

وزن ہے۔(نہایہ) بقول صحاح یہ مصدر میمی ہے از جاع یجوع بھوکا ہونا۔قالو یارسول یہ جملہ متانفہ بیانیہ ہے۔
لو ازنت لنا فخرنا فو اضحنا: ① لوتمنی کیلئے اسکا جواب موجودنہیں ② لوشرطیہ ہوتو جواب محذوف ای لو ازنت فخرنا۔
نواضح یہ ناضح کی جمع ہے۔وہ اونٹ جس پر پانی لادیں۔بقول صاحب مصباح ہر اونٹ میں استعمال ہوتا ہے۔جیسا حدیث میں ہے''اطعمه ناضحك''اس کو اپنا کھلادو یہاں اس معنی کی گنجائش ہے۔وادھنا ان کے گوشت اور چربی سے کھانے میں سہولت ہوجاتی۔یا لو کا جواب لكان خيرا یا لكان صوابا یا رايا مبينا یا مصلحة ظاهره یہ بہتر یا مناسب رائے یا ظاہری مصلحت کے مطابق ہوتا اور اگر تو شرطیہ ہوتو جواب محذوف ہے نووی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔(شرح مسلم)۔
حسن ادب: ① سوال کا یہ انداز بزرگوں سے بات کا سلیقہ سکھاتا ہے اس کے لیے امر کا صیغہ حسن خطاب سے گری ہوئی بات ہے ② لشکر کے جانور امیر کی اجازت کے بغیر استعمال نہ کیے جائیں۔③ کسی مصلحت سے ان کو اجازت دی جائے۔
افعلوا: اہم تر پھر اہم کے پیش نظر اجازت دے دی۔ان فعلت قل الظهر ① سواری کو ظہر اس لیے کہتے ہیں ان کی پشت پر سوار ہوتے ہیں۔② سفر میں ان سے استظہار یعنی معاونت لی جاتی ہے۔ان کے فعل کی اسناد آپ کی طرف مجاز عقلی ہے کیونکہ حکم آپ ہی کا تھا جیسے بنی اور میر المدینہ۔
فكن: کلام سابق سے استدراک ہے ان کی مصلحت کے لئے اجازت نہ دیں تاکہ سواری کم نہ ہوں بلکہ اس نظر سے دیکھیں
ادعهم بفضل ازوادهم: یہ یأتون سے متعلق ہے۔
النَّحْو: یہ جملہ محل حال میں ہے۔فضل ازنصر۔بقیہ زادراہ۔ثم ادع الله تراجی اجتماع کی طرف اشارہ کے لئے ثم لائے اور اس سے پھر دعا مل جائے گی۔
لعل الله ان يجعل في ذلك۔ مفعول یہ فضلہ ہونے کی وجہ سے حذف کردیا۔وہ برکت ہے۔برکت کثرت خیر اور ثبوت وبقاء خیر کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ برکت دینے والے ہیں اس کے ہاں نیکی باقی رہتی ہے۔
نطع: اس میں چار لغات ہیں انطع ۲نطع ۳ نطع ۴نطع جو چمڑہ بچھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔بسطه۔وہ چمڑے کا دسترخوان بچھا کہ بقیہ زادِراہ لانے کا حکم دیا۔
ذرة: ایک مٹھی مکئی۔ بكف تمر یہ خاتم فضة کی قسم سے ہے۔مراد مٹھی بھر کھجور ومکئی وغیرہ۔حتى اجتمع حتی غایت مقدار کے لئے ہے ای حمجواحتی اجتمع۔ فد عارسول ﷺ فاکولایا تاکہ ظاہر ہو کہ آپ امت کے سلسلہ میں کس قدر اہتمام فرمانے والے تھے۔ خذوا في اوعيتكم یعنی لیے ہوئے کو اپنے اپنے برتنوں میں ڈالتے جاتے۔وعاء جس میں کسی چیز کو جمع کیا جائے اوعية۔ اسی کی جمع ہے۔ في العسكر: لشکر بقول ابن جوالیقی یہ معرب ہے (المصباح) فاکلوا برتن پر کرنے کے بعد انہوں نے کھایا فضل فضله اس کا باب فضل يفضل فضل يفضل یہ مشہور لغات ہیں فضل يفضل یہ باب تداخل سے ہے۔اشهدان لا اله الله وانى رسول الله دوسری روایت میں اشهد ان محمد ارسول الله " آیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کو اپنی رسالت پر ایمان لازم تھا۔عبد غير شاك۔ ① عبد کی صفت ہوتو مرفوع ہے۔② حال ہوتو منصوب ہے۔اس سے مقصد منافقین کا خارج کرنا ہے۔
فيحجب عن الجنة: اس کو جنت سے نہ روکا جائے گا بلکہ وہ ابتداء یا آگ سے نکال کر جنت میں داخل کردیا جائے گا۔

تخریج : مسلم فی الایمان (۲۷)

الفوائد : ① اہل لشکر کو کوئی کام بھی امیر لشکر کے حکم کے بغیر نہ کرنا چاہیے۔ ② صاحب رائے کو برموقعہ مناسب رائے ظاہر کر دینی چاہیے شہادتیں ہر یقین بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے۔

۴۱۸ : وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ : كُنْتُ اُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ وَكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ اِذَا جَآءَتِ الْاَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ اِنِّي اَنْكَرْتُ بَصَرِي وَاِنَّ الْوَادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيْلُ اِذَا جَآءَتِ الْاَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُ فَوَدِدْتُ اَنَّكَ تَاْتِي فَتُصَلِّي فِي بَيْتِي مَكَانًا اَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "سَاَفْعَلُ" فَغَدَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ وَاسْتَاْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ : اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَاَشَرْتُ لَهُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِي اُحِبُّ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَآءَهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ فَحَبَسْتُهُ عَلٰى خَزِيْرَةٍ تُصْنَعُ لَهُ فَسَمِعَ اَهْلُ الدَّارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِي بَيْتِي فَثَابَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ رَجُلٌ : مَا فَعَلَ مَالِكٌ لَا اَرَاهُ! فَقَالَ رَجُلٌ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَّا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَا تَقُلْ ذٰلِكَ اَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى" فَقَالَ : اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ اَمَّا نَحْنُ فَوَاللّٰهِ مَا نَرٰى وُدَّهُ وَلَا حَدِيْثَهُ اِلَّا اِلَى الْمُنَافِقِيْنَ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَعِتْبَانُ" بِكَسْرِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَبَعْدَهَا بَآءٌ مُوَحَّدَةٌ۔ "وَالْخَزِيْرَةُ" بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَالزَّايِ : هِيَ دَقِيْقٌ يُطْبَخُ بِشَحْمٍ۔ وَقَوْلُهُ "ثَابَ رِجَالٌ" بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ : اَيْ جَآءُوْا وَاجْتَمَعُوْا۔

۴۱۸ : حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' یہ ان صحابہ میں سے ہیں' جو بدر میں شریک تھے' عتبان کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھاتا تھا۔ میرے اور ان کے درمیان ایک وادی تھی۔ جب بارشیں آتیں تو ان کی مسجد کی طرف جانا میرے لئے مشکل ہو جایا کرتا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری نگاہ بھی کچھ کمزور ہے۔ میرے اور قوم کے درمیان وادی میں بارشوں کے وقت سیلاب آ جاتا ہے جس سے میرا وادی پار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر میں تشریف لا کر ایک جگہ نماز پڑھ دیں۔ جس کو میں نماز کی جگہ بنا لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میں ایسا کروں گا چنانچہ ایک دن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ سمیت تشریف لائے اس کے بعد کہ دن خوب روشن ہو چکا تھا۔ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی۔ میں نے اجازت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے سے پہلے ہی فرمایا۔ تم اپنے گھر میں میرا نماز پڑھنا کہاں پسند کرتے ہو؟ میں نے وہ جگہ بتلائی۔ جس میں مَیں چاہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا ہم نے بھی سلام پھیر لیا۔ میں نے آپؐ کو خزیرہ کے لئے (ایک خاص کھانا) روک لیا جو آپ کے لئے بنایا گیا۔ آس پاس کے گھر والوں نے سن لیا کہ آپ میرے گھر میں ہیں۔ پس لوگ آنا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ کافی لوگ ہو گئے۔ ایک آدمی نے کہا۔ مالک کو کیا ہوا کہ وہ نظر نہیں آ رہا۔ دوسرے نے کہا وہ منافق ہے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا۔ آپؐ نے فرمایا ایسا مت کہو کہ تم نہیں دیکھتے ہو کہ اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہے اور اس کے ساتھ اللہ کی رضامندی ہی کو چاہنے والا ہے۔ اس آدمی نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ باقی ہم بخدا اس کی محبت اور بات چیت منافقین ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے آگ اس شخص پر حرام کر دی ہے جس نے صرف اللہ کی رضامندی کے لئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہے۔ (بخاری ومسلم)

عِتْبَانُ کا لفظ عین کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

اَلْخَزِیْرَۃُ: آٹے اور چربی سے بنایا جانے والا کھانا۔

ثَابَ رِجَالٌ: آئے اور اکٹھے ہو گئے۔

تشریح ❁ عتبان بن مالکؓ: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن عمرو بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن خزرج انصاری الخزرجی السالمی

ھو مھن شھد بدرا ابن اسحاق نے بدری صحابہ میں ان کا تذکرہ نہیں کیا۔ البتہ دیگر علماء نے ذکر کیا ہے۔ بخاری ومسلم نے ان کی یہی روایت نقل کی ہے ان کی وفات خلافت معاویہؓ میں ہوئی۔ یہ اپنی قوم کی دیات پر نگران رہے۔ **لقومی بنی سالم**۔ یہ لام اجلیہ ہے مراد امامت کرانا ہے جیسا ابوداؤد طیالسی میں ہے۔ **یحول بینی و بینھم**۔ بارش کے وقت سیلاب حائل ہو جانا۔ **اجتیاز قبل مسجدھم**۔ مسجد والی جانب گزرنا۔ **انی انکرت بصری** زہری کے تمام شاگردوں کی روایت اسی طرح ہے۔ البتہ مسلم کے بعض رواۃ نے اصابنی فی بصری بعض العمی اور طبرانی میں **تماساء بصری**' کے الفاظ حافظ کہتے ہیں یہ اس وقت تو نابینا نہ تھے مگر بخاری کی محمود بن الربیع والی روایت میں یہ موجود ہے کہ وہ نابینا تھے اور اپنی قوم کی امامت کراتے تھے۔ میری نگاہ کمزور ہے۔ اندھیرے اور سیلاب کے مواقع آتے ہیں نووی کہتے ہیں مسلم کی بعض روایات میں "**انه عمی**" کے الفاظ بھی ہیں اس سے مراد منظر کا بڑی حد تک چلے جانا۔ فوات میں مشارکت سے عمی فرما دیا گیا۔

ابن حجر کا قول کہ یہ نابینا پن اس وقت تھا جب محمود راوی کی ان سے ملاقات ہوئی اس وقت نہیں جب کہ عتبان نے رسول ﷺ سے سوال کیا۔ باقی "**انا ضریر البصر**" کا مطلب انکرت اجری ہے۔ بقول ابن خزیمہ۔ انکرت اجری کا لفظ اسی پر بولا جاتا ہے جن کی نگاہ کا کچھ قصور ہو اور اندھا ہو جائے وہ تو کچھ بھی نہیں دیکھتا (فتح الباری)۔

حافظ نرید لکھتے ہیں کہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس طرح کہیں عمی کا اطلاق اس لئے کیا کہ اس کا زمانہ بالکل قریب تھا اور بقیہ نگاہ کے جانے میں اس کی مشارکت تھی جس کی حالت صحت میں وہ حفاظت کرتے رہے۔(فتح الباری)

ان الوادی یسیل۔ وادی کی طرف بہاؤ کی نسبت مجازی ہے۔

فیشق: مشکل ہو جاتا ہے۔ **فوددت** میری خواہش ہے واو پر ضمہ و کسرہ دونوں درست ہیں۔ **فتصلی** اس کا منصوب پڑھنا جائز ہے اگر فا تمنی کے جواب میں ہو۔ **مکانا اتخذہ مصلی** یہ جملہ مکانا کی صفت ہے بخاری اس پر فا داخل مانتے ہیں اس میں رفع ونصب دونوں جائز ہیں **سافعل** بخاری میں انشاء اللہ کے الفاظ بھی ہیں۔ بقول حافظ ابن احجر یہ تعلیق کے لیے محض تبرک کے لیے نہیں ② وحی سے جزم کی صورت میں تبرک کے لیے ہونے کا احتمال ہے۔ سین کا اس پر داخل کرنا اس کی تائید کرتا ہے (الکاشف) بیضاوی نے **اولك سوف یوتیھم اجورھم** کی تفسیر میں لکھا ہے۔ سوف کا آنا تاکید وغیرہ کے لیے ہے مگر صاحب تقریب نے کہا سوف تاخیر کے لیے ہے۔ باقی وقوع کا یقین وخارجی قرآئن سے ہے۔

فغدا علی رسول ﷺ اسماعیلی کی روایت غرو کا لفظ ہے۔ طبرانی کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال جمعہ کے دن کا واقعہ ہے اور تشریف آوری ہفتہ کے دن تھی۔ وابوبکرؓ زہری کے جملہ رواۃ میں صرف ان کا ذکر کیا اور اوزاعی کی روایت میں "**فاستأ زنانازنت لھما**" ہے لیکن مسلم کی دوسری روایات میں "**فاتانی ومن شاء اللہ من اصحابہ**" طبرانی نے **فجاء نی فی نفر من اصحابہ**" اور ایک روایت میں ومعہ ابوبکر وعمر ہے ممکن ہے شروع میں ابوبکر کے ساتھ آئے پھر عمرؓ دیگر احباب بھی جمع ہو گئے۔

اشتد النھار: سورج خوب چڑھ چکا تھا۔ **فلم یجلس حتی قال** یہ بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں اس سے مراد واضح ہو جاتی ہے یہاں بیٹھنے سے پہلے فرمایا اور **ملیکہ** کے گھر میں **جلس واکل** کے الفاظ ہیں۔ پھر وہاں نماز پڑھی۔ کیونکہ وہاں کھانے کی دعوت تھی۔ اس لئے ابتداء فرمائی پھر وہاں نماز ادا فرمائی۔ پھر رواۃ بخاری کے ہاں اس طرح ہے۔ **کشمیخضی** کا اختلاف ہے۔ احب میں چاہتا ہوں **قال رسول ﷺ** نماز شروع فرمائی۔ **وکبر وصففنا لما** مفعول محذوف ہے ای **انفسنا** ہم نے بذات خود صف بچھائی ① ممکن ہے حذف نہ ہو مراد یہ ہو **مخصل منا التصاف**" **فصلی رکعتین** نفل میں جماعت درست ہے اگرچہ وہ مستقل طریقہ نہیں۔ **فحبستہ** لوٹنے سے روکا۔ بخاری میں "**فحبسنا**" ہے۔ **خزیرۃ** ابن قتیبہ کہتے ہیں گوشت کی چھوٹی بوٹیاں کر کے پانی میں گلائیں جب پک جائیں تو اس میں چھینٹا ڈال کر پکالیں اگر گوشت نہ ہو تو اس کو **عصیدۃ** کہتے ہیں جب آٹے کی بجائے موٹا آٹا ڈالیں تو خزیرہ بن جاتا ہے۔ **جشیشہ** دلیا۔ (نہایہ و فتح الباری) **تصنع لہ** یہ ماقبل کی صفت ہے۔ **اھل الدار** اہل محلہ جیسا اس روایت میں ہے خیر دور **نبی النجار** یعنی ان کا محلہ۔ **فثاب رجال منھم** منتشر ہونے کے بعد جمع ہوئے۔ مثابہ اسی پر بولتے ہیں گھر کو مثابۃ کہتے ہیں۔ **ثاب اذا رجع (المحکم) رجل منھم** اس کا نام معلوم نہیں۔ **مالك** سے ابن دخشن یا دخیشن بخاری کے رواۃ کو مصغر یا مکبر میں اختلاف ہوا۔ بقول طبرانی یہ **دخشم** ہے یہ ابوداؤد اور مسلم کی روایت میں اسی طرح ہے۔ (فتح الباری) **رجل** نام معلوم نہیں۔ بعض نے تخمینہ سے نام لیا ہے۔ **لاتقل۔** اس کو منافق مت کہو۔ **الاتراہ** کیا تمہیں معلوم نہیں۔ **قال لا الہ الا اللہ یبتغی بذلك وحہ اللہ تعالٰی۔** آپ ﷺ نے ان کے ایمان کی شہادت دی مالک کے بدری ہونے پر اتفاق ہے انہوں نے سہیل بن عمرو کو گرفتار کیا۔ ترمذی

کی روایت میں مخاطب کو آپ نے فرمایا "الیس قد شھد بدراً" اور ابن اسحاق نے نقل کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک اور معن بن عدی کو مسجد ضرار جلانے کے لیے بھیجا اس سے ان کا نفاق سے بری ہونا ثابت ہوا۔ یا وہ وہاں نہ آسکے شاید کوئی عذر ہو۔ اس پر تعجب کا باعث ان کی کثرت آمد تھی یا نفاق سے عملی مراد ہو الی المنافقین: بظاہر أیہ ودہ سے متعلق ہے۔ الی لام کے معنی میں ہے مفعول محذوف ہے ودمتعدی بن گیا ہے۔ بذلك سے قول لا الہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وجه الله اس قید سے منافقین کو نکالا گیا ہے۔ آگ کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آگ میں خلود حرام ہے۔ ② طبقہ کفار میں داخلہ حرام ہے نہ کہ عاصی مؤمنین والا طبقہ۔ ③ تحریم دخول اس شرط پر عمل صالح حاصل نہ ہو اور سیئات سے تجاوز نہ کیا جائے۔

تخریج : بخاری 'مسلم کتاب الایمان ۔نسائی ابن ماجه ابن حبان ۲۲۳ابن خزیمه ۳۲۹ عبدالرزاق ۱۹۲۹ طبرانی کبیر صحفه ۵۰ جلد۱۸ احمد ۹/۲۳۸۳٤۔

الفرائد : اندھے کی امامت درست ہے' وہ مقامات متبرک ہیں جدھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ اہل محلہ کو کسی عالم کی آمد پر استفادہ کے لئے جمع ہو جانا چاہئے۔ جو عمل اللہ کی رضامندی کے لئے کیا جائے تو اس کو اللہ قبول فرماتے ہیں۔

٤١٩ : وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَبْيٍ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِّنَ السَّبْيِ تَسْعٰى إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ اَخَذَتْهُ فَاَلْزَقَتْهُ بِبَطْنِهَا فَاَرْضَعَتْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْاَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ ؟ قُلْنَا : لَا وَاللّٰهِ ۔ فَقَالَ : "اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۴۱۹: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے۔ ایک قیدی عورت دوڑتی پھرتی تھی۔ جب وہ ایک بچے کو قیدیوں میں پاتی تو اس کو پکڑتی' سینے سے چمٹاتی اور اس کو دودھ پلاتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟ نہیں اللہ کی قسم! تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بہت بڑھ کر مہربان ہیں جتنی یہ اپنے بچے پر مہربان ہے۔ (بخاری و مسلم)

قدم: صیغہ مجہول علی رسول ﷺ بسبی۔

النحو : ایک ظرف نائب فاعل ہے اور دوسرا محل حال میں ہے سبی مصدر ہے مراد اسم مفعول ہے سبی (قیدی) امراۃ یہ مبتداء ہے من السبی یہ امراۃ کے لئے محل صفت میں ہے۔ تسعی یہ خبر ہے۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں البتہ مسلم کی روایت میں (تبتغی) کے الفاظ ہیں جس کا معنی طلب کرنا ہے۔

قاضی عیاض کا قول: مسلم کی روایت وہم ہے صحیح بخاری والی ہے نووی کہتے ہیں دونوں درست ہیں وہم والی بات غلط ہے۔ مطلب یہ ہے وہ دوڑی چلی آ رہی تھی اپنے بچے کو ڈھونڈ رہی تھی۔

اذا وجدت صبیا: اذا شرط کے معنی کے لیے جس وقت وہ کسی دودھ والے بچے کو پاتی۔
فالزقته ببطنها: شفقت سے اس کو سینے سے چمٹاتی اور دودھ پلاتی اترون وا کا فتحہ ہو تو اعتقاد کے معنی میں ہوگا اور ضمہ ہو گمان کے معنی میں۔ **هذه المرآة:** یہ اشارہ مشار الیہ مل کر پہلے فعل کا پہلا مفعول یا دوسرے فعل کا دوسرا مفعول۔ **طارمة:** یہ دوسری صورت میں حال ہے۔ **ولدها:** یہ طارحۃ کا مفعول ہے۔ **فی النار طارحه** کے متعلق ہے۔ **قلنا لا واللہ** عدم اعتقاد کی قسم سے تاکید کردی۔ بخاری کے بعض نسخوں میں واللہ اور دوسرے میں لام کے بغیر واقع ہے۔ یہ لام تاکید ہے۔ یا جواب قسم مقدر ہے۔

تخریج : اخرجه البخاری (۵۹۹۹) و مسلم (۲۷۵٤)

الفرائد : آدمی کو تمام معاملات میں اپنا تعلق اللہ سے رکھنا چاہیے وہ سب سے بڑا مہربان ہے کسی چیز کی اچھی طرح پہچان کے لئے مثال بیان کی جاسکتی ہے۔

---

٤٢٠ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِیْ كِتَابٍ فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ : اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ ' وَفِیْ رِوَایَةٍ "غَلَبَتْ غَضَبِیْ" وَفِیْ رِوَایَةٍ " سَبَقَتْ غَضَبِیْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۴۲۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس کو ایسی کتاب میں لکھ دیا جو اس کے ہاں عرش پر ہے (اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ) اور دوسری روایت میں (غَلَبَتْ غَضَبِیْ) اور تیسری روایت میں سَبَقَتْ غَضَبِیْ۔ یعنی میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے یا سبقت کرنے والی ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ **کتب فی کتاب:** صحائف ملائکہ مراد ہیں۔
النحو: **فهو** یہ مبتداء اس کی خبر ان والا جملہ ہے **عنده فوق العرش:** یہ ظرف محل حال میں ہیں اس کا عامل محذوف ہے۔ یعنی اعنیہ حال **کوله عنده** عندیت سے شرف و مکان فوق العرش مراد ہے۔ **ان رحمتی تغلب غقبی** دوسری روایت میں سبقت غضبی نحو یہ جملہ **هو** کی خبر ہے۔ قول علماء۔ اللہ تعالیٰ کا غضب و رضا اس کے ارادہ کا نام ہے اس کا ارادہ مطیع کو ثواب دینا۔ بندے کی منفعت اس کی رضاء و رحمت کہتے ہیں اور اس کا ارادہ نافرمان کو سزا دینا اور رسواء کرنا ہے۔ اس کو غضب کہتے ہیں۔ ارادہ اللہ تعالیٰ صفت قدیمہ ہے اس کو وہ تمام مقصود کا ارادہ فرماتا ہے۔ سبق و غلبہ سے مراد کثرت و شمول رحمت ہے جیسا محاورہ میں کہتے ہیں **غلب علی فلان الکرم و الشجاعة** جبکہ وہ بہت سخاوت کرے۔

تخریج :بخاری فی الرقاق 'مسلم فی التوبه 'ترمذی ابن ماجه احمد ۳/۹۶۰۳۔

الفرائد : لبق رحمت سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت الٰہی بغیر استحقاق کے بھی مل جاتی ہے جیسے ماں کے پیٹ کا بچہ اور غضب بغیر استحقاق کے نہیں ملتا بس آدمی کو اس کی امید رکھنی چاہیے۔

---

٤٢١ :وَعَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَاَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ وَاَنْزَلَ فِي الْاَرْضِ جُزْءًا وَّاحِدًا فَمِنْ ذٰلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ حَتّٰى تَرْفَعُ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَّلَدِهَا خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهٗ" وَفِيْ رِوَايَةٍ :"اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِائَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا وَاَخَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى تِسْعًا وَّتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَّرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ مُسْلِمٌ اَيْضًا مِنْ رِّوَايَةِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِائَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ يَّتَرَاحَمُ بِهَا الْخَلْقُ بَيْنَهُمْ وَتِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ" وَفِيْ رِوَايَةٍ "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْاَرْضِ رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلٰى وَلَدِهَا وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلٰى بَعْضٍ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ"

۴۲۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کئے ننانوے اپنے ہاں محفوظ کر لئے اور ایک حصہ زمین پر اتارا۔ اسی ایک حصے ہی کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کھاتی ہے یہاں تک کہ جانور بھی اپنا کھر اپنے بچے سے اس ڈر سے ہٹا لیتا ہے کہ اسے تکلیف نہ پہنچے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت کو جنات' انسانوں' چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان اتارا۔ اسی کے سبب ہی وہ آپس میں نرمی کرتے اور رحم کھاتے ہیں اور اسی کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربانی کرتا ہے اور ننانوے رحمتوں کو مؤخر کیا جن سے وہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

مسلم کی وہ روایت جو سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت کے سبب مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور ننانوے رحمتیں قیامت کے دن کے لئے ہیں اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمانوں و زمین کو پیدا فرمایا۔ سو رحمتیں پیدا فرمائیں ہر ایک رحمت اتنی بڑی ہے کہ آسمان و زمین کے خلا کو بھر دے۔ ان میں سے ایک رحمت زمین میں رکھ دی۔ اسی رحمت ہی کی وجہ سے والدہ اپنے بیٹے پر اور وحشی جانور اور پرندے ایک دوسرے پر رحم کھاتے ہیں جب قیامت کا دن آئے گا تو رب ذوالجلال والاکرام اپنی رحمتوں کو ملا کر اس رحمت کو مکمل فرما دیں گے۔

تشریح ۞ جعل الله الرحمة مائة جزء۔ تاویل میں متکلمین کے نزدیک اس چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف درست ہے جو حقیقت لغویہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ پر بولے نہیں جا سکتے۔ دو وجوہ ہیں۔ ① ارادہ پر عمل کریں تو صفات ذات سے بن جائے گا۔ ② فعل اکرام پر محمول کریں تو صفات فعلیہ سے ہوگا مثلاً رحمت یہ لغت میں رحم سے نکلا ہے۔ اس کا حاصل رقت طبعی اور فطری میلان ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محال و ناممکن ہے۔ بعض نے اس کو ارادہ خیر پر محمول کیا اور بعض نے فعل

خیر پر۔ بعض مقامات پران میں ایک تاویل سیاق کی وجہ سے متعین ہو جاتی ہے مثلاً فعل خیر کی تاویل متعین ہے تا کہ صفت فعلیہ بنے۔ یہ اشعری کے ہاں حادث ہے پس مخلوق پر صادق آئے گی۔ پس ارادہ کی تاویل درست نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ صفات ذات میں سے ہے۔ جس سے مخلوق کا تعلق ممنوع ہے اور اس آیت میں "لاعاصیم الیوم من امر الله الامن رحم" میں ارادہ کی تاویل متعین ہے۔ اگر اس کو فعل پر محمول کرو تو یہ بعینہ عصمت بنے گی پس استثناء شئی من نفسہ لازم آئے گا۔ گویا تم یوں کہنے والے بن جاؤ گے۔ لاعاصم الاالعاصم پس ثابت ہوا کہ رحمت سے مراد تو ارادہ رحمت لیا جائے گا اور عصمت اپنے مقام پر رہے گی کیونکہ مکروہات سے فعلاً ممانعت ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا محذور سے باز نہیں رہ سکتا مگر وہ شخص جس کے لئے اللہ تعالیٰ سلامتی کا ارادہ فرمالیں۔ (الدمامینی تعلیق المصابیح) یہ تو ہوا حالانکہ روایت مسلم میں موجود ہے "کل رحمة طباق مابین السماء والارض"۔

فامسك عنده تسعه وتسعین۔ ایک روایت میں جزءً اس کی تمیز مذکور ہے جب کہ دوسری روایت میں انه اخر عنده تسعه وتسعین رحمة " کے الفاظ ہیں انزل فی الارض جزءً واحداً۔ اور ایک روایت میں "ارسل فی خلقه کلهم رحمة واحدة" فمن زلك الجزء۔ ۱) من تعلیلیہ ہے۔ ۲) با کے معنی میں سببیہ ہے۔ ۳ ابتداعید ہے۔ ۴ تبحیضیه۔ اسی جزء کی وجہ سے یتراحم الخلائق ایک روایت میں "فبها یتعاطفون وبها یتراحمون بها تعطف الوحش علی ولدها" یعنی اسی کے سبب سے تمام مخلوق ایک دوسرے پر رحمت کر رہی ہے۔ حتی ترفع الرابة حافرص عن ولد خشیة ان تصیبه گھوڑے اور حمار کے لئے حافر اور گائے کے لئے ظلف اور اونٹ کے لیے خف استعمال ہوتا ہے خشیة۔ یہ مفعول لہ ہے ابوجمرہ فرماتے ہیں حاضر والے کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اپنے بچے سے زیادہ الفت ہوتی ہے۔ فرس میں خفت وسرعت منتقل میں پائی جاتی ہے اس کے باوجود وہ بچے پر پاؤں رکھنے سے اپنے کو روکتا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ان لله تعالیٰ مالة رحمة بین الجن والانس ظرف حال بن سکتا کیونکہ نکرہ موصوف ہے لصدو صفیت نکارت کے لئے ہیں البهائم وہ بیان سے گونگا ہے اس لیے بھم کہلاتا ہے بقول بیضاوی ہر وہ زندہ جس میں قوت امتیاز نہ ہو۔ راغب کہتے ہیں جو حیوان غیر ناطق ہو بطور تعارف جو سباع و پرندہ نہ ہو۔ پھر آٹھ جوڑوں کے لیے استعمال ہونے لگا جب کہ ان میں اونٹ ہو اور اس کا نام رکھنے کی وجہ کام کو مبہم رکھنے اور چھپانے کی وجہ سے ہے۔ الهوام جمع هاهة کیڑے مکوڑے الوحش، جو مانوس نہ ہو (المصباح) یرحم بهاعباده اس سے قیامت کے دن بندوں کو امید اور مزید کرم کی توقع دلائی۔

(متفق علیہ)

فرق روایت: مسلم کی روایت سلمان فارسیؓ ان الله تعالیٰ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ منه کہ غیر خبر کی تقدیم مصر کو ظاہر کرتی ہے۔ یتراحم باب تفاعل مبالغہ کے لئے لائے اے یرحم۔ تسع وتسعون واو عاطفہ ہو تو تسع مبتداء اور اس کی خبر محذوف ہے وہ منہا ہے ماقبل کا جملہ اس کی دلیل ہے۔ ایک نسخہ میں تسعة جو کہ زیادہ درست ہے لیوم القیامة ۱ ظرف حال ہے۔ ۲ ظرف خبر بھی بن سکتی ہے مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے مالة رحمة یعنی انعامات کی سو اقسام اور فضل کی اقسام طباق ڈھنپی ہوتی ہے مابین السماء والارض۔ ان کے بڑے اور عظیم ہونے کے باوجود ان کو بھرنے والی ہے رحمة فبها باسبیہ ہے۔ ۲) تبعیض کے لیے بھی ہوسکتا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں یشرب بها عباد الله۔ ان میں سے بعض

کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بندے پیئیں گے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ وہ آخرت کی طرف لوٹے گی اور اس سے سو مکمل ہو جائیں گی۔ پس دنیا میں جو اسکے بعد ثمرات ظاہر ہوتے اور بعض آخرت میں۔ **تعطف الوالده علی ولدها عطفت الناقه علی ولدها** از ضرب شفقت کی اور اپنا دودھ اس کو پلایا۔ (المصباح)۔

بعضها علی بعض: یہ مبتداء ہے اور خبر ② ماقبل سے بدل البعض بھی بن سکتا ہے۔

فاذا کان یوم القیامة: اذا شرطیہ ثبوت امر کے لئے آیا اور کان وجد کے معنی میں ہے **اکمها الله بهذه الرحمة۔ ۹۹** جمع شدہ کو اس ایک سے ملا کر مکمل فرما دیں گے۔

ایک بشارت: اس میں مسلمانوں کے لیے بشارت ہے۔ علماء کا قول جب ایک رحمت سے اسلام' قرآن' نماز' دل کی رحمت وغیرہ انعامات الٰہی ملے تو سو رحمتوں کے کیا کہنے۔ جبکہ وہ دار القرار اور دار الجزاء ہے۔

تخریج :بخاری فی الادب 'مسلم فی التوبه 'ابن حبان ٦١٤٦ 'ابن ماجه ٤٢٩٣ 'طبرانی ٦١٢٦ 'دارمی ٢/٣٢١' ادب المفرد للبخاری ص ١٠٠ ترمذی بیهقی ٣٥ 'احمد ٣/٩٦١٥ ۔

الفرائد : اس روایت میں ایمان والوں کو خوش خبری دی گئی کیونکہ موجود کے ساتھ موعود کی بھی خوشی ہوتی ہے۔

٤٢٢ :وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَحْكِيْ عَنْ رَّبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ :"اَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ :اَيْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى : اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ :اَيْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ فَلْيَفْعَلْ مَا شَآءَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى :"فَلْيَفْعَلْ مَا شَآءَ" اَيْ مَا دَامَ يَفْعَلُ هٰكَذَا يُذْنِبُ وَيَتُوْبُ اَغْفِرُ لَهٗ فَاِنَّ التَّوْبَةَ تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا۔

۴۲۲: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس بندے نے کوئی گناہ کیا ہو پھر کہا (اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ) کہ اے اللہ تو میرے گناہوں کو معاف فرما۔ پس اللہ فرماتے ہیں میرے بندے نے ایک گناہ کیا وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ایسا ہے جو گناہوں کا بخشنے والا ہے اور گناہ پر پکڑ بھی سکتا ہے۔ پھر اس نے دوبارہ گناہ کیا اور پھر کہا اے رب: (اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ) اے میرے رب میرے گناہ کو معاف فرما۔ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے ایک گناہ کیا پھر جانا کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو بخش بھی سکتا ہے اور پکڑ بھی سکتا ہے۔ پھر بندے نے تیسری بار گناہ کیا اور گناہ کر کے ہی کہا اے رب : (اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ) اللہ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور اس نے جانا کہ میرا رب ہے جو گناہ کو بخش بھی سکتا ہے اور پکڑ بھی سکتا

ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پس وہ جو چاہے کرے۔ (بخاری و مسلم) (هَلْ یَفْعَلُ مَا شَاءَ) یعنی جب تک وہ گناہ کرتا اور اس سے توبہ کرتا رہے گا میں اس کو بخشا جاؤں گا۔ بے شک توبہ ماقبل کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔

تشریح ❀ اذنب: گناہ کرنا۔ **فقال اللهم اغفرلی** فاملا کر بتلا دیا کہ اگر مخالفت کر لی تو جلدی سے توبہ کر لینی چاہئے۔ **ازنب عبری** یہ اضافت تشریفی ہے۔ یہ اس کی طرف سے مزید فضل و غایت ہے۔ **فعلم رفه له ربا** یہ مسلم کے الفاظ ہیں بخاری کے الفاظ: "**فقال ربه اعلم عبدی ان له ربا**" جس سے فا اور ہمزہ حذف کریں اس کو اسی معنی پر محمول کریں گے یعنی میں جانتا ہوں کہ اس کا ایک رب ہے یہاں استفہام کا حقیقی معنی نہیں اور یہ اس عطف کا حرف محذوف بھی نہیں ہو سکتا۔ حذف حرف واؤ ہوتا ہے جبکہ التباس کا خطرہ نہ ہو۔

جمیعا: کثیر گناہ کو بخش دے گا تو ایک گناہ کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔

عماد: توبہ کے بعد اسی گناہ کی طرف لوٹا یا کسی اور کی طرف۔

ای رب: ای اگر بعید کے لیے ہو تو چونکہ دینا میں کسی نے اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا مصطفی ﷺ نے معراج میں بقول ابن عباسؓ دل کی آنکھ سے دیکھا اور ای اگر قریب کے لیے ہو کہ وہ **حبل الورید** سے زیادہ قریب ہے دوسری مرتبہ اس سے نداء یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ میں دور ہوتے ہوتے گناہ کی طرف لوٹ گیا۔ دیانت کا پورا اہتمام نہ کیا۔

رب کا لفظ کرہ سے جب مضاف الیہ یا کو حذف مانیں۔ ② با کا فتحہ ہو الف حذف ہوگئی جو تخفیف کے لیے ی سے بدل کر آئی تھی ③ ضمہ۔ یہ تینوں لغات ہیں رب وہ ذات تربیت کر کے کمال تک پہنچائے۔ **یغفر الزنب** اگر وہ چاہے گا تو بخش دے گا الف لام جنس کا ہے۔ تمام گناہوں کو عموم کے ساتھ شامل ہے۔ **یا خذ بالذنب** گناہ پر سزا دیتا ہے۔ یہاں ذنب کو تقبیح کے لیے ظاہر کیا کہ پکڑنے کا باعث مخالفت ہے۔ **قدغفرت لعبدی** کیونکہ اس سے صحیح توبہ کر لی۔ ② محض فضل سے بخش دیا۔ پہلا قول اقرب ہے۔ **فلیفعل ماشاء** یعنی وہ گناہ جن کے بعد توبہ کرلے۔

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ دوسری مرتبہ گناہ کا نقص نقصان نہیں دیتا بلکہ توبہ درست رہتی ہے۔ اسی طرح دوسری اور تیسری مرتبہ۔ اس سے کوئی اباحت مخالفت اور اکتساب گناہ کی دلیل نہ بنائے کیونکہ اس کا مفہوم **یزنب ویتوب** کہ وہ گناہ کر کے توبہ کرے۔ شرائط صحیحہ سے کی جانے والی توبہ تمام گناہ مٹا ڈالتی ہے۔

تخریج: بخاری فی التوحید، مسلم فی التوبه، احمد ۳/۷۹۵۳ ابن حبان ۶۲۲ حاکم ۴/۲۴۲ بیهقی ۱۰/۱۸۸۔

الفرائد: جو آدمی اپنے گناہوں سے گڑگڑا کر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرنے گا اللہ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔ اگرچہ گناہ بار بار ہو اور تمام گناہوں کو مٹانے کے لیے ایک بار کی توبہ بھی کافی ہے۔

❀ ❀ ❀

۴۲۳ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَجَآءَ بِقَوْمٍ یُّذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَیَغْفِرُ لَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۲۳: حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو مٹا کر ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو گناہ کر کے اللہ سے معافی مانگیں گے اور ان کو اللہ معاف فرمادے گا۔ (مسلم)

تشریح ۞ **نفسی بیدہ**: جس کی قدرت میں میری جان ہے۔ قسم تاکید وتقویت مقام کے لیے لائی گئی ہے۔
فیستغفرون اللہ تعالٰی۔ گناہ کے فوراً بعد معافی مانگ لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دیں گے۔

تخریج: مسلم (۲۷۴۹)

الفرائد: اس میں اس بات کو ظاہر کیا کہ اللہ گنہگاروں سے تجاوز فرمانے والے ہیں انہیں توبہ کی طرف رغبت کرنی چاہیئے۔
اس میں گناہوں میں منہمک لوگوں کے لیے تسلی نہیں جیسے بعض لوگوں کو گمان ہوا۔

۞ ۞ ۞

٤٢٤ : وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ خَالِدِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَقُوْلُ :"لَوْ لَا اَنَّکُمْ تُذْنِبُوْنَ خَلَقَ اللّٰہِ خَلْقًا یُّذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ فَیَغْفِرُ لَھُمْ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۴۲۴: حضرت ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے جو گناہ کر کے استغفار کرتے پھر (اللہ عزوجل) ان کو بخشتے۔ (مسلم)

تشریح ۞ ابوایوب انصاریؓ: ان کے حالات باب برالوالدین میں گزرے۔ وفات کے وقت فرمایا آج تک ایک بات میں نے چھپائے رکھی اب وہ بتلائے دیتا ہوں تو فرمایا: "لو لا انکم تذنبون...... مسلم کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: "لولم یکن لکم ذنوب یغفرھا اللہ لکم لجاء اللہ بقوم لھم ذنوب یغفرھالھم" یہ لفظ صفانی نے مشارق میں ذکر کیے۔

ابن مالک کا قول: یہ گناہوں پر تحریض نہیں بلکہ صحابہ کے دلوں سے شدت خوف کے ازالہ کیلئے فرمایا ان پر خوف غالب تھا اسی لیے ان میں سے بعض پہاڑوں پر عبادت اور عورتوں سے علیحدگی نیند سے علیحدگی کی طرف مائل ہونے لگے تو انکو تسلی دی۔

ایک تنبیہ: رجاء مغفرت پر خبردار کیا اور ثابت کیا کہ جو علم الٰہی میں بات سبقت کر چکی کہ وہ عاصی کو بخشے گا۔ اگر عدم عاصی فرض کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کر دیں جو گناہ کر کے بخشش چاہیں۔

تخریج: اخرجہ مسلم (۲۷۴۸)

الفرائد: امید مایوسی پر ہمیشہ غالب ہونی چاہیئے فرمایا: انہ لاییئس من روح اللہ الا القوم الکفرون۔

۞ ۞ ۞

٤٢٥ : وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا قُعُوْدًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مَعَنَا اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فِیْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مِنْ بَیْنِ اَظْھُرِنَا فَاَبْطَاَ عَلَیْنَا فَخَشِیْنَا اَنْ یُّقْتَطَعَ

دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِي رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اَتَيْتُ حَائِطًا لِّلْاَنْصَارِ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ اِلٰى قَوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذْهَبْ فَمَنْ لَقِيْتَ وَرَآءَ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۲۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک جماعت میں بیٹھے تھے جن میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسے لوگ بھی موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر تشریف لے گئے اور واپسی میں دیر کر دی۔ ہمیں خطرہ ہوا کہ ہماری غیر موجودگی میں آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو۔ پس ہم گھبرا کر اٹھے تو سب سے پہلے گھبرانے والا میں ہی تھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لئے نکلا یہاں تک کہ انصار کے ایک باغ میں پہنچا۔ لمبی روایت ذکر کی گئی ہے جس میں آپؐ نے فرمایا اے ابو ہریرہ جاؤ جس کو بھی اس دیوار کے باہر پاؤ بشرطیکہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گواہی دل کے یقین کے ساتھ دیتا ہو اس کو جنت کی خوشخبری ہے"۔ (مسلم)

تشریح ۞ کنا قعودًا: یہ قاعد کی جمع ہے بیٹھنے والے۔ مع یہ ظرف ہے (صاحب الحکم والجوہری) یہ اسم ہے جو صحبت کا معنی دیتا ہے نفر: یہ تین سے نو مردوں کیلئے آتا ہے۔ بعض نے سات کہا ہے۔ من بین اظھرنا۔ بین کا مضاف الیہ حذف کر دیا اظہر کو لائے کیونکہ آپ ان کے مابین تھے۔ فابطاء علینا: آنے میں تاخیر کر دی۔

ان یقتطع دوننا پکڑ لیے جائیں۔ شائد یہ "واللہ یعصمك من الناس: کے نزول سے پہلے یا بعد کی بات ہے صحابہ کرام کو جسمانی ضرر پہنچائے جانے کا خطرہ ہوا۔ ففزعنا۔ فزع گھبراہٹ کے معنی میں آتا ہے اور اہتمام کے معنی میں آتا ہے اور اغاثہ کا معنی بھی آتا ہے۔ قول قاضی۔ تینوں معانی بن سکتے ہیں یعنی ان کے روک لیے جانے سے گھبرا گئے تو اس طرح کہا وخشینا ان یقتطع دوننا' اور آخری دو وجوہ پہ یہ قول دلالت کرتا ہے 'خفنا :ہمیں میں خوف ہوا معمول کو حذف کر دیا کیونکہ اصل مقصود حصول فعل ہے۔ فزع ڈرا۔ گھبرایا۔ ابتغی تلاش کرنا۔ حتی اتیت حائطا للانصار حتی غایت :مقدرہ کے لیے آیا ہے پس میں چلا یہاں تک کہ حائط کے پاس پہنچا۔ الحائط جمع حوائط اس کو اس لئے حائط کہتے ہیں کیونکہ اس کی چھت نہیں ہوتی۔ بقیہ حدیث کو حذف کر دیا کیونکہ ترجمہ اسباب سے متعلق نہ تھی اس سے تقطیع روایت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

الی قوله فقال۔ رسول ﷺ نے ابو ہریرہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: اذھب لمن لقیته: جس سے تیری ملاقات اس باغ سے باہر ہو۔ جبکہ وہ مخلص مؤمن ہو۔ مستیقنا بھا قلبه: دل سے یقین کرنے والا ہو۔ سین مبالغہ کے لیے دلائی گئی ہے مبنی کی کثرت معنی کی زیادتی کو بتلاتی ہے۔ منافق اس سے خارج ہو گے فبشرہ بالجنة کبیرہ میں ملوث ہونے سے پہلے مر گیا تو ابتداء داخلہ مل جائے گا۔ (۲) یا مدت بعد اسلام لایا اور معصیت نہ کی۔ ۳) صغیرہ گناہ کیا اور اس پر گناہوں کا غلبہ نہ ہوا۔ (۴) کبائر تھے مگر وہ تائب ہو گیا۔ (۵) آگ میں کچھ عرصہ داخلے کے بعد صغائر پر مر گیا مگر زائد نیکیاں بھی تھیں۔ ۶) کبیرہ پر موت آئی اور توبہ بھی نہ کی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسے معاف کر دیا اور وہ ابتداء جنت میں داخل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ویغفر مادون ذلك لمن یشاء" نووی نے اس اشارہ کو حذف کر دیا جو عمرؓ نے کیا کہ کہیں لوگ مراتب علیاء کو فوت نہ کر لیں اور آپ ﷺ نے بھی ان کی موافقت کی۔ مصنف کے حذف کی وجہ ترجمۃ الباب سے عدم موافقت ہے۔

تخریج : مسلم (۳۱)

الفرائد : بے تکلف دوست کے ہاں داخل ہونے اس کے ہاں کھانا کھانے اور اس کی سواری پر سوار ہونے میں کوئی حرج نہیں جب کہ وہ اس میں گرانی محسوس نہ کرتا ہو۔

٤٢٦ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ : ﴿رِبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهُ مِنِّيْ﴾ [ابراھیم:۲٦] الاية وَقَوْلُ عِيْسٰى : ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [المائدہ:۱۱۸] فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ : "اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ" وَبَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : "يَا جِبْرِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ؟ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَا قَالَ وَهُوَ اَعْلَمُ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : "يَا جِبْرِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ : اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۲۶ : حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا جو حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں ہے: ﴿ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهُ مِنِّيْ﴾ اور حضرت عیسیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا: ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ (المائدة) پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر یوں عرض کی: اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ۔ اے اللہ میری امت میری امت اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اللہ نے فرمایا اے جبرائیل محمد کے پاس جاؤ اور تیرا رب اچھی طرح جانتا ہے اور ان سے پوچھو! کیوں روتے ہو؟ پس جبرائیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتلایا جو آپ نے کہا تھا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل محمد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو ہم تم کو تمہاری امت کے سلسلے میں راضی کر دیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض نہیں کریں گے۔ (رواہ مسلم)

تشریح ۞ تلا: تلاوت کی۔ رب انهن اضللن كثيرًا من الناس۔ حرف نداء کو مزید شہرت کی وجہ سے حذف کر دیا هنّ کی ضمیر بتوں کی طرف راجع ہے اضلال گمراہی میں ڈالنا۔ یہ نسبت اضلال سببت کی وجہ سے ہے۔ جیسا "غيرهم الحياة الدينا" میں ہے۔ فمن تبعنی میرے دین پر چلا فانه منی وہ میرا ہے دینی معاملے میں مجھ سے جدا نہیں ہو سکتا۔ ومن عصانی فانك غفور رحيم آپ ان کو ابتداء بخشنے اور ان پر رحمت کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

بضاوی کا قول: اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو بخش سکتے ہیں البتہ وعید نے اس کے اور شرک کے درمیان تفریق کر دی۔ یہ علامہ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ علامہ ماتریدیؒ نے کہا عقلاء نے اس کو محال قرار دیا اور اصلاً اس کا امکان نہیں۔ کیونکہ ان کا گناہ قباحت کی وجہ سے جواز عفو کے لیے مانع ہے وقال یہ مصدر جس کا عطف قول اللہ تعالیٰ پر ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں یہ قول کا

اسم ہے فعل نہیں ہے عرب کہتے قال **قولد وقالد وقيلد** گویا آپ نے کہا اور عیسیٰ ﷺ نے پڑھی **ان تعذبهم فانهم عبادك** وہ عذاب کے حقدار ہیں کیونکہ آپ مالک و متصرف ہیں۔ **وان تغفرلهم هم** سے مؤمنین مراد ہیں۔ **فانك انت العزيز الحيكم** خلاصہ یہ ہے کہ اگر تم عذاب دو تو عدل ہے اور اگر بخش دو تو یہ فضل ہے۔ **فرفع ﷺ يديه وقال اللّٰهم امتى امتى** ای ان پر رحم فرمایا لحاظ فرمایا اسی طرح کا فعل یہ مفعول بہ ہے۔ امتی مبتداء ہے ای **امتى عبادك وفنعمتك فيهم فضل وعقابك عدل** میری امت تیرے بندے ہیں۔ تیری نعمت ان میں فضل ہے اور تیرا عقاب عدل ہے۔ **وبكى**: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و نیاز سے رو پڑے۔ **واجك اعلم**: یہ جملہ معترضہ توہم کے ازالہ کے لیے لایا گیا ہے۔ کہ استفہام حقیقت پر مبنی ہے اللہ تعالیٰ کا علم تو کسی چیز کے وجود سے پہلے ہی ہر چیز پر محیط ہے۔ تو بتلایا کہ استکشاف کے لیے نہیں دریافت نہیں۔ **فسله مايبكيك** یہ اذہب پر معطوف ہے استفہام بعد والے جملے کے سوال سے معلق ہے۔ **فاتاه جبرئيل** آپ ﷺ کے اعزاز کے لیے آیا تا کہ رضامندی پوچھے وہ اعلیٰ مقام مرتبہ والا ہے۔ **بماقال**: سے اپنا قول رب امتی امتی ذکر کیا۔ **سنر منيك فى امتك** یہ اس قول کے موافق ہے۔ **ولسوف يعطيك ربك فترضى الايه۔ ولانسوء ك** یہ معنی تاکید ہے۔ یعنی ہم آپ کو غم زدہ نہ کریں گے۔ کیونکہ ارضاء تو کبھی بعض کو معافی سے ہوسکتا اور باقی آگ میں چلے جائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم آپ کو خوش کریں گے، غم آپ پر طاری ہی نہ ہوگا بلکہ تمام کو بچائیں گے۔

فوائد نوویہ: ① آپ ﷺ کی رحمت، نہایت شفقت اور ان کی بھلائی کا خیال۔ ② امت کو عظیم بشارت۔ ③ آپ ﷺ کا عظیم مرتبہ۔

تخریج: اخرجه مسلم (۲۰۲)

الفرائد: آپ ﷺ کو امت کی مصالح کا کس قدر اہتمام تھا۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ جبرائیل امین کو اس لئے بھیجا تا کہ آپ کی عظمت کا اظہار ہو اور آپ کا اللہ کی بارگاہ میں سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔

٤٢٧ : وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى حِمَارٍ فَقَالَ : "يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ ؟ قُلْتُ : اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ : "فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ : "لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۲۷: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا۔ پس آپ نے فرمایا اے معاذ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے والا ہو وہ اس کو عذاب نہ دے میں نے عرض کی یارسول اللہ کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سنا دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مت

خوشخبری دو۔ پس وہ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے یعنی عمل چھوڑ دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ ردف: یہ مشہور روایت ہے۔ دوسری روایت ردف ہے کذا قال قاضی عیاض الردیف سوار کے پیچھے بیٹھنے والا۔ یہ سمع باب سے آتا ہے۔ قاضی کہتے ہیں طبری کی روایت کچھ وجہ نہیں رکھتی۔ علی حمار اس گدھے کا نام عفیر تھا۔

قول نووی: یہ پہلی روایت سے الگ واقعہ ہے۔ رحل اونٹ کے ساتھ خاص ہے اگرچہ جس پر سفر کیا جائے اسے رحل کہتے ہیں۔ **ماحق اللہ علی العبادو ماحق العباد علی اللہ** صاحب تحریر کہتے ہیں۔ ہر موجود کا حق ثابت ہے۔ ② یا جو لامحالہ پائی جائے اللہ تعالیٰ تو ازلی ابدی ہیں ان کا وجود حقیقی ہے۔ موت، جنت، نار برحق ہیں یہ ہر صورت ہونگی۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق وہ ہے جس کا وہ حقدار ہے اور ان کا حق اس پر اس کا مطلب یہ ہے بہر صورت ان کو ملنے والا ہے (التوریر) دوسروں نے کہا عرب کہتے ہیں **حقك واجب علي** یعنی اس کو پورا کرنا ضروری ہے نووی کہتے ہیں۔ **علی العباد** جو کہ واجب اور ان کے ذمہ ثابت ہے۔ اس کی عبادت کریں کسی کو بھی اس کا شریک نہ کریں۔ **وحق العباد** ① منصوب ہو ماقبل پر عطف ہے۔ ② ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے واؤ عاطفہ للجملہ ہے۔ ③ مستانفہ ہے۔

ان لایعذب: بعض عصاۃ کا آگ میں داخلہ یہ عذاب نہیں بلکہ تطہیر ہے۔ کیونکہ **عذاب قوالهم مع الاهانه والاذلال** کو کہتے ہیں۔ تا کہ جنت کا گھر بسانے کے قابل ہو جائے۔ **افلا ابشر۔** اس کو پھیلانے میں خاموشی اختیار کروں اور لوگوں کو نہ بتلاؤں۔ **قال لاتبشرهم فیتکلوا:** آپ ﷺ نے صالح اعمال کے کثرت سے حاصل کرنے کو اس بشارت کو پہنچانے سے راجح قرار دیا۔

تخریج : بخاری فی التوحید ومسلم فی الایمان ۔احمد ۸/۶۶۰۶۵ عبدالرزاق ۲۰۵۶ طیاسی ۵۶۵ ترمذی ابن ماجه طبرانی کبر ۲۰/۶۵۶ ابن حبان ۲۱۰ الدعوانه صحفه ۱۷ جلد۱ ابن منده ۹۲۔

الفرائد : دو آدمی ایک گدھے پر سوار ہو سکتے ہیں استاد امتحان کے لئے شاگرد سے سوال کر سکتا ہے تا کہ بعض اشکال کی وضاحت کی جا سکے۔ بعض ایمان کے شعبے ایسے ہیں جب ان کو کرسی دے تو اس سے ہمیشہ جنت واجب نہیں ہو جاتی۔

❁ ❁ ❁

۴۲۸ : وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "اَلْمُسْلِمُ اِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ [ابراهیم:۲۷] مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۴۲۸: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں پس اللہ کے اس ارشاد ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ (ابراہیم) کا یہی مطلب ہے "اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا میں مضبوط بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتے ہیں اور آخرت میں بھی"۔ (مسلم، بخاری)

تشریح ❁ المسلم: سچا مسلمان فی القبر: سوال منکر نکیر مراد ہے۔ وہ سوال معلوم و معروف ہیں۔

بالقول الثابت : وہ جو ان کے ہاں حجت سے ثابت ہوا اور ان کے دلوں میں جم گیا وہ لا الہ کا قول ہے۔

تخریج : بخاری فی التفسیر مسلم فی صفة النار نسائی فی الجنائز ابوداؤد ترمذی طیاسی ۷۴۵ ابن حبان ۲۰۶ ابن ماجه ۱۰۶۲ نسائی فی الکبری ۱۱۲۶۴/۶-

الفوائد : جس آدمی کی موت توحید پر آئی اللہ قبر سے اس کو اعزاز کے ساتھ اٹھائیں گے جیسا کہ اللہ نے فرمایا: **یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** ۔

❁ ❁ ❁

۴۲۹ : وَعَنْهُ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اِنَّ الْکَافِرَ اِذَا عَمِلَ حَسَنَةً اُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِّنَ الدُّنْیَا وَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَدَّخِرُلَهٗ حَسَنَاتِهٖ فِی الْاٰخِرَةِ وَیُعْقِبُهٗ رِزْقًا فِی الدُّنْیَا عَلٰی طَاعَتِهٖ وَفِیْ رِوَایَةٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً یُّعْطٰی بِهَا فِی الدُّنْیَا وَیُجْزٰی بِهَا فِی الْاٰخِرَةِ وَاَمَّا الْکَافِرُ فَیُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ لِلّٰهِ تَعَالٰی فِی الدُّنْیَا حَتّٰی اِذَا اَفْضٰی اِلَی الْاٰخِرَةِ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ حَسَنَةٌ یُّجْزٰی بِهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۲۹ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کافر دنیا میں کوئی اچھا عمل کر لیتا ہے تو اس کے بدلے میں اس کو دنیا میں ایک لقمہ دے دیا جاتا ہے باقی رہا مؤمن پس اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے لئے نیکیوں کو جمع کر دیتے ہیں اور دنیا میں اس کی اطاعت پر اس کو رزق بھی دیتا ہے اور ایک روایت میں الفاظ بھی آتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی مؤمن پر اس کی کسی نیکی کے معاملے میں ظلم نہیں کرتا۔ بس اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی دیں گے۔ مگر کافر دنیا میں جو عمل اللہ کی خاطر اچھے کر لیتا ہے تو اس کے بدلے اسے کھانا دیا جاتا ہے جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کا بدلہ دیا جائے گا۔

تشریح ❁ **ان الکافر** : جس قسم کا کافر ہو۔ **اذا عمل حسنة** : وہ نیکی کا دارومدار نیت پر نہ ہو مثلاً آزادی غلاماں۔ صدقہ کرنا محتاج کو کھانا دینا۔ جو وہ اعمال جن کا دارومدار نیت پر ہے مثلاً روزہ نماز اسلام میں اگر نیت نہ ہو یہ سرے سے وجود میں نہیں آتے۔ بعض مستثنیٰ باتیں ہوتی ہیں مثلاً کتابیہ حیض سے غسل کر لے تو وہ اپنے خاوند کے لیے ضرورۃً حلال تو رہو گی جب اسلام لائے تو اس غسل کا اعادہ ضروری ہے۔ **اطعم بها طعمة** : اس کی جمع طعم آتی ہے جیسے غرفہ وغرف (المصباح) **من الدنیا** یہ طعمہ کے لیے محل صفت میں ہے۔ یہ اس کے عمل کا حصہ بنے گا جس نے کہا ہے **اما المؤمن** اگرچہ بظاہر وہ فاسق وفاجر ہو یہ بھی احتمال ہے کہ کامل مؤمن مراد لے لیں۔ **فان الله یدخر له حسناته فی الآخرة** ۔ اس کا ثواب آخرت کے لیے جمع کرتا ہے کبھی کبھی دنیا میں بھی دیتا ہے **ویعقبه** اور عنایت کرتا ہے اور کرے گا۔ **رزقا فی الدنیا علی طاعته** دونوں جہاں میں اس کے بدلے سے کوئی چیز مانع نہیں یہ شریعت سے ثابت ہے اس پر ایمان لازم ہے۔

مسلم کی ایک روایت میں **ان الله لا یظلم مومنا حسنه** ۔ **ظلمهم** کا معنی اس کی نیکیوں میں سے کوئی نیکی بلا بدلہ نہیں چھوڑتا۔ **ظلمهم** کا معنی یہاں نقص وکمی ہے۔ حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کے متعلق محال ہے۔ **یعطی بها فی الدنیا** ۔ پہلا ظرف نائب فاعل ہونے کی وجہ سے محل حال میں ہے۔ **ویجزی بها** : اس کے ساتھ ساتھ ثواب دیتا ہے۔ **فی الآخرة** : یعطی بہا یہ جملہ

مستانفہ ہے اور ما کا جواب ہے کہا جاتا ہے ماذا یکون له بها۔ فیطعهم۔ یہ مجہول کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی رزق دیا جاتا ۔بحسات ماعمل بها ۔ با اول سببیہ اور دوسری بدلیہ ہے اور للہ یہ عمل کے فاعل سے محل حال میں ہے۔

ایک تنبیہ: اسے خبردار کیا کہ کافر کو اس کی نیکی پر یہ دنیا والا بدلہ بھی تب ملتا جبکہ اس کا وہ اچھا عمل اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہو اس میں ریا' شہرت جیسی نیتیں نہ ہوں اور اس سے پہلے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ دونوں چیزیں عمل کے ثواب کو دنیا و آخرت میں حبط کر دیتی ہیں۔ حتی اذا افضی الی الآخرہ۔ جب کفر پر موت کے ساتھ آخرت میں پہنچے گا۔ لم یکن له حسنه یجزی بها۔ اگر کافر ان جیسی نیکیوں کے ساتھ ایمان بھی لے آتا ہے تو اس کو آخرت میں ان پر صحیح مذہب کے مطابق ثواب دیا جاتا ہے۔

تخریج :مسلم (۲۸۰۸)

الفرائد : اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کا سامنا اپنے فضل اور کافر کا اپنے عدل سے فرمائیں گے۔

۴۳۰ :وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ کَمَثَلِ نَھْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰی بَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ مِنْہُ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔
"اَلْغَمْرُ" اَلْکَثِیْرُ۔

۴۳۰: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچوں نمازوں کی مثال لبالب بھری ہوئی نہر کی ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر ہو جس سے وہ دن میں پانچ بار غسل کرتا ہو۔ (مسلم)
اَلْغَمْرُ: کا معنی بہت زیادہ۔

تشریح ۞ مثل: مثال اور حالت کمثل: کاف زائد ہے۔ نهر: جیسے نحر و شعر وغیرہ
قاعدہ: فعل کے وزن میں عین کا فتحہ بھی جائز ہے۔ جار احمد کی روایت میں عذب کے لفظ آئے ہیں۔ ماء عذب ایسا پانی جس میں نمکینی نہ ہو۔ غمر: جو اس میں داخل ہو اس کو ڈھانپنے والی ہے۔ علی باب احدکم قریبی مقام سے تا صل ہونے کی سہولت مراد ہے۔ یغتسل منه کل یوم خمس مرات: احمد کی روایت میں" فما یبقی من الدنس"۔ کے الفاظ بھی وارد ہوتے ہیں۔ ما استفہامیہ' الدنس میل کچیل' جیسا پانی حسی میل کو دور کرتا ہے۔ اسی طرح پانچوں نمازیں معنوی میل کچیل کو دور کر دیتی ہیں۔

تخریج :مسلم (۶۶۸)

الفرائد : پانچوں نمازیں گناہوں سے اس طرح کنارہ ہیں جیسا کہ پانی میل کو زائل کرنے والا ہے۔

۴۳۱ :وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ یَمُوْتُ فَیَقُوْمُ عَلٰی جَنَازَتِہٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا یُشْرِکُوْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا اِلَّا شَفَّعَھُمُ اللّٰہُ فِیْہِ"

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۳۱: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا آپ ﷺ فرماتے تھے جو مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے جنازہ کو ایسے چالیس آدمی ادا کریں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے والے ہوں تو اللہ تعالیٰ میت کے متعلق ان کی سفارش کو قبول فرماتے ہیں۔ (مسلم)

تشریح ۞ **مامن**: مازائد ہے جو کہ من کے عموم کی تاکید کے لیے آیا ہے **رجل مسلم**: نکرہ سیاق نفی میں آیا ہے۔ مسلم کے شرف کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔ **فیقوم**: اس کا عطف یموت پر ہے جواب نفی میں ہونے کی وجہ سے نصب بھی جائز ہے۔ **علی جنازته اربعون رجلاً**: اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔ **شیئاً**: زرہ بھر شرک نہ کرنے والے ہوں۔ "**الا شفعهم الله فيه**" یعنی اس کی مغفرت کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔ طبرانی اور حلیہ کی مرفوع روایت کے خلاف نہیں "**مامن رجل يصلى عليه مائة الاغفر له**"۔ ① کیونکہ عدد کا کوئی مفہوم نہیں۔ ② صحیح مسلم کی اس روایت کو ترجیح ہوگی۔ ③ طبرانی والی روایت وہ پہلے کی خبر ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس امت پر فضل فرمایا اور چالیس کی سفارش کو قبول فرمالیا اس کی مثالیں احادیث میں اور بھی موجود ہیں۔

تخریج : اخرجه مسلم (۹٤۸) و ابو داود (۳۱۷۰) و ابن ماجه (۱٤۸۹)

الفرائد: نمازِ جنازہ کی عظمت یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کا سفارشی بنا دیا۔ یہ سفارش عدم شرک کی صورت میں قبول ہوگی۔

۞ ۞ ۞

۴۳۲ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ قُبَّةٍ نَحْوًا مِّنْ اَرْبَعِيْنَ فَقَالَ "اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟" قُلْنَا: نَعَمْ قَالَ: "اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟" قُلْنَا: نَعَمْ- قَالَ: "وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ وَّمَا اَنْتُمْ فِيْ اَهْلِ الشِّرْكِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَآءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَآءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَحْمَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۳۲: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں قریباً چالیس افراد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر ارشاد فرمایا کیا تم خوش ہو گے کہ تم اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو؟ ہم نے عرض کی جی ہاں۔ پھر فرمایا کیا تم پسند کرو گے کہ تم اہل جنت کا تہائی حصہ ہو؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت کا نصف حصہ ہو گے اور وہ اس طرح کہ جنت میں صرف مؤمن جائیں گے اور مشرکین کی تعداد کے مقابلہ میں تم ایسے ہو جیسے کالے بیل کی کھال میں سفید بال یا سرخ بیل کے چمڑے پر سیاہ بال۔

(بخاری و مسلم)

تشریح ❁ قبة: خیمہ کا بنا ہوا چھوٹا گھر۔(النهایه) نحو۔① حال ہے اور اسے پہلے والا کان کی خبر ہو۔② اس کا عکس بھی جائز ہے۔ ربع: کا لفظ اول حرف کے ضمہ کے ساتھ اور ثلث بھی اسی طرح پڑھا جائے گا۔ والذی نفس محمد بیده: قسم اور اپنا اسم گرامی معاملے کی تاکید و تفخیم کے لیے لایا گیا ہے۔ انی لارجوا ان تکونوا نصف اهل الجنة: علماء کہتے ہیں۔ اللہ اور اس کی رسول کی طرف سے رجاء کا لفظ جہاں آیا ہے وہ کلام شاہی کی طرح یقینی اور قطعی بات ہے۔ جو بہر صورت واقع ہوگی جیسے بادشاہ کہتے ہیں: عسٰی تعطی: قرطبی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس طمع کی اس قول سے تصدیق کر دی۔"وسوف یعطیك ربك فترضی" اور یہ حدیث قدسی "انا سنرضیك فی امتك" مگر اس خوشخبری کی علت بارگاہ الٰہی سے اس طمع کی صورت میں بطور ادب ذکر کی گئی اور احکام عبودیت کے ساتھ بطور اطلاع کے ذکر کی گئی۔

نووی کہتے ہیں پہلے ربع پھر ثلث اور پھر شطر کہنے میں حکمت یہ ہے کہ یہ بات نفوس میں زیادہ گھر کرنے اور اکرام امت میں زیادہ بلیغ ہو۔ یکے بعد دیگرے دیتے جانا خصوصی توجہ اور ہمیشہ توجہ کی دلیل ہے۔ اس میں گویا بار بار بشارت کو دہرایا گیا ہے اور اس سے امت کو تجدید شکر اور کثرت حمد پر برانگیختہ کیا گیا ہے۔ ایک اور روایت میں وارد ہے کہ " ان اهل الجنة مائة وعشرون صفاً هذه الامة منها ثمانون صفا" یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ امت محمد یہ اہل جنت کا دوثلث ہونگے اور حدیث باب سے اس پر اشکال نہیں ہوسکتا کیونکہ حدیث باب کی خبر پہلے ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء میں اضافہ کیا گیا اور پھر مذکورہ روایت والی خبر دی گئی اس کی مثالیں موجود ہیں مثلاً "صلاة الجماعة تفضل صلاةً الفذ بخمس وعشرین" دوسری روایت میں سبع عشرین ہے پھر اس کی وجہ بیان فرمائی۔(نووی) ذلك جس بشارت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان الجنه لام محذوف کیونکہ جنت لایدخلها الانفس مسلمة یہ صریح نص ہے کہ جس کی موت کفر پر آ گئی وہ قطعاً جنت میں نہ جائے گا اور یہ نص بالاجماع اپنے عموم پر ہے۔ فی اهل الشرك: یعنی تمام امتوں کے مقابلے میں جن میں یاجوج وماجوج بھی شامل ہیں۔ الا کالشعرة البیضاء او کالشعرة السودا فی جلد الثور الاحمر: سے ابیض مراد ہے۔ او شک راوی کے لئے ہے۔

تخریج: بخاری (٦٥٢٨) و مسلم (٢٢١١) والترمذی (٢٥٤٧) و ابن ماجه (٤٢٨٣)

الفرائد: آدمی کا یکے بعد دیگرے دینا یہ توجہ کا ثبوت ہے اور ہر مرتبہ ایک نئی خوشخبری ہے اور یہ چیز تجدید لشکر اور کثرت حمد کا داعیہ ہے۔ جس کی موت کفر پر آئی وہ جنت میں نہ جائے گا۔

❁ ❁ ❁

٤٣٣ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا كَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ دَفَعَ اللّٰهُ اِلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ یَهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا فَیَقُوْلُ هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ" وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ نَاسٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ بِذُنُوْبٍ اَمْثَالَ الْجِبَالِ یَغْفِرُهَا اللّٰهُ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهٗ : دَفَعَ اِلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ یَّهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا فَیَقُوْلُ هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ" مَعْنَاهُ مَا جَآءَ فِیْ

حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ " لِكُلِّ اَحَدٍ مَّنْزِلٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْزِلٌ فِي النَّارِ فَالْمُؤْمِنُ اِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ خَلَفَهُ الْكَافِرُ فِي النَّارِ لِاَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ لِذٰلِكَ بِكُفْرِهٖ "وَمَعْنٰی" فِكَاكُكَ "اِنَّكَ كُنْتَ مُعَرَّضًا لِّدُخُوْلِ النَّارِ وَهٰذَا فِكَاكُكَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدَّرَ لِلنَّارِ عَدَدًا يَمْلَؤُهَا فَاِذَا دَخَلَهَا الْكُفَّارُ بِذُنُوْبِهِمْ وَكُفْرِهِمْ صَارُوْا فِيْ مَعْنَى الْفِكَاكِ لِلْمُسْلِمِيْنَ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۴۴۳: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک ایک یہودی یا نصرانی عنایت فرما کر فرمائے گا یہ تیرا آگ سے بچنے کا فدیہ ہے اور ایک اور روایت انہوں نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمائی۔ اس میں فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا کچھ مسلمان ایسے بھی آئیں گے جن کے گناہ پہاڑوں کی طرح ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو وہ گناہ بھی بخش دیں گے۔ (مسلم)

دَفَعَ اِلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ يَّهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا اور پھر فرمائیں گے: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ اس کا معنی وہ ہے جو حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ ہر ایک کا جنت میں ایک ٹھکانہ ہے اور ایک ٹھکانہ آگ میں ہے' پس مؤمن جب جنت میں داخل ہو جائے گا تو کافر جہنم میں اس کا جانشین ہوگا۔ اس لئے کہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا حق دار ہوگا اور فِكَاكُكَ کا معنی یہ ہے تیرا فدیہ یعنی تو جہنم میں داخل کرنے کے لئے پیش کیا گیا تھا اور یہ تیرا فدیہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کے لئے ایک تعداد مقرر کی ہے جن سے وہ اس آگ کو بھرے گا۔ پس جب کافر اپنے کفر اور گناہ کی وجہ سے آگ میں داخل ہوں گے تو وہ ایسے ہوں گے گویا وہ مسلمانوں کے لئے جہنم سے رہائی کا ذریعہ بن گئے۔ واللہ اعلم

تشریح ❁ **اذا کان: جب قیامت کا دن ہوگا۔ یھودیا اونصرانیا۔** ① دوسری روایت مسلم میں مطلق کافر کا تذکرہ ہے: **"اذا کان یوم القیامة اعطی کل رجل من ھذہ الامه رجلاً من الکفار"** اس سے مقید کر دیا جائے۔ ② اس کو مقید نہ کیا جائے بلکہ کہا جائے کہ کفار کے بعض افراد کو بطور نمونہ ذکر کیا گیا ہے۔ **ھذا فکاک من النار۔** مسلم کی روایت میں **"ھذاؤلك من النار"** کے الفاظ ہیں۔ دونوں کا معنی چھٹکارا اور فدیہ ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں جو ابوموسیٰ اشعری ہی سے مروی ہے۔ **"یجیئ یوم القیامة ناس من المسلمین بذنوب"** ذنوب سے بڑے بڑے گناہ مراد ہیں جیسا کہ امثال الجبال سے معلوم ہو رہا ہے۔ اتنی مقدار سے مقصود ترجمہ حاصل ہے اسی پر اکتفاء کیا گیا ہے اس روایت کے اختتام پر ہے۔ **"ویضعه علی الیھود والنصاری"** یہ پہلی روایت کے ہم معنی ہے۔ نووی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کو اپنے فضل سے بخش دیں گے اور ان سے ساقط کر دیں گے اور وہ یہی دو نصاریٰ پر ان کے کفر کی وجہ اور اسی جیسے گناہوں کی وجہ سے ڈال دیے جائیں گے۔ جہنم میں ان کا داخلہ ان کے اپنے اعمال کفریہ کی وجہ سے ہوگا۔ یہ تاویل ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **"ولا تزر وازرة وزر اخریٰ یضعھا:** یہ مجاز مراد **"یضع مثلھا علیھم بذنوبھم"** لیکن جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے سیئات کو ساقط کر دیا اور کفار کی سیئات باقی رہیں تو وہ اسی مفہوم میں ہو گئے

گویا فریقین کا گناہ اٹھانے والے ہیں کیونکہ انہوں نے باقی گناہوں کو اٹھایا اور وہ ان کے اپنے گناہ ہیں۔ ② یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ گناہ ہوں جن میں کفار سبب تھے۔ انہوں نے ان کی بنیاد ڈالی اور **من سن سنة سيئة كان عليه مثل وزر كل من يعمل بها**" موجودہ حالات کے مطابق یہ تاویل خوب درست ثابت ہوتی ہے کیونکہ تمام برے عقائد واعمال کے موجودہ دور کے یہودی عیسائی کیمونسٹ وغیرہ ہیں۔ نووی کا قول: یہ روایت اپنے ظاہری معنی پر نہیں کیونکہ "**لاتزر وازرة وزر اخرى**" واضح اس کا مطلب ابو ہریرہؓ والی روایت ہے کہ جس میں ہر مؤمن و کافر کا جنت و دوزخ میں مکان ہے۔ جب تمام جنتی جنت اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو مکان ایک دوسرے کے دوسرے کو دے دیے جائیں گے گویا مکان کا بدلہ میں دینا صورۃً اسی کا بدلہ ہے۔ جنتی کو **فكاك** کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جہنم میں داخلے سے منہ موڑنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کے لیے ایک تعداد مقدر فرمائی جس سے اس کو بھر دیں گے جب کافر اپنے گناہوں اور کفر کی وجہ سے دوزخ میں چلے جائیں گے اور وہ مسلمانوں کے لیے بمنزلہ فدیہ بن جائیں گے جن کو آگ سے محفوظ کر لیا گیا ہے۔

قول عمر بن عبدالعزیز وشافعیؒ: یہ روایت مسلمانوں کے لیے بڑی امید والی روایت ہے۔ کیونکہ اس میں ہر مسلمان کے فدیہ کی تصریح اور تعمیم ہے وللہ الحمد۔

تخریج : مسلم (٢٧٦٧)

الفرائد : یہود و نصاریٰ کی بدانجامی ذکر فرمائی کہ وہ مسلمانوں کو آگ سے چھڑانے کا بدلہ بنیں گے۔

٤٣٤ :**وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "يُدْنَى الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ رَّبِّهٖ حَتّٰى يَضَعَ كَنَفَهٗ عَلَيْهِ فَيُقَرِّرُهٗ بِذُنُوْبِهٖ فَيَقُوْلُ: اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُوْلُ رَبِّ اَعْرِفُ قَالَ : فَاِنِّيْ قَدْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى صَحِيْفَةَ حَسَنَاتِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔**

"كَنَفُهٗ" سَتْرُهٗ وَرَحْمَتُهٗ۔

۴۳۴: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ قیامت کے روز مؤمن اپنے رب کے قریب کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ اسے اپنی حفاظت اور رحمت میں لے لے گا۔ پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کروائے گا اور فرمائے گا کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے؟ کیا تجھے فلاں گناہ کا علم ہے؟ مؤمن کہے گا ہاں۔ اے رب! جانتا ہوں۔ تو اللہ فرمائے گا میں نے دنیا میں بھی تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور آج بھی میں تیرے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں پھر اسے اس کی نیکیوں کا دفتر دے دیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

كَنَفُهٗ: اس کی رحمت اور پردہ پوشی۔

تشریح ❁ **يدنى**: یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا معنی قریب کیا جانا ہے۔ **من ربه**: قرب مکان نہیں بلکہ قرب مقام مراد ہے۔ نووی کہتے ہیں۔ یہ اکرام کا قرب ہے مسافت کا نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے وراء الوراء ہے۔ **كنفه فيقرره بذنوبه**:

تمام اہل محشر سے اوٹ میں کر کے اس کے گناہ اس پر دلوائی جائیں گے کذا یہ کنایات مجہول سے ہے سترتها علیك فی الدنیا: کسی آدمی کو اطلاع نہ تھی اور مبالغۃً فی الاخفاء یہ ہے کہ فرشتوں سے بھی چھپا لیے جائیں۔ انا اغفرها لك الیوم: قال کے مقولہ پر اس کا عطف ہے۔ صحیفه: حسنات کا نامہ عمل۔ کنف ستر وعفو کو کہتے ہیں۔

تخریج : بخاری فی الرقاق (۲٤٤۱) مسلم فی الجنه (۲۷٦۸) ابن ماجه (۱۸۳)

الفوائد : اللہ تعالیٰ کی منادی کو ملاحظہ کریں کہ جس کے گناہ چاہے گا بخش دے گا۔ بخلاف اس کے جو کھلے طور پر گناہ کرنے والا ہے۔

❁ ❁ ❁

٤٣٥ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنَ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ فَقَالَ الرَّجُلُ : اَلِيَ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ جَمِيْعُ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

۴۳۵: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ پھر وہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو بتلایا جس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ......﴾ ''اور تم نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصہ میں بے شک نیک کام برے کاموں کو مٹا دیتے ہیں''۔ اس آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا یہ حکم میرے لئے ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ میری امت تمام کے لئے ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ ان رجلاً: ابن خیثمہ کی روایت میں 'من الانصار' کے الفاظ زائد ہیں۔ اس آدمی کا نام معتب اور کعب بن عمرو بھی بتلایا گیا یہی ابوالیسر ہے ترمذی' نسائی' بزاز نے خود عمرو ابوالیسر سے یہ روایت لی ہے۔ بعض شارحین نے نبهان التمار: اور بعض نے عمرو بن عذیہ بعض عامر بن قیس بعض نے عباد کہا ہے۔

ابن حجر دونوں کے واقعات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ نبہان' عمرو کے واقعات متعدد ہو سکتے ہیں۔ باقی زمخشری کا عمرو بن عذیہ کو ابوالیسر قرار دینا وہم ہے۔ اور عباد ابوالیسر کے دادا کا نام ہے۔ زیادہ قوی بات یہ ہے کہ یہ ابوالیسر ہے۔ (فتح الباری)

اصاب من امراة قبلة: ترمذی نے واقعہ نقل کیا کہ ان کے پاس ایک عورت آئی جس کا خاوند رسول ﷺ نے ایک سریہ میں بھیجا تھا اس سے کھجوریں طلب کیں ابوالیسر کہتے ہیں (اس پر نگاہ پڑنے سے) مجھے اچھی لگی میں نے اس کو کہا گھر میں اس سے اچھی کھجوریں ہیں۔ وہ اس کے ساتھ چل دی اس کی چٹکی بھری اور اس کو بوسہ دیا پھر ڈر گیا عورت نے اس کو کہا اللہ تعالیٰ سے ڈر وہ نکل کر ابوبکرؓ کے پاس پہنچا انہوں نے کہا توبہ کرو اور دوبارہ ایسا مت کرنا۔ پھر رسول ﷺ کی خدمت میں آیا "واقم الصلٰوۃ" تلاوت میں واؤ سمیت ہے۔ **طرفی النهار**: صبح و شام یہ مضاف الیہ ہے۔ حالت نصبی جری میں آیا ہے۔ وزلفامن

اللیل: یہ فہ سے نکلا ہے جب وہ قریب ہو۔ یہ زلفۃ کی جمع ہے رات کی وہ گھڑیاں جو دن کے قریب ہوں دن کے اطراف میں صبح' ظہر وعصر اور رات کے قرب میں مغرب وعشاء داخل ہیں۔ یہ زلفی و زلفۃ قربی و قربۃ کی طرح ہے۔ زلفا: دونوں ضمہ اور دوسرے کا سکون بھی وارد ہے جیسے بسر و بسر۔

بذھبن السیئات: ان کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ حدیث میں وارد ہے۔ "ان الصلاۃ الی الصلاۃ کفارۃ لمابینھما مااجتنب الکبائر" امام رازی فرماتے ہیں۔ حسنات کے متعلق دو قول ہیں۔ ① ابن عباس فرماتے ہیں۔ پانچوں نمازیں تمام گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے بچا جائے۔ ② مجاہد کہتے ہیں حسنات یہ ہیں۔ سبحان اللہ 'الحمدللہ 'ولاالہ الله والله اکبر (نووی) الی ھذا یا رسول اللہ آدمی نے کہا کیا یہ میرے لئے خاص ہے کہ میری نماز میرے گناہوں کو دور کردے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سائل وقائل ایک ہے۔ احمد وطبرانی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا "یا رسول اللہ الی خاصۃ ام للناس عامۃ؟" فضرب عمر بصردہ فقال لا ونعمۃ عین بل للناس عامۃ فقال النبی ﷺ صدق عمر" یہ عمرؓ کا اجتہاد ہے جو وحی سے موافق ہوا۔ مگر مسلم کی روایت میں وارد ہے کہ معاذؓ نے کہا یا رسول ﷺ آلہ وحدہ ام للناس؟ دار قطنی سے ہاں وہی سوال کرنے والے ہیں۔

بقول لفظ: سائل متعدد ہیں۔ ترکیب ہمزہ مفتوح ہے لی خبر مقدم ھذا مبتداء افادہ تخصیص کے لیے خبر کو مقدم کیا۔ نووی کہتے ہیں۔ حسنات سے جن گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے وہ چھوٹے گناہ اور حقوق اللہ سے متعلق ہیں۔

تخریج: بخاری (٥٢٦) و مسلم (٢٧٦٣)

الفوائد: نمازیں صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہیں۔

٦ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْہُ عَلَیَّ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ فَصَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَلَمَّا قَضَی الصَّلٰوۃَ قَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِیَّ کِتَابَ اللّٰہِ. قَالَ ھَلْ حَضَرْتَ ' مَعَنَا الصَّلٰوۃَ؟ قَالَ : نَعَمْ : قَالَ : قَدْ غُفِرَ لَکَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

وَقَوْلُہٗ "اَصَبْتُ حَدًّا" مَعْنَاہُ مَعْصِیَۃٌ تُوْجِبُ التَّعْزِیْرَ وَلَیْسَ الْمُرَادُ الْحَدَّ الشَّرْعِیَّ الْحَقِیْقِیَّ کَحَدِّ الزِّنَا وَالْخَمْرِ وَغَیْرِھِمَا فَاِنَّ ھٰذِہِ الْحُدُوْدَ لَا تَسْقُطُ بِالصَّلٰوۃِ وَلَا یَجُوْزُ لِلْاِمَامِ تَرْکُھَا۔

٦ ٤٣٦: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے ایسا جرم ہو گیا جس سے میں سزا کا مستحق ہو گیا ہوں۔ آپؐ وہ سزا مجھ پر نافذ فرمائیں ادھر نماز کا وقت ہو گیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اس نے پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے قابل سزا جرم کا ارتکاب ہو گیا ہے۔ آپؐ میرے متعلق اللہ کی کتاب کا حکم قائم فرمائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا تیرا گناہ معاف کر دیا

گیا۔ (بخاری و مسلم)

اَصَبْتُ حَدًّا کا معنی یہ ہے کہ مجھ سے ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جس پر حد لازم ہے۔ اس سے مراد حقیقی حد شرعی نہیں ہے جیسے زنا اور شراب نوشی وغیرہ یہ حدود نماز سے ساقط نہیں ہوتیں اور نہ ہی حاکم کو ان کا ترک کرنا جائز ہے۔

تشریح ۞ جاء رجل: تحفۃ القاری میں شیخ زکریا نے ان کا نام ابوالیسر لکھا ہے۔ اصبتحداً۔ ① ایسا گناہ ہو گیا جو تعزیر کا مقتضی ہے۔ ② اس کے خیال میں اس پر حد آتی تھی۔ قضی الصلاۃ: نماز پوری کرلی۔ قال قد غفرلك: نووی کہتے ہیں اس کے کلام کا مطلب یہ تھا کہ میں نے ایسا گناہ کرلیا ہے جس سے تعزیر لازم ہے اور یہاں صغیرہ گناہ مراد ہے۔ کیونکہ انہی کو نماز مٹاتی ہے۔ اگر کبیرہ ہوتا تو حد لازم ہوتی یا نہ ہوتی مگر نماز ان کا کفارہ نہ بنتی۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حد کو لازم کرنے والے گناہوں سے نماز حد کو ساقط نہیں کرتی۔ نووی کہتے ہیں حد کا معنی یہاں تعزیر ہے۔ کیونکہ حد کو امام نہیں چھوڑ سکتا۔

قاضی عیاض کا قول یہ ہے۔ مراد تو حد سے معروف ہی ہے مگر اس کو حد اس لیے نہ لگائی کہ اس نے اس کی تفسیر نہ کی اور آپ نے بطور تستر تفسیر طلب نہ فرمائی۔ بلکہ اقرار سے وجوع کی تلقین فرمائی۔ (حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں)۔

تخریج: بخاری (٦٨٢٣) و مسلم (٢٧٦٤)

الفرائد: چھوٹے گناہوں کے لئے نمازیں کفارہ ہیں۔

۞ ۞ ۞

٤٣٧: وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّأْكُلَ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدُهٗ عَلَيْهَا اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدُهٗ عَلَيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ "اَلْاَكْلَةُ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الْاَكْلِ كَالْغَدْوَةِ وَالْعَشْوَةِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۴۳۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندے کی اس ادا پر خوش ہوتے ہیں کہ وہ کھانا کھائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے یا پانی نوش کرے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔ (مسلم)

اَلْاَکْلَۃُ: ایک مرتبہ کھانا جیسا کہ عَشْوَہ و غَدْوَہ: صبح یا شام کا کھانا۔ (واللہ اعلم)

تشریح ۞ لیرضی: اللہ تعالیٰ کے متعلق رضامندی کا مطلب ارادہ یا قبولیت ہے۔ ان یا کل الاکلۃ فیحمدہ علیھا نحو۔ ① ممکن ہے اس سے پہلے لام تعلیل ہو۔ ای لاجل۔ ②) باسببیہ بسبب اکلہ

النّحو: ان بمع مدخول عبد سے بدل ہو اور مرضی منہ وہ کھانے اور پینے پر حمد و ثناء ہو تحمد یہ رفع و نصب دونوں کے ساتھ مروی ہے۔ پہلا قول ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کھانے پر خوش ہوتے ہیں جو کھانا حمد کا ذریعہ ہے باوجود یہ کہ اس کا فائدہ بندے کی طرف لوٹنے والا ہے۔ تو اس پر تعریف کرنے میں وہ کیونکر خوش نہ ہوں جس میں بندے کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔ "اویشرب الشربۃ فیحمدہ علیھا" یعنی کسی بھی آدمی کے یہ دو فعل قبول کرلیتا ہے۔ او یہاں شک کے لئے نہیں ہے۔

فائدہ: مادہ ''حمد'' سے مشتق ہر لفظ سے حمد ادا ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس کلمہ سے بھی جو اللہ تعالیٰ کی ثناء پر دلالت کرنے والا ہو۔ اکلہ لقمے کو کہتے ہیں۔

تخریج : اخرجه احمد (٢٨٣٤) والترمذی (١٨١٦)

الفرائد : کھانے پینے کے بعد اللہ کی حمد و ثنا کرنی چاہیے اس سے اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی۔

٤٣٨ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ :"اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَبْسُطُ یَدَهٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْ ءُ النَّهَارِ وَیَبْسُطُ یَدَهٗ بِالنَّهَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْ ءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۳۸: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ دن کو برائی کا ارتکاب کرنے والا توبہ کرلے اور دن کو اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ رات کو برائی کا ارتکاب کرنے والا توبہ کرلے۔ یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔ (مسلم)

تشریح ۞ یبسط یدہ لیتوب : نووی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دن رات میں توبہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول فرماتے ہیں۔ بسط امید یہ قبول توبہ سے استعارہ ہے۔

مازری کا قول: اس سے مراد قبول توبہ ہے۔ بسط : امید کا لفظ لانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اہل عرب جب کسی چیز سے راضی ہوتے تو اس کی قبولیت کی وجہ سے ہاتھ پھیلا دیتے اور جب کسی چیز کو ناپسند کرتے تو ہاتھ سکیڑ لیتے۔ تو اس انداز سے خطاب کیا گیا جو ان کے ہاں مانوس تھا یہ مجاز ہے۔ ید کا معنی جارحہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کے لیے کسی وقت کی تخصیص نہیں (البتہ قبولیت کے اوقات بندے کی مزید ترغیب اور رحمت حق کی خصوصی عنایات حاصل کرنے کے لیے ہیں مترجم)۔

تخریج : اخرجه مسلم (٢٧٥٩)

الفرائد : اللہ تعالیٰ نے توبہ کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں فرمایا۔ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے اور روح کے غرغرے کے مبتلا ہونے سے پہلے تک توبہ قبول ہوتی ہے۔

٤٣٩ : وَعَنْ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَمْرِو ابْنِ عَبَسَةَ "بِفَتْحِ الْعَیْنِ وَالْبَاءِ" السُّلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : کُنْتُ وَاَنَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ اَظُنُّ اَنَّ النَّاسَ عَلٰی ضَلَالَةٍ وَّاَنَّهُمْ لَیْسُوْا عَلٰی شَیْ ءٍ وَّهُمْ یَعْبُدُوْنَ الْاَوْثَانَ فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَکَّةَ یُخْبِرُ اَخْبَارًا فَقَعَدْتُ عَلٰی رَاحِلَتِیْ فَقَدِمْتُ عَلَیْهِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُسْتَخْفِیًا جُرَءَ اءُ عَلَیْهِ قَوْمُهٗ ، فَتَلَطَّفْتُ حَتّٰی دَخَلْتُ عَلَیْهِ بِمَکَّةَ فَقُلْتُ لَهٗ :مَا اَنْتَ؟ قَالَ : "اَنَا نَبِیٌّ" قُلْتُ : وَمَا نَبِیٌّ؟ قَالَ : "اَرْسَلَنِیَ اللّٰهُ " قُلْتُ: بِاَیِّ شَیْ ءٍ اَرْسَلَكَ؟ قَالَ "اَرْسَلَنِیْ

بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَكَسْرِ الْاَوْثَانِ وَاَنْ يُوَحَّدَ اللّٰهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ" قُلْتُ فَمَنْ مَعَكَ عَلٰى هٰذَا؟ قَالَ: "حُرٌّ وَعَبْدٌ" وَمَعَهُ يَوْمَئِذٍ اَبُوْبَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقُلْتُ :اِنِّيْ مُتَّبِعُكَ قَالَ :"اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ ذٰلِكَ يَوْمَكَ هٰذَا اَلَا تَرٰى حَالِيْ وَحَالَ النَّاسِ؟ وَلٰكِنِ ارْجِعْ اِلٰى اَهْلِكَ فَاِذَا سَمِعْتَ بِيْ قَدْ ظَهَرْتُ فَاْتِنِيْ قَالَ: فَذَهَبْتُ اِلٰى اَهْلِيْ وَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَكُنْتُ فِيْ اَهْلِيْ فَجَعَلْتُ اَتَخَبَّرُ الْاَخْبَارَ وَاَسْاَلُ النَّاسَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ حَتّٰى قَدِمَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَقُلْتُ لَهُ فَعَلَ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ؟ فَقَالُوا : النَّاسُ اِلَيْهِ سِرَاعٌ وَّقَدْ اَرَادَ قَوْمُهُ قَتْلَهُ فَلَمْ يَسْتَطِيْعُوْا ذٰلِكَ فَقَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنِيْ قَالَ :"نَعَمْ اَنْتَ الَّذِيْ لَقِيْتَنِيْ بِمَكَّةَ" قَالَ فَقُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَاَجْهَلُهُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلٰوةِ؟ قَالَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ قِيْدَ رُمْحٍ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَّحِيْنَئِذٍ يَّسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ، ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهُ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ، ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَّسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ" قَالَ فَقُلْتُ :يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَالْوُضُوْءُ حَدِّثْنِيْ عَنْهُ؟ فَقَالَ :"مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُّقَرِّبُ وُضُوْءَهُ فَيَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ وَفِيْهِ وَخَيَاشِيْمِهٖ ، ثُمَّ اِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ مِنْ اَطْرَافِ لِحْيَتِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَآءِ ، ثُمَّ يَمْسَحُ رَاْسَهُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَاْسِهٖ مِنْ اَطْرَافِ شَعْرِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَآءِ فَاِنْ هُوَ قَامَ فَصَلّٰى فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِيْ هُوَ لَهُ اَهْلٌ وَفَرَّغَ قَلْبَهُ لِلّٰهِ تَعَالٰى اِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ" فَحَدَّثَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَبَا اُمَامَةَ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهُ اَبُوْ اُمَامَةَ يَا عَمْرُو بْنَ عَبَسَةَ انْظُرْ مَا تَقُوْلُ فِيْ مَقَامٍ وَّاحِدٍ يُّعْطٰى هٰذَا الرَّجُلُ فَقَالَ عَمْرٌو :يَا اَبَا اُمَامَةَ لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّيْ وَرَقَّ عَظْمِيْ وَاقْتَرَبَ اَجَلِيْ وَمَا بِيْ حَاجَةٌ اَنْ اَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَمْ اَسْمَعْهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ ، مَا حَدَّثْتُ اَبَدًا بِهٖ وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُهُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ قَوْلُهُ "جُرَءَآءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ" هُوَ بِجِيْمٍ مَّضْمُوْمَةٍ وَّبِالْمَدِّ عَلٰى وَزْنِ

عُلَمَاءَ : اَیْ جَاسِرُوْنَ مُسْتَطِیْلُوْنَ غَیْرُ هَائِبِیْنَ ' هٰذِهِ الرِّوَایَةُ الْمَشْهُوْرَةُ ' وَرَوَاهُ الْحُمَیْدِیُّ وَغَیْرُهُ حِرَاءٌ بِکَسْرِ الْهَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَقَالَ مَعْنَاهُ :غِضَابٌ ذَوُوْ غَمٍّ وَّهَمٍّ قَدْ عِیْلَ صَبْرُهُمْ بِهٖ حَتّٰی اَثَّرَ فِیْ اَجْسَامِهِمْ مِنْ قَوْلِهِمْ: حَرٰی جِسْمُهُ یَحْرِیْ اِذَا نَقَصَ مِنْ اَلَمٍ اَوْ غَمٍّ وَنَحْوِهٖ وَالصَّحِیْحُ اَنَّهُ بِالْجِیْمِ قَوْلُهُ ﷺ "بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطَانٍ" اَیْ نَاحِیَتَیْ رَاْسِهٖ وَالْمُرَادُ التَّمْثِیْلُ مَعْنَاهُ اَنَّهُ حِیْنَئِذٍ یَتَحَرَّكُ الشَّیْطَانُ وَشِیْعَتُهُ وَیَتَسَلَّطُوْنَ - وَقَوْلُهُ یُقَرِّبُ وَضُوْءَهُ مَعْنَاهُ یُحْضِرُ الْمَآءَ الَّذِیْ یَتَوَضَّاُ بِهٖ - وَقَوْلُهُ "اِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا" هُوَ بِالْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ اَیْ سَقَطَتْ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ "جَرَتْ" بِالْجِیْمِ وَالصَّحِیْحُ بِالْخَآءِ وَهُوَ رِوَایَةُ الْجُمْهُوْرِ وَقَوْلُهُ فَیَنْتَثِرُ اَیْ یَسْتَخْرِجُ مَا فِیْ اَنْفِهٖ مِنْ اَذًی- وَالنَّثْرَةُ:طَرَفُ الْاَنْفِ۔

۴۳۹: حضرت ابو نجیح عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں زمانہ جاہلیت میں گمان کرتا تھا کہ لوگ گمراہی میں ہیں اور وہ کسی دین پر نہیں ہیں اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر میں نے ایک آدمی کی بابت سنا کہ وہ مکے میں کچھ باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ میں اپنی سواری پر بیٹھا اور اس شخص کے پاس مکہ آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپ کر اپنا تبلیغی کام کر رہے ہیں اور آپ پر آپ کی قوم دلیر ہے۔ پس میں نے خفیہ طریقے سے آپ سے ملنے کی تدبیر کی۔ حتیٰ کہ میں مکہ میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے آپ سے کہا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نبی ہوں۔ میں نے پوچھا نبی کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ میں نے کہا آپ کو اللہ نے کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے اس نے صلہ رحمی کرنے' بتوں کو توڑنے' اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیا ہے۔ میں نے عرض کیا پھر آپ کے ساتھ اس میں کون کون ہے؟ آپ نے فرمایا ایک آزاد اور ایک غلام اور آپ کے ساتھ اس دن ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما تھے۔ میں نے کہا میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا۔ تو ان دنوں اس کی طاقت نہیں رکھتا؟ کیا تو میرا اور لوگوں کا حال نہیں دیکھ رہا اپنے وطن کی طرف لوٹ جا پس جب تم میری بابت سنو کہ میں غالب آ گیا ہوں تو میرے پاس چلے آنا۔ کہتے ہیں کہ میں اپنے اہل وعیال میں آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لے گئے اور میں اپنے اہل و عیال میں ہی تھا پس میں نے حالات معلوم کرنے شروع کیے۔ میں کچھ لوگوں سے دریافت کرتا جب آپ مدینہ تشریف لائے۔ یہاں تک کہ ہمارے کچھ لوگ مدینہ آئے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ اس آدمی کا کیا حال ہے جو مدینہ آیا ہے؟ انہوں نے کہا لوگ اس کی طرف تیزی سے آ رہے ہیں اور اس کی قوم نے تو اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر وہ ایسا نہ کر سکے۔ چنانچہ میں مدینہ میں آ کر حاضر خدمت ہوا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں تم وہی ہو جو مجھے مکہ میں ملے تھے۔ پس میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے وہ باتیں بتلائیں جو اللہ نے آپ کو سکھلائی ہیں اور میں ان سے ناواقف ہوں۔ مجھے نماز کی بابت بتلائیے۔ آپ نے فرمایا تم صبح کی نماز پڑھو' پھر سورج کے ایک نیزے کی مقدار بلند ہونے تک نماز سے رکے

رہو۔ اس لئے کہ جب تک سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر اسے سجدہ کرتے ہیں پھر تم نماز پڑھو اس لئے کہ نماز میں فرشتے گواہ ہوتے اور لکھنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ سایہ نیزے کے برابر ہو جائے۔ پھر نماز سے رک جاؤ اس لئے کہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے پھر جب سایہ بڑھنے لگے تو نماز پڑھو۔ اس لئے کہ نماز میں فرشتے گواہ اور حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھو۔ پھر نماز سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اس لئے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت اسے کافر سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی ﷺ وضو کے متعلق مجھے بتلائیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص وضو کا پانی اپنے قریب کرے تو وہ مضمضہ کرے (کلی کرے) اور ناک میں پانی ڈالے پھر ناک صاف کرے تو اس کے چہرے، منہ اور ناک کے گناہ گر جاتے ہیں۔ پھر جب وہ اپنا منہ دھوتا ہے جیسے اسے اللہ نے حکم دیا ہے تو اس کے چہرے کی غلطیاں اس کی داڑھی کے کناروں کے ساتھ گر جاتی ہیں۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کی خطائیں اس کی انگلیوں سے پانی کے ساتھ نکل جاتی ہیں۔ پھر وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کی غلطیاں اس کے بالوں کے کنارے سے نکل جاتی ہیں۔ پھر وہ اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوتا ہے تو اس کے پاؤں کے گناہ اس کی انگلیوں سے نکل جاتے ہیں۔ پھر وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھی پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور بزرگی اس طرح بیان کی۔ جس طرح وہ اس کا حق رکھتا ہے اپنے دل کو اللہ کے لئے فارغ کر دیا تو گناہوں سے اس طرح صاف ہو کر نکلتا ہے جیسے وہ اس وقت تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا۔ اس روایت کو عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوامامہ رسول ﷺ کے صحابی سے بیان کیا ہے۔ ان سے ابوامامہ نے فرمایا اے عمرو۔ دیکھو تم کیا بیان کر رہے ہو؟ ایک ہی جگہ پر ایک آدمی کو یہ مقام دے دیا جائے گا؟ حضرت عمرو نے کہا اے ابوامامہ میری عمر بڑی ہوگئی۔ میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور میری موت قریب آگئی۔ مجھے تو کوئی ضرورت نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولوں۔ اگر میں نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا مگر ایک دو تین نہیں بلکہ سات مرتبہ تو میں اس کو کبھی بھی بیان نہ کرتا۔ لیکن میں نے تو اس کو اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنا ہے۔ (مسلم)

جُرَءَآءُ عَلَیْهِ قَوْمُهُ: یعنی وہ آپ پر بڑی جسارت کرنے والے ہیں اور اس میں قطعاً ڈرنے والے نہیں۔ یہ مشہور روایت ہے اور حمیدی نے اس کو حِرآء نقل کیا ہے۔ جس کا معنی غضب ناک، غم اور فکر والے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو جائے اور وہ غم ان کے جسم میں اثر کر جائے۔ جیسے کہتے ہیں حَرٰی یَحْرِیْ جب جسم غم و رنج وغیرہ سے کمزور ہو جائے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ لفظ جیم کے ساتھ ہے۔

بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطَانٍ: شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان یعنی اس کے سر کے دونوں کناروں کے درمیان اور مطلب اس کا یہ ہے کہ شیطان اور اس کا ٹولہ اس وقت حرکت میں ہوتا ہے اور تسلط و غلبہ کرتا ہے۔

یُقَرِّبُ وُضُوْءَهُ: اس کا معنی اس پانی کو قریب لائے جس سے وضو کرنا ہو۔

اِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا: غلطیاں گر جاتی ہیں۔ بعض نے جَرَتْ روایت کیا ہے اور صحیح لفظ خاء کے ساتھ ہے اور جمہور کی

روایت یہی ہے۔

فَیَنْتَثِرُ: ناک صاف کرے۔

نَثْرَۃٌ: ناک کی ایک جانب کو کہتے ہیں۔

تشریح ❁ ابو نجیحؓ: بعض نے ان کی کنیت ابوشعیب بتلائی ہے ان کا نام عمرو بن عبسہ بروزن عدسہ ہے (تہذیب نووی) عنبسہ کہنا غلط ہے سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابن عامر بن خالد بن عاصرہ بن عتاب بعض نے بن غفار بن امری القیس بن بھثہ بن سیم منصور بن عکرمہ بن خصفہ ابن قیس عیلان ابن مضر بن نزار اسلمی یہ نیک صالح صحابی ہیں چاروں میں چوتھے نمبر پر مسلمان ہوئے۔ ان کی ہجرت کا یہی واقعہ ہے جو حدیث میں مذکور ہے مدینہ منورہ میں خندق کے بعد آئے' وہیں رہائش اختیار کی پھر شام میں مقیم ہو گئے ان کی نبی اکرم ﷺ سے ۳۸ روایات آئی ہیں۔ مسلم کی روایات میں سے ایک روایت یہ ہے۔ ان سے ابن مسعودؓ ابوامامہ' سہل بن سعد جیسے صحابہ نے روایت لی ہے۔ اسی طرح تابعین کی ایک جماعت نے ان سے روایت لی ہے۔ حمص میں مقیم ہوئے اور وہیں وفات پائی (تہذیب نووی)۔

انا في الجاهلية: اسلام سے پہلے زمانہ کو جاہلیت کا زمانہ کہنے کی وجہ کثرت جہالات ہے۔ نحو: یہ جملہ کان کے اسم سے حال ہے اور کان کی خبر **اظن ان الناس الخ** ہے۔ **انهم يسوا اعلى شئ**: وہ چیز ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں فائدہ نہ دے سکے گی۔ **وهم يعبد ون الاوثان** نحو: یہ لیس کے اسم سے جملہ حالیہ ہے اوثان یہ وثن کی جمع ہے۔ بعض نے کہا اس کا اور صنم کا ایک معنی ہے۔ بعض نے کہا صنم جو جواہر معونیہ سے بنایا جائے اور وثن جو پتھر یا لکڑی سے بنایا جائے۔ (المصباح) جو لکڑی یا تانبے یا چاندی سے بنائیں وہ صنم ہے (ابن الفارس) **برجل بمكة**: **بمكه**: کی باظرفیت کے لیے ہے۔

يخبر اخباراً: جو عجیب و غریب خبریں دیتا تھا اخباراً کی تنوین تعظیم و بڑائی کے لیے ہے۔

فقعدت على راحلتي: میں اونٹنی پر سوار ہو کر اس کے پاس آیا۔ **فاذا رسول ﷺ مستخفيا**: یہ خبر سے حال ہے۔ تقدیر یہ ہے و حال کونه **مستخفياً**۔ شریر کفار سے آپ چھپنے والے تھے۔ **جرآة عليه قومه**: یہ الف محدورہ کے ساتھ جری کی جمع ہے اقدام و تسلط کو کہا جاتا ہے۔ نحو: یہ حال مترادفہ یا متداخلہ ہے' یہ ظرف اسی سے متعلق ہے۔ قومہ اس کا فاعل ہے۔

فتلطفت: میں نے اس سلسلہ میں ایک قرشی کے ساتھ منت ساجت کا معاملہ کیا **ماانت**؟ یہ ما عام ہے جب معرفہ کے متعلق سوال ہو تو عاقل کے لئے خاص ہو جاتا ہے (بیضاوی) جیسے ما زید؟ فقیہ ام طبیب؟ جب عمرو نے صفت نبی ﷺ کے متعلق پوچھا آپ ﷺ کا جواب اس پر دلالت کرتا ہے۔ **انا نبی** نووی کہتے ہیں عمرو نے ما سے سوال اسی لئے کیا نہ کہ من سے کیونکہ وہ صفت پوچھ رہا تھا ذات کے بارے میں نہیں پس ما عقلاء کی صفات دریافت کرنے کے لئے آتا ہے (نووی) **مانبی** یعنی نبوت کی کیا حقیقت ہے جو اس کو دوسروں سے ممتاز کر دے **ارسلني الله**: اللہ تعالیٰ نے مجھے ہی اپنے پیغام والا بنایا ہے۔ **بای شئی ارسلك**؟ جب آپ نے رسالت کو عام ذکر فرمایا تو انہوں نے اس کی وضاحت دریافت کی۔ "**ان يوحد الله ولايشرك به شئي**" یہ دونوں مضارع مجہول ہیں لایشرک کا نائب فاعل شئی ہے۔ نووی کہتے ہیں کہ صلہ رحمی کو توحید کے ساتھ ذکر کر کے اس پر ابھارا گیا ہے۔ جزئی امور کا ذکر نہیں کیا اہم کو ترک نہیں کیا۔ صلہ رحمی سے ابتداء کی۔ ایک حکمت اول مصدر لائے پھر فعل کا ذکر کیا اور وہ بھی ان کے ساتھ؟ الجواب اس سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تجدید لا الہ اور اللہ سے

ہوتی ہے۔ تفنن عبادت کے ساتھ اس کی کثرت کا حکم دیا۔ ان تعبیر کی جمع ہونے سے کلام میں جہاں نظریے کو ذکر کیا وہاں تحسین کلام بھی ہوگئی۔ معه یو مئذ یوم: سے یہاں مطلق وقت مراد ہے۔ ابوبکر و بلالؓ ان دونوں پر اکتفاء کیا حالانکہ خدیجہ الکبریٰ کی ان سے پہلے اسلام لائیں اور بچوں میں علیؓ راجح قول یہی ہے کہ ابوبکر پہلے اسلام لائے۔ ان کے ذکر کی وجہ کامل بالغ مرد یہی دو تھے انی متبعك میں اسلام کو ظاہر کرنا اور آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ یو ملك هذا: موجودہ حالات میں کیونکہ اسلام کمزور ہے اور قریش مکہ تمہیں تکلیف پہنچائیں گے۔

ادجع الى اهلك: قاضی کہتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو اسلام کے بغیر لوٹا دیا۔ ان کو ساتھ رہنے سے لوٹا دیا۔ آپ کو ان کے مسافر ہونے کی وجہ قریش کی ایذاء اور فتنے کا خدشہ ہوا۔ جس کی وجہ سے ان کو وطن واپس کر دیا۔ فاتنی اس میں آپ کے معجزہ نبوت کا ذکر ہے کہ عنقریب اسلام کو غلبہ ہوگا۔ فذهبت: یعنی میں وطن واپس لوٹ آیا اور آپ مدینہ تشریف لائے۔ المدینہ توسعاً منصوب ہے۔ منصوب بنزع خافض ہے کنت فی اهلی: میں اپنے قبیلہ میں مقیم رہا۔ اتخبر الاخبار: میں بتکالف آپ کے متعلق لوگوں سے دریافت کرتا حین قدم المدينه جب مدینہ تشریف آوری ہوگئی۔ حتی قدم نفر من اهل المدینه ۔ یہ سوال اور خبریں معلوم کرنے کی غایت ہے النفر تین سے دس آدمی۔ اہل المدینہ سے مدینہ کے رہائش ۔هذا الرجل؟ عظمت وشان کے لیے اسم اشارہ لائے جمال وکمال کی وجہ سے وہ محبوب تو منظور نظر ہیں۔ الناس الیه سراع: لوگ ان کی طرف تیزی سے آرہے ہیں۔ "قدار ادقو مه قتله" کفار قریش نے مکر ودھوکے سے قتل کی کوشش کی ۔فلم یستطیعوا ذلك: اللہ تعالیٰ نے ان کی تدابیر ان پر واپس کر دیں اور اپنے پیغمبر ﷺ کی حفاظت کی۔ فقدمت المدینه: آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کہ جب میرے غلبہ کی خبر سنو تو آ جاؤ۔ التعر فنی: طویل مدت گزر چکی تھی۔ مگر آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ نووی کہتے ہیں بلی سے پہلے نفی یا نہی نہ بھی تب بھی اس کو جواب میں لانا درست ہے۔ جب کہ قرینہ کلام اس کے جواب کا تقاضا کرتا ہو۔ اخبرنی عما علمك الله: ضمیر عائد محذوف ہے ای علمکه: معنی یہ مجھے اسلام کے احکام وصفات بتلائیں (نووی) عن تعلیلہ ہوسکتا ہے جیسا اس قول میں وما نحن تبار کی الهتنا عن قولك ای لاجله: تیری بات کی وجہ سے ہم اپنے معبودوں کو ترک کرنے والے نہیں۔ و اجهله: یہ کلام کی طوالت کے لئے کہا اور یہ بھی ممکن ہے کہ سابقہ اجتماع کی معلومات سے احتراز مقصود ہو۔ الصلوة سے نفلی نماز مراد ہے۔ اقصر: بیٹھ رہو۔ عن الصلاة: مطلق نفل جو بلاسبب ہوں یا سبب متاخر ہو۔ حتی ترتفع الشمس: یہ ماقبل سے بدل بھی ہوسکتا ہے۔ ② غایت کے بعد غایت ہوسکتی ہے کیونکہ اس وقت نفل حرام ہیں نووی کہتے ہیں۔ فماز: نفل سے ممانعت مطلق طلوع سے نہیں بلکہ کسی قدر بلند ہونے سے ہے۔ طلوع کے دوران نماز صبح بھی حرام ہے۔ جس نے نماز نہ پڑھی ہو اس کو طلوع سے پہلے تو جائز ہے طلوع کے وقت اس کو بھی جائز نہیں۔

حین تطلع بین قرنی شیطان: طلوع کے وقت۔ شیطان کو تحقیر کے لیے نکرہ لائے قرناہ سے اس کے سر کی دونوں اطراف شیطان کو سرکشی اور حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے شیطان کہتے ہیں۔ ہر سرکش ونافرمان شیطان ہے مگر زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ شطن سے مشتق ہو چکا معنی خیر ورحمت سے دور ہونا ہے۔ بعض نے شاط ہلاک ہونا' جلنے سے بنا ہے۔ اس وقت نماز پڑھنے والا گویا شیطان کو سجدہ کرنے والا ہے۔ حینئذ یسجد لها الکافر: طلوع کے وقت کافر اس کو سجدہ کرتا ہے' قاضی عیاض کہتے

ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے جنہوں نے ظاہری معنی کیا وہ درست ہے کیونکہ شیطان یہ حرکت کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اپنے نفس کو دھوکہ دے کہ یہ سجدہ اسی کو کیا جا رہا ہے۔ **ثم صل** : پھر جو نفل چاہو پڑھو **فان الصلاة مشهودة محضورة**: اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں وہ قبولیت اور حصول رحمت کے قریب تر ہے۔ **فتح الدله** : میں کہا گیا کہ اس میں دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں، تا کہ اس نماز کو لکھیں اور نماز پڑھنے والوں کی گواہی دیتے ہیں۔ یہ مشہودہ مکتوبۃ والی روایت کے ہم معنی ہے۔ ان لوگوں کا خیال درست نہیں جنہوں نے ان روایتوں میں فرق کیا ہے اور اس نماز کو احسن قرار دیا ہے۔

حتی یستقل :یہ قلت سے ہے۔ اقلال سے نہیں جس کا معنی بلندی ہے۔ یہ صل کی غایت ہے۔ **انطل بالرمح** : اس کا معنی اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں **عرضت الناقة علی الحوض** :یعنی **یبلغ ظله ادنی غایة النقص** :یہاں تک کہ اس کا سایہ نقص قریب ترین غایت تک پہنچ جائے۔ گویا رمح قلت میں ظل کے قائم مقام بنایا گیا ہے۔ محسن قلب میں مبالغہ ہے۔ یعنی مقدار مرکز کے علاوہ نیزہ اس طرح ہو جائے گویا وہ گاڑا ہی نہیں گیا۔ کیونکہ ابتداء دن میں سایے کی عدالت مغرب کی طرف ہوتی ہے پھر کم ہو کر استواء کے وقت جڑ میں آ جاتا ہے۔ یعنی قلت میں میں انتہاء کو پہنچ جاتا ہے۔ ② مطلق سایہ اطراف سے اٹھ جاتا ہے یہاں تک کہ زمین پر اتنی مقدار میں رہ جاتا ہے کہ دیکھنے میں نظر نہیں آتا اور مسلم کی یہ روایت "**حتی یستقل الرمح بالظل**" قاضی عیاض کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے "**یستقل انطل بالرمح** "یعنی اس کا سایہ تھوڑا ہو جاتا ہے گویا یہ کہہ دیا کہ نیزے کا سایہ گھٹ گیا ہے۔ یعنی رہا ہی نہیں۔ با زائد تحسین کلام کے لیے لائے ہیں۔ ابو داؤد کی روایت میں یہ لفظ ہیں "**حتی یعدل الرمح ظله**" خطابی کہتے ہیں۔ جب سورج سیدھا ہو جائے اور سایہ انتہائی کم ہو جائے۔ مجھے معلوم نہیں **یسعدل** :کے ساتھ اس کی موافقت کس طرح ہے۔ شاید **یعدل** : کا معنی یہ ہو کہ سایہ برابر ہو جائے وہ بڑھا ہوا نہ ہوا جیسا نیزہ اپنی لمبائی میں بڑھا ہوا نہیں ہوتا بلکہ برابر ہوتا ہے۔ ② یصرف کے معنی میں ہے۔ گویا نیزے نے اپنے سایے کو نقص سے اضافے کی طرف پھیر دیا اور مغرب کی طرف میلان سے مشرق کی طرف پھیر دیا۔ نیزے کی طرف اضافت سببیت کی وجہ سے ہے۔ نووی کو یہ کلام پسند نہیں قاضی عیاض کہتے ہیں۔ یہ عجیب کلام کی میں خبر دار کر دیا تا کہ کسی کو دھوکا نہ لگے۔ اس سے امام مالک کے خلاف دلیل ملتی ہے کہ انہوں نے استواء کے وقت مطلقاً نماز کو جائز رکھا ہے استدلال یہ ہے کہ لوگوں کو جمعہ کے دن ایسا کرتے پایا حالانکہ جمعہ کا دن مستثنیٰ ہے۔ (مگر احناف جمعہ کے دن بھی عمومی دلائل سے استواء کے وقت نماز کی اجازت نہیں دیتے) **تسجر جھنم** جہنم بھڑکائی جاتی ہے۔ **تسجر** سے پہلے ان مصدر یہ ہے جیسا "**من آیاته یریکم البرق الایه**" اس کا اسم ضمیر شان ہے اور اس کا حذف ابہام پر زیادہ دلالت کرنے والا ہے۔ اسی لیے اس ارشاد میں حذف کر دیا ہے "**من بعد ما کا دیذیغ قلوب فریق منهم**"۔

فاذا اقبل الفی : فئی کا لفظ زوال کے بعد والے سایہ کے لیے مخصوص ہے۔ ظل کا ماقبل اور مابعد الزول دونوں پر بولا جاتا ہے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں اس کو فئی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک جانب سے دوسری جانب لوٹ آیا ہے۔ **حتی تصلی العصر** :اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت دخول وقت عصر سے ثابت نہیں ہوتی نہ کسی اور کے نماز پڑھنے سے بلکہ ہر ایک کے لیے اس کی اپنی نماز سے مکروہ بنتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس سے اول وقت سے اس کو مؤخر کیا تو نفل پڑھنا مکروہ نہ ہوگا۔ (نووی) مقصد یہ ہے ظہر کا آخری وقت عصر کے پہلے وقت سے ہے۔ کیونکہ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ اصفرار کے وقت نماز مکروہ اس کے لیے

بھی جو نماز پڑھے اور جو نہ پڑھے۔
اقصر عن الصلوة: پھر ہر قسم کے نفل سے باز رہو۔یسجدلها الكفار : اس وقت نماز کی ممانعت میں یہ حکمت ہے۔علت نہیں ورنہ سبب والے اور مکہ میں بھی ممانعت ہوتی۔ عزبن عبدالسلام: اس کا تعلیل ہونا ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ ایسے وقت میں اللہ کی تعظیم جس میں غیروں کو سجدہ کیا جاتا ہو۔زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں دشمنوں کی تذلیل ہے۔اگر اس کا علت ہونا درست ہوتو پھر سبب اور غیر سبب والے حکم میں فرق نہ رہا۔مگر اس کا جواب یہ دیا گیا کیونکہ یہ حکمت ہے۔اس کا الگ کرنا لازم نہیں۔غیر سبب سے اس کے خاص کرنے کی وجہ اور طلوع وغروب کے اوقات سے یہ ہے کہ ایسی نماز شروع کرنا جس کا کوئی سبب نہ ہو اس میں کفار کی عبادت کے ساتھ مشابہت کی ایک قسم پائی جاتی ہے اور کفار سے مشابہت کی ممانعت کی گئی ہے بلکہ ہو چیز مشابہت کا سبب بنے اس کی بھی ممانعت ہے۔یا مشابہت کا واہمہ ہی پیدا کرلے اس میں شک نہیں کہ نفل کا ادا کرنا اس وقت اسی بات کو مستلزم ہے۔اس کے برخلاف جو عید و چاشت کی طرح سبب والی ہے۔وہ اس لیے درست ہے کہ طلوع کے ساتھ ان کا وقت داخل ہو چکا اس پر آمادہ کرنے والے سبب کا ظہور اس کی نفی کرتا ہے۔ابن اثیر نے نہایہ میں اس کے قریب قریب بات کہی ہے۔دونوں اوقات کی ابتداء میں سورج کے پجاری سورج کے ظاہر ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔جونہی وہ ظاہر ہوتا ہے تو وہ سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔اگر نوافل کو مباح کر دیا جائے تو اس میں کفار سے مشابہت یا ابہام یا ابهام: کا سبب بننا لازم آتا ہے۔ حدثني عنه: اس کی فضیلت بتلائیں جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے۔يقرب وضوءة: وہ پانی مہیا کرلے اسی پر ثواب کا دارومدار ہے ۔جو اس کو نہیں ملتا جو پانی کے حصول واحضار میں مشقت برداشت کرتا ہے۔فيتمضمض :تسمیہ کو شاید معلوم ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔۲ اس سے غرض ان اعمال کا تذکرہ جن میں زیادہ ثواب ملتا ہے۔خاص کر مضمضہ کے وجوب میں اختلاف ہے۔ويستنشق: یہ واؤ ثم کے معنی میں ہے ۔فينتثر: ناک میں پانی کھینچے تاکہ ناک کی ایذاء دور ہو جائے۔خرت خطایاو جهه: خرت گرنے کے معنی میں ہے۔خطایا سے تمام چہرے کی غلطیاں مراد ہوں اگرچہ اس کا بعض حصہ ظاہر ہوتا ہے اور وہی ملوث ہوتا ہے جب اس سے غلطیاں دور ہوگئیں تو بقیہ سے گرنا اولیٰ اور مزید تطہیر کو ظاہر کرتا ہے اور بعض بھی مراد ہو سکتی ہیں۔
خياشيمه :اس بعض کا بیان ہے۔یہ خيشوم :کی جمع ہے ناک کا آخری حصہ بعض نے نرم ہڈی جو ناک کی جڑ میں اور دماغ کے درمیان میں ہوتی ہے۔

غل وجهه :جب چہرے کو اذاقمتم الى الصلاة" کے مطابق دھولیا۔امره الله سے معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب ضروری ہے۔امام شافعیؒ نے اس سے استدلال کیا ہے۔آیت کے دونوں حصوں میں ممسوح فاصل ہے۔عرب متامتجا نسين : میں اجنبی کو نہیں لاتے سوائے کسی خاص حکمت کے۔یہاں یہی حکمت ہے واجبات وضو کا بیان ہو رہا ہے اور امر اس بات کو بھی چاہتا ہے کہ جلدی سے اسکو مانا جائے اور کامل طریقے سے ادا ہو۔ پہلے فرض سے پہلے بیان کر کے خبر داد کیا کہ بقیہ فرائض میں تکرار کی حاجت نہیں۔الاخرت خطاياو جهه: ۱ بعض وجہ کے گناہ مراد ہیں۔۲ دونوں آنکھیں اور تمام چہرہ کے گناہ مراد ہوں ان کے ظاہر کو دھونا تو چہرے ہی کی وجہ سے ہے۔ من اطراف لحيته: یہ غالب کا لحاظ کر کے فرمایا عورت اور مرد کا بھی یہی حکم ہے۔ثم يغسل يديه ـثم عطف کے ساتھ ترتیب کو ظاہر کر رہا ہے خطايا يديه من :اطراف ید پورے وغیرہ

سے۔ اطراف شعرہ مع الماء: غالب کا لحاظ کر کے ذکر کیا بال نہ ہوں تب بھی گناہ گر جاتے ہیں۔ **ثم یغسل قدمیہ الی الکعبین۔**

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاؤں کا دھونا واجب وفرض ہے۔شیعہ کے ہاں مسح فرض ہے۔ظاہر غسل ومسح دونوں کو لازم مانتے ہیں (نووی) **الاخرت خطایا۔** پہلے الا کا مابعد ما کی خبر مقدر سے مستثنیٰ ہے۔ای **مامنکم رجل متصف بذلك کا ئن علی حال من الاحوال الاعلی حال خروج خطایا وجهه** : یعنی جس کا یہ حال ہو اس کے چہرے کے گناہ نکل جائیں گے۔ ما اور اس کا اسم مقدر ہے پھر دوسرا عطف کی دلالت اسی پر ہے۔ **فان هو قام** ۔ان شرطیہ ہے۔تام فعل شرط مقدر کی تفسیر ہے۔اسی لئے اس کی جگہ ضمیر بارز لائے۔**فحمدالله**: صفات ثبوتیہ سے تعریف کی۔**واثنی علیه** :اللہ تعالیٰ کو عیب والی صفات سے پاک قرار دیا۔یہاں عطف تاکید کے لئے ہے۔**مجدہ** اس کی صفت بیان کی **له اهل** جو مجد وعزت کی صفات اس کے مناسب ہیں۔**فرغ قلبه**: تشدید کے ساتھ غیر کی طرف جھکا دے بھی دل کو پاک رکھتا اور اسی طرح تمام شواغل وخواطر سے۔یہ مقام کمال ہے جیسا اس ارشاد باری میں ہے۔"**ضمن کان یدجوالقاء ربه فلیعمل عملاً صالحاً ولاتشرك بعبادة ربه احدًا**"ان شرطیہ کا جواب مقدر ہے۔ **فلاینصرف خارجًا من شئی من الاشیاء ۔ انصرف من فطیئته** :وہ اپنی غلطیوں سے پاک ہو کر نکلے گا۔ **کھیئته**: ہر غلطی سے طہارت والی حالت۔ہم نے ایک قسم کی تشبیہ دلائل کی روشنی میں کہی۔تطہیر کا معنی ازالہ گناہ لیں یا عدم معصیت ہر دوصورت میں تشبیہ میں فرق نہیں پڑتا اور ما کے ساتھ نفی کے سیاق میں ہونے کی وجہ سے ہم جواب نفی میں مقدر مانا ہے۔ **فی مقام واحد یعطی هذا الرجل** : اے عمر! غور کرلو کہ تم ایک آدمی کو یہ ثواب دے رہے ہو۔یہ قدرت الٰہی پر تعجب سے بات نہیں کہی بلکہ عمرو کے غلطی میں پڑنے کے خطرے سے کہی مگر انہوں نے کہا **کبرت سنی**: عمر زیادہ ہوگئی۔

النَّجْوُ : یہاں سن مدت کے معنی میں ہے اسی لئے فعل مؤنث ہے۔اس کی جمع اسنان بھی آتی ہے۔(المصباح)
حاجة: کوئی داعیہ۔**ان اکذب علی** فی یا الی اس سے پہلے محذوف ہے۔**مرة ،مرتین او ثلاثا**: یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ **لکنی سمعته اکثرمن زلك** :سے اشکال ہوتا ہے سات مرتبہ سنی اس لئے بیان کر رہا ہوں حالانکہ ایک مرتبہ سننے والے کو بھی روایت کا بیان ضروری ہے الجواب: اس کا یہ معنی نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ میں یقین کی بنیاد پر بات کر رہا ہو اور سبع مرات تو صورت حالات کی وضاحت ہے۔جرآء اس کا واحد جریٌ علیہ جمع علماء کی طرح ہے **جاسرون متسلط** ۔حمیدی نے حراء نقل کیا جس کا معنی غضبناک۔**عسیل صبرهم تیرا صبر انیر** : غالب آگیا۔
بقرنی شیطان یہ ظاہر پر ہے ان اوقات وہ اپنا سر سورج کی طرف کرتا ہے تا کہ اس کو سجدہ کرنے والے کفار صورۃ شیطان کو سجدہ کرنے والے بن جائیں۔اس وقت اس کو اور شیاطین کو نمازوں اختلاط پر خوب قدرت ہوتی ہے۔اس لئے نمازوں کی حفاظت کرتے ہوئے اس وقت نماز سے منع کر دیا گیا۔یہ سب سے واضح تاویل ہے۔

تخریج : مسلم (۸۳۲)

الفرائد : آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا خلاصہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت بت شکنی اور صلہ رحمی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہورِ اسلام کے لیے پیشینگوئی فرمائی۔جو اسی طرح پوری ہوئی نماز میں خشوع اور وضوء عظیم فضیلت رکھتے ہیں۔

٤٤٠ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةَ اُمَّةٍ قَبَضَ نَبِیَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهٗ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا بَیْنَ یَدَیْهَا وَاِذَا اَرَادَ هَلَکَةَ اُمَّةٍ عَذَّبَهَا وَنَبِیُّهَا حَیٌّ فَاَهْلَکَهَا وَهُوَ حَیٌّ یَنْظُرُ فَاَقَرَّ عَیْنَهٗ بِهَلَاکِهَا حِیْنَ کَذَّبُوْهُ وَعَصَوْا اَمْرَهٗ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۴۰ : حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جب اللہ کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے پیغمبر کی روح پہلے قبض فرمالیتا ہے اور اس کو ان کا استقبالی اور میر سامان بنادیا ہے اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ کرتا ہے تو اسے عذاب دیتا ہے جبکہ اس کا نبی زندہ ہوتا ہے پس اس قوم کو ہلاک کر دیتا ہے حالانکہ پیغمبران کو دیکھ رہا ہوتا ہے اللہ ان کی ہلاکت کے ذریعے نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اس کو جھٹلایا اور اس کے حکم کی نافرمانی کی تھی۔ (مسلم)

تشریح ۞ رحمة امة: احسان اور مہربانی کرنا۔ قبض وفات پانا۔ نبیها قبلها تاکہ ان کی وجہ سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کریں اور ان کے اجر اللہ کے ہاں بڑھ جائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' وبشر الصابرین '' آپ کا فرمان ہے۔'' من اصیب بحصیبة فلیذ کر مصیبتة فی '' تمام روایت دلالت کرتی ہے۔ جب مؤمن رسول ﷺ کی وفات کی مصیبت برداشت کر گیا اور اللہ تعالیٰ سے اس پر اجر کا حقدار ہوا۔ فجعله لها فرطا ۔ فرط وفارط جو آگے بڑھ جائے اور مؤمن اور اس کی ضروریات کی درستگی کرے۔ آپ ﷺ امت کے لیے مزید رحمت کے چاہنے والے ہیں۔ وسلفا: یہ سلف الحال سے بنا ہے۔ گویا اس سے اسے اس اجر وثواب کا ثمن بنایا جو صبر پر ملے گا۔ بین یدلها: یہ ظرف مستقر ہے صفت محذوف سے متعلق ہے۔ ای کائنتین بین یدی الامة۔ ② محل کے مفعول سے حال ہے ای کا ئنا بین یدیها ۳) ظرف لغو ہے جو محل سے متعلق ہے۔

هلکها: هلك یهلك :ہلاک کرنا۔ ونبیهاحی: یہ عذب کے فاعل سے حال ہے اور اس سے مراد رسول ہے۔ هو نینظه: یہ جملہ اسمیہ حالیہ ہے هو: سے مراد پیغمبر ہیں۔ عصوا امره: ان کی تکذیب کر کے اور ان کے حکم کی خلاف ورزی کرتے۔ اس روایت کو مرسل قرار دیا گیا۔ حافظ عراقی نے کہا یہ متصل ہے مگر اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔ مسند بزار اور ابونعیم سے مسند ابو یعلی میں ابراہیم بن سعد سے روایت کی ہے۔

تخریج : اخرجه مسلم (۲۲۸۸)

الفرائد : آپ ﷺ جس طرح تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں اس طرح آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے جب کوئی امت اپنے پیغمبر کی نافرمانی کرتی ہے وہ ہلاکت کا شکار ہوتی ہے۔

۵۲ :بَابُ فَضْلِ الرَّجَآءِ

باب: ربّ تعالیٰ سے اچھی توقع رکھنے کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِخْبَارًا عَنِ الْعَبْدِ الصَّالِحِ :

﴿وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ، فَوَقَاهُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوْا﴾[غافر:٤٤۔٤٥]

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا:

''اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بے شک اللہ بندوں کو دیکھنے والے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے ان برائیوں سے بچالیا جن کی انہوں نے تدبیریں کیں''۔ (غافر)

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ میں اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں تاکہ وہ مجھے یہ قسم کی تکلیف سے بچائے۔ ان اللہ بصیر بالعباد۔ پس وہ بندوں کو بدلہ عنایت فرمائے گا۔ گویا یہ اس آیت سے سمجھ آنے والے وعدے کا جواب ہے۔ فوقاہ اللہ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوْا'' الایہ سیئات سے مراد سخت قسم کی قریب کاریاں بیضاوی کہتے ہیں۔ ضمیر موسیٰ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ العبد الصالح سے مراد مؤمن آل فرعون ہے۔ اخبارًا۔ یہ مفعول مطلق یعنی مختلف قسم کی خبریں۔

۴۴۱ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ :''قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ :اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ حَيْثُ يَذْكُرُنِیْ وَاللّٰهِ اَللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَالَّتَهٗ بِالْفَلَاةِ وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا ، وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا ، وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا ، وَاِذَا اَقْبَلَ اِلَیَّ يَمْشِیْ اَقْبَلْتُ اِلَيْهِ اُهَرْوِلُ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ اِحْدٰی رِوَايَاتِ مُسْلِمٍ وَتَقَدَّمَ شَرْحُهٗ فِی الْبَابِ قَبْلَهٗ - وَرُوِیَ فِی الصَّحِيْحَيْنِ :''وَاَنَا مَعَهٗ حِيْنَ يَذْكُرُنِیْ'' بِالنُّوْنِ وَفِیْ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ ''حَيْثُ'' بِالثَّآءِ وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ۔

۴۴۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں جہاں بھی وہ مجھے یاد کرے۔ اللہ کی قسم یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو جنگل میں اپنی گم شدہ چیز کو پالیتا ہے اور جو میرے ایک بالشت قریب ہوتا ہے۔ تو میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس کے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں (بخاری و مسلم) یہ مسلم کی ایک روایت ہے اس کی شرح حدیث ۴۱۲ میں گزری ہے۔ صحیحین کی روایت میں ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور ایک روایت میں حَيْثُ کا لفظ ہے۔ یہ دونوں صحیح ہیں۔

تشریح ❁ **انا عند ظن عبدی بی** :ابن جوزی فرماتے ہیں رجاء اور معافی کی امید ہیں۔ ملا علی قاری کہتے ہیں اس کی تائید بیہقی کی اس روایت میں ہے **امر الله بعبد الی النار فلما وقف علی شفیر ها التفت وقال اما والله یارب ان کان ظنی بك حسن۔ فقال الله ردوه انا عند ظن عبدی بی**' (شرح حصن للقاری) البدور السافرہ للسیوطی ظن راجح جانب کو کہتے ہیں بعض نے یقین کا معنی لیا ہے مطلب یہ ہوگا کہ اپنے بندے کے یقین پر ہوں جو میرے متعلق رکھتا ہے اور اس کے اس علم پر ہوں کہ اس نے میری بارگاہ میں لوٹنا ہے اور اس کا حساب میرے ذمہ ہے۔ جو خیر و شر اس کے لئے بنائے ہیں وہ اس کو پیش آ کر رہیں گے۔

فائدہ : **همه** :شرح میں ظن قسم کا ہوتا ہے۔ ا) واجب مثلاً اللہ تعالیٰ کے متعلق اچھا گمان کرنا۔ ② حرام مثلاً اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی نمبر ۳ مستحب مثلاً جو ظاہر میں اچھا نظر آئے اس پر حسن ظن کہ وہ عادل ہے۔ ④ جائز مثلاً تہمت کے مقامات پر جانے والے پر بدگمانی۔

انا معه :اس معیت سے رحمت و توفیق کی معیت مراد ہے اور اسی طرح اعانت و نصرت کی معیت۔ **حیث ذکرنی مجمع**: میں یا خلوت میں **یجد ضالته**: جس کی اسے بہت ضرورت تھی اور مجبوری تھی۔ **بالفلاة**: فلاۃ وہ زمین جس میں پانی نہ ہو اس کی جمع فلا ہے۔ قول علماء فرح اللہ سے مراد راضی ہونا قول مازری فرح کی کئی صورتیں ہیں۔ ① سرور کے ساتھ رضا لازم ہے۔ یہاں رضا کو فرح سے تعبیر کر دیا۔ تاکید و مبالغہ مقصود ہے۔ **ومن تقرب الی**۔ الی سے مراد فضل و رحمت ہے جس کی طرف عمل صالح سے بندہ قریب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے قرب سے مراد بندے پر فضل و رحمت کا کرنا۔

تخریج : اخرجه البخاری (۷۴۰۵) و مسلم فی الذکر والدعا (۲۶۷۵) و فی التوبه (۱/۲۶۷۵)

الفرائد :بندے کو چاہیے کہ امید کو خوف پر غالب رکھے مگر گناہوں کی جرأت نہ کرے۔

❁ ❁

۴۴۲ :وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثَةِ اَيَّامٍ يَقُوْلُ : "لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۴۲: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی وفات سے تین روز قبل یہ ارشاد سنا۔ تم میں سے کسی کو ہرگز موت نہ آئے مگر کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو۔ (مسلم)

تشریح ❁ **قبل موته**: نبی ﷺ کی وفات سے پہلے۔ **وهو یحسن الظن بالله عزوجل** ایک روایت میں "**وهو محسن الظن بالله**: قول علماء یہ ہے کہ اس مایوسی سے ڈرایا گیا ہے اور خاتمہ کے وقت رجاء پر برانگیختہ کیا گیا ہے اور یہ روایت پہلے گزری "**انا عند ظن عبدی بی**" بقول علماء تحسین ظن باللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائیں گے اور اس کو معاف کر دیں گے اور یہ بھی کہ حالت صحت میں ڈرنے والا امید کرنے والا ہو۔

ایک تحقیق: صحت کی حالت میں خوف و رجاء برابر ہوں یا کم زیادہ' اور جب موت کی علامات قریب ہو جائیں تو رجاء کا غلبہ خالص ہو یا زیادہ تر کیونکہ خوف کا مقصد معاصی اور قبائح سے باز رہنا اور طاعات اور صالح اعمال کی کثرت کرنا ہے اور اب یہ

مشکل ہو گیا تو ایسا حسن ظن جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا امتیاج اور اس پر کامل یقین ظاہر کرے وہ غالب ہونا چاہئے اس کی تائید اس روایت سے ملتی ہے "یبعث کل عبد علی مامات علیه" بقول علماء اس کا مطلب یہ ہے کہ اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس پر اس کی موت آئی۔

قول قرطبی: حسن ظن کے علاوہ کسی دوسری حالت میں مرنے کی ممانعت کی گئی اور یہ انسان کے قبضہ میں نہیں اب مراد یہ ہے کہ موت کا سامنا ایسی حالت میں ہو کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن رکھنے والا ہو۔ (المفہم للقرطبی) اس کی نظیر اس ارشاد باری تعالیٰ میں ہے۔ "ولا تموتن الا وانتم مسلمون"۔

علامہ دمیری نے مقیر بن مسکین سے نقل کیا کہ میں امام شافعیؒ کی خدمت میں گیا۔ جب کہ وہ مرض وفات میں مبتلا تھے میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ میں دنیا سے جا رہا ہوں اور دوستوں کو چھوڑنے والا ہوں اور موت کا جام نوش کرنے والا ہوں یہ نہیں جانتا کہ میری روح کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا کہ میں مبارک باد کے قابل ہوں گا یا دوزخ کی طرف سے وہاں سزا دی جائے گی اور تعزیت کے قابل ہونگا اور یہ اشعار پڑھے

لما قسا قلبی وضاقت مذاہبی ☆ جعلت الرجاء منی لعفوك سلما

تعاظمنی ذنبی فلما قرنته ☆ بعفوك ربی كان عفوك اعظما

"سب راہیں بند ہو گئیں صرف تیری معافی کا راستہ باقی رہ گیا۔ میرے گناہ دیکھنے میں تو بڑے ہیں مگر تیرے عفو کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتے"۔

رافعی کے یہ اشعار ہیں

اذا امسٰی فراشی من تراب وصرت ☆ مجاور الرب الرحیم

فهنونی احبائی وقولوا ☆ لك البشری قدمت علی كريم

" جب میں قبر میں پہنچ جاؤں تو دوستو! مجھے مبارک دیتے ہوئے کہنا تو سخی بادشاہ کا مہمان بنا ہے"۔

تخریج: مسلم، ابو داؤد، ابن ماجه ابن حبان ۶۳۶، طیالسی ۱۷۷۹، بیهقی ۳/۳۷۸ احمد ۵/۱۴۱۲۷۔

الفرائد: آدمی کو ایسے اعمال صالحہ کرنے چاہیں جو اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کو حسن ظن کی طرف لے جانے والے ہوں اور اللہ کی رحمتوں پر قطعی یقین ہونا چاہئے۔

٤٤٣ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِيْ ، يَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ ، يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ لَوْ اَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ : وَقَالَ : حَدِيْثٌ

حَسَنٌ۔

"عَنَانُ السَّمَآءِ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ قِيْلَ هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا اَیْ ظَهَرَ اِذَا رَفَعْتَ رَاْسَكَ- وَقِيْلَ : هُوَ السَّحَابُ - وَ "قُرَابُ الْاَرْضِ" بِضَمِّ الْقَافِ وَقِيْلَ بِكَسْرِهَا وَالضَّمُّ اَصَحُّ وَاَشْهَرُ وَهُوَ :مَا يُقَارِبُ مِلْاَهَا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۴۴۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے اچھی امید رکھے گا۔ میں تجھے بخشتا رہوں گا خواہ تیرے عمل کیسے ہی ہوں مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے گا تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تو میرے پاس زمین بھر کر گناہوں کے ساتھ آئے تو پھر تو مجھے اس حالت میں ملے کہ میرے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ تو میں تیرے پاس زمین بھر کر بخشش لاؤں گا۔ (ترمذی)

یہ حدیث حسن ہے۔

عَنَانُ السَّمَآءِ: بعض نے کہا اس کا مطلب جو تیرے لئے ظاہر ہو جب تو سر اٹھا کر دیکھے بعض نے کہا مراد بادل ہے۔

قُرَابُ الْاَرْضِ یا قِرَابُ الْاَرْضِ: جو قریباً زمین کو بھر دے۔ واللہ اعلم۔

تشریح ۞ یا ابن آدم: اس سے ایک کو آواز دینا مقصود نہیں۔ آدم۔ یہ ادسم الارض سے مشتق ہے یعنی سطح زمین اصل میں اُاُدم ہے۔ دوسرے ہمزہ کو الف کر دیا علم و وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ بعض نے عجمہ کہا غیر منصرف ہے منادیٰ سے یہاں تخصیص نہیں ہوتی۔ **انك مادعوتنی ورجوتنی** جب تو اپنے نفع اور بھلائی کے لیے مجھے پکارتا تھا اور جو میرے پاس ہے اس کی امید میں پکارتا تھا۔

غفرت لك ماكان عندك: میں نے تیرے گناہوں کو ایمان و استغفار سے مٹا دیا۔

ولا ابالی: مجھے کوئی پرا نہیں تیرا گناہ بڑا ہو یا چھوٹا اور یہ صورت اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کے وقت ہوتی ہے۔ **عنان السماء**: آسمان وزمین کے مابین کا خلا بھر دیں عنان السماء سے بعض نے بادل مراد لیا ہے۔ (المصباح المنیر) **ثم استغفر تنی**: پھر تم ان کی مجھ سے معافی چاہو۔ **غفرت لك**: میں وہ معاف کر دونگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کریم اور لغزشوں کو معاف کرتے اور نیکیاں قبول کرتے ہیں۔ یہ تمثیل ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی کثرت اور لامحدود ہونا بیان کرتی ہے۔ **قراب الارض**: جو بھرنے کے قریب کر دے۔ **خطایا** یہ **خطیشة** کی جمع ہے۔ اصل خطائی تھا (المصباح) **لاتشرك بی شیئا بقرابها مغفرة**: یعنی میں وہ تمام گناہ بخش دوں گا۔ کیونکہ ایمان تو بخشش کے لیے بنیادی شرط ہے اور **طاعت وعفو عن المقضیت** کی قبولیت کا دارومدار ایمان پر ہے۔ اس کے بالمقابل شرک کے ہوتے ہوتے۔ معافی کی بنیاد ہی مفقود ہے دیگر ایمانیات بھی ضروری ہیں۔ **اتیتك** غایت مغفرت یا ارادہ مراد ہے۔ یہ حدیث قدسی ہے۔

تخریج: اخرجه الترمذی (۳۵۵۱)

الفرائد :اللہ تعالیٰ گناہ گار کی توبہ قبول فرماتے ہیں خواہ اس کے گناہ آسمان کی بلندیوں کو چھونے والے ہوں۔

۵۳ :بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ

بَاب: ربّ تعالیٰ سے خوف واُمید (دونوں چیزیں) رکھنے کا بیان

اِعْلَمْ اَنَّ الْمُخْتَارَ لِلْعَبْدِ فِىْ حَالِ صِحَّتِهِ اَنْ يَّكُوْنَ خَآئِفًا رَاجِيًا وَيَكُوْنَ خَوْفُهُ وَرَجَاؤُهُ سَوَآءً وَّفِىْ حَالِ الْمَرَضِ يُمَحِّضُ الرَّجَاءُ - وَقَوَاعِدُ الشَّرْعِ مِنْ نُّصُوْصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مُتَضَاهِرَةٌ عَلٰى ذٰلِكَ۔

بندے کے لئے سب سے بہتر بات یہی ہے کہ وہ حالت صحت وتندرستی میں اللہ تعالیٰ کے جلال سے ڈرنے والا اور اس کی رحمت کا امیدوار ہو اور خوف ورجاء برابر ہوں اور حالت مرض میں خالص رجاء کا دامن تھام لے۔ دلائل شرع اس کی تائید میں بہت ہیں العبد: سے صرف آزاد مرد اور عورت بھی مراد ہیں خائفا راجیا: خوف اس کو مخالفت سے باز رکھے اور رجاء اس کو اعمال صالحہ پر ابھارے۔

خوفہ رجاء سواء :قرآن مجید میں عموماً ترغیب ترہیب کو اکٹھا لایا گیا ہے۔ یہ سب سے بہتر تاویل ہے۔ خوف کا مقام اس حد تک ہے کہ مایوسی اس پر غالب نہ آنے پائے پس رجاء کو اپنے نفس پر غالب رکھے جب تک کہ ذمہ سے ہاتھ نہ دھونے لگے جب ایسا ہو تو خوف کو سامنے لائے۔ قواعد الشرع: یہ قاعدہ کی جمع ہے۔ وہ قانون کلی جس سے جزئیات کی پہچان ہو۔ شرع سے مراد وہ احکام خیر بندے کے معاملات معاد ومعاش کا دارومدار ہے۔ قاعدے کو قانون بھی کہتے ہیں۔ شرع کا مرادف دین' اسلام وملت ہیں۔ سنت: جس قول' حالت' فعل تقدیر کی نسبت رسول ﷺ کی طرف کی جائے۔ مسکر اللہ: یہ استدراج سے استعارہ ہے اور اس کو ایسا پکڑنا جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔ الخاسرون :جنہوں نے کفر کے ساتھ اپنے کو نقصان میں مبتلا کیا اور عبرت کو ترک کر دیا۔ متظاھرہ۔ معاون۔

قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی :

﴿فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ [اعراف:۹۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر خسارہ پانے والے لوگ''۔ (الاعراف)

فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ: بندے کا اللہ تعالیٰ تدابیر سے بے پرواہ ہونا' اچانک پکڑا جانا' الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ: اصل تو کافر حقیقی خسارے میں مبتلا ہے۔ جو نگاہ عبرت سے محروم ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿اِنَّهٗ لَا یَیْاَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ [یوسف:۸۷]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں''۔ (یوسف)

اِنَّهٗ لَا یَیْاَسُ: ناامید نہیں ہوتے۔ روح اللہ: اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت جس سے وہ بندوں کو زندہ کرتا ہے۔ الکافرون: جو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات سے منکر ہیں۔ مؤمن کسی حال میں مایوسی کا شکار نہیں ہوتا۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾ [آل عمران:۱۰۶]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اس دن بعض چہرے روشن ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے''۔ (آل عمران)

تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ: حق پرستوں کے چہرے سفید ہونگے خوشی سے چمک رہے ہونگے۔

تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ: ذلت ورسوائی سے باطل پرستوں کے چہرے سیاہ ہونگے۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ [الاعراف:۱۶۷]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک آپؐ کا رب جلد بدلہ لینے والا ہے اور وہ بخشش کرنے والا مہربان ہے''۔ (الاعراف)

سَرِیْعُ الْعِقَابِ: اس کو جو نافرمانی کرے۔ انه لغفور: جو اہل طاعت ہوں۔ رحیم: ان پر مہربان ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ﴾ [الانفطار:۱۳-۱۴]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک نیک لوگ البتہ نعمتوں میں ہوں گے اور بے شک گناہگار لوگ جہنم میں ہوں گے''۔ (الانفطار)

ابرار سے سچے ایمان والے نعیم سے مراد جنت ہے۔ فجار سے کفار و مشرکین جحیم: بھڑکتی آگ۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ وَّاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ﴾

[القارعة:۶-۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پس پھر وہ شخص جس کے وزن بھاری ہوئے پس وہ من مانی زندگی میں ہوگا اور پھر وہ شخص جس کے وزن ہلکے ہوئے پس اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے''۔ (القاریہ)

ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ: اگر اس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ وزنی ہوئیں۔ عیشه راضیه: اس سے مراد جنت ہے۔ جو کہ رضا والی

جگہ ہے۔ راضیہ: بمعنی مرضیہ ہے خفت موازینہ: گناہ نیکیوں سے بڑھ گئے۔ فامہ: اس کا مسکن ھاویہ: اس کو خوفناک کر کے بیان کیا تا کہ اس کی بڑائی ظاہر ہو۔

وَالْاٰيَاتُ فِي هٰذَا الْمَعْنٰى كَثِيْرَةٌ فَيَجْتَمِعُ الْخَوْفُ وَالرَّجَآءُ فِيْ اٰيَتَيْنِ مُقْتَرِنَتَيْنِ اَوْ اٰيَاتٍ اَوْ اٰيَةٍ۔

آیات اس سلسلہ میں بہت ہیں پس دو یا زیادہ متصل آیات میں خوف اور امید دونوں جمع ہو جاتے ہیں یا کسی ایک آیت یا کئی آیات میں جمع ہیں۔

٤٤٤ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: قَالَ: "لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهٖ اَحَدٌ، وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۴۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر مؤمن جان لیتا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سزا ہے تو اس کی جنت کی کوئی طمع نہ کرتا اور اگر کافر جان لیتا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی مایوس نہ ہوتا"۔ (مسلم)

تشریح ❁ ماطمع بجنته: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جلال حق کو ملاحظہ کر کے اس کے انتقام سے ڈرنے والا ہوگا۔ حالانکہ یہ اس کی طرف سے عدل ہے۔ ماقنط من رحمة الله: قنط از ضرب وسمع فهو قانط (المصباح) بقول جوہری یہ نصر سے بھی آتا ہے۔ کثرت رحمت کو دیکھ کر کوئی بھی مایوس نہ ہو۔

تخریج: أخرجه مسلم (۲۷۵۵)

الفرائد: اللہ تعالیٰ کی صفات قہریہ اور صفات مہریہ دونوں کو سامنے رکھنا چاہئے۔ تا کہ رجاء وخوف کے درمیان رہے۔

٤٤٥ : وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا النَّاسُ اَوِ الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِيْ، وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا: اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهٗ صَعِقَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۴۴۵: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میت تیار کر کے رکھ دی جاتی ہے اور لوگ یا آدمی اس کو کندھوں پر اٹھاتے ہیں پس اگر وہ نیک ہوتا ہے تو وہ کہتی ہے مجھے آگے بڑھاؤ مجھے آگے بڑھاؤ اور اگر وہ بدکار کی میت ہوتی ہے تو وہ کہتی ہے۔ ہائے افسوس تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے سوائے انسان کے اگر انسان سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں۔ (بخاری)

تشریح ❁ وضعت الجنازه: آدمیوں کے سامنے اٹھانے کے لئے رکھ دیا جاتا ہے۔ احتملها الرجال برجال کی قید

سے معلوم ہوتا ہے۔ جنازہ اٹھانے کی ذمہ داری مردوں کو سونپی جائے گی۔ عورتیں اس کو اٹھانے سے عاجز آ جائیں گی۔ عورتوں کے حوالے کرنا شدید مکروہ ہے۔ عورت کو نعش پر رکھنے اور کفن پہنانے کی ذمہ داری تو عورت ہی کو ہوں گی۔ **فان كانت صالحة**: مطلق صلاح تو ایمان ہے اور گناہوں سے پرہیز اور اوامر کی اتباع پر صلاح کا عموماً اطلاق ہوتا ہے۔ **قد مونی 'قد مونی**: اللہ تعالیٰ نے جو قبر کی نعمتیں اس کے لئے تیار کی ہوتی ہیں ان کی طرف شوق مند ہو کر کہتا ہے۔ **یاویلها**: اضافت خلاف قیاس ہے۔ نفس متکلم کی طرف اضافت کو ناپسند کرتے ہوئے ضمیر کی طرف کردی یہ کلمہ حسرت کے لیے بولتے ہیں۔ مطلب یہ ہے ہائے میری حسرت وشرمندگی یہ تیرا موقعہ ہے آ جا۔ **ویل**: ہلاکت **یسمع**: یہ یستمع کے معنی میں ہے۔ **کل شئی**: سے جماد مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں سننے کی قوت پیدا کر دیتا ہے۔

ولو سمعه لصعق: استثناء انسان کی حکمت ہے۔ کہ انسان شدت صوت سے ہی مرجائے یہ آواز اس ہلاکت وتباہی کو دیکھ کر کرتا ہے جو اس کے لئے تیار کی گئی ہوتی ہے۔

تخریج: أخرجه احمد (٤/١١٥٥٢) والبخاری (١٣١٤) والنسائی (١٩٠٧) وابن حبان (٣٠٣٨) و عبدالرزاق (٢٦٥٠) والبیهقی (٤/٢١)

الفوائد: ① جنازے کو جلد لے جانا چاہیئے۔ ② اہل باطل اور غیر صالح افراد کی صحبت سے بچنا چاہیے۔

❀ ❀ ❀

٤٤٦ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِّنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۴۴۶: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت تمہارے ہر شخص کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور آگ بھی اسی طرح قریب ہے"۔ (بخاری)

تشریح ❀ **شراك نعله**: جوتے کا تسمہ جو سامنے کی جانب ہوتا ہے۔ **مثل ذلك**: قریب ہونے میں مماثلت ہے۔ ابن بطال کہتے ہیں۔ طاعت جنت کی طرف اور معصیت آگ کے قریب کرنے والی ہے۔ طاعت ومعصیت بسا اوقات معمولی اشیاء میں بھی پائی جاتی ہے جیسا اس روایت کا مفہوم ہے۔ "**ان الرجل يتكلم بالكلمة**" انسان کے لیے مناسب ہے۔ کہ وہ چھوٹی سی نیکی سے بے پروائی نہ کرے اور تھوڑے سے شر کا ارتکاب نہ کرے۔ کیونکہ وہ اس نیکی کو نہیں جانتا جس سے اللہ تعالیٰ کی اس پر رحمت ہو جائے گی اور اس گناہ کو نہیں جانتا جس سے اسکی ہلاکت ہو جائے گی۔ ابن جوزی فرماتے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنت کا حصول آسان ہے جبکہ قصد درست ہو اور نیکی کرنے والا ہو اور آگے کا بھی یہی حال ہے جب کہ خواہشات کے پیچھے لگ جائے۔

تخریج: بخاری واحمد٢/٣٦٦ (جامع صغیر) ابن حبان ٦٦١ 'بیهقی ٣/٣٦٨۔

الفوائد: چھوٹی نیکی کرنے سے بھی گریز نہ کرے اور معمولی گناہ سے بھی پرہیز کرے۔ کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ کس نیکی سے بچے گا اور کس گناہ سے اس پر ناراضگی اتر سکتی ہے۔

❀ ❀ ❀

۵۴: بَابُ فَضْلِ الْبُكَآءِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَشَوْقًا اِلَيْهِ

باب ۵۴: اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی ملاقات کے شوق میں رونا

الخشیه : عظمت سے ملا ہوا خوف' یہ علماء ربانی میں ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انمایخشی اللہ من عبادہ العلماء" اللہ تعالیٰ اس گروہ میں ہمیں شامل فرمائیں۔ **شوقا الیه**: من کے مجرور جا معطوف ہے یہ مفعول لہ ہے۔ جس پر شروط نصب پائے جانے کے باوجود جر جائز ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا" والخیل والبغال والحمیر لترکبو ھاوذینة " زینته کا لفظ لترکبوھا: کے محل پر معطوف ہے۔ ایک قول کے مطابق نووی نے اشادہ کیا بکاء کے سبب دو ہیں۔ ① خشیت ۔② شوق اللہ تعالیٰ نے سابقہ کتب کے ایمان والوں کی حالت بتلائیں۔ "ویخرون ملاذقان و یبسکون الایه "اس لئے کہ قرآن کے پرتاثیر مواعظ نے ان میں اثر کیا اس لیے وہ خشیت الٰہی سے رونے والے ہیں ذقن :کا ذکر تو یہ ظاہر کرنے کے لیے ہے کہ زمین سے ملنے والا منہ پہلا حصہ ہے لام خصوصیت کے لیے ہے۔ **یز یدھم خشوعا**: قرآن مجید کا سماع ان کے خشوع میں اسی طرح اضافہ کرتا ہے جیسا ان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴾ [الاسراء:۱۰۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں اور ان کے خشوع میں (قرآن) اضافہ کرتا ہے''۔ (الاسراء)

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ﴾ [النساء:۵۹،۶۰]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''کیا تم اس بات (قرآن) سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں''۔ (النساء)

اَلْحَدِيْثِ :اس سے قرآن مجید مراد ہے۔ **تعجبون** تم انکار کر کے تعجب میں پڑے ہو۔ **تضحکون** استہزاء ہنستے ہو۔ **ولا تبکون** اور اپنی زیادتی پر روتے نہیں حالانکہ زیادتی منکشف کر دی گئی۔

۴۴۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ :"اقْرَاْ عَلَيَّ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ؟ قَالَ :"اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ" فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰى جِئْتُ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ :﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ قَالَ :"حَسْبُكَ الْاٰنَ" فَالْتَفَتُّ اِلَيْهِ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۴۴۷: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں! حالانکہ آپ پر قرآن اترا۔ آپؐ نے فرمایا میں

دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے سامنے سورۂ نساء پڑھی یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا:
﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا ......﴾ پس اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے" تو آپ نے فرمایا اب اتنا کافی ہے! میں آپ کی طرف متوجہ ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **اقراء علیك** :اس سے پہلے ہمزہ استفہام یعنی أ **اقرء علیك** : کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں **وعلیك**: آپ ہی پر قرآن مجید اترا ہے **انزال**؟ ضمیر مخاطب سے جملہ حالیہ ہے۔ واو رابط ہے۔ ابن مسعودؓ نے سمجھ لیا کہ آپ ان کی قراءت لذت کے لیے سننا چاہتے ہیں ان کے ضبط کا امتحان مقصود نہیں اسی لیے تعجب سے سوال کیا۔ ورنہ کوئی تعجب کا موقعہ نہیں "**قال انی احب ان اسمعه من غیری**" کیونکہ فہم وتدبر میں یہ بلیغ طریقہ ہے اور دل ادراک معانی کے لئے خالی ہوتا ہے اور قاری اس کے الفاظ کی ادائیگی اور ضبط میں مشغول ہوتا ہے۔ آپ کی عادت مبارکہ جبرئیل سے سننے کی تھی طبعی عادت مرغوب ہوتی ہے اسی لئے دوسرے کو قرآن سنانا' مسنون ہے۔

فائدہ: افضل غیر افضل سے قرأت وغیرہ حاصل کرنے میں نفرت نہ کرے۔ ابن نحوی کا قول۔ ۱) لوگوں تعلیم دینے کے لئے قرأت سننا چاہتے تھے۔ ۲ آپ کو بکاء کے غلبہ کا خطرہ تھا **سورۃ النساء** :اس سے ان لوگوں کی تردید ہوگئی جو سورتوں کے نام کو مناسب نہیں سمجھتے۔ **حبئت الی هذه الایة** : اس پر بطور عطف بیان آیت **فکیف ازاجئنا من کل امة بشهید** " کفار کا کیا حال ہوگا جب ہر امت میں سے اس کا پیغمبر گواہی دے گا۔ **هولا**: معین کفار مراد ہیں۔ صاحب مغنی کا خیال یہ ہے کہ ہر امت کا نبی امت کے خلاف گواہی دے گا۔ مگر طیبی کہتے ہیں' **لیکون الرسول شهید علیکم و تکو نوا شهدء علی الناس**" اس سے معلوم ہوا کہ گواہی امت کے حق میں ہوگی نہ کہ ان کے خلاف۔ بقول ابن الخوی یہ ساری امت ہے جس کے حق اور خلاف گواہی دیں گے پس علی لام کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا امت دعوت (کفار) مراد ہیں۔ بعض نے کہا یہود ونصاریٰ بعض نے کفار قریش۔ اب اس گواہی کے متعلق کئی اقوال ہیں۔ ۱ ایمان کی گواہی۔ ۲) اعمال کی گواہی **حسبك**: اتنا کافی ہے۔ املاٰن **فالتفت الیه**۔ رکھنے کی وجہ معلوم کرنے کے لئے آپ کی طرف دیکھا تو **فاذاعیناه تذرفان**: آنکھیں اشکبار تھیں ابن الخوی شرح بخاری میں لکھتے ہیں غرب کہتے ہیں **ذرفت العین دمعها**: تفسیر سمرقندی میں یہ روایت لکھی ہے آپ بنی ظفر کے ہاں آئے اور ایک چٹان پر بیٹھ گئے آپ کے ساتھ ابن مسعودؓ معاذ بن جبل اور دیگر صحابہ تھے آپ نے ایک قاری کو پڑھنے کا حکم دیا۔ جب اس آیت' **فکیف اذا جئنا الایه** " پر پہنچے تو رونے سے آپ کی ڈاڑھی تر ہوگئی اور یوں دعا کی' **یا رب هذا علی من انا بین اظهرهم فکیف بمن لم ارهم** ؟" یہ شہادت تو ان سے متعلق میرے ذمہ ہے جن کے مابین موجود ہوں لیکن ان کے متعلق کیسے ہوگی جن کو میں نے دیکھا بھی نہیں۔ تفسیر ثعلبی آپ ﷺ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا "**حسبنا الله**" تفسیر زاد المسیر میں ہے "**وکنت علیهم شهید االایه** " ابن نحوی کا قول ہے۔ آپ اس آیت کے وقت روتے ادائیگی شہادت ضروری ہے اور مشہور علیہ پر حکم شاہد کے قول کے مطابق ہوتا ہے۔ جب آپ شاہد ہیں تو مفرطین کی حالت کا اندازہ کر کے روئے ایک قول یہ ہے کہ موقعہ کی ہولناکی اور معاملے کی سختی کا اندازہ فرما کر روئے جبکہ انبیاءؑ کو اپنی امتوں پر تصدیق وتکذیب پر گواہی کے لیے بلایا جائے گا ایک قول یہ ہے کہ خوشی سے روئے کہ آپ

کی آمت کی گواہی قبول کر لی گئی اور ان کے متعلق آپ کا تزکیہ مان لیا گیا۔

بعض شارحین نے کہا کہ آپ کا رونا مزید شفقت اور زیادتی وامت کی وجہ سے تھا۔ اس لیے کہ آپ پر انکی یہ مشقت گراں گزری۔ ایک فائدہ۔ حسبك الان سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت کو کسی مصلحت کے لئے منقطع کرنا درست ہے۔

بقول حراتی: قاری کو "حسبك الان " کہنا اس لئے تھا تا کہ اس کو صبر کے ساتھ اپنی ہیئت کو برقرار رکھنے پر داد دیں۔ پس اگر اس سماع سے جس کی تاثیر آپ کی ظاہری حالت غالب آنے والی تھی آپ کو نفرت ہوتی تو اس کا طریقہ سکون کو چھوڑ دیتے اور ظاہری اعضاء کو اس حالت کے احساس سے نکلنے سے حفاظت کرتے جیسا کہ آپ کے اقوال وافعال میں آپ پر کوئی حرکت طاری نہ ہوتی جب آپ کو تنگی پیش آتی۔ پس آپ صبر کے دامن کو بالکل نہ چھوڑتے اور نہ ہی آپ اچھے انداز اور سکون والی حالت سے نکلتے۔ جب قیامت کا تذکرہ فرماتے بقرہ کی طرح خوف سے آواز نکلتی۔ سننے کا یہ اثر بہت انبیاء اور اولیاء میں ظاہر ہوا مگر مصطفی ﷺ سکون میں رہتے اور اس کا اثر مجلس پر بھی سکون کی صورت میں ہوتا۔ شاذ و نادر آپ کے ہم مجلس سکون کی حالت سے نکلے ہوں۔ جیسا کہ عرباض ؓ کی روایت میں وارد ہے۔ کہ ہمیں رسول ﷺ نے خطبہ دیا جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور دل نرم پڑ گئے۔ الحدیث آپ کی صبر والی حالت کا اثر مجلس پر سکونی کی صورت میں ہوتا اچھے انداز کو لازم کیے رکھتے رسول ﷺ نے خبردار کر دیا کہ نفس میں انفعال تو لازم ہے مگر اس کو چھپانا چاہیے اور صبر اور سکون کو اختیار کرنا چاہئے۔ حرکت و چیخ سے ظاہر نہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ آپ کی سنت پر عمل پیرا لوگوں پر ان وجدانی حالتوں میں حسن انداز اور تثبت پایا جاتا ہے دوسروں میں یہ نہیں۔ صحابہ کرام کو یہی سکھاتے آپ کی پیروی کرنی چاہئے۔

تخریج : بخاری التفسیر 'مسلم فی الفضائل 'ترمذی 'نسائی فی التفسیر 'ابو داؤد'ابن حبان ٧٠٦٥ ٨' طبرانی ٨٤٦٠ "ابو یعلی ٥٢٢٨ 'بیهقی ١٠/٢٣١۔

الفرائد : ابن مسعود کی قراءت سن کر آپ نے فرمایا جو تر و تازہ قرآن سننا چاہتا ہو وہ قرأت ابن مسعود کو اختیار کرے (شرح بخاری ابن نحوی) ① قرآن مجید سن کر رونا عارفین کا کام ہے۔ ② قراءت قرآن مجید کے وقت حضور ﷺ قلب اور حزن وخوف کا دل پر غلبہ ہونا چاہئے قرآن مجید کی وعید و وثائق کو سامنے رکھیے۔

٤٤٨ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَّا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ فَقَالَ : "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا" قَالَ فَغَطّٰی اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وُجُوْهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِیْنٌ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ' وَسَبَقَ بَیَانُهٗ فِیْ بَابِ الْخَوْفِ۔

۴۴۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا...... میں نے کبھی اس جیسا نہیں سنا...... پھر ارشاد فرمایا: اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں۔ تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ حضرت انس کہتے ہیں اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا اور ان کے رونے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

(بخاری و مسلم)

روایت ۴۰۰ باب الخوف میں بیان ہو چکی۔

تشریح ۞ **خطبة**: یہ فعلہ بمعنی مفعول ہے جیسے نسخہ بمعنی منسوخ۔ اس کی جمع خطب ہے۔
ماسمعت مثلها: بلاغت وفصاحت اور مقصود تذکر وتنبیہ کی کفایت میں لاجواب تھا۔ **ما اعلم**: اللہ تعالیٰ کا جلال اور اس کی عظمت **لضحكتم قليلا**: کائنات میں اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت پر خبردار کرنے والے مظاہر تم دیکھ پاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلبہ خوف نہ ہونا چاہئے اس کی وجہ سے رجاء سے انقطاع لازم آتا ہے۔ **و بكيتم كثيرا**: یہ دونوں اسم مفعولیت کی وجہ سے منصوب ہیں۔ ۞ ظرف یہ زمانیہ کی وجہ سے منصوب ہیں۔ **لهم خنين** غطی کی ضمیر فاعلی سے حال ہے اور ضمیر رابط ہے۔

تخریج: بخاری، مسلم، احمد ۴/۱۲۶۵۹ ابن حبان ۱۰۶۔

الفرائد: اہل ایمان کے لیے بشارت عظیم ہے کہ ان کو دائمی نعمتیں ملیں گی۔

۞ ۞ ۞

٤٤٩: وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ"، رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۴۴۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ آدمی آگ میں داخل نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا۔ یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس لوٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہنچنے والا غبار اور جہنم کا دھواں دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ (ترمذی)
ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ **من خشية الله**: من تعلیلیہ ہے اللہ تعالیٰ کا وہ خوف جو اس کے اوامر کی پیروی اور نواہی سے اجتناب کی طرف دعوت دینے والا ہے۔ جو ایسا ہو وہ اس سخی بادشاہ کے وعدے کے مطابق آگ میں صرف قسم پوری کرنے کی حد تک داخل ہوگا۔ عاقولی کا قول ہے۔ شاید اس سے مراد عارف باللہ یعنی عالم عامل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' **انما يخشى الله من عباده العلماء**'' خلاصہ یہ ہے کہ معرفت کچھ نہ کچھ تو چاہئے تاکہ خشوع وبکاء کا تصور کر سکے کیونکہ جو رونے کی کوئی وجہ نہیں پہچانتا اس کا رونا ممتنع ہے (عاقولی) میں نے جو بات کہی وہ اولیٰ ہے کہ کریم کے وعدے سے جنت میں جانا اگر اس کو نہ مانیں تو یہ خبر اس روایت کے معارض ہے جس میں عصاۃ وگناہ گار مؤمنو کا آگ میں جانا مذکور ہے۔ **حتى يعود اللبن فى الضرع**: مسام میں سے دوبارہ جسم میں چلا جائے۔ عادت میں یہ محال ہے۔ تو خالف کے داخلے کو محال سے معلق کر کے یقینی ہونا ثابت کر دیا اور ورود عرور کے وجوب کے یہ بات منافی نہیں باقی رہا وہ شخص جس کا رونا خشیت کی وجہ سے نہ ہو اگر وہ غیر شرک پر مرا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے چاہے تو جنت کے فائز الرام لوگوں میں داخل فرمادے اور معاف کر دے اگر چاہے آگ میں اتنا روک لے جتنا اس کے متعلق طے ہو چکا پھر ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے اور یہ بھی اس کا محض فضل ہے عود لبن سے محال بات کا بیان مقصود ہے۔ **لطیفہ**: اگر دودھ پلید ہو جائے وہ جانور کو پلا دیا جائے پھر اس کا دودھ دوہ کر پی لے یہ دودھ پاک ہے۔ **غبار فى سبيل الله**: سے مراد دشمنان دین سے جہاد جو رضائے الٰہی کے لئے ہو۔ دخان

جھنم: اس سے معلوم ہوا کہ جہاد فی سبیل اللہ مجاہد کو عذاب سے بچانے والا ہے۔ یہ ایسا وعدہ ہے جس میں تخلف نہیں جب اس کی موت اسی راہ میں آئے یا بعد میں آئے مگر اس دوران اس نے کسی مہلک فعل کا ارتکاب نہ کیا ہو۔

تخریج : ترمذی فی الجهاد 'احمد ١٠٥٦٥/٣ 'نسائی ٣١٠٨ 'ابن ماجه 'حاکم ٢٦٠/٤ ـ

الفرائد : ① اللہ تعالیٰ کے خوف خشیت سے رونے کی فضیلت مذکور ہے۔ ② مجاہد کے فضائل مذکور ہیں۔

٤٥٠ : وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ : اِمَامٌ عَادِلٌ : وَشَابٌّ نَشَاَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ ' وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ ' وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ ' وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۵۰: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن سایہ دیں گے جس دن اس سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: ① عادل حاکم' ② عبادت گزار نوجوان' ③ وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو' ④ وہ دو آدمی جو اللہ کی خاطر باہمی محبت کرتے ہیں ان کا جدا اور جمع ہونا اسی بنیاد پر ہوتا ہے' ⑤ وہ آدمی جس کو کسی حسین اور صاحب مرتبہ عورت نے گناہ کی طرف بلایا مگر اس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں' ⑥ وہ آدمی جس نے صدقہ چھپ کر کیا کہ اسکے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہوا جو اسکے دائیں ہاتھ نے کیا' ⑦ وہ آدمی جس نے علیحدگی میں اللہ کو یاد کیا بس اسکی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **شاب نشاء فی عباته الله**: عبادت وہ ہے جس کے زریعہ اس کی عبادت کی جائے اس شرط کے ساتھ کہ متقرب الیہ کی پہچان ہو۔ پس طاعت او دونوں کے بغیر اللہ تعالیٰ معرفت تک پہنچانے والی نگاہ میں پائی جاتی ہے۔ اس کی معرفت یعنی اوقات کامل فکر سے حاصل ہو جاتی ہے اور قربت بلا عبادت اس قرب میں پائی جاتی ہے۔ جن میں نیت کی ضرورت نہیں مثلاً عتق' وقف۔ فقال اپنے دل سے اپنے نفس کو ڈانٹ سکے تا کہ وہ نافرمانی سے باز رہے ممکن ہے کہ زبان سے ہوتا کہ اپنے طالب کو متنبہ کر سکے۔ دونوں کا ہونا عین ممکن ہے۔ اس کی نظیر فقہاء کا قول ہے کہ روزہ دار کو جب گالم گلوچ کرے تو کہہ دے "انی صائهم" "**فضاضت عيناه** اللہ تعالیٰ سے ڈر کر آنسو نکل آئے یہ روایت۔ باب فضل جب اللہ میں گزری۔

تخریج : بخاری 'مسلم 'احمد ١٠/٤٤٨٦ 'ترمذی ٢٣٩ 'نسائی 'موطامالك ١٧٧٧ ـ

الفرائد : ① لوگوں کے مابین عدل کا حکم دیا گیا' عدل والے کو عرش کا سایہ ملے گا' اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں حرام سے اپنے آپ کو بچانے والا سعادت مند ہے' اللہ تعالیٰ کے گھروں سے محبت خود اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت ہے۔ ② اللہ تعالیٰ کے خوف سے جو ارتکاب فواحش سے بچا وہ کامیاب ہے۔ مخفی صدقہ بڑے ثواب کا باعث ہے۔ اگر چہ تذکرہ مدد کا ہے مگر جنس مراد ہے۔ عورت بھی ان صفات کو اپنائے تو یہ سعادت پائے گی۔

۴۵۱ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَآءِ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ' وَالتِّرْمِذِيُّ فِي الشَّمَائِلِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۴۵۱: حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جبکہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے اور آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے چولھے پر رکھی ہوئی ہنڈیا جیسی آواز نکل رہی تھی۔ یہ حدیث صحیح ہے (ابوداؤد) ترمذی نے فضائل میں سند صحیح سے روایت کیا۔

تشریح ❁ عبداللہ بن الشخیرؓ: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن عوف بن کعب بن وفدان بن الجرش ہجی معاویہ بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ العمری الکعبی الجرشی البصریؓ یہ لطرف بن یزید کے والد ہیں۔ انہوں نے رسول ﷺ سے ۶ روایات نقل کی ہیں۔ ایک روایت میں مسلم بخاری سے منفرد ہے۔ بخاری ۲ روایات لائے مزی نے اطراف نے ان کی نو روایات نقل کی ہے **ولجوفه** :سینہ اور اس کا اندرون مراد ہے :"الجوف" پیٹ اور جس پر کندھے اور پسلیاں جڑی ہوئی ہوں :"ازیز" جوف میں ابلنے اور رونے کی آواز۔

مسئلہ :وہ آواز جو حروف پر مشتمل نہ ہو وہ مفسد صلاۃ نہیں۔

کازیز المرجل :یہ مذکر ہے تمام ہنڈیاں مؤنث ہیں۔ یہ تانبے کی دیگچی یا پتھر کی دیگچی یا ہر ہنڈیا ابن حجر نے اسی کو راجح کہا۔ قول زمخشری اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے جب اس کو چڑھا دیا جائے تو یہ اپنے پاؤں پر قائم ہو جاتی ہے

من البکاء :من اجلیہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ڈر اور عظیم خوف سے پیدا ہونے والی چیز ہے۔ یہ ابراہیمؑ کی ارث میں آپ کو ملی ہے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے سینے ہنڈیاں کے جوش کی آواز ایک میل تک سنائی دیتی اس سے ان کے کامل خوف خشیت اور خضوع کا ثبوت ملتا ہے۔

حرانی کہتے ہیں اس سے اہل طرائق وجد کو اپنے حالات میں پاتے ہیں۔ جلال و جمال کی مختلط تجلیات پڑتی تھیں۔ جلال کی منفرد تجلیات کو کوئی انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ تجلیات کے وقت آپ کا قلب اطہر نور و سرور ملاعفت انس اور تبسط سے بھر جاتا۔ جلال کی تجلیات خوف و قلق پیدا کرتی ہیں اور جمال کی تجلیات انس و سرور اور آپ کی وراثت میں امت کو بھی ان تجلیات کا حصہ ملا۔ الحمد للہ۔

تخریج : ابوداؤد فی الصلاۃ ترمذی فی الشمال احمد ۵/۱۶۲۱۲ نسائی ابن حبان ۲۶۵ ابن خزیمہ ۹۰۰، بیھقی ۲/۲۵۱۔

الفرائد : آپ ﷺ کے خشوع کی کیفیت کو "ازیز مرجل" سے سمجھایا گیا نماز میں خوف الٰہی سے رونے میں حرج نہیں۔

۴۵۲ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ :اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قَالَ وَسَمَّانِيْ؟ قَالَ :"نَعَمْ" فَبَكٰى اُبَيٌّ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِي رِوَايَةٍ :فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي۔

۴۵۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کوفرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ پڑھ کر سناؤں۔ انہوں نے عرض کیا: کیا میرا نام لیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اُبی (فرطِ محبت سے) رو پڑے۔ (بخاری و مسلم)

دوسری روایت میں ''اُبی رونے لگے'' ہے۔

تشریح ❁ ابی بن کعبؓ: یہ سید القراء انصاری صحابی ہیں ان کے حالات باب کثرت طرق الخیر میں گزرے۔ **اقرا علیك** سورة **لم یکن** مکمل تمہیں سناؤں۔ انہوں نے جناب رسول ﷺ سے عرض کیا۔ **وسمانی لك** واؤ عاطفہ ہے معطوف علیہ مقدر ہے۔ ''**ای امرك بذلك وسمانی**'' آپ کو حکم دے کر میرا نام لیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو کہ آپ اپنی امت کے ایک شخص کو **لم یکن** سنائیں اور ابی کا نام نہ لیا ہو اس کی تحقیق چاہی۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔'' **هل نص علی باسمی اوقال اقرء قال اقرأ علی واحد من اصحابك فاخترتنی انت** '' کہ میں نے چناؤ نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے۔ **قال نعم** یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے۔ اور طبرانی نے ابی بن کعب سے نقل کیا ''**قال نعم باسمك نسبك فی الملاء الاعلی**'' کہ تیرا نام نسب ذکر کیا گیا۔ **خبکی** ① وہ سرور وخوشی رونے لگے یا۔ ② اس نعمت پر شکریہ کی کمی کو دیکھ کر خوف وخشوع سے رو پڑے۔ ③ یا خشیت وتعجب سے اپنے نفس کو کم درجہ سمجھتے ہوئے روئے صالحین کی یہی شان ہوتی ہے جب خوش ہوتے ہیں تو خشیت سے ملا لیتے ہیں بعض نے کہا۔ خوشی و سرور کا آنسو ٹھنڈا ہوتا ہے اسی لیے عرب کہتے ہیں۔ **اقر الله عینه** یہ ابن النحوی کا قول ہے۔ ابوعبید کہتے ہیں کہ ان پر پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ سے وہ قرأت سیکھے۔ اس کی تائید احمد بن حنبل سے مروی علی بن زید عن عمار بن ابی دہیہ البدری کی روایت ہے۔ کہ جب ''**لم یکن**'' نازل ہوئی تو جبرئیل نے رسول ﷺ کو کہا ''**ان الله یآ مرك ان تقرئها ابیا فقال له رسول** ﷺ'' **ان الله امرنی ان اقرئك هذه السورة فبكی وقال یا رسول الله وقدذكرت ثمت؟ قال نعم** ''اور وہ اس میں پختہ ہو جائیں اور قرآن کا دور سنت بن جائے اور ابی کی فضیلت اور حفظ قرآن میں ان کا مرتبہ بتلا دیا جائے اس سے یہ مقصد نہیں کہ ابی سے کوئی چیز یاد کریں اس سورة کو متعین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مختصر ہے مگر بہت سے قواعد واصول دین اور فروعات اور اہم باتوں پر مشتمل ہے۔ اسی طرح خلاص وتطہیر قلوب پر بھی مشتمل ہے۔

فائدہ: نسان کو اہل علم سے علم حاصل کرنا چاہئے خواہ میں کم درجہ ہوں مسلم کی روایت میں **فجعل ابی یبکی** کے الفاظ ہیں جو مضارع سے بہتر ہیں۔

تخریج: بخاری فی الفضائل والتفسیر، مسلم فی كتاب الصلاة ترمذی، عبدالرزاق ۲۰۴۱۱، احمد ۱۲۳۲۲/۴۔

الفرائد: ① ابی بن کعبؓ کی فضیلت ظاہر ہوتی کہ آپ ﷺ نے ان سے قرات سننے کا فرمایا۔ ② اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو قرأت سننے کا حکم دیا۔ ③ ابی خوشی سے رو پڑے۔

۴۵۳ :وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزُوْرُهَا' فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهَا بَكَتْ ' فَقَالَا لَهَا :مَا يُبْكِيْكِ؟ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلٰكِنِّيْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَآءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَآءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا- رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ زِيَارَةِ اَهْلِ الْخَيْرِ-

۴۵۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد فرمایا: ہمارے ساتھ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے چلو! جس طرح رسول اللہ ﷺ ان کی ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے۔ جب دونوں حضرات وہاں پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ دونوں نے کہا آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے وہ بہت بہتر ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا میں اس لئے نہیں روتی۔ میں بھی بخوبی جانتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ زیادہ بہتر ہے لیکن میں اس لئے روتی ہوں کہ وحی آسمانوں سے آنی بند ہوگئی۔ اس بات نے اُن کو بھی رونے پر آمادہ کر دیا چنانچہ وہ دونوں بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم) یہ روایت زیارت اہل خیر میں گزری۔

تشریح ۞ **بعد وفات رسول ﷺ** : بعد یہ قال کا ظرف ہے۔ وفات رسول کے بعد جب کار خلافت ابو بکرؓ نے سنبھالا۔ نزورھا یہ جملہ مستانفہ ہے جو جانے کا مقصد بیان کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ یزورھا اس میں آپ کے افعال کی اقتداء کرنے کی طرف اشارہ ہے جب تک خصوصیت کی دلیل نہ پائی جائے۔

بکت : ان کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ابوبکرؓ وعمرؓ کے ہر وقت رہنے اور آنے کا موقعہ یاد آ گیا اس کی نظیر صحابہ کا وہ رونا ہے۔ جب کہ انہوں نے عمرؓ کے حکم سے شام میں اذان دی تو صحابہ کرام کو حضور ﷺ کا دور یاد آ گیا۔ **فقالا لھا مایبکیك اماتعلمین ان ماعند الله خیر رسول ﷺ** : اللہ تعالیٰ کے ہاں جو چیزیں ہیں ان میں سے سب سے کم درجہ چیز کی وضاحت سے الفاظ قاصر ہیں۔ پھر اعلیٰ تو اعلیٰ ہے۔ خیر ① بغیر الف کے مصدر ہو سکتا ہے۔ ② افعل التفضیل بھی ہو سکتا ہے آپ کے لیے دنیا میں بھی خیر تھی شریعت کے احکام بتاتے اور لوگوں کی راہنمائی کرتے اور اللہ تعالیٰ سے انقطاع والوں کو بارگاہ رب العالمین سے ملاتے اور دور والوں کو قریب کرتے۔ اسی لیے افعل کا معمول حذف کر دیا۔ **مما فی الدنیا** : یہ عموم کے لیے ہے اور اشارہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ دنیا کی کسی چیز کا اس سے تقابل نہیں کیا جا سکتا۔ **لا اعلمھم ان ماعند الله خیر رسول ﷺ** : ان سے پہلے لام تعلیل ہے مطلب یہ ہے کہ عدم علم کی وجہ سے نہیں روتی۔ جملے کو دوبارہ دھرا دیا کیونکہ محبوب کا تذکرہ بھی محبوب ہے۔ **لکن ابکی ان الوحی قدانقطع من السماء** یہ استدراک ہے۔ کہ عدم علم کی وجہ سے رونا نہیں لکن : رونے کی وجہ زمین سے آسمان کے رابطے کا منقطع ہونا ہے۔ وحی شریعت فقط انبیاءؑ کے ساتھ خاص ہے اور وہی ان کی مراد ہے۔ **فھیجتھما علی البکاء** : اس بات نے دونوں کو رلا دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اخیار کے چلے جانے پر رونا درست

ہے اس سے تقدیر پر اعتراض نہیں ہوتا۔ یہ روایت باب زیارہ اہل الخیر میں گزری۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۲۳۲۲)والبخاری (-۳۸۰۹) ومسلم (۷۹۹) والترمزی (۳۷۹۵) وعبدالرزاق (۲۰٤۱۱)

الفرائد : صالحین واصحاب کی جدائی پر غم سے آنسو نکلیں تو کوئی حرج نہیں۔ دوست کے دوست نیک انسان کی ملاقات سعادت مندی ہے۔

٤٥٤ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجَعُهٗ قِيْلَ لَهٗ فِي الصَّلٰوةِ – قَالَ : "مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَالْيُصَلِّ بِالنَّاسِ" فَقَالَتْ عَآئِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا :اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ غَلَبَهُ الْبُكَآءُ فَقَالَ :"مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ" وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَآءِ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

۴۵۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا درد (مرض الموت) زیادہ شدید ہوگیا۔ آپؐ کو نماز کے متعلق عرض کیا گیا تو ارشاد فرمایا ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا بے شک ابوبکر نرم دل آدمی ہیں۔ جب وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: انہی کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ایک روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جب ابوبکر آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگ ان کی قراءت نہ سن پائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **لما اشتد وجعه** : درد شدید ہوگئی۔ ایک روایت میں **لمااشتکی شکوہ الذی توفی فیه:** کے الفاظ ہیں۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور درد کی شدت اجر کے کئی گنا ہونے اور مرتبے کی بلندی کی وجہ سے تھی جیسا کہ حدیث **اشدالناس بلاء الانبیاء**: اس پر دلالت کرتی ہے۔ **فی الصلاۃ**: یعنی کون نماز پڑھائے گا اور اس کا انتظام کرے گا۔ **فقال مرو اابابکر** : مروااصل میں اؤمروا ہے۔ تعلیل کے بعد مروا ہوگیا۔ ابوبکر کا نام لیا وصف ذکر نہیں کیا۔ ذھن ادھر ہی منتقل ہوتا تھا۔ **مآمور به**: کو حذف کردیا **فلیصل بالناس** : اس پر دلالت کررہا ہے۔ حافظ مزی نے "للناس"، کالفظ "بالناس" کی بجائے ذکر کیا۔ **ای لیصل اماماً لاجلھم لیعتدوا صلاتھم**" ان کی خاطر ایک امام نماز پڑھائے تاکہ وہ اپنی نماز کو قائم کر سکیں نقال کی فا سے آپ کے کمال مبادرت کی طرف اشارہ کر دیا کہ تمام امت کی طرف سے کام میں کس قدر جلدی فرمائی کہ وہ آپ کے بعد بعد خلیفہ ہوں گے۔ اسی لئے عمرؓ نے کہا:" **رجل اختاره النبی ﷺ لد ینننا الا نرضاه لدنیانا۔ فقالت** عائشہ اگر آپ کی وفات اسی حالت میں ہوگئی تو لوگ میرے والد کے متعلق شگون لیں گے۔ کمال محبت کی وجہ سے آپ کی جگہ پر کسی دوسرے کا کھڑا ہونا ناپسند کرتے تھے۔

رجل رقیق: ابوبکر صدیق کو مظہر جلال کے شہود کی حالت غالب رہتی تھی۔ **قرء (القرآن) غلبه البکاء** اس وجہ سے امام کو

جس قرأت کا حکم دیا گیا ہے وہ پورا نہ کر سکیں گے۔ ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان سے یہ واقع ہو کر دو شرطوں کے ظہور کا سبب بنے گا۔ کیونکہ اس سے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اگر وہ غلبہ کی وجہ سے نہ ہو کہ جس کا دفع کرنا ممکن ہی نہ ہو۔ اگر اس طرح ہوتا تو دو مرتبہ آپ اس کا حکم نہ دیتے مروہ فلیصل۔

اذا قام مقامك: جب وہ آپ کی بطور امام کھڑے ہونگے۔ مقام اسم ظرف ہے۔

من البكاء: یہ من سببیہ ہے۔ اس روایت کو اس باب میں اس لیے لائے کہ نبی ﷺ نے ابوبکر کی اس بات کو پسند کر کے انہی کی امامت کو باقی رکھا۔ یہ صدیقؓ کے مصطفیٰ ﷺ کی نگاہ میں پسندیدہ ہونے کی علامت ہے اور بکاء اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "انما المؤمنون الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم"۔

تخریج: أخرجه البخاری (٦٢٨) وسلم (٤١٨)/٩٤) و رواية السيدة عائشة رضی الله عنها أخرجها البخاری (١٩٨) ومسلم (٤١٨)

الفرائد: ابوبکر صدیق کی امامت پر اصرار یہ استخلاف ابوبکر کی واضح علامت ہے اہل علم فضل کو امامت کا حق ہے۔ ابوبکرؓ کی خاص منقبت کہ حیاۃ نبوت ﷺ میں انہوں نے کئی نمازیں پڑھائیں۔

٤٥٥ : وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَّكَانَ صَآئِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ، فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ اِنْ غُطِّيَ بِهَا رَاْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهُ، ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا - قَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۴۵۵: ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس افطاری کے وقت کھانا لایا گیا۔ اس لئے کہ آپ روزہ سے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے ان کے کفن کے لئے صرف ایک چادر میسر آئی۔ کہ اگر اس سے ان کے سر کو ڈھانپا جاتا تو ان کے پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتا۔ اس کے بعد دنیا کو ہمارے لئے وسیع کر دیا گیا جو تم دیکھ رہے ہو یا یہ فرمایا کہ ہمیں دنیا اتنی عطا کر دی گئی جو ظاہر ہے۔ ہم تو ڈر رہے ہیں کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی جلدی نہ دے دیا گیا ہو؟ پھر رونے لگے۔ یہاں تک کہ کھانا بھی چھوڑ دیا۔ (بخاری)

تشریح ❁ ابراہیم بن عبدالرحمان: ان کا سماع ابن عمر سے یعقوب بن شیبہ سے ثابت کیا ہے۔ تقریب ابن حجر) ان کی وفات سن ٧٦ھ میں وفات ہوئی۔ بخاری و مسلم نے ان سے روایت لی اسی طرح نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ نے بھی روایت لی ہے۔

عبدالرحمان بن عوفؓ: ان کا سلسلہ نسب عوف بن عبدالحارث زہرہ القرشی الزہری ہے یہ عشرہ مبشرہؓ میں سے ہیں۔ شروع

میں اسلام لائے ان کے مناقب مشہور ہیں انکی وفات سنہ ۳۲ھ میں ہوئی۔

ایک منفرد منقبت: نبی اکرم ﷺ نے غزوہ تبوک میں ان کے پیچھے نماز پڑھی یہ لوگوں کو ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔
(تہذیب للنووی)

ایک اشکال: آپ ﷺ نے مواقیت کے موقعہ پر جبرئیل علیہ السلام کے پیچھے نماز دو دن تک پڑھی' امامت جبریل کے نام سے روایت معروف ہے۔ اسی طرح ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا آپ ﷺ" **خلف ابی بکر فی مرضه الذی ماتفیه قاعداً** "(نسائی) ترمذی کے الفاظ یہ ہیں رسول ﷺ **خلف ابی بکر قاعداً فی ثوب متو شحابه** (کپڑا اوڑھ کر)۔

سیوطی کا قول: ان احادیث اور اس قسم کی دوسری روایات اور یہ روایت: "**تأ خر ابی بکر واقتدائه بالمنبی ﷺ واقتداء الناس بابی بکر**" کو ذکر کر کے کہتے ہیں۔ ان احادیث کو ابن حزم' بیہقی' ابن حبان نے جمع کی کوشش کی ہے کہ آپ ﷺ نے دو نمازیں ابوبکرؓ کے پیچھے پڑھی ہیں۔ ① **انه ﷺ خزج بین رجلین تریك باحد هما العباس والآ خرعلیا**" **وفی خبر آخر عن عائشه انه خرج بین بریدة وثوبة**" معلوم ہوا یہ دو نمازیں ہیں (ابن حبان) تمام روایات کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ نماز جو آپ ﷺ نے ابوبکرؓ کے پیچھے ادا فرمائی وہ سوموار کے دن فجر کی نماز ہے اور یہ وفات سے پہلے کی آخری نماز ہے پھر ظہر سے پہلے انتقال ہو گیا۔ یہ اس نماز سے الگ ہے جو ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کے پیچھے ادا فرمائی اور یہ انسؓ کی روایت کے خلاف نہیں جو سوموار کے دن کے متعلق ہے۔ "**فکشف النبی ﷺ الحجره ونظر الیهم وهم صفوف فی الصلاة وامرهم باتما مها وار خائه الستر**" یہ یا تو پہلی رکعت میں ہوا۔ پھر آپ نے سکون محسوس کیا تو نکل کر دوسری رکعت میں نماز سے مل گئے پھر موسیٰ بن عقبہ راوی کے کلام کی دلالت کو بیہقی نے ذکر کیا۔ پس وہ نماز ظہر کی تھی جس میں آپ فضل بن عباس اور ان کے غلام کے سہارے سے نکل کر تشریف لائے اور ظہر کی اقتداء کی (بیہقی) ابن حزم کہتا ہے یہ بلا ریب دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ ایک وہ ہے جس کو اسود نے عائشہؓ اور عبداللہ نے ابن عباسؓ اور عائشہؓ سے نقل کی ہے۔ کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو اس حال میں نماز پڑھائی کہ لوگ آپ کے پیچھے تھے اور ابوبکرؓ آپ کے دائیں جانب مقتدی کی بلند آواز سے تکبیر کہہ رہے تھے۔ دوسری وہ روایت ہے کس کو مسروق نے عبیداللہ نے عائشہؓ نے انسؓ سے نقل کی ہے۔ "**انه کان خلف ابی بکر فی الصف مع الناس**" پس اشکال نہ رہا۔ اپ کے ایام مرض قریباً ۱۲ بارہ دن تھے اس میں ۶۰ نمازیں ہیں۔ (ابن حزم) اس صورت میں یہ عبدالرحمان کی خصوصیت نہ رہی البتہ فضیلت ضرور ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ سے ۶۵ روایات نقل کی ہیں دو متفق علیہ ہیں۔ ۵ میں بخاری منفرد ہے۔ ان کے فضائل بہت ہیں **اتی ماضی مجهول** انکی خبر ہے۔ **بطعام** ان کے پاس شاندار کھانا لایا گیا **کان صائماً** یہ جملہ محلاً حال ہے جو ان کے کمال کو ذکر کرنے کے لیے لایا گیا ہے کہ کھانے کے دواعی کے باوجود اس کو اس لیے چھوڑا کہ کہیں ان کو درجات سے موخر نہ کر دیا جائے۔ مصعب بن عمیرؓ یہ جلیل القدر صحابی ہیں جس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ عمیر بن ہشام بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی بن کلاب القرشی العبدی یہ سابقین فی الاسلام سے تھے ان کو عبداللہ بن قیتبہ نے نبی اکرم ﷺ خیال کر کے قتل کر دیا۔ **وهو خیر منی** یہ کمال تواضع سے

فرمایا ورنہ بالاتفاق عشرہ مبشرہ سب سے افضل ہیں۔ فلم یو جدله ما لکفن فیه یہ دونوں مضارع مجہول ہیں۔ براۃ یہ ما کا بدل ہے۔ استثناء کی وجہ سے نصب بھی جائز ہے۔ یہ فصیح عربی ہے۔ غطی ڈھانپنے کے معنی میں آیا ہے۔
ان غطی بھا رجلاہ۔ یہ جملہ شرطیہ بردہ کی محلا صفت ہے۔ اس کو تفصیل کے لیے لائے۔ بسط لنا فی الدنیا ما بسط یہ ماضی مجہول ہے اسم موصول نائب فاعل ہے اور دونوں ظرف محل حال میں ہیں۔ اور راوی کو شبہ ہے ما بسط فرمایا ما اعطینا فرمایا۔ بسط پھیلانے اور وسیع کرنے کو کہتے ہیں۔ حسناتنا: نیکیاں عجلت لنا جملہ مستانفہ بیانیہ ہے یہ خوف وخشیت الٰہی کو ظاہر کر رہا ہے انکو خطرہ ہوا کہ ان کی وسعت وخوشحالی کہیں طاعات کی جزاء نہ ہو۔ حالانکہ ان کی خوشحالی اعمال صالحہ اور تجارت اخروی کا ذریعہ تھی۔ بہت سا مال انہوں نے راہ خدا اور بندوں کی خدمت کے لیے صرف کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں ڈر ہوا کہ یہ اسباب کہیں مولیٰ سے دوری کا باعث نہ بن جائیں۔ ثم جعل ببکی۔ اس خوف سے ان پر گریہ طاری ہو گیا کہ کہیں قیامت کو خالی ہاتھ نہ ہو جاؤں۔ غایت گریہ سے کھانا بھی چھوٹ گیا۔

تخریج: أخرجه البخاری (١٢٧٣)

الفوائد: ① نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جو ابتدائی شدائد میں حاضر ہوئے اور شہادت پائی وہ اعلیٰ درجات والے ہیں۔ ② فقر کے مصائب پر صبر ابرار کی منازل سے ہے۔

٤٥٦ : وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ ابْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : " لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ قَطْرَتَیْنِ وَاَثَرَیْنِ قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ – وَاَمَّا الْاَثَرَانِ : فَاَثَرٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاَثَرٌ فِیْ فَرِیْضَةٍ مِّنْ فَرَآئِضِ اللّٰهِ تَعَالٰی" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۴۵۶: حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب و پسندیدہ نہیں۔ ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلے اور دوسرا وہ خون کا قطرہ جو جہاد کرتے ہوئے نکلے اور رہے دو نشان تو ایک نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑتے ہوئے پڑ جائے اور دوسرا نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا فریضہ ادا کرتے ہوئے پڑ جائے۔
ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے۔

تشریح ✿ صدی بن عجلان باہلیؓ: صدی یہ ضمہ صاد کے ساتھ ہے۔ باب التقوی میں حالات ذکر ہوئے "لیس شی احب" یہ نصب کے ساتھ لیس کی خبر ہے۔ یہ محبوبہ کے معنی ہیں ہے۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی چیز اتنی ثواب والی بلند فضیلت والی نہیں۔ قطرتین قطرہ نقطے کو کہتے ہیں (المصباح) اثرین کسی چیز کا باقی نشان قطرة دموع یہ جمع کی طرف اضافت کی وجہ سے مفرد لائے معنی جمع کا ہے من خشیة اللّٰه من سببیہ نمبر۲ ابتدائیہ وہ آنسو جس کی ابتداء اللہ کا خوف ہو خشیت اس علم وعمل سے پیدا ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی پہچان کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "انما یخشی اللّٰه من

عبادہ العلماء "اور پیغمبر ﷺ کا ارشاد "انا اعرفکھم باللہ واشد کھم لہ خشیةً"

قطرۃ دم: بقول عاقولی اس کو مفرد لائے تاکہ معلوم ہو کہ اس کا بہانا آنسو بہانے سے افضل ہے۔تھراق فی سبیل اللہ رباعی فعل کا مضارع ہے۔یہ جملہ قطرہ کی صفت ہے فی سبیل اللہ سے جہاد مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی بات کو بلند کرنے کے لیے ہو قطرۃ یہ قطرتین کا بیان ہے اصل اس طرح چاہیے "اقاالقطرتان فقطرہ "شاہد کہ مقدر ہو جیسا عطف سے معلوم ہوتا ہے۔اثر فی فریضة جسم پر تری وغیرہ کا اثر ہو اور سجدہ وغیرہ کا اثر ہو۔

تخریج: أخرجه الترمذی (١٦٧٥) وفی اسناده الولید بن جمیل الفلسطینی وھو ضعیف وباقی رجال الانساد ثقات (اس کی سند میں ولید بن جمیل ضعیف ہے)

الفرائد: دم (خون) کو مفرد اور دموع (آنسوں) کو جمع لا کر یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خون بہانا آنسوں کے بہانے سے افضل ہے۔

❁ ❁ ❁

وَفِی الْبَابِ اَحَادِیْثُ کَثِیْرَةٌ مِّنْهَا حَدِیْثُ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَّجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُیُوْنُ– وَقَدْ سَبَقَ فِیْ بَابِ النَّهْیِ عَنِ الْبِدْعِ۔

اس باب میں روایات بہت ہیں ان میں سے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں وعظ فرمایا جس سے دل نرم پڑ گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔

بَابِ النَّهْیِ عَنِ الْبِدْعِ میں روایت گزری۔

موعظة صدریت کی وجہ سے منصوب ہو۔ای وعظنا وعظًا بلیغًا نمبر۲ حذف حاوض کی وجہ سے منصوب ہو۔ای بموعظہ۔

زرفت علم بہہ پڑیں باب النھی عن البدع میں گزری۔

تخریج: احمد ٦/٧١٤٥ ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ دارمی ١/٤٤۔

الفرائد: بدعت وہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل قرونِ ثلاثہ میں نہ ملے یہی شرعی بدعت ہے بعض لوگوں نے نو ایجاد چیز کو بدعت کہا وہ لغۃً بدعت ہے نہ کہ شرعاً۔

❁ ❁ ❁

۵۵: بَابُ فَضْلِ الزُّهْدِ فِی الدُّنْیَا وَالْحَثِّ عَلَی التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلِ الْفَقْرِ

باب: دنیا میں بے رغبتی اور اس کو کم حاصل کرنے کی ترغیب اور فقر کی فضیلت

الزھد: کسی طرف میلان کو ترک دینا۔اصطلاح میں دنیا سے بغض اور اس سے اعراض۔بعض نے کہا آخرت کی راحت کے

لیے دنیا کی راحت کو چھوڑنا۔ بعض نے کہا جس سے ہاتھ خالی اس سے دل خالی ہو۔ دنیا کا مطلب انما الاعمال بالنیات والی روایت میں ہم ذکر کر چکے (جو دنیا آخرت کے لیے رکاوٹ ہو) الحث آمادہ کرنا التقلل منها بتکلف کم کرنا کیونکہ یہ خلاف طبع چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''تؤ ترون الحیاۃ الدنیا الایہ۔'' اور دوسری جگہ فرمایا ''تحبون المال حبا جما'' اس سے بتکلف الگ ہوتا کہ برے نتائج سے بچ سکے۔ فضل الفقر جو فقر غیر مذموم ہے اور وہ فقر ہے جو کفایت وحاجت سے زائد ہو یعنی تعیشات کی طرف نہ جھکے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

[یونس:۲٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بے شک دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی جیسی ہے جس کو ہم نے آسمان سے اتارا پس اس سے زمین کا سبزہ ملا جلا نکلا جس کو لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب زمین پوری پُر رونق ہو چکی اور مزین ہو گئی اور زمین کے مالکوں نے یہ گمان کیا۔ بے شک وہ اس پر قابو پالیں گے تو اس حال میں ہمارا حکم دن یا رات میں آ پہنچا۔ پس اس کو کٹا ہوا بنا دیا۔ گویا یہاں کل کچھ بھی نہیں تھا۔ ہم اسی طرح آیات کھول کر بیان کرتے ہیں سوچ و بچار کرنے والوں کے لئے''۔ (یونس)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّما مثل الحیاۃ الدنیا: دنیا نعمتوں کے اقبال اور پھر سرعت زوال کی عجیب حالت ہے جس کی وجہ سے لوگ دھوکے میں مبتلا ہو گئے۔ ماء سے مراد بارش فاختلط به ۔ باسببیہ ہے اس کے سبب دل مل کر نکلا زمین کا سبزہ۔ ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو گیا۔ یا کل الناس غلہ جات الانعام چوپائے گھاس چارہ۔ زخرفها نباتات کی رونق وازینت پھولوں سے مزین ہو گئی۔

النحو: یہ تزیینت تھا۔ قادرون علیها ان کے پھولوں کو حاصل کرنے پر مکمل قدرت حاصل ہو گئی۔ امرنا عذاب والا حکم۔ فجعلنا ها ھا ضمیر کا مرجع کھیتی ہے حصیدا یہ محصور کے معنی میں ہے جس کو درانتی سے کاٹ ڈالا جائے کان یہ مخففہ ہے۔ لم تغن بالاس گویا یہاں موجود ہی نہ تھی۔ نفصل یہ بیان وضاحت کے معنی میں ہے۔ لقوم یتفکرون کیونکہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں بقول بیضاوی حکایت کے مضمون کو بطور مثال ذکر کیا گیا۔ نباتات کی سبزی جلدی سے زائل ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے حالانکہ ذرا پہلے تو تروتازہ زمین پر بہار کا منظر پیش کر رہی تھی اور کھیتی کے مالک اس کو حوادث سے سلامت سمجھ بیٹھے تھے۔ یہ تشبیہ مرکب کی قسم سے ہے نہ کہ مفرد (بیضاوی)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا﴾ [الكهف:٤٥:٤٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''آپ ان کے سامنے بیان فرمادیں دنیا کی زندگی کی مثال جس طرح وہ پانی جس کو ہم نے آسمان سے اتارا۔ پس ملا جلا نکلا اس سے زمین کا سبزہ پھر وہ چورچورا ہو گیا جس کو ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں۔ مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والے نیک عمل تیرے رب کے ہاں ثواب کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں اور امید کے لحاظ سے بہت اچھے ہیں۔'' (کہف)

وَاضْرِبْ لَهُمْ: اپنی قوم کے سامنے ایسی چیز کی مثال بیان کرو جو غرابت میں دنیا کی طرح ہو۔ نمبر۲ سرعت زوال اور رونق میں دنیا کے مشابہ ہو۔

کماء نمبر۱ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے ای ھو کماء نمبر۲ اضرب کا پہلا مفعول مثل اور یہ دوسرا مفعول ہے بشرطیکہ اس کو صیر کے معنی میں مانیں (تفسیر جلال محلی) فاختلط به نبات الارض اس کے سبب زمین کی نباتات لپٹ گئی کثرت و گھنے ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے میں گھس گئی نمبر۲ وہ پانی نباتات سے مل کر سارے پودے کی کونپل تک سیراب کرنے لگا۔ مگر وہ کثرت کی وجہ الگ نام پکارا جاتا ہے۔ فاصبح هشيما وہ نباتات ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگئی۔ تذروه الرياح بکھیر رہی ہیں۔ یہاں سبزے کی اجتماعی حالت سے تشبیہ دی ہے کہ اولا سبز و ہرا بھرا ہوتا ہے پھر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ ہوائیں اس کو اڑاتے پھرتی گویا سبزے کا نشان بھی نہ تھا۔ علی کل شی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت ہے۔ زينته الحياة الدنيا دنیا میں جس سے آدمی زینت حاصل کرتا ہے۔ پھر عنقریب اس سے مٹ جائیں گے۔

والباقيات الصالحات وہ سبحان اللہ اور الحمدللہ لا الہ اللہ واللہ اکبر بعض نے ولا حول ولا قوة الا باللہ کا اضافہ بھی کیا ہے۔ روایات میں اس کی یہ تفسیر آتی ہے بیضاوی کہتے ہیں وہ بھلائی کے کام میں جن کا پھل ہمیشہ ہمیشہ باقی رہتا ہے اس کے ماتحت پانچوں نمازیں، روزے، تسبیحات کے کلمات اور تمام اچھی باتیں داخل ہیں۔ خير عند ربك: مال اولاد سے بہتر ہے۔ عندیت سے شرف و مرتبہ مراد ہے ثوابا لوٹنے کے لحاظ سے وخیرا املا: جس کی انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں امید کر سکتا ہے۔ آخرت میں جس کی امید کرتا تھا اسی پر بدلہ ملے گا۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ [الحديد:٢٠]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"تم جان لو بے شک دنیا کی زندگی کھیل تماشا اور زینت اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر اور مالوں اور اولاد میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ ہے۔ جس طرح کہ بادل جس کی کھیتی کسان کو بہت اچھی لگتی ہے پھر وہ خوب زور میں آتی ہے پھر اسے تم زرد دیکھتے ہو پھر کچھ عرصہ کے بعد ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور رضا مندی اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے"۔ (الحدید)

لعب وھو: لعب : وہ فعل جس کی طرف نادانی آمادہ کرے اس کی ابتداء پسندیدہ ہو مگر اس میں بقاء نہ ہو۔ **لھو** : ناجائز فعل سے نفس کو اس کے ارادے سے پھیرنے والا کام۔ بیضاوی کا قول۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دنیا ایک خیالاتی چیزوں کا مجموعہ ہے۔ جن کا فائدہ قلیل اور سریع الزوال ہے۔ یہ ایسا کھیل ہے۔ جس میں لوگ اپنے اسی طرح تھکا رہے ہیں جیسے بچے کھیل کے میدانوں میں بلا فائدہ تھکاتے ہیں اور لھو ہے۔ اپنے نفوس کو لقط صر سے اس کی وجہ سے غافل کرتے ہیں۔ زینة: خوبصورت لباس کی طرح زینت ہے اور شاندار سواریوں اور بلند مکانات کی طرح خوبصورت اور دل کو پسند آنے والی ہے اور انساب پر فخر اور تعداد میں ایک دوسرے کے ساتھ کثرت میں مقابلہ اور سامان میں مقابلہ یہ سب دنیا میں مشغولیت ہے۔ البتہ جو چیز طاعات میں معاون ہوں وہ یہ حکم نہیں رکھتیں۔ پھر دنیا کے حالات کو مزید پختہ کرتے ہوئے فرمایا" **کمثل غیث اعجب الکفار نباته الایة**: یہ دنیا کے جلد ختم ہونے اور پختگی کے کم ہونے کو نبات سے تشبیہ دی جس کو بادل کے پانی نے اگایا اور درست ہوگئی تو کسان کو پسند آئی۔ یا اللہ تعالیٰ کے منکروں کو دنیا پر ریجھنے کی وجہ سے پسند آئی۔ کیونکہ جب کسی چیز کو دیکھتا ہے تو فوراً اس کا ذہن صانع مطلق کی طرف چلا جاتا ہے اور کافر کی سوچ حسی چیزوں سے آگے پرواز نہیں کرتی انہی کو دیکھ کر ان میں ہی ڈوب جاتا ہے۔

ھاج: کسی بیماری سے وہ خشک ہوگئی اور زرد پڑ گئی پھر ریزہ ریزہ ہو کر ہواؤں کے آگے اڑنے لگی۔

ابن کثیر لکھتے ہیں۔ دنیوی زندگی پہلے جوانی پھر ہلاکت پھر بوڑھی کھوسٹ اسی طرح انسان پہلے تروتازہ جواں نرم ونازک اعضاء خوبصورت منظر والا پھر ادھیڑ عمر کو پہنچا اس کی طبیعت میں تبدیلی آئی بعض قوی جاتے رہے پھر بوڑھا ہو کر انتہائی ضعیف ہو جاتا ہے ضعیف القوی اور قلیل الحرکت ہو جاتا تاآنکہ چلنے سے بھی عاجز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "**الذی خلقکھم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوة الایه**" جب یہ مثال زوال دنیا پر دلالت کر رہی ہے اور لامحالہ اس کے ختم ہونے اور لوٹ پھوٹ جانے کو بتلا رہی ہے اور آخرت کو بقاء ہے۔ پس دنیا سے بچنا اور آخرت کی طرف رغبت کرنی چاہیے (ابن کثیر) **وفی آلاخرہ عذاب شدید** ۔ اس کے لئے جو دنیا میں منھمک ہو گیا۔ اس آیت میں انہماک سے نفرت دلائی اور اس پر آمادہ کیا جو آخرت میں عظمت کا باعث ہے۔ پھر اپنے اس قول سے تاکید فرمائی۔ **ومغفرة من اللہ ورضوان** جو دنیا میں منہمک نہ ہوا۔ قریب آنے والی آخرت میں یہی دو حالتیں ہوں گی۔ **وما اکیاۃ الدنیا الامتاع الغرور**۔ جو دنیا کی طرف متوجہ ہوا اور آخرت کا طالب نہ بنا علامہ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ دنیا برتنے کا سامان ہے کہ لوٹ کر اس کی طرف جھک پڑا وہ اس کے دھوکے میں پڑ گیا اور اس کو یہ اچھی لگتی ہے اور وہ سمجھ لیتا ہے۔ اس کے سوا اور گھر نہیں اور اس سے پیچھے کوئی لوٹنے کی جگہ نہیں۔ حالانکہ دنیا آخرت کے مقابلے انتہائی حقیر و ذلیل ہے۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ "**موضع سوط احدکم فی الجنه خیر من الدنیا ومافیھا**" اور یہ آیت پڑھ لو" **وما الحیاۃ الدنیا الدتاع الغرور**" یہ حدیث اس اضافہ کے سواء

صحیح ثابت ہے (ابن کثیر، مبدلین)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾

[آل عمران:١٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''لوگوں کے لئے پسندیدہ چیزیں جیسے عورتیں اور سونے اور چاندی کے جمع شدہ خزانے اور نشان دار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتوں کی محبت خوبصورت بنا دی گئیں مگر یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی کے ہاں بہتر ٹھکانہ ہے''۔ (آل عمران)

حُبُّ الشَّهَوَاتِ : جس کو انسان پسند کرتا اور جو شہوات کی طرف دعوت دینے والی ہیں مثلاً لعب ولہو، زینت، تکاثر اموال، اللہ تعالیٰ نے امتحاناً ان کو مزین کیا یا شیطان خداعاً مزین کر کے پیش کیا۔ من النساء والنبین والقناطیر المقنطرة کثیر اموال قنطرہ : جمع کرنا۔ قنطار کی جمع قناطیر یا قنطرہ کی جمع ہے بعض فعلال کا وزن بتایا بعض نے فنعال۔ زیادہ جو ایک دوسرے پر لادا پڑا ہو۔ بعض نے کہا ایک لاکھ بعض ۱۰۰ رطل اور ۱۰۰ مثقال اور ۱۰۰ درہم یہ سعید، عکرمہ بعض نے کہا بیل کی کھال میں جو سونا آئے یا چاندی آئے یہ ابونصرہ کا قول ہے۔ عرب کہتے ہیں قنطرت الشی : جب کہ اس کو خوب مضبوط کیا جائے۔ پل بھی قنطرہ کہتے ہیں۔ آسمان وزمین کے مابین جو مال آئے یہ صاحب الحکم کا قول ہے۔ مقنطرہ مبدرہ کی طرح قنطرہ سے اخذ کیا گیا ہے بقول ضحاک محفوظ کیا ہوا۔ بقول قتادہ بہت زیادہ جو تہہ بہ تہہ ہو۔ بقول فراء کئی گنا کیا ہوا۔ تین کو قناطیہ اور ۹ کو مقنطرہ کہتے ہیں۔ (مگر مقدار کی تعیین کی چنداں ضرورت نہیں موجودہ بڑے بڑے اور قیامت تک آنے والے خزانے اس میں شامل ہیں مترجم)۔

من الذهب والفضة : لباب التفاسیر میں کہا گیا ہونے کو ذہب کہتے ہیں وجہ اس کا جلد چلے جانا ہے۔ خرچ کرو، زکاۃ دو فوراً غائب ہوا فضہ کو درہم بنانے سے وہ متفرق ہو جاتی ہے اور خرچ کرنے سے منتشر جو جاتی ہے۔ الفض متفرق ہونے کو کہتے ہیں۔

اَلنَّحْوُ : یہ ظرف محل حال میں تناظہر کا بیان ہے۔

والجیل المسومة : ① سوم علامت کو کہتے ہیں علامت والے گھوڑے یا۔ ② اسام سے بنا ہے جس کا معنی چرانا ہے۔ ③ خوبصورت گھوڑے۔ والانعام : جمع نعم اونٹ گائے، بکریاں، ان کو نعم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ زیادہ فائدہ انہی سے اٹھایا جاتا ہے والحرث : کھیتی ''متاع الحیاۃ لدنیا'' یہ سب دنیا سے فائدہ اٹھانے کی چیزیں ہیں وہ فنا ہو کر مضمحل ہو جانے والی ہے۔ آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ''والله عنده حسن الماب'' سے عموم کر دیا۔ مآب لوٹنے کی جگہ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو چیزیں ہیں ان میں حقیقی لذت ہے ان کو فانی لذت محذرہ پر ترجیح دو۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ [فاطر:۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے پس ہرگز تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی اللہ کے متعلق تمہیں دھوکے میں ڈالے''۔ (فاطر)

إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۔ اس میں خلاف ورزی نہیں ۔ ابوحیان کہتے ہیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے وعدہائے ثواب وعتاب کو شامل ہے۔ بیضاوی نے حشر وجزاء کو بطور اہم ذکر کیا ۔ بلکہ ابن کثیر نے پہلے کو درج کیا کیونکہ آخرت تو حشر ہی کے لیے ہے۔ **فلاتغر نکھا لحیاۃ الدنیا**: کہیں دنیا سے نفع اٹھانا تمہیں آخرت کی طلب سے غافل نہ کر دے اور اس کی طرف کوشش مت چھوڑ بیٹھو۔ **الغرور**: زید بن ارقم کہتے ہیں اس سے مراد شیطان ہے۔ اس طرح کہ گناہ کرتے ہوئے تمہیں مغفرت کی تمنا دلائے اگر قدرت الٰہی میں تو شامل ہو مگر نیکی کے ساتھ گناہ پر اصرار یہ زہر کھانے کے مترادف ہے جو دفاع طبیعت پر اعتماد کرتے ہوئے کھا لیا جائے ۔ اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے شیطانی عداوت کا ذکر اس طرح فرمایا: ''**ان الشیطان لکم عدو غرور**'' **ضمہ** سے مصدر یا جمع ہے جیسا **قعود**۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ﴾ [التکاثر:۱-۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''تم کو مال کی کثرت کے مقابلے میں غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں ۔ یقیناً عنقریب تم جان لو گے پھر یقیناً عنقریب تم جان لو گے یقیناً کاش کہ تم جان لیتے یقین سے جاننا''۔ (تکاثر)

أَلْهٰكُمُ: تم کو مشغول کر دیا۔ اس کا اصل معنی غفلت کی پھیرنا یہ **لهایلهم**: سے منقول ہے ۔ جبکہ وہ غافل ہو جائے ۔ **التکاثر** اموال واقوال سے کثرت میں مقابلہ کرنا **حتم زرتم المقابر** یہاں تک کہ تم پر موت آ گئی اور تم قبر میں دفن ہو گئے ۔ تم نے اپنی دنیا کی زندگی اہم ترین سے ہٹا کر طلب دنیا میں لگا دیا جو کہ ضائع کرنا ہے ۔ قبور کو دیکھنا یہ موت کی تعبیر ہے ۔ **کلا سوف تعلمون**: کلا ردعیہ ہے کہ عاقل یہ مناسب نہیں کہ اس کی ہمت اور بڑی کوشش کا مرکز دنیا ہو کیونکہ اس کا نتیجہ وبال وحسرت ہے۔ تمہیں اپنی رائے کی غلطی عنقریب معلوم ہو جائے گی ۔ جب تم آخرت کو دیکھو گے ۔ یہ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے خبر دار فرمایا گیا ہے ۔ **ثم کلا سوف تعلمون** تاکید کے لیے تکرار فرمایا گیا ۔ **ثم استبعاد**: یہ لا کر اشارہ کیا کہ یہ دوسرا پہلے سے بلیغ ہے ۔ ⓶ یا پہلا موت کے وقت یا قبر میں دوسرا حشر میں ۔ **کلا لو تعلمون علم الیقین**: اگر تم یقینی طور پر جان لیتے کہ تمہارے سامنے کیا ہو گا یعنی اس طرح جان لیتے جس طرح وہ چیز جس پر تمہیں یقین ہے ۔ تو یہ چیز تمہیں دوسرے سے مشغول وبے خبر کر دیتی یا تم وہ کرتے جو بیان نہیں کیا جا سکتا اور جس کی کیفیت ذکر نہیں کی جا سکتی ۔ اس کا جواب محذوف ہے ۔ بقول

بیضاوی مترون الحجیم :یہ جواب نہیں کیونکہ یہ تو قطعی ہے۔لترون الجحیم : بلکہ یہ قسم محذوف کا جواب ہے اس سے وعید کو مؤکد کر دیا اور جس کو پہلے مبہم بیان کیا تھا تفخیماً : واضح کر دیا۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَّاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِـرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَـوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

[العنكبوت:٦٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''یہ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل تماشا ہے بے شک آخرت کا گھر وہی حقیقی گھر ہے کاش کہ وہ جان لیتے''۔(عنکبوت)

وَمَا هٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا :ابوحیان کہتے ہیں۔دنیا کی حقارت وذلت پیش کی گئی ہے کہ جیسے الالهو ولعب :جیسا وہ چیز جن سے بچے مشغول ہوتے اور کھیلتے ہیں اور اس پر جمع ہوتے اور تھوڑی دیر کے لیے خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔پھر تھکے ماندے منتشر ہو جاتے ہیں۔مهی الحیوان :وہ حقیقی زندگی کا دن ہے کیونکہ وہاں موت کا گزر نہیں۔یا مغالغة : اسی ہی کو زندگی کہا ۔حیوان یہ مصد ہے حسی (زندہ) کو یہ مبالغۃ نام دیا گیا یعنی زندگی والا۔اس کی اصل حیسیان : ہے۔یا ثانیہ کو واؤ سے بدل دیا ۔یہ حیاۃ سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس کا وزن فعلان ہے جو کہ ملازمہ حیات حرکت واضطراب کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی لیے اس کو منتخب کیا گیا۔شیخ زکریا کہتے ہیں۔سورۃ انعام میں لعب کو مقدم کیا اور سورۃ قتال اور حدید میں بھی اسی طرح جب کہ اعراف،عنکبوت : میں لعب کو مؤخر اور لہو کو مقدم کیا گیا۔کیونکہ لعب بچپن میں لاالھو : جوانی کے زمانہ میں ہوتا ہے اور بچپن شباب سے مقدم ہے پس مناسب ہوا کہ مقدم اکثر کو دیا جائے اور مؤخر قلیل واقل کو دیا جائے۔''فتح الرحمان بکشف ماتلبس فی القرآن''لو کا نو الیعلمون : اگر یہ جان لیتے تو دنیا کی زندگی کو ترجیح نہ دیتے جس کو عدم حیات،سریع الزوال عارضی زندگی کہا جاتا ہے۔اس سلسلہ میں آیات کثرت سے وارد ہیں الایات کا لفظ الف لام کے ساتھ جمع کثرت شمار ہوتا ہے۔

وَالْاٰيٰتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ.

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَاَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصَرَ فَنُنَبِّهُ بِطَرَفٍ مِّنْهَا عَلٰى مَا سِوَاهُ۔

آیات اس باب میں بہت اور مشہور ہیں۔

باقی احادیث تو شمار سے بھی باہر ہیں۔ہم ان میں سے چند کے بارے میں آپ کو مطلع کرتے ہیں۔

والحث علی التقلل منها وفضل الفقر

احادیث بھی اس سلسلہ میں کثرت سے وارد ہیں ہم نے چند پر اکتفاء کیا ہے۔

۴۵۷ :وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِيْ بِجِزْيَتِهَا فَقَدِمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ

بِقُدُوْمِ اَبِیْ عُبَیْدَةَ فَوَافَوْا صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوْا لَهٗ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِیْنَ رَاٰهُمْ ثُمَّ قَالَ: اَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَیْدَةَ قَدِمَ بِشَیْءٍ مِّنَ الْبَحْرَیْنِ؟ فَقَالُوْا اَجَلْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ: "اَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا یَسُرُّكُمْ فَوَ اللّٰهِ مَا الْفَقْرَ اَخْشٰی عَلَیْكُمْ وَلٰكِنِّیْ اَخْشٰی اَنْ تُبْسَطَ الدُّنْیَا عَلَیْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۴۵۷: حضرت عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین بھیجا تا کہ وہاں سے وہ جزیہ وصول کر لائیں۔ وہ بحرین سے مال لائے چنانچہ انصار نے ابوعبیدہ کی آمد کا سنا تو فجر کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ فجر پڑھ کر ان کی طرف رخ موڑا۔ پس وہ آپؐ کے سامنے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے ابوعبیدہ کے متعلق بحرین سے کچھ لانے کا سنا ہوگا۔ انہوں نے عرض کی جی ہاں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس آپؐ نے ارشاد فرمایا خوش ہو جاؤ اور خوشی والی چیزوں کی امید رکھو۔ اللہ کی قسم مجھے تمہارے متعلق فقر سے خطرہ نہیں لیکن مجھے اندیشہ یہ ہے کہ دنیا تم لوگوں پر فراخ کر دی جائے۔ جیسے ان لوگوں پر فراخ کی گئی جو تم سے پہلے ہوئے پس تم اس میں کہیں اسی طرح نہ رغبت کرنے لگ جاؤ جس طرح انہوں نے رغبت کی۔ پس یہ تم کو کہیں اسی طرح ہلاک نہ کر دے جس طرح ان کو ہلاکت میں ڈالا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ عمرو بن عوف الانصاریؓ: بعض نے عمیر کہا ہے (فتح الباری) علامہ مزی نے ان کی تعریف میں بدری کے لفظ کا اضافہ کیا ہے۔ یہ بنی عامر بن لوی کے حلیف ہیں۔ انصاری کہا کر عمرو بن عوف مزنی کو الگ کیا جو جنازہ کی نماز میں پانچ تکبیرات نقل کرتے ہیں اور اسی طرح اور احادیث بھی۔

ابن حجر کہتے ہیں اہل مغازی کے ہاں معروف ہے کہ یہ مہاجرین سے ہیں اور یہاں یہی مناسب بات ہے کیونکہ بنی عامر بن لوی کے حلیف ہیں۔ یہ اہل مکہ میں سے جانے جاتے ہیں۔ ممکن ہے انصاری کا لقب عام معنی رکھتا ہو یعنی معاون اور اوس وخزرج میں سے ہونا عین ممکن ہے پھر مکہ میں مقیم ہو گئے اور وہاں سے لوگوں کے حلیف بن گئے اسی لحاظ سے وہ انصاری مہاجری ہوئے پھر یہ بات معلوم ہو گئی کہ انصاری کا لفظ وہم ہے جس میں شعیب زہری سے منفرد ہیں۔ تمام اصحاب زہری نے اس کے بغیر ذکر کیا ہے یہ بالاتفاق بدری ہیں۔ مزی کہتے ہیں یہ بدری ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے ابن اثیر نے ابن اسحاق سے نقل کیا فمن شهد بدراً عمرو بن عوف مولٰی سهیل بن عمرو "اور ابن اسحاق نے ان کو مولیٰ بنایا اور دوسروں نے حلیف کہا۔ بعض نے کہا یہ مدینہ کے رہائشی تھے۔ ان کا کوئی جانشین نہیں۔ صحاح ستہ میں ان کی صرف یہی روایت ہے۔ ابوعبیدہ بن الجراحؓ ان کا نام عامر بن عبد اللہ ہے بعض نے عبد اللہ بن عمر بتلایا۔ پہلا درست ہے۔ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ جراح کی جیم مفتوح اور راء مشدد ہے البحرین عراق کا مشہور شہر ہے۔ یہ ہجر و بصرہ کے درمیان ہے اس کا نام بحرین اس لیے پڑا اس کی آبادی کے ایک جانب ایک ندی ہے۔ جو احاء کے اور ہجر کی آبادی کے شروع

میں واقع ہے اس کے اور بحرِ اخضر کے درمیان دس فرسخ کا فاصلہ ہے اور یہ ندی تین میل پر واقع ہے اس کا پانی بہتا نہیں بلکہ گدلا اور کثیر مقدار میں ہے۔ یأتي بجزیتھا: وہاں کے مجوس لوگوں سے جزیہ لائیں ابن سعد کا بیان ہے نبی اکرم ﷺ نے مقام جعرانہ میں تقسیم غنائم کے بعد علاء حضرمی کو منذر بن ساوی کے پاس بھیجا۔ یہ بحرین پر فارسیوں کا عامل تھا۔ اس کو اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گیا اور وہاں کے مجوس سے جذیہ پر مصالحت کر لی۔ فقدم بمال من البحرین۔ ابن ابی شیبا نے لکھا کہ مال کی مقدار ایک لاکھ تھی یہ پہلا خراج تھا جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ بقدوم ابی عبیدہ ابوعبیدہ کی مال کے ساتھ آمد کی اطلاع پائی۔ فوافوا صلاۃ الفجر مع رسول اللہ ﷺ۔ ابن حجر کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام نمازوں میں آپ کے ساتھ جمع نہ ہوتے تھے۔ البتہ کوئی معاملہ پیش آتا تو پھر آ جاتے۔ وہ اپنی مساجد میں نماز ادا کرتے' ہر قبیلہ کی مسجد تھی۔ اس وجہ سے رسول ﷺ نے اندازہ فرمایا کہ یہ کسی وجہ سے جمع ہوتے ہیں اور قرینہ سے وہ معاملہ متعین ہو رہا ہے وہ وسعت کے لیے ضرورت مال تھی اور ممکن ہے کہ ان سے وعدہ ہو کہ جب بحرین کا مال آئے گا تو انہیں دیا جائے گا جیسا جابر سے آپ ﷺ نے وعدہ فرمایا اور ابو بکر صدیق نے اس کو پورا کیا۔ فلما ﷺ انصرف: نماز سے اپنے کام کی طرف چلنے لگے۔ فتعرضوا له: تو انہوں نے ملاقات قصد کیا۔ فتبسم حین راٰھم: آپ کا تبسم ممکن ہے اس لیے ہو کہ آپ کو ان کے اس انداز سے طلب مال کی غرض معلوم ہو گئی۔ حالانکہ ان کے مقام و مرتبہ اور دنیا سے اعراض کے ساتھ مصطفیٰ ﷺ کی ان میں اقامت کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ اس کو ترک کرتے۔ قدم بشئی: شئی کی تنوین ممکن ہے کہ تعظیم کے لیے ہو۔ کیونکہ وہ مال کافی مقدار میں تھا۔ ② تحقیر کے لیے بھی ہو سکتی ہے کیونکہ ایمان والوں کے لیے آخرت کی چیزیں اعلیٰ ہیں۔ من البحرین: ① یہ شئی کی صفت بن کر ظرف مستقر بن جائے۔ ② ظرف لغو بن کر فعل کے متعلق ہو۔ فقالوا اجل: یہ نعم کی طرح ہے۔ لیکن جواب استفہام نسبتاً مناسب ہے یہ تصدیق میں نعم سے بڑھ کر ہے۔ یا رسول اللہ: خطاب میں تلذذ کے لیے لایا گیا ہے ورنہ اجل سے جواب تو پورا ہو چکا تھا۔ ابشروا یہ امر کا صیغہ ہے اس سے حصول مقصود کی اطلاع دی جاتی ہے۔ واملوا: امید لگاؤ۔ تحفۃ القاری میں میم کی تشدید سے نقل کیا گیا ہے۔ فوائدہ الفقر اخشی علیکم: نحو: فقر منصوب ہے اور اخشی کا مفعول مقدم ہے۔ نفی میں اہتمام کے لیے مفعول کو پہلے لائے۔ یہاں نبی اکرم ﷺ نے فقر کی وجہ سے ان کے ضائع ہونے کا ڈر محسوس نہیں فرمایا۔ حالانکہ عام طور پر باپ اولاد کے متعلق اسی بات کا خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ علامہ طیبی لکھتے ہیں۔ نسبی والد کو دینوی فقر کا خطرہ ہوتا ہے اور دینی والد کہ اولاد کے متعلق دینی فقر کا خطرہ ہوا۔ ابن حجر کہتے ہیں الفضر کو مرفوع پڑھ سکتے ہیں پھر اخشی میں ضمر مقدر مانی جائے گی۔ ماالفقر اخشاۃ علیکم: (فتح الباری) پہلا قول راجح ہے۔ ایک تحقیق: حدیث میں فعل منفی کی ضد کو ثابت کر کے اس میں استدراک لایا گیا۔ فقال ولکن اخشی الخ تو مفعول مقدم پھر کس طرح آئے گا۔ الجواب۔ استدراک میں اصل وسعت دنیا کے وقت اس میں منافست سامنے رکھی گئی ہے گویا اس طرح کہا ما الفقرا خشی علیکم ولکن المنافسۃ فی الدنیا کہ مجھے تمہارے متعلق فقر کا خطرہ نہیں لیکن منافست فی الدنیا کا خطرہ ہے۔ پس استدراک صرف مفعول میں ہوا۔ جیسے کہو: "ما ضربت زیدًا ولکن عمروًا ضربت" اب یہ استدراک مفعول کی نسبت ہے فعل کی نسبت سے نہیں۔ "ولکن اخشی ان تبط" دنیا کی وسعت کا خطرہ ہے۔ الدینا علیکم اس سے وہی فتوح مراد ہیں جنہیں بعض احباب مال رکھنے کی جگہ بھی نہ پاتے تھے۔ کما بسطت علی من کان قبلکم ما موصول اسمی ہے۔

۲ نکرہ موصوفہ ہے۔ای دنیا: ضمیر مستتر نائب فاعل ہے۔قبلکم: سے پہلی امتیں مراد ہیں۔فتنا فسوھا : یہ مضارع ہے اصل میں تتنا فسوتھا : تخفیف کے لیے ایک تا حذف کر دی۔تنافس کسی چیز کے حاصل کرنے میں دوسرے سے آگے بڑھنا تا کہ وہ نہ لے لے۔یہ حد کا ابتدائی درجہ ہے۔کسی شئی کی طرف منفرداً رغبت کرنا (تحفۃ القاری) فتھلککم : دینی ہلاکت وبگاڑ کا باعث بن جائے ابن حجر کہتے ہیں مال مرغوب چیز ہے۔نفس کو اسکی طلب سے راحت ملتی ہے۔جب دوسرا نہ دے تو یہ عداوت کا باعث بن کر ہلاکت کا ذریعہ ہوا۔(فتح الباری) مسلم کی روایت میں ''تنھا فسون ثم تتحا سدون ثم تتدالبرون ثم تتبا غضون'' کے الفاظ ہیں یہ حدیث اشارہ کر رہی ہے کہ یہ تمام خصائل ایک دوسرے کا ذریعہ ہیں حدیث میں فرمایا ''اتقوا الشح فانه اھلك من قبلکم حملھم علی ان سفکوا دما ء ھم واستحلو امحارمھم'' بخل سفک دماء اور محارم کو حلال کا ذریعہ بنا ابن بطال کہتے ہیں۔دنیا کی وسعت جس کو میسر ہوا سے اس کے برے انجام سے بچنا چاہئے۔یہ اس کی بدترین آزمائش ہے۔بیضاوی فازن نے لکھا دنیا کی ملمع سازی پر مطمئن نہ ہو اور نہ اس میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرے۔(فتح الباری)

تخریج: اخرجه البخاری (۳۱۵۸) و مسلم (۲۹۶۱) والترمذی (۲۴۶۲) وابن ماجه (۳۹۹۷)

الفرائد: ۱ دنیا کی رونق کے متعلق مناسب یہ ہے کہ جس کو یہ میسر ہو وہ اس کی بدانجامی سے بچے اور اس کی بہار پر مطمئن ہو کر دوسرے کے ساتھ کثرت میں مقابلہ نہ کرے ۲ شفقت کے لیے پہلی امم کی حالت سے مطلع کر دیا تا کہ ہم اس خرابی کا شکار نہ بنیں۔

۴۵۸ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَی الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ فَقَالَ : ''اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّنْ بَعْدِیْ مَا یُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِّنْ زَھْرَةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِھَا'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۴۵۸: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔پس آپؐ نے فرمایا بے شک وہ چیز جس کا تمہارے بارے میں اپنے بعد ڈر ہے وہ یہ ہے کہ تم پر دنیا کی رونق اور زینت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔(بخاری و مسلم)

تشریح: المنبر: یہ نبرت الشئی نبراً سے بنا ہے جس کا بلند کرنا ہے منبر کو منبر کہنے کی وجہ بھی یہی ہے۔
جلسنا حوله : ہم اردگرد آپ کے اقوال سننے اور نصائح حاصل کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔

النحو: حول یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔عرب کہتے ہیں قعدوا حوله وحوالیه اس میں لام مکسور نہیں اور قعد حیاله : میں لام مکسور ہے۔(الصحاح) اس کا معنی آپ کے سامنے بیٹھ گئے بعدی یعنی اپنی موت کے بعد ظرف کو اہتماماً مقدم کیا گیا۔مایفتح: یہ فعل مجہول ہے۔زھرة الدنیا زھرة بروزن تمرة: اس میں فتحہ زہرہ بھی آتا ہے (بیضاوی) کذا فی النھر اس سے مراد دنیا کی زینت اور رونق ہے پس اس کی بناوٹ پر مطمئن نہ ہو اور نہ اس سے مانوس ہو۔(بیضاوی فازن) وزینتھا یہ عام پر خاص کے عطف کی قسم سے ہے۔آپ ﷺ کو خطرہ ہوا کہ اس کی محبت دل سے چمٹ نہ جائے اور

اس کی رونق نگاہ کو مائل نہ کرے اس سے کہیں ایسے اسباب میں نہ پڑ جائے فساد دین کا باعث ہو جائیں۔جیسا پہلی روایت میں گزرا۔

تخریج: قطعة من حديث طويل أخرجه أحمد (٤/١١٨٦٥) والبخارى (٩٢١) ومسلم (١٠٥٢) والنسائى (٢٥٨٠) والطيالسى (٢١٨٠) وعبد الرزاق (٢٠٠٢٨) و ابن حبان (٣٢٢٥)

الفرائد: ① دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہونے اور اس پر فخر سے بچو ② فانی دنیا میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا نشانہ نہ بنو۔

٤٥٩ :وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۵۹: حضرت ابوسعید خدریؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک دنیا میٹھی سرسبز ہے بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں جانشین بنائے گا۔پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو پس تم دنیا سے بچنا اور عورتوں سے بچنا۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ حلوة خضرة :دنیا میں دو محبوب وصف ہیں جو ذوق و بصر کو مائل کرنے والے ہیں یہ اس فرمٹ کی طرح جس کا ذائقہ میٹھا اور شکل خوبصورت ہو۔

مستخلفكم فيها :اس کے تصرف میں تم بمنزلہ خلیفہ ہو۔پس اس میں وہ تصرف نہ کرو جس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہیں۔فينظر كيف تعملون وہ تمہاری طرف سے حسن تصرف یا سوء تصرف جو بھی ظاہر ہوگا اس کے مطابق بدلہ عنایت فرمائیں گے جیسا عالم الغیب میں موجود ہے۔فاتقوا الدنيا : پھر دنیا کی رونق' مٹھاس سرسبزی کی طرف میلان سے بچتے رہو۔ وہی کرو جو تم سے مطلوب ہے کہ محظور سے بچو اور مبیح کو اختیار کرو۔

اَلنَّحْوُ :فا فصيحيه :ہے۔پس معنی یہ ہے۔جب تم نے معلوم کر لیا کہ تم اس میں جو کچھ کرو گے وہ اللہ تعالیٰ نگہبانی میں ہوگا تو تم اس سلسلہ میں اسی ہی سے ڈرنا۔واتقوا النساء: ① عورتوں سے محتاط رہنا کہ کہیں ان کا فتنہ تم سے تکلیفی مطالبات نہ چھڑادے۔② وہ تمہیں اپنی فریب کاری سے دھوکہ دے کر غیر شرعی اغراض میں نہ ڈال دیں۔(آج کل یہ حقیقت بن کر سامنے ہے)۔

تخریج: مسلم (٢٧٤٢)

الفرائد :دُنیا کے فتن سے خبردار کرتے ہوئے آپ ﷺ نے عورتوں کے فتنے سے بچنے کی تاکید فرمائی۔

٤٦٠ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ قَالَ :"اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۶۰: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ زندگی تو فقط

آخرت ہی کی زندگی ہے"۔(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **قال**: یہ خندق کے موقعہ پر صحابہ کرام کی تھکاوٹ دیکھ کر فرمایا۔ **ان العیش** : ہمیشہ کی زندگی۔ **عیش الآخرہ**: اس دنیا میں تکلیف پر انسان کو غمزدہ ہو کر نہ بیٹھ رہنا چاہیے۔ یہ ختم ہونے والی ہے اس کا اجر باقی و دائم ہے یہ آپ نے خوشحالی کے موقعہ پر جب کہ میدان عرفات میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر صحابہ کرام کا کثیر اجتماع دیکھا تو فرمایا لبیک ان العیش عیش الاخرہ تقاضائے عقل یہ ہے کہ دنیا کی خوشی پر اترانے نہ لگ جائے۔ کیونکہ وہ ختم ہونے والی ہے۔ اسے آخرت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ تاکہ آخرت میں خوشی ہو کیونکہ وہ زندگی دوامی ہے۔

تخریج: آخرجه البخاری (٣٧٩٥) ومسلم (١٨٠٥) والترمذی (٣٨٥٧)

الفوائد: دنیا زائل ہونے والا سایہ اور کوچ کرنے والا مہمان ہے۔ دنیا مصائب سے خالی نہیں، پرسکون زندگی فقط آخرت ہی کی ہے جس میں ملاوٹ، دکھ و تھکاوٹ، دکھ و مصائب کا نام نہیں۔

۞ ۞ ۞

٤٦١ : وَعَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ : اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ : يَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۶۱: حضرت انسؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں۔ گھر والے، مال اور عمل۔ بس دو لوٹ آتی ہیں اور ایک باقی رہتی ہے اس کے گھر والے اور اس کا مال لوٹ آتا ہے اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **یتبع المیت**: مکان سے مدفن تک، غالب کے اعتبار سے کہا۔ **ثلاث اهله و ما له و عمله**۔ مال سے وہ مال جو موت سے پہلے اس کا تھا۔ ساتھ جانے سے مراد ان میں سے بعض اہل اور بعض مال مثلاً غلام وغیرہ ساتھ جاتے ہیں۔ اسی طرح دفن پر اعانت کے لیے بھی اس کے مال میں سے ساتھ لے جایا جاتا ہے۔ عمل سے وہ تمام اعمال جو اس نے دنیا میں رہتے ہوئے کیے۔ نمبر۲ وہ اعمال جن سے اس کی جزاء سزا متعلق ہے۔ وہ نہیں جو توبہ سے مٹائے جا چکے نمبر۳ یا عمل صالح سے مٹائے جا چکے یا فضل الٰہی سے مٹا دیے گئے۔ پس بظاہر یہ عام ہے مگر مراد خاص ہے۔ **یبقی واحد** پہلے اجمال سے ذکر کیا تا کہ نفس میں خوب بیٹھ جائے۔ **یرجع اهله** دفن کے بعد لوٹ آتے ہیں۔ **وماله** اسی طرح اس کا مال یا مؤنث دفن کے بعد جو باقی بچ گیا۔ **یبقی عمله** وہ اپنے عمل کے بدلے گروی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "**کل نفس بما کسبت رهینة**" ہر نفس اپنے عمل کا گروی ہے۔

تخریج : بخاری فی الرقاق، مسلم الزهد، ترمذی فی الزهد، نسائی (الا طراف) احمد ٤/١٢٠٨١، ابن حبان ٣١٠٧، حمیدی ١١٨٦۔

الفوائد: جو کرے گا وہ بھرے گا۔ جو آخرت کے لیے بوئے گا وہی کاٹنا پڑے گا۔

۞ ۞ ۞

٤٦٢ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يُؤْتٰى بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صِبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ :يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَّاَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ :لَا وَاللّٰهِ لَا رَبِّ وَيُؤْتٰى بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صِبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ :يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَّاَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ مَا مَرَّ بِيْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَاَيْتُ شِدَّةً قَطُّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۶۲: حضرت انسؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن آگ والوں میں سے دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال شخص کو لایا جائے گا اور اس کو آگ میں ایک ڈبکی دی جائے گی۔ پھر پوچھا جائے گا اے آدم کے بیٹے کیا تو نے کوئی بھلائی دیکھی؟ کیا کبھی نعمتوں پر تیرا گزر ہوا؟ پس وہ کہے گا نہیں اللہ کی قسم اے میرے رب اور دنیا میں سب سے زیادہ تنگ دست جو اہل جنت میں سے ہوگا اس کو لایا جائے گا اور جنت میں اس کو ایک مرتبہ رنگا جائے گا۔ پھر اس کو کہا جائے گا اے آدم کے بیٹے کیا تو نے کوئی تنگی کبھی دیکھی؟ کیا تیرے پاس کبھی تنگی کا گزر بھی ہوا؟ پس وہ کہے گا۔ نہیں اللہ کی قسم مجھ پر کبھی تنگی کا گزر بھی نہیں ہوا اور میں نے کبھی تنگی کا منہ بھی نہیں دیکھا''۔ (مسلم)

تشریح ۞ یؤتی: یہ مجہول ہے۔ بعد والا ظرف نائب فاعل ہے نمبر۱ فاعل اللہ تعالیٰ ہیں کیونکہ وہ موجد حقیقی ہیں اور نمبر۲ ملائکہ کیونکہ وہ قدرالٰہی کے کارندے ہیں۔

بانعم اهل الدنیا: جس کے پاس دنیا کی لذات و رونق والی چیزیں سب سے زیادہ تھیں۔

النَّحْوُ: **من اهل النار** یہ محل حال میں نائب فاعل ہے اس میں اشارہ کر دیا کہ جن ایمان والوں پر دنیا میں انعامات فرمائے وہ اس طرح نہ ہونگے۔

یوم القیامة: یہ فعل کا ظرف ہے۔ یہ معاملہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جانے کے بعد ہوگا۔ **فیصبغ فی النار صبغةً**۔ اس کو آگ میں ایک ڈبکی دی جائے۔ تنوین تقلیل کے لیے تو زیادہ بلیغ ہے **ثم یقال** ۔ثم اس لیے شاید لائے کہ کچھ مدت اس کو یوں مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر دلانے کے لیے کہا جائے گا۔ کہنے والے جہنم کے نگران فرشتے اور اگر باری تعالیٰ خود فرمانے والے ہوں تو پھر بھی ان کے شرف کی دلیل نہیں یہ خطاب بطور اہانت ہوگا۔ نسائی کی روایت اس کی تائید کرتی ہے۔

هل تربك نعیم قط۔ یہ ماضی کے لیے ظرف زمان ہے۔ **فیقول** وہ بلا توقف کہے گا۔ **لا والله** لا کے بعد جواب مقدر ہے۔ تصریح کی حاجت نہیں قسم تاکید نفی کے لیے ہے یہ اس نے غلبہ عذاب کی وجہ سے دنیا کی ہر چیز بھول کر کہی۔ نمبر۲ انہوں نے دنیا کی تمام نعمتوں کو اس ذرا سے عذاب کے مقابلے میں معمولی خیال کر کے کالعدم سمجھ لیا اور پھر یہ بات کہی **یالا** بمیا کو کسرہ کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔ یہ رحم کی اپیل کے لیے لایا گیا۔

ریوتی یا شر الناس بؤسا فی الدنیا من اهل الجنة۔ بؤس۔ تنگ دستی۔ فی الدنیا میں دو احتمال ہیں۔ نمبر۱: بوس کی صفت بن کر ظرف مستقر ہو۔ نمبر۲: ظرف لغو ہو کر اسی سے متعلق ہو جائے۔ **من اهل الجنه** یہ اشد کا بیان ہے محل نصب میں واقع ہے۔

فیصبغ صبغة ضبغہ کہنے کی وجہ یہ ہے رنگین کپڑے کی طرح اسکا اثر اس آدمی پر نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وجوہ یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة**۔

وجوہ یومئذ باسرة تظن ان یفعل بها فاقدہ ۔الایہ اہل نار کا تذکرہ انذاء کے لیے پہلے کر دیا کیونکہ وہ بمنزلہ تخلیہ ہے اور بشارہ تحلیہ کی طرح ہے۔ تعبیر میں تفنن کے لیے یہاں مفعول مطلق کو مقدم کیا اور وہاں مؤخر کیا۔ **فیقال له** فا سے معلوم ہوتا ہے تشریف میں جلدی کی جائے گی اور انعامات کی ابتدائی سلسلہ ہو جانے کے بعد اسے یہ کہا جائے گا۔

هل مربك بوس قط: تاکید کے لیے دوبارہ لاتے یہ ماقبل کے معنی میں ہے۔ نمبر۲ ممکن ہے وہ معنی نہ ہو کیونکہ پہلے جس سے سوال کیا گیا ہے۔ اس نے تو مشقت بالکل سہی نہیں اور دوسری بات یہ ہے اگر آئی بھی تو اللہ تعالیٰ کا لطف خفی مشقت کے لیے آڑ بنا رہا۔

ولا رایت شدہ قط: یہ جملہ کلام کو شکریہ میں طویل کرنے کے لیے لائے کہ زبان شکر سے قاصر ہے۔ نسائی نے حماد سے اس طرح نقل کی ''**یؤتی بالرجل من اهل الجنه فیقول الله عزوجل یا بن آدم کیف وجدت منزلك؟ فیقول ابی خیر منزل ۔فیقول عزوجل سل وتمن 'فیقول اسالك ان ترونی ای الدنیا فاقتل فی سبیك عشره مرات لما رای من فضل الشهادة 'یوتی بالرجل من اهل النار فیقول تبارك وتعالیٰ یابن آدم منزلك؟**

تخریج: أخرجه مسلم (۲۸۰۷) والنسائی (۳۱۶۰)

الفوائد: ① دنیا کی نعمتیں کفر کے ساتھ کل قیامت کے روز عذاب سے ایک لحہ نہ بچا سکیں گی۔ ② ایمان کے ساتھ دنیا کی تکالیف آخرت کی ایک نعمت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

---

۴۶۳ : وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَا الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا یَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهٗ فِی الْیَمِّ فَلْیَنْظُرْ بِمَ یَرْجِعُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۶۳: حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا ایسے ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں رکھے پھر وہ دیکھے کہ وہ کیا اپنے ساتھ لائی ہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **مستورد بن شداد**: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے شداد بن عمرو بن حنبل بن احب بن حبیب بن عمرو بن شبان بن محارب بن فہر القرشی الفہری ان کی والدہ کا نام دعد بنت جابر بن حنبل بن الاحب یہ کرز بن جابر فہری کی بہن ہے۔ آپ ﷺ کی وفات کے وقت یہ بچے تھے (کذا قال الواقدی) دوسروں نے کہا انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا اور اس کو محفوظ کر لیا۔ اولاً کوفہ میں اقامت اختیار کی بعد میں مصر میں مقیم ہو گئے۔ اہل کوفہ اہل مصر نے ان سے روایت لی (اسد الغابہ) بقول ابن جوزی انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سات روایات نقل کی ہیں۔ بقول برقی ان میں سے چار اہل مصر سے مروی ہیں دو اہل کوفہ اور ایک اہل شام سے مروی ہے۔ مسلم نے ان کی صرف یہ روایت نقل کی ہے۔ بخاری نے کوئی روایت نہیں لی۔ **ما الدنیا** یعنی دنیا کی مثال نمبر۲ اس کی نعمتوں کی حالت نمبر۳ دنیا کے وقت کی مثال۔ **فی الآخرة** آخرت کے مقابلے میں نمبر۲ آخرت

کے پیش نظر۔ اصبعه اس کے اندر دس لغتیں ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور ہمزہ کا کسرہ اور باء کا فتحہ ہے اصبع في الیم سمندر کو کہتے ہیں۔ به یرجع کہ کس چیز کے ساتھ وہ لوٹتا ہے بقول ابن فارس کے اصبع کا لفظ مذکر ہے صغنی کہتے ہیں کہ یہ دونوں طرح استعمال ہوتا ہے مگر اغلبا تانیت مستعمل ہے به کے اندر ما مصدریہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جن دنیا کی نعمتوں کا تذکرہ ہوا انکا زمانہ آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہی نسبت رکھتا ہے۔ جو اس پانی کو جو اس کی انگلی کے ساتھ ڈبونے سے لگ گیا اور سمندر کے درمیان جو نسبت پائی جاتی ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (١٨٠٣٠) ومسلم (٢٩٥٩) والترمذی (٢٣٢٣) وابن ماجه (٤١٠٨) وابن حبان (٤٣٣٠) والحاکم (٤/٧٨٩٨) واطبرانی فی الکبیر (٢٠/٧١٣)۔

الفرائد: استحضار موقع کے لیے بطور تمثیل یہ بات ذکر فرمائی۔

٤٦٤: وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوْقِ وَالنَّاسُ کَنَفَیْهِ فَمَرَّ بِجَدْیٍ اَسَکَّ مَیِّتٍ فَتَنَاوَلَهٗ فَاَخَذَ بِاُذُنِهٖ ثُمَّ قَالَ: "اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ؟" فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّهٗ لَنَا بِشَیْءٍ وَّمَا نَصْنَعُ بِهٖ؟ ثُمَّ قَالَ اَتُحِبُّوْنَ اَنَّهٗ لَکُمْ؟ قَالُوْا وَاللّٰهِ لَوْ کَانَ حَیًّا کَانَ عَیْبًا اَنَّهٗ اَسَکُّ فَکَیْفَ وَهُوَ مَیِّتٌ، فَقَالَ "فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْیَا اَهْوَنُ عَلَی اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَیْکُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهٗ "کَنَفَیْهِ" اَیْ عَنْ جَانِبَیْهِ وَالْاَسَکُّ" الصَّغِیْرُ الْاُذُنِ۔

۴۶۴: حضرت جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کا گزر بازار سے ہوا۔ اس حال میں کہ آپ کے دونوں طرف لوگ تھے۔ پس آپ کا گزر چھوٹے کانوں والے ایک بکری کے مُردار بچے کے پاس سے ہوا۔ آپ نے اس کو کان سے پکڑا اور پھر فرمایا۔ تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ ایک درہم کے بدلے اس کو لے؟ تو انہوں نے عرض کیا ہم یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ بغیر کسی چیز کے بدلے یہ ہمیں مل جائے۔ ہم اس کو لے کر کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ یہ تمہاری ملکیت ہوتا؟ تو انہوں نے عرض کی۔ اللہ کی قسم اگر یہ زندہ ہوتا تو یہ عیب دار تھا۔ اسلئے کہ اس کے کان چھوٹے ہیں پس کس طرح (اس کو لینا ہم پسند کر سکتے) اب جبکہ وہ مردار ہے۔ فرمایا: اللہ کی قسم دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنا یہ تمہارے۔

کَنَفَیْهِ: دونوں طرف۔ الْاَسَکُّ: چھوٹے کانوں والا۔

تشریح ۞ مر باسوق: بقول مسلم عالیہ کے کسی راستے پر آپ کا گزر ہوا۔ سوق کا لفظ مذکر و مؤنث استعمال ہوتا ہے اس کی مؤنث سویقة آئی ہے اس کا مؤنث ہونا زیادہ صحیح ہے (المصباح) اس کو سوق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنا سلمان اس کی طرف لے جاتے ہیں۔ نمبر۲ یا اس کی وجہ سے کہ لوگ اس میں اپنی پنڈلیوں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ نمبر۳ یا اس وجہ سے کہ بھیڑ کی وجہ سے پنڈلی سے پنڈلی ٹکراتی ہے۔ (والناس کنفیه)

اَلنَّحْوُ : یہ جملہ مرکی ضمیر سے محل حال میں ہے کنف کی جمع اکناف جیسے سبب کی جمع اسباب اس کا معنی جانب اور طرف ہے (المصباح)(بجدیٍ) بکری کا نر بچہ معنی کہلاتا ہے اور مؤنث عناق کہلاتا ہے اس کی جمع عدل اور عدلاء کے وزن پر اجداور اجداء آتی ہے۔

(اسک) چھوٹے کان والا بکری کا بچہ بقول علامہ عاقولی کان کٹے ہوئے بکری کے بچے کو کہا جاتا ہے۔(فتناوله) آپ نے اس کو ہاتھ سے چھوایا پکڑا اس سے معلوم ہوا کہ نجس میں اگر رطوبت نہ ہو تو اس کے ساتھ ہاتھ لگنے سے ہاتھ پلید نہیں ہوتا۔(فاخذباذنه) کان سے پکڑنا مزید تحقیر ظاہر کرنے کے لیے تھا(ثم قال) اس میں دو احتمال ہیں۔پکڑنے اور گفتگو میں کچھ فاصلہ ہو گیا نمبر۲ کلام کے اندر تکرار کے ثقل کو دور کرنے کے لئے لایا گیا(ایکم یحب ان هذ اله بدرهم) پہلا ظرف محل خبر میں ہے اور دوسرا محل حال میں ہے بقول عاقولی یہ استفہام ارشاد کے لیے ہے تا کہ سننے والوں کو خطاب سے اہم بات کی طرف متوجہ کیا جائے اور وہ اس موقع پر تحقیر کا معنی ہے ۔(لنا بشئی) یعنی ہم تو مفت میں لینا اس کو پسند نہیں کرتے چہ جائے کہ درہم کے بدلہ میں (ما نصنع به) ہم نے اسے کیا کرنا ہے' موت کی وجہ سے اس سے متعلق نفع کی امیدیں منقطع ہو چکی ہیں۔قال تحبون انه لکم یہ جملہ تاکید مقام کے لیے فرمایا گیا۔ لو کان حیا کان عیباً عیب کا لفظ یہاں میب یا زاعیب کے معنی میں ہے اور اگر اسے عیب ہی کے معنی میں رکھا جائے تب بھی درست ہے۔یہ جملہ مبالغہ کے لیے لایا گیا کہ یہ تو بذات خود عیب ہے اور جملہ سے لام کو ان کا جواب قرار دے کر حذف کر دیا ۔الما لکو نه معیباً اور اسی کی تفسیر انه اسك سے فرمائی گئی۔

فکیف وهو میت : کہ اب تو مرنے کے بعد اس سے ذرا بھر نفع کی توقع نہیں رہی۔

(والله للدنیا اهون علی اللهمن هذا علیکم)الدنیا مبتداء ہے اور آگے اس کی خبر ہے اهون یہ اسم تفضیل ہے۔ھان یھین کا معنی ذلیل و حقیر ہونا جیسا کہ اس آیت میں ہے۔''ایمسکه علی هون ''معنی یہ ہوا کہ دنیا اللہ کے ہاں اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔جتنا یہ تمہاری نگاہ میں۔علی کا لفظ یہاں عند کے معنی میں ہے۔اسك چھوٹے کان والا یا جس کے کان نہ ہوں شرفاء پھٹے ہوئے کان والا۔پس عاقولی کا قول اس سلسلے میں درست نہیں (المصباح)۔

تخریج: أخرجه مسلم (۲۹۵۷) وأبو داؤد(۱۸۷)

الفرائد :دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں حقیر' ذلیل ہے اس لیے اس میں انسان کو کوئی چیز صرف نہ کرنی چاہیے کیونکہ یہ باقی رہنے والی آخرت کے ہرگز برابر نہیں ہو سکتی۔

۴٦۵ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ حَرَّةٍ بِالْمَدِیْنَةِ فَاسْتَقْبَلَنَا اُحُدٌ فَقَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ :لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ :مَا يَسُرُّنِیْ اَنَّ عِنْدِیْ مِثْلَ اُحُدٍ هٰذَا ذَهَبًا تَمْضِیْ عَلَیَّ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَّعِنْدِیْ مِنْهُ دِيْنَارٌ اِلَّا شَیْءٌ اُرْصِدُهٗ لِدَيْنٍ اِلَّا اَنْ اَقُوْلَ بِهٖ فِیْ عِبَادِ اللّٰهِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا" عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَعَنْ خَلْفِهٖ ' ثُمَّ سَارَ فَقَالَ :اِنَّ الْاَكْثَرِيْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ خَلْفِهٖ "وَقَلِيْلٌ

مَّا هُمْ" ثُمَّ قَالَ لِيْ : "مَكَانَكَ لَا تَبْرَحْ حَتّٰى اٰتِيَكَ" ثُمَّ انْطَلَقَ فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ حَتّٰى تَوَارٰى فَسَمِعْتُ صَوْتًا قَدِ ارْتَفَعَ فَتَخَوَّفْتُ اَنْ يَكُوْنَ اَحَدٌ عَرَضَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَاَرَدْتُّ اَنْ اٰتِيَهٗ فَذَكَرْتُ قَوْلَهٗ :لَا تَبْرَحْ حَتّٰى اٰتِيَكَ فَلَمْ اَبْرَحْ حَتّٰى اَتَانِيْ فَقُلْتُ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتًا تَخَوَّفْتُ مِنْهُ فَذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ : "وَهَلْ سَمِعْتَهٗ؟" قُلْتُ : نَعَمْ قَالَ : "ذَاكَ جِبْرِيْلُ اَتَانِيْ فَقَالَ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ ، قُلْتُ :وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ :وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

۴۶۵: حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ میں نبی اکرمؐ کے ساتھ حرہ مدینہ میں چل رہا تھا۔ ہمارے سامنے کوہِ اُحد آ گیا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوذرؓ! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہؐ۔ فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے پاس اس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور اس پر تین دن گزر جائیں اور میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی باقی ہو مگر وہ چیز جس کو میں کسی قرض کی ادائیگی کیلئے روکوں مگر یہ کہ لوگوں میں اس طرح تقسیم کر دوں' اپنے دائیں اور بائیں اور پیچھے کی طرف آپؐ نے اشارہ فرمایا۔ پھر آپؐ چل دیئے اور فرمایا بے شک زیادہ مال والے قیامت کے دن اجر کے لحاظ سے بہت کم ہونگے مگر جس نے کہ مال کو اِس اِس طرح اپنے بائیں اور پیچھے اشارہ فرمایا' خرچ کیا اور وہ بہت تھوڑے ہوں گے۔ پھر فرمایا تم اپنی جگہ پر ٹھہرو یہاں تک میں نہ آ جاؤں۔ پھر رات کے اندھیرے میں تشریف لے گئے حتیٰ کہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ پس میں نے ایک آواز بلند ہوتے سنی۔ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں کوئی آپؐ کے درپے تو نہیں ہو گیا لہٰذا میں نے آپؐ کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا۔ پھر مجھے آپؐ کا ارشاد یاد آیا: (لَا تَبْرَحْ حَتّٰى اٰتِيَكَ) پس میں اپنی جگہ سے نہ ہٹا یہاں تک کہ آپؐ تشریف لائے۔ میں نے کہا مجھے ایک ایسی آواز سنائی دی جس سے میں ڈر گیا۔ پھر میں نے ساری بات آپؐ سے ذکر کی۔ فرمایا کیا تو نے اس کو سنا؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا وہ جبرائیل تھے جو میرے پاس آئے اور کہا جو آپؐ کی امت میں اس حال میں فوت ہو جائے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو؟ فرمایا اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو۔ (بخاری ومسلم) بالفاظ بخاری۔

تشریح ۞ کنت امشی مع النبی ﷺ فی حرۃ۔ اس سے نبی اکرم ﷺ کا کمال تواضع معلوم ہوتی ہے کہ اپنے صحابہ کے ساتھ چلتے ان سے نمایاں حالت نہ بناتے حرہ کی جمع حرار سیاہ پتھروں والی زمین کو کہا جاتا ہے۔ (احد) یہ مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ (فقال یا ابا ذر) یہ آپ کا حسن اخلاق اور فضل وکمال ہے کہ اپنے شاگرد کو مانوس کرنے کے لیے اس کی کنیت سے آواز دی۔ (لبیك یا رسول الله) یارسول اللہ کے الفاظ ادب میں اضافے کے طور پر استعمال کئے۔ (مثل احد هذا ذهباً) هذا اہم اشارہ یہاں اسی طرح تعظیم کے لیے لایا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ذلك الكتب لاریب ذهباً: یہ مثلہ کی تمیز ہے بخاری کی روایت میں اس طرح الفاظ ہیں "فلما ابصر احد قال ما احب ان یحوّل لی ذهباً" بقول ابن حجر اس دوسری روایت کا معنی یہ ہے کہ "ان انقلب ذهبا کان علی قدر وزنه اور حوّل صیر

’’ کے معنی میں ہے۔ مگر اس تاویل کو حافظ نے رد کر دیا اور کہا کہ یہ رواۃ کا تصرف ہے پہلی روایت کے الفاظ ہی درست ہیں۔
(تمضی علی ثلاثه) یہ ثلاثے کی قید کو بعض لوگوں نے اس پر محمول کیا کہ تین دن سے کم وقت میں اس کی تقسیم ممکن نہیں مگر دوسری روایت میں یوم ولیلة نے اس بات کو مسترد کر دیا بس بہتر یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ تین دن زیادہ سے زیادہ مدت بتائی اور یوم ولیلة میں کم سے کم مدت بتائی۔ (وعندی منه دیناراً) الاشئی شئی کا رفع اور نصب دونوں جائز ہیں اور دوسری روایت میں ’’وعندی منه دینار او نصف دینار اور ادع منه یتراطاً ’’قال کنت قبطاراً قال قیراطا کے لفظ موجود ہیں کہ میں نہیں چاہتا کہ اس میں سے کہ تھوڑا سے بھی جو قیراط ہی کی مقدار میں ہو اس کو بھی بچا کر رکھوں مگر وہ چیز جس کو میں قرض والے کے لیے بچا کر رکھوں۔ الا ان اقول به فی عباد الله هکذا‘‘ یہ استثناء سے استثناء ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مال کی محبت کی نفی عدم انفاق کے ساتھ مقید ہے۔ هکذا یہاں تین مرتبہ فرمایا۔ بقول حافظ یہ بھی رواۃ کا تصرف ہے اصل آپ نے چاروں جہات کا ذکر فرمایا۔ تو رواۃ نے بعض مقام پر دو اور بعض پر تین اور بعض میں ایک کا ذکر کر دیا اور دائیں اور بائیں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر ان دونوں اطراف سے دیا جاتا ہے۔ ثم سار فقال بخاری کی روایت میں ثم قال ہے جس سے معلوم ہوتا ہے ایک معطوف کو استعارۃ دوسرے کی جگہ لائے۔ ان الاکثر ین هم الاقلون یوم القیامة اکثار سے کثرت مال اور اقلال سے قلت ثواب آخرت مراد ہے یہ ان کے حق میں ہے جو مستثنٰی سے متعلق نہیں۔
الامن قال هکذا: اور امام احمد کی روایت میں محشی عن یمینه ومن بین یدیه وعن یساره ‘‘ کے الفاظ ہیں جس سے چاروں اطراف ثابت ہو گئیں اور عبدالعزیز بن رفیع کی روایت میں یمناً شمالاً وبین یدیه ووراء ۃ ‘‘ کے الفاظ ہیں۔ هکذا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے ’’ای لمن اشار اشارۃ مثل هذه الاشارۃ‘‘ مگر جس سے اس میں اشارہ کیا۔
قلیل ماهم: ما موصولہ تاکید قلت کے لیے لایا گیا ہے۔ نمبر۲ موصولہ قلیل خبر مقدم اور ہم مبتداء مؤخر۔ قلیل کو اہتمام کے لیے مقدم کیا۔ اس میں اصحاب اموال کو ابھارا گیا کہ اٹھو اور اس قلیل میں شامل ہو جاؤ جو کہ اصل میں جلیل ہے۔ مکانك ای الزم مکانك اپنی جگہ رہو۔ یہ قبل کی تاکید ہے اور لاتبرح اس کی تاکید اور دفع توہم کے لیے گیا ہے۔ حتی آیتك یہ وہاں ٹھہرنے کی غایت ہے۔ ختی تواری کا معنی چھپنا نگاہ سے اوجھل ہونا نمبر۱ غروب قمر کی وجہ سے نمبر۲ دور چلے جانے کی وجہ سے۔ صوتاً آواز دوسری روایت میں لغطا کے الفاظ ہیں وہ آواز کے مل جانے کو کہتے ہی۔ ان آتیه میں آپ کی جانے کا ارادہ کر لیا۔ فلم البرح حتی اتانی میں آپ کی واپسی تک وہیں رہا دوسری روایت میں ’’فانتظرته حتی جاء‘‘ وارد ہے۔
ایک نکتہ: آپ کی اطاعت لازم ہے اور اس پر قائم رہنا چاہیے نمبر۲ بڑوں کی بات مان کر رک جانا چاہیے ان کی مخالفت میں اپنی رائے اختیار کرنا توہم ہے جس کا ازالہ ضروری ہے۔ فذکرت له یہاں مفعول کو حذف کیا گیا۔ جبکہ بعض روایات میں ’’ما سمعت ‘‘ کے الفاظ موجود ہیں یعنی میں نے جو کچھ سنا وہ ذکر کر دیا۔
النحو: وهل سمعته اس کا عطف فعل محذوف پر ہے اتذکر ذلك وهل سمعته سمعت کا مفعول صوتاً محذوف ہے۔ یہ استفہام تقریری ہے مگر التباس کے خطرہ سے اس انداز سے فرمایا۔ ذالك جبریل اتانی جس میں بات کر رہا تھا وہ جبریل تھے یہ آواز انہی کی تھی۔
مضاف مقدر ہے ای صوت جبریل لا تشرك بالله شرک سے مشرک جلی مراد ہے۔ دخل الجنة نمبر۱ ابتداء داخل ہوگا نمبر۲

سزا کے بعد داخل ہوگا نمبر۳ بخاری موت سے پہلے توبہ کرنے والا۔ یہی ابوذرؓ سے سمجھا۔ پہلا معنی زیادہ بہتر ہے۔ تا کہ جمع بین الروایات میں آسانی ہو۔ ان زنی و ان سرق ان وصلیہ ہےاور واؤ اس پر داخل ہے نمبر۲ مقدر کی صورت میں عاطفہ ہے نمبر۳ حالیہ ہے ان دو گناہوں کو بطور مثال ذکر کیا کیونکہ ان میں ایک حقوق اللہ اور دوسرا حقوق العباد سے متعلق ہے گویا اس طرح کہا گیا۔"ان من مات علی التوحید دخلها و ان تلبس بمعصیة متعلقه بحق الله تعالٰی او بحق عباده "اور بعض روایات میں شرب الخمر کا اضافہ اس کے فحش ہونے پر دلالت کے لیے ہے۔ اس کو ام الخبائث کہا گیا۔ اس سے عقل چلی جاتی ہے اور انسان حیوان کی طرح ہو جاتا ہے۔

تخریج: أخرجه البخاری (۲۳۸۸)و مسلم فی الزکاۃ (۹٤) باب (۹) الترغیب فی الصدقة و الترمذی (۲۷٤٤)

الفرائد :① چھوٹا بڑوں کو دیکھے تو ان کی اجازت کے بغیر مجلس میں نہ بیٹھے البتہ مسجد' بازار میں بیٹھ سکتا ہے' ② تعمیل حکم بڑوں کو رائے کی مخالفت سے بہتر ہے وجوہ خیر میں خوب خرچ کرنا چاہیے۔

٤٦٦ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"لَوْ کَانَ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِیْ اَنْ لَّا تَمُرَّ عَلٰی ثَلَاثُ لَیَالٍ وَّعِنْدِیْ مِنْهُ شَیْءٌ اِلَّا شَیْءٌ اَرْصُدُهٗ لِدَیْنٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۴۶۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میرے پاس اُحد کے پہاڑ کے برابر سونا ہو مجھے یہ بات پسند آتی ہے مجھ پر تین دن رات اس حال میں نہ گزرنے پائیں کہ اس میں سے میرے پاس باقی ہو مگر اتنی چیز جس کو میں قرضے کے لئے روک رکھوں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ لو کان لی مثل احد ذهبا۔ کان نمبر۱ تامہ ہے جو وجد کے معنی میں ہے۔ مثل احد اس کا فاعل ہے۔ ذهبا یہ مثل کی تمیز ہے۔ فی حال ہے۔ نمبر۲ ناقصہ لی خبر مقدم ہے۔ عندی منه شئی الاشئی شئی رفع کے ساتھ یہ شئی سے مستثنیٰ ہے اور حیز نفی میں آنے کی وجہ سے یہ اعراب ہے۔ حافظ کا میلان اسی طرف ہے۔ ارصده یہ شئی کی صفت ہے۔ اس کا معنی تیار کرنا۔ روک رکھنا لدین قرضے کی ادائیگی کے لئے جب کوئی قرضدار طلب کرے نمبر۲ قرض کی ادائیگی کا وقت آ جائے۔

فائدہ :اس حدیث میں صحت وزندگی کی حالت میں نیک مقامات پر خرچ کرنے کے لیے آمادہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ روایت میں وارد ہے۔''ان تصدق و انت صحیح شحیح" نمبر۲' آپ ﷺ کو اپنے ہاتھ سے خرچ کرنا اس قدر محبوب تھا کہ اپنے ہاں کوئی چیز روک رکھنا پسند نہ فرماتے تھے سوائے اس کے جو کسی صاحب حق کے حق کیا دائیگی کے لیے روکا گیا ہو۔ یا کوئی مستحق موجود نہ ہو اس کے آنے تک۔

مسئلہ : نمبر۱' قرض کی ادائیگی نفل صدقہ سے مقدم ہے۔ نمبر۲' خیر کی تمنا کے لیے لو کا استعمال درست ہے۔ نمبر۳' نامناسب کام میں صرف کرنا مناسب نہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۷٤۸۹) والبخاری (۲۳۸۹) ومسلم (۹۹۱) وابن ماجه (٤۲۳۱) وابن ماجه

س(۴۲۷۱۳) وابن حبان (۳۲۱۰۴)۔

الفرائد: بھلائی کے اضافہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے اضافے کی تمنا جائز ہے امانات اور قرضات کی ادائیگی کر دینی چاہیے۔

۴٦٧ : وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ' وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ - وَفِیْ رِوَايَةِ الْبُخَارِیِّ: "اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰی مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ"۔

۴٦٧: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کے معاملے میں تم ان لوگوں کو دیکھو جو تم سے کمتر ہوں اُن کو مت دیکھو جو تم سے اوپر ہوں۔ یہ بات زیادہ مناسب ہے اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہ قرار دو (بخاری و مسلم) یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔ بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو مال اور خلقت میں تم سے اچھا ہے تو چاہیے کہ اس کو بھی دیکھ لو جو اس سے کمتر ہے۔

تشریح ۞ انظروا الی من: نمبر۱ من موصولہ ہے نمبر۲ اسفل منکم نمبر۱ یہ صلہ ہے نمبر۲ صفت ہے۔ یہ ضمیر ھو محذوف کی خبر ہے۔ یہ جملہ صلہ اور امور دنیا میں تم سے کم درجہ ہو جیسا بعد والی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے امور دین میں انسان کی نگاہ اس پر ہونی چاہیے جو اعلیٰ ہو یا زیادہ استقامت والا ہو تا کہ اس کی عادت اسی طرح ہو جائے۔ حدیث میں فرمایا۔"رحم اللہ عبداً نظر فی دنیا ہ لمن ھو دونہ فحمد اللہ وشکرہ" اور دین میں اس کو دیکھا جو اس سے اوپر ہے محنت کی اور خوب کوشش کی ابن حجر کہتے ہیں عمرو بن شعیب کی روایت ہے: خصلتان من کانتا فیہ کتبہ اللہ شاکراً صابراً ومن نظر فی دنیاہ فحمداللہ علی مافضلہ بہ ومن نظر فی دنیہ الی من ھو فوقہ فاقتدٰی بہ واما من نظر فی دنیا ہ ال من ھو فوقہ واسف الی مافاتہ فانہ لا یکتب شاکراً ولا صابراً (فتح الباری) ولاتنظروا الی من سے شخص وذات مراد ہے۔ ھو فوقکم اس طور پر کہ اس کو جو ملا ہے وہ بڑا اور کثیر ہے۔ فھو اپنے مافوق سے نظر کو کوتاہ کرنا یا یہ کہ وہ اپنے ماقبل کے ساتھ ہے۔"اجدر الاتزدردا" اس طور پر کہ تم نہ حقیر قرار دو اور چھوٹا سمجھو۔

اَلنَّحْوُ: یہ باب افتعال سے ہے ماکو دال سے بدل دیا۔ نعمۃ اللہ علیکم اسم تفصیل یہ ظاہر کر رہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے چھوٹی سے چھوٹی نعمت کو بھی حقیر قرار نہ دینا چاہیے۔ ابن جریر کا قول نمبر۱ انسان عام طور پر دنیا میں صاحب حشیت کو دیکھ کر دل سے چاہنے لگتا ہے کہ وہ مال و نعمت اس کے پاس بھی ہو اس طرح وہ اپنے پاس موجود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر قرار دینے لگتا ہے۔ یہ بات عام لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ ایک صالح آدمی کہنے لگے میں امیروں کے ساتھ رہنے لگا تو مجھ پر ہر وقت غم سوار رہتا۔ ان کے ہاں وسیع گھر، شاندار سواری پاتا اور میرے پاس ان میں سے کوئی چیز نہ تھی۔ پھر میں نے غرباء کے ساتھ رہنا شروع کیا تو مجھے راحت میسر آئی۔ حاکم میں روایت منقول ہے۔"اقلوا الدخول علی الاغنیاء فانہ احرٰی ان لا تزدروا نعمۃ اللہ" (فتح الباری) اور اگر دنیا میں اپنے سے کم درجہ کی طرف دیکھے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی نعمت

ظاہر ہوگی پس یہ شکر یہ ادا کرے گا اور تواضع اختیار کرے گا اور نیک کام کرے گا۔ بالکل اسی طرح جب اپنے سے اونچے دین والے کو دیکھے گا تو اپنی کمی نظر آئے گی اس سے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف خضوع پیدا ہوگا اور اپنے عمل پر مت نگاہ کرے اور نہ اس کے متعلق خود پسندی میں مبتلا ہو۔ عمل کو بڑھائے اور اس کی عادت ڈالے واللہ الموفق۔

ابن بطال کا قول: یہ روایت خیر کے معانی کی جامع ہے کیونکہ آدمی اپنے رب کی عبادت کے جس معاملے میں ہوتا ہے تو اس میں وہ اپنے سے جب لوگوں کو روپر پاتا ہے تو دل میں ہمیشہ ان سے مل جانے کی طلب رکھتا ہے۔ اس طرح اپنے رب کے قریب سے قریب تر ہوتا جاتا ہے اور دنیا کی جس حقیر حالت میں ہو۔ جب اپنے سے حقیر تر حالت والے کو دیکھتا ہے تو اسکو سامنے رکھتے ہوئے وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات پاتا ہے جو اس کی کسی محنت کے بغیر پائے جاتے ہیں اور محض فضل سے ہوتے ہیں تو اپنے نفس کو شکر پر لگاتا ہے۔ اس طرح معاد کے متعلق اس کا رشک بڑھ جاتا ہے۔

دیگر علماء کا قول: یہ ہر مرض کا علاج ہے کیونکہ آدمی جب اوپر والے کو دیکھتا ہے تو اس میں حد پیدا ہوتا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھے تاکہ اس سے شکر یہ کی ہمت پیدا ہو۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۷٤٥۳) والبخاری (۷٤۹۰) ومسلم (۲۹۷۳) والترمذی ۲۵۱۳) وابن ماجه (٤١٤٢) ابن حبان (۷۱۳)۔

الفوائد: دنیا میں اپنے سے کم درجہ کو دیکھنے سے ملکہ شکر پیدا ہوگا۔ آخرت میں اوپر والے کو دیکھنے سے اعمال کی طرف رغبت بڑھے گی۔

❁ ❁ ❁

٤٦٨ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ وَالْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۴۶۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہلاک ہو دینار و درہم اور چادر اور شال کا بندہ اگر اس کو کچھ دیا جائے تو راضی ہو اور نہ ملے تو ناراض ہو۔ (بخاری)

تشریح ❁ تعس: کا معنی منہ کے بل گرنا یہاں ہلاکت مراد ہے ابن الانباری کہتے ہیں التعس شر کو کہتے ہیں۔ بعض نے بعد معنی کیا ہے۔ بخاری کی روایت میں ہر ایک کے ساتھ مضاف موجود ہے۔ "تعس عبد الدینار وعبدالدرهم وعبد القطیفة، عبدالحمیصة" یعنی ان کا خادم و غلام۔ غلام کے تذکرہ کی حکمت۔ نمبرا یہ بتلانے کے لیے کہ وہ دنیا کی محبت میں اس قیدی کی طرح ہے۔ جو چھوٹنے کی راہ نہیں پاتا۔ اسی وجہ سے جامع اور مالک الدنیا نہیں کہا۔ نمبر۲ دنیا کی حرص اور دل لگی کی وجہ سے خواہش کا غلام ہے۔ اس کے متعلق "ایاك نعبدو و ایاك نستعین" صادق نہیں آتا۔ جو اس طرح کا انسان ہو وہ صدیق نہیں بن سکتا (فتح الباری) ان اعطی رضی وان لم یعط یہ دونوں شرطیں اور ان کا جواب اسکی شدت حرص کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

تخریج: أخرجه البخاری (۷٤۳۵)

الفرائد : اپنے عمل کا محور حصول دنیا بنایا اور اس کی وجہ سے واجبات ومفدوبات سے بے پروائی اختیار کی تو ایسے شخص عبدالدینار فرما کر دنیا کی شدید مذمت کر دی۔

٤٦٩ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَآءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَّاِمَّا كِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِيْ اَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهٖ كَرَاهِيَةَ اَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۴۶۹ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے اہل صفہ میں سے ستر آدمی ایسے دیکھے جن میں سے کسی ایک کے پاس بھی اوڑھنے کی چادر نہ تھی یا تو تہبند اور یا چادر جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھتے ان میں سے بعض کی چادریں نصف پنڈلی تک پہنچتی اور بعض کی ٹخنوں تک۔ پس وہ اس کے دونوں کناروں کو اپنے ہاتھ سے جمع کر کے رکھتے۔ اس ڈر سے کہ ان کا ستر والا حصہ ظاہر نہ ہو۔ (بخاری)

تشریح ۞ رایت سبعین من اهل الصفة۔ رایت :یہاں دیکھنے کے معنی میں ہے۔ سبعین : سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔ بیر معونہ کے شہداء کے بعد یہ اسلام لائے 'مامنهم رجل۔ ① رجل مبتداء مبہم اس کی خبر ہے۔ ② جملہ اس کی صفت بن رہا ہے۔ اس لیے باوجود نکارت کے یہ مبتداء ہے علیه رداء رداء جو بدن کے بالائی حصہ کو ڈھانپ لے۔ اماازار واما کساء یا تو اس کے پاس ازار ہے جس سے بدن کا نچلا حصہ ڈھانپ رکھا ہے۔ وقدربطوا في اعناقهم: یہ جملہ کساء کی صفت ہے۔ فمنها ها: کی ضمیر کساء کی طرف لوٹ رہی ہے۔ يبلغ نصف الساقين: چھوٹے ہونے کی وجہ سے نصف پنڈلی تک پہنچتی ہے۔ الکعبین :بعض کی چادر گٹوں تک پہنچتی ہے۔ اس کو کعب کہنے کی وجہ سے ابھار ہے۔ فيجمعه : میں ہ کی ضمیر دونوں قسموں کی طرف راجع ہے۔ کراهية: یہ مفعول لہ ہے۔ ان ترى وعورته: چادروں کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے اور دنیا کی بہاروں سے ان کے زہد اختیار کر لینے کی وجہ سے اور آخرت کے اعمال کی طرف مکمل توجہ کی وجہ سے وہ اسی پر اکتفاء کرتے۔ ابونعیم کا قول۔ ان کے حالات کا مشاہدہ کرنے والوں اور ان کے احوال معلوم کرنے والوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر فقر کا غلبہ تھا انہوں نے قلت کو ترجیح دی اور اسی کو پسند کیا ان کے ہاں نہ دو کپڑے جمع ہوتے اور نہ دو رنگ کا کھانا۔

تخريج: أخرجه البخاری (٤٤٢) وابن حبان (٦٨٢) والبیهقی (٢/٢٤١) وأحمد فی "الزهد" (ص/١٣)۔

الفرائد :صحابہ کرام کا کمال یہ تھا کہ دنیا ترک کر کے آخرت کی طرف متوجہ ہونے والے تھے۔ دین کی نصرت میں وہ بہت حریص تھے اور آخرت سے ان کے دل معلق تھے۔

٤٧٠ : وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۷۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا مؤمن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ سبحن المؤمن: ان نعمتوں کا لحاظ کر کے جو اس کے لیے تیار کی گئی ہیں۔ وجنة الكافر: اس کی نسبت سے جو اس کے لیے سزائیں تیار کھڑی ہیں۔ ② مؤمن کو حرام شہوت سے روک دیا گیا تو گویا وہ جیل میں ہے اور کافر اس کے برعکس ہر طرف منہ مارتا پھرتا ہے گویا اس کے لیے باغ کی طرح ہے۔ شیخ اکمل کا فرمان۔ یہ تشبیہ بلیغ ہے کہ ادات تشبیہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ استعارہ نہیں ہے۔ بعض نے کہا یہ حقیقت ہے کہ مؤمن پر دنیا میں طرح طرح کی تکالیف اور پے در پے مشقتیں ہیں اور پریشان کن غموم، ہموم، امراض کا دور دورہ ہے، یہ جیل کی طرح ہے کہ ایک مصیبت سے نکلا دوسری میں جا پڑا اور اس سے بڑا قید خانہ کیا ہوگا۔ پھر اس پر یہ پابندی کہ کسی عمل کا اختتام کیا ہوگا اس کا کیا حال ہوگا کہ وہ کسی ایسے امر کی توتوقع لگائے بیٹھا ہے جو بڑی ہے اور اس کو ایسی ہلاکت کا خطرہ جس سے بڑی کوئی ہلاکت نہیں اگر اس جیل سے چھوٹنے کی امید نہ ہوتی تو یہ اسی حالت سے ہی تباہ ہو جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اس کو صبر کرنے پر وعدہ دے دیا جس نے اس کے سامنے اپنے معاملے کے اچھے انجام کو کھول دیا اور وہ مطمئن سا ہو گیا اور دوسری طرف کافر ان تکالیف سے بچا ہوا ہے ان خوفناک چیزوں سے مامون ہے اپنی لذات میر [illegible] ان رات مشغول شہوات کو پورا کر رہا ہے وہ حیوان کی طرح ہے جب موت کے وقت اس خواب سے بیدار ہو تو اس جیل خانے میر [illegible] اگرے گا۔ جس کا اس کو تصور بھی نہ تھا۔ نسائی الله العافية منه۔

فائدہ: مؤمن کو اس روایت میں آمادہ کیا گ[illegible] کہ ر[illegible] ذات دنیا سے اعراض کرے اور اس کی طرف محبت کی نگاہ سے نہ دیکھے لیکن دنیا قید خانے کی طرح ہے۔ ایک لطیفہ۔ فر[illegible] نے سہل صعلو کی خراسانی سے نقل کیا یہ شخص دین و[illegible] کو جمع کرنے والا تھا۔ کہ میں ایک دن اپنی سرکاری سواری پر جا رہا تھا کہ ایک یہودی ایک حمام کے مبر آمدے سے نکل[illegible] سامنے آیا اس کے کپڑے میلے کچیلے تھے اور حال بھی گندا تھا اور کہنے لگا تمہارا خیال ہے کہ تمہارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ہے ''الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر'' اور میں ایک کافر غلام ہوں اور میرا حال تمہارے سامنے ہے اور تو مؤمن [illegible] تو اپنا حال دیکھ۔ تو میں نے فوراً اس کو کہا۔ جب تم کل اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو گے تو یہ حالت تمہیں جنت معلوم ہوگی اور جب میں کل جنت کی نعمتیں پاؤں گا تو مجھے یہ حالت [illegible] خانہ معلوم ہوگی لوگ اس بات کو سن کر حیران ہو گئے اور سرعت فہم کی داد دینے لگے (کتاب جمع الحرص بالقناعہ للقرطبی)۔

تخریج: مسلم '۸۹۹۶' [illegible] مسند 'ترمذی ابن ماجه عن ابی هریره 'عبرانی 'حاکم عن ابن عمر حلید ابی نعیم 'ابن حبان ۶۸۷۔

الفرائد: مؤمن اللہ تعالیٰ کی شریعت کا پابند ہے اسے اپنے نفس کی خواہشات کو لگام دینی چاہیے کافر ضوابط شرع سے آزاد زندگی گزارتا ہے اس کے لئے من مانی زندگی کے نتیجہ میں سوائے آگ کے کچھ نہیں۔

۴۷۱: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْكِبَيَّ فَقَالَ: ''كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ'' وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: ''اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ

الْمَسَآءِ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

قَالُوْا فِيْ شَرْحِ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَعْنَاهُ: لَا تَرْكَنْ اِلَى الدُّنْيَا وَلَا تَتَّخِذْهَا وَطَنًا وَّلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِطُوْلِ الْبَقَآءِ فِيْهَا وَلَا بِالْاِعْتِنَآءِ بِهَا وَلَا تَتَعَلَّقْ مِنْهَا اِلَّا بِمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْغَرِيْبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الذَّهَابَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔

۴۷۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں کندھوں کو پکڑ کر فرمایا: "دنیا میں یوں رہو جیسے مسافر یا راہ گیر" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا کرتے تھے جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت میں سے اپنی بیماری کے لئے اور زندگی میں سے موت کے لئے کچھ حاصل کر لو۔ (بخاری)

علماء نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ دنیا کی طرف مت جھکو اور نہ اس کو وطن بناؤ اور نہ اپنے دل کو لمبی دیر رہنے کے لئے اس میں لگاؤ اور نہ اس کی طرف زیادہ توجہ دو اور اس سے اتنا ہی تعلق رکھو جتنا مسافر غیر وطن سے رکھتا ہے اور اس کے اندر مشغول نہ ہو جس طرح وہ مسافر مشغول نہیں ہوتا جو کہ اپنے گھر واپس لوٹنا چاہتا ہے، وباللہ التوفیق۔

تشریح ❁ **بمنکبی**: کندھا کندھے سے اس لیے پکڑا تاکہ اگر غفلت میں ہو تو خبردار ہو جائے اور اگر پوری توجہ نہ ہو تو توجہ پوری کر کے مانوس ہو جائے۔ کیونکہ اس طرح آدمی بات نہیں بھولتا اور یہ اسی سے کیا جاتا ہے جس سے محبت اور بے تکلفی ہو اور اس کی نظیر وہ روایت ہے جو عبداللہ بن مسعودؓ نے نقل کی ہے۔ "**علمنی رسول ﷺ و کفی بین کفیه**" **کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل**: ترمذی نے ان الفاظ کا اضافہ نقل کیا۔ "**وعد لنفسك من اهل القبور**" اور نسائی کی روایت میں اس طرح ہے "**اعبد اللّٰہ کانك تراہ و کن فی الدنیا**" **اذا امسیت**: مساء لغت میں زوال سے نصف میل تک کا وقت ہے۔ یعنی جب تم مساء میں داخل ہو جاؤ "**فلا تنتظر الصباح**" تو شام کے اعمال میں پھر صبح کا انتظار مت کر۔ صباح۔ نصف میل سے زوال تک کا وقت (کذا قال السیوطی) **فلا تنتظر المساء**: تو صبح کے اعمال کو مساء پر مت ڈال کیونکہ جب کسی عمل کو اس کے وقت سے ہٹایا جائے گا تو وہ فوت ہونے کی وجہ سے کامل نہ ہو گا خواہ اس کی قضاء درست ہے۔ ہر عمل میں عبادت کی تاکید کی گئی ہے۔ ۲) جب شام ہو تو مت دل میں لاؤ کہ تیری زندگی صبح تک رہے گی۔ بلکہ ہر وقت موت کو متحضر رکھو اور اپنی آنکھوں کا منظور نظر بنا تاکہ غفلت کا شکار نہ بنے یہ روایت اصل میں ترک دنیا اور اس میں زہد اختیار کرنے کے لیے لائی گئی ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب امید کو کوتاہ کرے اسی پر دارومدار ہے۔ کیونکہ اس سے عمل کی اصلاح ہوتی ہے اور تاخیر و کسل کی آفات سے نجات میسر ہوتی ہے۔

جس نے لمبی اُمید سلگائی۔ وہ بدعملی کا شکار ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ زہد فی الدنیا کا سبب ہے اور ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ حقیقت اس قدر ہے کہ قصر امل زہد کا باعث ہے اور طول امل ترک طاعت اور توبہ میں تکاسل کا ذریعہ ہے۔ اس سے دِل آخرت اور اس کے مقدمات کو بھول جاتا ہے۔ احوال آخرت سے بالکل بے پروائی اختیار کرتا ہے۔

وخذ من صحتك لمرضك: تم ایسے نیک اعمال کرو جن کے حاصل کرنے میں صحت سے مدد حاصل کرنے والا ہو۔ خواہ

ابتداء یا انتہاء یا جمع کرنے میں صحت کے دنوں میں غفلت کا شکار مت ہوتا کہ تجھے سودے میں نقصان نہ ہو۔ کیونکہ مرض وہ اعمال اس طرح انجام نہ پاسکیں گے۔ **ومن حیاتك لموتك**: ① اس میں احتمال ہے کہ یہ عام ہو اور کثرت مقصود ہو کہ ایسا مرض جس میں آدمی کو پوری قدرت اعمال کی حاصل ہوتی ہے اس میں طاعت کو غنیمت خیال کرو اور سستی مت کرو اگرچہ مرض کی وجہ سے ان اعمال کا کرنا گراں ہو۔ ② یہ ماقبل کے معنی میں ہو تو ماقبل کی تاکید ہے اور اہتمام وتحریض کے لیے لائے ۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ مؤمن کا رأس المال صحت وحیات ہے اور زمانہ حیات یہ اس کی تجارت کا وقت ہے تو اس پر قدرت کے ہوئے ہوتے اس سے کوتاہی نہ برتنی چاہئے تاکہ اسے تجارت کا نفع مل سکے۔ جبکہ مرض کی حالت میں ضرورت ہو۔ حدیث میں وارد ہے۔ ''**اذا مرض العبد او مسافر یقول اللّٰہ لملائکته اکتبوا لعبدی ما کان یعمله صحیحاً مقیماً**'' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسن عمل پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل کو ہمیشہ متوجہ رکھتے ہیں۔ ایک روایت میں فرمایا ''**تعرف الی اللّٰہ فی الرخاء یعرفك فی الشدۃ**'' شرح النووی: دنیا کی طرف مت جھکاؤ اختیار کر اور اس کو وطن مت سمجھ اور اس دل میں یہ بات نہ لا کہ تو اس میں عرصہ دراز رہے گا اور نہ اس کی طرف پوری توجہ دے اور اس سے اتنا تعلق رکھ جتنا مسافر غیر وطن سے رکھتا ہے اور اس میں ایسے کام میں مشغول ہو جس میں مسافر مشغول نہیں ہوتا' وہ مسافر جو اپنے وطن جا رہا ہے۔

رکن :مائل ہونا یہ علم اور نصر دونوں بابوں سے آتا ہے۔ وطن نہ بنانے کا مطلب یہ ہے۔ ① کہ دنیا پر مطمئن نہ ہو اور نہ اس سے تسلی پا ② دنیا کو عجیب سمجھ کر اس کی رونق پر مت نظر ڈال۔ ③ اس کو اقامت گاہ مت بنا کیونکہ جو اقامت گاہ سمجھے گا وہ اس کی تعمیر وترقی کا خواہاں ہوگا اور اس کی تعمیر محتاط کی حالت کے مخالف ہے۔ کیونکہ وہ اس کو چھوڑ کر ایسے مکان میں جا رہا ہے۔ جس سے کبھی جدائی نہ ہوگی۔ تو حق یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کرتے نہ کہ اس کی طرف (اس کا مفہوم کن فی الدنیا کی طرح ہے) اور طول بقاء کا دستور نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ تیری مثال اس مسافر جیسی ہے جو دوران سفر کسی جگہ رکے اب اگر وہ طویل قیام کا ارادہ کرے تو اپنے ساتھیوں سے الگ ہو جائے اور مشقتیں اٹھانی پڑیں گے اور اس شہر کی طرف زیادہ توجہ نہ کرے کیونکہ طبعاً اسی چیز کی طرف توجہ کرتا جس میں اس کا فائدہ ہے۔ **ولا تتعلق منها**: وہاں کی ان چیزوں سے تعلق رکھے جن سے مسافر رکھا کرتا ہے مثلاً سواری اور زادراہ محتاط آدمی دنیا میں مولیٰ کی طرف سفر کرتے ہوئے اپنے نفس کی سواری کا خیال کرلے تاکہ مرضات رب حاصل ہوں وہ ان چیزوں میں مشغول ہو جو اس کا حق ادا کرنے میں معاون ہیں اور غیر سے کفایت کرنے والی ہیں اور اتنا کمائے جو ان کے کام آجائے جن کا خرچہ اس پر لازم ہے۔ امتثال امور اور اجتناب نواہی کا زادراہ ساتھ لے۔ اس کے علاوہ سے اعراض کرے۔

ولایستغل سے مقصد یہ ہے کہ اتنا سامان نہ جمع کرے جو اس کو سفر میں تھکا دے' محتاط اتنی دنیا لیتا ہے جو مولا کی طرف سفر میں اسے بوجھل نہیں کرتی اور غافل آخرت سے منہ موڑ کر دنیا کی رونق میں رنجھ جاتا ہے۔

تخریج :احمد ۲/۴۷۹۴' بخاری' ترمذی' ابن ماجه' ابن حبان ۶۹۸' بیهقی ۳/۳۶۹۔

الفرائد :دنیا میں لمبی اُمید نہ لگائے تاکہ کل موت کے وقت اپنی تقصیر پر شرمندگی اٹھانی پڑے' غفلت سے بچ کر ہر وقت آخرت کا منتظر رہنا چاہئے۔

٤٧٢ :وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهُ اَحَبَّنِیَ اللّٰهُ وَاَحَبَّنِیَ النَّاسُ ' فَقَالَ :" ازْهَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبَّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِیْهَا عِنْدَ النَّاسِ یُحِبَّكَ النَّاسُ" حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَیْرُهُ بِاَسَانِیْدَ حَسَنَةٍ۔

۴۷۲: حضرت ابوالعباس سہل ابن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ایسا عمل بتائیے جب میں اس کو کرلوں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کریں گے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے نیاز ہو جاؤ تو لوگ تم سے محبت کریں گے''۔ یہ حدیث حسن ہے اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اوران کے علاوہ نے اچھی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ سہل بن سعدؓ کے حالات: باب الدلالۃ علی الخیر میں بیان ہو چکے۔ **جاء رجل** :اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ **دلني على عمل اذا عملته احبنی اللّٰہ**:عمل کی تنوین تعظیم کے لیے کوئی عظیم الشان عمل بتلائیں۔ جو نتیجہ کے لحاظ سے بڑا ہو جب میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا طلبگار بن کر کروں تو اللہ تعالیٰ میرے متعلق ثواب کا ارادہ فرمانے والے ہوں۔ **واحبنی الناس**:اور طبعی طور پر لوگ میری طرف جھک آئیں۔

النَّحو: یہ جملہ شرطیہ عمل کی صفت ہے۔ **ازهد في الدنيا**:دنیا کی مباح سے زائد اشیاء سے بے رغبتی اختیار کرو اور اپنے دل میں اس سے نفرت کرو کیونکہ جب ''**الدنیا رأس کل خطیئۃ**'' زہد کی حقیقت یہ ہے کہ قدرت کے باوجود آخرت کی خاطر اس سے بے رغبتی کرنا دوزخ سے بچنے اور جنت کی طمع کرتے ہوئے اور ماسوا اللہ سے توجہ ہٹاتے ہوئے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب نور یقین سے سینہ کھلا ہوا ہو۔

یحبك اللّٰہ: یہ شرط مقدر کا جواب ہے۔ ① جملہ مستانفہ ہو سکتا ہے کہ زہد کے ثمرہ کو بیان کرنے کے لیے لایا گیا ہو کیونکہ زہد کا ثمرہ مولیٰ کریم کی محبت ہے۔ دنیا کی مذموم محبت یہ ہے کہ شہوات نفس کو آخرت پر ترجیح دے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مشغول کرتی ہے۔ دنیا کی محبت نیکی کے لیے مظلوم کی مدد اور تنگدست کو کھانا کھلانے کے لیے یہ خود رسول ﷺ کے ارشاد سے عبادۃ ہے۔ ''**نعم المال الصالح مع الرجل الصالح 'یصل به رحما ویصنع به معروفا**'' **فیما عندالناس** :یعنی مال وجاہ اور اس سے اعراض کرو **یحبك الناس** :اس سے لوگ تمہیں پسند کریں گے۔ جب تم مال یا کسی عہدہ میں ان سے منازعت کرلے گا تو وہ تم سے بغض رکھیں گے وہ دنیا پر طبعی طور پر اس طرح گرنے والے ہیں مکھیاں گندگی اور کتے مردار پر امام شافعیؒ احمد اللہ نے کیا خوب کہا **ماهي الدجیفه مستحیلة ۔علیها كلاب همهن احتذابها فان تجتنبها كنت سلما لاهلها۔ وان تجتنذبها نارعتك كلابها۔**

تخریج: أخرجه ابن ماجه (٤١٠٢) و تعقبه الامام ابو صيرى فى "مضباح الزجاجة" وقال: فى اسناده خالد بن عمرو وهو ضعيف متفق على ضعفه واتهم بالوضع۔ وأورد له العقيلى هذا الحديث' وقال ليس له أصل من حديث الثورى

اهم وقد نقص تحسين النووی له۔ حاکم فی الرقاق مگر یہ روایت درجہ حسن کو نہیں پہنچتی اس کے راوی قدس وغیر ثقہ ہیں۔

الفرائد: زہد اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب ہونے کی وجہ سے اعلیٰ و بلند چیز ہے۔ جہاں دنیا میں مستغرق ہونا برا ہے وہاں دنیا والوں کے معاملات میں مداخلت ان کے بغض وعداوت کا باعث ہے۔

---

٤٧٣ :وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :ذَكَرَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا اَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا فَقَالَ :لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِىْ مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَاُ بِهٖ بَطْنَهٗ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"الدَّقَلُ" بِفَتْحِ الدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْقَافِ :رَدِیْءُ التَّمْرِ۔

۴۷۳: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو لوگوں کو دنیا ملی تھی اس کا تذکرہ فرمایا اور پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دن گزارتے ہوئے دیکھا۔ بھوک سے آپ لیٹ رہے ہوتے اور ردّی کھجور بھی نہیں ملتی تھی جس سے آپ اپنے پیٹ کو بھر لیتے۔ (مسلم)

الدَّقَلُ: گھٹیا کھجور۔

تشریح ۞ نعمان بن بشیرؓ: ان کا سلسلہ نسب بن سعد بن ثعلبہ انصاری خذرجی ہیں ان کے حالات باب الامر بالمحافظہ علی السنہ میں گزرے۔ اصاب الناس: دنیا کا حاصل ہونا مراد ہے۔ من الدنیا: مال' مرتبہ نوکر چاکر نحو من بیانیہ ہے۔ مظل دن گزارنا۔ مایجد وقلاع یمسلابہ بطنہ یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ الدقل: ردی خشک کھجور۔

تخریج: أخرجه مسلم (٢٩٧٨) وابن ماجه (٤١٤٦)

الفرائد: آخرت کی چاہت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح بھوک کو برداشت کرنے والے تھے۔

---

٤٧٤ :وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَا فِيْ بَيْتِيْ مِنْ شَيْءٍ يَاكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِيْ رَفٍّ لِّيْ فَاَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَىَّ فَكِلْتُهٗ فَفَنِيَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهَا "شَطْرُ شَعِيْرٍ" اَىْ شَيْءٌ مِّنْ شَعِيْرٍ كَذَا فَسَّرَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

۴۷۴: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے اس حالت میں وفات پائی کہ میرے گھر میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھائے' سوائے ان تھوڑے سے جو کے جو طاق میں رکھے ہوئے تھے۔ پس میں ایک مدت دراز تک اسی میں سے لے کر کھاتی رہی پس میں نے ان کو ناپا تو وہ ختم ہو گئے۔ (بخاری ومسلم)

شَطْرُ شَعِيْرٍ: تھوڑے سے جو۔

ترمذی نے اس کی اسی طرح تفسیر کی۔

تشریح ۞ **یا کلمہ زو کبد**: یہ لفظ حیوان سے زیادہ فصیح ہے۔ **کبد**: جسم کے اعضاء رئیسہ میں سے ہے۔ **الاشطر شعیر**: یہ دنیا سے مزید زہد کو ظاہر کر رہی ہے جب ان کا یہ حال ہے جو محبوب خدا کی محبوب بیوی ہیں یہ آپ کے دنیا سے اعراض کی بہن دلیل ہے۔ **فی رف**: اس کی جمع رفوف یا رفاف ہے تھال' قاضی کہتے ہیں رف وہ لکڑی جو زمین سے بلند ہوتی ہے اور حفاظت کیلئے چیز اس پر رکھ دی جاتی ہے۔ مگر پہلا معنی زیادہ درست ہے۔ **فاکلت منه**: ۱) یہ من ابتدائیۃ ۔۲) تبعیضیہ ہے۔ **طال علی**: عرصہ بیت گیا۔ **فکلته**: میں نے ماپ دیا تو وہ ختم ہو گئے اس کی نظیر اور واقعات بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو ایک وسق گندم دی وہ اس میں سے عرصہ کھاتے رہے۔ پھر ان کو ماپ دیا تو وہ ختم ہو گئے آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ نہ ماپتے اور کھاتے رہتے تو کبھی ختم نہ ہوتے اور کافی ہو جاتا۔ **حکمت**: ماپنا ظاہری تدبیر اور تسلیم کے خلاف ہے اور اسرار الٰہی کو جاننے کے لیے تکلف ہے۔ تلمانی کہتے ہیں۔ یہ بات اس روایت کے خلاف نہیں "**کیلوا طعامکم یبارك لکم فیه**" کیونکہ معاملہ کرتے ہوئے یہ تو شریعت کو اپنانا ہے اور شیطان کے شک کو اس سے زائل کرنا مقصود ہے اور تھوڑے کھانے کا معجزہ زیادہ ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مخفی ہاتھ اس میں اخفاء شرط ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں خرید و فروخت کے وقت کیل محبوب چیز ہے کیونکہ اس سے بائع و مشتری کا تعلق ہے۔ مگر خرچ کے وقت کیل یہ بخل کی علامت ہے۔ اسی وجہ سے مکروہ قرار دیا گیا۔

قرطبی کہتے ہیں ماپنے سے نما ختم ہو گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا معاینہ کیا مگر حرص کی نگاہ ڈالی اور شکر سے غفلت برتی جس کی وجہ سے وہ میسر ہوا اور خرق عادت دیکھ کر بھی عادت والے امور کی طرف دھیان رہا اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جس کو اللہ تعالیٰ کوئی چیز لطف و کرم سے عنایت کریں اسے پے در پے شکر بجالانا چاہئے اور اس حالت میں کوئی تبدیلی نہ لائے۔ (المفہم للقرطبی)۔

شطر' طرف' حصہ یہاں نصف مراد ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ آپ کا معمول مبارک تو یہ تھا کہ خیبر کے حصہ میں سے آپ کھجور وغیرہ سال بھر کے لیے جمع کر لیتے مگر اس دوران اگر کوئی مہمان آجاتا یا اور کوئی معاملہ پیش آتا تو وہ آپ خرچ فرمادیتے اور اس وقت کوئی چیز گھر میں باقی نہ رہتی (فتح الباری) بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: **ماشبع رسول ﷺ ثلاثه ایام متوالیة ولو شئنا شبعنا ولکنه کان یؤثر علی نفسه**"۔

تخریج: أخرجه البخاري۔ ۳۰۹۷) و مسلم ۲۹۷۳) و ابن ماجه (۳۳۴۵)

الفرائد: پیغمبر ﷺ کی طرح آپ کی ازواج مطہرات بھی دنیا سے زہد اختیار کرنے والی تھیں۔ جس کو رزق و کرامت میں سے کوئی چیز میسر ہو اسے زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرنا چاہئے۔

۴۷۵ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَخِیْ جُوَیْرِیَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ : مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِہٖ دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا اَمَةً وَّلَا شَیْئًا اِلَّا بَغْلَتَہُ الْبَیْضَآءَ الَّتِیْ كَانَ یَرْكَبُهَا وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِیْلِ صَدَقَةً" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۴۷۵: حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہما ام المؤمنین جویریہ بنت حارث کے بھائی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم چھوڑا نہ دینار نہ کوئی غلام لونڈی اور نہ کوئی اور چیز البتہ وہ سفید خچر

چھوڑا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے تھے اور اپنے ہتھیار اور وہ زمین جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافروں کے لئے صدقہ کر دیا تھا۔ (بخاری)

تشریح ۞ عمرو بن الحارثؓ: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے بن ابی ضرار الجزاعی المصطلقی یہ جویریہ بنت الحارث کے بھائی ہیں۔ ام المؤمنینؓ احترام اکرام کے لازم ہونے میں بمنزلہ ماں کے ہیں۔ یہ صحابی قلیل الحدیث ہیں سہ ۵۰ھ سے بعد تک رہے۔ **درهما و لا دینارًا**: جو کہ کسی آزاد یا غلام پر باقی ہو۔ بقہ آپ کے جن غلاموں کا تذکرہ ہے۔ یا تو آپ کی زندگی میں فوت ہو گئے یا آپ ﷺ نے ان کو آزاد فرمایا۔ سابقہ کا لحاظ کر کے غلامی کی نسبت شرف کے لیے کی جاتی ہے۔ **ولا شیئًا**: دوسری روایت میں **ما ترك رسول ﷺ ديناراً ولا درهماً ولا شاة ولا بعير ولا اوصىٰ بشيء** " مسلم، ابوداؤد نسائی روایت اسماعیلی **الا بغلته البيضاء التى كان يركبها** بقول سہیلی یہ خچر رفاعہ جیبی حمی سے ہدیہ کہا تھا۔ (الاعلام للسہلی) عنقریب کتاب الملح والمنشورات کے سے یہ بات آئے گی کہ یہ خچر فرقہ بن نفایہ الحذامی سے ہدیہ دیا تھا۔ اس کا نام دلدل تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے پاس کوئی خچر نہ تھا۔ **سلاحه**: آپ کے ہتھیار کراع کتب سیر میں مذکور ہیں۔ **ارضا**: نصف فدک اور ثلث وادی القری کی زمین اور خمس خیبر کا حصہ بنی نضیر کی زمین کا حصہ **جعلها لابن البيل اصدقة**" اس زمین کو بھی آپ نے مسلمانوں پر صدقہ کر دیا۔ بقول زکریا ثلث کو صدقہ کیا۔ (تحفۃ القاری)۔

تخريج: أخرجه البخاری (۲۷۳۹)

الفرائد: مجاہد کے ہتھیار آخری وقت میں آپ کی ملکیت تھی اس سے اشارہ کر دیا کہ جہاد قیامت تک باقی ہے۔ مسلمان کو جہاد کی تیاری سے کسی وقت منہ نہ موڑنا چاہئے۔

۞ ۞ ۞

٤٧٦ : وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِّنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ نَمِرَةً فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رِجْلَيْهِ بَدَا رَاْسُهٗ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نُّغَطِّيَ رَاْسَهٗ وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِّنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلنَّمِرَةُ" : كِسَآءٌ مُلَوَّنٌ مِّنْ صُوْفٍ وَقَوْلُهٗ "اَيْنَعَتْ اَىْ نَضِجَتْ وَاَدْرَكَتْ وَقَوْلُهٗ "يَهْدِبُهَا هُوَ بِفَتْحِ الْيَآءِ وَضَمِّ الدَّالِ وَكَسْرِهَا لُغَتَانِ اَىْ يَقْطِفُهَا وَيَجْتَنِيْهَا وَهٰذِهٖ اسْتِعَارَةٌ لِّمَا فَتَحَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ مِّنَ الدُّنْيَا وَتَمَكَّنُوْا فِيْهَا۔

۴۷۶: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چاہنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی پس ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ثابت ہو گیا۔ پس ہم میں سے کچھ وہ ہیں جو فوت ہو گئے اور انہوں نے اپنے اجر میں سے کوئی حصہ نہیں پایا۔ انہی میں مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جو اُحد کے

دن شہید ہوئے اور ایک دھاری دار چادر چھوڑی جب ہم ان سے ان کے سر کو ڈھانپتے تو ان کے پاؤں ظاہر ہو جاتے اور جب ان کے پاؤں کو ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ پس ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے سر کو ڈھانپ کر ان کے پاؤں پر کچھ اذخر گھاس ڈال دو۔ اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے پھل پک چکے اور وہ ان کو چن رہے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

النَّمِرَةُ: اون کی دھاری دار چادر۔

اَيْنَعَتْ: پک گئے اور پالئے۔

يَهْدِبُهَا: اس کا پھل چن رہا ہے یہ استعارہ ہے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ان پر دنیا کو فتح کر دیا اور انہوں نے اس پر قدرت پالی۔

تشریح: خباب بن الارتؓ ان کے حالات باب الصبر میں گزرے۔ **ھاجرنا مع رسول** ﷺ: ہم نے دین حق کے لیے وطن کو چھوڑا اور جہاں آپ جا بسے ہم بھی وہیں پہنچے' یہاں معیت سے معیت فی مفارقۃ الوطن ہے۔ **نلتمس**: ہم اپنی ہجرت سے ذات باری تعالیٰ کی رضا چاہنے والے تھے یہی چیز ہجرت کا مرکزی نقطہ تھی۔ التماس: طلب کو کہا جاتا ہے اس جملے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ کہ اس نے توفیق' اخلاص بخشا۔ **فوقع اجرنا**: اس نے ہمارا ثواب اور بدلہ لکھ دیا اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے وعدے کے مطابق اپنے پر لازم کر لیا ورنہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں اور اجر سے دنیوی بدلہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے ہم میں سے بعض حضرات کی وفات اس حال میں ہوگئی کہ **لم یأکل**: کچھ بھی پھل نہ پایا۔ کھانے سے تعبیر کیا کیونکہ وہ مقصود ہے۔

من اجرہ شیئاً: کہ اس نے زمانہ غنائم نہ پایا اور اس مال میں سے کچھ لیا۔ مصعب بن عمیرؓ یہ سابقین فی الاسلام سے ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے مصعب بن عمیر اور عبداللہ ابن ام مکتوم تھے۔ بقول ابن اسحاق ان کو عقبہ والی کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم کے لیے بھیجے گئے۔ **قتل یوم احد**: یہ سنہ ۳ھ میں پیش آئی۔ اس میں جھنڈا مصعبؓ کے پاس تھا۔ **نمرہ فکنا اذا غطینابھا رأسہ بدت**: نمرہ دھاری دار چادر کو کہتے ہیں۔ **بدت**: ظاہر ہونے کے معنی میں ہے۔ **بدذ رأسہ**: یہ چادر کی مزید چھوٹائی کو بیان کرنے کے لیے جملہ لایا گیا۔ **نعطی رأسہ** اعضاء میں اعلیٰ ہونے کی وجہ سے اس کے ڈھانپنے کا حکم دیا۔ **الاذخر**: خوشبودار گھاس ہے جو مدینہ کے آس پاس ہوتی ہے۔ **فھو یھدیھا**: فا تفریعیہ ہے۔ اس کا دخول جملہ صلہ پر معطوف ہے۔ **اینعت**: پھل پکنا **قطف** پھل توڑنا۔ (المصباح) **فتح اللہ علیھم وتمنکوا فیھا** یہ اشارہ تمثیلیہ یا تبعیہ ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٧/٢١١٣٤) والبخاری ١٢٧٦) ومسلم (٩٤٠) وأبو داؤد (٣١٥٥) والترمذی (٣٨٥٣) والنسائی (١٩٠٢)

الفرائد: میت کے تمام جسم پر کفن ہونا چاہیے' اس کا تمام بدن ستر کے قابل ہو گیا صحابہ کرام کی ہجرت دنیا کی خاطر نہ تھی ان فتوحات وغنائم کے متعلق حرص آخرت کی وجہ سے خیال کرتے کہ کہیں ان کی طاعات پر ان کو اجر نہ دے دیا گیا ہو۔

٤٧٧ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَّا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۴۷۷: حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر دنیا اللہ کے ہاں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ ملتا''۔ (ترمذی)

اور انہوں نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ❁ بعوضة: یہ بعض سے فعول کا وزن ہے۔ اس کا معنی کاٹنا ہے حقارت میں ضرب المثل مچھر کا یہ نام بن گیا۔ بقول نیساپوری اس کی سونڈ چھوٹی ہونے کے باوجود گول ہوتی ہے اور وہ حیوان کے چمڑے میں اس طرح داخل ہوتی ہے جیسے تمہاری انگلی حلوے میں اس کی سونڈ کے بالائی حصہ میں زہر ہوتا ہے۔ (تفسیر نیشاپوری)۔

لشربة ماء: اس کے حقیر و ذلیل ہونے کی وجہ سے۔ بقول عاقولی۔ اگر دنیا کی ذرا بھی قدر ہوتی تو کافر اس سے ذرّہ بھر فائدہ نہ اٹھاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو مقصود نہیں بنایا بلکہ ذریعہ مقصود ہے اور نہ ہی دنیا کو دارالاقامہ نہیں بنایا بلکہ دارالارتحال وانتقال بنایا اور عام طور پر کفار و فساق کو دی انبیاء و اتقلیاء کو اس سے بچایا۔ ایک نصیحت: اس روایت میں کہ دنیا کی حقارت ذلت، چھوٹائی اور دنیا پرستوں سے نفرت بتلائی گئی ہے۔

تخریج : ترمذی، ابن عدی فی الکامل ۳۱۹/۵، الشهاب للقضاعی ۱/۱۱۶ حلیه ۳/۳۰٤۔

الفرائد : جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کی دنیا کی اس طرح حفاظت کرتے ہیں جس طرح کوئی آدمی بیمار کے لیے پانی کی حفاظت کرتا ہے۔

❁ ❁ ❁

٤٧٨ : وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَّلْعُوْنٌ مَّا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمًا وَّمُتَعَلِّمًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۴۷۸: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا۔ خبردار بے شک دنیا ملعون ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب ملعون ہے ماسوا اللہ کے ذکر کے اور جو چیز اس سے موافقت رکھنے والی ہے عالم اور متعلم کے۔ (ترمذی)

اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ❁ الا : یہ حرف تنبیہ ہے۔ جو سامع کو متوجہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ ملعونة: گری ہوا اور ناپسندیدہ ہے۔ مافیها اموال : دنیویہ اور شہوات۔ ان میں مشغولیت اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث ہے اور ذکر الله وما والاہ: اللہ کا ذکر اور طاعت خداوندی جو رضاء الٰہی کا ذریعہ ہے۔ عالماو متعلماً: یہ دونوں منصوب ہیں۔ اس روایت سے مطلقاً یہ نہ سمجھنا

چاہیے کہ دنیا کو گالی دینا جائز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لاتسبوا الدنیا فنعم وطیة المؤمن علیھا یبلغ الجیرو ینھو من الشرو از اقال العبد لعن اللہ الدنیا قالت لعن اللہ اعصانا مربہ" گویا ممنوع دنیا وہ ہے جو معصیت میں خرچ کی جائے اور اچھی دنیا وہ ہے جو رضائے الٰہی کے لیے خرچ ہو۔

تخریج :ترمذی فی الزھد'ابن ماجہ 'حلیة ۳/۱۵۷

الفرائد :دنیا کا قابل مذمت ہونا ظاہر مگر دنیا کو لعنت وسب جائز نہیں۔ ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت میں ہے۔ لا تسبوا الدنیا فنحم مطیة المومن 'علیھا یبلغ الخیر وبھا یخبو من الشر۔ الحدیث"۔

۴۷۹ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۴۷۹: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جائیدادیں مت بناؤ اس کے نتیجے میں تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے (ترمذی)

اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ الضیعة: اس کی جمع ضیع وضیاع: زمین۔ (الصحاح) صاحب نہایہ کہتے ہیں۔ ضیعة الرجل: سے وہ چیز مراد ہے جس پر معاش کا دارمدار ہو مثلاً صنعت تجارت زراعت وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ اس میں اس قدر مشغول نہ ہو جاؤ کہ آخرت کی درستی سے غفلت برتنے لگ ... " دنیا دار القرار کی درستی سے مشغول کردے گی۔

تخریج :ترمذی'احمد 'حاکم ... سیاسی ۳۷۹'تاریخ بغداد ۱/۱۸ احمد ۲/۳۵۷۹۔

الفرائد :دنیا میں سخت مشغولیت آخرت سے رکاوٹ بن جاتی ہے۔

۴۸۰ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَّنَا فَقَالَ :"مَا هٰذَا؟" فَقُلْنَا :قَدْ وَهِيَ فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ فَقَالَ :"مَا اَرَى الْاَمْرَ اِلَّا اَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ' وَالتِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَّقَالَ التِّرْمِذِيُّ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۴۸۰: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہمارے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ ہم اپنے ایک جھونپڑے کو درست کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا یہ کمزور ہو گیا ہم اس کو درست کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں تو موت کے معاملے کو اس سے بھی زیادہ جلدی دیکھ رہا ہوں"۔ (ابوداؤد'ترمذی) نے بخاری اور مسلم کی سند سے روایت کیا۔

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ مرعلینا: علی کو لانے کی شاید وجہ یہ ہو کہ آپ خاص مقام سے گزرے۔ ② سواری کی حالت میں گزرے۔ ورنہ تو مربا سے متعدی ہوتا ہے۔ **خصالنا**: چھپر۔ اس کی جمع خصاص اور اخصاص ہے اس کو خص کہنے کی وجہ اس میں سوراخ ہوتے ہیں۔ (النھایہ) الصحاح)

وھی: کمزور پڑنا۔ پرانا ہونا۔ **نصلحه**: مرمت کرنا۔ اری: یہ اظن اور اعلم کے معنی میں آتا ہے۔ **الااعجل من ذلك**: مطلب یہ ہے کہ یہ مشغولیت توقع اجل کے اس قدر قرب کے باوجود بعید ہے۔

تخریج : ترمذی، ابو داؤد، احمد ۶۵۱۲/۲، ابن ماجه، ابن حبان ۲۹۹۶۔

الفرائد : انسان کا وقت مقررہ بالکل قریب ہے۔ اس کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔

۴۸۱ : وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَّفِتْنَةُ اُمَّتِي الْمَالُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۴۸۱: حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر ایک امت کے لئے آزمائش ہے اور میری امت کے لئے آزمائش مال ہے۔ (ترمذی)

اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ کعب بن عیاضؓ: یہ اشعری ہیں اور شامی صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان سے جابر بن عبداللہ نے روایت لی ہے۔ بعض نے کہا کہ ام الدرداءؓ نے بھی ان سے روایت بیان کی۔ ترمذی ونسائی نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔ **فتنة**: آزمائش کی چیز راغب مفردات میں لکھتے ہیں فتنه: کا لفظ بلاء کی طرح ہے۔ خیر وشر دونوں میں مستعمل ہے۔ شدت وسختی کے سلسلہ میں اس کا مفہوم زیادہ ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **ونبلوكم بالشر والخير فتنه الايه** ۔ **فتنة امتى المال**: دنیا میں میری امت کا امتحان مال سے لیا جائے گا۔ جیسا آپ ﷺ نے فرمایا۔ **ان هذا المال حلوة خضرة، وان الله مستخلفكم فيها فناظر كيف تعملون**"۔

تخریج: ترمذی فی الزهد، نسائی فی الرقاق، عبدالبر وابن منده، ابو نعیم فی معرفة الصحابه۔ احمد ۱۷۴۷۸/۶، ابن حبان ۳۲۲۳، طبرانی الکبیر ۴۰۴/۱۹، حاکم ۷۸۹۶/۴ قضاعی ۱۰۶۲ بخاری تاریخ الکبیر ۲۲۰/۷۔

الفرائد : اس امت کے لیے مال بڑا فتنہ ہے جو اس کی طرف جھک پڑا وہ کھلے خسارے میں مبتلا ہوا۔ جس نے اسے اس کے حق کے ساتھ استعمال کیا وہ کامیاب وکامران ہوا۔

۴۸۲ : وَعَنْ اَبِيْ عَمْرٍو وَيُقَالُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَيُقَالُ اَبُوْ لَيْلٰى عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "لَيْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِيْ سِوٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٌ يَّسْكُنُهُ، وَثَوْبٌ يُّوَارِيْ عَوْرَتَهُ وَجِلْفُ الْخُبْزِ، وَالْمَآءُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ – قَالَ التِّرْمِذِيُّ سَمِعْتُ

اَبَا دَاوُدَ سُلَيْمَانَ بْنَ سَالِمِ الْبَلْخِيَّ يَقُوْلُ :سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ شُمَيْلٍ يَقُوْلُ :الْجِلْفُ :الْخُبْزُ لَيْسَ مَعَهُ اِدَامٌ - وَقَالَ غَيْرُهُ :هُوَ غَلِيْظُ الْخُبْزِ - وَقَالَ الْحَرَوِيُّ :الْمُرَادُ بِهٖ هُنَا وِعَاءُ الْخُبْزِ :كَالْجَوَالِقِ وَالْخُرْجِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۴۸۲: حضرت ابوعمرو'بعض نے کہا ابوعبداللہ اور بعض نے کہا ابولیلیٰ' عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کے لئے سوائے ان چیزوں کے کسی اور چیزوں کا حق نہیں۔ایک گھر جس میں وہ رہ سکے۔ایک کپڑا جس میں وہ اپنے ستر کو ڈھانپ سکے اور روٹی کا ٹکڑا اور پانی (ترمذی) اور اس نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ میں نے ابوداؤد سلیمان بن خلعی کو فرماتے سنا کہ وہ کہتے ہیں نضر بن شمیل کو فرماتے سنا۔
حِلْفُ :روٹی کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ سالن نہ ہو۔بعض نے کہا موٹی روٹی کو کہتے ہیں۔
علامہ حروی نے فرمایا مراد یہاں روٹی والا برتن ہے۔جیسے تھیلا اور جمیل وغیرہ' واللہ اعلم۔

تشریح ۞ ابوعمرو:ان کی کنیت میں اختلاف ہے۔بعض ابوعبداللہ یہ عبداللہ رسول ﷺ کے نواسے ہیں۔بعض نے ابولیلیٰ کنیت ذکر کی ہے۔ان کا نام نامی عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف القرشی الاموی المکی ثم المدنی ثالث امیر المؤمنین ؓ ان کی والدہ اروی بنت کریز ہے بن ربعیہ بن حبیب بن عبدشمس بن عبدمناف ہے اروی کی والدہ ام حکیم بیضاء بنت عبدالمطلب رسول ﷺ کی پھوپھی ہیں۔یہ شروع میں اسلام لائے۔ان کو ابوبکر ؓ نے اسلام کی دعوت دی انہوں نے دو ہجرتیں کیں۔اولاً حبشہ پھر مدینہ منورہ کی طرف انہوں نے اپنی بیوی رقیہ بنت رسول ﷺ کے ساتھ دونوں ہجرتیں کی۔ان کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔کیونکہ آپ ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے ان سے بیاہی گئیں کوئی شخص انسانی تاریخ میں معلوم نہیں جس کے گھر پیغمبر کی دو بیٹیاں اس کے سواء گئی ہوں ان سے سہ ۱۴۷ احادیث مروی ہیں تین بخاری میں مسلم میں ہیں۔آٹھ میں بخاری اور ۵ میں مسلم منفرد ہے ان سے صحابہ کرام کی ایک عظیم جماعت مثلاً زید بن خالد الجھنی' عبداللہ بن زبیر وغیرہ سے روایت نقل کی اور بے شمار تابعین نے روایات لی ہیں۔ہاتھیوں والے واقعہ کے بعد چھٹے سال پیدا ہوئے۔۱۸ ذوالحجہ سہ ۳۵ھ جمعہ کے دن مدنیہ منورہ میں شہید کیئے گئے۔اس وقت انکی عمر ۹۰ سال تھی۔بعض نے ۸۰ سال بعض نے ۸۲ سال لکھی ہے اور بھی اقوال ہیں یہ سابقین فی الاسلام میں سے ہیں۔عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔رسول ﷺ وفات کے وقت تک ان سے راضی تھے۔یہ چھ اصحاب شوریٰ میں سے تھے۔یکم محرم سہ ۲۴ھ میں ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی۔چند راتیں کم ۱۲ سال ان کی خلافت رہی۔عبدالبر کہتے ہیں حضرت عمر ؓ کے دفن کے تین رات بعد ان سے بیعت لی گئی انہوں نے اپنے ایام خلافت میں مسلسل دس سال حج کرایا۔ان پر جبیر بن مطعم ؓ نے نماز جنازہ پڑھی۔بعض اور خام لیا ہے۔رات کے وقت بقیع میں دفن کر دیا گیا اس وقت قبر کو چھپا دیا گیا بعد میں ظاہر کر دیا گیا۔بعض نے حش کوکب میں دفن کا لکھا ہے۔ابن قتیبہ کہتے ہیں۔یہ وہ زمین ہے۔جس کو خرید کر عثمان ؓ نے بقیع میں اضافہ فرمایا تھا الحش باغ کوکب یہ ایک انصاری کا نام ہے۔ان کے مقام و مرتبہ کے متعلق احادیث کثرت سے وارد ہیں۔حق عاقولی کہتے ہیں حق سے مراد یہاں وہ چیز جس کی انسان کو گرمی سردی سے حفاظت اور اپنا بدن ڈھانپنے اور ازالہ بھوک کے لیے استعمال کرنا ضروری ہے اور مال کا حقیقی مقصد یہی ہے۔② حق سے مراد

وہ چیز جب وہ صحیح ذریعہ سے درست طور پر کمائی گئی ہو تو اس کا حساب نہ ہو اس دوسرے قول کی تائید ابن کثیر کا قول ہے۔ جس کو انہوں نے امام احمد سے ان کی سند کے ساتھ ابو عسیب مولیٰ رسول ﷺ سے نقل کیا ہے۔ "خرج النبی ﷺ لیلاً فمربی فدعانی فخرجت الیه ثم مسربابی بکر فدعاه فخرج الیه ثم مر بعمر فدعاه فخرج الیه فانطلق حتی اتی حائطاً بعض الانصار فقال لصاحب الحائط اطعمنا الحدیث" روایت میں مزید وارد ہے کہ "فاخذعمرالعذق الذی جاء به الانصاری فضرب به الارض حتی تناثر البسرقبل رسول ﷺ ثم قال یا رسول ﷺ۔انا لمسؤلون عن هذایوم القیامة؟قال نعم الا من ثلاثة: خرقه کفی بها الرجل عورته اوکسرة سدبها جوعته او جحرید خل فیه من الحروالبرد" قال ابن کثیر تفردبه احمد۔ تین چیزوں کے علاوہ اور ہر چیز سے سوال ہوگا۔ا) ستر کا کپڑا' بھوک کا ازالہ کے مناسب کھانا اور رہائش کے گزارے کا مکان' فی سوی هذا الخصال: بعض نے سویٰ کو غیر کی طرح مانا۔ بعض نے اختلاف کیا۔ عاقولی کہتے ہیں۔ سویٰ کا موصوف محذوف ہے۔ ای شئی سوی هذه الخصال۔ یہاں مراد جس چیز کو آدمی حاصل کرتا اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بیت یسکنه: ① بیت خبر ہے متبداء ہی محذوف ہے۔ جملہ فعلیہ صفت ہے۔ ② نصب کی صورت میں اعلیٰ کا مفعول ہے اور ماقبل کا تابع مانیں تو جر پڑھیں گے۔ یواری: ستر چھپاتے۔ عورة سے مراد ناف ورکبہ کے درمیان اور اور آ گر مردوں اور عورتوں اور مردوں میں اجانب سے جو چھپانا ضروری ہے۔ دوسرا مراد لینا اقرب ہے کیونکہ یہ حقوق انسانی میں داخل ہے۔ اسی لیے کفن میت میں وہ کپڑا جو اس کے تمام بدن کو ڈھانپے نہ کہ صرف ستر کو عورة کا اصل لفظ خلل اور رخنہ کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ اعور المکان ورجل المور یعنی عیب والا آدمی۔ جلف جمع جلف روٹی کا ٹکڑا جیسے حلقہ کی جمع حلق آتی ہے۔ موٹی خشک روٹی جس کے ساتھ سالن نہ ہو۔

تخریج: أخرجه الترمذی (۲۳۴۸) والحاکم (۴/۷۸۶۶) وصححه وأقره الذهبی! وفی اسناده: حریث بن السائب۔ وثقه ابن معین' وقال أبوحاتم: ما به بأس۔ وقال زکریا الساجیی' ضعیف' وقیل الهلالی البصری المؤذن' صدوق' یخطیء من السابعة اهم وباقیی رجال الاسناه ثقات۔

الفرائد: ستر عورت کی مقدار کپڑا' موٹی روٹی کا خشک ٹکڑا' پانی' سکونت کے لیے مکان ان کے علاوہ تمام حلال چیزوں کے متعلق بھی سوال ہوگا۔

❖ ❖ ❖

۴۸۳: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ بِكَسْرِ الشِّيْنِ وَالْخَاءِ الْمُشَدَّدَةِ الْمُعْجَمَتَيْنِ" رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَقْرَأُ: ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ قَالَ: "يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ: مَالِيْ مَالِيْ وَهَلْ لَّكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مِنْ مَّالِكَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۸۳: حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ کی تلاوت فرما رہے تھے پھر کہتے ہیں کہ ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اے آدم کے بیٹے تیرا مال نہیں ہے مگر جو تو نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا صدقہ کر کے اس کو آگے چلا دیا۔ (مسلم)

تشریح ۞ عبداللہ بن الشخیرؓ کے حالات باب فضل البکاء میں گزر چکے۔

اتیت النبی ﷺ وهو یقراء: یہ جملہ مفعول سے محل حال میں واقع ہے۔ ''**الهاكم التكاثر**'' یہ سورۃ کا ابتدائی الفاظ ہیں انہی کی وجہ سے اس کا نام رکھا گیا۔ نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی تکمیل کے بعد فرمایا۔ **یقول ابن آدم مالی مالی**: مضارع کا استعمال بتا رہا ہے کہ یہ انسانی عادت ہے۔ مالی سے مراد وہ مال جس کا میں اہتمام کرتا اور اسکی طرف توجہ دیتا ہوں۔ یہ تکرار تعظیم واہتمام کو ظاہر کر رہا ہے۔ بقول ابن حجر: جب مبتداء اور خبر متحد ہوں تو اس سے بعض لوازم مراد ہوتے ہیں۔ **وهل لك**: معطوف علیہ مخاطب مقدر ہے ''**ای أيقول ذلك**'' کیا وہ اس طرح کہتا ہے۔ یا ابن آدم اور تو اس کا اہتمام کرتا ہے۔ **من دنياك**: وہ دنیا جس کا تو اس قدر اہتمام کرتا اور اسکی طرف توجہ دیتا ہے حقیقت میں تیرے لیے اس میں اتنا ہے۔ **الا ما اكلت فافنيت**: تیرے اجزاء بدن میں اس میں نفع پہنچ گیا اور تیرا معاملہ درست ہو گیا۔ **او لبست فابليت**: یہ ابلاء سے ہے جس کا معنی پرانا کرنا۔ **او تصدقت فامضيت**: یا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے تو محتاج دے دیا اور صدقہ کر گزرا پس تو نے اسکے ثواب کو اللہ تعالیٰ کے ہاں جمع کر لیا۔ یہ امضیت الامر سے لیا گیا جس کا معنی کر گزرنا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے۔ تیرے لیے دنیا میں سے اتنا ہی ہے جس سے تو نے فائدہ اٹھا لیا وہ اس طرح کہ تو نے کھایا پہنا یا صدقہ کر کے آخرت میں جمع کر لیا اس کے علاوہ بقیہ مال میں تو خادم اور دوسروں کا خزانچی ہے۔ جیسا کہ حدیث گزری۔ ''**ایکم مال وارثه احب اليه من ماله**'' اس میں دنیا جمع کرنے کی جائے اس سے زہد اختیار کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے اور ضروریات زندگی کا جن پر انحصار ہے۔ ان پر اکتفاء کیا جائے اور ماسواء کو اللہ تعالیٰ کے ہاں ذخیرۃ کیا جائے۔ بعض علماء نے کیا خوب کہا ہے۔ **اجعل ماعندك ذخيره لك عند الله و اجعل الله ذخيرة لاولادك** ''تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ذخیرہ کر اللہ تعالیٰ تیری اولاد کے لیے ذخیرہ بنائیں گے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٥/٢٧٣٢٧) ومسلم (٢٩٥٨) والترمذی (٢٣٤٢) والنسائی (٣٦١٥) وفیی "الكبری" (٦/١١٧٨٦) والطيالسيی (١١٤٨) وابن حبان (٧٠١) وأبو نعيم فی "الحلية"(٦/٢٨١) وابيهقی (٤/٧١) والقضاعی فی "مسند الشهاب"(١٢١٧) والحاكم (٢/٣٩٦٩)

الفرائد: انتفاع مال کی تین صورتیں ہیں۔ ① کھانا ② پہننا ③ صدقہ کرنا۔

۞ ۞ ۞

٤٨٤ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَجُلٌ لِّلنَّبِيِّ ﷺ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاُحِبُّكَ فَقَالَ : "انْظُرْ مَا ذَا تَقُوْلُ؟" قَالَ : وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاُحِبُّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ : وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاُحِبُّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ : "اِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِىْ فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا ، فَاِنَّ الْفَقْرَ اَسْرَعُ اِلٰى مَنْ

يُّجِبُنِى مِنَ السَّيْلِ اِلٰى مُنْتَهَاهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"اَلتِّجْفَافُ" بِكَسْرِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَاِسْكَانِ الْجِيْمِ وَبِالْفَاءِ الْمُكَرَّرَةِ وَهِىَ شَىْءٌ يُلْبَسُهُ الْفَرَسُ لِيُتَّقٰى بِهِ الْاَذٰى وَقَدْ يَلْبَسُهُ الْاِنْسَانُ۔

۴۸۴: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم بے شک میں آپؐ سے محبت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا غور کر لے جو کچھ تو کہتا ہے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم میں آپؐ سے یقیناً محبت کرتا ہوں۔ تین مرتبہ یہ کہا۔ پس آپؐ نے ارشاد فرمایا اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو فقر کا ٹاٹ تیار کر لے کیونکہ فقر اس آدمی کی طرف جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس سے بھی زیادہ تیزی سے جاتا ہے جتنا سیلاب اپنے بہاؤ کی طرف جاتا ہے۔ (ترمذی)

اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اَلتِّجْفَافُ: وہ چیز ہے جس کو گھوڑے کو اس لئے پہناتے ہیں تا کہ تکلیف سے اس کو بچایا جا سکے اور کبھی بوقت ضرورت اس کو انسان بھی پہن لیتا ہے۔

تشریح ✿ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ: ان کی کنیت ابو سعید ہے۔ بعض نے ابو عبدالرحمان اور بعض نے زیاد لکھی ہے۔ اس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ مغفل بن عبد غنم بعض نے عبد نہم بن عفیف بن اسحم بن طانجہ بن الیاس بن مضر بن نزار المزنی البصریؒ مرینہ یہ عثمان بن عمرو کی بیوی کا نام ہے۔ قبیلے کی نسبت اسی کی طرف ہے۔ اس کا نسب یہ ہے مذینہ بنت وہب بن وبرہ' عثمان کی اولاد کو مزینیوں کہا جاتا ہے یہ عبداللہ بیعت رضوان والے صحابہ رضی اللہ سے تھے کہنے لگے میں ہی شخص ہوں جس نے درخت کی ٹہنیوں کو رسول ﷺ سے بلند کیا ہوا تھا۔ مدینہ میں سکونت کے بعد پھر بصرہ منتقل ہو گئے۔ جامع مسجد کے قریب گھر بنایا۔ حسن بصری فرماتے ہیں بصرہ میں ان سے اعلیٰ آدمی کوئی مقیم نہیں ہوا ان کے بعض مناقب پہلے مذکور ہوئے۔ (باب المحافظة علی السنة)۔

قال رجل: ابن اقبرس کہتے یہ آدمی گمنام لوگوں سے تھا۔ ممکن ہے ابو سعید الجدری ہوں شفاء میں لکھا ہے کہ 'قال رسول ﷺ **لابی سعید ان انعقر الی من یحبنی منکم اسرع من اسیل من اعلی الوادی والجبل الی اسفله**'' پھر قاضی یہ روایت لائے اور تجفافا تک ذکر کی پھر ابو سعید کی روایت کے ہم معنی روایت نقل کی۔ حافظ سیوطی نے جزم کے ساتھ کہا کہ حدیث ابو سعید' بن مغفل والی روایت کا ایک حصہ ہے۔ ہم نے ابو سعید کے متعلق تفسیر مبہم کے سلسلے میں جو سمجھا ہے یہ بات اسی کو مضبوط کرتی ہے۔ **واللہ انی لاحبك** ① اتنی تاکیدات بات کو مزید پختہ کرنے کے لیے لائے اگر خود ابو سعید یا مخلص مسلمان ہے۔ ② اور اگر وہ منافقین سے تھا تو سابقہ حالات میں اپنے متعلق غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے تاکید لائی گئی ہے۔

انظر ماتقول: اس کی بات کی حقیقت کو کھولنے کے لیے یہ فرمایا۔ کہ غور کر لو تم نے بڑی بات کا قصد کیا ہے۔ جس میں بڑی مشقت اور عظیم خطرے کا تمہیں سامنا ہوگا۔ جو خوفناک مصائب کا تمہیں نشانہ بنا دے گا اس کو اس کے متعلق بار دیگر غور کرنے کو کہا گیا کہ بڑی تنگی ترشی پیش آئے گی یا بوجھ والے معاملے کو جھیلنا ہوگا اور اس معاملے میں جو کچھ ہے وہ ڈھکا چھپا نہیں۔

واللہ انی الاحبك تین مرتبہ قسم سے مؤکد کر کے کہا ثلاث مرات یہ مال کا ظرف ہے۔ **ان کنت تحبنی** متکلم کی طرف

سے اتنی تاکید کے باوجود ان لائے یا تو آپ کو اس کے متعلق معلوم نہ تھا۔شاید وہ محبت کا ثمرہ جانے کے بعد اس بات سے رجوع کرے کہ وہ اس بات پر پورا نہیں اتر سکتا جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔''ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف الایہ'' ② دعویٰ کے نتائج میں صبر کا دامن مضبوطی سے تھامنا ہوگا۔جیسا والد کہتا ہے۔''ان کنت ولدی فأ طعنی '' **فاعد للفقر تجفافًا:** یہ اعداد سے امر ہے۔ابن اقبرس کہتا ہے اس کا مطلب یہ ہے۔دنیا سے رخ موڑ اور اس میں زہد اختیار کر اور اس میں اضافہ کی طلب سے تجفاف کی طرح رک جا۔جیسا ڈھال سے لڑائی میں ہتھیاروں کی ضرب سے بچتے ہیں۔(ابن اقبرس) تجفاف ڈھال کو کہتے ہیں اس میں استعارہ ہے اور آپ ﷺ جملہ مستانفہ کے طور پر اس کی وجہ ذکر فرمائی۔**فان الفقر الرع الی من یحبنی :** سامع کو خبردار کرنے کے لیے ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لایا گیا ابوسعید کی روایت میں منکم کا لفظ اس کے ساتھ زائد ہے یہ اس لیے کہ ان کے خطاب سے تخصیص مقصود نہ تھی۔ **من السیل الی منتهاہ** پہاڑ میں سیلاب کے پہنچنے کی جگہ کی طرف جیسا پانی بڑھتا ہے۔② وادی کے بالائی جانب سے پہاڑ کی نچان میں ③ یا وادی کے آخر میں اور یہ اسی طرح ہوتا ہے کیونکہ لوگ اپنے بادشاہوں کی بات مانتے ہیں۔جب آپ ﷺ حدیث **ملك الجبال** کی شہادت سے ازہد الناس تھے'' **ان شئت جعل اللہ لك الاخبثین ذهبًا فابٰی** ''دوسری روایت''**عرض علیه ربه ان یجعل له بطحاء مکة ذهبًا فقال لایارب ولکنی اجوع یومًا واشبع یومًا ‹فاذاجعت تضرعت الیك وذکرتك واذا شبعت حمدتك وشکرتك**'' بھوک میں تیری بارگاہ میں گڑگڑاؤں اور سیری کے وقت تیرا شکر گزار ہو جاؤں۔محب اپنے محبوب کی صفات تو سیلاب سے جلد قبول کرتا ہے۔جیسا کہ قوت رغبت اور صدق محبت کے لئے کہا محبّ کے لیے لازم ہے کہ وہ محبوب کی صفات سے متصف ہو پس اس وقت **المرء مع من احب** اور **مولٰی القدم منهم فی الجیر و الشر** ۔''تو جس کو پسند ہو کہ آخرت ان کے ساتھ رہوں اس کو اسی طرح صبر کرنا پڑے گا جیسا انہوں نے شہوات دنیا سے صبر کیا لیکن اس بلندی پر ہر ایک کے چڑھنے کی سکت نہیں۔اسی وجہ سے آپ نے اس کو فرمایا اپنی بات پر بار دیگر غور کر تیرا دعویٰ بڑا ہے جو صبر کی عظیم و کٹھن منزل کے عبور کے بعد میسر آتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔''**ام حسبتم ان قد خلوالجنة ولما یعلم ا للہ الذین جاهدوا منکم ویعلهم الصابرین**'' تجفاف کی جمع تجافیف آتی ہے تجفاف میں استعارۃ تخییلیۃ ہے۔

تخریج: منکر الحدیث أخرجه الترمذی (۲۳۵۷) وفیی اسناده شداد الراسبیی' قال البخاری ضعقه عبدالصمد بن الوارث "التهذیب" (۲۷۸/٤) وفیه أبو الوزاع الراسبیی البصری۔ قال أحمد وسحاق بن منلصور عن یحیی: ثقة وقال النسائی : منکر الحدیث' وقال الدوریی عن ابن معین لیس بشییء وذکره ابن حبان فی "الثقات" "التهذیب" (۳۹/۲) وأخرجه ابن حبان فی "صحیحه" (۲۹۲۲) باسناده أشد ضعفاً۔ وفیی الباب عن أبیی سعید الخدیی رضی الله عنه باسناد فیه مقال! وبالحملة فان متن الحدیث لایتماشی مع الشرع الحنیف۔ والله أعلم۔

الفرائد :انسان کی آزمائش اس کے مرتبے کی مقدار سے ہوتی ہے۔**الانبیاء ثم الامثل فالامثل** ''۔

۴۸۵ :وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ :''مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِي الْغَنَمِ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ

حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

۴۸۵: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو بھوکے بھیڑیے جن کو بکریوں میں چھوڑ دیا جائے وہ اتنا زیادہ نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ مال اور جاہ کی حرص آدمی کے دین کو پہنچاتی ہے۔ ترمذی اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ کعب بن مالکؓ: یہ وہ صحابی ہیں جن کے متعلق علی الثلاثة الزین خلفوا نازل ہوئی ان کے حالات گزر چکے۔ مازئبان جائعان ارسلافی غنم بافسد لھا ما نافیہ ہے جیسا اہل حجاز کی لغت میں ہے۔ با اس پر آرہی ہے۔ ارسلا فعل مجہول ہے۔ فی غنم: اسی سے متعلق ہے۔ یہ ذئبان کی صفت ہے۔ جیسا اس آیت: وھذا کتاب مبارک انزلناہ۔ ھا ضمیر جنسیت کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔ من حرص المرء علی المال: علی المال یہ حرص سے متعلق ہے اور حرص کا مضاف محذوف ہے کہ مال کی حرص جتنا بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ والشرف لدینہ نحو: شرف کا عطف مال پر ہے اور لدینہ: کی لام بیان کے لیے ہے جیسا اس ارشار میں ''لمن اراد ان یتھم الرضاعة'' گویا اس طرح کہا گیا کس کے لیے تو جواب دیا ''لمن اراد الایة'' گویا اس طرح فرمایا کسی چیز کے لیے زیادہ بگاڑنے والا ہے جواب دیا اس کے دین کے لیے۔

النحو: اس کو افسد کے متعلق کرنا جائز نہیں کیونکہ دو حروف جر کا تعلق ایک لفظ سے اور ایک معنی سے نہیں ہوسکتا جن کا ایک معنی ہو۔ البتہ صرف بدل کی شکل میں ہوسکتا ہے۔

تخریج: ترمذی، احمد (جامع صغیر) احمد ۱۵۷۸۴/۵، ترمذی ۲۳۰۳، الدمی ۲۷۳۰، ابن حبان ۳۲۲۸، طبرانی الکبیر ۹/۱۸۹، عبداللہ بن المبادك فی الزھد ۱۸۱، ابن ابی شیبه ۱۳/۲۴۱۔

الفرائد: انسان کو طلب جاہ و مال کے لئے حرص سے بچنا چاہئے یہ انسانوں میں بھیڑیے کی طرح فساد برپا کرتی ہیں۔

۞ ۞ ۞

۴۸۶: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَنْبِهٖ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَآءً فَقَالَ: مَا لِيْ وَالدُّنْيَا؟ مَا اَنَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۴۸۶: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر آرام فرما رہے تھے جب بیدار ہوئے تو اس کا نشان آپؐ کے پہلو پر پڑ گیا ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپؐ کے لئے نرم گدا تیار کروا دیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا مجھے دنیا سے کیا تعلق میں تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جس نے ایک درخت کا سایہ حاصل کیا پھر چلتا بنا پھر اس کو چھوڑ دیا۔ ترمذی اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ حصیر: اس کی جمع حصر جیسے برید و برد اس کی تانیث تا کے ساتھ یہ عامی لفظ ہے۔ (المصباح) حدیث حفصہ میں یہ الفاظ ہیں ''وکان ینام احیانا علی سریر مرمول بشریط حتی یو ثرفی جنبہ'' (ترمذی و ابن ماجہ) فقام بیدار ہوئے اور درست ہو کر بیٹھ گئے۔ اثر فی جنبہ: آپ کا بدن مبارک ریشم سے زیادہ نرم تھا اس لیے چٹائی کے نشان پڑ گئے

۔انسؓ کہتے ہیں 'ولامسست خزاً ولا حریر اولا دیبا جاً کان الین من کف رسول ﷺ " جب کاموں میں کثرت سے استعمال ہونے والے دست اقدس کا یہ حال تھا تو باقی بدن شریف کا کیا کہنا۔

النحو : یہ جملہ قام کے فاعل سے حال ہے۔ فقلنا حاضرین نے عرض کیا ابن ماجہ کی روایت میں قلت'' کا لفظ ہے۔ لو اتخذنالك جطاء و طؤ الفراش فهو وطنی جیسے قرت قریب 'تو کا جواب محذوف ہے۔ ای لداستراح بذلك وغیرہ اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے۔ لو کنت آزنتنا ففرمتنالك شیئاً یقیك ۔ اگر آپ ہمیں بتلاتے تو ہم آپ کے بچھونا وغیرہ بچھا دیتے مالی ولدنیا ما نافیہ ہو تو مطلب یہ ہے مجھے دنیا کی طرف نہ رغبت نہ الفت کہ میں اس کی طرف میلان اختیار کروں۔ ⑦ تقدیر عبارت اس طرح بھی ہوسکتی ہے جب کہ ما استفہامیہ ہو۔ میرا کیا حال ہوگا اگر میں دنیا کی طرف میل کروں۔ یعنی کونسی چیز مجھے اس کے ساتھ اکٹھا کرلے گی کہ میں اس میں مشغول ہوں۔ دلجی کا قول: استفہام نفی کے معنی میں ہے۔ لاار بی فیھا : مجھے اس کی حاجت نہیں۔ ما انا فی الدنیا: کیونکہ دنیا دار القرار نہیں بلکہ یہ دار عبور ہے جس کو چلنے والا میدان آخرت کی طرف طے کر رہا ہے۔ پس انسان کی حالت اثناء سفر میں اترنے والے مسافر کی طرح ہے۔ جو درخت کے نیچے ستائے اور پھر زوال کے بعد اس مقام کو چھوڑے دے' اس میں دنیا کی تحصیل واہتمام سے اعراض کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں اس بات پر آمادہ کیا کہ دار آخرت کی منزل کو آباد کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۲/۳۷۰۹) والترمذی (۲۳۸۴) وابن ماجه (۴۱۰۹) والحاکم (۴/۷۸۴۹) والطیالسی (۷۷) وإسناده صحیح

الفوائد :مسلمان کو دنیا سے بقدر حاجت لینا چاہئے جیسے سوار راستے کے درخت سے ستانے کا فائدہ اٹھاتا ہے اس کی طرف جھکاؤ آخرت سے غافل کر دیتا ہے۔

۴۸۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "یَدْخُلُ الْفُقَرَآءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِیَآءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ" :رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۴۸۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "فقراء مالداروں سے جنت میں پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے"۔ ترمذی اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ❁ یدخل الفقراء الجنة: اغنیاء کو موقف میں حساب کے لیے روک لیا جائے گا کہ انہوں نے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا جیسا روایت اسامہ میں وارد ہے عاقولی کہتے ہیں اس روایت اور حدیث عائشہؓ انهم یدخلون الجنة قبل الاغنیاء باربعین خریفاً "اربعین خریف سے مراد یہ ہے کہ حریص فقیر کو غنی حریص سے چالیس خریف پہلے داخل کیا جائے گا۔ اور پانچ سو سال سے مراد زاہد فقیر کو راغب غنی سے پانچ سو سال پہلے داخلہ ملے گا گویا حریص فقیر راغب غنی سے ۲۵ دن آگے داخل ہوگا اور زاہد فقیر راغب غنی سے آدھا دن پہلے داخل ہوگا (عاقولی) حضرت انس کی روایت سیوطی نے حاشیہ ترمذی میں مذکور ہے۔ 'یدخل الفقیر الجنه قبل الغنی بنصف یوم وهو خمسماۃ عام" فقیر جنت میں اغنیاء سے آدھا دن پہلے جائیں گے اور وہ پانچ سو سال ہے۔ سفیان اس کی تفسیر اس طرح کرتے تھے۔ کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں

دو دروازوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے ہر دروازے کے حقدار ہیں مالدار بھول کر دوسرے دروازے پر چلا جائے گا دربان کہے گا تو اپنے دروازے پر لوٹ جا۔وہ دروازے کی طرف لوٹ آئے گا۔جس کا فاصلہ پانچ سال کا ہے۔کافر پر قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔غنی دیکھے گا کہ وہ فقیر سے پانچ سو سال پیچھے رہ گیا ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۷۹۵۱)والترمذی (۲۳٦۰) وابن ماجه (٤۱۲۲) وابن حبان (٦۷٦) وابن أبی شیبة (۱۳/۲٤٦) وأبو نعیم فی "الحلیة" وإسناده حسن

الفرائد: مؤمن صابر، تنگدست خوشحال سے پہلے جنت میں جائے گا۔دنیا سے زہد جو آخرت کی مشغولیت کے ساتھ ہو وہ مالداروں سے پہلے جنت کے داخلے کا سبب ہے۔

❁ ❁ ❁

٤۸۸: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اطَّلَعْتُ فِی الْجَنَّةِ فَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَآءَ وَاطَّلَعْتُ فِی النَّارِ فَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَآءَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ مِنْ رِّوَایَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَرَوَاهُ الْبُخَارِیُّ اَیْضًا مِّنْ رِّوَایَةِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ۔

۴۸۸: حضرت ابن عباس، عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت میں جھانکا تو پس میں نے وہاں کی اکثریت نادار لوگوں کو پایا اور میں نے آگ (جہنم) میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں کی اکثریت عورتوں پر مشتمل ہے۔(بخاری و مسلم)

ابن عباس کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

بخاری نے اس کو عمران بن حصین سے بھی روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ **اطلعت**: جھانکنا۔بقول عاقولی اس میں غور سے دیکھنے کا معنی ضمناً پایا جاتا ہے۔**فی الجنة**:ممکن ہے یہ لیلة الاسراء: والے موقعہ کی بات ہو۔② نماز کسوف میں جو انکشاف ہوا اس موقعہ کی بات ہو۔**فرأیت اکثر اهلها الفقراء** یہ متعدی بدو مفعول ہے اور علمت کے معنی میں ہے۔بقول ابن بطال اس سے فقراء اغنیاء سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ وہ اپنے اعمال سے جنت میں داخل ہوئے۔فقر کی وجہ سے نہیں۔فقیر ایک نیک نہ ہو تو کچھ فضیلت نہیں۔علقمی کا قول یہ ہے۔دنیا میں توسع کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے۔(کذا فہم النووی)۔

واطلعت فی النار:عورتوں کو آگ سے بچنے کے لیے آمادہ کیا گیا۔ابن حجر کہتے ہیں ادنی جنتی کے متعلق ارشاد ہے۔" **ثم یدخل علیه زوجتاه**" اور ابو یعلیٰ کی روایت جو ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس طرح ہے۔" **فیدخل الرجل علی ثنتین وسبعین زوجة مما ینشی الله زوجتین من ولد آدم** "اس ابو ہریرہؓ سے استدلال نقل کیا کہ عورتوں کی تعداد جنت میں مردوں سے زیادہ ہوگی۔لیکن حدیث کسوف والی روایت "اکثر اهل النار" اس کے خلاف ہے۔آگ میں زیادہ ہونے سے جنت میں زیادہ ہونے کی نفی نہیں لیکن یہ روایت اشکال پیدا کرتی ہے۔ممکن ہے کہ راوی نے اکثر اہل النار دیکھ کر سمجھ لیا کہ وہ اقل اهل الجنه: ہیں مگر یہ لازم نہیں۔ممکن ہے کہ یہ گناہ گاروں کے دوزخ سے نکلنے سے پہلے کی بات ہے۔پھر شفاعت کے ذریعے جب نکال لیے جائیں گے۔تو انکی تعداد زیادہ ہو جائے گی۔شیخ زکریا نے کہا کہ دُنیا کی عورتیں آگ میں زیادہ

ہوں گی اور آخرت والی عورتیں جنت میں کثرت سے ہوں گی۔

تخریج: بخاری فی النکاح' مسلم فی الدعورت 'ترمذی فی صفۃ جھنم' نسائی فی عشرۃ انساء احمد ۷/۱۹۸۷۳'
ابن حبان ۷۴۰۰' طبرانی الکبیر ۱۸/۲۷۸' عبد الرزاق ۲۰۶۱۰' بیھقی ۱۹۴۔

الفرائد: دنیا اس قدر چاہیے جو ضروریات کو پورا کردے' حاجات کو روک دے خوشحال لوگوں سے نہ ملائے۔ خاوند کی نافرمانی جہنم کا ذریعہ ہے۔

۴۸۹ : وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةَ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَالْجَدُّ" اَلْحَظُّ وَالْغِنٰى ' وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِىْ بَابِ فَضْلِ الضَّعَفَةِ۔

۴۸۹ : حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ پس وہاں داخل ہونے والے زیادہ لوگ مساکین ہیں اور مالدار (حساب کے لئے) ابھی روک لئے جائیں گے۔ البتہ آگ والے ان کے بارے میں آگ (یعنی جہنم) کی طرف جانے کا حکم دے دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

اَلْجَدُّ: مال و دولت یہ حدیث فَضْلِ الضَّعَفَةِ کے باب میں گزری۔

تشریح ۞ **قمت علی باب الجنة**: تاکہ جنت والوں کو دیکھوں یا کسی اور امر کی خاطر' **فکان عامة**: اس کی جمع عوام جیسے دابۃ ودواب۔ ہا تاکید کے لیے ہے۔ عامہ کا لفظ عموم کے صیغوں سے ہے۔ عموم کا معنی شمول و احاطر ہے یہ خصوص کے خلاف ہے۔ **تلقیح الفهوم فی تنقیح صیغ العموم** (حافظ العلائی)۔

مساکین: جمع مسکین فقیر محتاج ۔

النحو : یہ کان کی خبر و اسم دونوں طرح بن سکتا ہے۔ **اصحاب الجد محبوسون** حساب کے لیے موقف میں کھڑے ہونگے مال کی تحصیل و تضیع میں سوال کیا جائے گا۔ **غیر ان اصحاب النار جهنم قدأمر بهم الی النار** غیر استثناء کی وجہ سے منصوب ہے۔ مطلب یہ ہے لیکن آگ والوں کو نہ روکا جائے گا اور وہ کفار ہونگے ان کو دوزخ کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ عاقولی کہتے ہیں غیر لکن کے معنی میں ہے۔ مغایرت تفریق کے مطابق ہوگی۔ مطلب یہ ہے۔ مؤمن غنی و فقیر بعض محبوس اور بعض غیر محبوس ہونگے اور دوسری قسم غیر محبوس کی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قسم اول میں بعض محبوس ہونگے۔ **صعالیك المهاجرین** وہ اغنیاء سے نصف یوم پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔ اگر یہ رکاوٹ نہ ہوتی تو تمام جنت میں داخل ہو جاتے۔

تخریج: بخاری فی النکاح' مسلم فی العورت 'نسائی فی عشرۃ النساء احمد فی المسند ۸/۲۱۸۴۱' طبرانی ۴۲۱'

بیهقی ۱۹۳۔

الفرائد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت و دوزخ کو اصلی حالت میں آنکھوں سے دیکھا اس کے رہنے والوں کے اوصاف کو مصور کر کے آپ کے سامنے پیش کیا گیا تا کہ اس سے امت کے اسباب کی انتہا کے مقاصد معلوم ہو جائیں۔ تا کہ امت اہل جنت کے اوصاف کی رغبت اور اہل نار کے اوصاف کو اختیار کرنے سے بچیں۔ (ابن حبان)

۴۹۰: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةُ لَبِیْدٍ - اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۴۹۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے سچی بات جس کو کسی شاعر نے کہا وہ لبید کی بات ہے۔ (اس کے کہا) خبر دار ہر چیز اللہ کے سوا مٹ جانے والی ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: اصدق كلمة: کلمہ سے مراد جملہ مفیدہ ہے۔ اصدق کا مطلب جو واقع کے مطابق ہو۔ قالها شاعر: یہ کلمہ کی صفت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے کلمات اور انبیاءؑ کے کلمات سے احتراز کیا گیا کیونکہ وہ تو سب سے اصدق ہیں گویا یہاں مراد وہ جو ان کے علاوہ ہوں۔

وضاحت: شرع کی کوئی اصطلاح نہیں کہ کلمہ سے مراد کیا ہے کبھی اس کو لغوی معنی میں استعمال کرتے ہیں اور کبھی جملہ مفیدہ مراد لیتے ہیں جو کہ درحقیقت مجاز مرسل ہے۔ سب سے فصیح لغت کاف کا فتحہ اور لام کا کسرہ ہے۔ کلمۃ اور بنو تمیم لام کو ساکن بھی پڑھ لیتے ہیں۔ لبید: اس کا سلسلہ نسب بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ تا معد بن عدنان العامری (تاریخ لاحمد بن ابی خیثمہ) یہ وفد کی صورت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر مسلمان ہوئے ثابت قدم رہے جاہلیت کے عظیم شعراء میں ان کا شمار ہوتا ہے انہوں نے طویل عمر پائی ۱۰۴ سال بقول بعض ۱۵۷ سال عمر پائی حضرت معاویہؓ کی ابتداء خلافت میں وفات پائی۔ ۱۴۲ سال عمر تھی (سمعانی) اسلام لانے کے بعد شعر چھوڑ دئے اور کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے مجھے قرآن دیدیا ہے۔ بعض نے کہا صرف ایک شعر کہا۔

ماعاتب المرء الكريم كنفسه ☆ والمرء يصلحه القرين الصالح

مگر جمہور اہل سیر نے یہی کہا کہ اسلام کے بعد کوئی شعر نہیں کہا۔ عمرؓ تم مجھے اپنے شعر سناؤ تو کہنے لگے میں شعر نہیں کہوں گا اللہ تعالیٰ نے مجھے بقرہ اور آل عمران سورتیں دے دی ہیں۔ عمرؓ ان کے عطیہ میں پانچ سو کا اضافہ فرمادیا۔ یہ زمانہ جاہلیت و اسلام میں شرفاء میں شمار ہوتے تھے (تہذیب نووی) كل شئی ماخلاالله یا کل اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے سواء ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ اس کی صفات اس کے ذات کے ساتھ لازم ہیں۔ باطل کا معنی ① ہلاک ہونا۔ ② بطلان و ہلاک کو قبول کرنے والی ہے۔ گویا اس شعر کا مفہوم یہ ہوا جو اس آیت کا ہے۔ "كل شئی هالك الا وجهه" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے اس کو اصدق کلمہ فرمایا ہے۔ امام شافعی نے خوب بات کہی۔

ولولا اشعر بالعلماء يزرى لكنت اليوم اشعر من لبيد

تخریج: بخاری فی الادب والرقاق مسلم فی اشعر ترمذی فی الاستیذان اشمائل ابن ماجه فی الادب (الاطراف للمزی) احمد ۱۰۰۸۰/۳ ابن حبان ۵۷۸٤ بیهقی ۲۳۷/۱۰ حلیه ۲۰۱/۷ شمائل ترمذی ۲٤۲۔

الفوائد: وہ امور دنیا جو طاعت الٰہی میں معاون نہ ہوں وہ باطل ہیں ہر چیز فنا کے گھاٹ اترنے والی ہے سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ باقی رکھے۔

۵۶: بَابُ فَضْلِ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ وَالْاِقْتِصَادُ عَلَى الْقَلِيْلِ مِنَ الْمَاكُوْلِ وَالْمَشْرُوْبِ وَالْمَلْبُوْسِ وَغَيْرِهَا مِنْ حُظُوْظِ النَّفْسِ وَتَرْكَ الشَّهَوَاتِ

بَاب: بھوک، سختی، کھانے پینے اور لباس میں تھوڑے پر اکتفا اور اسی طرح دیگر مرغوبِ نفس اشیاء چھوڑنے کی فضیلت

جوع: جاع، یجوع بھوکا ہونا۔ خشونة یہ مصدر ہے خشن خشنة بھی آتا ہے (المصباح) العیش یہ عاش یعیش سے ہے۔ خوش عیشی کو چھوڑنا اور روٹی کے کنارے پر گزارا کرنا چونکہ یہ حق نفس اس سے زائد حظ نفس ہے۔

والملبوس وغیرھا: گدے قالین، رہائش، بیویاں من حظوظ النفس: یہ غیر کا بیان بھی ہوسکتا ہے۔ اس لیے کہ اتنا کھانا اور پینا اور لباس ستر عورت کی مقدار نفس کا حق ہے۔ لذت نفس نہیں اور ماقبل تمام کے لیے بیان بنانا بھی درست ہے کہ قلیل سے مراد یہ ہے جو ضروری ہو چنانچہ جو اس سے بڑھا ہوا ہوگا مثلاً آرام دینے اور سکون پہنچانے والی چیزیں وہ سب اس ترک کے حکم میں ہے۔

وترك الشهوات: نفس کی پسندیدہ چیزیں جو ان کے علاوہ ہوں یہ عطف مغایر کی قسم ہے۔ ② اگر مذکورہ قلیل سے ہو تو عطف عام علی الخاص کی قسم سے ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا﴾ [مریم: ۵۹-۶۰]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"پس ان کے بعد نالائق لوگ آئے جنہوں نے وقت کو ضائع کیا اور خواہشات کی اتباع کی۔ عنقریب وہ گمراہی کا انجام پائیں گے مگر وہ شخص جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل صالح کئے پس وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے ان کے حق میں ذرہ برابر کمی نہ کی جائے گی"۔ (مریم)

مِنْۢ بَعْدِهِمْ: گزشتہ آیات میں جن جلیل القدر بندوں کا ذکر فرمایا جن کو توفیق الٰہی شامل حال تھی ان کے بعد۔ خلف نالائق۔

عرب کہتے ہیں ۔خلف صدق: سچا جانشین اور خلف سوء: براجانشین دوسرے لام ساکن ہے ۔اضاعوا الصلاۃ: نماز کوترک کیا اوراس کے اوقات سے مؤخر کیا واتبعوا الشھوات شہوات کی پیروی کی مثلاً شراب خوری باپ سے حقیقی بہن سے نکاح، علیؓ نے فرمایا اتباع شہوات تین چیزیں ہیں نمبرا شاندار محل بنایا نمبر۲ پسندیدہ گھوڑے پرسواری کی یا پسندیدہ عورت سے نکاح کیا نمبر۳ شہرت والے لباس زیب تن کیے ۔فسوف یلقون غیاً وہ عنقریب شرکو پائیں گئے ۔ یا گمراہی کی سزا بھگتیں گے جیسا فرمایا یلق اثاماً نمبر۲ جنت کی راہ سے بھٹک گئے ۔بعض نے کہا کہ یہ جہنم کی ایک وادی ہے ۔جس سے جہنم کی دوسری وادیاں پناہ مانگتی ہیں ۔حذف نفی کواس لیے لائے تا کہ وعید میں مزید پختگی ہو۔ الامن تاب و آمن یہ آیت کا حصہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ آیت کفار کے متعلق ہے ۔مگر ابن کثیر نے مجاہد سے نقل کیا کہ جب امت کے صالحین چلے جائیں گے تو اس امت کے لوگ گلیوں میں ایک دوسرے پر جفتی کریں گے اور طریق سے اس طرح روایت ہے کہ وہ اس امت میں ایک دوسرے پر شہوت رانی کے لیے اس طرح سوار ہونگے جس طرح حیوانات ایک دوسرے پر سوار ہوتے ہیں ۔نہ آسمانوں والے اللہ کا ڈر ہوگا اور نہ زمین میں کسی سے حیاء ہوگی'' پھر ابو حاتم کے حوالہ سے ابو سعید خدریؓ کی روایت ذکر کی کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا ساٹھ سال کے بعد ایسے نالائق لوگ ہونگے جو نماز کو ضائع کریں گے اور شہوات کی اتباع کریں گے عنقریب وہ گمراہی کا انجام بھگتیں گے الحدیث پھر ابن کثیر نے اور روایات وآثار بھی ذکر کئے ہیں ۔عمل صالحا: صالحاً سے پہلے موصوف محذوف ہے ۔انہوں نے نیک عمل کیے تا کہ اس سے وہ اپنے ایمان کا تذکیہ کریں اور ان کا یقین بڑھے پس ایمان میں طاعت سے پختگی بڑھتی جاتی ہے ۔فاولیك یدخلون الجنة والایظلمون شیئاً) ان پر ذرہ بھر ظلم نہ ہوگا ۔۲) ان کے اعمال کا بدلہ کچھ بھی کم نہ ہوگا ۔اس سے خبر دار کیا کہ ان کا سابقہ کفران کے لیے توبہ کے بعد نقصان دہ نہ ہوگا اور نہ ان کے امور میں کوئی کمی کی جائے گی ۔ابن کثیر فرماتے ہیں اس آیت میں استثناء اسطرح ہے جیسا سورۃ فرقان میں الا من تاب و آمن وعمل عملاً صالحًا فاولیك یبدل الله سیأتھم حسنات''۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾

[القصص:۷۹-۸۰]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''قارون اپنی قوم کے سامنے زینت کے ساتھ آیا ان لوگوں نے کہا جو دنیا کی زندگی کے طالب تھے کاش ہمیں وہ کچھ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا بے شک وہ تو بڑے نصیب والا ہے اور ان لوگوں نے کہا جو (اللہ کا) علم رکھتے تھے تم پر افسوس ہے اللہ کا بدلہ بہت بہتر ہے اس شخص کے لئے جو ایمان لایا اور اس نے عمل صالحہ کئے''۔(القصص)

فَخَرَجَ:اس کا فاعل قارون ہے ۔بقول مفسرین وہ اپنی سفید رنگ کی خچر پر نکلا جس پر سرخ پوش پڑے تھے ۔جن پر سونے سے منقش گدیاں اور چار ہزار نوکر اسی کے لباس میں ملبوس تھے ۔زینته :یہ خرج کے فاعل سے حال ہے ۔ای متزیناً بھا ۔قال

الذین یریدون الحیاۃ الدنیا:جیسا کہ دنیا کی طرف راغب لوگوں کا حال ہے۔وہ کہنے لگے۔ **یا لیت لنا مثل ما اوتی قارون**:حد سے ڈرتے ہوئے۔اس جیسا بن جانے کی تمنا کی۔ لذوحظ حظ اضیب جیسے کہتے ہیں **فلان احظ من فلان** (المصباح) **عظیم** دنیا میں بڑے نصیب والا ہے(بیضاوی)اس کو بہت دنیا ملی ہے۔(ابن کثیر)۔

اوتوا العلم:علم سے علم نافع مراد ہے اور وہ احوال آخرت کا علم ہے اور اس بات کا علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے متقین بندوں کے لیے انعامات تیار کر رکھے ہیں۔**ویلکم**:یہ زجر کے لیے آتا ہے۔تم شاہد ہلاک ہو جاؤ **ثواب اللہ خیر** ایمان والوں کے لیے آخرت میں ملنے والا بدلہ قاروں کی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے اعلیٰ ہے۔**ولا یلقاھا**:میں ضمیر کو مونث لائے کیونکہ مراد ثواب جنت ہے۔(۲) ایمان وعمل یہاں سیرت وطریقہ کے معنی میں ہے۔**الا الصابرون** جو طاعات پر صبر کرنے والے اور معاصی سے رک جانے والے ہیں۔ایک اختلاف:ابن کثیر نے اس کو **اوتوا العلم**:کے کلام کا تتمہ بنایا ہے۔(۲) درمیان میں ادخال الٰہی ہے جو ان کی بات پر بطور تحسین فرمائی گئی ہے۔ابن جریر کا یہی قول ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾[التکاثر:۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:"پھر تم سے ضرور بالضرور ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا"۔(تکاثر)

النعیم:سے وہ نعمتیں جو بندے کو آخرت سے غافل کر دیں۔بہت سی نصوص اس خاص معنی پر دلالت کرتی ہیں جیسا فرمایا "**قل من حرم زینۃ اللہ کلوا من الطیبات**" (۲) عام نعمتیں مراد ہیں کیونکہ ہر ایک سے شکریے کا سوال ہوگا۔(۳) یہ آیت کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔کواشی کہتے ہیں۔نعمتوں سے صحت'امن مراد ہے۔(۴) فراغت جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا **نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس 'الصحۃ والفراغ**:ابن کثیر کہتے ہیں اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ ان دو نعمتوں کے شکریے کو بجا نہیں لاتے اور جو شخص اپنے فرض کو پورا نہ کرے وہ۔غبن میں مبتلا ہے(ابن کثیر) (۳) سخت گرمی میں ٹھنڈا پانی اور سردی میں گرم پانی۔ جناب رسول ﷺ نے فرمایا **اول مایسأل العبد من النعیم ألھم نصح جسمك ؟ونروك من الماء البارد**" گندم کی روٹی اور میٹھا پانی (۵) ہر لذیذ چیز۔ان تمام اقوال کے بعد ابن کثیر فرماتے ہیں ابی حاتم نے ابن مسعودؓ سے روایت نقل کی ہے کہ **ثم نسألن یومئذ عن النعیم قال الامن والصحۃ** اور دوسری روایت زید بن اسلم سے ہے۔ **ثم لتسألن یومئذ عن النعیم شبع البطون وبارو الشراب وظلال المساکن واعتدال الخلق ولذۃ النوم** "ان دونوں روایات کا حاصل امن وصحت اور ٹھنڈا پانی'عمدہ سایہ'اعتدال'خلقت'میٹھی نیند ہیں پھر ابن کثیر نے امام احمد سے ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ۔ **یقول اللہ عزوجل یا ابن آدم حملتك علی الجیل والابل وزوجتك؟ النساء وجعلتك ترتع وتوأس فاین شکر ذلك**" یہ روایت منفرد ہے اس روایت کا حاصل عمدہ سواری' گھر کی آبادی' کھانے پینے کی اشیاء ہیں۔تمام روایات سے یہ حاصل نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انعامات کے متعلق بندے سے شکریے کا سوال فرمائیں حضرت ابو ایوب انصاری کی روایت مرفوعہ اس کی تائید کرتی ہے واللہ اعلم۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾ [الاسراء:۱۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص جلدی آنے والی دنیا کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کو جلدی اس دنیا میں دیتے ہیں جتنا چاہتے ہیں اور پھر اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جس میں پھر وہ داخل ہوگا۔ مذمت کیا ہوا دھتکارا ہوا''۔ (الاسراء)

العاجلہ :یعنی دنیا میں ہی اس نے اپنی تمام فکر مرکوز کر دی۔ **مانشاء لمن نرید** :دنیا کو مشیت وارادہ سے مقید کر دیا کیونکہ ہر تمنا کرنے والے کو اس کی تمنا نہیں ملتی اور نہ ہر چاہنے والے کو اس کی چاہت میسر آتی ہے۔ یہ مطلع کرنے کے لیے کہ تمام معاملہ مشیت پر موقوف ہے۔ **لمن نرید لہ** : یہ من پہلے من کا بدل البعض ہے۔ مرجع ضمیر: اللہ تعالیٰ کی ذات ② من کی طرف پھر یہ **من ارادبہ ذلک** سے مخصوص ہوگا۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت ان منافقین کے متعلق ہے کہ جو غزوات میں حصہ غنائم کے لیے شریک ہوتے' اور کوئی غرض نہ تھی۔ **مدحوراً** : اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکارا ہوا۔ ان مطالب کو متضمن بہت سی آیات ہیں۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اس سلسلہ میں آیتیں بہت مشہور ہیں۔

۴۹۱ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَّوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ : مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ۔

۴۹۱: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محمد ﷺ کے گھر والوں نے جَو کی روٹی دو دن مسلسل پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ یہاں تک کہ آپؐ نے وفات پائی۔ (بخاری ومسلم) اور ایک روایت میں یہ ہے محمد ﷺ کے گھر والوں نے جب سے وہ مدینہ آئے تین دن متواتر گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپؐ نے وفات پائی۔

تشریح ۞ **آل محمد ﷺ** : سے یہاں ازواج وخدام مراد ہیں جن کے خرچہ کی ذمہ داری آپ اٹھانے والے تھے۔ **حتی قبض** یہاں تک کہ وفات ہوگئی یہ فقر اضطراری نہ تھا بلکہ اختیاری تھا۔ آپ پر پیش گیا کہ مکہ کے پہاڑ اور بطحاء کی وادی کو سونا بنا دیا جائے۔ مگر دنیا کو ناپسند کرتے ہوئے آخرت کو ترجیح دی اس اعراض کا یہ مقصد نہ تھا کہ امت کو زائد عن الحاجۃ: کے جمع کرنے سے روکا جائے بلکہ دنیا کی طرف جھک پڑنے سے ممانعت مقصود تھی۔ اس کی تائید ان روایات سے ہوئی جن میں مذکور ہے۔'' کہ آپ ﷺ **کان ید خر قوت عیالہ سنۃ لانہ کان یفعل ذلک اواخر حیاتہ**''مگر ضرورت مند لوگوں کی حاجات سامنے آتے ہی آپ اس خوراک کو ان میں تقسیم فرما دیتے اور گھر میں بعض اوقات کچھ بھی نہ رہ

جاتا آپ ﷺ ابن سعد نے ایک عجیب روایت نقل کی ہے۔ ''وما رفع عن مائدته كسرة خبز فضلاً حتى قبض''
(ابن سعد) ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں'' ماشبع من خبز بآدم'' مسلم' ابن سعد نے عائشہؓ سے یہ روایت نقل کی
ہے۔''كانت عليه اربعة اشهر ماشبع من خبز البر'' (مسلم) اور ایک اور روایت میں ہے۔ ماشبع رسو ل الله
ﷺ ثلاثة ايام تباعاً من خبز الحنطة حتى فارق الدنيا'' بخاری فی الطعمہ ومسلم بخوہ۔ حاصل یہ ہے کہ گندم کی روٹی
مسلسل آپ کے دسترخوان پر نہ ہوتی تھی۔ جو چیز میسر آئی اسی کو بھوک کے ازالہ کے لیے آپ استعمال فرمالیتے۔ اس سے بڑھ
کر زہد عن الدنیا کہاں ملے گا۔ صلى الله عليه صلاة دائمة ۔

تخريج: أخرجه أحمد (۹/۲۵۲۷۹) والبخاری (۵۴۱۶) ومسلم (۲۹۷۰)/۲۲) والترمذی (۲۳۵۷)

الفرائد: آپ ﷺ اور صحابہ کرام اور اہل بیت کرام پر بھوک کی وجوہ یہ ہیں۔ ① ایثار ② سیری اور کثرت طعام کو ناپسند کرنا'
گویا یہ فاقہ خود اختیار تھا جیسا حدیث ترمذی میں وارد ہے: عرض على ربى ليجعل لى بطحاء مكة ذهبا فقلت 'لا
يا رب ولكن اشبع يومًا واجوع يومًا 'فاذاجعت تضرعت اليك 'واذا شبعت شكرتك ۔ سیری میں تیرا شکر
کرو اور بھوک میں تیری بارگاہ میں التجاء کرو۔

۴۹۲ : وَعَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا اَنَّهَا كَانَتْ تَقُوْلُ :وَاللّٰهِ يَا ابْنَ اُخْتِيْ اِنْ كُنَّا نَنْظُرُ اِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ :ثَلَاثَةَ اَهِلَّةٍ فِيْ شَهْرَيْنِ وَمَا اُوْقِدَ فِيْ اَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ نَارٌ قُلْتُ :يَا خَالَةُ فَمَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ؟ قَالَتِ :الْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَآءُ اِلَّا اَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ جِيْرَانٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَايِحُ وَكَانُوْا يُرْسِلُوْنَ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اَلْبَانِهَا فَيَسْقِيْنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۴۹۲: حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ اے میرے بھانجے ہم
چاند کی طرف دیکھتے پھر ایک اور چاند پھر ایک اور چاند یعنی دو مہینے میں تین دن چاند گزر جاتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا اے خالہ پھر آپ کا گزارا کس چیز سے ہوتا؟ آپ نے فرمایا دو
سیاہ چیزیں یعنی کھجور اور پانی البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاری پڑوسی جن کے دودھ والے جانور تھے وہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ بھیج دیتے پس آپؐ ہمیں بھی پلا دیتے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ❁ عروة: یہ عائشہ صدیقہؓ کے بھانجے ہیں۔ ان كنا ننظر ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ الهلال چاند۔ ابتداء ماہ
میں دو رات تک ہلال کہلاتا ہے اور ۲۶' ۲۷ کی رات کا چاند بھی ہلال کہلاتا ہے۔ تین اور چھبیس کے درمیان کا چاند قمر کہلاتا ہے
۔(المصباح) بقول جوہری پہلی تین رات تک ہلال۔ پھر قمر کہلاتا ہے۔ ہلال کی جمع اہلة: آتی ہے۔ جیسے ''سنان واسنة''
ہلال کا ترجمہ مہینہ ہے یہ بعض کا قول ہے بقول ابن النحوی ہلال کو ہلال کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کی اطلاع دیتے ہوئے
آواز بلند کرتے ہیں۔ (ارشادات المحتاج الي لغات المنهاج) بقول سہروردی جب گولائی میں آئے تو قمر ہے بعض
نے کہا جب جوبن پر ہو تو قمر ہے۔ (شرح المصابیح) یہاں مراد مہینے کا ابتدائی دن ہے۔ ثم دونوں چاندوں میں طویل فاصلہ

ہے اسلئے لائے۔قرآن مجید میں اس کی بجائے ایاماً لعدودات فرمایااس کی حکمت یہ ہے تا کہ شہریاتیں کو بوجھ نہ سمجھیں۔
النحو :الھلال عطف کی وجہ سے مکسور ہے نری فعل کومحذوف مان لیں تو منصوب ہے۔ثلاثه اهلة فی شهرین نمبرا مبتداءفی شہرین خبر ہے نمبر۲ مبتدا محذوف ہی کی خبر ہےاور ظرف محل حال میں ہے۔ ہلال ثالث سے مراد ہلال شہر ہے کیونکہ مہینے کے اختتام پر تیسرے مہینے کی ابتداء ہوگی۔ معنی اس طرح وہ تین چاند ہوئے۔ قلت یا خالة منادیٰ مفرد کی وجہ سے ضم جائز ہے۔۲ مفتوح لو یا متکلم محذوف ہوگی۔ پہلے پر دلالت کے لیے کسرہ پر اکتفاء کیا گیا اور دوسرے کی صورت میں دوسری صورت میں خود فتحہ علامت ہے۔
فما کان یعیشکم ۔ بعض نسخوں میں ما یغنیکم ہے۔الاسودان التمر والماء صغاتی کہتے ہیں ان دونوں کو اسود کہہ دیا گیا کیونکہ کھجور سیاہی کی طرف مائل ہوتی ہے تغلیبا ایک صفت لائی گئی مگر ابوزید کہتے ہیں پانی کو بھی عرب اسود کہتے ہیں۔ بقول ابن حجر مدینہ منورہ کی کھجور کا غالب رنگ یہی ہے۔بعض متاخرین نے ان الفاظ کو مدرج مانا اور گرمی اور رات مراد لی مگر ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے۔ الاانه کان للنبی ﷺ جیران من الانصار ۔ابو ہریرہؓ کی روایت میں'' جزاهم الله خیراً کے الفاظ بھی ہیں۔
النحو :یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ جملہ محل نصب میں ہے۔ جیرن یہ جار کی جمع ہے۔قریب رہنے والا۔اس کے چند معانی ہیں نمبرا جس کا گھر قریب ہو نمبر۲ زمین میں حصہ دار خواہ زمین تقسیم کرنے والا ہو یا نہ ہو نمبر۳ دربان جو دوسرے کو پناہ دیتا ہے۔نمبر۴ طالب امان نمبر۵ حلیف نمبر۶ مددگار نمبر۷ خاوند نمبر۸ بیوی نمبر۹ سوتن (ابن ثعلب عن الاعرابی المصباح) الانصار ۔اوس وخزرج کو یہ اسلام نے لقب دیا۔منایح۔جمع منیحة یہ منحه سے اسم ہے۔بکری یا اونٹنی جو دودھ کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے کسی کو دے دی جائے ۔(المصباح) ان کی خبر ہو تو یہ جملہ معطوفہ ورنہ قد مضمر ہو تو یہ محل حال میں واقع ہے۔ فکانو ایرسلون الی رسول ﷺ من البانها۔ من تبعیضیہ نمبر۲ تبیینہ دوسرا زیادہ مناسب ہے۔فیقینا ابن اقبرس۔ان کی نیکی کو ظاہر کر دیا حالانکہ مخفی رکھنا چاہئے۔

الجواب: آپ ہدایت واقتداء کے امام ہیں تا کہ لوگ اس میں بھی اقتداء کریں اور دوسرے کا معمولی احسان بڑے لوگوں میں قابل قدر رہوتا ہے۔

تخریج: أخرجه البخاري (٢٥٦٧) ومسلم (٢٩٧٢) وابن حبان (٦٣٤٨)
الفرائد :خوش حالی میں تنگدستی کو یاد رکھنا تا کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی خوب قدر ہو۔

٤٩٣ :وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ مَرَّ بِقَوْمٍ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ شَاةٌ مُّصْلِیَّةٌ فَدَعَوْهُ فَاَبٰی اَنْ یَّاْکُلَ وَقَالَ : خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْیَا وَلَمْ یَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔
"مَصْلِیَّةٌ" بِفَتْحِ الْمِیْمِ :اَیْ مَشْوِیَّةٌ۔

۴۹۳: حضرت ابوسعید مقبری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کا گزر ان لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری تھی انہوں نے ان کو کھانے کی دعوت دی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور آپؐ نے جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ (بخاری)

مَصْلِيَّةٌ: بھنی ہوئی۔

تشریح ۞ سعد المقبری: یہ قبور کے مقامات کی طرف نسبت ہے۔ زیادہ فصیح لفظ یہی ہے۔ (لب لباب لسیوطی) ابن حجر کہتے ہیں کنیت ابوسعید یہ کبار تابعین سے ہیں۔ یہ ثقہ ہیں۔ موت سے چار سال پہلے ان میں تغیر آ گیا۔ ان کی عائشہؓ وام سلمہؓ سے روایت مرسل ہے اصحاب ستہ نے ان سے روایت لی ہے۔ شاة مصلية: ابوہریرہؓ کو بھنی بکری کی طرف دعوت ملی انہوں نے مسترد کر دی اور اس کو ترفہات سے خیال کیا اور اپنے آقا کی اتباع کی اسم مفعول بھنی ہوئی بکری۔ خرج في الدنيا: اس میں اعراض کی وجہ ذکر کی کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ ولم يشبع من خبز الشعير جو کی روٹی سے پیٹ بھر کبھی نہ کھایا ابوالہیثم کی روایت میں شبعوا کے الفاظ اس کا مطلب کھجور و گوشت سے سیر ہو گئے۔ ② مکمل پیٹ بھرنے کی نفی ہے۔ جیسا پیٹو لوگ کرتے ہیں اور جس کا اثبات ہے وہ اتنی مقدار ہے جو کفایت کرنے والی ہو۔ ③ آپ مہمان بنے اور میزبان کی خوشی کے لیے آپ نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔

تخریج: أخرجه البخاری (٥٤١٤)

الفرائد: صحابہ کرامؓ کو آپ ﷺ کی حالت بہت زیادہ متاثر کرتی تھی وہ آپ کے طریقے کی اتباع میں اپنے آپ کو دوسروں سے الگ رکھنے والے نہ تھے۔

۞ ۞ ۞

٤٩٤ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَمْ يَاْكُلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ حَتّٰى مَاتَ ، وَمَا اَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ - وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ : وَلَا رَاٰى شَاةً سَمِيْطًا بِعَيْنِهٖ قَطُّ۔

۴۹۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میز پر بیٹھ کر کھانا نہیں کھایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدے کی روٹی کھائی یہاں تک کہ آپؐ نے وفات پائی۔ (بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی دونوں آنکھوں سے بھنی ہوئی بکری دیکھی۔

تشریح ۞ خوان: دستر خوان جب تک اس پر کھانا نہ ہو۔ مرققا بنرم ورٹی رقیق نرم کرنا۔ ۲) بافراغت ابن اثیر میدے کی روٹی (کعک) مرفق بڑی اور پتلی روٹی۔ (پوری جو حلوے کے ساتھ کھاتے ہیں) رقیق اور رقاق طویل اور طوال کی طرح دونوں مستعمل ہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں۔ خفیفت وہلکی پھلکی روٹی کو کہتے ہیں رقاق وہ لکڑی جس سے اس روٹی کو رقیق بنایا جاتا ہے گویا اسی کے نام سے اس کا نام رکھ دیا۔ یہ نہایہ کے قریب کلام ہے۔

حتی مات : ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نبوت سے پہلے اور بعد اپنے ہاں یا کسی دوسرے کے ہاں ایسی روٹی نہیں کھائی ۔جیسا بخاری کی اس روایت میں ہے۔"فما اعلھم النبی ﷺ رای لاغیفا مرققا حتیٰ لحق باللہ" السحیط وہ بکری جس کے بال گرم پانی سے زائل کر لیں اور جلد کے اندر اس کے گوشت کو پکایا جائے ۔یہ خوش عیش لوگوں کا کام ہے۔لم یر سے مراد اپنے دسترخوان پر۔کیونکہ اگر یہ عرب میں رائج نہ ہوتی تو اس کی تعریف نہ کی جاتی ۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١٢٢٩٨) والبخاری (٨٣٨٥) وابن ماجه ٣٣٠٩) وابن حبان ٦٣٥٥) والترمذی (٢٣٦٣) وفی الشمائل (١٥٢) وابیهقی (١/٣٤٢)

الفوائد : آپ ﷺ نے میانہ روی کی زندگی گزاری' جس میں ازالہ بھوک کا حصہ غالب ہے۔وفات شریفہ تک یہ عمل اپنائے رکھا۔

٤٩٥ :وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :لَقَدْ رَاَيْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَاُ بِهٖ بَطْنَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"الدَّقَلُ" :تَمْرٌ رَدِیْءٌ۔

۴۹۵: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے تمہارے پیغمبر ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپؐ کو ادنیٰ کھجور اتنی تعداد میں میسر نہ تھی کہ جس سے اپنا پیٹ بھریں۔(مسلم)

الدَّقَلُ :ادنیٰ قسم کی کھجور۔

تشریح ۞ نعمان بن بشیرؓ: یہ باپ بیٹا صحابی ہیں ۔لقد: یہ لام وہی ہے جو اس آیت میں ہے"ولقد علمتم" ابو حیان کہتے ہیں نام ابتدائیہ تاکید کے لیے مفید ہے ۔اس سے پہلے قسم کو مقدر ماننا بھی درست ہے اور نہ بھی ہو تو درست ہے ۔ابن حاجب کہتے ہیں اس کے ساتھ مبتداء کا وجود ضروری ہے ۔زمخشری نے آیت "ولسوف یعطیك ربك "میں لکھا کہ لام ابتداء مبتداء وخبر پر آتی ہے اور لا اقسم "میں کہا لام ابتدائیہ مبتداء محذوف پر داخل ہوتی ہے۔لام قسم یہاں مقدر نہیں کیونکہ اس کے ساتھ نون کا آنا زمخشری کے ہاں لازم ہے اور اسی طرح اس کے خیال میں" ولسوف "میں تقدیر عبارت اس طرح ہے ولانت سوف مگر ابن حاجب کہتے ہیں کہ یہ لام تاکید ہے ۔(ابو حیان فی النھر)رایت نبیکمﷺ ① رویت بصر مراد ہے اور جملہ ومایجد من الدقل یہ محل حال میں ہے۔② رؤیت سے علم مراد ہے اور جملہ مفعول دوم ہے اور اس پر واؤ خبر کان کے ساتھ ملانے کے لیے لگایا گیا ہے یہ اخفش کا قول ہے اور مخاطبین کی طرف نبی ﷺ کی نسبت وہ اضافہ تشویق کے لیے ہے اس لیے نبیی و نبیکم نہیں کہا۔خالد بن ولیدؓ نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا جب خالد نے اس کو کہا کان صاحبکم یقول کذا تو اس نے کہا صاحبنا ولیس بصاحبك پس اس کا قتل فقط اس لفظ پر نہ تھا بلکہ جب ان کو تاکید سے اس کا ارتداد معلوم ہوا۔جس نے اس کے خون کو مباح کر دیا۔دقل :ردی کھجور۔

تخریج :مسلم 'ابن ماجہ۔

الفرائد :آپ ﷺ آخرت کے اعمال میں مشغولیت کی وجہ سے بھوک کی تکلیف اٹھاتے تھے۔

٤٩٦ :وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :مَا رَاى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَقِيَّ مِنْ حِيْنِ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى- فَقِيْلَ لَهُ :هَلْ كَانَ لَكُمْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَنَاخِلُ؟ قَالَ مَا رَاى رَسُوْلُ اللّٰهِ مُنْخُلًا مِّنْ حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ' فَقِيْلَ لَهُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَاْكُلُوْنَ الشَّعِيْرَ غَيْرَ مَنْخُوْلٍ؟ قَالَ: كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنَنْفُخُهُ فَيَطِيْرُ مَا طَارَ وَمَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُ-

قَوْلُهُ "النَّقِيّ" هُوَ "بِفَتْحِ النُّوْنِ وَكَسْرِ الْقَافِ وَتَشْدِيْدِ الْيَآءِ" وَهُوَ الْخُبْزُ الْحُوَّارِى وَهُوَ الدَّرْمَكُ – قَوْلُهُ "ثَرَّيْنَاهُ" هُوَ بِثَاءٍ مُّثَلَّثَةٍ ثُمَّ رَآءٍ مُّشَدَّدَةٍ ثُمَّ يَاءٍ مُّثَنَّاةٍ مِّنْ تَحْتُ ثُمَّ نُوْنٍ" اَىْ بَلَّلْنَاهُ وَعَجَنَّاهُ-

۴۹۶: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت سے وفات تک چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں دیکھی۔ ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمہارے پاس چھلنیاں تھیں؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے لے کر وفات تک چھلنی کو دیکھا تک نہیں۔ ان سے پوچھا گیا پھر آپ بغیر چھنے ہوئے جو کی روٹی کیسے کھاتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا ہم اس کو پیس کر پھونک مارتے پس اس میں سے جو اُڑنا ہوتا اُڑ جاتا اور جو باقی رہتا ہم اس کو گوندھ لیتے۔ (بخاری)

النَّقِيّ :میدے کی روٹی۔

ثَرَّيْنَاهُ :ہم اس کو تر کر کے گوندھ لیتے یعنی ہم اس کو بھگو لیتے اور نرم کر کے آٹا گوندھتے۔

تشریح ۞ النقی: چھنا ہوا آٹا۔ دیکھنے کی نفی سے کھانے کی خود نفی ہوگئی۔ ابتعثہ اللّٰہ بعثت کے زمانہ سے۔ تا مبالغہ کے لئے ہے۔ قبضه الله :وفات دیکر دار آخرت کی منتقل کرنا۔ فی عهد زمانہ مناخل جمع منخل قیاسا یہ منخل چاہئے یہ خلاف قیاس ہے ۔منخلامن حین ابتعثه الله تعالیٰ منخل مفتوح کیونکہ کی طرف مضاف ہے۔ شاید اس سے بچپن کے سفر شام کو نکالنا مقصود ہو۔ شام میں یہ روٹی کثرت سے کھائی جاتی ہے اور چھلنیاں بھی اس زمانہ میں وہاں ضرور پائی جاتی تھیں۔ قیل له قائل معلوم نہیں ہوا۔ غیر منخول یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ تعجب کی وجہ اس میں چھان کی کثرت ہے جو گلے میں پھنس سکتا ہے۔ نطحنه :پیسنا ما بقی سے پھونک مارنے کے بعد جو رہ جاتا وہ مراد ہے۔ الحواری سفید روئی الدومك سفید آٹا۔ اعبلال پانی و دودھ کا گھونٹ جس سے حلق تر کر سکیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢٢٨٧٧) والبخاری ٥٤١٠) والترمذی (٢٣٦٤) وابن ماجه (٣٣٣٥) وابن حبان (٦٣٤٧) والطبرانی (٥٧٩٦)

الفوائد :قسما قسم کے کھانوں میں مشغولیت آخرت سے مشغولیت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

٤٩٧ : وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ فَاِذَا هُوَ بِاَبِىْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ :مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ "قَالَا الْجُوْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ – قَالَ وَاَنَا وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَاَخْرَجَنِى الَّذِىْ اَخْرَجَكُمَا قُوْمَا" فَقَامَا مَعَهٗ فَاَتٰى رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُوَ لَيْسَ فِىْ بَيْتِهٖ ' فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ قَالَتْ :مَرْحَبًا وَّاَهْلًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيْنَ فُلَانٌ؟ قَالَتْ :ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَآءَ اِذْ جَآءَ الْاَنْصَارِىُّ فَنَظَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَصَاحِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ :اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا اَحَدٌ الْيَوْمَ اَكْرَمَ اَضْيَافًا مِّنِّىْ" فَانْطَلَقَ فَجَآءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيْهِ بُسْرٌ وَّ تَمْرٌ وَّ رُطَبٌ فَقَالَ :كُلُوْا وَاَخَذَ الْمُدْيَةَ ' فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ فَذَبَحَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوْا – فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوْا وَرَوُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :لِاَبِىْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَتُسْاَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمُ الْجُوْعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰى اَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيْمُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهَا "يَسْتَعْذِبُ" : اَىْ يَطْلُبُ الْمَآءَ الْعَذْبَ وَهُوَ الطَّيِّبُ وَالْعِذْقُ بِكَسْرِ الْعَيْنِ وَاِسْكَانِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ الْكِبَاسَةُ وَهِىَ الْغُصْنُ۔ "وَالْمُدْيَةُ" بِضَمِّ الْمِيْمِ وَكَسْرِهَا :هِىَ السِّكِّيْنُ "وَالْحَلُوْبُ" ذَاتُ اللَّبَنِ – وَالسُّؤَالُ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ سُؤَالُ تَعْدِيْدِ النِّعَمِ لَا سُؤَالُ تَوْبِيْخٍ وَّتَعْذِيْبٍ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ – وَهٰذَا الْاَنْصَارِىُّ الَّذِىْ اَتَوْهُ هُوَ اَبُو الْهَيْثَمِ بْنُ التَّيِّهَانِ ' كَذَا جَآءَ مُبَيَّنًا فِىْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِىِّ وَغَيْرِهٖ۔

۴۹۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن یا ایک رات کو گھر سے باہر نکلے پس اچانک ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آپؐ کی ملاقات ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں اس وقت تمہارے گھروں میں کس چیز نے نکالا؟ دونوں نے عرض کیا یارسول اللہ بھوک نے۔ آپؐ نے فرمایا میں بھی۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے بھی اسی چیز نے نکالا جس نے تم دونوں کو نکالا۔ پس اٹھو وہ دونوں آپؐ کے ساتھ چل دیے۔ پس آپؐ ایک انصاری کے ہاں تشریف لائے وہ اس وقت اپنے گھر میں نہیں تھا۔ جب ان کی بیوی نے آپؐ کو دیکھا تو مَرْحَبًا اور اَهْلًا وَّسَهْلًا کہا آپؐ نے اس کو فرمایا کہ فلاں کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے کے لئے گئے ہیں اسی دوران وہ انصاری آ گیا چنانچہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا پھر کہا الحمد للہ آج مجھ سے زیادہ مہمانوں کے لحاظ سے عزت والا کوئی نہیں پھر وہ گیا اور کھجور کا ایک خوشہ لایا جس میں گوری خشک اور تر کھجوریں تھیں اور کہا کھایئے۔ پھر چھری لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔ پس اس نے ان کے لئے بکری ذبح کی۔ پس انہوں نے بکری کا گوشت اور اس خوشے میں سے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ جب شکم سیر ہوگئے اور سیراب ہوگئے تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مخاطب کر کے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم سے ضرور وان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ بھوک نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا پھر تم گھروں میں نہیں لوٹے یہاں تک کہ تمہیں اللہ نے یہ نعمتیں پہنچادیں۔ (بخاری)

يَسْتَعْذِبُ : خوشگوار پانی لینے گئے۔

الْعَذْبُ : میٹھا پانی۔

الْعِذْقُ : شاخ۔

الْمُدْيَةُ : چھری۔

الْحَلُوْبُ : دودھ والا جانور۔

السُّؤَالُ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمُ : اس سوال سے مراد نعمتوں کا شمار کروانا ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ اور سزا دینے کے لئے سوال مراد نہیں۔ یہ انصاری ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ ترمذی کی روایت میں واضح طور پر آیا ہے۔

تشریح ۞ **ذات یوم**: دراصل دن کا وقت تھا۔ مراد مطلق وقت ہے۔ او شک راوی ہے۔ **فاذا لعوبابی بکر وعمر**۔ جب اچانک آپ نکلے تو ان کو دیکھ پایا۔

النحو : ہو مبتداء اور باقی خبر ہے۔ **هذه الساعة** اس وقت تمہاری عادت گھر سے نکلنے کی نہ تھی کیونکہ نماز کا تو وقت نہیں اور نہ کسوف کا وقت ہے۔ ⑵ اور بھی کو حادثہ کی صورت نہیں۔ **قالا الجوع الجوع مبتداء** اور اس کی خبر جملہ محذوفہ اخرجنا ہے۔ ⑵ فاعل فعل محذوف اخرجنا۔ **قال وانا والذی نفس بیده** ومسانفہ ہے اور شمائل کی روایت میں ''**قال ابو بکر خرجت للقاء رسول ﷺ والنظرفی وجهه والسلام علیه 'فلم یلبث ان جاء عمر فقال ماجاء بك یا عمر؟ قال الجوع یا رسول الله قال رسول ﷺ قدوجدت بعض ذلك**'' ممکن ہے کہ صدیقؓ اس روایت میں مذکورہ بات کہی اور شمائل والی مذکورہ بالا روایت والی بات بھی کہی ہو اور مصطفیٰ ﷺ کی ملاقات اور دیدار اور سلام کو ازالہ بھوک کا زریعہ قرار دیا جیسا کہ آپ ﷺ نے صوم وصال کے سلسلہ میں فرمایا۔ ''**انی اظل عند ربی یطعمنی ویسقینی**'' ایک قول یہ بھی ہے **والذی** یہ قسم کے الفاظ سامع کی تاکید کے لیے مستحب ہیں۔ **لاخرجنی الذی اخرجکما**: ترمذی نے شمائل میں ''**وانا وجدت بعض زلك**'' مجھے بھی کچھ بھوک کا احساس ہے۔ اشرف الوسائل میں لکھا ہے کہ شاید انہوں نے دونوں باتیں فرمائیں۔ امام محمد مرجانی سے منقول ہے کہ ''**الذی اخرجکما**'' یہ مبہم الفاظ ہیں ظاہری مراد اس سے بھوک ہے۔ کیونکہ وہی نکلنے کا سبب بنی اس لیے الذی سے تعبیر کر دیا جو کہ سبب ومسبب پر صادق آتا ہے۔ تا کہ ظاہر حال میں ان کو شریک فرمائیں تذکرہ جوع والی وحشت کا ازالہ ہو جائے ابن علان کہتا ہے کہ شیم کریمانہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی معنی ہے۔ '**واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنین**)**تقی فاسی**) اس کو تو علم بدیع میں توجیہ کہتے ہیں جیسے یہ شعر۔ **خاط لی عمر وقباء لیت عینیه سواء**: دعا وبدعاء کا محتمل ہے۔ **فقاموا** وہ فوراً اٹھ کر آپ کے ساتھ چل دیئے۔ **فاذاهو لیس فی بیته**: اچانک تشریف آوری تھی **نحو** : ہو مبتداء جملہ اس کی خبر ہے۔ وہ گھر میں موجود نہ تھے۔ جب ان کی بیوی نے دیکھا۔ رؤیت :سے آنکھوں سے دیکھنا مراد ہو شاید وہ آپ کے لیے محارم سے ہوں۔ (ابوایوب انصاری والا واقعہ

ہوتو وہ آپ کے دادا کے ننھال سے تھے) (۲) رؤیت علم کے معنی میں ہوتو دوسرا محذوف دلالت مقام کی وجہ سے محذوف ہوا۔ مقبلاً ۔المرآة یہ تمرۃ کے وزن پر ہے اور ہمزہ کی حرکت تا کو منتقل کر سکتے ہیں اور ہمزہ حذف ہو جائے مرۃ بروزسنة اور اس میں امرأۃ بھی اسی طرح استعمال کرتے ہیں جیسے مرأۃ بعض اوقات امرأ بغیر ہا کے بولتے ہیں جب کہ قرینہ ہو کسائی کہتے ہیں میں نے ایک فصیح عربی عورت سے سنا۔''انا امرأ اريد الجير'' اس کی جمع نساء ونسوۃ بغیر لفظ کے آتی ہے (المصباح) قالت مرحبا ای وجدت منزلا رحباً تم نے وسیع مکان میں قدم رکھا۔ واھلاً واتسنم اھلاً۔ایک روایت میں کہ آپ نے دومرتبہ سلام کیا اس نے جواب نہ دیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹنے کا ارادہ فرمایا۔پھر اس سے جواب دیا اور معذرت پیش کی اس سے میرا مقصد آپ کی کثرت دعا کا حصول تھا۔شاید اس سے دل میں یہ بات کہی ہو۔پھر آپ کو بتلائی۔این فلان یہ اجناس کے متعلق کلام کے لیے کنایۃ استعمال ہوتا ہے۔

(بیضاوی' الکاشف' ابن السراج) (تہذیب نووی)

ازجاء الانصاری اذ: ممکن ہے مفاجات کے لیے ہو۔(نباء رسوله ابن علان النائم من سنه نومه)۔

فنظ الی رسول ﷺ وصاحبیه : آنے کے بعد اچانک اس کی نگاہ آپ پر اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر پڑی۔(۲) اس پر تجلی ربانی پڑی تو اس نے وجہ نہ جانی پھر اچانک اس کی نگاہ مشکوۃ نبوت اور ان کے دو صاحبین پر پڑی اور وجہ معلوم ہوئی۔ثم قال: دل میں خوشی اور مرحبا کہنے کے بعد کہ آپ میرے غریب خانے پر تشریف لائے ہیں۔کہنے لگا الحمد للہ۔اللہ تعالیٰ کا شکر یہ لازم ہے تا کہ انعام باقی رہے۔مااحدالیوم اکرم اضیافامنی: یہ جملہ مستانفہ ہے جو داعیہ حمد کو بیان کرنے کے لیے لائے اس میں اس صحابی کی کمال فضیلت اور عظیم معرفت کی خبر ملتی ہے ایک شاندار مگر مختصر جامع کلمہ کہا۔ ماحجازیہ ہے اکرم اس کی خبر ہے ظرف ما کے مدلول کی نفی کے لیے ہے۔ای انتفی وجدان احدالیوم اکرم: یہ کرم سے ہے جس کا معنی سخاوت ہے اس حدیث میں یہی معنی ہے۔''ایاك و کرائم اموالھم''ان کے عمدہ مالوں کو مت چھیڑنا۔اضیافاً یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے اور منی یہ اکرم کے متعلق ہے آج کے دن مجھ سے زیادہ مہمانوں کے لحاظ سے کوئی عزت والا نہیں:''فانطلق'' وہاں سے وہ چلدیا۔فجاء ھم بعذق: ترمذی میں اس کی بجائے ''بقنو'' کے الفاظ ہیں عذق کھجور کی ٹہنی:''بسر''کھجور کا جو پھل پیلے رنگ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔تمر کا لفظ بقول جوہری کھجور کے پھل کے درجات یہ ہیں۔(۱) طلع ۔(۲)۔خلال۔ (۳) بلح۔(۴)۔بسر (۵)۔رطب (۶) تمر۔(الجوہری فی الصحاح) بسر کی واحد بسرۃ اور جمع بسرات وبر ہے۔عرب کہتے ہیں ابزالنخل کھجور بسر والی ہوگئی۔تمر کھجور کے درخت کا پھل جیسے انگور کی بیل کا پھل زبیب کہلاتا ہے۔تمام اہل لغت کہتے ہیں خشک کھجور کو تم کہا جاتا ہے۔خواہ درخت پر خشک ہو یا کاٹ کر دھوپ میں خشک کی جائیں اس کا واحد تمرۃ جمع تمور اور تمران آتا ہے۔تمر کا لفظ مذکر ومونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔(المصباح) رطب خشک ہونے سے پہلے کھجور کا پھل جب پک جائے اس کی جمع رطاب جیسے کلبة و کلاب آتی ہے۔کلوا: ترمذی میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''افلا تنقیت؟ فقال یا رسول اللہ :انی اردت ان تختاروا من رطبه وبسره' فاکلوا وشربوا'' میری تمنا یہ تھی کہ آپ خود انتخاب فرمائیں۔''واخذالمدھة'' چھری لی:''ایاك والحلوب''اے احزرقلدقی نفسك الحوب''عامل اور فاعل کو وجوباً حذف کیا گیا اور مفعول ذکر کیا گیا۔پھر مضاف اول کو حذف کیا اور ثانی کو قائم مقام لائے اوہ منصوب ہوا پھر ثانی

کو اور ثالث کو اس کے قائم مقام لائے وہ منصوب ہو اور ضمیر منفصل لائے کیونکہ متصل لا نہیں سکتے۔(التوضیح لابن ہشام)
آپ ﷺ کی ممانعت شفقت کے طور پر تھی تا کہ ان کے اہل وعیال دودھ سے محروم نہ ہو جائیں۔اس کو نہی ازشاد کہتے ہیں اس کی مخالفت اکرام ضیف کے پیش نظر گناہ نہیں۔یہ اپنے حق کو قربان کرنا ہے۔"**من اشاة و من ذلك العذق**"من تبعیضیہ ہے کہ باوجود داعیہ اور مزید حاجت کے اس میں سے مناسب استعمال فرمایا
"**شربوا فلما شبعو اورووا**" میٹھا پانی پیا اور سیر ہو گئے۔رووا: اصل میں "**رویوا بروزن علموا**" تھا۔نفسی بیدہ میری روح کا قبض کرنا جس کی قدرت میں ہے: "**لتسالن**"فعل مجہول بانون ثقلیلہ ہے: "**عن هذا النعيم يوم القيامة**" استیناف بیانی ہے: "**اخرجكم من بيوتكم الجوع**" بھوک کی طرف نکالنے کی اضافت مجاز عقلی ہے: "**ثم لم ترجعوا**" یہ معروف ہی بہتر ہے۔**النعیم**: کھانا اور پینا (مسلم): "**یستعذب**"۔میٹھا پانی لانا۔الکباسہ کھجور کا گچھہ جمع کبائس ہے: "**السکین**" یہ بطور شاذ مؤنث استعمال ہوتا ہے۔اس کو سکین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مذبوح کو ساکن کر دیتا ہے۔**توبیخ**: ڈانٹ ڈپٹ۔

ابن قسیم کا قول۔قیامت کے مستویت کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہر ایک سے یہ پوچھا جائے گا کہ آیا اس نے واجب شکر کو ادا کر کے اطاعت میں اس سے مدد لی یا نہیں تو گویا پہلا سوال سبب استخراج سے متعلق ہے اور دوسرا محل صرف سے متعلق ہے۔(ابن قسیم) آپ ﷺ نے کھانے والوں کی راہنمائی فرمائی کھا کر غفلت کا شکار نہ ہوں بلکہ نعمتوں کو تذکرہ آخرت کا ذریعہ بنائیں: "**هذا الانصاری**" سے مراد ابوالہیثم بن تیہان اوسیؓ ہیں جیسا ترمذی کی روایت میں واضح موجود ہے۔ایک روایت جس کو شرح الاذکار میں ابن حجرؒ نے ذکر کیا وہ ابوایوب انصاری سے متعلق ہے۔اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: "**اذا اصبتم مثل هذا فضربتم التواضيح الابن هشام**" **بايد يكم فقولوا۔ باسم الله وببركة الله**" واذا شبعتم **فقولوا الحمد لله الذى اشبعنا وارووانا وانعم علينا وافضل**" پس یہ کفاف بن جائے گا۔یہ حدیث غریب ہے کیونکہ تسمیہ وحمد آخر میں ہے۔② مشہور روایات میں یہ قصہ ابوالہیثمؓ کا مذکور ہے۔مگر دو واقعے ہونے عین ممکن ہیں۔طبرانی و ابن حبان نے ابوایوبؓ کی طرف نسبت کی ہے۔(اشرف الوسائل)

تخریج: أخرجه مسلم (٢٠٣٨) وبلفظ قريب أخرجه الترمذى (٢٣٧٩) وكذا ابن حبان (٥٢١٧) والطبرانى فى "الصغير" (١٨٥)

الفرائد: ① آپ ﷺ پر فتح خیبر کے بعد وسعت تو ہو گئی۔آپ ﷺ محتاج لوگوں کی مدد سرایا کی تیاری دیگر وجوہ بر دخیر میں مال خرچ کرنے کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے اسی لیے بسا اوقات فاقہ کی نوبت آتی، مگر اس کی اطلاع شاذ و نادر کسی کو ہوتی آپ ﷺ کے صاحبین اور دیگر صحابہ کا بھی یہی حال تھا۔

۴۹۸ : وَعَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرِ الْعَدَوِيِّ قَالَ خَطَبَنَا عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ وَكَانَ اَمِيْرًا عَلَى الْبَصْرَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ اٰذَنَتْ بِصُرْمٍ وَّوَلَّتْ حَذَّاءَ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ ، يَتَصَابُّهَا صَاحِبُهَا ، وَاِنَّكُمْ مُنْتَقِلُوْنَ مِنْهَا اِلٰى دَارٍ لَا زَوَالَ لَهَا فَانْتَقِلُوْا بِخَيْرِ مَّا بِحَضْرَتِكُمْ فَاِنَّهُ قَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِىْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ عَامًا لاَّ يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللّٰهِ لَتُمْلَاَنَّ اَفَعَجِبْتُمْ؟ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ عَامًا وَّلَيَاتِيَنَّ عَلَيْهَا يَوْمٌ وَّهُوَ كَظِيْظٌ مِّنَ الزِّحَامِ وَلَقَدْ رَاَيْتُنِىْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى قَرِحَتْ اَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُّ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِىْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا فَمَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَصْبَحَ اَمِيْرًا عَلٰى مِصْرٍ مِّنَ الْاَمْصَارِ وَاِنِّىْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ فِىْ نَفْسِىْ عَظِيْمًا وَّعِنْدَ اللّٰهِ صَغِيْرًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهُ "اٰذَنَتْ" هُوَ بِمَدِّ الْاَلِفِ : اَىْ اَعْلَمَتْ - وَقَوْلُهُ "بِصُرْمٍ" هُوَ بِضَمِّ الصَّادِ : اَىْ بِانْقِطَاعِهَا وَفَنَائِهَا - قَوْلُهُ :"وَوَلَّتْ حَذَّآءَ هُوَ بِحَاءٍ مُّهْمَلَةٍ مَّفْتُوْحَةٍ ثُمَّ ذَالٍ مُّعْجَمَةٍ مُّشَدَّدَةٍ ثُمَّ اَلِفٍ مَّمْدُوْدَةٍ :اَىْ سَرِيْعَةً ، وَالصُّبَابَةُ بِضَمِّ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ - اَلْبَقِيَّةُ الْيَسِيْرَةُ وَقَوْلُهُ "يَتَصَابُّهَا" هُوَ بِتَشْدِيْدِ الْبَآءِ قَبْلَ الْهَاءِ :اَىْ يَجْمَعُهَا۔ "وَالْكَظِيْظُ" :اَلْكَثِيْرُ الْمُمْتَلِئُ - وَقَوْلُهُ "قَرِحَتْ" هُوَ بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ الرَّآءِ :اَىْ صَارَتْ فِيْهَا قُرُوْحٌ۔

۴۹۸: حضرت خالد بن عمیر عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں عتبہ بن غزوان جو بصرہ کے گورنر تھے انہوں نے خطبہ دیا۔ پس اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر کہا امابعد! دنیا نے اپنے ختم ہونے پر اعلان کر دیا اور تیزی سے منہ پھیر کر چلی اور اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے تلچھٹ کے جیسے برتن کی تلچھٹ ہوتی ہے جس کو برتن والا سمیٹتا ہے اور بے شک تم اس سے منتقل ہو کر ایک ایسے گھر میں جاؤ گے جس کو زوال نہیں پس تم اپنے پاس موجود چیزوں میں سے سب سے بہتر چیز کے ساتھ منتقل ہو۔ ہمارے سامنے ذکر کیا گیا کہ ایک پتھر جہنم کے کنارے سے ڈالا جائے گا وہ اس میں ستر سال تک گرتا رہے گا پھر بھی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچے گا۔ اللہ کی قسم وہ جہنم بھر دی جائے گی کیا تمہیں تعجب ہے؟ تحقیق ہمارے سامنے بیان کیا گیا کہ جنت کے دو کواڑوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے اور اس پر یقیناً ایک دن ایسا آئے گا وہ انسانوں کی بھیڑ سے بھری ہوئی ہوگی۔ تحقیق میں نے اپنے آپ کو ساتوں میں ساتواں آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پایا۔ ہمارے پاس ایسا وقت بھی نہیں تھا کہ کھانے کی کوئی چیز درخت کے پتوں کے سوا نہ تھی۔ یہاں تک کہ ہماری باچھیں زخمی ہوگئیں پس اسی دوران مجھے ایک چادر مل گئی تو میں نے اسے اپنے اور سعد بن مالک کے درمیان دو حصوں میں کر لیا آدھے کو میں نے چادر کے طور پر باندھ لیا اور نصف کو حضرت سعد

نے چادر بنالیا۔لیکن آج ہم میں سے ہر شخص اس طرح ہو گیا کہ وہ کسی نہ کسی چیز کا حاکم ہے۔میں اللہ جل جلالہ کی اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے ہاں اپنے آپ کو بڑا سمجھوں اور اللہ جل جلالہ کے ہاں چھوٹا۔(مسلم)

آذَنَتْ : اعلان کر دیا۔

بِصُرْمٍ : انقطاع وفناء۔

وَوَلَّتْ حَذَّآءَ : تیزی سے جانے والی۔

الصُّبَابَةُ : معمولی بچا ہوا تلچھٹ۔

يَتَصَابُّهَا : وہ اس کو جمع کرتا ہے۔

الْكَظِيظُ : بہت پُر بھرا ہوا۔

قَرِحَتْ : زخمی ہونا یعنی اس میں زخم ہو گئے۔

تشریح ۞ خالد بن عمر: یہ خالد بن عمیر ہے نہ کہ عمر نا سخین سے غلطی ہو گئی ہے۔یہ خالد کبار تابعین سے ہیں۔بعض نے ان کو مخضرم صحابہ میں لکھا ہے۔مسلم و ترمذی نے شمائل میں ان سے روایت لی ہے اور نسائی و ابن ماجہ نے بھی (لب اللباب للاصفہانی) ترمذی نے ان سے کوئی روایت نقل نہیں کی۔

عتبہ بن غزوان: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔بن وہب بن نسیب بن زید بن مالک بن حارث بن عوف بن مازن منصور بن عکرمہ بن خصمہ بن قیس عیلان ان کی کنیت ابو عبداللہ اور بعض نے ابو غزوان نقل کی ہے۔واقدی لکھتے ہیں۔ان کا قد لمبا' چہرہ خوبصورت' قدیم الاسلام ہیں۔حبشہ کی طرف بھی ہجرت کی یہ مشہور تیر انداز تھے انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے چار روایات نقل کی ہیں۔صحاح ستہ میں ان کی صرف یہی روایت ہے۔حاکم نے ان کی یہ روایت نقل کی ہے:"ان النبی ﷺ قال یوماً لقریش "هل فیکم احد غیر کم؟ قالوا ابن اختنا عتبة بن غزوان قال النبی ﷺ ابن اخت القوم منهم" بہت غریب روایت ہے۔اس کی سند عظیم ہے۔شیخ ابوالعباس القرطبی کہتے ہیں عتبہ مازنی یہ بنی نوفل کے حلیف' قدیم الاسلام تھے۔انہوں نے ہجرت کی اور بدر میں اور تمام غزوات میں شرکت کی۔عمرؓ نے ان کو ایک لشکر کا امیر بنایا اور عراق کی طرف روانہ فرمایا انہوں نے ابلہ اور بصرہ کے گاؤں معدن بنی سلیم کو فتح کیا۔ان کی وفات مقام ربذہ میں ہوئی۔یہ ابن اعدائی کا قول ہے اور جس کو دیباجہ للامیری میں نقل کیا ہے۔(المفہم للقرطبی) ابوسعید سمعانی رقمطراز ہیں۔بصرہ کو قبۃ الاسلام' خزانۃ العرب کہا جاتا ہے۔عتبہ بن غزاون نے سنہ ۱۷ھ میں فاروق اعظم کے حکم سے اس کی تعمیر و آبادی کی ۱۸ھ میں لوگ یہاں مقیم ہوئے۔اس زمین پر کبھی پتھر کی پوجا نہیں کی گئی۔(المطالع) **کان امیرا علی البصرۃ:** ① یہ قال کا مقولہ ہے۔② خطب کی ضمیر فاعلی سے حال ہے جب کہ قد مضمر مانیں۔**فحمد اللہ واثنی علیہ:** اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور تحمید کے کلمات کہے۔دونوں کو عطف کر کے اشارہ کر دیا کہ اس کی حمد خوب طویل کرنی چاہیے۔**فخطب** کی فا ترتیب ذکری کے لیے ہے۔جیسے کہتے ہیں "**توضأ زید فغل وجهه**" آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خطبہ میں لاتے تھے راوی نے ۴۰ اسناد سے یہ روایت ذکر کی ہے۔(فتح الباری)

اما بعد: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے لائے: "**بصرم**" حالات کی تبدیلی اس کے حدوث کی علامت ہے اور حادث

عدم کو ضرور قبول کرنے والا ہے۔

حذاء: منقطع ہونے والی ہے بھٹ تیتر کو قطاۃ کہنے کی وجہ اس کی دم کا کٹا ہوا ہونا ہے۔ عرب کہتے ہیں حمار احذ: جب اس کی دم چھوٹی سی ہو۔ (ابو عبیدہ) مطلب یہ ہوا کہ دنیا جلد منقطع ہونے والی ہے۔ صبابۃ کصبابۃ الاناء: برتن کی تلچھٹ، بچا ہوا پانی وغیرہ قیامت کے قرب کو آپ ﷺ نے اس طرح ذکر فرمایا 'بعثت انا والساعة کهاتین" اور آپ نے اپنی دو انگلیاں وسطی اور مسبحہ سے اشارہ فرمایا۔ "فانتقلوا بخیر مابحضرتکم" دنیا سے تم نیک اعمال اور نیکیاں جمع کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے جاؤ۔ جس بھلائی پر آج قابو ہے۔ اس کو اسی طرح سمجھنا چاہئے جیسے مستقبل میں اس کی ضرورت ہے۔ محتاط آدمی جمع کر کے بوقت ضرورت اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا ابن عمرؓ نے کہا: خذ من صحتك رضك ومن حیاتك لموتك"۔ فانه قد ذکر لنا: ترغیب وترہیب کے درمیان یہ کلام استیناف بیانی کے طور پر لائی گئی ہے۔ ذکر مجہول کا صیغہ لائے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے سنا' آپ ﷺ سے سننے کے باوجود رفع کی نسبت احتیاطاً آپ کی طرف نہ کی۔ ان الحجر: اس میں الف لام جنس کا ہے۔ اس کی جمع احجار اور حجارۃ استعمال ہوتی ہے۔ جیسا قرآن مجید: "فهی کا لحجارة" وان من الحجارة 'کونوا حجارة' ترمیهم بحجارة' یہ جمع کثیر الاستعمال ہے۔

یلقی من شفیر جهنم فیهوی فیها سبعین عاماً: شفیر بالائی کنارہ۔ مثلاً شفیر العین جہنم یہ غیر منصرف ہے خواہ "عجمہ ہونے یا تانیث معنوی ہونے اور علمیت کی وجہ سے۔ گہرے کنوئیں کو بئر جهنام کہتے ہیں۔ یهوی نیچے کو گرنا۔ سبعین یہ ظرف زمان ہے۔ عاماً اس کی تمیز ہے۔ ای فی قدر سبعین عاماً۔ لایدرك مما قعراً: یہ فعل مجہول ہے اور اسناد مجازی ہے۔ قعر کی جمع قعور ہر چیز کا نچلا حصہ (المصباح) واللہ لتملأن: یہ صیغہ مجہول ہے قسم اور دیگر تاکیدات سے اس کو مؤکد کیا جب جہنم کی گہرائی اتنی ہے تو طول وعرض کا کیا حال ہوگا۔ جب اس کو انسانوں سے بھر دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کر کے اپنے کو جہنم کا ایندھن مت بناؤ۔

افعجبتم: کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور کمال وجلال اور قوت انتقام پر تعجب ہے۔ اس کی تقدید عبارت اس طرح ہے أسمعتم فعجبتم: پس فا عاطفہ ہے جس کا عطف مقدر پر ہے۔ ② الف استفہام کا ہے اور صدارت کی وجہ سے اس کو پہلے لائے اور جملہ اس کا معطوف ہے۔ جب حاضرین یہ سن کر خوف زدہ ہوئے تو قریب تھا کہ عذاب کو وہ عمومی سمجھ لیں چنانچہ اگلے ارشاد میں انہوں نے لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے کمال فضل اور وسعت رحمت کو تاکید کے ساتھ اس طرح ذکر کیا۔

"ولقد ذکر لنا انما مصواعین من مصاریع الجنة میرة" اربعین عاماً (المصراع کواڑ) اس کی جمع مصاریع بھی آتی ہے۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ہر دو دروازوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ نبوی میں بخمس مائة عام: وارد ہے اور قرآن مجید میں اس کی چوڑائی کو اس طرح ذکر فرمایا: "وجنة عرضها السموت والارض نحو۔ میسرة مرفوع ہے اور ان کی خبر ہے۔ ویسأ تین علیها: جنت کے دروازے پر داخلے کے وقت سخت بھیڑ ہوگی۔ روایت کے یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ عموم رحمت اور مزید فضل کی وجہ سے داخل ہونے والوں کی کثرت ہوگی۔ بندے کو چاہیے کہ وہ حالت صحت میں خوف ورجاء کو تھامے رکھے۔

زحام: بھیڑ اور دھکا پیل کو کہتے ہیں۔ مسابع سبعة: بعض نے اس کا معنی یہ کیا کہ (ای واحدامن سبعة) مگر صحیح معنی یہ ہے کہ بقیۃ سبعۃ بمات میں سے باقی رہنے والا۔ (اشرف الوسائل)۔

النحو: یہ سابع سبعۃ رأیت سے حال ہے۔ مع رسول ﷺ نحو: یہ رای کے فاعل سے حال ہے اور ظرف لغو بھی بن سکتا ہے: "مالنا طعام الاورق الشجر" نحو ① یہ رای کے فاعل سے محل حال میں ہے۔ ② جملہ متانفہ بیانیہ بھی بن سکتا ہے۔ حتی قوحت اشد اقنا ای جوانب اشد اقنا نحو یہ مقدر جملے کی غایت ہے اشداق شدق کی جمع ہے جیسے احمال جمع حمل کی اور اس کی جمع شدوق بروزن فلوس بھی ہے۔ فالتقطت بردةً: بلا مقصد کے میں نے ایک چادر پائی۔ عرب کے لوگ بردہ اس کپڑے کو کہتے ہیں۔ جس میں لپٹا جا سکے بعض نے سیاہ دھاری دار کی بھی قید لگائی ہے۔ فشققتها بینی وبین سعد: اس کو دو ٹکڑے کرنے کی وجہ۔ ① یا تو مالک کی رضامندی معلوم ہوگئی یا حکم آنے سے پہلے کی بات ہے یا پھٹنے کی وجہ سے اس کے مالک نے اس سے اعراض کر لیا۔

فمااصبح الیوم منا احد۔: اصبح صار کے معنی میں ہے اور احد اس کا اسم ہے اور الیوم ظرف متدم حال ہے اور منا خبر ہے۔ ایک دوسری روایت کے اندر یہ الفاظ ہیں۔ سیخربون الامراء بعدنا۔ یعنی عنقریب ہمارے بعد آنے والے امراء عدالت دیانت اور دنیا سے اعراض کرنے میں ہم جیسے نہیں ہوں گے' انہوں نے اس فرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ذکر فرمایا کہ ہماری ریاضت اور دنیا سے اعراض کا سبب یہ ہے کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ یہ صورت پائی۔ جو کہ طبیعت کا حصہ بن گئی اور بعد والے لوگ اسی وجہ سے اس طرح کے نہ ہوگئے۔ "ان اکون فی نفسی عظیمًا" اس طرح کہ شیطان اور نفس مجھے وہم میں مبتلا کر دے۔ وعند الله صغیرا۔ اس طرح کہ وہ فضل و احسان سے میری طرف متوجہ نہ ہو اور نہ ہی میرے عمل کے لیے میزان قائم کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یجاء یوم القیمة بالرجل العظیم لایزن عند الله جناح بعوضة (اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: "فلانقیم له یوم القیمةوزنا") حذاء اس کا معنی تیز ہے احذ وہ ملائم چیز جو کسی چیز کے ساتھ نہ رکے۔ حذاء اسی کی مؤنث ہے۔ الصبابۃ۔ ص کے ضمہ کے ساتھ بچا ہوا۔ اور فتحہ کے ساتھ عشق اور محبت العظیظ بہت زیادہ بھرا ہوا (مجمع البحار) القرح و القرح زخم اور اس کا نشان۔

تخریج: أخرجه أحمد (١٦٧٥٨٦) ومسلم (٢٩٦٧)

الفرائد: ① دنیا کی عمر مختصر اور جلد فناء پذیر ہے۔ ② جہنم کی وسعت سے ترہیب کی گئی۔ ③ صحابہ کرامؓ نے دین کی خاطر بے شمار مصائب برداشت کیے۔ جب وسعت ہوگئی تو پھر بھی دنیا کی طرف جھکاؤ اختیار نہیں کیا۔ (سبحان اللہ)

٤٩٩ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَخْرَجَتْ لَنَا عَآئِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا کِسَآءً وَّاِزَارًا غَلِیْظًا قَالَتْ : قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ هٰذَیْنِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۴۹۹: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک اوڑھنے اور ایک باندھنے والی موٹی چادر نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ آنحضرتؐ نے ان دو چادروں میں وفات پائی۔ (بخاری و مسلم)

تشریح کساءً: کمبل' بخاری نے ملبہ کا لفظ بڑھایا ہے۔ اس کا نام ملبدہ رکھا جاتا تھا کیونکہ وہ بچھونے کی جگہ

استعمال ہوتا تھا۔ ازارا: یہ اس کپڑے کو جس میں پوند لگے ہوں کہتے ہیں۔ جس کپڑے سے بدن کا ستر والا حصہ چھپایا جائے۔ غلیظًا : کھردری موٹی۔ مسلم کی روایت میں ازار کے ساتھ ملبد کا لفظ آیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے نکال کر دکھانے کا مقصد دنیا سے اعراض و بے پروائی تھی۔

فی ہذین: یہ بخاری کے الفاظ ہیں مسلم نے مشار الیہ الثوبین کا بھی ذکر کیا ہے۔

تخریج: بخاری و مسلم 'ابو داؤد 'ترمذی'ابن ماجه 'ابو یعلیٰ ۴۴۳۲/۴۹۴۳'ابن حبان ۶۶۲۳' عبدالرزاق ۲۰۶۲۴' احمد ۲۵۰۵۱/۹۔

الفرائد: ① دنیا سے زہد و اعراض کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ ② موٹے جھوٹے لباس پر گزر کرنے سے تواضع کا شاندار نمونہ سامنے آتا ہے۔

٥٠٠ :وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :اِنِّیْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَقَدْ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ وَهٰذَا السَّمُرُ حَتّٰی اِنْ كَانَ اَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَالَهٗ خَلْطٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْحُبْلَةُ" بِضَمِّ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ الْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ :وَهِیَ وَالسَّمُرُ نَوْعَانِ مَعْرُوْفَانِ مِنْ شَجَرِ الْبَادِيَةِ۔

۵۰۰: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں وہ پہلا عرب ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہلا تیر پھینکا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے اور ہمارے پاس کوئی کھانا سوائے کیکر کے درخت کے پتوں کے نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم میں سے ہر ایک اس طرح قضائے حاجت کرتا جس طرح بکری کرتی ہے۔ اس میں خشکی کی وجہ سے ملاوٹ نہ ہوتی۔ (بخاری و مسلم)

اَلْحُبْلَۃُ: کیکر اور یہ دونوں جنگل کے مشہور درخت ہیں۔

تشریح ۞ **رمٰی بسهم فی سبیل الله:** یہ سریہ حمزہ و عبیدہ بن الحارث کے نام سے معروف ہے۔ یہ اسلام کے سرایا میں دوسرا سریہ تھا۔ بعض نے اول سریہ کہا ہے۔ سیوطی کا ادھر میلان ہے۔ ابن حجر بھی اس پر جم گئے ہیں۔ ابن اسحاق کی نقل کے مطابق اس کے الفاظ یہ ہے۔ "**ولم لکن بینهم**": یعنی اس وقت تک مسلمانوں اور کفار میں قتال نہ تھا۔ "**الا ان سعد بن ابی وقاص قد رمٰی یو منذ بسهم فکان اوّل رمٰی به فی الاسلام**" سیوطی کے الفاظ یہ ہیں: "**اول من اراق دمًا فی سبیل الله سعد بن ابی وقاص**": **اسنده العسکری** :"**هو اول من رمیٰ بسهم فی سبیل الله اخرجه ابن سعد و ابن ابی شیبه عند**" اور اس طرح کہا اور خوب کہا

الا ہل اتی رسول اللہ انی ☆ حمیت صحابتی بصدور نبل

اذود بہا عدوہم ذیادا ☆ بکل حزونۃ وبکل سہل

فما يعتمد رام من معد ☆ بسهم قبل رسول الله قبلی

ان تمام اقوال کا حاصل یہ ہے کہ یہ سریہ اول تھا جس میں سعد بن ابی وقاصؓ نے حق کی حمایت میں تیر پھینکا: "ولقد کنا نغزو مع رسول ﷺ مالنا طعام الا ورق الحبلة" نحو: مالنا کا جملہ نغزو کے فاعل سے حال ہے: الحبله کیکر کا درخت (قرطبی) "وهذا السمر" قرطبی کہتے ہیں عام روات واو کو حذف کرتے ہیں اور اس کو ورق الحبله کی تفسیر بتاتے ہیں مگر طبرانی اور تیمی نے واو سے نقل کیا اور بخاری نے: "الا الحبلة وورق السمر" ذکر کیا اور ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ بخاری کی روایت زیادہ عمدہ ہے کہ اس میں یہ وضاحت ہے کہ کانٹے دار درخت کا پھل اور کیکر کے پتے کھاتے: "حتی ان کان احدنا لیضع کما الشاة" اس سے اس کھانے کی غایت ونتیجہ ذکر کیا۔ نحو: ان یہ مخففہ من المثقلہ ہے اور لیضع یہ غائط سے کنایہ ہے۔ بعض رواۃ نے: بیعر کے الفاظ بھی نقل کیے ہیں: تضع الشاة سے مقصود اس کے معدے سے غیر مانوس اور خشک ہونے کو بیان کرنا ہے۔ یہ ۸ھ کی بات ہے جب کہ ان کے امیر ابوعبیدہؓ تھے اور معیت سے مراد اتباع اور پیروی اور آپ کے حکم سے غزوہ کرنا ہے۔ ایک دوسرے غزوہ میں سعدؓ خود اس غزوہ میں بھی شریک تھے جو سرور کونین ﷺ کی قیادت میں تھا۔ جیسا بخاری ومسلم میں ہے: "بيننا نغزومع رسول ﷺ وما لنا طعام الاالحبلة" (اشرف الوسائل) ماله خلط بہت خشک ہونے کی وجہ پاخانہ ایک دوسرے سے ملا ہوا نہ ہوتا تھا۔ یہ حالات ان کے حق پر ثابت قدمی کا امتحان تھے۔ جیسا کسی شاعر نے کہا ۔

لولا اشتعال النار فی جزل الغنا ☆ ما کان يعرف طیب نشر العود

غھا کے ڈھیر میں آگ بھڑکائی جاتی ہے تاکہ کوئلے تیار ہو جائیں پھر ان پر عود کی خوشبو پہچانی جائے۔

تخریج : بخاری فی الاطعمه 'والرقاق 'مسلم 'ترمذی' فی الزهد 'نسائی فی المناقب 'ابن ماجه السنه (اطراف للمزی) احمد ۱/۱٤۹۸ 'دارمی ۲٤۱۵ 'ابو یعلیٰ ۷۳۲ 'ابن حبان ۶۹۸۹ 'حمیدی ۷۸۔

الفرائد : ① اللہ تعالیٰ کی راہ میں صحابہ کرامؓ نے بے شمار مصائب برداشت کیے۔ ② دنیا ملی تو اس سے زہد اختیار کیا رضی اللہ عنہم۔

◆◆◆

۵۰۱ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا" :مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ :قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ وَالْغَرِيْبِ مَعْنٰى "قُوْتًا" :اَیْ مَا يَسُدُّ الرَّمَقَ۔

۵۰۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی کہ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو اتنی روزی عنایت فرما جو جسم وجان کے رشتے کو باقی رکھ سکے۔ (بخاری ومسلم)

قُوْت :اتنی خوراک جس سے جان اور جسم کا رشتہ باقی رہے۔

تشریح ۞ اجعل رزق برزق مصدر بمعنی مفعل ہے۔ یعنی وہ چیز جس سے کھانے پینے اور پہننے میں فائدہ اٹھاتے ہیں: آل محمد بعض روایات میں: "فی الدنیا" بلکہ مسلم میں بقول صاحب جامع صغیر اسی طرح ہے۔ مگر وہاں پائی نہیں گئی۔ ثعالبی کہتے ہیں یہاں آل محمد سے آپ کے پیروکار مراد ہیں۔ مسلم کے الفاظ یہ ہیں: "اللهم ارزق آل محمد قوتًا"

ابن حجر کہتے ہیں مسلم کے الفاظ معتمد علیہ ہیں۔ ① پہلے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی دن کے لیے یہ دعا ہے۔ ② اور یہ بھی ممکن ہے کہ دواماً یہ مطلوب ہو۔ مسلم کے الفاظ دوسرے معنی کی تائید کرتے ہیں کہ ان کو رزق کفاف عنایت فرما اور بخاری کے الفاظ معنی اول کے مشیر ہیں۔ قوت سدرمق کے لیے جو خوراک کام آئے قوت جو بدن کی ضرورت کو پوری کرے اور حاجت کو روک دے۔ بقول قرطبی دعا کا مقصد طلب کفاف ہے۔

تخریج : بخاری ومسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجه (الاطراف) ابن حبان ٦٣٤٤، ابن ابی شیبه ١٣/٢٤٠، دلائل النبوه بیهقی ٦/٨٧، احمد ٣/٧٢٧٦۔

الفرائد : ① دنیا میں آپ ﷺ کے قناعت، زہد اور تواضع کا سبق ملتا ہے۔ ② دنیا طلبی میں وسعت دینی مضرت کا باعث ہے۔

٥٠٢ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: وَاللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُنْتُ لَاَعْتَمِدُ بِكَبِدِیْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ ، وَاِنْ كُنْتُ لَاَشُدُّ الْحَجَرَ عَلٰى بَطْنِیْ مِنَ الْجُوْعِ - وَلَقَدْ قَعَدْتُّ یَوْمًا عَلٰى طَرِیْقِهِمُ الَّذِیْ یَخْرُجُوْنَ مِنْهُ فَمَرَّ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِیْنَ رَاٰنِیْ وَعَرَفَ مَا فِیْ وَجْهِیْ وَمَا فِیْ نَفْسِیْ ثُمَّ قَالَ : "اَبَاهِرٍّ" قُلْتُ: لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : "اَلْحَقْ" وَمَضٰى فَاتَّبَعْتُهٗ ، فَدَخَلَ فَاسْتَاْذَنَ فَاَذِنَ لِیْ فَدَخَلْتُ فَوَجَدَ لَبَنًا فِیْ قَدَحٍ فَقَالَ : "مِنْ اَیْنَ هٰذَا اللَّبَنُ" قَالُوْا : اَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ - اَوْ فُلَانَةٌ - قَالَ : "اَبَاهِرٍّ" قُلْتُ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْحَقْ اِلٰى اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِیْ" قَالَ وَاَهْلُ الصُّفَّةِ اَضْیَافُ الْاِسْلَامِ لَا یَاْوُوْنَ عَلٰى اَهْلٍ وَّلَا مَالٍ وَلَا عَلٰى اَحَدٍ ، وَكَانَ اِذَا اَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا اِلَیْهِمْ وَلَمْ یَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَیْئًا وَّاِذَا اَتَتْهُ هَدِیَّةٌ اَرْسَلَ اِلَیْهِمْ وَاَصَابَ مِنْهَا وَاَشْرَكَهُمْ فِیْهَا ، فَسَآءَ نِیْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ : وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِیْ اَهْلِ الصُّفَّةِ! كُنْتُ اَحَقَّ اَنْ اُصِیْبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً اَتَقَوّٰى بِهَا فَاِذَا جَآءُوْا وَاَمَرَنِیْ فَكُنْتُ اَنَا اُعْطِیْهِمْ وَمَا عَسٰى اَنْ یَّبْلُغَنِیْ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ وَلَمْ یَكُنْ مِّنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُدٌّ ، فَاَتَیْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَاَقْبَلُوْا وَاسْتَاْذَنُوْا فَاَذِنَ لَهُمْ وَاَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَیْتِ - قَالَ اَبَا هُرَیْرَةَ قُلْتُ : لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "خُذْ فَاَعْطِهِمْ" قَالَ فَاَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ اُعْطِیْهِ الرَّجُلَ فَیَشْرَبُ حَتّٰى یَرْوٰى ، ثُمَّ یَرُدُّ عَلَیَّ الْقَدَحَ فَاُعْطِیْهِ الْاٰخَرَ فَیَشْرَبُ حَتّٰى یَرْوٰى ، ثُمَّ یَرُدُّ عَلَیَّ الْقَدَحَ فَاُعْطِیْهِ الْاٰخَرَ فَیَشْرَبُ حَتّٰى یَرْوٰى ، ثُمَّ یَرُدُّ عَلَیَّ الْقَدَحَ حَتّٰى انْتَهَیْتُ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِیَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَاَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى یَدِهٖ فَنَظَرَ اِلَیَّ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ "اَبَاهِرٍّ" قُلْتُ : لَبَّیْكَ یَا

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : "بَقِیْتُ اَنَا وَاَنْتَ" قُلْتُ صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، قَالَ اقْعُدْ فَاشْرَبْ" فَقَعَدْتُّ فَشَرِبْتُ فَقَالَ : "اشْرَبْ" فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ یَقُوْلُ : "اشْرَبْ" حَتّٰی قُلْتُ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَا اَجِدُ لَہٗ مَسْلَکًا" قَالَ : "فَاَرِنِیْ" فَاَعْطَیْتُہُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَسَمّٰی وَشَرِبَ الْفَضْلَۃَ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۵۰۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے مجھے قسم ہے اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں اپنا جگر زمین پر بھوک کی وجہ سے ٹیک دیتا تھا اور بعض وقت میں بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا۔ میں ایک دن اس راستہ پر بیٹھا جس سے لوگ مسجد نبوی سے نکل رہے تھے۔ پس ابوبکر کا گزر ہوا تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت اس لئے پوچھی کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں وہ گزر گئے انہوں نے ایسا نہ کیا پھر عمر گزرے میں نے ان سے بھی کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے ان سے بھی اس لئے پوچھا کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں مگر وہ بھی گزر گئے انہوں نے ایسا نہ کیا۔ پھر آنحضرت ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا۔ آپؐ نے دیکھ کر تبسم فرمایا اور جو کچھ میرے دل اور چہرے پر تھا اس کو پہچان گئے۔ پھر فرمایا ابوہریرہ ہو! میں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ آپؐ نے فرمایا آؤ اور آپؐ چل پڑے۔ میں آپؐ کے پیچھے ہولیا۔ آپؐ گھر میں داخل ہوئے۔ پس میں نے اجازت طلب کی تو مجھے اجازت مل گئی۔ سو میں داخل ہوا۔ آپؐ نے ایک پیالے میں دودھ پایا۔ پس آپؐ نے فرمایا یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے کہا آپؐ کے لئے فلاں مرد یا عورت نے ہدیتاً بھیجا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہ! میں نے کہا حضور حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اہل صفہ کے پاس جاؤ اور ان کو میرے پاس بلالاؤ۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ یہ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے ان کا کوئی گھر نہیں تھا' نہ مال اور نہ کسی کا سہارا' کچھ بھی نہ لیتے اور جب آپؐ کے پاس ہدیہ آتا تو آپؐ ان کی طرف بھیج دیتے اور خود بھی اس میں سے تناول فرماتے اور ان کو اس میں شریک کر لیتے۔ چنانچہ مجھے یہ بات ناگوار گزری۔ میں نے دل میں کہا یہ دودھ اہل صفہ کا کیا کرے گا۔ میں اس بات کا زیادہ حقدار ہوں کہ میں اس میں سے ایک مرتبہ اتنا پی لوں جس سے مجھے طاقت حاصل ہو جائے جب وہ آ جائیں گے اور آپؐ مجھے حکم دیں گے پس میں ان کو دوں گا۔ تو امید نہیں کہ اس دودھ میں سے مجھے کچھ پہنچے مگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔ چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور ان کو بلا لایا۔ وہ آ گئے اور اجازت طلب کی۔ آپؐ نے ان کو اجازت دے دی وہ گھر میں اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا یہ پیالہ لو اور ان کو دیتے جاؤ۔ چنانچہ میں نے پیالہ لیا اور ایک ایک کر کے میں آدمی کو دینے لگا بس وہ پیتا یہاں تک کہ وہ سیر ہو جاتا پھر پیالہ مجھے واپس کر دیتا بس میں دوسرے کو دے دیتا بس وہ بھی پی کر سیر ہو جاتا پھر پیالہ مجھے واپس کر دیتا۔ بس اگلے کو دیتا بس وہ بھی پیتا یہاں تک کہ وہ بھی سیر ہو جاتا۔ پھر یہ پیالہ مجھے واپس کر دیتا۔ یہاں تک کہ میں حضورؐ تک پہنچ گیا بس سارے کے سارے لوگ سیراب ہو چکے ہیں۔ بس آپؐ نے پیالہ لے کر اپنے دست اقدس پر رکھا۔ پھر میری طرف تبسم سے دیکھتے ہوئے فرمایا ابوہریرہ! میں نے کہا

حاضر ہوں۔ پھر فرمایا اب میں اور تو باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ؐ نے سچ فرمایا۔ آپ ؐ نے فرمایا بیٹھو اور پیو بس میں بیٹھ گیا اور میں نے پیا۔ آپ ؐ نے فرمایا اور پیو بس میں نے پیا۔ آپ ؐ اشرَب اشرَب فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ؐ کو حق کے ساتھ بھیجا اب تو پیٹ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں پاتا۔ آپ ؐ نے فرمایا بس مجھے دکھاؤ۔ میں نے آپ ؐ کو پیالہ پیش کیا۔ آپ ؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور بسم اللہ پڑھی اور بچا ہوا دودھ پی لیا۔ (بخاری)

تشریح ۞ **واللہ الذی لا الہ الا ھو** :یہ قسم تاکید کے لیے لائی گئی ہے: "**علی الارض من الجوع**" "منؔ" تعلیلیہ ہے۔ گویا پیٹ کو زمین سے چمٹا کر میں وہی کام لیتا جو پتھر باندھنے سے لیا جاتا ہے۔ ⑵ یہ غشی سے زمین پر گرنے سے کنایہ ہوسکتا ہے۔ جیسا دوسری روایت میں وارد ہے: "**لقد رایتنی وانی لاخر فیما بین مخبر رسول** ﷺ **الی حجرۃ عائشہؓ مغشیا علی**" الحدیث کہ منبر اور حجرہ کے درمیان غشی سے گر جاتا۔ **لا شد الحجر علی بطنی**: جیسے عرب کی عادت تھی۔ ⑵ ورزش والے لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ ⑶ اہل مدینہ کا یہ معمول تھا کہ جب پیٹ خالی ہوتے تو پتھر باندھ لیتے تاکہ حرکت آسان ہو۔ کمر اور پیٹ دونوں پر پتھر باندھتے۔ ⑷ بعض نے کہا کہ بھوک کی تکلیف کو کم کرنے کے لیے پتھر باندھتے۔ کیونکہ طبعی طور پر معدے کی حرارت غریزیہ جب تک کھانے میں مشغول رہتی ہے تو تمام جسم میں حرارت غریزیہ اسی وجہ سے ہوتی ہے۔ جب کھانا ختم ہو جائے وہ حرارت جوہر اور جسم کی رطوبات کو آگ لگا دیتی ہے جس کی وجہ سے درد اٹھتا ہے اور درد بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جب تک کہ معدہ پر انتڑیوں اور چمڑے کو نہ لپیٹا جائے۔ جب ایسا کر لیا جائے تو اس کی آگ کسی قدر بجھ جاتی ہے اور درد میں کچھ کمی واقع ہو جاتی ہے۔ ⑵ بعض نے کہا پتھر اس لیے باندھے جاتے ہیں کیونکہ جب پیٹ خالی ہو جاتا ہے تو وہ آدمی کھڑے ہونے سے عاجز ہو جاتا ہے اور اس کی پشت کبڑی ہو جاتی ہے۔ اس کو سیدھا رکھنے کے لیے وہ پتھر باندھتا ہے اور اپنی پشت کو سیدھا رکھتا ہے: "**قعدت علی طریقھم**" طریق کا لفظ اہل نجد کے ہاں مذکر آتا ہے اور اہل حجاز اس کو مونث استعمال کرتے ہیں قرآن مجید میں مذکر استعمال ہوا ارشاد فرمایا: "**فاضرب لھم طریقا فی البحر یبسا**" طریق کی جمع طرق اور اطرقۃ بھی آتی ہے۔ ضمیر راستہ پر چلنے والوں کے لحاظ سے استعمال ہوتی ہے۔

الذی یخرجون منہ: جس دروازے وہ نکل کر جاتے تاکہ میں ان سے مل سکوں: "**فربی النبی** ﷺ" بخاری کی روایت میں ابوبکر و عمرؓ کا گزرنا مذکور ہے اور ان دونوں سے ایک آیت کے متعلق پوچھا جس کا مقصد طلب عطیہ تھا۔ ان مسئولہ آیات کی طرف تعرض نہیں کہا گیا کیونکہ باب کی غرض سے متعلق نہیں۔ اصل مقصد تو زھد پر ابھانا اور دنیا سے اعراض ظاہر کرنا ہے۔ کہ جب صحابہ کرام کا یہ حال تھا تو صاحب لواء محمد کے فقر کا حال کیا ہوگا۔ آپ کی عادت مبارکہ ایثار کی تھی پس عیاں راچہ بیان: "**فتبسم حین رآنی وعرف مافی وجھی**" جو میری اندرونی حالت کو ظاہر کر رہی تھی **وما فی نفس**: اور جس سد رمق کی مجھے ضرورت تھی۔ بخاری کی بعض روایات میں واؤ کی بجائے اوآیا ہے۔

ابن حجر تحریر فرماتے ہیں ابوہریرہؓ نے آپ کے تبسم سے یہ سمجھ لیا کہ آپ نے میری حالت کو پہچان لیا ہے کیونکہ تبسم کی دو وجوہ عموماً پائی جاتی ہیں۔ ① مانوس کرنا مقصود ہوتا ہے ⑵ کبھی تعجب مقصود ہوتا ہے اور یہاں کوئی موقعہ تعجب نہ تھا۔ پس پہلی صورت متعین ہوگئی۔

ثم قال یا اباھر: ابوھر یہ مکبر اور مذکر ہے۔تصغیر ابوھرۃ ہے۔ ② راء کو مطلقاً تخفیف سے پڑھنا درست ہے پس اس کے مطابق ساکن آئے گا: "قلت لبیك یا رسول اللہ " دیگر روایات میں حرف نداء محذوف ہے۔اس کا مطلب بندہ حاضر حاضر ہے: "الحق ومضی" میرے پیچھے آؤ اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے: "فاتبعته" دوسری روایت میں فلحقته: ہے اتبع تا کی تشدید سے بھی وارد ہے۔یعنی آپ کے پیچھے چلتا رہا یہاں تک کہ آپ کو جاملا: "فاستاذن" مبالغۃً اس صیغے سے تعبیر فرمایا۔گویا ان کو بات کا اس قدر استحضار ہے کہ جیسے پاس بیٹھے اطلاع دے رہے ہیں۔ابن مسہر کی روایت میں: "فاستاذنت" ہے: "فاذن لی" یہ معروف اور مجہول دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں: "فدخل" یہ التفات کے لیے ہے۔ ② تکرار کے لیے کیونکہ کلام میں فاصلہ ہو گیا ہے: "من این ھذا اللبن" ابن مسہر کی روایت میں: "من این لکم" ہے: "اھداہ لك فلان او فلانة" ایک روایت میں: "اھدہ لنا فلان او آل فلان" ہے کہ: "فلان" نے: "ھدھة" بھیجا ہے: "اباھر" تمام بخاری کے رواۃ نے حرف نداء کے اثبات سے لکھا ہے: "الحق الی اھل اصفه" یہاں :الحق انطلق کے معنی کو متضمن ہے اسی وجہ سے الی سے متعدی کیا۔اہل صفہ کے ہاں جاؤ: "فادعھم لی'قال" یہاں کا فاعل ابوہریرہ ہے۔جو روایت روح میں ساقط ہے۔تم ان کو میرے ہاں بلالاؤ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: "واھل الصفه" یہ ابو ہریرہؓ کا کلام جس میں اصحاب صفہ کی کیفیت ذکر کی گئی ہے اور بلانے کا سبب ذکر کیا گیا ہے۔آپ ان کو صدقہ میں خاص کرتے اور ھدیہ میں شریک فرماتے۔یونس کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو ہریرہؓ انہی میں سے تھے۔سخاوی نے اپنی تالیف میں ان کو ان میں شمار کیا ہے صفہ مسجد کے پچھلی جانب فقراء مہاجرین کے ٹھہرنے کا ایک مقام تھا یہ وہ لوگ تھے جن کے اپنے ہاں مال نہ تھا اور مدینہ میں ان کی کوئی جان پہچان نہ تھی باب فضل الزھد میں ان کے حالات گزرے' وہ: "لا یأوون علی اھل" اکثر رواۃ نے الی لکھا ہے۔یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے۔جو اقارب واصدقاء سب کو شامل ہے۔نحو: یہ جملہ محل حال میں واقع ہے: "ولم یتناول" روح کی روایت میں: "لم یصب" ہے۔خود استعمال نہ فرماتے: "منھا شیئا" کیونکہ صدقہ آپ پر حرام کیا گیا: "ارسل الیھم" اس کا کچھ حصہ انکی طرف بھیج دیتے: "واصاب منھا واشرکھم فیھا" یہ جملہ تفصیل کے لیے ذکر کیا کہ ان کے لیے وافر حصہ مقرر فرماتے اور ان کو ترجیح دیتے ہوئے اس میں سے اپنے لیے کچھ استعمال فرماتے۔

یہ جملہ شرطیہ مستانفہ ہے جو ان کے سلسلہ میں آپ ﷺ کی توجہ کا آئینہ دار ہے۔یہ صدقہ وہدیہ اہل صفہ کو بھیج دینا یہ آپ کے کبھی کبھی کے حالات سے ہے۔کبھی جب آپ کے پاس کوئی چیز آجاتی اور بتلائی جاتی کہ یہ صدقہ ہے تو آپ ان کو خود کھانے کا حکم فرماتے اور اس میں سے کچھ بھی استعمال نہ فرماتے اور اگر بتلایا جاتا کہ ہدیہ ہے تو آپ اپنا ہاتھ شامل کر کے اس میں سے کھاتے اور یہ صفہ کی تعمیر سے پہلے کی بات ہے اس میں مستحقین کو صدقہ تقسیم فرماتے اور ہدیہ حاضرین صحابہ کے ساتھ استعمال فرماتے۔یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں حالتیں الگ ہوں۔ ① اس باب والی روایت کو اس پر محمول کریں جب کوئی موجود نہ ہوتا تھا۔تو کچھ ہدیہ اصحاب صفہ کی طرف بھیج دیتے۔ ② ان کو بلا لیتے جیسا اس روایت میں ہے اور اگر کوئی موجود ہوتا تو اس کو ہدیے میں شریک فرمالیتے۔اور اگر اس میں سے کچھ بچ جاتا تو وہ اہل صفہ کی طرف بھیج دیا جاتا یا ان کو بلالیا جاتا۔احمد بن طلحہ کی روایت میں ہے کہ: "نزلت فی الصفة مع رجل کان بینی وبینه کل یوم مد من تمرٍ" یہ مختلف احوال پر مبنی ہے حاضر ہونے والے اہل صفہ کے ہاں اترتے۔ ② ان کو بلاتے۔ ③ حاضرین میں تقسیم کر دیتے اگر بقدر کفایت موجود نہ ہوتا

۔جب فدک کی فتح ہوگئی تو پھران کے لیے یومیہ کھجور مقرر کردی گئی:"فتح الباری فساء نی ذلك" مجھے یہ بات گراں گزری کیونکہ مجھے ضرورت بہت تھی اور فاقہ شدت اختیار کر چکا تھا اور میرے خیال میں تو یہ دودھ میری ضرورت سے بڑھا ہوا نہ تھا ۔اسی لیے میں نے کہا:"وما هذا اللبن" واؤ محذوف پر عطف کے لیے ہے اور اس سے تحقیر کی طرف اشارہ ہے:"فی اهل الصفة" ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:"این یقع هذا اللبن فی اهل الصفة" ؟ یہ اصل صفہ میں کس کس کو ملے گا:"كنت احق" میں اس کا زیادہ حق دار ہوں:"ان اصیب من هذا اللبن شربة اتقوىٰ بها" میں اس دودھ کی وجہ سے بھوک کے ضعف سے نجات پالوں گا:"آن آصیب" یعنی پانے کا زیادہ حقدار ہوں:"فاذاجاء" بقیہ تمام روات نے جاء و اجمع کے صیغہ سے ذکر کیا ہے جب کہ تمام آ گئے جن کو نبی اکرم ﷺ نے بلانے کا حکم فرمایا تھا:"فكنت انا اعطيهم" گویا انہوں نے عادۃ سے پہچان لیا کیونکہ وہ آپ کی خدمت کرتے اور اکثر ساتھ رہتے تھے:"وماعسی ان یبلغنی هذا اللبن" ان کے کفایت بھر استعمال کے بعد امید نہیں کہ مجھ تک کوئی چیز پہنچے۔

کرمانی کا قول: عسیٰ زائد ہے۔یونس بن بکر کی روایت میں ہے:"فیأمرنی ان ادیره علیهم وما عسیٰ ان یصیبنی منه وقد کنت ارجوان اصیب منه ما یقیتنی" مجھے حکم دیں گے کہ میں ان کو بلاؤں مجھے اس میں سے کچھ ملنا ممکن نہیں حالانکہ میں امید کیے بیٹھا تھا کہ آج اس سے میری بھوک دور ہو جائے گی:"ولم یکن من طاعة اللهوطاعة رسوله بد" بدّ یہ نفی کے ساتھ مل کر آتا ہے اس کا معنی جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو۔کیونکہ حقیقی منعم کا شکر لازم ہے اور رسول کی طاعت اس کی طاعت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"من یطع الرسول فقد اطاع الله"۔ "فاقیتهم" اپنی تمنا کے برخلاف ان کو بلانے کا حکم ملنے پر میں بلانے آیا:"فدعوتهم" کرمانی کہتے ہیں کہ اتیان اور دعوت واعطاء کے بعد معلوم ہوتا حالانکہ واقعہ اس طرح نہیں پس:"فكنت انااعطيهم" کا عطف"فاذاجاء وا" کے جواب پر ہے۔پس وہ استقبال کے معنی میں ہے۔پس جب وہ آ جائیں تو میں ان کو دوں۔

ابن حجر کہتے ہیں سیاق سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے:"فتح الباری" چنانچہ:"فاقبلوا ماستاذنوا" انہوں نے داخلے کی اجازت چاہی:"فاذن لهم" یہ معروف کا صیغہ ہے۔نبی اکرم ﷺ نے ان کو اجازت مرحمت فرمادی اگر مجہول پڑھیں تو بھی جائز ہے۔کیونکہ اصل مراد تو وجود اجازت پر ہے خواہ جو بھی دے ۔اللہ تعالیٰ فرفاتے ہیں:"یایها الذین امنوالاتدخلوابیوت النبی الا ان یؤذن لکم":"فاخذوامجالسهم" ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گیا:"فی البیت" یہاں جناب رسول ﷺ کا گھر مراد ہے۔جیسا کہ مسلم کی روایت میں وارد ہے جو صحیح کی ابتداء میں حضرت عائشہؓ سے تعلیق کے ساتھ مروی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں ان کی تعداد کا علم نہیں ہوسکا۔ابونعیمؒ کہتے ہیں کہ انکی تعداد حسب حال کم زیادہ ہوتی رہتی تھی۔بعض اوقات غزوہ سفر یا استغناء کی وجہ سے ان کی تعداد کم ہو جاتی۔عوارف المعارف نے ان کی تعداد چارسو ذکر کی ہے المجلس بیٹھنے کی جگہ کبھی اسے مجازی طور پر اہل مجلس پر بولتے ہیں۔یہ:"تسمیة الحال باسم المحل" کی قسم سے ہو جائے گا:"خذ" تم دودھ کا یہ پیالہ لو:"فجعلت اعطیه الرجل" ماضی کے الفاظ سے قصہ کا بیان درحقیقت استحضار واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔الرجل نحو میں الف لام جنس کے لیے ہے:"فیشرب حتی یروی ثم یردعلی القدح

فاعطیه آلاخر" حتی یروی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی اپنی سخت بھوک کے ازالے تک پیتا رہتا: "یرد" یہاں معروف ہے پس میں اس کے لوٹانے پر اس کے پاس والے کو دے دیتا یہ یونس کی روایت ہے۔ مگر علی بن مسہر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: "فجعلت اناول الاناء رجلا فجازاروی اخذته فنا ولته آلاخر حتی رومی القوم جمیعًا" بخاری کے بعض نسخوں میں: "فاعطیه الرجل" اس کی تشریح حافظ کرمانی نے اس طرح کی ہے وہ اپنے پہلو والے آدمی کو دے دیتا۔ نحو: ایک قاعدہ: معرفہ جب دوبارہ لایا جائے تو اس سے مراد بعینہ پہلا معرفہ نہیں ہوتا مگر تحقیق یہ ہے کہ جب دوسرا معرفہ بعینہ پہلا ہو مگر جب کوئی قرینہ صارفہ ہو تو اور مراد ہو سکتا ہے ابن حجرؒ کہتے ہیں روایات کے مختلف الفاظ وہ رواۃ کے تصرف کی وجہ سے ہیں اس سے اس قاعدہ کو توڑنے کی ضرورت نہیں۔

حتی انهیت الی النبی ﷺ: یہ مقدر فعل کی غایت ہے: "ای عممتهم اجمعین حتی انهیت" میں ان تمام کو پلا چکا یہاں تک آپ ﷺ تک پہنچا: "وقد روی القوم کلهم" نحو: یہ محل حال میں ہے: قد تحقیق کے لیے ہے۔ اس سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ ان کو یقینی طور پر مطلوبہ سیرابی حاصل ہوگئی اور: "کلهم" لفظ لاکر مزید تاکید کردی کہ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا: "فاخذ القدح" آپ نے پیالہ اس حال میں دست اقدس میں لیا کہ اس میں بچا ہوا دودھ موجود تھا: "فوضعه علی یده فنظر الی فتبسم" ابن حجر قمطراز ہیں آپ ﷺ نے اس لیے تبسم فرمایا گویا فراست باطنی سے آپ نے ابو ہریرہؓ کا یہ تو ہم جان لیا کہ میرے لیے کچھ بھی نہ بچے گا اور یہ بھی درست ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی پوشیدہ حالت کی اطلاع دے دی گئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مغیبات کی اطلاع دی۔ (فتح الباری) فقال اباهر ایک روایت میں جس کو ابن مسہر نے نقل کیا وہ ابو ہرؓ ہے۔ یہ بر تقدیر استفہام ہے: "آنت ابو هریرة" یا جو لوگ کنیت نام کی طرح استعمال کرتے ہیں ان کے اس طرح استعمال درست ہے: "بقیت انت وانا" یہ ارشاد اصحاب صفہ کی نسبت سے ارشاد فرمایا ورنہ آپ کے اہل بیت گھر میں تھے۔ ② ممکن ہے گھر میں اس وقت کوئی موجود نہ ہو۔ ③ پینے والوں کے لحاظ سے ہو کہ انہوں نے اپنی ضرورت کے مطابق پی لیا اور پیالہ میں بچا ہوا آپ کا حصہ تھا: "صدقت یارسول الله" یہ اور ماقبل کا جملہ بقیت لازم الجبر کی قسم سے ہیں: "قال اقعد فاشرب" دودھ بھی دیگر مشروبات کی طرح بیٹھ کر پیا جائے گا: یقول لی اشرب" مجھے بار بار اشرب اشرب فرماتے رہے۔ جب تک میری مزید حاجت محسوس فرمائی اور فاقہ کی شدت کا اندازہ فرمایا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نبی اکرم ﷺ کی خاطر کچھ چھوڑ دے۔ آپ ﷺ نے حاجت کو مکمل کرنے کا حکم فرمایا مہربان کو چاہیے کہ وہ مہمان کو کم از کم تین مرتبہ یہ کہے اور اس سے تجاوز نہ کرے: "حتیٰ قلت لا" اس کا فعل محذوف ہے۔ کہ میں نہ پیوں گا: "نحو" یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے اس کی تاکید کے لیے اگلے جملے کو قسم سے مؤکد کیا: "والذی بعثك بالحق اجد له مسلکا" جس اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق دیکر بھیجا میں دودھ کا کوئی راہ پیٹ میں جانے کے لیے نہیں پاتا: فارنی دوسری روایت میں: "ناولنی القدح" پیالہ مجھے دو: "فحمدالله" اللہ تعالیٰ کی اس برکت پر شکر یہ ادا کیا کہ ایک آدمی کے لیے کفایت کرنے والا دودھ پوری جماعت کو کفایت کر گیا بلکہ بچ گیا۔ آپ نے بسم اللہ پڑھی اور بقیہ پی لیا۔ دوسری روایت میں: "فشرب من البقیه" ہے (روح) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر والوں کے لیے باقی رہنے دیا اور کچھ نوش فرمایا۔ فتح الباری۔

ایک تطبیق: سیر ہونے پر زجر ان لوگوں کے لیے ہے جو اس کو عادۃ بنالے یہاں تو صحابہ کرام شدت جوع کا شکار تھے دوسرا یہ

ناباب واقعہ ہے۔جس پر حکم نہیں لگتا۔

ایک ضروری تنبیہ: ابو ہریرہؓ کا ایک اور قصہ احادیث میں مذکور ہے۔ کہ مجھے نہ کھائے ہوئے تین دن گزر گئے۔ میں بیان کرنے لگا تھا کہ میں گر پڑا اور بچے کہنے لگے ابو ہریرہؓ کو جن کا اثر ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں صف میں پہنچا پھر آپ سے ملا ایک بڑا پیالہ لایا گیا صفہ والے اس سے کھانے لگے۔ میں بھی پاؤں اونچا کرنے لگا کہ مجھے بلالیں مگر نہ بلایا گیا اور پیالے میں جو کچھ تھا وہ انہوں نے کھالیا اب پیالے میں معمولی سا کھانا اطراف سے لگا رہ گیا آپ نے اس کو جمع کیا وہ ایک لقمے کے برابر بن گیا۔ آپ نے وہ اپنی انگلیاں پر رکھا اور مجھے فرمایا: ''کل باسم اللہ'' پس جس ذات کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں اس سے کھاتا رہا یہاں تک کہ سیر ہو گیا اس کو ابن حبان نے نقل کیا ہے۔ یہ الگ واقعہ ہے۔

تخریج : بخاري في الرقاق 'ترمذی في الزهد' نسائی في الرقاق' احمد ۳/۱۰۶۸٤'ابن حبان ٦٥٣٥'حاکم ٤٢٩١/٣'دلائل بیهقی ٦/۱۰۱'حلیه ۱/۳۳۸۔

الفرائد : ① ساقی کو پانی وغیرہ خود دوسرے مہمان تک منتقل کرنا چاہئے۔ ② حاجت کا چھپانا ظاہر کرنے سے بہتر ہے۔ ③ یہ ایثار و تواضع کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ ④ خدام کو بھی اکرام سے آواز دینی چاہئے۔ ⑤ میزبان کو سب سے آخر میں کھانا چاہئے۔ ⑥ مناسب جگہ پر بیٹھنا چاہیے۔

٥٠٣ : وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَاَخِرُّ فِيمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَغْشِيًّا عَلَيَّ ، فَيَجِيْءُ الْجَائِيْ فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلٰى عُنُقِيْ وَيَرٰى اَنِّيْ مَجْنُوْنٌ وَّمَا بِيْ مِنْ جُنُوْنٍ مَا بِيْ اِلَّا الْجُوْعُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۰۳: حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میری یہ حالت بھی ہوئی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے درمیان بے ہوش ہو کر گر پڑتا تھا۔ تو آنے والے آتے اور اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیتے اور یہ خیال کرتے کہ میں دیوانہ ہوں حالانکہ مجھے کچھ دیوانگی وغیرہ نہ تھی فقط بھوک ہوتی تھی۔ (بخاری)

تشریح ۞ محمد بن سیرین: یہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ ان کی کنیت ابوبکر ہے' بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ بڑے پختہ' بڑے عبادت گزار متوسط تابعین سے تھے ۱۱۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (تقریب التہذیب ابن حجر)۔

لقدرایتنی: یہ ان کی روایت کا آخر حصہ ہے۔ ابتدائی حصہ اس طرح ہے۔ ''**کنا عند ابی هریره وعلیه ثوبانی ممشفان من کتان فتمخط فقال بخ بخ ابوهریره یتمخط فی الکتان ولقد رایتنی**'' تقریب الابن حجر۔

رایت یہاں البصرت کے معنی میں ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا' امام نووی کو چاہیے تھا کہ حدیث کا بقیہ حصہ ذکر کرتے ہوئے واؤ لائے تا کہ معلوم ہوتا کہ روایت کا بقیہ حصہ ہے: ''**وانی لاخر**'' نحو: یہ رایت کے فاعل سے

حال ہے اور مفعول بھی بن سکتا ہے: "خر یخر " گرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے: فیما اس جگہ میں تقدیر عبارت: "فی المكان الذی یا مكان الذی" دونوں درست ہیں: "بین منبر " یہ منبر سے مشتق ہے جس کا معنی بلندی ہے: رسول ﷺ والی حجرة عائشه" بین کی اضافت متعدد کی طرف ہوتی ہے اس لیے تقدیر عبارت یہ ہو سکتی ہے: ما بین ساحات المنبر الی حجرة عائشه"، یعنی منبر کے ساتھ وسیع جگہ سے حجرہ عائشہ صدیقہؓ کے مابین مغشیا علی "بات کرنے کا اصل مقصد یہی ہے کہ مجھ پر بھوک کی وجہ سے غشی طاری ہو جاتی: "غشی و الخمار" اعضاء کا ڈھیلا پن جس کے ساتھ شعور جاتا رہے: "فیضع رجله علی عنقی یری انی مجنون" مجنون کے ساتھ افاقہ تک وہ اسی طرح کرتے تھے۔ نحو: یری یہ جملہ حالیہ یا مستانفہ بیانیہ بھی بن سکتا ہے: "ومابی من جنون" مزید اہتمام کے لیے دوبارہ بات کہی نحو مجنون مبتداء مؤخر اور ظرف خبر مقدم ہے: مابی الا الجوع باسبیہ ہے یعنی میری بیہوشی کا سبب بھوک ہی تھی۔

تخریج: أخرجه البخاری (٧٣٢٤) والترمذی (٢٣٧٤)

الفرائد: ① حصول علم اور صحبت نبوت کے لیے ابو ہریرہؓ نے کتنی تکالیف برداشت کیں ② خیبر کے بعد اسلام لائے اور محنت شاقہ سے بہت علم حاصل کیا۔

٥٠٤ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهُ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ فِيْ ثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ـ

۵۰۴: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ تیس صاع جَو کے بدلے میں رہن رکھی ہوئی تھی۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ درعه مرهونه: بخاری کی کتاب البیوع والی روایت میں: "درعا من حدید" کے الفاظ بھی ہیں۔ یعنی آپ کی آہنی زرہ یہودی کے ہاں رھن رکھی ہوئی تھی: "عند یهودی" یہودی کا نام ابوالشحم تھا جیسا کہ بیہقی نے نقل کیا: "ان النبی اکرم ﷺ رهن ورعاله عند ابی الشحم الیهودی رجل من بنی ظفر فی شعیر" اس یہودی کا نام و کنیت ابوالشحم تھی۔ اوس قبیلہ کی شاخ بنو ظفر کا یہ حلیف تھا۔

ایک حکمت: آپ ﷺ نے یہودی سے رھن کا معاملہ کیا اور خوش حال صحابہ کرام سے نہیں کیا؟ اس کی ایک وجہ ① معاملے کے بیان جواز کے لیے آپ نے ایسا کیا۔ ② صحابہ کرام کے پاس اس وقت حاجت سے زیادہ موجود نہ تھا۔ ③ آپ کو یہ خیال آیا کہ صحابہ کرام قیمت نہیں لیں گے یا عوض قبول نہ کریں گے۔ پس آپ ﷺ نے انہیں تنگی میں ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔ ④ آپ ﷺ نے اس کی اطلاع کسی کو نہ دی اور جن کو اطلاع ہوئی وہ تنگ دست تھے ورنہ صحابہ کرام میں ایسے لوگ موجود تھے جو اس سے زیادہ کی بھی قدرت رکھتے تھے۔ (فتح الباری)۔

فی ثلاثین صاعًا: بعض نے بیس اور چالیس کی مقدار بھی نقل کی ہے اور بعض نے صاع کی بجائے وسق نقل کیا ہے۔ (تحفہ القاری لزکریا) فتح الباری میں بیس اور تیس والی روایت میں اس طرح مطابقت کی ہے کہ پہلے بیس تھے پھر مزید ضرورت سے

تیس پورے کر لیے یا بیس سے زائد تھے تو لغو کر کے تیس کہہ دیے۔ ابن حبان نے انسؓ سے نقل کیا کہ اس غلہ کی قیمت ایک دینار تھی۔

روایت الباب کی تائید ابن عباسؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے: "**توفی رسول ﷺ ودرعه مرهونة عند يهودی**" اس کے متعلق حافظ لکھتے ہیں کہ یہ دلیل ہے کہ ابو ہریرہؓ والی روایت: "**نفس المؤمن معلقة بدينه حتىٰ يقضىٰ عنه**" وہ درست روایت ہے جس کو ابن حبان نے صحیح قرار دیا اور درست روایت کہا ہے۔ اس کا تعلق اس شخص سے ہے جو قرض والے کے ہاں کوئی ایسا مال وغیرہ نہ چھوڑ جائے جس سے اس کے قرض کی ادائیگی ہو سکتی ہو یہ بات ماوردی نے کہی اور ابن الطلاع نے: "**الاقضية النبوية**" میں لکھا ہے کہ ابو بکرؓ نے یہودی سے زرہ آزاد کروالی۔ لیکن ابن سعد نے روایت کی کہ ابو بکرؓ نے رسول ﷺ کے لوگوں سے کیے جانے والے وعدے پورے کیے اور مسند اسحاق بن راہویہ میں ایک مرسل روایت منقول ہے۔ کہ ابو بکرؓ نے وہ ذرہ یہودی سے واپس لے کر علیؓ کے سپرد کی۔ البتہ جنہوں نے یہ کہا کہ وفات سے پہلے واپس لے لی یہ بات اس روایت کے خلاف ہے۔ (فتح الباری) تحفہ میں سبکی کے جوابات بھی نقل کیے گیے ہیں جن کا اس بحث سے زیادہ تعلق نہیں (تحفۃ لزکریا)۔

تخریج: أخرجه البخاری (۲۹۱۷) ومسلم (۱۶۰۳) والنسائی ۴۶۲۳) وابن ماجه (۲۴۳۶)

الفرائد: ① کفار سے معاملہ کیا جا سکتا ہے۔ بشرط یہ کہ اس سے کوئی دینی ضرر نہ ہو ② دنیا اور اس کے سامان سے زہد و بے رغبتی عیاں ہوتی ہے۔

۵۰۵ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَهَنَ النَّبِيُّ ﷺ دِرْعَهٗ بِشَعِيْرٍ وَّمَشَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَّاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ ' وَلَقَدْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ : "مَا اَصْبَحَ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَاعٌ وَّلَا اَمْسٰى" وَاِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ اَبْيَاتٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"اَلْاِهَالَةُ" بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ : الشَّحْمُ الذَّآئِبُ "وَالسَّنِخَةُ" بِالنُّوْنِ وَالْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ' وَهِيَ الْمُتَغَيِّرَةُ۔

۵۰۵: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زرہ جَو کے بدلے میں رہن رکھی ہوئی تھی۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جَو کی روٹی اور چربی جس میں تغیر آ گیا وہ لے کر گیا۔ میں نے آپؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ محمد ﷺ کے گھر والوں کے پاس صبح اور شام تو ایک صاع خوراک بھی نہیں اور بے شک آپؐ کے نو گھر تھے۔ (بخاری)

اِهَالَةُ : پگھلی ہوئی چربی۔

السَّنِخَةُ : تغیر والی۔

تشریح ۞ **درعه**: بخاری کی دوسری روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے وہ آپ کی زرہوں میں سے کوئی سی زرہ تھی وہ

نہیں تھی جس کی آپ کو پہننے کی عادت مبارکہ تھی: "بشعیر" بامقابلہ کے لئے ہے۔ سببیہ بھی ہوسکتی ہے اس وقت تقدیر مضاف کی حاجت نہیں۔ ای بسبب الشعیر الذی شراہ نسیئۃً۔ اس جو کے بدلے جو آپ ﷺ نے ادھار کئے تھے۔
ابن حجر لکھتے ہیں کہ احمد نے انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ: "لقد دعی نبی اکرم ﷺ ذات یوم علی خبز شعیر واھالۃ سنخۃ" اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسؓ کے زریعہ یہودی نے آپ کو یہ دعوت دی۔ اسی وجہ سے روایت کے الفاظ "مشیت الیہ" ہے اس طرح نہیں جیسا ظاہر سے معلوم ہو رہا ہے۔ (فتح الباری) واھالہ سنخۃ شیخ زکریا کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ونخہ کا لفظ ہے۔

ایک نصیحت: آپ ﷺ مشتبہات سے سخت اعراض فرمانے والے تھے اور حاجت کو پورا کرنے کے لیے ایسی معمولی خوراک پر اکتفاء فرمالیتے (سبحان اللہ) "ولقد سمعتہ" ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ کلام انسؓ کا ہے اور وہ ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے اس کو قتادہ کا کلام بنانا درست نہیں۔ اس لیے کہ احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے انسؓ سے اس طرح روایت نقل کی ہے: "ولقد سمعت رسول اللہ ﷺ یقول والذی نفس محمد بیدہ" پھر روایت شروع کی (اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ انسؓ کا کلام ہے) "یقول"

یہ بات آپ ﷺ نے اہل فقر وحاجت کو تسلی دینے کے لیے فرمایا: "ما اصبح" "لآل محمد" یہاں لام عند کے معنی میں ہے۔ جیسا اس ارشاد میں: "اقم الصلاۃ لدلوك الشمس" "ای عند دلوك الشمس" بخاری کی یہ روایت اس کی مؤید ہے: "ما امسٰی عند آل محمد صاع بر" الحدیث۔ تحفہ القاری "میں شیخ زکریا کہتے" آل مقحم "..... باقی اس کو ظاہر پر رکھنا بھی درست ہے اور وہ نو گھر تھا: "الاصاع" ایک صاع طعام۔ لیکن بخاری کے باب البیوع میں انسؓ کی روایت: "ماامسی عند ال محمد صاع بر ولا صاع طب"۔

مطابقت روایات دونوں میں موافقت اس طرح ہے کہ جس میں اثبات ہے اس میں مختلف انواع کے کھانوں کا مل کر صاع کی مقدار کو پہنچنا مذکور ہے۔ غالب کے اعتبار سے ایک طعام کہہ دیا گیا اور جس میں نفی ہے۔ اس میں ایک قسم کے صاع کی مقدار کو پہنچنے کی نفی ہے۔ واللہ اعلم۔

ولا امسٰی: اور ان کی شام بھی اس طرح تھی۔ ابونعیم کی روایت کے مطابق: "ولا امسٰی الا صاع" (المستخرج) یہاں ماقبل کی دلالت سے حذف کر دیا گیا: "والھم لتسعۃ ابیات" اور وہ نو گھر تھے۔ امہات المؤمنین اور جو ان کے ہاں مہمان ہوتا نحو: یہ جملہ ظرف سے محل حال میں ہے اور حافظ لکھتے ہیں کہ حضرت انسؓ کا اس بات کو ذکر کرنا نعوذ باللہ اکتاہٹ وشکوہ کے طور پر نہ تھا بلکہ دعوت یہودی کو قبول کر لینے کے سلسلہ میں بطور معذرت کہی واللہ اعلم: "اھالہ" دراصل پگھلی ہوئی چربی زیادہ دیر پڑا رہنے کی وجہ سے اس میں ایک خاص مہک پیدا ہو جاتی ہے اس کو: "سنخہ" کہا جاتا ہے۔ کمال زہد ملاحظہ کرو کہ ذخیرہ نہ ہونے نے اس حد تک پہنچا دیا کہ زرہ کو رہن رکھنے کی ضرورت پڑ گئی۔

تخریج: (٥١٤) أخرجه البخاري (٢٠٦٩)

الفرائد: ① اس زمانے کی اکثر خوراک جو تھے۔ ② آلات الحرب قیمت سے خریدنا درست ہے۔ ③ اہل ذمہ کی ملکیت ثابت ہے۔ ④ مرہونہ چیز کی قیمت میں مرتہن کا قول ہے: "مع ایمین تسلیم" کیا جائے گا۔ (ابن التین)

۵۰۶ : وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَاَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَآءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَّاِمَّا کِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ مِنْهَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ الصَّاقَیْنِ وَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ الْکَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُهٗ بِیَدِهٖ کَرَاهِیَةَ اَنْ تُرٰی عَوْرَتُهٗ ' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۵۰۶ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ستر اہل صفہ کو دیکھا ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جن پر اوڑھنے والی چادر یا تہبند تھا یا اوپر لپینے والی چادر۔ جس کو وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے جن میں سے بعض کی چادریں آدھی پنڈلی تک اور بعض کی ٹخنوں تک۔ پس وہ اس کے دونوں اطراف کو اپنے ہاتھ سے اکٹھا کر کے رکھتے اس خطرے سے کہ کہیں ستر نہ ظاہر ہو جائے۔ (بخاری)

تشریح ۞ من اهل الصفة: ان کی تعداد چار سو تک پہنچتی تھی اس لیے :"من تبعیضیه" ہے اداء بدن کے بالائی حصہ کو ڈھانپنے والا کپڑا :"اماازار وام ك ء" یہ مبتداء اس کی خبر محذوف ہے :"ای لهم" "قدربطوا" یہاں ضمیر عائدة محذوف ہے۔ جس کا مرجع کساء یا ازار ہے :"فی اعناقهم" تاکہ وہ جسم پر برقرار رہ کر ستر عورت قائم رہ سکے :"منها ما یبلغ نصف الساقین" نحو: ھآ کا مرجع :"ازار واکسیه" ہے مفرد مضاف کی اضافت تثنیہ کی طرف جائز ہے۔ جیسا اس روایت میں :"کان شعره الی انصاف اذنیه" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد :فقد صفت قلوبکما" اس میں جمع کی اضافت تثنیہ کی طرف کی گئی ہے :"ساقٌ" یہ مونث ہے۔ اس کی تصغیر :" سویقة " آتی ہے :"المستخرج" ٹخنے : رقدم کے درمیانے حصہ کو کہا جاتا ہے۔ (المصباح) :"ومنها ما یبلغ الکعبین " کعب کے متعلق قول ① پنڈلی اور قدم کے جوڑ پر دونوں اطراف میں نکلا ہوا حصہ۔ ہر قدم کے دو کعب دائیں اور بائیں ہوتے ہیں :"ازهری عن اصعی وابوعمرو العلاء" ② ابن الاعرابی خود اس پنڈلی اور قدم کے جوڑ کو کعب کہا۔ ③ شیعہ :قدم کی پشت کا ابھرا ہوا حصہ کعب ہے۔ اس تیسرے قول کی تائید لغت قطعاً نہیں کرتی۔ پہلا قول درست ہے :"فیجمعه بیده کراهیة ان تری عورته" یجمع میں ہ ضمیر ہر ہر فرد کے لحاظ سے ہے اور بطور کی مجموعہ کے لحاظ سے لائی گئی ہے :"کراهیة" یہ یجمع کا مفعول لہ ہے۔ کہ چادر کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے کہ کہیں ستر ظاہر نہ ہو جائے۔

تخریج: اخرجه البخاری (۲۰۶۹) و (۲۵۰۸)

الفرائد : ① صحابہ کرام کے کمال ایمان اور دنیا سے زہد و بے رغبتی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ② نصرتِ دین اور تعلق باالآخرۃ سے ان کے دل سرشار تھے۔

۵۰۷ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : کَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهٗ لِیْفٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۵۰۷: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک چمڑے کا تھا جس

میں کھجور کا چھلکا بھرا ہوا تھا۔ (بخاری)

تشریح ۞ **فراش**: جس بستر پر آپ ﷺ آرام فرماتے تھے: "آدم" جمع ادیم رنگی ہوئی کھال: "حشوہ" یہ مصدر بمعنی مفعول ہے: "ای محشو" لیف اس کا واحد لیفۃ ہے۔ (الصحاح)۔

تخریج: بخاری 'احمد ۹/۲۴۲۶۴ 'ابن حبان ۶۳۶۱۔

الفرائد: ① دنیا کی لذتوں اور تعیشات سے نبوت کی زندگی کس قدر دور تھی۔ ② امور آخرت کی طرف کتنا رجحان تھا۔

۵۰۸ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَدْبَرَ الْاَنْصَارِيُّ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "يَا اَخَا الْاَنْصَارِ كَيْفَ اَخِيْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ : صَالِحٌ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ يَّعُوْدُهُ مِنْكُمْ؟ فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهُ وَنَحْنُ بِضْعَةَ عَشَرَ مَا عَلَيْنَا نِعَالٌ وَّلَا خِفَافٌ وَلَا قَلَانِسُ وَلَا قُمُصٌ نَمْشِيْ فِيْ تِلْكَ السِّبَاخِ حَتّٰى جِئْنَاهُ فَاسْتَاْخَرَ قَوْمُهُ مِنْ حَوْلِهِ حَتّٰى دَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ مَعَهُ — رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۰۸: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اچانک ایک انصاری آدمی آیا پس اس نے آپؐ کو سلام کیا۔ پھر وہ واپس چل دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے انصاری بھائی۔ میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا ٹھیک ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ان کی عیادت کے لئے جائے گا۔ آپؐ اٹھے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم دس سے کچھ زائد تھے۔ ہمارے پاس نہ جوتے' نہ موزے تھے اور نہ ٹوپیاں اور قمیصیں تھیں۔ ہم پتھریلی زمین میں چل رہے تھے یہاں تک کہ ہم ان کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے گھر والے ان کے پاس سے ہٹ گئے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ اور جو ان کے ساتھ تھے وہ ان کے قریب ہو کر بیٹھ گئے۔ (مسلم)

تشریح ۞ **جلوسًا**: یہ جالس کی جمع ہے: "اذجاء رجل من الانصار" "اذ" بھی مفاجات کے لیے آ جاتا ہے۔ اب معنی یہ ہے: "ای وقت مجئی الرجل الانصاری" "انصاری آدمی کی آمد کے وقت: "فسلم علیه" "اس نے نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا۔

الصباح' الصحاح للجوہری: "یا اخا الا النصار" "اے انصار میں سے ایک آنے والے۔ کشاف میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "اذقال لھم اخوھم نوح" یعنی ان میں سے ایک فرد مراد ہے۔ عرب کہتے ہیں: "یا اخابنی تمیم" "اور حماسی نے بھی یہی بات کہی ہے۔

لا یسالون اخاھم حین یندبھم فی انعائبات علی ما قال برھانا" وہ اپنی میں سے کسی بھی آنے والے مصیت زدہ سے دلیل مصیبت نہیں مانگتے بلکہ مدد کو پہنچ جاتے ہیں: "کیف انی" "اس آپ کے کمال تواضع اور فضل مزید کی طرف اشارہ ہے اور اس آدمی کے صدق ایمان کا ثبوت اور گویا اس آیت کی طرف اشارہ ہے: "انما المومنون اخوته" صالح یہ مبتداء

محذوف کی خبر ہے۔
مسئلہ : مستحب یہ ہے کہ آنے والے سے اس کے احوال کے علاوہ احباب کے حالات بھی دریافت کیے جائیں۔ایک حدیث میں وارد ہے کہ علیؓ اس صبح کو جس دن آپ کی وفات ہوئی آپ کے ہاں سے نکل کر باہر آئے تو صحابہ کرام نے طبیعت شریف دریافت کی تو انہوں نے کہا خیریت سے ہیں :"اصبح باربنا بحمدالله "صحت کے ساتھ صبح کی ہے۔اسی طرح یہاں صالح کا مطلب یہ ہے کہ علم ازلی میں جب ان کی صحت مقدر ہے۔ یہ ان کی بیماری سے کنایہ ہے اسی وجہ سے آپ ﷺ ان کی عیادت کے لئے روانہ ہوئے۔من یعوده منکم۔اس سے اشارہ معلوم ہوا کہ عیادت سنت کفایہ ہے :"فقام و قمنا معه" بظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ تمام حاضرین مجلس ساتھ گئے :"بضعة" تین سے نو تک بولا جاتا ہے :"نعال" جمع نعل جوتے :"خفاف" جمع خف ' موزے جیسے کتاب یعنی ہم ننگے پاؤں تھے :"ولا قلانس" جمع قلنسوة" اس میں واؤ اور نون زائد ہیں کسی ایک کے حذف کا بھی اختیار ہے۔واؤ کے حذف سے' قلانس" اور نون واو کے حذف سے قلاس ہو جائے گا۔کبھی یہ واؤ ماقبل کسرہ سے یا بن جاتی ہے :"قلنسية" (الحجوهری) قمص جمع قیص اس کی جمع قمصان بھی آتی ہے ،نحو :یہ خبر بعد خبر ہے۔السباخ :جمع۔ سبخه۔ بروزن تمرة البتہ سبخة بروزن کلمة اس کی جمع کلمات ہے۔کلر والی زمین۔عبارت کے ظاہری مفہوم سے یہ بات سمجھ آ رہی ہے کہ آپ ﷺ بھی اسی کیفیت میں تھے اسی اقتداء میں صحابہ کرام بھی ان چیزوں سے اعراض کرنے والے تھے جو زائد از حاجت تھیں : قومه خزرج کے احباب یا انصار اصحابه سے مراد وہ ہیں جو آپ کے ساتھ آئے تھے۔الحجوهری :تا کہ مریض مانوس ہو۔

تخریج: أخرجه مسلم (۹۲۵)

الفوائد : ① عیادۃ مریض سنت ہے فاضل مفضول کی عیادت کے لیے جائے تو اس کی خوش نصیبی ہے۔② تکلفات سے آپ ﷺ اور صحابہ کرام کی زندگی کس قدر پاک تھی۔

---

۵۰۹ :وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ :"خَيْرُكُمْ قَرْنِيْ ' ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ' ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" قَالَ عِمْرَانُ : فَمَا اَدْرِيْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ' ثُمَّ يَكُوْنُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَّشْهَدُوْنَ' وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ ' وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يُوْفُوْنَ' وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۵۰۹ :حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے۔حضرت عمران کہنے لگے کہ مجھے معلوم نہیں کہ آنحضرتؐ نے یہ دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ فرمایا۔اس کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی طلب کرنے کے بغیر ہی گواہی دیں گے اور خیانت کریں گے اور امانت دار نہ ہوں گے اور نذریں مانیں گے اور ان کو پورا نہیں کریں گے۔ان میں موٹاپا غالب ہو جائے گا۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **خیر کھم**: تمام امت کو خطاب ہے ان کا لفظ یہاں حذف کر دیا گیا' مسلم کی روایت میں ثابت ہے۔ قرنی کی دادقرنی مسلم کی دوسری روایت میں: "**خیر الناس قرنی**" کے الفاظ وارد ہیں حدیث باب کا یہی مفہوم ہے **القرآن** ایک زمانے کے لوگ جو کسی مقصودی معاملے میں شریک ہوں درست قول یہ ہے کہ اس کی کوئی مدت مقرر نہ کی جائے بلکہ اس طرح کہا جائے کہ آپ ﷺ کا قرن وہ صحابہ کرام ہیں اور یہ بعثت سے لے کر آخری صحابی کی وفات ۱۲۰ھ تک رہا۔ (**التوشیح لسیوطی**)

ثم الذین یلونھم: پھر تابعین کا زمانہ ہے۔ یہ ۱۰۰ھ سے تقریباً ستر سال تک ہے۔

ثم الذین یلونھم: یہ تبع تابعین ہیں ۱۷۰ھ سے ۲۲۰ھ تک ہے۔

اس وقت سے بدعات کھلے طور پر ظاہر ہونے لگیں۔ ایک طرف معتزلہ نے اپنی زبانوں کو بے لگام کر دیا تو دوسری طرف فلاسفہ نے سر اٹھائے اور اہل علم کو خلق قرآن کے ابتداء میں ڈالا گیا۔ حالات میں شدید تغیر پیدا ہوا اور اس وقت سے معاملہ نیچے جا رہا ہے۔

نووی فرماتے ہیں قرنی سے مراد اس تمام قرن کی فضیلت دوسری قرن کے مقابلہ میں ہے۔ اس سے انبیاءؑ پر فضیلت یا ہر عورت کا مریم و آسیہ سلام اللہ علیہما سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ قول عیاض نے مغیرہ سے نقل کیا کہ قرنی سے صحابہ کرام کا زمانہ اور **یلونھم** سے ان کے ابناء اور دوسرے **یلونھم** سے **ابناء الابناء** کا زمانہ مراد ہے۔

قول سہل یہ ہے کہ آپ کا قرن اس وقت باقی ہے جب تک وہ ایک آنکھ باقی ہے۔ جس نے آپ کو ایمان سے دیکھا۔ دوسرا قرن اس وقت تک باقی جب ایک صحابی کو دیکھنے والی آنکھ باقی ہے اور تیسرا قرن جب تابعین کو دیکھنے والی ایک آنکھ باقی ہے۔

قال عمران: یہ کسی راوی کا کلام ہے ممکن ہے خود حضرت عمران نے آپ کو اس طرح تعبیر کر کے ذکر کیا جیسا کئی مقامات پر ایسا وادر ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے: "**ثم الذین یلونھم**" دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ فرمایا قرن رابع کو شرف اس لیے ملا ہے کہ اس میں بڑے بڑے ائمہ کرام ہوئے جنہوں نے دین کی مدد کی اور اس پر ہونے والے حملوں کا دفاع کیا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکالیف پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کیا مثلاً احمد بن حنبل اور ان کے ہم عصر: "**بعد ھم**" یہ قرون جن کی خیریت کی گواہی دی گئی ان کے بعد آنے والے زمانوں کے لوگ مراد ہیں: "**قوم یشھدون و لایتشھدون**" شرح مسلم میں نووی کہتے ہیں یہ اس روایت کے خلاف نہیں جس میں اچھے گواہوں کے متعلق فرمایا: "**خیر الشھو والذی یاتی بالشھادۃ قبل ان یسأل عنھا**" کیونکہ حدیث باب سے مراد صاحب حق کے لیے حاکم کے ہاں اس کے مطالبہ سے پہلے گواہی دینا ہے۔ ② جھوٹے گواہ پر گواہی دینا ③ ایسے گواہ بنانا جو اہل شہادت سے نہ ہوں۔ ④ کسی قوم کے متعلق یہ گواہی دینا کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی بغیر کسی چیز پر دارومدار کے یہ کمزور بات ہے: "**خیر الشھود**" والی روایت کا مطلب یہ ہے کہ صاحب معاملہ کو بتلا دے کہ تیرے معاملہ کا میں گواہ ہوں۔

ویخونون و لایؤتمنون: یعنی وہ کھلی خیانت کریں گے کہ اس کے بعد ان میں امامت کا نام و نشان بھی نہ رہے گا۔ اگر کوئی معمولی سی چیز کہیں ایک مرتبہ لے لے تو وہ اہل امانت سے نہ نکلے گا۔ (نووی) **نحو**: جملہ منفیہ محل حال میں ہے۔ خیانت ان

کی طبیعت ثانیہ ہے۔ان پر کسی وقت بھی اطمینان نہیں ہوسکتا خواہ کوئی چیز انہیں ملے یا نہ ملے۔ واللہ اعلم: "ینذرون" اس "ینذرون" (ضرب نصر) دونوں لغات ہیں: ولا یصرفون یہ لایفون بھی وارد ہے۔دونوں کا معنی ایک ہے۔(نووی) السمن کرث لحم۔اگر خلقی ہوتو حرج نہیں "کسبی کثرت اکل و شرب" والا مراد ہے۔بعض نے جمع اموال بعض نے کثرت دعاوی مراد لیے ہیں۔

تخریج: أخرجه البخاری (۲۶۵۱) ومسلم (۲۵۳۵) والنسائی (۳۸۱۸)

الفرائد: ① معجزہ نبوت ہے کہ جن باتوں کی خبر دی اسی طرح واقع ہوئیں ② صحابہ، تابعین، تبع تابعین کی افرادی اعتبار سے تمام امت پر فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔(جمہور)۔

۵۱۰ :وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ اِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ وَاِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَّكَ ، وَلَا تُلَامُ عَلٰی كَفَافٍ ، وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۵۱۰: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے آدم کے بیٹے اگر تو زائد مال کو خرچ کرے گا تو وہ تیرے لئے بہت بہتر ہوگا اور اگر تو روک کر رکھے گا تو وہ تیرے لئے بہت برا ہوگا اور گزارے کے مال پر تمہیں ملامت نہ کی جائے گی۔تم مال خرچ کرنے کی ابتداء ان سے کرو جن کے خرچ کی ذمہ داری تم پر ہے۔(ترمذی) اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ✿ ان تبذل الفضل :تیرا زائد مال خرچ کرنا :"فضل" جو مال عادی ضروریات سے وافر ہو : خیر لك" تا کہ اس کا پھل تیرے لئے باقی رہے۔ یہ مصدر بھی ہوسکتا ہے۔ان تمسکه شر لك :اس کا روک لینا تیرے لیے برا ہے کیونکہ بسا اوقات تو اس کے واجب حقوق ادا نہیں کرتا اور بسا اوقات اس سے تیرا دل مشغول ہو جاتا ہے۔جو کہ نگاہ رب العالمین کا عمل ہے :"ولا تلام" یہ مجہول ہے۔شرع کی طرف سے تم پر عتاب نہ ہوگا :"علی کفاف" کفاف کھانے، پینے اور لباس و مسکن، خدام میں سے جو ضرورت کے مطابق ہوں۔

قرطبی کہتے ہیں کفاف وہ ہے جو حاجات سے روک دے ضروریات اور ماقول کو دھکیل دے اور خوش عیش لوگوں سے وہ نہ ملے۔فقر و غنی میں سے ہر ایک کی برائی سے بچنے کے لیے یہ بہترین حالت ہے :"بما تعول" ما موصولہ یا مصدریہ ہے۔تعول سے مراد جن کی اعانت کی ذمہ داری تم پر ہے مثلاً زوجہ، اصل فرع میں محتاج، خادم وغیرہ۔

تخریج : ترمذی فی الزھد، مسلم فی الزکاۃ، احمد ۸/۲۲۳۲۸۔

الفرائد : ① کفاف کے علاوہ زائد کا خرچ دینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔② امور شرعیہ اہم پھر اس سے کم اہم کا لحاظ رکھ کر اہل و عیال اور جن کا خرچہ اس کے ذمہ ہے ان پر خرچ کیا جائے۔

۵۱۱ :وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحْصِنٍ الْاَنْصَارِيِّ الْخَطْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ مُعَافًى فِيْ جَسَدِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"سِرْبِهٖ" بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ اَيْ نَفْسِهٖ، وَقِيْلَ قَوْمِهٖ۔

۵۱۱: حضرت عبید اللہ بن محصن انصاری خطمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنی قوم میں اس حال میں صبح کرے کہ وہ امن سے ہو اور تندرست ہو اور اس کے پاس اس دن کی خوراک موجود ہو تو گویا اس کے لئے تمام دنیا تمام ساز و سامان کے ساتھ جمع کر دی گئی ہے۔(ترمذی) اور اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

سِرْبِهٖ :اپنی ذات یا قوم۔

تشریح ۞ عبید اللہ بن محصن انصاریؓ :انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا۔عبد البر کہتے ہیں کہ بعض نے ان کی روایت کو مرسل قرار دیا جب کہ دوسروں سے مسند مانا ہے۔ان سے ابو سلمہ ۔نے بھی روایت لی ہے۔(اسد الغابہ)

:"منکم" آپ ﷺ کا ایک کو حکم ہو وہ بھی تمام ہی کو ہوتا ہے :آمنا" یعنی دشمن سے امن کی حالت میں ہو :"فی سربه "فتحہ سے ہو تو راستہ اور کسرہ سے قوم اپنے میں اپنی جان اور اہل و مال پر عافیت ہو :"معانی فی الجد" امراض سے بچا ہوا ہو۔کیونکہ بیماری کی وجہ سے آدمی اچھی حالت اور انعامات امن و وسعت سب کو بھول جاتا ہے :"قوت یومه" کھانے پینے اور اس دن کی دیگر ضروریات :"حیزت" جمع کردی گئی :"حذافیرھا" تمام اطراف سمیت یعنی گویا اسے تمام دنیا مل گئی (المصباح) اسد الغابہ المصباح۔

تخریج : بخاری فی الادب المفرد ۳۰۰ 'عبید اللّٰہ بن محصن مجھول ھے' ترمذی 'ابن ماجه' ابن حبان ۶۷۱ 'حلیه ۲۴۹/۵ فی سندہ ضعف 'طبرانی فی الاوسط ۱۸۴۹۔

الفرائد : ① قناعت اور موجود پر اکتفاء کا حکم دیا کیونکہ :"رزاق جی لایموت" ہے۔

۵۱۲ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَكَانَ رِزْقُهٗ كَفَافًا وَّقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۱۲: حضرت عبد اللہ بن عمر عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اسلام لایا وہ کامیاب ہو گیا اور اس کا رزق بقدر کفایت ملتا رہا اور اللہ نے اس کو جو دیا اس پر قناعت فرمائی۔(مسلم)

تشریح ۞ قدافلح :الفلاح کامیابی بقاء فتح مند ہونا :"من اسلم" مطلق سے کامل مراد ہوتا ہے پس کامل اخلاص والا اسلام مراد ہے اور پہلے ذکر کی وجہ یہی ہے کہ اسی پر تمام صالح اعمال کی بنیاد ہے :"کفافا" بقدر ضرورت ہے کہ اس سے کچھ بچتا نہیں۔بقول نووی نہ حاجات سے کچھ بچے نہ اس سے کوئی حاجت بچے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفاف فقر و غنی دونوں سے

بہتر ہے: "قنعه" اس کو قناعت نصیب کی۔ شاید مضاعف کا باب اس مبالغہ کے اظہار کے لیے لایا گیا ہو یہ وصف انسانی طبع سے بعید تو ضرور ہے مگر جو اس کا قصد کرتا ہے تو اسے اس سلسلہ میں مبالغے کی ضرورت ہوگی کیونکہ انسانی طبیعت تو مال کی حرص کی طرف مائل ہونے والی ہے۔ سوائے اس انسان کے جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے اور وہ لوگ بہت ہی کم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے مخفی الطاف سے قانع بنا دیں گے: "بما آتاه" جو کفاف اس کو عنایت کیا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس کو یہ مل جائے اس نے دارین کی مرغوب چیز پالی۔

تخریج: مسلم ۲/۶۵۸۳ ترمذی ابن ماجه ابن حبان ۶۷۰ بیهقی ۴/۱۹۶۔

الفرائد: ① جس کو اسلام کے بعد کفاف میسر ہو اور وہ اس پر راضی وخوش ہو تو وہ طوبیٰ کا حقدار ہے۔

۵۱۳ : وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ فَضَالَةَ ابْنِ عُبَیْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : طُوْبٰی لِمَنْ هُدِیَ لِلْاِسْلَامِ وَکَانَ عَيْشُهٗ كَفَافًا وَّقَنِعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۵۱۳: حضرت ابو محمد فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس آدمی کو خوش خبری ہو جس کو اسلام کی طرف ہدایت ملی اور اس کا گزر اوقات مناسب ہے اور وہ قناعت کرنے والا ہے۔ ترمذی اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ابو محمد فضالہ بن عبید النصاریؓ: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن قیس بن صہیب بن الاصرم بن جحجب ابن کلفۃ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس الانصاری العمریؓ یہ احد میں پہلی مرتبہ نبی اکرم ﷺ اور احد کے بعد والے تمام غزاوت میں شرکت کی۔ فتح مصر میں موجود تھے۔ دمشق میں رہائش اختیار کی اور حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے وہاں کے قاضی رہے ان کو رومیوں کے خلاف لڑائیوں میں امیر بنایا گیا۔ نبی اکرم ﷺ سے پچاس روایات مروی ہیں۔ مسلم نے دو روایات نقل کی ہیں انہوں نے دمشق میں وفات پائی۔ باب الصغیر کے پاس ۵۳ھ میں دفن ہوئے۔ بعض نے ۶۹ھ کہا۔ پہلا قول درست ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ امیر معاویہؓ ان کی چارپائی کو اٹھائے ہوئے اپنے بیٹے کو کہہ رہے تھے اے بیٹے اس کو اٹھانے میں میری معاونت کر۔ اس جیسے انسان کی نعش اٹھانے کا آج کے بعد موقعہ نہ ملے گا۔ امیر معاویہ کی وفات ۶۰ھ میں ہوئی: "طوبی" بعض نے کہا یہ طیب سے بنا ہے۔ یعنی اچھی پاکیزہ زندگی بعض نے کہا اچھائی بعض نے کہا بھلائی۔ اس کی اصل طیبی ہے۔ یا کو ضمہ کے قرب کی وجہ سے واؤ سے بدل دیا: "هدی" یہاں لام کے ساتھ متعدی ہونے کی وجہ سے او صل کے معنی میں ہے و کان عیشه کفافا و قنع" یہ دونوں جملے صلہ پر معطوف ہیں ② ھدی کے نائب فاعل سے محل حال میں بھی ہو سکتے ہیں۔

تخریج: ترمذی ابن حبان حاکم ۱/۹۸ مسند قضاعی ۶۱۶ احمد ۹/۲۳۹۹۹ طبرانی فی الکبیر ۱۸/۷۸۶۱۔

الفرائد: ① جو آدمی رزق حاضر پر راضی ہونے اور ایمان کے ساتھ عمل صالحہ اختیار کرنے والا ہو وہ کل قیامت کے دن عمدہ زندگی کا حق دار ہوگا۔

۵۱۴ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا وَّاَهْلُهٗ لَا يَجِدُوْنَ عَشَآءً، وَّكَانَ اَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۵۱۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن متواتر بھوکے گزار دیتے تھے اور آپؐ کے گھر والوں کو بھی شام کا کھانا میسر نہ ہوتا تھا اور آپؐ کی اکثر روٹی جَو کی روٹی ہوتی تھی۔ ترمذی اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ المتتابعة: پے درپے "طاویا" باب سے مناسبت خبر کے اسی حصہ سے ہے: "طوی یطوی فهو طاوی "وہ خالی پیٹ والا ہے اس نے نہیں کھایا: "واهله لایجدون عشاء" واو مصاحبت کے لیے ہے عشاء وہ کھانا جو عشاء کے وقت کھایا جائے زوال کے بعد سے تمام رات کو عشی کہتے ہیں نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے جو ان کے بھوکے رہنے کے مقتضیٰ کو بیان کرتا ہے: "وقد کان اکثر خبر هم الشعیر "گندم کی روٹی تو درکنار جو تک بھی نہ ہوتے تھے۔ نفیس خوراک تو بعد کی بات ہے۔ نحو: قد مضمر مان لیں تو یہ جملہ حالیہ ماقبل پر معطوف ہے۔

تخریج : ترمذی ابن ماجه (جامع صغیر) مسلم' احمد ۲۳۰۳/۱' ابن حمید ۵۹۲' طبرانی ۱۱۹۰۰۔

الفرائد : اللہ تعالیٰ کی راہ میں آپ کس قدر بھوک وفقر برداشت کرتے تھے۔ اہل بیت رسول رضائے الٰہی کی کس قدر طمع رکھنے والے تھے۔

۵۱۵ : وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِالنَّاسِ يَخِرُّ رِجَالٌ مِّنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ – وَهُمْ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتّٰى يَقُوْلَ الْاَعْرَابُ : هٰٓؤُلَآءِ مَجَانِيْنُ فَاِذَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ انْصَرَفَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ : "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَالَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَاَحْبَبْتُمْ اَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَّحَاجَةً" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔

"اَلْخَصَاصَةُ" اَلْفَاقَةُ وَالْجُوْعُ الشَّدِيْدُ۔

۵۱۵ : حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو بعض لوگ قیام میں بھوک کی وجہ سے گر پڑتے اور وہ اصحابِ صفہ میں سے ہوتے۔ یہاں تک کہ بعض دیہاتی یہ کہتے تھے کہ یہ پاگل ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کر ان کی طرف منہ پھیرتے تو فرماتے اگر تم جان لو جو اللہ کے ہاں تمہارے لئے بدلہ ہے تم پسند کرتے کہ تم اس سے بھی زیادہ فاقے اور حاجت میں مبتلا ہوتے۔ (ترمذی)

اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اَلْخَصَاصَۃُ: فاقہ اور بھوک۔

تشریح ۞ اذاصلی بالناس :لوگوں کونماز پڑھانے کے وقت میں نحو: اذا شرط کا معنی دیتا ہے اور صرف شعر میں جزم دیتا ہے: ''یخر رجال قامتھم فی الصلاۃ من الخصاصۃ'' نحو: یہ جملہ جواب شرط ہے۔یخر گرنے کے معنی میں ہے من ''ابتدائیہ ہے۔مطلب یہ ہے کچھ نماز میں کھڑے ہوتے ہی بھوک سے گر پڑتے :''وھم اصحاب الصفۃ'' نحو: یہ یخر کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے تاکہ فاعل کا خاص وصف بیان کرے۔یعنی وہ اس حال میں کہ اصحاب صفہ تھے بحتی یقول الاعراب ھو لامجانین ''حتی'' یہ غایت محذوف ہے۔یعنی وہ لوگ متعجب ہوتے جو اس کا سبب نہ جانتے تھے یہاں تک کہ اس وقت موجود دیہاتی یہ وہم کرتے یہ جنون کے دورے سے گرتے ہیں۔

ھؤلا مجانین :یہ جملہ خبریہ ہے۔② استفہامیہ بن سکتا ہے جب کہ ہمزہ مقدر مانیں بہر صورت حکایت ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔یعنی ان کے گرنے کی اور وجہ نہیں عام مجمع کے سامنے یہ مجنونوں والی حالت تھی۔اسی وجہ سے انہوں نے یہ خیال باندھا یا ان کے متعلق اس طرح کی دریافت کی :''فاذا صلی ﷺ انصرف الیھم'' جب نماز سلام سے مکمل ہو جاتی تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوتے ،فقال لو تعلمون ما لکم عنداللہ ''تو آپ ان تک پہنچے کے بعد تسلی کے لیے فرماتے اگر تم وہ بیشمار نعمتیں جان لیتے جو کسی نے سنی دیکھی اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال گزرا ہے۔

مسئلہ : اس سے بارگاہ الٰہی میں ان کا مقام ومرتبہ کمال ایمان حسن مجاہدہ ثابت ہوتا ہے۔آپ ان کو اس لیے حوصلہ دلاتے کیونکہ آپ ہی ان کو اس پر آمادہ کرنے والے تھے۔

لاحببتم ان تزدادوا فاقۃ وحاجۃ :ان کو اس بات پر آمادہ کیا تاکہ وہ اس سے روشنی حاصل کرنے پر آنے والی تکالیف پر صبر کریں اور قابل اجر چیزوں پر خوب محنت کریں۔کیونکہ بدلہ تو اس پر اٹھائی جانے والی تکالیف پر کمی وبیشی کے لحاظ سے ہو گا۔② اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ تکالیف آ رہی تھیں ان کو انہوں نے میٹھا سمجھا کیونکہ وہ کمال معرفت رکھتے تھے اور نعمتوں کو انہوں نے مہربان آقا کی طرف سے آنے والا خیال کیا۔ذاتی لحاظ سے نہیں کہ وہ خود پسندی میں مبتلا ہوتے خواہ جس بھی کام پر وہ رحمت تجلی ڈالتی یا جس انداز سے ڈالتی۔کسی شاعر نے کہا ہے ؎

اذا اما رایت اللہ فی الکل فاعلاً ☆ رایت جمیع الکائنات ملاحا

تخریج : ترمذی فی الزھد' ابن حبان ۷۲۴'طبرانی فی الکبیر۷۹۸/۱۸'حلیہ۱۷/۲'احمد۲۳۹۹۳/۹۔

الفرائد : ① اصحاب صفہ کے فاقہ وضعف اور سخت بھوک برداشت کرنے کے باوجود دین پر ثابت قدمی اور عدم سوال ان کی عظمت کے ستارے کو بلندی پر چمکا رہا ہے۔② اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے ایمان ومجاہدہ کی قبولیت معلوم ہوتی ہے۔

۵۱۶ :وَعَنْ اَبِیْ کَرِیْمَۃَ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِیْ کَرِبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ :مَا مَلَاَ اٰدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُکُلَاتٌ یُقِمْنَ صُلْبَہٗ فَاِنْ کَانَ لَہٗ لَا مَحَالَۃَ فَثُلُثٌ لِّطَعَامِہٖ وَثُلُثٌ لِّشَرَابِہٖ وَثُلُثٌ لِّنَفْسِہٖ ' رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

"اُكُلَاتٌ": اَىْ لُقَمٌ۔

۵۱۶: حضرت ابوکریمہ مقداد بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کسی آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے زیادہ بُرا نہیں بھرا۔ ابن آدم کے لئے اتنے ہی لقمے کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا کر دیں اور اگر زیادہ ہی کھانا ضروری ہو تو تیسرا حصہ کھانے کے لئے' تیسرا پینے کے لئے اور تیسرا سانس کے لئے (ترمذی)

اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اُكُلَاتٌ: چند لقمے۔

تشریح ۞ مقدار بن معدیکربؓ: ان کے حالات گزرے۔ باب فضل الحب فی اللہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ماملا آدمی: آدمی یہ آدم علیہ اسلام کی طرف نسبت ہے۔ مراد کوئی انسان۔

وعاء شرا من بطنه: طیبیؒ کہتے ہیں ابن اقبرس نے ذکر کیا کہ یہاں پیٹ بمنزلہ برتن قرار دیا اور یہ اس کی تذلیل کے لیے کہا گیا۔ پھر مزید بدترین برتن قرار دیا کیونکہ وہ برتن اسی لیے استعمال ہوتے ہیں جس کے لئے ان کو بنایا گیا ہے۔ مگر پیٹ کو اس لئے بنایا گیا تاکہ اس سے پشت سیدھی رہ سکے۔ اس کو بھرنے سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ خواہ وہ فساد دینی ہو یا دنیوی۔ پس یہ اس وجہ سے برا برتن بن گیا۔

ایک سوال: جب شر اسم تفضیل ہے تو کس کے مقابلے میں اس کو شر کہا گیا؟

جواب: برتنوں کا پر کرنا دو حال سے خالی نہیں۔ ① دنیا کی طمع کے لیے۔ ② حرص کی غرض سے ہو یہ دونوں بری ہیں۔

بحسب ابن آدم: حسب کا معنی کافی ہونا۔ با زائدہ ہے جو مبتداء پر آ رہی ہے: "اکلات" یہ اکلَة" کی جمع لقمہ۔ یعنی چند لقمے جس سے بھوک کا ازالہ ہو: "**یقمن صلبه**" نحو یہ جملہ "اکلات" کی صفت ہے۔ ② سبب کفایت کو بیان کرنے کے لیے مستانفہ بھی ہو سکتا ہے: "**فان كان لا محاله**" **لا محاله** لازم کے معنی میں ہے جیسا کہتے ہیں **الموت آت لا محالة**"۔ (**الصحاح**) اگر زیادہ چاہت ہو تو تیسرا حصہ "**فثلث لطعامه**" ابن اقبرس کہتے ہیں نفس پر قابو رکھنے کے لیے تیسرے حصے کی مقدار کھائے حکایت: کسریٰ نے ایک طبیب سے پوچھا۔ ① وہ کونسی بیماری ہے جس کا علاج نہیں؟ تو اس نے کہا کھانے پر کھانا۔ اسی چیز نے مخلوق کو فنا کے گھاٹ اتارا اور مخلوق کے ساتویں حصہ کو قتل کر ڈالا۔ ② اس نے کہا بچنے کا راستہ کیا ہے؟ طبیب نے کہا ہر چیز میں میانہ روی۔ جب وہ مقدار سے زیادہ کھائے گا تو روح پر تنگی پیش آئے گی۔

تخریج: احمد ۱۷۱۸۶/۶' ترمذی' نسائی فی الکبریٰ ۶۷۶۹/۴' ابن حبان ۶۷۲' حاکم ۷۱۳۹/۴' طبرانی الکبیر ۲۴۴/۲۰' مسند القضاعی ۱۳۴۰' ابن ماجه۔

الفوائد: ① اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر پختگی کے لیے اتنا کھانا کافی ہے جس سے اس کی صلب سیدھی ہو سکے۔ اگر اس سے بڑھے تو ثلث بطن کا خیال رکھے۔

۵۱۷: وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِیِّ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذَكَرَ اَصْحَابُ

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: "اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ" اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ، يَعْنِي التَّقَحُّلَ - رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

"اَلْبَذَاذَةُ" بِالْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ وَالذَّالَيْنِ الْمُعْجَمَتَيْنِ وَهِيَ رَثَاثَةُ الْهَيْئَةِ وَتَرْكُ فَاخِرِ اللِّبَاسِ وَاَمَّا "التَّقَحُّلُ" فَبِالْقَافِ وَالْحَآءِ : قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ : الْمُتَقَحِّلُ هُوَ الرَّجُلُ الْيَابِسُ الْجِلْدِ مِنْ خُشُوْنَةِ الْعَيْشِ وَتَرْكِ التَّرَفُّهِ۔

۵۱۷: حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ انصاری حارثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دنیا کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سنتے نہیں ہو؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ بے شک سادگی ایمان کا حصہ ہے' بے شک سادگی ایمان کا حصہ ہے یعنی تکلفات کو چھوڑنا۔ (ابوداؤد)

اَلْبَذَاذَةَ : پراگندہ حال اور قیمتی لباس کا چھوڑنا۔

اَلتَّقَحُّلُ :اس آدمی کو کہتے ہیں کہ تنگ دستی اور خوش عیشی کو چھوڑنے کی وجہ سے جس کا چمڑا سوکھا ہوا ہو اور کم کھانے کی وجہ سے چہرہ جھریوں والا ہو جائے۔

تشریح ۞ عن ابی امامۃ ایاس بن ثعلبۃ:الانصاری الحارثیؓ ان کا نام ایاس ہے (الاصابہ) امام احمد نے ان کا نام عبداللہ بتایا۔ بعض نے ثعلبہ بن سہل' بعض نے ابوعبدالرحمان جب کہ دوسروں نے ابوعمر۔ان کا درست نام ایاس ہی ہے۔والد کا نام ثعلبہ ہے۔الحارثی الانصاری یہ حارث بن خزرج کی اولاد سے ہیں جو کہ ان کے اجداد سے ہیں۔بعض نے کہا یہ بلوی ہیں جو کہ بنی حارثہ کے حلیف ہیں اور وہ ابو بہردہ بن نیار کے بھانجے ہیں۔رضی اللہ ان کی وفات اس وقت ہوئی جب آپ احد سے واپس لوٹ رہے تھے۔آپ نے نماز جنازہ پڑھی اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ ان سے جس نے روایت لی ہے وہ مرسل روایت ہے کیونکہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو نہیں پایا۔اسی طرح محمود بن ربیع کی روایت ہے ان کی ولادت تو ان کی وفات سے پہلے ہوئی مگر یہ احد میں شہید ہو گئے۔مگر زیادہ درست بات یہ ہے کہ ان کی وفات اس وقت نہیں ہوئی بلکہ بدر سے واپسی کے موقعہ پر پیش آئی۔اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کو واپس لوٹا دیا یہ لوٹ کر آئے تو ان کی والدہ کی وفات ہو چکی تھی۔نماز جنازہ پڑھی اور بدر میں شریک نہ ہوئے۔احد میں ان کے شہید نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ مسلم نے عبداللہ بن کعب کے واسطہ سے یہ روایت نقل کی ہے:"من اقتطع حق مسلم بیمینہ" اگر یہ منقطع روایت ہوتی تو عبداللہ کی روایت مسلم میں نہ لائی جاتی ان سے اور روایات بھی وارد ہیں جن میں سے دو احادیث مزی نے اطراف میں نقل کی ہیں ایک اس باب والی روایت' دوسری مسلم والی روایت اور اصابہ میں کہا گیا کہ نبی اکرم ﷺ سے انہوں نے کئی روایات نقل کی ہیں۔ان میں بعض کو مسلم اور اصحاب سنن نے ذکر کیا مسلم نے منفرد طور پر حدیث المارفی کلام ذکر کی (اسد الغابہ) وہ نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے بعندہ سے مراد نبی اقدس ﷺ ہیں اگرچہ غائب ضمیر غالب استعمال کے خلاف ہے:"الدنیا" دنیا اور اس کی زینت وخوش حالی کا ذکر کیا:الاتسمعون الا" یہ حرف سامع کو خبردار کرنے کے لئے آتا ہے آپ ﷺ نے اس سے مخاطب

فرمایا اگرچہ آپ جانتے تھے کہ وہ بات کو سن رہے اور آپ کی فوراً اطاعت کرنے والے ہیں۔ پھر آپ نے بات کا اعادہ فرمایا اور ان سے تاکید لائے کیونکہ نصیحت کا بلیغ انداز یہی ہے: "البذاذة من الایمان" لباس کی سادگی کمال ایمان ہے جو دل میں جڑ پکڑنے والا ہے۔ زید بن وہب کہتے ہیں۔ میں نے عمر بن خطابؓ کو دیکھا کہ آپ بازار کی طرف نکلے' آپ کے ہاتھ میں درہ تھا۔ آپ نے ایک چادر باندھ رکھی تھی جس میں چمڑے کے چودہ پیوند تھے۔ اسی طرح علیؓ کو کسی نے کہا آپ پیوند والی ازار پہنتے ہیں آپ نے فرمایا: "یقتدی به المؤمن ویخشع له القلب" مؤمن اس چیز کی پیروی کرتا ہے اور اس سے دل میں خشیت ہوتی ہے۔

قول عیسیٰ علیہ السلام: ٹھاٹھ والے کپڑے دل میں تکبر پیدا کرتے ہیں سادہ لباس کو ایمان کا حصہ اس لیے کہا گیا کیونکہ اس سے نفس میں تواضع پیدا ہوتی ہے اور اس کی اکڑ ٹوٹتی ہے لیکن یہ ہر ایک میں نہیں بلکہ بعض لوگوں کے ہاں سادہ لباس بھی عمدہ لباس جیسا تکبر پیدا کرتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ کپڑوں میں میانہ روی اختیار کی جائے جیسا کتاب اللباس میں آئے گا۔ ابو داؤد کے بعض نسخوں میں تین مرتبہ تکرار ہے۔ مگر وہ حدیث باب کے خلاف نہیں ہے: "عظیم حکمت" آپ ﷺ نے اپنے لئے لباس میں سادگی کو اختیار فرمایا۔ سلف صالحین نے آپ کی اتباع کی خصوصاً متاخرین صوفیاء نے جب علماء سلف نے دیکھا کہ لوگ زینت ولباس پر فخر کرتے ہیں تو انہوں لباس کی سادگی سے دنیا کی حقارت ان کے سامنے رکھی اور جس چیز کو حق نے عظمت والا بنایا اس کی بڑھائی لوگوں کو بتلائی (ایمان) اب دل سخت ہو گئے اور غفلت پسند لوگوں نے ظاہری بوسیدگی کو حصول دنیا کا ذریعہ بنایا۔ ایسے حالات میں ان لوگوں کی مخالفت ضروری ہے۔ شاذلی کا قول: ابوالحسن شاذلی نے ایک بدہیئت پھٹے کپڑوں والے سے فرمایا۔ میری طرف دیکھو! میری یہ حالت کہتی ہے کہ الحمدللہ اور تمہارا حال کہہ رہا ہے مجھے دنیا لا کر دو: "بذاذة" کا معنی رثاثت ہے۔ رثاثت۔ کپڑے کے کہن پن کو کہتے ہیں۔ رث الشي: التقحل' یہ قحل الرجل قحلا سے لیا گیا کمزوری سے جس کا چمڑہ ہڈی سے چمٹ جائے۔

تخریج: ابو داؤد فی الترجل' ابن ماجه فی الزهد' حمیدی۳۵۷' حاکم فی الایمان۱/۱۸ احمد فی الزهد ص۷' مسند قضاعی' امالی عراقی۔

الفرائد: ① لباس وہیئت کا تفاخر انسان کو خود پسند بنا دیتا ہے۔ ② تواضع' مناسب گزر اوقات کمال ایمان سے ہے۔

٥١٨ : وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَمَّرَ عَلَيْنَا اَبَا عُبَيْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ نَتَلَقّٰی عِيْرًا لِّقُرَيْشٍ وَّزَوَّدَنَا جِرَابًا مِّنْ تَمْرٍ لَّمْ يَجِدْ لَنَا غَيْرَهٗ - فَكَانَ اَبُوْعُبَيْدَةَ يُعْطِيْنَا تَمْرَةً تَمْرَةً - فَقِيْلَ : كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِهَا؟ قَالَ نَمَصُّهَا كَمَا يَمَصُّ الصَّبِیُّ ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَآءِ فَتَكْفِيْنَا يَوْمَنَا اِلَى اللَّيْلِ ' وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ ثُمَّ نَبُلُّهٗ بِالْمَآءِ فَنَاْكُلُهٗ قَالَ : وَانْطَلَقْنَا عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَرُفِعَ لَنَا عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ كَهَيْئَةِ الْكَثِيْبِ الضَّخْمِ فَاَتَيْنَاهُ فَاِذَا هِیَ دَآبَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرَ فَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ : مَيْتَةٌ ' ثُمَّ قَالَ : لَا' بَلْ نَحْنُ رُسُلُ

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَكُلُوْا ' فَاَقَمْنَا عَلَیْهِ شَهْرًا وَّنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ حَتّٰى سَمِنَّا ' وَلَقَدْ رَاَیْتُنَا نَغْتَرِفُ مِنْ وَقْبِ عَیْنِهٖ بِالْقِلَالِ الدُّهْنَ وَنَقْطَعُ مِنْهُ الْفِدَرَ كَالثَّوْرِ اَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ ' وَلَقَدْ اَخَذَ مِنَّا اَبُوْ عُبَیْدَةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَاَقْعَدَهُمْ فِیْ وَقْبِ عَیْنِهٖ وَاَخَذَ ضِلَعًا مِّنْ اَضْلَاعِهٖ فَاَقَامَهَا ثُمَّ رَحَلَ اَعْظَمَ بَعِیْرٍ مَّعَنَا فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَحْمِهٖ وَشَآئِقَ ' فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ اَتَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ :هُوَ رِزْقٌ اَخْرَجَهُ اللّٰهُ لَكُمْ ' فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهٖ شَیْءٌ فَتُطْعِمُوْنَا؟" فَاَرْسَلْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْهُ فَاَكَلَهٗ – رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"الْجِرَابُ" : وِعَاءٌ مِّنْ جِلْدٍ مَعْرُوْفٌ ' وَهُوَ بِكَسْرِ الْجِیْمِ وَفَتْحِهَا وَالْكَسْرُ اَفْصَحُ قَوْلُهٗ "نَمَصُّهَا" بِفَتْحِ الْمِیْمِ "وَالْخَبَطُ" وَرَقُ شَجَرٍ مَّعْرُوْفٍ تَاْكُلُهُ الْاِبِلُ۔ "وَالْكَثِیْبُ" : التَّلُّ مِنَ الرَّمْلِ وَ "الْوَقْبُ" بِفَتْحِ الْوَاوِ وَاِسْكَانِ الْقَافِ وَبَعْدَهَا بَاءٌ مُّوَحَّدَةٌ وَهُوَ نُقْرَةُ الْعَیْنِ۔ "وَالْقِلَالُ" الْجِرَارُ "الْفِدَرُ" بِكَسْرِ الْفَآءِ وَفَتْحِ الدَّالِ :الْقِطَعُ۔ "رَحَلَ الْبَعِیْرَ" بِتَخْفِیْفِ الْحَآءِ :اَیْ جَعَلَ عَلَیْهِ الرَّحْلَ "الْوَشَائِقُ" بِالشِّیْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالْقَافِ :اللَّحْمُ الَّذِیْ قُطِعَ لِیُقَدَّدَ مِنْهُ ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۵۱۸: حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستے میں بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا۔ ہم قریش کے قافلے کا تعاقب کریں۔ ہمیں ایک تھیلہ کھجوروں کا دیا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز آپؐ کو میہا نہ ہوئی۔ حضرت ابوعبیدہ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے رہے ان سے کہا گیا پھر تم کیسے گزارہ کرتے رہے؟ انہوں نے کہا ہم اس کو چوس لیتے تھے جس طرح بچہ چوستا ہے پھر ہم اس پر پانی پی لیتے تھے۔ پس وہ ہمارے پورے دن سے رات تک کافی ہو جاتا اور ہم لاٹھیوں سے درخت کے پتے جھاڑتے۔ پھر ان کو پانی سے تر کر کے اس کو کھا لیتے تھے۔ ہم چلتے چلتے ساحل سمندر تک پہنچے۔ تو ہمارے سامنے ریت کے ایک بڑے ٹیلے کی طرح ایک چیز ظاہر ہوئی جب ہم اس کے پاس آئے تو وہ جانور تھا جسے عنبر کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہا یہ مردار ہے پھر کہا نہیں بلکہ ہم تو اللہ کے رسول کے قاصد ہیں اور اللہ کی راہ میں ہیں اور تم مجبوری تک پہنچ چکے ہو پس تم اس کو کھاؤ۔ پس ہم نے ایک مہینہ اس کے گوشت پر گزارا کیا ہماری تعداد تین سو تھی۔ ہم گوشت کھا کر موٹے ہو گئے اور ہم اس کی آنکھ کے خول سے چربی کے ڈول نکالتے تھے اور بیل کے برابر اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو لیا اور اس کی آنکھ کے ایک گڑھے میں بٹھایا اور اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کو پکڑ کر اس کو کھڑا کیا پھر ہم نے اپنے پاس موجود سب سے بڑے اونٹ پر کجاوہ باندھا تو وہ اونٹ اس پسلی کے نیچے سے گزر گیا۔ ہم نے زادِراہ کے طور پر اس کے گوشت کے ٹکڑے لئے۔ جب ہم مدینہ پہنچے اور رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تذکرہ کیا آپؐ نے فرمایا وہ رزق تھا جس کو اللہ نے تمہارے لئے نکالا۔ کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے ہے وہ ہمیں بھی کھلاؤ۔ پس ہم نے ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جس کو آپؐ نے تناول فرمایا۔ (مسلم)

اَلْجِرَابُ : چمڑے کا تھیلا۔
نَمُصُّهَا: ہم چوس لیتے۔
اَلْخَبَطُ: مشہور درخت کے پتے جسے اونٹ کھاتا ہے۔
اَلْكَثِيبُ : ریت کا ٹیلہ۔
اَلْوَقْبُ : آنکھ کا خول یا گڑھا۔
اَلْقِلَالُ: گھڑا۔
اَلْفِدَرُ: ٹکڑا۔
رَحَلَ الْبَعِيرَ: اونٹ پر کجاوہ ڈالنا۔
اَلْوَشَائِقُ : سکھانے کے لئے گوشت کے جو ٹکڑے کیے جائیں انہیں کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

تشریح ۞ بعثنا رسول ﷺ : یہ ۸ھ کی بات ہے :"امر علینا ابا عبیدة"ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو ہم پر امیر مقرر فرمایا۔ یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ صحیحین کی روایات اس بات پر متفق ہیں کہ اس سریہ میں ان کو امیر مقرر کیا گیا۔ جن بعض رواۃ نے قیس بن سعد کا امیر بنایا جانا تحریر کیا ہے وہ ان کا گمان ہے اصل قیس کو لشکر کے لیے اونٹ ذبح کرنے پر مقرر کیا گیا تھا۔ اس لیے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ فضیلت والے لوگوں کو امیر بنایا جانا چاہیے :"نتلقی عیراً لقریش "اس میں قافلے اور فوجی دستے کا سبب بیان کیا گیا ہے :"عیر "وہ قافلہ جو گندم اور دیگر اشیاء خوردنی لے جا رہا تھا اس روایت میں قافلے کی تصریح ہے مگر ابن سعد کہتے ہیں اس فوجی دستہ کو جھینہ قبیلے کی ایک شاخ کی طرف بھیجا گیا اور یہ ماہ رجب کی بات ہے۔ ممکن ہے کہ اصل قصد تو حھینہ قبیلہ کی ایک شاخ کا ہو اور راستہ میں قریش کا قافلہ مل گیا اور مسلم کی جابرؓ والی روایت اس کی مؤید ہے :"بعث النبی ﷺ بعثا الی ارض جهينة" پھر انہوں نے قافلہ قریش کے مل جانے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ البتہ ابن سعدؒ کے ذکر کردہ مہینہ میں یہ بات ممکن نہیں کیونکہ رجب ۸ھ صلح کا زمانہ ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ قافلہ کی ملاقات ہوئی اور جہینہ قبیلہ سے ان کی حفاظت کی۔ اسی لیے حدیث میں کہیں مذکور نہیں کہ انہوں نے کسی سے بھی لڑائی کی ہو۔ اگر چہ ایک مقام پر ایک ماہ یا اس سے کچھ زائد قیام رہا :"وزودنا جرابا من تمر لم نجد لنا غيره" کھجور کے ایک تھیلے کے علاوہ ہمارے پاس کوئی زادراہ نہ تھا :"یعطینا تمرة تمرة" یہ اسی محاورے کے مطابق ہے :"رکب القوم دوالبهم "یعنی ہر ہر ایک ایک کو ایک ایک کھجور دیتے تھے۔ یہ آخر کے قریب پہنچ کر معاملہ ہوا ورنہ شروع میں بخاری کی روایت کے مطابق :"یقوتنا کل یوم قلیلاً قلیلاً "تھا۔ پھر "حتی فنی فلم لکن یصیبنا الا تمرة" شروع ہوا مسلم کی روایت میں بھی :"قبضة قبضة"اور پھر :"تمرة تمرة"مذکور ہے۔ پھر زادراہ بالکل ختم ہو گیا تو ابوعبیدہ نے تمام لشکر کو زادراہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ میرا زادراہ ایک کھجور تھی۔

بقول عیاض :ممکن ہے دستر خوان پر فقط انہی کی ایک کھجور ہو۔ ② ممکن ہے یہ وہب بن کیان کا بیان ہو کہ انہوں نے سوال کیا ایک کھجور پر کیسے گزارا ہوتا تھا۔ تو انہوں نے جواب دیا جب وہ بھی نہ رہی تو اس کے موجود ہونے کا احساس ہوا۔

تصنعون بقول بیضاوی یہ "تعملون" سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ صنع کسی کام کو تجربہ تردد اور تحری کے بعد عمدگی سے انجام دینا۔
نمصها: یہ جملہ مستانفہ بیان حال کے لئے ہے۔ من الماء : کچھ پانی پینا۔ "فتكفينا يومنا الى الكيل "اس میں صحابہ

کرام کا زهد فی الدنیا ظاہر ہو رہا ہے اور سخت حالات' بھوک کی زبردست برداشت جھلک رہی ہے۔

معجزہ نبوی: معجزہ نبوت اور کرامت صحابہ کرام: ایک کھجور کھا کر تمام دن بھوک نہ لگتی تھی۔ معلوم ہوا کہ سیر کرنا کھانے کا کام نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کبھی معمولی سے سیر کر دیتا ہے اور کبھی بہت سے کھانے سے سیر نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ کا ارشاد اس روشنی میں سمجھ لیا جائے: "انی اظل عند ربی یطعمنی ویسقینی" "اللہ تعالیٰ کھانے اور پینے والے جیسی قوت عنایت فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے ارشاد فرمایا: "الذی اطعمهم من جوع" جبکہ "من تبعیضیة" ہو: "فضرب بعصینا الحبط ثم نبله بالماء" ظاہر سے معلوم ہوتا ہے درخت کے پتے خشک تھے تبھی پانی میں ڈال کر تر کیے جاتے مگر داؤدی نے کہا کہ پتے سبز تھے۔ ان کو مزید نرم کرنے بلکہ مٹی سے صاف کرنے کے لئے پانی میں بھگو دیتے اور کھا لیتے۔ ساحل سمندر کا کنارا: "الکثیب" بروزن قریب ریت کا مستطیل ومحددب ٹیلہ۔ نحو ① رفع فعل مجھول دونوں ظروف میں سے کوئی بھی باب فاعل بن سکتا ہے۔ دونوں ظرف حال متداخل ہیں۔ ② حال مترادف ہیں: "الضخم" بڑا "دابه تدعیٰ" یہ فعل مجہول ہے اور اس کی تانیث دابة کی وجہ سے لائی گئی ہے۔ عنبر کی تحقیق: "العنبر" یہ سمندری مچھلی ہے جس کے چمڑے سے ڈھالیں بھی بنتی تھیں۔ بعض کہتے ہیں عنبر اسی کے پیٹ سے نکلنے والا مواد ہے۔

ابن سینا کہتے ہیں: عنبر تو سمندر سے نکلتا ہے۔ البتہ ان مچھلوں کے پیٹ میں بھی پایا جاتا ہے جو اس کو نگل لیتی ہیں: "ماوردی نے امام شافعی سے نقل کیا کہ میں نے خود سمندر میں بکری کی گردن کی طرح عنبر کو اُگا ہوا دیکھا سمندر کا ایک جانور اسکو کھا لیتا ہے وہ اسکے لیے زہر ثابت ہوتا ہے جس سے وہ جانور مر جاتا ہے۔ اس جانور کے پیٹ سے عنبر نکالا جاتا ہے۔

ازہری کہتے ہیں بحر اعظم میں پائی جانے والی ایک مچھلی کا نام عنبر ہے اس کی لمبائی پچاس ہاتھ ہوتی ہے اس کو بالة کہتے ہیں۔ یہ عربی لفظ نہیں (الازہری) فقال لا" اولاً انکا اجتہاد یہ تھا کہ مردہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ مگر پھر کہنے لگے اضطراری حالت میں مردار کا گوشت درست ہے۔ فی سبیل اللہ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اس کے پیغمبر ﷺ کے دشمنوں سے جہاد کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "من یتق الله یجعل له مخرجًا ویرزقه من حیث لا یحتسب" بقول شاعر ؎

یرزق الله متقیه ویکفیی ☆ لافهذا قد جاء فی القرآن

وقد اضطررتم نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ② جملہ حالیہ ہے۔ یہاں متکلم سے مخاطب کی طرف عدول تفنن فی الکلام کے لیے ہے۔ فکلو افاقمنا" پہلی فا تفریع کے لیے ہے اور دوسری فا عاطفہ ہے پس ہم نے کھایا اور قیام کیا۔

مدت قیام شهرا: بخاری و مسلم کی ایک روایت میں اٹھارہ یوم اور ایک میں پندرہ کا تذکرہ ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں جس نے اٹھارہ دن کہا اس نے اصل تعداد بیان کی بقیہ جنہوں نے نصف شہر نقل کیا انہوں نے کسر کو حذف کر دیا جو کہ تین دن ہے۔ جنہوں نے شہر کہا تو انہوں نے قیام کی کل مدت بتلائی نووی نے ایک ماہ والی روایت کو راجح قرار دیا اور عیاض نے کہا پندرہ روز اس مچھلی کا گوشت کھانے کی مدت ہے جنہوں نے ایک ماہ کہا تو مہینے کے بقیہ روز مراد لیے جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ زاد راہ ملا۔ ابن التین نے کہا ایک روایت وہم راوی ہے۔ حافظ کہتے ہیں جمع کرنے میں میرا راستہ سب سے بہتر ہے (فتح الباری) حاکم نے بارہ دن نقل کئے وہ خلاف اصول ہے اور اس سے زیادہ شاذ تین دن والی روایت ہے۔

ونحن ثلاث مائة: یہ اقمنا سے جملہ حالیہ ہے: "حتی سمنا" یہ اقامت کی غایت ذکر کی گئی کہ ہم اس سے کھاتے رہے یہاں تک کہ خوب قوت آ گئی ممکن ہے کہ ان کا اجتہاد ضرورت منتہ سے: "حل میتة البحر" میں بدل گیا ہو جیسا کہ ان کے تقوی کا تقاضہ ہے بلکہ روایت کے اگلے حصہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم: "وقب" آنکھ کا خول: "بالقلال" یہ قلة کی جمع ہے اس کو قلہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آدمی اس کو زمین سے بلند کرتا ہے: الفدر: جمع فدرة ٹکڑا۔ قاضی عیاض نے اس لفظ کو تصحیف قرار دیا جو کہ درست نہیں یہ قسم مقدر کا جواب ہے اور جملہ مستانفہ ہے اس پر اگلا جملہ معطوف ہے: "فمر من تحتها" طاقتور بلند اونٹ پر کجاوہ رکھ کر بلند قامت آدمی اس پر سوار ہوا تو وہ بھی اس کی پسلی کے نیچے سے گزر گیا یہ طویل آدمی بقول حافظ قیس بن سعد بن عبادہؓ تھے۔

حکایت: ابوالفرج نے امیر معاویہؓ روم کے بادشاہ کی ایک حکایت نقل کی کہ اس نے اپنا طویل ترین آدمی بھیجا جس کی سراویل لمبائی میں معروف تھی۔ تو قیس بن سعد نے اس کی آمد پر مجلس میں اپنا سراویل اتار کر اس شخص کو دیا تو سراویل کا ایک کنارہ زمین پر اور دوسرا اس آدمی کی ناک تک پہنچنے والا تھا۔ کسی نے مجلس میں سراویل اتارنے پر ان کو عتاب کیا تو انہوں نے یہ شعر کہے۔

اردت لکی مایعلم الناس انها ☆ سراویل قیس والو فود شهود
والا یقولوا غاب قیس و هذه ☆ سراویل عاد الاولی و ثمود

حاصل یہ ہے کہیں وہ میری غیر حاضری میں یہ نہ کہیں یہ تو قوم عاد و ثمود کا سراویل اٹھا لائے ہو۔

الو شائق جمع وشیق: گوشت کا ٹکڑا جس کو خشک کر لیا جائے زادراہ کے طور پر لینا کچھ بعید نہیں: "اخرجه الله لكم" یہ ارشاد ان کے دلوں کو اطمینان دلانے اور حلت کے متعلق شک کے ازالے کے لیے فرمایا: "من لحمه شئ" اس سے شرق عادت ملنے والے رزق سے تبرک مقصود ہو نحو: منْ تبعیفیہ ہے ظرف اصل میں شئی کی صفت ہے استفہام کی صدارت کی وجہ سے مقدم کر دیا گیا معکم محل حال میں ہے فتطعمونا" یہ جواب استفہام ہے: "فاكله" فا سے اشارہ ہے کہ آپ نے بلا تاخیر استعمال فرمایا: "جراب" یہ جیم کے کسرہ سے چمڑے کے برتن کے معنی میں مستعمل ہے۔ (الصحاح المصباح عیاض)۔

الخبط: لاٹھی مار کر گرائے جانے والے پتے۔ (المصباح)

تخریج: مسلم فی الاطعمه بخاری فی الشرکه والمغازی ترمذی فی الزهد نسائی فی الصید والسیر ابن ماجه فی الزهد (اللطراف) احمد ٥/٤٣٤٤۔

الفرائد: ① اللہ تعالیٰ کی راہ میں صحابہ نے کس قدر تکالیف برداشت کیں۔ ② مچھلی مردہ کو سمندر باہر ڈال دے تو اس کا کھانا حلال ہے۔ ③ مل کر کھانے میں برکت ہے۔ ④ بے تکلف خدام و احباب سے کھانے والی چیز طلب کرنا ممنوعہ سوال میں داخل نہیں۔

٥١٩ : وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: "كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَى الرُّسْغِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"الرُّصْغُ" بِالصَّادِ وَالرُّسْغُ بِالسِّيْنِ اَيْضًا: هُوَ الْمُفْصَلُ بَيْنَ الْكَفِّ وَالسَّاعِدِ۔

۵۱۹: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیص کی آستین (بازو کے) پانچے تک تھیں۔ (ابوداؤد' ترمذی)

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

الرُّصْغُ: سین اور صاد دونوں کے ساتھ۔ ہتھیلی اور کلائی کا درمیان والا جوڑ۔

تشریح ۞ اسماء بنت یزیدؓ: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے بن السکن بن رافع بن امری القیس بن زید بن عبدالاشہل بن خیثم الانصاریؓ صحابیات اسماء بنت یزید انہی کا نام ہے۔ اسی وجہ سے ساتھ انصار یہ لقب نہیں لائے ان کی کنیت ام عامر ہے ان سے ۱۸۱ احادیث مروی ہیں۔ بخاری نے ادب المفرد میں ان کی روایت ذکر کی ہے۔ انہوں نے جنگ یرموک میں ۹ رومی اپنے خیمہ کے بانس سے ہلاک کیے

کم قمیص :کم کی جمع اکمام اور "کممة" بروزن عنبة بھی آئی ہے: "الرصغ" یہ سین اور صاد دونوں سے آتا ہے۔ ہتھیلی' کلائی قدم کے جوڑ کو کہا جاتا ہے۔

ایک حکمت بالغہ: اگر گٹے کے جوڑے سے نیچے ہو پہننے والے پر گراں بار ہوگا اور اس کو کام کاج میں ہاتھ چلانے سے مانع ملے گا اور جب اس سے اوپر اٹھا ہوا ہوگا کلائی کو گرمی وسردی سے تکلیف پہنچے گی۔ پس میانہ روی ہی بہتر ہے۔ اگر کسی روایت میں اس سے قدرے نیچے وارد ہے تو قمیص کے متعدد ہونے کا احتمال ہے۔ ② مراد تقریب ہے تعیین و تحدید نہیں۔

تخریج: أخرجه أبو داود (٤٠٢٧) والترمذی (١٧٦٥) ورجال انساده ثقات'

الفرائد: ① تزیین وترفہ سے آپ کی زندگی مبارک پاک تھی۔ ② عمومی معمول رصغ تک قمیص کے استعمال کا تھا۔

۵۲۰ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِنَّا كُنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاءُ وْا اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا هٰذِهٖ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ ـ فَقَالَ : "اَنَا نَازِلٌ" ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَّلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيْبًا اَهْيَلَ اَوْ اَهْيَمَ ، فَقُلْتُ ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِيْ اِلَى الْبَيْتِ ، فَقُلْتُ لِامْرَاَتِي رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا مَّا فِيْ ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ عِنْدِيْ شَعِيْرٌ وَّعَنَاقٌ فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنْتُ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْعَجِيْنُ قَدِ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْاَثَافِيْ قَدْ كَادَتْ تَنْضَجُ فَقُلْتُ طُعَيْمٌ لِّيْ فَقُمْ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ ، قَالَ : "كَمْ هُوَ؟" فَذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ "كَثِيْرٌ طَيِّبٌ قُلْ لَّهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتّٰى اٰتِيَ" فَقَالَ "قُوْمُوْا" فَقَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فَقُلْتُ ، وَيْحَكِ قَدْ جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَمَنْ مَّعَهُمْ قَالَتْ : هَلْ سَاَلَكَ؟ قُلْتُ : نَعَمْ قَالَ : "اُدْخُلُوْا وَلَا تَضَاغَطُوْا" فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّوْرَ اِذَا اَخَذَ مِنْهُ

وَيُقَرِّبُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ ثُمَّ يَنْزِعُ فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوْا وَبَقِيَ مِنْهُ فَقَالَ : "كُلِيْ هٰذَا وَاَهْدِيْ فَاِنَّ النَّاسَ اَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ جَابِرٌ :لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ خَمَصًا فَانْكَفَاْتُ اِلٰى امْرَاَتِيْ فَقُلْتُ :هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَاِنِّيْ رَاَيْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خَمَصًا شَدِيْدًا' فَاَخْرَجَتْ اِلَيَّ جِرَابًا فِيْهِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ وَّلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ فَفَرَغَتْ اِلٰى فَرَاغِيْ وَقَطَّعْتُهَا فِيْ بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّيْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ : لَا تَفْضَحْنِيْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَنْ مَّعَهٗ ' فَجِئْتُ فَسَارَرْتُهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَّنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ ' فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَكَ ' فَصَاحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : "يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ :اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّهَلًا بِكُمْ" فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ :"لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى اَجِيْءَ" فَجِئْتُ وَجَآءَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتّٰى جِئْتُ امْرَاَتِيْ فَقَالَتْ :بِكَ وَبِكَ! فَقُلْتُ :قَدْ فَعَلْتُ الَّذِيْ قُلْتِ ' فَاَخْرَجَتْ عَجِيْنًا فَبَسَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ' ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ :"ادْعِيْ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ' وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا" وَهُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَاَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَاِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ۔

قَوْلُهٗ "عَرَضَتْ كُدْيَةٌ" بِضَمِّ الْكَافِ وَاِسْكَانِ الدَّالِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ تَحْتُ : وَهِيَ قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ صُلْبَةٌ مِّنَ الْاَرْضِ لَا يَعْمَلُ فِيْهَا الْفَاْسُ "وَالْكَثِيْبُ" اَصْلُهٗ تَلُّ الرَّمْلِ وَالْمُرَادُ هُنَا صَارَتْ تُرَابًا نَاعِمًا وَّهُوَ مَعْنٰى "اَهْيَلَ" "وَالْاَثَافِيْ" :الْاَحْجَارُ الَّتِيْ يَكُوْنُ عَلَيْهَا الْقِدْرُ۔ "وَتَضَاغَطُوْا" : تَزَاحَمُوْا۔ "وَالْمَجَاعَةُ" : الْجُوْعُ وَهُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ۔ "وَالْخَمَصُ" بِفَتْحِ الْخَاءِ وَالْمُعْجَمَةِ وَالْمِيْمِ :الْجُوْعُ۔ "وَانْكَفَاْتُ" انْقَلَبْتُ وَرَجَعْتُ. "وَالْبُهَيْمَةُ" بِضَمِّ الْبَاءِ تَصْغِيْرُ بُهْمَةٍ وَّهِيَ : الْعَنَاقُ۔ بِفَتْحِ الْعَيْنِ "وَالدَّاجِنُ هِيَ الَّتِيْ اَلِفَتِ الْبَيْتَ" "وَالسُّوْرُ" :الطَّعَامُ الَّذِيْ يُدْعَى النَّاسُ اِلَيْهِ وَهُوَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَحَيَّهَلًا" : اَيْ تَعَالَوْا وَقَوْلُهَا "بِكَ وَبِكَ" اَيْ خَاصَمَتْهُ وَسَبَّتْهُ لِاَنَّهَا اَعْتَقَدَتْ اَنَّ الَّذِيْ عِنْدَهَا لَا يَكْفِيْهِمْ فَاسْتَحْيَتْ وَخَفِيَ عَلَيْهَا مَا اَكْرَمَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى بِهٖ نَبِيَّهٗ ﷺ مِنْ هٰذِهِ الْمُعْجِزَةِ الظَّاهِرَةِ وَالْاٰيَةِ الْبَاهِرَةِ۔ "بَسَقَ" :اَيْ بَصَقَ۔ وَيُقَالُ اَيْضًا :بَزَقَ ثَلَاثُ لُغَاتٍ "وَعَمَدَ" بِفَتْحِ الْمِيْمِ :اَيْ قَصَدَ ۔ "وَاقْدَحِيْ" اَيْ اغْرِفِيْ وَالْمِقْدَحَةُ الْمِغْرَفَةُ – "وَتَغِطُّ" اَيْ لِغَلَيَانِهَا صَوْتٌ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۵۲۰: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خندق کے دن خندق کھود رہے تھے۔ ایک سخت چٹان سامنے آ گئی۔ صحابہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یہ چٹان خندق میں ہمارے لئے رکاوٹ بن گئی ہے۔ آپ

نے فرمایا میں خود اترتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے تو اس حال میں کہ آپؐ کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے اور ہمارے تین دن ایسے گزرے تھے کہ ہم نے کوئی چکھنے والی چیز نہ چکھی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے کدال لے کر چٹان پر ماری جس سے وہ ریت کے ٹیلے کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے آپؐ گھر جانے کی اجازت دیں۔ چنانچہ میں نے اپنی بیوی کو کہا میں نے آنحضرت ﷺ کی ایسی حالت دیکھی ہے جس پر صبر نہیں کیا جا سکتا۔ کہا تیرے پاس کوئی چیز ہے اس نے کہا میرے پاس کچھ جَو اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور اس میں جَو کو پیسا۔ یہاں تک کہ ہم نے گوشت کو ہنڈیا میں ڈال دیا۔ پھر میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبکہ آٹا تیار تھا اور ہنڈیا چولہے پر پکنے کے قریب تھی۔ میں نے عرض کیا تھوڑا سا کھانا میرے پاس ہے۔ پس آپ رسول اللہ ﷺ اٹھیں اور ساتھ ایک دو آدمی اور لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ کتنا ہے۔ میں نے ذکر کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا بہت ہے اور عمدہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بیوی کو جا کر کہو کہ ہنڈیا کو نیچے نہ اتارے اور روٹی کو تنور سے نہ نکالے جب تک میں نہ آجاؤں۔ پھر آپؐ نے فرمایا اٹھو چنانچہ مہاجرین وانصار کھڑے ہوئے۔ میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور میں نے کہا خدا تیرا بھلا کرے۔ حضور بمع مہاجرین وانصار کے اور جوان کے ساتھ ہیں تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے کہا کیا تم سے حضور نے پوچھا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا داخل ہو جاؤ اور تنگی مت کرو۔ پھر آنحضرت ﷺ روٹی کو توڑ کر اس پر گوشت رکھتے اور ہنڈیا اور تنور کو ڈھانپ دیتے جب اس سے روٹی اور سالن لے لیتے اور صحابہ کی طرف بھیج دیتے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور اس میں سے کچھ بچ گیا۔ پھر فرمایا تو بھی اس میں سے کھالے ہدیہ بھی بھیج دے لوگ بھوکے ہیں۔ (بخاری ومسلم) اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں۔ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے حضور ﷺ کو بھوک کی حالت میں پایا۔ پس میں اپنی بیوی کی طرف لوٹا اور اسکو کہا کہ کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ میں نے رسول اللہ کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے وہ میرے پاس ایک تھیلا نکال کر لائی جس میں جَو تھے ہمارے پاس بکری کا ایک پالتو بچہ تھا۔ پس میں نے اس کو ذبح کیا اور بیوی نے جَو پیس لئے میرے فارغ ہونے تک وہ بھی فارغ ہوگئی۔ میں نے گوشت کاٹ کر ہنڈیا میں ڈال دیا۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا چلتے ہوئے میری بیوی نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ کے کان میں بات کی۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ ہم نے ایک بکری کا چھوٹا سا بچہ ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے ایک صاع جَو پیسے ہیں۔ پس آپؐ اور کچھ آدمی آپؐ کے ساتھ آجائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرما دیا اے خندق والو جابر نے کھانا تیار کیا ہے۔ پس تم سب آؤ۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے فرمایا تم اپنی ہانڈی چولہے سے ہرگز نہ اتارنا اور آٹے سے روٹیاں نہ بنانا جب تک میں نہ آجاؤں۔ چنانچہ میں گھر آیا اور آنحضرت ﷺ لوگوں سے پہلے تشریف لائے یہاں تک کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا اس نے کہا یہ تو نے کیا کیا! میں نے کہا میں نے تو وہ کہا جو تم نے کہا۔ اس نے آٹا نکالا اور آنحضرت ﷺ نے اس میں لعاب دہن ملایا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپؐ ہماری ہنڈیا کی طرف تشریف لائے اس میں بھی لعاب دہن ملایا اور برکت کی دعا کی۔ پھر میری بیوی کو فرمایا تو ایک اور روٹی پکانے والی کو بلا لے تا کہ وہ تیرے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہنڈیا میں سے سالن

پیالے میں ڈالتی جاؤ اور ہنڈیا کو چولہے سے مت اتارو۔ صحابہ کی تعداد ایک ہزار تھی۔ مجھے اللہ کی قسم ہے ان سب نے کھایا یہاں تک کہ کھانا چھوڑ کر واپس چلے گئے اور ہماری ہنڈیا اسی طرح بھری ہوئی جوش مار رہی تھی اور ہمارا آٹا اس طرح تھا اور آٹے سے اس طرح روٹیاں بنائی جا رہی تھیں جس طرح وہ پہلے تھا۔

عَرَضَتْ كُدْيَةٌ: زمین کا سخت ٹکڑا جس میں کدال اثر نہ کرے۔

الْكَثِيبُ: اصل معنی ریت کا ٹیلہ یہاں مراد نرم مٹی اور اَهْيَلَ بھی یہی معنی ہے۔

الْاَثَافِي: وہ پتھر جن پر ہنڈیا رکھی جاتی ہے۔

تَضَاغَطُوْا: کا معنی بھیڑ کرنا۔

الْمَجَاعَةُ: بھوک۔

الْخَمَصُ: بھوک۔

انْكَفَأْتُ: میں لوٹا۔

الْبُهَيْمَةُ: یہ بُهْمَةٍ کی تصغیر ہے جس کا معنی بکری کا بچہ۔

الدَّاجِنُ: پالتو۔

السُّوْرُ: دعوت کا کھانا یہ فارسی کا لفظ ہے۔

حَيَّهَلًا: آؤ۔ بِكَ وَبِكَ: اس نے اس سے جھگڑا کیا اور سخت سست کہا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ جو اس کے پاس کھانا ہے وہ ان کو کافی نہ ہوگا اس لئے ان کو حیا آئی۔ مگر ان پر وہ چیز مخفی تھی جس معجزے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو عزت عنایت فرمائی۔ بَسَقَ: سین اور صاد دونوں کے ساتھ اور بَذَقَ تینوں کا معنی تھوکارنا۔ عَمَدَ: اس نے ارادہ کیا۔ وَاقْدَحِيْ: چمچے سے ڈالو۔ الْمِقْدَحَةُ: چمچہ۔ تَغِطُّ: ہانڈی کے اُبلنے کی آواز۔ واللہ اعلم

تشریح ۞ **یوم الخندق** نابعد فعل کا ظرف ہے۔ خندق اس وقت سلمان فارسی کے اشارے پر کھودی گئی جب قریش نے کئی قبائل اور احابیش کو ملا لیا وہ دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ ۵ھ بقول ابن اسحاق شوال اور بقول ابن سعد ذوالقعدہ کا مہینہ تھا: "**كديه شديدة**" زمین کا سخت حصہ جس میں کدال کام نہ دیتے ہوں۔ سخت پتھریلا حصہ۔

(المصباح، فتح الباری)

فجاء والى النبى ﷺ جاء: زید میں زید آیا۔ یہ متعدی بنفسہ بھی ہے مثلاً: "**جئت شيًا حسنا**" میں نے کارنامہ کیا: **جئت زيدًا**۔ میں زید کے پاس آیا۔ **جئت به**۔ میں نے اسے حاضر کیا۔ "**جئت اليه**" میں اس کی طرف گیا۔

هذه كدية: یہ رسول ﷺ کے ساتھ لمبی گفتگو کے موقعہ کے لیے اس طرح کہا جیسا اس آیت میں: "**اتو كاء عليها واهش بها على غنمي الاية**" **انا نازل**" مسلمانوں کی ترغیب کے لیے بنفس نفیس تشریف لائے اسی لئے مسلمانوں نے مصار مشرکین سے پہلے اسے مکمل کر لیا: "**بطنه معصوب**" پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا: "**لانذدق ذواقا**" مصدر مطعوم کے معنی میں ہے۔ **نحو**: **نحفر** کے فاعل سے حال بن سکتا ہے۔ ② یہ جملہ معترضہ ہوسکتا ہے اس لئے لایا گیا تا کہ وضاحت کی جائے کہ ظاہری قوت کا سامان خوراک تو مفقود تھا۔ اس لئے یہ جو کچھ ہوا یہ معجزہ نبوت تھا حافظ نے اسی پر جزم کیا ہے اور پٹی کی وجہ بھی

یہی بتلائی ہے :"المعول کسی 'کدال' کیشا اھیل" یہ اہیم بھی مروی ہے۔نرم ریت :"اتذن لی الی البیت" یہ فعل محذوف سے متعلق ہے ای انصرف ابونعیم نے فأذن لی سے روایت کی جس سے حذف معلوم ہوتا ہے :"لامراتی" اس کا نام سھیلہ بنت معوذ انصاریہ تھا :"شیا" سے بڑی چیز مراد ہے یعنی سخت بھوک :"مافی ذلك صبر" اسکے دور کرنے میں تاخیر نہیں کی جاسکتی :"فعندك شیٔ" ہمزہ استفہام کا مقدر :"اعندك ما تندفع به الحاجة" کیا تمہارے پاس ضرورت پوری کرنے والی کوئی چیز ہے :"شعیر" ابن بکیر کی روایت میں ہے کہ ان کی مقدار ایک صاع ہے :"عناق" بکری کا مونث بچہ دوسری روایت میں :"بھیمه" کا لفظ بکری مونث ومذکر بچے کے لیے آتا ہے (ابن الفارس) بعض نے فرق کیا ہے۔

حتی جعلنا اللحم فی البرمه :یہ مقدر کی غایت ہے :"استمریت غاتا عن الخندق حتی" "انکسر" آٹے کا نرم اور روٹی کے قابل ہو جانا :"الاثافی" جمع :"اثفیه ثفیت و اثفیت" ہنڈیا کو پتھر پر رکھنا :"تنضج" پکنا "طعیلالی" خیر و برکت کے لیے مکان پر تشریف آوری کی دعوت دی :"و ذکرت له ذلك" جس کا تذکرہ پہلے ہوا کیونکہ آپ ﷺ نے پہلے نہ سنا تھا اس لیے گویا وہ بعید کی طرح ہو گیا تو اشارہ بعید لائے :"کثیر طیب" یہ جابر کو خبردار کرنے کے لیے کہ کثیر تعداد کو سیر دیکھیں تو سمجھ لیں کہ یہ معجزہ نبوت ہے :"لاتنزع البرمه" ہنڈیا سے گوشت مت نکالو :"فدخلت علیھا" ان کے اٹھنے اور مکان پر آنے سے پہلے میں گھر میں پہنچ کر داخل ہوا :"ویحك" یہ رحمت وشفقت کا کلمہ ہے اور ویل ہلاکت کے لیے آتا ہے۔نحو :یہ فعل مضمر کا مفعول ہے :"الزمك الله ورسوله اعلم" ہم نے آپ کو جو کچھ تھا بتلا دیا اس بات سے میرا کافی غم غلط ہو گیا۔اس سے سھلہ کی وفور عقل' کمال فضل کی دلیل ملتی ہے کہ آپ کو جب اطلاع دے دی تو دوسروں کو آپ دعوت دینے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ سیر کرانے والے ہیں اس کو معدوم کے ایجاد کی طاقت ہے :"ادخلوا" کیونکہ دعوت تو آپ کی طرف سے تھی۔جابر نے جس کی طرف بلایا تھا وہ ان کے لیے کافی نہ تھا :"ولا تضاغطوا" تم بھیڑ مت کرو :"بسق" یہ سین اور صاد دونوں سے آتا ہے خلیل نے اس کا انکار کیا بلکہ بذق کے لفظ بھی آتے ہیں تینوں ہم معنی ہیں۔(نووی) :"یکسر الجبز ویجعل علیه اللحم" شمائل میں اس کی نظیر موجود ہے :"اخذ کسرة من خبزا لشعیر فوضع علیھا تمرة فقال هذه ادام هذه واکل" ایک مسئلہ :اس سے معلوم ہوا کہ روٹی سالن کا رکھنا جائز ہے جب کہ اس کو برا نہ سمجھا جاتا ہے۔

(کلام شراح) یخمر البرمه والتنورد" دونوں کو ڈھانپ دیتے :"حتی اذا اخذمنه" جب گوشت لیتے تو ڈھکنا اٹھاتے :"ثم ینزع" پھر ہنڈیا سے گوشت لیتے :"یغرف البرمه" ہنڈیا سے چمچ کے ساتھ سالن نکالنا :"حتی شبعوا" کیونکہ آپ مسلسل ان کو تنور سے روٹی اور ہنڈیا سے گوشت تقسیم فرماتے رہے :"بقی منه" بقول کشاف بعض کے معنی میں ہونے کی وجہ سے فاعل ہے :"منه" کا مطلب یہ لوگوں کے سیر ہونے کے بعد بقیہ رہ گیا اور اس کو عظمت کے طور پر مبہم رکھا گیا۔

کلی هذا واهدی :شاید جابر کے گھر والوں کو خطاب کی وجہ یہ ہو کہ وہ روٹیاں پکانے میں مشغول رہی۔② براہ راست جابر سے بڑھ کر تکلیف اس نے اٹھائی اس لئے تسلی وشاباش کے طور پر فرمایا :"فان الناس اصابھم مجاعة" نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے اور اہدی کا بیان ہے ایک روایت میں یہ لفظ ہیں۔ہم نے کھاتے اور ہدیہ بھیجتے دن گزارا۔نحو اصاب فعل اور فاعل کے درمیان ضمیر مفصل آ گئی اور پھر یہ تانیث بھی مجازی ہے فعل مذکر رہا جیسا :"قدجاء تکم موعظة" اور ایسے موقعہ کے لیے تانیث بھی وارد ہے :"کذلك اتتك آیاتنا" اس میں اختلاف نحویین کے باوجود افصح وہی بات ہے جس کی تائید

قرآن مجید کر رہا ہے دمامینی نے اسی کو ترجیح دی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: خمصی: شدت بھوک' یہ اس انداز سے کہا تا کہ اگر کوئی چیز چھپا رکھی ہو تو وہ ظاہر کر دیں جیسا عورتوں کی عادت ہوتی ہے: "صاع" ① صاع مدنی ۴۔مد ② یہ پانچ رطل اور ثلث بغدادی ہے۔ ③ عراقی ۸ رطل بقول خطابی عام لوگوں کے لیے حجاج نے جو کی وسعت کر دی تو صاع ۸ رطل کر دیا۔ ④ مکی صاع ۵ رطل وثلث صاع کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے: "سارر ته" سرگوشی کرنا اس سے معلوم ہوا کہ مجمع میں سرگوشی درست ہے: "نفر" یہ دس سے کم تعداد کے لیے مستعمل ہے۔ صاح خواہ خود آواز دی یا کسی کو آواز دینے کے لیے کہہ دیا: "داجن" گھر کا پالتو جانور: "ذبحنا" میں ضمیر کی جمع کی گئی کیونکہ میاں بیوی اس میں شریک تھے۔

یا اهل الجندق ان جابرا قد صنع سؤدا فحیهلا: تم جلدی سے چلو۔

لا تنزلن برمنکم یہ جابر اور ان کی بیوی کے لیے مذکر کو مؤنث پر غالب کر کے حکم فرمایا۔ **ولا تجنون عجینکم**۔ دوسری روایت میں **من عجینتکم** اور فعل مجہول لایا گیا ہے: "**حتی اجئی**" میری آمد تک رکے رہو۔ یہ غایت نہی ہے: "**فجئت وجاء النبي یقدم الناس**" عامل فعل کو دوبارہ لائے تا کہ آپ کے آنے کی کیفیت ذکر کریں: "**یقدم**" یہ جملہ محل حال میں ہے۔ یہ مستقل فعل اس لیے لائے جیسے صاحب دعوت لوگوں کو پیچھے لیے کر آتا ہے۔ یہ غایت اور مغیا کے درمیان جملہ معترضہ ہے: "**حتی جئت امرانی**" یہ غایت ہے اور اس کو اہل خندق کے آواز دینے کی اطلاع دی: "**فقالت بك وبك**" تجھے رسوائی و مذمت ملے گی یہ تجھ پر ذمہ داری ہے کہ تو نے آپ کو اطلاع دی یا نہ دی تو میں نے کہا: "**بك وبك**" "**هذا برایك وبسبك**" گویا یہ مذمت کے کلمات ہیں جو کنایۃ کہے جاتے ہیں: "**فعلت الذی قلت**" میں نے وہی کیا جو تم نے کہا تو اس پر وہ پرسکون ہو گئیں: "**فبصق**" یہاں صاد کے ساتھ ہے معنی وہی ہے: "**ثم عمد الی بر متنا فبصق**" دعا برکت کے لیے وقت لگا تبھی "**ثم**" لائے دونوں افعال کا متعلق حذف کر دیا کیونکہ پہلے جملہ کی دلالت موجود تھی: "**ثم قال**" بصق اور دعا کے بعد اس بات کی ضرورت سمجھ کر بلانے کا حکم دیا: "**اقدمی**" چمچ سے ڈالتی جاؤ: "**من بر متکه ولا تنزلوها**" میاں بیوی کو جمع کے صیغ سے خطاب کیا تا کہ سر الٰہی قائم رہے اور فیض کے بادل متواتر برستے رہیں اور کسی کی نگاہ نہ پڑے۔ بسا اوقات اس سے برکت چلی جاتی ہے: "**وهم الف**" اس میں ایک ہزار ایک روایت میں آٹھ سو ایک میں تین سو: "**فاقسم بالله لا کلوا**" یہ قسمیں استبعاد عقلی کو دور کرنے کے لیے اٹھائیں: "**تو کوه**" ہ سے مراد آٹا اور گوشت **انحر فوا**" خندق کی طرف واپس لوٹ گئے: "**لتغط کماهی**" یہ تغط کا مفعول مطلق ہے: "**وان عجیننا لیخبز کما هو**" یہ جملہ جملہ حالیہ پر عطف ہے۔

دو معجزے: ① تھوڑا کھانا زیادہ ہو گیا۔ ② آپ کو بتلا دیا گیا کہ یہ تھوڑا کھانا سب کے لیے کافی ہو جائے گا۔ اسی لئے سب کو دعوت دے دی حالانکہ وہ ایک صاع جو اور بکری کا چھوٹا بچہ تھا: "**والله علی کل شئی قدیر**"۔

المجاعة: یہ جوع کا مصدر ہے۔ **حیهلا**۔ یہ دو لفظ حی اور حل سے مرکب ہے۔ صہ کی طرح امر کے موقعہ پر استعمال ہوا ہے۔ بعض نے ایک کلمہ قرار دے کر اس میں پندرہ لغات ذکر کی ہیں۔ (مرقاۃ العصو ذالسیوطی)

تخریج: أخرجه البخاری (۳۰۷۰) ومسلم (۲۰۳۹)

الفرائد: ① معجزہ نبوت کا اظہار ہے چار پانچ نفوس کا کھانا ایک ہزار نفوس نے پیٹ بھر کر کھایا اور ان سے بچ گیا۔ ② صحابہ

کرام کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کا کس قدر دھیان رہتا تھا۔ ③ صحابہ کا بھوک پر صبر ان کے درجات کو بڑھانے والا تھا۔

۵۲۱ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَیْمٍ :قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ضَعِیْفًا اَعْرِفُ فِیْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَیْءٍ؟ فَقَالَتْ :نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِّنْ شَعِیْرٍ ثُمَّ اَخَذَتْ خِمَارًا لَّهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوْبِیْ وَرَدَّتْنِیْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَالِسًا فِی الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَیْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اَرْسَلَكَ اَبُوْطَلْحَةَ؟" فَقُلْتُ :نَعَمْ ، فَقَالَ :"اَلِطَعَامٍ" فَقُلْتُ :نَعَمْ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"قُوْمُوْا فَانْطَلَقُوْا وَانْطَلَقْتُ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ حَتّٰی جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ ، فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ :یَا اُمَّ سُلَیْمٍ :قَدْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالنَّاسِ وَلَیْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ؟ فَقَالَتْ : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ – فَانْطَلَقَ اَبُوْطَلْحَةَ حَتّٰی لَقِیَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَهٗ حَتّٰی دَخَلَا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"هَلُمِّیْ مَا عِنْدَكِ یَا اُمَّ سُلَیْمٍ" فَاَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ ، فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ عَلَیْهِ اُمُّ سُلَیْمٍ عُكَّةً فَاَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ یَّقُوْلَ :ثُمَّ قَالَ :"ائْذَنْ لِعَشْرَةٍ" فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰی شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ، ثُمَّ قَالَ : "ائْذَنْ لِعَشْرَةٍ" حَتّٰی اَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا اَوْ ثَمَانُوْنَ – مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ – وَفِیْ رِوَایَةٍ فَمَا زَالَ یَدْخُلُ عَشْرَةٌ وَّیَخْرُجُ عَشْرَةٌ حَتّٰی لَمْ یَبْقَ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَ فَاَكَلَ حَتّٰی شَبِعَ ثُمَّ هَیَّاَهَا فَاِذَا هِیَ مِثْلُهَا حِیْنَ اَكَلُوْا مِنْهَا وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَكَلُوْا عَشْرَةً عَشْرَةً حَتّٰی فَعَلَ ذٰلِكَ بِثَمَانِیْنَ رَجُلًا ثُمَّ اَكَلَ النَّبِیُّ ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَهْلُ الْبَیْتِ وَتَرَكُوْا سُؤْرًا – وَفِیْ رِوَایَةٍ :ثُمَّ اَفْضَلُوْا مَا بَلَّغُوْا جِیْرَانَهُمْ – وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَوْمًا فَوَجَدْتُّهٗ جَالِسًا مَعَ اَصْحَابِهٖ وَقَدْ عَصَبَ بَطْنَهٗ بِعِصَابَةٍ فَقُلْتُ لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ :لِمَ عَصَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَطْنَهٗ؟ فَقَالُوْا :مِنَ الْجُوْعِ ، فَذَهَبْتُ اِلٰی اَبِیْ طَلْحَةَ وَهُوَ زَوْجُ اُمِّ سُلَیْمٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَقُلْتُ یَا اَبَتَاهُ قَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَصَبَ بَطْنَهٗ بِعِصَابَةٍ فَسَاَلْتُ بَعْضَ اَصْحَابِهٖ فَقَالُوْا مِنَ الْجُوْعِ فَدَخَلَ اَبُوْ طَلْحَةَ عَلٰی اُمِّیْ فَقَالَ :هَلْ مِنْ شَیْءٍ؟ قَالَتْ :نَعَمْ عِنْدِیْ كِسَرٌ مِّنْ خُبْزٍ وَّتَمَرَاتٌ ، فَاِنْ جَآءَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحْدَهٗ اَشْبَعْنَاهُ ، وَاِنْ جَآءَ اٰخَرُ مَعَهٗ قَلَّ عَنْهُمْ۔ وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِیْثِ۔

۵۲۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں کچھ کمزوری محسوس کی۔ میرا خیال ہے کہ بھوک کی وجہ سے تھی کیا تمہارے

پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں پھر اپنا ایک دوپٹہ لے کر ایک کنارے میں روٹی لپیٹی پھر اس کو میرے کپڑوں کے نیچے چھپا کر دوپٹے کا کچھ حصہ میرے اوپر ڈال دیا۔ پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ میں وہ لے کر گیا تو آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپؐ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے میں ان کے پاس جا کر کھڑے ہو گیا پس مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے میں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا کھانے کے لئے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اٹھو پس وہ سب چل دیئے اور میں ان کے آگے آگے چلتا رہا یہاں تک کہ میں ابوطلحہ کے پاس پہنچا اور اس کو اس کی اطلاع دی۔ ابوطلحہ نے کہا اے ابوسلیم حضور لوگوں کے ساتھ تشریف لے آئے اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں جو ہم ان سب کو کھلائیں۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ ابوطلحہ چلے یہاں تک کہ حضور ﷺ سے جا ملے۔ حضور ﷺ ان کے ساتھ تشریف لائے یہاں تک کہ گھر میں دونوں داخل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوسلیم جو تمہارے پاس ہے وہ میرے پاس لے آؤ وہ وہی روٹیاں لے کر آئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے ٹکڑے کرنے کا حکم دیا اُم سلیم نے اس پر گھی کی کپی نچوڑ دی اور اس کا سالن بنا دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں وہ کہا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ یعنی دعائے برکت فرمائی پھر فرمایا دس آدمیوں کو کھانے کی اجازت دو۔ پس ابوطلحہ نے ان کو اجازت دی۔ پس انہوں نے کھایا یہاں تک کہ سیر ہو گئے پھر نکل گئے۔ پھر فرمایا دس اور کو اجازت دو۔ یہاں تک کہ تمام نے کھا لیا اور سیر ہو گئے۔ لوگوں کی تعداد ستر یا اسّی تھی۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ دس دس داخل ہوتے اور نکلتے رہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایسا نہ رہا جو داخل نہ ہوا ہو اور اس نے کھایا اور سیر نہ ہوا ہو۔ پھر اس کھانے کو جمع کیا گیا تو وہ اسی طرح تھا جیسا کہ کھانے سے پہلے تھا اور ایک روایت میں ہے کہ دس دس نے کھایا یہاں تک کہ ایسا اسّی آدمیوں نے کیا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے بعد میں تناول فرمایا اور گھر والوں نے کھایا اور بچا ہوا کھانا چھوڑا اور ایک روایت میں ہے کہ پھر انہوں نے اتنا کھانا بچایا کہ انہوں نے اپنے پڑوسیوں کو پہنچایا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپؐ کو اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھا ہوا پایا۔ آپؐ نے اپنے پیٹ کو ایک پٹی سے باندھ رکھا تھا۔ میں نے آپؐ کے بعض اصحاب سے کہا کہ آپؐ نے اپنے پیٹ پر کیونکر پٹی باندھی ہے؟ انہوں نے کہا بھوک کی وجہ سے۔ میں ابوطلحہ کے پاس گیا یہ اُم سلیم بنت ملحان کے خاوند ہیں۔ پس میں نے کہا ابا جان! میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ پٹی سے اپنے پیٹ کو باندھنے والے ہیں۔ پس میں نے آپؐ کے بعض صحابہ سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے بتلایا کہ بھوک کی وجہ سے پٹی باندھ رکھی ہے۔ پس ابوطلحہ میری والدہ کے پاس آئے اور فرمایا کیا کوئی چیز موجود ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ میرے پاس روٹی کے کچھ ٹکڑے اور کچھ کھجوریں ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس اکیلے تشریف لے آئیں تو ہم آپؐ کو سیر کر سکتے ہیں اور اگر آپؐ کے ساتھ دوسرے آ جائیں تو ان سے کم رہ جائے گا اور باقی حدیث کا ذکر کیا۔

تشریح ❁ ابوطلحہؓ: ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے۔ ام سلیم یہ ان کی بیوی اور انس کی والدہ ہیں۔ ان کے نام میں

اختلاف ہے: سهله ' رميلهء الفيقه رميشه' رميضاء ''اور یہ بنت ملحان ہیں۔غزالی نے ان کو انس کی دادی بتلایا یہ غلط ہے۔(نووی): ضعيفا نحو :یہ حال ہے۔سمع ایک مفعول کو نصب دیتا ہے :''اعرف فيه الجوع''یہ ماقبل کی صفت کے طور تاکید کے لیے لائے۔۲ اس وہم کے ازالہ کے لیے ہے کہ انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں دی بلکہ خود محسوس کیا :''من شئ'' کوئی چیز جو کھائی جا سکے یہ استغراق افراد کے لیے اس طرح لائے کہ جس پر شئی کا اطلاق ہو سکے :''فقالت نعم''میرے پاس چیز موجود ہے۔

فاخرجت اقراصًا من شعير :فا ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے جلدی سے ٹکڑے نکالے کیونکہ تاخیر کا موقعہ بالکل نہ تھا۔ابو یعلیٰ نے انس سے نقل کیا ہے کہ ابوطلحہ کو یہ اطلاع ملی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کھانا نہیں :''فاجر نفسه بصاع من شعير فعمل بقية يومه ثم جاء به الحديث (مگر ابوطلحہ خود مدینہ میں سب سے زیادہ باغات کے مالک تھے کئی روایات سے یہ بات ثابت ہے۔فتدبر)(فتح الباری) خمارًا'' وہ کپڑا جس سے عورت اپنا سر ڈھانپتی ہے(ڈوپٹہ) دسته''دس 'دسًا '' زبردستی کسی چیز میں داخل کرنا :''وردتني ببعضه ''یعنی اوڑھنی کے بعض حصے سے روٹی کو لپیٹ دیا اور باقی انس پر لپیٹ دیا :''فوجدت رسول ﷺ جالسًا'' یہ وجد کے دونوں مفعول ہیں جیسے اس آیت میں :''تجدوه عندالله هو خيرًا'' یہ علم کے معنی میں ہے :''في المسجد'' ۱ مفعول دوم کا متعلق ہے۔۲ وجدت کا متعلق ہے اور اس کے فاعل سے حال بھی بن سکتا ہے۔۳ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حال ہے :''ومعه الناس'' یہ قول بھی اس کے قریب قریب ہے۔۱ جملہ حالیہ ہے۔۲ دوسرے مفعول پر معطوف ہے :''ارسلك ابو طلحه ''ہمزہ استفہام محذوف کیا تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا :''الطعام'' ۱ یہ منصوب بنزع الخافض ہے :''اي يدعو الى الطعام'' بخاری کی روایت میں بطعام ہے۔۲ جعل مقدر کا مفعول ہو اور الف لام جنس کا ہو :''فقلت نعم''ابن حجر کہتے ہیں ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ ابوطلحہ نے آپ کو اپنے گھر دعوت دی ہے اسی وجہ سے تمام موجودین کو اٹھنے کا حکم فرمایا۔ابتداء کلام کا تقاضا ہے کہ ام سلیم اور ابوطلحہ نے انس کے ہاتھ روٹی اس لیے بھجوائی کہ آپ اکیلے نوش فرمالیں۔شاید سب کو مکتفی نہ ہو۔مگر یہاں جب انس پہنچے اور لوگوں کی کثرت پائی تو ان کو حیاء آئی اور چاہا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلے مکان پر لے جائیں تا کہ آپ کو کھانا کھلانے کا مقصد حل ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بھیجنے والوں نے انس کو یہ کہہ دیا ہوا کیلے پاؤ تو کھانا دیدو ورنہ آپ کو اکیلے بلا لاؤ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ دوسروں کو ساتھ ملا کر کھاتے اس لئے تمام کو دعوت دی۔

حتى جئت ابا طلحه :ابن حجرؒ کہتے ہیں ایک روایت میں انس کا بیان منقول ہے کہ میں لوگوں کی کثرت دیکھ کر غمزدہ تھا :''فاخبرته'' میں نے آپ اور آپ کے ساتھیوں کی آمد کی اطلاع دی۔یہ ماقبل کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا :''يا ام سليم'' مرد کو عورت کی کنیت کے ساتھ بطور اکرام بلانا چاہیے جیسا ابوطلحہ نے کہا :''جاء رسول ﷺ بالناس ''الناس سے یہاں وہ حاضرین مجلس مراد ہیں :''وليس عندنا مايطعهم نحو'' یہ جاء فاعل سے حال ہے اتنا کھانا جو ان کو کفایت کر سکے :''فقالت الله ورسوله اعلم''ام سلیم کی قوت ایمانی کا اندازہ فرمائیں انہوں نے پہچان لیا کہ آپ خود لوگوں کو بلا کر لائے ہیں تا کہ اعجاز کا اظہار ہو۔مختلف روایات میں ابوطلحہ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :''ادخل فان الله سيبارك فيما عندك''انس کی روایت میں یہ الفاظ ہیں :''قد خلت على ام سليم مند هش''(غمگین) اور

دوسری روایت یہ لفظ ہیں : "یا انس فضحتنا" حتی دخلا فقال رسول ﷺ" هلمی یہ اسم فعل ہے۔اس کی مونث وجمع نہیں آتی ۔جیسا اس آیت میں فرمایا : "هلم شهدا کم" یہ مابعد کی طلب کے لیے آتا ہے۔(فتح الباری): "ففت وعصرت علیه " فت یہ فعل مجہول ہے۔علیہ کی ضمیر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی طرف لوٹتی ہے۔یہی قریبی مرجع ہے پھر : " ثم قال فیه ماشاء ا لله ان یقول" پھر دعا برکت فرمائی کچوری پر نچوڑنا زیادہ مناسب ہے تاکہ تری خوب ہو جائے :"عکة"گھی اور شہد کی کپی اور چھوٹی مشک ۔(فتح الباری):"فادمته"اس سے نکلنے والے گھی کو ادام بنایا۔(اس سے ثابت ہوا کہ ادام وہ ہے جس کے ساتھ روٹی کھائی جائے)۔"قال فیه" یہ علیہ کے معنی میں ہے ہماشاء الله ان یقول"ابوطلحه کا بیان ہے۔اس کپی میں معمولی گھی تھا وہ لے کر آئیں تو دونوں اسے نچوڑنے لگے۔یہاں تک کہ اس میں سے کچھ گھی نکلا تو آپ نے اپنے کپڑے پرمل کر روٹی پر لگایا وہ پھول گئی آپ نے بسم اللہ پڑھی پھر اسی طرح کیا۔روٹی پھولتی رہی یہاں تک کہ بڑا تھال اس سے پر ہوگیا۔ایک روایت میں ہے :"فسحها رسول ﷺ ودعافیها بالبر کة"اورایک روایت میں یہ الفاظ ہیں میں کپی لایا آپ نے خود اس کا منہ کھولا پھر بسم اللہ پڑھ کر دعا فرمائی :"اللهم اعظم فیها البر کة" ان تمام روایات سے ماشاءاللہ ان یقول کی مراد متعین ہوگئی :"فاذن" پھر دس کو اجازت دی گئی نحو :مجہول ومعروف دونوں طرح درست ہے: "ثم قال ائذن لعشرة فاذن لهم فاکلواحتی شبعوا" اس عبارت سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ آپ گھر میں پہلے داخل ہوئے اور ابویعلیٰ کی روایت :"قال لهم اقعدوا ودخل" ① گھر میں تمام کے برتن کے گرد بیٹھنے کی گنجائش نہ تھی ۔② ممکن ہے وقت تنگ ہو(فتح الباری): "حتی اکل القوم کلهم"کلهم" لاکر بتلایا کہ کوئی ایک بھی باقی نہ رہا:"شبعوا" سیر ہو کر کھایا یہ نادر معاملہ ہے جس شبع کی مذمت ہے وہ عادت وحرص والا ہے جیسا بارش شروع ہوئی تو آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا:"انه حدیث عهد بربه ای بتکوینه" جیسا ایوب سونے کی ٹڈیاں اترنے پر ان کو جمع کرنے گے تو فرمایا گیا جو دیا گیا وہ کافی نہیں تو عرض کیا۔تیرے فضل سے کبھی استغنا نہیں:"مسبعون رجلاً او ثمانون" اس روایت میں تو شک کے ساتھ ہے۔دوسری روایت میں تعیین کے ساتھ اسی ہے۔بلکہ ایک روایت میں :"بضعة و ثمانون "بھی وارد ہے۔

ایک روایت میں ہے : "فما زال یدخل" کہ آپ دس دس کو داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرماتے رہے۔اسناد مجازی ہے۔جیسا سابقہ روایت میں ثابت ہے :"ثم هیأها"تمام کے کھانے کے بعد اس کو جمع فرمایا۔گھر والوں کے کھانے کے بعد یا فقط مہمانوں کے بعد : "فاذا هی ومثلها" وہ پیالہ طعام کے اعتبار سے پہلی مرتبہ رکھنے کی طرح تھا۔(ذرا کمی نہ آئی تھی نحو :اذا مفاجات کے لیے ہے اور جملہ اسمیہ اس کے بعد اس کی طرف مضاف ہے۔مطلب یہ ہے اچانک یہ معجزہ پیش آیا اور وہ اسی آدمیوں کے سیر ہونے کے بعد بھی کھانے کا اسی مقدار میں بچ جانا ہے۔مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں : "ثم اخذ ما بقی فجمعه ثم دعا فیه بالبر کة فعاد کما کان فقال 'دونکم هذا" ایک اور مسلم کی روایت میں ہے : "فاکلوا" اس میں جمع کی ضمیر روایت میں مذکور صحابہ کی طرف لوٹتی ہے یہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی انصاری کی روایت ہے :"عشرة عشرة"نحو : حال ہے اعراب تو ایک پر ہے دوسرے پر مناسبت سے آیا ہے :"ثم اکل النبی ﷺ بعد ذلك واهل البیت" اس سے معلوم ہوا کہ کھلانے اور تقسیم کرنے والے اور گھر والوں کو مہمانوں کی فراغت کے بعد کھانا کھانا مسنون ہے۔

تر کو استورًا: تھوڑا کھانا کثیر تعداد کے کھا لینے کے بعد بچ گیا(الحمدللہ علی تلك المعجزة) ایک اور روایت مسلم میں ہے: "ثم افضلوا" باقی چھوڑا: "ما بلغوا جیر انھم" ایک روایت میں یہ عبارت ہے: "وفضلت فضله فا ھدینا لجیر اننا" ہم نے بچا ہوا کھانا پڑوس میں دیا۔ یہ عبداللہ بن ابی طلحہ کی روایت ہے۔ انسؓ کی روایت یہ ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے: "اھدت ام سیلم لجیر انھا" نحو بما موصولہ ہے۔ ضمیر عائد محذوف ہے: "ای ماو صلوابه جیر انھم" وہ جو انہوں نے اپنے پڑوسیوں کو دیا۔ ② ضمیر عائد منصوب بھی ہوسکتی ہے جو انہوں نے اپنے پڑوسیوں تک پہنچایا: "جیران" یہ جار کی جمع ہے۔

مسلم کی ایک روایت میں انسؓ سے سماع کے ساتھ یہ ثابت ہے حجت رسول ﷺ تا کہ آپ کی خدمت انجام دوں: "فوجدته حالسًا" ایک روایت میں: "فی المسجد ینقلب ظهرا لبطن" کی عبارت پائی جاتی ہے پھر روایت نقل کرتے ہو: "وقدعصب بطنه بعصابة" پیٹ پر پٹی باندھنے کا تذکرہ ہے۔ اسامہ کہتے ہیں پتھر کے متعلق مجھے شک ہے۔ پیچھے جابر کی روایت میں پتھر باندھنے کی حکمت مذکور ہو چکی۔ ایک روایت دوسرے کے خلاف نہیں دونوں چیزیں ممکن ہیں رواۃ نے ایک ایک کا تذکرہ کر دیا: "من الجوع" نحو: من تعلیلیہ ہے جیسا اس آیت میں: "مماخطینا تھم اغرقوا" وہ اپنی غلطیوں کے سبب غرق کیے گیے: "فذ ھبت الی ابی طلحه" یہ جملہ معترضہ ہے اور آنے کی وجہ بیان کرنے کے لیے لایا گیا ہے: "یا اتباہ" احترامًا والدہ کے خاوند کو والد کہا نحو: اس کے آخر میں وقف کے لیے ہا ساکنہ لگائی جائی ہے۔ یہ جملہ ذہب کا معطوف ہے: "رایت رسول ﷺ رؤیت" عین مراد ہو تو "عصب بطنه" یہ حال ہے۔ ② رای علم کے معنی میں ہو تو مفعول ہے۔

فقالو امن الجوع: یہ پیٹ پر پٹی عادت نہ تھی بھوک کی وجہ سے باندھی تھی اسی کا تذکرہ اس لیے کیا کہ انسؓ جلد اس کا ازالہ چاہتے تھے: "ھال من شئی" عام بول کر خاص مراد ہے کیا تمہارے پاس کچھ ہے: "کسو" یہ کسرۃ کی جمع ہے روٹی کے ٹکڑے ثمرات معلوم ہوتا کھجوریں، بہت تھوڑی مقدار تھیں جیسا ثلاثۃ قروء میں ہے: "اشبعناہ" عام طور پر اتنی مقدار سے ایک آدمی سیر ہو جاتا ہے اگر زیادہ ہوں تو عادۃً کم پڑ جائے گا۔

مزاج صحابہ: آپ ﷺ کا کس قدر خیال تھا مصلحت کے مطابق کھانا مہیا کیا: "قوت لایموت" پر گزارا اور لذت وشہوات سے گریز و پرہیز۔

تخریج: أخرجه البخاری (٤٢٢) ومسلم ٢٠٤٠) والترمذی (٣٦٣)

الفرائد: ① ہدیہ بھیجنا مستحب ہے خواہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ ② عالم کو وقتاً فوقتاً اپنے احباب کو تادیب کا وعظ کہنا چاہیے۔ ③ ام سلیم کے کمال ایمان کی شہادت ملتی ہے۔ ④ جب مہمان، مدعو کو معلوم ہو کہ کسی اور کے ساتھ لانے سے داعی و میزبان ناراض نہ ہوگا۔ تو ساتھ لانے میں حرج نہیں۔

٥٧: بَابُ الْقَنَاعَةِ وَالْعَفَافِ وَالْاِقْتِصَادِ فِي الْمَعِيْشَةِ وَالْاِنْفَاقِ وَذَمِّ السُّؤَالِ

مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ

باب ۵۷: قناعت ومیانہ روی کا حکم اور بلاضرورت سوال کی مذمت

القناعه: تقسیم الٰہی پر راضی ہونا: "**العفاف و الاقتصاد**" **عفاف** پاک دامنی' سوال نہ کرنا' اقتصاد یہ قصد سے باب افتعال ہے۔ فضول خرچی اور بخل کے درمیان درجہ کو کہتے ہیں۔

فی المعشة و الانفاق: پاکزہ مال کو اللہ تعالیٰ کی طاعات اور مباحات میں صرف کرنا انفاق کہلاتا ہے۔ یعنی خرچ میں میانہ روی جیسا فرمایا: "**ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطها كل البسط الاية**" نہ ہاتھ کو بالکل روک دو اور نہ بالکل کھول دو۔

ذم السوال: معمول کو حذف کر دیا تا کہ ہر قسم کے سوال کو شامل ہو مثلاً مال' طعام وغیرہ۔

من غیر ضرورة بلا حاجت۔ جیسا فرمایا گیا: "**من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه**" بے مقصد کاموں میں مشغولیت کی مذمت کی گئی ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ [هود:٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"زمین پر چلنے والا جو بھی جانور ہے اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے"۔ (ھود)

مِنْ دَآبَّةٍ مِنْ عموم کی نشاندہی کر رہا ہے۔ ابن عطیہ کہتے ہیں دابہ زمین پر چلنے والے ہر حیوان کو کہتے ہیں۔ تمام حیوانات جن کو رزق کی محتاجی ہے وہ اس میں شامل ہیں خواہ پرندے ہو یا کھڑے ہونے والے حیوانات ہوں۔ حدیث ابوعبیدہ میں وارد ہے: "**فاذا دابة مثل الظرب**" اس سے مراد سمندری جانور ہے۔

فِي الْاَرْضِ: کی قید اس لئے لگائی کہ یہ حس کے قریب تر ہے۔ پرندے اور کھڑے ہونے والے جانور وہ بھی زمین میں ہیں کوئی حیوان اپنی غذا لیے بغیر نہیں مرتا اس کو ماں کے پیٹ میں غذا مل چکی: "**الا علی اللہ رزقها**" اللہ تعالیٰ پر تو کوئی چیز لازم نہیں اس نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے۔ بیضاوی کہتے ہیں۔ یہ رزق تک پہنچنے میں تخفیف کرنے اور توکل پر آمادہ کرنے کے لیے اس طرح فرما دیا۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ [البقرة:٢٧٣]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"یہ صدقہ ان فقراء کے لئے ہے جو اللہ کی راہ میں روکے گئے ہیں زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان کو

جاہل لوگ مالدار سمجھتے ہیں سوال نہ کرنے کی وجہ سے تو ان کو ان کے چہروں کے نشانات سے پہچانے گا وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کریں گے"۔ (بقرہ)

لِلْفُقَرَآءِ: صدقات کے یہ اولین حقدار ہیں اگر چہ دیگر مصارف پر بھی خرچ کرنا درست ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے: "**الذین احصروا فی سبیل اللّٰہ**" یعنی ① انہوں نے اپنے نفوس کو جہاد کے لیے روک لیا۔ ② بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ اسلام قبول کر کے اور قصہ جہاد اور خوف اعداء کی وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کو پابند کر لیا جب کہ کفار ان کے چاروں اطراف میں ہیں اس لئے دشمن کا خوف ان کے احصار کا عذر بن جائے گا۔ ③ بعض نے کہا اس سے مراد فقراء مہاجرین قریش وغیرہ قریش مراد ہیں۔ ④ بعض نے اصحاب صفہ مراد لیے جنہوں نے کلی طور پر اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے۔ ⑤ ابن عطیہ کہتے ہیں انتہاء زمانہ تک وہ لوگ اس میں شامل ہیں جو صفت فقراء سے متصف ہیں: "**فی سبیل اللّٰہ**" یہ جہاد اور اسلام میں داخل ہونے دونوں کا احتمال رکھتا ہے: "**لا یستطیعون ضربا فی الارض**" جہاد میں مصروف ہونے یا غلبہ کفر کی وجہ سے تجارت میں مشغولیت کی وسعت نہیں پاتے۔

یحسبهم الجاهل اغنیاء من التعفف: ان کے سوال سے بچنے کی وجہ سے ان کے ظاہر حال کو دیکھ کر جاہل ان کو مال دار خیال کرتے ہیں: "**تعرفهم بیماهم**" تم انہیں خشوع اور تنگدستی ومشقت کے اثرات کی وجہ سے پہچانو گے۔ ① بعض نے کہا سجدے کے اثرات سے پہچانو گے۔ ② ابن عطیہ کہتے ہیں یہ سب سے بہتر قول ہے کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو نماز کے لیے فارغ کر رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے ہیں سجدے کے آثار ہر وقت ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔

لایسألون الناس الحافا: الحاف اصرار کو کہتے ہیں۔ جمہور کہتے ہیں کہ مقید کی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مطلقا لوگوں سے سوال نہیں کرتے۔ ② اگر کبھی وہ سوال کرتے ہیں تو اس میں اصرار نہیں یعنی بہت کم سوال کرتے ہیں۔ اس احتمال سے صرف قید کی نفی ہوئی بقول سفاقسی کلام مقید میں اکثر قید کی نفی مقصود ہوتی ہے۔ مگر ثعالبی کہتے ہیں یہ بات غور کرنے سے آیت کے الفاظ سے بعید نظر آتی ہے فقیر محتاج کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے فقر میں سوال سے باز رہے اور اسی پر اکتفاء کرے کہ اس کا رب اسے جانتا ہے ③ عارف باللہ ابن جمرہؒ نے خوب کہا: "**من لم یرض بالیسیر فهو اسیر**" جو تھوڑے پر خوش نہیں وہ دولت کا قیدی ہے ④ حضرت علیؓ نے فرمایا: "**استغن عمن شئت تکن تطیره وتفضل علی من شئت تکن امیره 'احتج الی من شئت تکن اسیره**" ① تو جس سے استغناء اختیار کرے گا تو اس جیسا ہو جائے گا۔ ② جس پر تو مہربانی کرے گا تو اس کا سردار بن جائے گا ③ جس کے سامنے تو احتیاج ظاہر کرے گا تو اس کا قیدی بن جائے گا۔

ابن عطیہ کہتے ہیں اس آیت میں اس آدمی کی بدحالی کا تذکرہ ہے جو لوگوں سے لپٹ کر مانگتا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا﴾ [الفرقان:٦٧]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل بلکہ ان کے درمیان ہے ان کا گزران"۔

(فرقان)

وَالَّذِیْنَ اِذَآاَنْفَقُوْا: ابن عطیہ کہتے کہ وہ طاعات میں خرچ کرتے ہیں کیونکہ دوسرے مقامات سے تو بچے ہوئے ہیں :"لم یرفوا" وہ افراط سے کام نہیں لیتے کہ کسی ضروری حق کو ضائع کر دیں یا عیال وغیرہ جن کا حق لازم ہے اس میں کوتاہی اختیار کریں وغیرہ :"ولم یقترو ا" بخل میں افراط نہیں کرتے :"وکان بین ذالك قواما "قوام درمیانے اور معتدل کو کہتے ہیں قوام کہنے کی وجہ دونوں اطراف کا پختہ اور سیدھا ہونا ہے۔ جیسا کہ سواء کو سواط کہنے کی وجہ دونوں اطراف کی برابری ہے اور ہر ایک کے حق میں قوام اس کے عیال' ذمہ داری کے کم زیادہ ہونے اور صبر اور مضبوطی کسب یا ان کے برعکس کے ساتھ ہوگا اور سب سے بہتر درمیانہ درجہ ہے۔ نحو : قواماً یہ دوسری خبر یا حال موکد ہے اور خبر سننا بھی درست ہے۔ بین یہ ظرف لغو ہے۔ بعض نے کہا یہ کان کا اسم ہے غیر متمکن کی اضافت کے لیے بنا اور کمزور ہے کیونکہ یہ قوام کے معنی میں ہے گویا :"اخبار الشئی بنفسه" کے مترادف ہے جو کہ درست نہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ مَآ اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ﴾

[الذاریت:٥٦'٥٧]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا فرمایا کہ وہ میری عبادت کریں میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ کھلائیں"۔ (ذاریات)

لِیَعْبُدُوْنِ کی لام اجلیہ ہے ان کی خلقت اس طرح کی بنائی گئی ہے کہ ان سے عبارت انجام پذیر ہو اور ان کی عبادت کی طرف راہنمائی کر دی گئی یہ انسانی خلقت کی غایت کمالیہ ہے اور بعض کے لیے غایت تک پہنچنا مشکل و تنگ ہو جاتا ہے تو یہ غایت کے غایت ہونے سے مانع نہیں ہے اب رہی :"ما آیت زرآنا لجهنم الایة" اس میں لام عاقبت ہے جیسا محاورہ ہے :"لدو اللموت" ② مگر یہ کہ ہم ان کو حکم دے دیں۔ ③ یہ کہ وہ طوعًا یا کرھًا میرا اقرار کریں۔ ④ اس سے خاص مؤمن مراد ہیں یعنی ایمان والے جن وانس کو عبادت کے لیے بنایا (اس آخری مفہوم کو آیت کا آخری حصہ انکار کرتا ہے۔ فتدبر)

ما ارید منهم من رزق وما ارید ان یطعمون یطعمون : اصل میں یطعمونی تھا۔ ① یعنی میرا معاملہ ان کے ساتھ اس طرح کا نہیں جیسا سرداروں کا اپنے غلاموں سے ہوا کرتا ہے۔ ② بعض نے کہا مطلب یہ کہ وہ اپنے کو رزق دیں یا میری کسی اور مخلوق کے لیے انتظام رزق کریں اطعام کا اسناد اپنی ذات کی طرف کر کے اشارہ کر دیا :"الخلق عیال الله" اور "اطعام العیال علی الله" حدیث قدسی میں یہ عبارت ہے :"استطعمتك فلم تطعمنی "میں نے تجھ سے طعام طلب کیا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا یعنی میری مخلوق کو۔

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَتَقَدَّمَ مُعْظَمُھَا فِی الْبَابَیْنِ السَّابِقَیْنِ ' وَمِمَّا لَمْ یَتَقَدَّمْ۔

اس موضوع پر احادیث اکثر سابقہ بابوں میں گزریں جو پہلے نہیں آئیں وہ درج ہیں۔

گزشتہ ابواب میں اس عنوان سے متعلقہ بعض احادیث گزر چکی ہیں یہاں وہ روایات ذکر کی جائیں گی جو پہلے مذکور نہیں

ہوئیں۔

٥٢٢ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ : "لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"الْعَرَضُ" بِفَتْحِ الْعَیْنِ وَالرَّآءِ هُوَ الْمَالُ۔

۵۲۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' مالداری کثرت سامان سے نہیں لیکن مالداری نفس کے غنا سے ہے''۔(بخاری ومسلم)

اَلْعَرَضُ: مال۔

تشریح ❁ لیس الغنی :غناء جو اللہ تعالیٰ کو پسند اور قابل تعریف ہے وہ وہی ہے جو آخرت کا ثواب یا منافع یا عظمتیں حاصل کرنے کے لیے اختیار کیا جائے۔ یہ لفظ مد وقصر دونوں کے ساتھ مستعمل ہے :"عن کثرۃ العرض "عن سببیہ ہے :"ولکن الغنی غنی النفس "لکن اس وہم کے ازالہ کے لیے لایا گیا ہے کہ کثرت سامان قابل تعریف غناء کے خلاف ہے۔ جو جواب دیا اصل تو نفس کا غناء ہے۔ابن بطال کہتے ہیں۔حقیقت غنی یہ نہیں کہ کسی کے پاس مال کی کثرت ہو اس لئے کہ بہت سے وسعت والوں کا حال یہ ہے کہ جو مال ان کو ملا ہے اس سے نفع نہیں اٹھاتے وہ ہر وقت اس کوشش میں ہیں کہ مال بڑھ جائے خود وہ کہیں سے آئے۔ گویا شدت حرص کی وجہ سے وہ فقیر ہے غنی نہیں۔غناء کی حقیقت تو نفس کا غنی ہونا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو آدمی اس پر استغناء اختیار کرے جو اس کو ملا ہو اور اس پر قناعت کر لے اور راضی ہو جائے اور اضافہ کی حرص نہ کرے اور طلب میں اصرار نہ کرے۔

قرطبی کا قول: قابل تعریف نفس کا غناء ہے کیونکہ اس وقت وہ طمع کے مقامات سے رک جائے گا پس عزت وعظمت والا بن جائے گا اور اس کو اس سے وہ اقبال وشرف اور روح وثناء میسر آئے گی جو اس مالدار کو ملتی ہے جو حرص کی وجہ سے فقیر النفس ہو اس لئے کہ فقر نفس اس کو رذائل نفس اور خسیس افعال میں مبتلا کر دیتا ہے کیونکہ اس کی وجہ اس کی ہمت کی کوتاہی اور بخل وحرص ہوتا ہے اور لوگوں کی اکثریت اس کی مذمت کرتی ہے اور اس کا مرتبہ لوگوں کی نگاہ میں گر جاتا ہے وہ ہر حقیر وذلیل سے ذلیل تر شمار ہوتا ہے۔(المفہم للقرطبی)

حاصل کلام یہ ہے کہ جس کو غناء نفس سے نواز دیا گیا وہ اسی پر قناعت اختیار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تقسیم کر رکھا ہے اور بلاضرورت اس کے اضافہ کا طالب نہیں ہوتا اور نہ تلاش میں مضر ہے بلکہ اپنی قسمت پر نازاں ہے۔ گویا وہ ہمیشہ سب کچھ پانے والا ہے۔فقر نفس میں مبتلا شخص اس کے بالکل برعکس ہے۔

غناء کیسے میسر ہو؟ غناء نفس کا راستہ رضا بالقضاء ہے اور اپنے کو مکمل طور پر اس کی ذات کے حوالے کرنا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے وہ اس طرح حرص وطلب سے اعراض کرتا ہے۔طیبی کا قول: غناء نفس سے کمالات عالیہ کا حصول مراد ہے بقول شاعر

من ینفق الساعات فی جمع ماله ☆ مخافة فقر فالذی فعل الفقر

جو آدمی مال جمع کرنے میں فقر کے خطرے سے لگا ہوا ہے جو کچھ اس نے کیا وہ خود فقر ہے یعنی مناسب یہ ہے کہ غناء حقیقی میں اپنے اوقات کو صرف کرلے اور وہ حصول کمالات ہے جمع مال نہیں اس لئے کہ مال کا جمع کرنا تو فقر ہے بعض نے کہا کہ یہ مطلب بھی درست ہے لیکن پہلا مطلب زیادہ ظاہر ہے ابن عقلان کہتا ہے ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو۔ ہمیشہ کی غناء کثرت مال سے نہیں ہوتی کیونکہ مال تو زوال پذیر ہے۔ ہمیشہ کی غناء کمال نفسانی سے ملتی ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا

رضینا قسمة الجبار فینا ☆ لنا علم وللاعداء مال

فان المال یفنی عن قریب ☆ وان العلم کنز لا یزال

غناء نفس اس وقت میسر آتی ہے جب دل تمام امور میں رب تعالیٰ کا محتاج ہو اور اس بات کا یقین ہو کہ دینے والا اور روکنے والا وہی ہے۔ پس اس کے فیصلے پر راضی اور اس کی نعمتوں پر شاکر رہے اس طرح دل کی احتیاج اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے سے غیروں سے نفس کو غناء حاصل ہو جائے گی جو غناء اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وارد ہے: "ووجدك عائلا فاغنی" وہ ایسے نفس پر اترتی ہے جس میں غناء پایا جائے۔ یہ آیت مکی ہے اور کسی سے یہ ڈھکی چھپی بات نہیں کہ غنائم خیبر سے پہلے آپ کے ہاں اموال کی کس قدر قلت تھی: "عرض" دنیا کا سامان، مال مگر متکلمین کے ہاں جو بذات خود قائم نہ ہو اس کے قیام کے لئے کوئی محل ضروری ہے یہ جوہر کے برعکس ہے اس کی جمع عروض ہے جیسے: "فلس وفلوس" (المصباح) ابو عبیہ کہتے ہیں: "عرض" وہ سامان جو ماپ تول میں نہ آئے اور نہ وہ حیوان ہو نہ زمین۔ ابن فارس کہتے ہیں نقدی کے علاوہ ہر سامان کو: "عروض" کہتے ہیں۔

تخریج: اخرجه احمد (٣/٧٣٢٠) والبخاری (٦٤٤٦) ومسلم (١٠٥١) والحمیدی (١٢٠٧) وأبو نعیم فی "الحلیة" ٤/٩٩)

الفرائد: ① قابل مدح غنی غناء نفس ہے وہ قلت حرص سے میسر آتا ہے نہ کہ کثرت مال سے۔ ② جو موجود پر مستغنی نہیں اس کو غناء میسر نہیں آسکتی۔

٥٢٣: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَّقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۲۳: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اسلام قبول کیا وہ کامیاب ہوا اور مناسب رزق دیا گیا اور اللہ نے جو کچھ اس کو دیا اس پر قناعت فرمائی۔ (مسلم)

تشریح ❁ **قد فلح من اسلم**: قد تحقیق کے لیے ہے فلاح کامیابی کو کہتے ہیں۔ اسلام کی وجہ سے آدمی آگ سے بچنے اور جنت میں داخلے کا حقدار بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز" الایہ۔

ورزق کفافا: کفاف وہ ہے جو قناعت کے ساتھ سوال سے روک دے اور حاجت سے بھی نہ بڑھے۔ (ترغیب فی الزکاۃ)

کفاف وہ ہے جو کفایت سے نہ بچے۔ (فی الزہد) سعید بن عبدالعزیز نے کسی نے پوچھا کفاف رزق کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن کی سیری اور ایک دن کی بھوک۔ (ابن حبان)

قرطبی کہتے ہیں جو حاجات کو نہ روکے اور ضروریات کو پورا کر دے اور خوش حال لوگوں سے نہ ملائے۔ (المفہم للقرطبی)۔ یہ فلاح اس لئے تھا جب کہ اس نے کفایت کو اپنے اندر سمیٹ رکھا تھا اور اس کے قائم رکھنے پر کامیاب تھا اور غناء کے نقائص اور سوال کی ذلت سے بچا ہوا تھا پھر جو باب الزکوٰۃ میں مذکور ہے وہ ترغیب ہے۔

وقنعه الله بما آتاه: ① کفایت وقناعت کا مفہوم مختلف ہونے کی وجہ سے آخر میں قناعت کا ذکر کر دیا۔ ② اہتمام اہمیت کی وجہ سے دوبارہ دوسرے پیرایہ میں ذکر کر دیا یہ حالت تکبر میں ڈالنے والی غناء اور مٹی میں ملا دینے والے فقر سے اعلیٰ ہے۔

تخریج :مسلم' احمد ۲/۶۵۸۳' ترمذی' ابن ماجه (جامع صغیر) ابن حبان ۶۷۰' بیهقی ٤/١٩٦۔

الفرائد : ① قدر حاجت پر بلا شکایت راضی ہونے والا مبارک باد کا حقدار ہے۔ ② کفاف فقر وغناء سے اعلیٰ ہے۔

٥٢٤ :وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَعْطَانِىْ ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَاَعْطَانِىْ ، ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَاَعْطَانِىْ ، ثُمَّ قَالَ :"يَا حَكِيْمُ :اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ وَمَنْ اَخَذَهُ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِىْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى" قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا :فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدْعُوْا حَكِيْمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَآءَ فَيَاْبٰى اَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا ، ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَاَبٰى اَنْ يَقْبَلَهُ – فَقَالَ :يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اُشْهِدُكُمْ عَلٰى حَكِيْمٍ اَنِّىْ اَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِىْ قَسَمَهُ اللّٰهُ لَهُ فِىْ هٰذَا الْفَىْءِ فَيَاْبٰى اَنْ يَاْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَاْ حَكِيْمٌ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِىِّ ﷺ حَتّٰى تُوُفِّىَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"يَرْزَاُ" بِرَآءٍ ثُمَّ زَاىٍ ثُمَّ هَمْزَةٍ اَىْ لَمْ يَاْخُذْ مِنْ اَحَدٍ شَيْئًا ، وَاَصْلُ الرَّزْءِ :النُّقْصَانُ :اَىْ لَمْ يُنْقِصْ اَحَدًا شَيْئًا بِالْاَخْذِ مِنْهُ۔ "وَاِشْرَافُ النَّفْسِ" تَطَلُّعُهَا وَطَمَعُهَا بِالشَّىْءِ "وَسَخَاوَةُ النَّفْسِ" هِىَ عَدَمُ الْاِشْرَافِ اِلَى الشَّىْءِ وَالطَّمَعِ فِيْهِ وَالْمُبَالَاةِ بِهٖ وَالشَّرَهِ۔

۵۲۴: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپؐ نے مجھے دیا۔ میں نے پھر سوال کیا۔ پھر آپؐ نے مجھے دیا۔ پھر آپؐ سے میں نے سوال کیا آپؐ نے پھر مجھے عنایت فرمایا۔ پھر فرمایا اے حکیم یہ مال سرسبز' میٹھا اور شیریں ہے جس نے اس کو دل کی سخاوت کے ساتھ لیا۔ اس کے لئے اس میں برکت ڈال دی گئی اور جس نے اس کو نفس کی چاہت کے لئے دیا۔ اس میں برکت نہ دی گئی اور اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حکیم کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا میں آپؐ کے بعد کسی سے کوئی

چیز نہیں لوں گا یہاں تک کہ میں رخصت ہو جاؤں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حکیم کو ان کا عطیہ دینے کے لئے بلاتے مگر وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ پھر اسی طرح عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو عطیئے کے لئے بلایا۔ انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مسلمانو! میں تم کو حکیم کے بارے میں گواہ بناتا ہوں کہ میں ان کے سامنے ان کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو ان کو اس مال فئے میں اللہ نے دیا ہے وہ لینے سے انکار کر رہے ہیں۔ چنانچہ حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی وفات تک کسی سے کچھ نہ لیا۔ (بخاری و مسلم)

لَمْ یَرْزَأْ: وہ نہیں لیتے ہیں رُزْاً کا اصل معنی نقصان اور کمی ہے۔ یعنی لے کر کسی کی کوئی چیز کم نہیں کرتے۔

اِشْرَافُ النَّفْسِ: نفس کا کسی چیز کو جھانکنا اور اس کا طمع کرنا اور سخاوت نفس نہ کسی چیز کی طرف جھانکنا اور نہ کسی چیز کا طمع کرنا۔

تشریح ۞ حکیم بن حزامؓ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ اسدی قرشی مکیؓ ان کی ولادت عام الفیل سے تیرہ سال پہلے کعبہ کے اندر ہوئی اور کسی کے متعلق یہ بات معروف نہیں۔ علیؓ کے متعلق کعبہ میں ولادت کا قول ضعیف ہے۔

ساٹھ سال جاہلیت میں گزارے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے اور ساٹھ سال اسلامی زندگی گزارے۔ اس بات میں صرف حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ان کے ہم سفر نظر آتے ہیں یعنی جب سے علی الاعلان اسلام لائے اس وقت سے لے کر ساٹھ سال گزارے۔ یہ جاہلیت و اسلام میں شرفاء قریش میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں جتنے اچھے کام کئے' زمانہ اسلام میں اسی طرح کے کام کیے۔ باب الصدق میں حالات گزرے۔

سالت رسول ﷺ: میں نے دنیا کی جو چیز مانگی وہ مجھے عنایت فرمادی۔

ثم سالته فاعطانی: پھر اور مانگی تو عنایت فرمادی۔: **ثم قال** اس بات کو عطیئے سے اس لئے مؤخر کیا تا کہ یہ وہم نہ ہو کہ مانگی ہوئی چیز کے سلسلے میں بخل کر رہے ہیں۔: "**یا حکیم**" نام سے آواز دینے سے مخاطب کو مزید خبردار کرنا مقصود ہوتا ہے۔ ② اس میں متنبہ کیا کہ تم تو اسم بامسمّیٰ ہو زہد کے داعی اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے والے ہو۔: "**ان هذا المال خضر حلو**" یہ مال اس سبزے کی طرح ہے جو نظر کے لیے پرکشش اور نفس کو مانوس کرنے والا ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ مال صورت میں سرسبز و میٹھا ہے۔ اہل عرب ہر چمکدار کو نضر و خضر کہتے ہیں۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں یہ مال کی صفت نہیں بلکہ تشبیہ کے لیے ہے۔ ② مال سے مراد یہاں دنیا ہے اور مال اس کی زینت ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**المال والبنون زینة الحیاة الدنیا الآیه**" مال و اولاد دنیا کی زینت ہے۔: "**فمن اخذه بسخاوة نفس**" جس نے بغیر لالچ اور اصرار کے لیا۔ یہ تو لینے والے کے اعتبار سے ہے۔ ② دینے والے کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے یعنی جس نے انشراح صدر سے دیا۔: **بورك له فیه** اس کا تھوڑا سا مال زیادہ کی جگہ کام دے گا: "**باشراف نفس** جس نے انتظار و حرص سے لیا۔: **الذی یا کل ولا یشبع** وہ اس آدمی کی طرح ہے جو بیماری کی وجہ سے سیر نہیں ہوتا جوں جوں بیماری بڑھتی ہے اس کی بھوک میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

ابن ابی جمرہ کہتے ہیں حدیث میں : من جملہ یہ فوائد ہیں۔ ① بسا اوقات مال لینے کے باوجود زہد ہوتا ہے نفس کی سخاوت بعینہ زہد ہے۔ تم کہو گے : "سخت بكذا" اس نے سخاوت کی اور سخت : عن كذا یعنی اس کی طرف توجہ نہیں کی۔
② سخاوت نفس کے ساتھ لینا ہو تو رزق میں زہد و برکت کا اجر حاصل ہوگا۔ اس سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ زہد سے دنیا و آخرت کی بھلائی ملتی ہے اس میں ایک ایسی مثال بیان کی گئی جو ۔۔۔ ئی مثالوں سے سمجھ نہیں سکتا۔ کیونکہ لوگوں کی اکثریت برکت کثیر چیز کو قرار دیتی ہے۔ اس مذکورہ مثال سے یہ بات کھل گئی کہ برکت اللہ تعالیٰ کی عادات میں سے ایک عادت ہے۔ لوگوں کو اسی چیز کی مثال دی جس کے وہ عادی ہیں پس کھانا سیر ہونے کے لیے ہوتا ہے۔ جب کھائے اور سیر نہ ہو یہ اس کے حق میں بلا فائدہ ایک مشقت و محنت ہے۔ اس سے وہ منافع میسر نہیں آ رہے۔ جب یہ بے فائدہ عمل اس کے سامنے بار بار ہو گا تو اس کا وجود و عدم اس کے ہاں برابر ہو نگے۔

واليد العليا خير من اليد السفلىٰ: بخاری میں یہ عبارت زائد : **فاليد العليا هي المنفقه والسفلى هي السائله** اور اوپر والا ہاتھ دینے والا اور نچلا ہاتھ یعنی لینے والا۔ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ نسائی میں طارق بن مخارق کی روایت اس طرح ہے۔ "ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر کھڑے لوگوں کو خطبہ دیتے پایا" آپ فرما یار ہے تھے : "**يد المعطى العليا**" دینے والا ہاتھ علیا ہے۔ (نسائی) ابن ابی شیبہ کی روایت ثعلبہ بن زہدم سے بھی اسی طرح ہے جمہور کے قول کے مطابق : **يد عليا** سے دینے والا اور : **يد سفلى** سے سوال والا ہاتھ مراد ہے۔ یہی مضبوط قول ہے جیسا دلائل روایات سے ثابت ہے۔ (فتح الباری)

لاارزء احدا بعدك حتى فارق الدنيا میں تا حیات کسی سے کوئی چیز نہ مانگونگا۔ یہ دوامی انکفاف سے کنایہ ہے : "**ابو بكرؓ يدعو حكيما يعطيه**" جب ابو بکر خلیفہ بنے تو غنیمت کا حق دینے کے لیے ان کو بلاتے وہ انکار کر دیتے : "**ثم ان عمر دعاه ليعطيه فابى**" پھر عمرؓ اپنے زمانے میں مال دینے کے لیے ان کو بلاتے تو وہ لینے سے انکار کرتے : **يا معشر المسلمين۔** معشَر، قوم ارہط اور نفر آدمیوں کی جماعت پر بولے جاتے ہیں عورتوں پر بولے نہیں جاتے۔ (المصباح)

وجہ ترک : ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ حکیم عطیہ لینے سے اس لئے باز رہے ان کو ڈر ہوا کہ وہ اگر کسی سے قبول کر لیں گے تو لینے کی عادت پڑ جائے گی پھر اس سے اس چیز کے لینے کی طرف تجاوز نہ ہو جائے جن کو وہ سرے سے لینا ہی نہیں چاہتے۔ گویا انہوں نے : "**دع مالا يريبك الى مايريبك**" عمرؓ نے ان پر اس لئے گواہ بنائے تا کہ جو آدمی اس اندرونی حقیقت سے واقف نہیں وہ الزام نہ دھرے کہ عمر نے حکیم کا حق روک لیا۔ (فتح الباری)۔

فلم يرزأ حكيم احدًا: اسحاق بن راہویہ نے اپنی سند میں مرسل روایت نقل کی ہے کہ حکیم نے ابو بکر، عمر، عثمان اور معاویہؓ میں سے کسی سے قرض تک نہ لیا۔ یہاں تک کہ امارتِ امیر معاویہؓ کے دسویں سال ان کا انتقال ہو گیا۔ (فتح الباری) سیوطی کا قول یہ ہے کہ حکیم کے سوال کا باعث یہ تھا کہ آپ ﷺ نے ان کے اس کے علاوہ عنایت فرمایا۔ جو آپ نے اپنے دیگر صحابہ کو دیا۔ تو اس پر وہ کہنے لگے یا رسول ﷺ میں تو یہ خیال نہ کرتا تھا کہ آپ یہ مجھے ہی دیں گے اور لوگوں کو نہ دیں گے۔ انہوں نے اور مانگا آپ نے دے دیا۔ انہوں نے اور مانگا آپ نے اور بھی دے دیا یہاں تک کہ وہ خوش ہو گئے۔ اس پر آپ نے یہ بات فرمائی۔ (التوشیح لسیوطی)

الرزء: اصل نقصان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی میں کسی کا مالی نقصان نہ کروں گا۔ بلا عوض مفت دی جانے والی چیز کو کہتے ہیں: "اشراف" یہ شرف سے ہے اور وہ بلندی کو کہا جاتا ہے۔ اس کا اصل معنی آنکھ پر ہاتھ سے سایہ کر کے کسی چیز کو دیکھنا۔ گویا بلندی سے کسی چیز کو جھانکنا: "سخاوۃ یہ: سخایسخو ② :سخی یسخی (علم یعلم) ③ سخو یسخو قرب یقرب سے آتا ہے۔

تخریج: بخاری فی الوصایا والخمس والرقاق والزکاۃ' ترمذی فی الزهد' نسائی فی الزکاۃ والرقاق (اطراف) ابن حبان ۳۲۲۰' دارمی ۱/۳۸۸' عبد الرزاق ۲۰۰۴۱' طبرانی ۳۰۷۸' احمد ۱۵۳۲۱/۵' بیهقی ۴/۱۹۶۔

الفوائد: ① زہد کبھی لینے کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ زہد دنیا و آخرت کی سعادتوں کو جمع کرنے والا ہے۔ ② حکیم بن حزام کی ولادت کعبہ میں ہوئی۔

٥٢٥ :وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ غَزْوَةٍ وَّنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَیْنَنَا بَعِیْرٌ نَعْتَقِبُهٗ فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمِیْ وَسَقَطَتْ اَظْفَارِیْ فَکُنَّا نَلُفُّ عَلٰی اَرْجُلِنَا مِنَ الْخِرَقِ فَسُمِّیَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا کُنَّا نَعْصِبُ عَلٰی اَرْجُلِنَا مِنَ الْخِرَقِ قَالَ اَبُوْبُرْدَةَ فَحَدَّثَ اَبُوْمُوْسٰی بِهٰذَا الْحَدِیْثِ ثُمَّ کَرِهَ ذٰلِكَ وَقَالَ مَا کُنْتُ اَصْنَعُ بِاَنْ اَذْکُرَهٗ، قَالَ کَاَنَّهٗ کَرِهَ اَنْ یَّکُوْنَ شَیْئًا مِّنْ عَمَلِهٖ اَفْشَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۵۲۵: حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے ہم چھ آدمی تھے اور ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے ہمارے قدم زخمی ہو گئے۔ میرا پاؤں بھی زخمی ہوا اور میرے ناخن گر گئے۔ ہم اپنے پاؤں پر کپڑے کے چیتھڑے لپیٹتے تھے۔ اس لئے اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع پڑ گیا۔ ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات بیان کی پھر ناپسند کیا اور کہا میں اس کو ذکر کرنا نہ چاہتا تھا۔ ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں گویا انہوں نے اپنے کسی بھی نیک عمل کو ظاہر ہونے کو ناپسند کیا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ ابو بردہ: ان کے نام سے متعلق تین قول ہیں۔ ① ہانی بن نیار بلوی مدنی۔ ② ابو بردہ تابعی ان کا نام عامر ہے یہ ابوموسیٰ اشعری کے بیٹے ہیں اپنے والد سے نقل کرتے ہیں اسی لئے نووی نے کوئی قید نہیں لگائی حالانکہ مشتبہ مقامات پر نووی ایسا کرتے ہیں۔ جمہور کا قول یہی ہے۔ یہ کوفی تابعی ہیں' یہ قضاء کوفہ کے والی بنے' ان کو حجاج نے معزول کر کے ان کے بھائی ابوبکر کو قاضی بنا دیا ان کی توثیق وجلالت پر اتفاق ہے۔ یہ ابوالحسن اشعری جو علم کلام کے ائمہ سے ہیں۔ ان کے دادا ہیں۔ بعض نے کہا ۱۰۳ھ بعض نے ۱۰۴ھ لکھا ہے۔ تابعی کے تذکرہ کی ضرورت اس لئے پڑی کہ اس حدیث: فحدث ابو موسیٰ مذکور ہے۔ باب الاخلاص میں ابوموسیٰ اشعریؓ کے حالات میں گزرے: "فی غزاۃ' غزا یغزو' غزوۃ" ایک مرتبہ غزوہ میں جانا۔ غزاۃ اسم معلل ہے۔

النحو: "ونحن ستة نفر" یہ خرج کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے بقول حافظ: مجھے ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے مگر میرے خیال میں یہ اشعری حضرات ہیں۔

"بیننا بعیر نعتقبه": یہ جملہ حالیہ متداخلہ ہے تعبیر کا لفظ انسان کی طرح مذکر و مؤنث پر بولا جاتا ہے اور: "جمل رجل" کی طرح کے ساتھ خاص ہے اور: "الناقه مراة" کی طرح مؤنث کے لیے مستعمل ہے: "البکر' البکره" جوان سال اونٹ اونٹنی کے لیے: "فتی" اور "فتاة" کی طرح مستعمل ہے اور قلوص جاریہ کی طرح مؤنث نوعمر اونٹنی کے لئے مستعمل ہے' یہ ابن جنی' ابن السکیت' ازہری کا قول ہے۔ (المصباح) یہ خاص اہل عرب جانتے ہیں۔

"نعتقبه" ایک ایک کر کے باری باری سوار ہونا۔ جیسے کہتے: "دارت عقبه فلان فنقبت قدمی" دوسرے نسخہ میں: "اقدامنا" ہے گھسنا' سوراخ ہونا: "وسقطت اظفاری" ظفر کی جمع ہے اس کی جمع اظفر بھی آتی ہے جیسے رکن جمع ارکن (المصباح): "نعصب"۔

وجہ تسمیہ: وہ کپڑے کے چیتھڑے جو پاؤں پر لپیٹتے تھے۔ ② ابن ہشام کا قول۔ جھنڈوں کو پیوند لگاتے اس لیے ذات الرقاع کہلایا۔ ③ بعض نے کہا وہاں ایک درخت کا نام ذات الرقاع ہے۔ اس لئے یہ نام پڑا۔ ④ ایک قول یہ ہے کہ وہ سرزمین جہاں صحابہ اترے مختلف رنگ کی تھی اس لئے غزوے کا نام ذات الرقاع کہلایا۔ ⑤ ابوحیان نے کہا گھوڑوں کے رنگ سیاہ 'سفید تھے۔ ⑥ واقدی وہاں ایک پہاڑ ہے جس میں مختلف رنگ کے پتھر تھے یہ شاید ابوحیان کی طرف منصوب قول میں خیل کو جبل سے بدل دیا گیا۔

سہیلی کا قول: ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جو روایت میں فرمایا وہ راجح ہے۔ نووی کا رجحان اسی طرف ہے۔ البتہ یہ احتمال بھی ہے کہ تمام وجوہ پائی گئی ہوں۔

کب ہوا: اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ کب پیش آیا۔ ① بخاری کا میلان یہ ہے کہ یہ غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا۔ ② اور اہل سیر کا خیال یہ ہے کہ غزوہ خیبر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ③ ابن اسحاق کہتے ہیں یہ غزوہ بنی نضیر کے بعد اور خندق سے پہلے ۴ھ میں پیش آیا۔ ④ ابن سعد اور ابن حبان کہتے ہیں ۵ محرم میں ہوا۔ ⑤ ابومعشر کا قول یہ ہے یہ غزوہ بنو قریظہ اور خندق کے بعد پیش آیا۔ ⑥ موسیٰ بن عقبہ کا قول متردد ہے کہ یہ بدر سے پہلے یا بعد پیش آیا۔ ⑦ ابن حجر کہتے ہیں تردد فضول ہے قابل اعتماد بات یہ ہے کہ غزوہ بنی قریظہ کے بعد پیش آیا۔

ایک اور اختلاف: یہ ہے ایک غزوہ دو نام: کہ یہی غزوہ بنو صحاب ہے یا اور ① جمہور نے اسی کو غزوہ بنو محارب قرار دیا۔ ② مگر ابن اسحاق نے کہا یہ غزوہ بنو محارب نہیں ہے۔ ③ واقدی یہ غزوہ بنو محارب اور ذات الرقاع ہے۔ شرح السیرت الحلبیہ میں قطب حلبی نے یہی بات کہی۔ (فتح الباری)۔ ابو بردہ کہتے ہیں ابوموسیٰ نے یہ روایت بیان کی کیونکہ اس میں ان کے احوال کا تذکرہ تھا: "ثم کره ذلك" پھر اس میں اپنے صبر و ابتلاء کا تذکرہ ہونے کی وجہ سے ناپسند کیا کیونکہ مخفی نیکی ہے جو بندے اور رب کے درمیان ہے: "ما کنت اصنع بان ازکره" میں اس کا تذکرہ نہ کرنے والا تھا گویا وہ ناپسند کر رہے تھے۔

النحو: "كانه كره ان يكون شيأ" کان کی خبر کسرہ ہے اور ہ اسم ہے۔ ① "شیئاً کان" کی خبر ہو اور اس کا اسم ضمیر مستتر ہو یعنی ان کے عمل میں سے جو چیز مذکور ہوئی۔ ② یہ فعل محذوف کا مفعول ہو اور جملہ : "یکون" کی خبر ہو : "یکون افشیٰ شیئاً"

افشاه یہ جملہ شیئاً کی صفت ہے۔ ② جملہ مفرہ ہے۔ ③ خبر سے حال بھی بن سکتا ہے۔

تخریج: أخرجه ابخاری (۴۱۲۸) ومسلم (۱۸۱۶) وابن حبان ۴۷۳۴) والبيهقي ۵/۲۵۸)

الفرائد : حق کی راہ میں جن مشکلات کا سامنا ہوا نہیں کسی خاص مصلحت سے ظاہر کرنا درست ہے ورنہ اخفاء ہی چاہئے۔ صحابہ کرام اور بزرگان دین کے سامنے آنے والے واقعات اسی رنگ کو ظاہر کرتے ہیں۔

۵۲۶ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ بِفَتْحِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَاِسْكَانِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُتِيَ بِمَالٍ اَوْ سَبْيٍ فَقَسَّمَهٗ فَاَعْطٰى رِجَالًا وَّتَرَكَ رِجَالًا فَبَلَغَهٗ اَنَّ الَّذِيْنَ تَرَكَ عَتَبُوْا ' فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ "اَمَّا بَعْدُ فَوَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَاُعْطِي الرَّجُلَ وَاَدَعُ الرَّجُلَ وَالَّذِيْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الَّذِيْ اُعْطِيْ وَلٰكِنِّيْ اِنَّمَا اُعْطِيْ اَقْوَامًا لِمَا اَرٰى فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِّنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَاَكِلُ اَقْوَامًا اِلٰى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِّنَ الْغِنٰى وَالْخَيْرِ! مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ" فَوَ اللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُمُرَ النَّعَمِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"اَلْهَلَعُ" هُوَ اَشَدُّ الْجَزَعِ ' وَقِيْلَ الضَّجَرُ۔

۵۲۶: حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مال اور قیدی لائے گئے جن کو آپؐ نے تقسیم کر دیا۔ آپؐ نے کچھ آدمیوں کو دیا اور کچھ آدمیوں کو چھوڑ دیا۔ پھر آپؐ کو یہ اطلاع ملی کہ جن کو آپؐ نے چھوڑ دیا ہے انہوں نے ناراضگی ظاہر کی ہے۔ پس آپؐ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا۔ امابعد! اللہ کی قسم میں ایک آدمی کو دیتا ہوں اور دوسرے آدمی کو چھوڑتا ہوں اور وہ جس کو میں چھوڑتا ہوں وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو میں دیتا ہوں۔ لیکن میں کچھ لوگوں کو دیتا ہوں کیونکہ میں ان کے دلوں میں گھبراہٹ اور بے چینی پاتا ہوں اور دوسرے لوگوں کو میں اس غنا اور بھلائی کے سپرد کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں پیدا فرمائی ہے اور ان لوگوں میں عمرو بن تغلب بھی ہے۔ حضرت عمرو کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں یہ نہیں چاہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بدلے میں مجھے سرخ اونٹ ملتے۔ (بخاری)

اَلْهَلَعُ: انتہائی گھبراہٹ' بعض نے کہا' اکتاہٹ۔ اور بعض نے اس کے معنی تکلیف کے بھی کئے ہیں۔

النحو: عمرو بن تغلب : یہ غیر منصرف ہے یہ عبدالقیس سے ہیں اس لئے عبری کہلاتے ہیں ان کے نسب میں جو باتیں کہی گئیں ان سے ان کا نسب اسد بن ربیعہ تک پہنچتا ہے۔ یہ بالاتفاق ربعی ہیں ابن حجرؒ کہتے ہیں یہی نمری ہیں۔ یہ صحابی ہیں پھر بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ ان سے دو روایتیں بخاری نے لی ہیں۔ ان سے حسن بصری نے روایت نقل کی ہے۔ (فتح الباری)

(تہذیب نووی): "بمال او سببی" اوشک روای کے لیے ہے: "کشمیھنی" نے: "اوشئی" نقل کیا اور یہ زیادہ وسیع المعنی ہے: "السبی" قیدی بنانا: "فقسمه" قیدی زیادہ ہونے کی وجہ سے تقسیم کیے: "الذین ترك عتبوا" عتب (ض) (ون)۔① ناراضگی سے ملامت کرنے کو عتاب کہتے ہیں۔② منقیدی خطاب (النہایہ) آپ کے فعل پر ناراضگی مراد نہیں کیونکہ وہ ایمان کے منافی ہے: فحمد الله تعالیٰ: آپ نے حمد وثناء کی۔ "امابعد انی لاعطی الرجل" اس میں الف لام جنس کا ہے اور اس سے مقصود تمثیل سے سمجھانا ہے۔ ورنہ اس حدیث سے جو افادہ حاصل ہو رہا ہے وہ عورتوں کے سلسلہ میں بھی جاری ہے جیسا مسلم کی روایت: "ھند امرة ابی سفیان" سے ہے: "یا رسول الله ما کان اھل بیت ابغض الی من اھل بیتك والان والله ما اھل بیتٍ احب الی من اھل بیتك" یہاں قسم اور ان سے تاکید کی کیونکہ متروکین نے سمجھا شاید ہم میں کوئی دینی خلل یا محبت کی کمی تھی جس کی وجہ سے ہمیں چھوڑ دیا گیا تو اس کا ازالہ فرمایا۔

"وادع": ماقبل کی دلالت سے مفعول محذوف ہے: "والذی ادع" جس کو عطیہ میں ترک کر دیتا ہوں: "احب الی من الذی اعطی" اس آدمی کو عطیئے کے لیے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ وہ جملہ اہل اسلام میں داخل ہو گیا اور مسلمانوں کی لڑی میں پرو دیا گیا تاکہ ایمان اس کے دل کی گہرائی میں پہنچ جائے اور جن کو چھوڑ دیتا ہوں وہ تو پہلے سے محبت کرنے والے ہیں: "اریٰ فی قلوبھم" اریٰ علم کے معنی میں ہے۔ اریٰ کا مفعول اوّل ضمیر ہم اور دوسرا مفعول ظرف ہے: "من الجزع" غم اور خوف (النہایہ) (المصباح): "جزع الرجل ازتعب" جب مصیبت کو اٹھانے سے آدمی کمزور ہو جاتے اور صبر کی صورت نہ پاتے: "منْ" بیانیہ ہے: "والھلع" قلت صبر' سخت گھبراہٹ صلع اور جزع ایک ہی معنی رکھتے ہیں (المصباح) ضعف یقین اور ٹیڑھ میل۔

اکل اقو اما الی ماجعل الله فی قلوبھم من الغناء اکل کا معنی حوالے کرنا۔ غناء سے کفایت مراد ہے: "بکلمه" با بدلیت کے لیے ہے کلمہ سے یہاں لغوی معنی بول مراد ہے۔ یعنی مجھے اہل خیبر میں داخل فرمانے والی بات' بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے میں اس مذکورہ کلمہ کے بدلے سرخ اونٹ لینا پسند نہیں کرتا۔② اگر اس کے بدلے سرخ اونٹ ہوتے تو وہ مجھے اتنے پسند نہ ہوتے جتنا یہ کلمہ مجھے پسند ہے: "حمر النعم" یہ نفیس اونٹ کے متعلق بطور تمثیل بولا جاتا ہے۔ عرب کہتے ہیں احمر کی جمع ہے اور اسماء جنس سے ہے۔

تخریج: أخرجه البخاری (۹۲۳)

الفرائد: ① طبع انسانی عطاء کی طرف فطری طور پر مائل ہے اس کے خلاف ہونے سے اس میں گرانی ہوتی ہے۔② بعض اوقات مال کے نہ ملنے میں ہی خیر ہوتی ہے۔

۵۲۷: وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَلَفْظُ مُسْلِمٍ اَخْصَرُ۔

۵۲۷: حضرت حکیم بن حزامؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہت بہتر

ہے اور ان لوگوں سے خرچ کی ابتدا کرو جن کی کفالت تمہارے ذمہ ہے اور سب سے بہتر صدقہ وہ ہے جو ضروریات پوری کرنے کے بعد دیا جائے اور جو آدمی سوال سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو سوال سے بچاتے ہیں اور جو بے نیازی اختیار کرتا ہے اللہ اُسے بے نیاز کر دیتے ہیں (بخاری و مسلم) یہ بخاری کے لفظ ہیں مسلم کے لفظ اس سے مختصر ہیں۔

تشریح ❀ **وابدأ بمن تعول** اور خرچ کی ابتداء ان سے کرو جن کے خرچہ کے تم ذمہ دار ہو۔ مثلاً بیوی، خدام، ماں باپ: "**عال اهلة** اس وقت کہتے ہیں جب ان کو خوراک کپڑے مہیا کر دے۔ اس جملے کو حکیم سے فقط طبرانی نے روایت کیا۔ بخاری، نسائی، ابوداؤد نے ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے: **خير الصدقة ما كان عن ظهر غنى و ابدأ بمن تعول**" ان کا حق مقدم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا حق واجب ہے اور باقی کا نفل ہے: "**وخير الصدقة ما كان عن ظهر غنى**" افضل صدقہ وہ ہے جس کے متعلق ضرورت نہ ہو کہ وہ اپنی ذات کے لیے خرچ کرے یا ان پر خرچ کرے جن کا خرچہ اس کے ذمہ لازم ہو: **ظهر** کا لفظ اشباع کلام کے لیے زائد ہے۔ یہ خطابی کا قول ہے۔ خطابی نے تمکینا کا لفظ اضافہ کرتے ہوئے کہا گویا کہ اس کے صدقے کو مال کی طاقت ور کمر کی پشت پناہی حاصل ہو۔ مطلب یہ ہے افضل صدقہ وہ جس کو انسان اس طرح نکالے کہ اپنے پاس بقدر کفایت باقی رہے۔

بغوی کہتے ہیں اس سے مراد ایسی غناء جس سے اترنے والے مصائب میں اپنے کو مضبوط رکھ سکے۔ عرب کہتے ہیں: "**ركب من السلامة غنى**" کے لفظ میں تنکیر تعظیم کے لیے ہے حدیث میں یہی قابل اعتماد ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ بہتر صدقہ وہ جس سے تم سائل کو اس دن کے سوال سے مستغنی کر دو۔ ایک قول یہ ہے: "**عن** اسبیہ ہے اور ظہر زائد ہے یعنی بہترین صدقہ وہ ہے جس کا سبب متصدق کا غناء ہے۔

قرطبی کا قول: خطابی کی تاویل کو ایثار والی روایات رد کرتی ہیں۔ جیسے حدیث ابوذر: "**افضل الصدقه جهد من مقل**" وغیرہ حدیث کا پسندیدہ معنی یہ ہے۔

بہترین معنی: افضل صدقہ وہ ہے جو حقوق نفس و عیال کی ادائیگی کے بعد اس حالت میں دیا جائے کہ صدقہ کرنے والے کو کسی کی محتاجی نہ ہو۔ پس حدیث میں غنی کا معنی ایسی چیز کا میسر آنا جس سے ضروری حاجت دور ہو جائے مثلاً تشویشناک بھوک کے وقت کھانا کھانا کہ جس بھوک پر صبر نہ ہو سکتا ہو۔ پس ایسی ضرورت جس سے اپنے نفس کو پہنچنے والی ایذاء کو دور کیا جائے اس میں ایثار جائز نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ اس ضرورت والی چیز کا ایثار نفس کو ہلاکت و اضرار تک لے جائے گا۔

ابن حجرؒ کا رجحان: یا ایسی حاجت جس سے وہ اپنی ستر پوشی کرے گا۔ پس اس حاجت میں اپنے نفس کی رعایت اولیٰ ہے۔ جب یہ واجبات اس سے اتر جائیں تو اس وقت ایثار درست ہے اور ایسے وقت میں اس کا صدقہ کرنا افضل ہوگا کیونکہ وہ فقر کی تکالیف کو برداشت کرے گا اس سے تعارض روایات ختم ہو جاتا ہے۔ (فتح الباری)

من يستعفف يعفه الله جو لوگوں سے سوال کرنے سے بچے گا اللہ تعالیٰ اس کو سوال سے بچالیں گے: "**من يستغن يغنه الله**" جو لوگوں سے غناء ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیں گے:

النَّحْو: یہ دونوں جملے شرط و جزاء میں حدیث کی تشریح باب الوصیۃ بالنساء میں ملاحظہ ہو۔

تخریج: أخرجه البخاری (۱٤۲۷) واللفظ له وأخرجه مسلم (۱۰۳٤)

الفرائد : افضل صدقہ وہ ہے جو احتیاج نفس کے بغیر ہو اور قدر کفایت محفوظ کر لینے کے بعد ہو۔

۵۲۸ : وَعَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ صَخْرِ ابْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "لَا تُلْحِفُوْا فِی الْمَسْاَلَۃِ ' فَوَاللّٰہِ لَا یَسْاَلُنِیْ اَحَدٌ مِّنْکُمْ شَیْئًا فَتُخْرِجَ لَہٗ مَسْاَلَتُہٗ مِنِّیْ شَیْئًا وَاَنَا لَہٗ کَارِہٌ فَیُبَارَکَ لَہٗ فِیْمَا اَعْطَیْتُہٗ"۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۵۲۸ : حضرت ابوعبدالرحمٰن معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیچھے پڑ کر سوال مت کرو اللہ کی قسم جو شخص تم میں سے مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرے گا اور اس کا وہ سوال مجھ سے کوئی چیز نکلوائے گا جبکہ میں اس کو ناپسند کرنے والا ہوں گا تو یہ نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ اس کو میں نے دیا ہے اس میں برکت دی جائے۔ (مسلم)

النحو : معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حربؓ: صخر یہ ابوسفیان کا عطف بیان ہے۔ ② بدل ہے ان کا سلسلہ نسب حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف من قصی القرشی الاموی' یہ اور ان کے والد اور بھائی اور والدہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے اسی لئے نووی نے کہا کہ : "مؤلفۃ القلوب" میں تھے پھر ان کا اسلام پختہ رہا یہ رسول ﷺ کے کاتبین وحی میں سے ایک تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ۱۶۳ احادیث روایت کی ہیں چار بخاری و مسلم میں ہیں اور چار فقط بخاری نے اور ۵ مسلم نے انفرادی طور پر نقل کی ہیں انہوں نے بہت سے صحابہ سے روایت لی ان کے مناقب و فضائل بہت ہیں۔ ابن علان نے ان کے متعلق تصنیف کی ہے ان کی وفات شام میں ۲۲ رجب جمعرات کو ہوئی۔ بعض نے ۵۹ اور چھ ماہ کم ۶۰ ھ میں وفات پائی اس وقت ان کی عمر ۸۲ سال یا ۸۸ سال ۸۶ سال تھی جب موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ ان کو اس قمیص میں کفن دیا جائے جو رسول ﷺ نے ان کو پہنائی تھی اور جسم کے ساتھ والی چادر وہی ہو ان کے پاس رسول ﷺ کے ناخن مبارک کے تراشے موجود تھے ان کے متعلق وصیت کی کہ وہ میری دونوں آنکھوں اور منہ پر رکھے جائیں ایسا کر کے پھر مجھے : ارحم الراحمین کی بارگاہ میں چھوڑ دیں۔

لا تلحفوا فی المسألہ سوال میں اصرار مت کرو : "فتخرج لہ مالتہ منی شیئا" یہ اخراج کی نسبت سبب کی طرف مجازی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اصرار کی وجہ سے وہ چیز مجھ سے حاصل کر پاتا ہے اس کی حرص حصول مطلوب میں اسے کامیاب کر دیتی ہے: **وانا کارۃ** اس کے دینے کو میں ناپسند کر رہا ہوتا ہوں لیکن اس کی درشت بات سے بچتے ہوئے اس کو دے دیتا ہوں۔ **فیبارك له فیما اعطیته** تو اس کے عطیئے میں برکت حاصل نہ ہوگی فقہاء نے لکھا جس نے کسی چیز کو ایسا مقصد ظاہر کر کے لیا جو واقعہ میں نہیں اس کا اس سے مواخذہ ہوگا اور اس چیز پر اس کا تصرف باطل ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں پر استشراف احوال کی وجہ سے اور احرار کے ساتھ لوگوں سے مال نکلوانے کی وجہ سے فاقہ غالب رہتا ہے اور برکت میسر نہیں آتی۔

تخریج: أخرجه مسلم (۱۰۳۸) والنسائی (۲۵۲۹)

الفرائد : جوصدقہ کسی کے منہ کی خاطر دیا جائے کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو وہ نہ دیتے یہ حرام ہے۔ ② سوال بلاضرورت حرام ہے اس پر سب کا اتفاق ہے۔

۵۲۹ : وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تِسْعَةً اَوْ ثَمَانِيَةً اَوْ سَبْعَةً فَقَالَ : "اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ" وَكُنَّا حَدِيْثِيْ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ فَقُلْنَا : قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ : "اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ" فَبَسَطْنَا اَيْدِيَنَا وَقُلْنَا : قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ؟ قَالَ : "اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّالصَّلَوَاتُ الْخَمْسِ وَتُطِيْعُوا اللّٰهَ" وَاَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيْفَةً "وَلَا تَسْاَلُوا النَّاسَ شَيْئًا" فَلَقَدْ رَاَيْتُ بَعْضَ اُولٰٓئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ اَحَدِهِمْ فَمَا يَسْاَلُ اَحَدًا يُّنَاوِلُهٗ اِيَّاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۲۹ : حضرت ابوعبدالرحمٰن عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نو یا آٹھ یا سات افراد تھے اور ہم نے ابھی نئی نئی بیعت کی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم مجھ سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے عرض کیا ہم نے قریب ہی بیعت کی ہے۔ آپ نے پھر فرمایا کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرتے۔ ہم نے عرض کیا ہم تھوڑا عرصہ قبل آپ سے بیعت کر چکے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرتے ہو؟ عوف کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھ بیعت کے لئے پھیلا دیئے اور کہا ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں۔ پس اب کس بات پر بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا تم اللہ کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے اور پانچ نمازیں ادا کرو گے اور آپ کی اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ تم لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرو گے۔ میں نے اس جماعت میں سے بعض افراد کو دیکھا کہ اگر کسی کا کوڑا بھی گر جاتا تو اس کے اٹھانے کے لئے بھی کسی سے سوال نہ کرتے۔ (مسلم)

تشریح ۞ ابوعبدالرحمان: بعض نے ابوعمرو مزی نے اطراف میں انہی سے روایت کو شروع کیا۔ بعض نے ابوعبداللہ اور بعض نے ابومحمد اور بعض نے ابوحاتم کنیت نقل کی ہے: عوف یہ عطف بیان یا بدل ہے۔ ابن مالک بن ابی عوف اشجعی غطفانیؓ یہ فتح مکہ میں شامل ہوئے یہ اپنی قوم کا جھنڈا اٹھانے والے تھے دمشق میں سکونت اختیار کی ۷۳ھ میں وہاں مکان بنوایا ان کے متعلق خیبر میں قتل کی خبر محض غلط ہے خیبر میں اپنی تلوار کے مڑ کر لگنے سے شہید ہونے والے عامر بن اکوع ہیں (تہذیب نووی) انہوں نے ۶۷ احادیث رسول ﷺ سے روایت کی ہیں۔ ۶ بخاری و مسلم میں ہیں ایک میں بخاری منفرد اور باقی میں مسلم منفرد ہے۔ سنن اربعہ نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔ ان سے جبیر بن نضیر اور شعبی اور دیگر تابعین نے روایت لی ہے: "کناجلوسا" جمع جالس ہے۔

النحو : یہ کان کی خبر ہے: "عند رسول ﷺ" ① ظرف لغو ہو اور فعل سے متعلق ہو کیونکہ فعل قوی تر ہے۔ ② ظرف مستقر ہو خبر کے بعد خبر ہو۔ ③ کان کے اسم سے حال ہو۔ قسعه او ثمانیه او تسبعة۔ راوی کو ان کی تعداد میں شک ہے۔

کنا حدیث عهد بیعة ۔ یہ تبایعون کے فاعل سے محل حال میں ہے حالانکہ ہمیں بیعت کیے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا۔ بیعت: یہ اصل میں بیع سے ہے۔ جب بیعت کرتے اور کوئی عہد پختہ کرتے تو جس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں تاکید کے لیے اس کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دیتے۔ جیسا بائع ومشتری کرتے ہیں۔ یہ لیلۃ عقبہ والی بیعت ہے جو ہجرت و جہاد اور اس پر صبر کی بیعت سے پہلے تھی۔ (مشارح کی بات سمجھ نہیں آتی جب یہ فتح مکہ کے قریب مسلمان ہوئے تو بیعت عقبہ میں شریک کیسے ہو گئے اس طرح کہنا مناسب ہے بیعت اسلام کے بعد اور اعمال پر بیعت سے پہلے کی بات ہے۔ فتدبر)۔

"قد بایعناك یا رسول الله ثم قال الا تبایعون رسول الله ابوداؤد کی روایت میں یہ عبارت بھی ہے کہ آپ نے یہ ارشاد تین مرتبہ دہرایا۔ ہم نے اپنے ہاتھ دراز کر دیے اور ساتھ عرض کیا یا رسول ﷺ ہم آپ سے پہلے بیعت (اسلام) کر چکے: "فعلام نبا یعك" اب کس بات پر دوسری بار بیعت کریں: مآ استفہامیہ ہے۔ الف کو اس لئے حذف کیا کہ اس پر حرف جار آ گیا۔ الف کے عوض ہائے سکتہ لگانا بھی درست ہے۔ جیسا مسلم کی روایت علامۃ ہے: "قال ان تعبدوا الله" میں تم سے اللہ تعالیٰ کی عبادت پر بیعت لیتا ہوں۔

النَّحْو: "وحده" یہ لفظ اللہ سے حال ہے۔ یعنی تم اللہ وحدہ کی عبادت کرو گے: "ولا تشرکوا به شیئاً" شرک میں سے کوئی چیز اختیار نہ کرو گے۔ ② اس کے ساتھ کسی بھی معبود کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے:

① یہ مفعول مطلق ہے۔ ② مفعول بہ ہے: "والصلوات الخمس" اس پر بیعت کرو کہ تم پانچوں نمازیں ادا کرو گے۔ جیسا ابوداؤد میں صراحت ہے: "وتسمعوا وتطیعوا" ولی الامر کی اطاعت کرو گے اور ان کی اطاعت کرو گے جن کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے واجب کیا بشرطیکہ معصیت نہ ہو: "واسر کلمة خفیه" اس بات کو آہستہ فرمایا۔ کیونکہ پہلی عام نصیحتیں ہیں اور یہ خاص ہے: "کلمه" کا لغوی معنی بات مراد ہے: ولا تسالوا الناس شیئاً قرطبی کہتے ہیں یہ آپ نے مکارم اخلاق کی تعلیم دی کہ مخلوق کے احسانات اٹھانے سے گریز کرو اور حاجات کی سختیوں کو برداشت کرلو۔ عزت نفس کا خیال کرو اور لوگوں سے استغناء اختیار کرو۔

"بعض اولئك النفر": ① مجرور ہو تو صفت ہے۔ ② اسم اشارہ کا عطف بیان ہے یا بدل ہے: "فما یسال احدًا یناوله ایاه" صحابہ کرام کو منع تو سوال سے کیا گیا مگر انہوں نے نص کو عموم پر رکھتے ہوئے مطلقاً سوال قرار دے کر اپنی چیز کا سوال بھی شامل کرلیا۔ معلوم ہوا کہ عموم سے استدلال درست ہے۔ امام احمد نے ایک روایت میں نقل کیا جو ابوذر سے مروی ہے: لا تسالن احدًا شیئا وان سقط سوطك ولك تقبض امانة

تخریج: مسلم فی الزکاة ابو داؤد نسائی فی الصلاة ابن ماجه فی الجهاد ابن حبان ۳۳۸۵ طبرانی کبیر ۱۸/۶۷۔

الفرائد: ① عام سوال کو اس میں شامل کرنا یہ سد ذرائع کی قسم ہے۔ ② صحابہ کرام کے اخلاق کی بلندی اور ترفع عن الاحسان اور عظمت صبر اور لوگوں سے استغناء ثابت ہوتا ہے۔

۵۳۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: "لَا تَزَالُ الْمَسْاَلَةُ بِاَحَدِكُمْ حَتّٰی

يَلْقَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَيْسَ فِى وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"الْمُزْعَةُ" بِضَمِّ الْمِيمِ وَإِسْكَانِ الزَّايِ وَبِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ الْقِطْعَةُ۔

۵۳۰: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو آدمی سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے گا تو اس کے چہرہ پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

الْمُزْعَةُ : ٹکڑا۔

تشریح ۞ **لا تزال المسالة** اگر انسان کا مزاج مانگنے والا بن جائے تو کثرت کے لیے اس کا سوال کبھی زائل نہ ہوگا: "**حتی یلقی اللّٰہ**" یہاں تک کہ موت آ جائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے یہ موت سے کنایہ ہے اور بعض روایات میں ہے: "**ما یزال الرجل یسأل الناس حتی یأتی یوم القیامة ولیس فی وجهه مزعة**" (مسلم)۔

النَّحْو : "**ولیس فی وجهه مزعه لحم**" یہ یلقی کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے قاضی کہتے ہیں حدیث کا معنی یہ ہے وہ قیامت کے روز ذلیل وخوار آئے گا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی قدر نہ ہوگی۔ ۲ وہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اس کے چہرے پر سزا کے طور پر گوشت نہ ہوگا اور یہ بدنی علامت ہوگی اور اس کے گناہ کا نشان ہوگا جب کہ اس نے سوال کیا اپنے چہرے کے سبب طلب کیا جیسا کہ دیگر روایات میں اعضاء سے متعلق وارد ہیں جن سے گناہ کیے جاتے ہیں یہ اس شخص کی بات ہے جس نے ممنوعہ سوال کثرت سے کیا جیسا کہ اس روایت سے ہم نے اشارہ کیا: "**من یسأل الناس اموالهم تکثرًا**" الحدیث۔

تخریج: أخرجه البخاری (۱۴۷۴) ومسلم ۱۰۴۰/۱۰۳) والنسائی (۲۵۸۴)

الفرائد : ۱ بلاضرورت سوال ممنوع ہے۔ ۲ جو زیادہ سوال کرے گا قیامت کے دن اس ذلت آمیز علامت سے پہچانا جائے گا۔

۵۳۱ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنبَرِ وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْاَلَةِ : "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى– وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِىَ الْمُنْفِقَةُ ، وَالسُّفْلٰى هِىَ السَّآئِلَةُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۳۱: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر یہ بات فرمائی۔ آپؐ نے صدقے کا ذکر کیا اور سوال سے بچنے کا اور فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ کیونکہ اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا اور نیچے والا ہاتھ سوال کرنے والا ہے۔ (بخاری و مسلم)

النَّحْو : **وهو علی المنبر** یہ قال کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔

" **وهو یذکر الصدقه و التعفف عن المسالة**" یہ بھی فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ پس یہ حال مترادفہ ہے۔ ۲ پہلے جملہ حالیہ سے حال ہے تو حال متداخلہ ہوا: "**یذکر الصدقه**" کا مطلب یعنی صدقے کے فضائل کا تذکرہ فرما رہے تھے یا سوال

سے بچنے کی فضیلت بیان فرمارہے تھے۔

"الید العلیا خیر من الید السفلی" ① یہ قول کا مقولہ ہے پس منصوب ہے۔② "الید العلیا ھی المنفقه" یہ مرفوع ہے: "والسفلی ھی السائله" قرطبی کہتے ہیں ابو داؤد کی اس روایت سے غلط تاویل کرنے والوں کی ناسمجھی ظاہر ہوتی ہے۔ خطابی نے متعففہ والی روایت لی کیونکہ سوال کے تذکرہ میں تعفف چاہیے نووی نے: "المنفقه" لیا جو سائلہ سے بلند ہے اور: "متعففه" اس سے بھی زیادہ اعلیٰ ہے اور علو سے مراد فضل و مجد کی بلندی ہے۔

تخریج: بخاری ومسلم 'مالك فی الموطا'ابو داؤد 'نسائی'ابن حبان ٣٣٦٤'بیهقی ١٩٧٤'احمد ٢/٤٤٧٤' دارمی ١/٣٨٩' الشاب ٢٣١۔

الفرائد: ① دینے والا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب و پسندیدہ ہے۔② بلاضرورت نفس کو سوال سے باز رکھنا چاہیے اور تعفف اختیار کرنا چاہیے۔

٥٣٢ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ سَاَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا فَاِنَّمَا یَسْاَلُ جَمْرًا فَلْیَسْتَقِلَّ اَوْ لِیَسْتَكْثِرْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۳۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے لوگوں سے سوال اپنا مال بڑھانے کے لئے کیا پس وہ انگارے کا سوال کرتا ہے۔ پس وہ تھوڑے طلب کرے یا زیادہ۔ (مسلم)

تشریح ۞ من سال یہ مذکور ماضی ہے مگر مسلم کے نسخوں میں مضارع ہے اور وہی درست ہے: "الناس تکثرا" تاکہ جو سوال سے وہ جمع کرے اس کی وجہ سے اس کے ہاں مال کی کثرت ہو جائے: "فانما یسال جمرا" قاضی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے اسے آگ سے سزا دی جائے گی۔② جو مال وہ لے رہا ہے وہ کوئلہ بن جائے گا اس سے لینے والے کو داغ دیا جائے گا جیسا مانعین زکوٰۃ کے لیے قرآن مجید سے ثابت ہے: "فلیستقل او فلیستکثر" یہ لام کو امر کی ہے اور جا تفریعیہ اور او تخییر کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے جب کم یا زیادہ طلب میں اس نے انجام معلوم کرلیا تو اپنے عذاب کو اپنے لئے کم تجویز کرے یا زیادہ یہ اس کی مرضی ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم (١٠٤١) وابن ماجه (١٨٣٨)

الفرائد: ① مال بڑھانے کے لیے سوال کرنے والا کل عذاب الٰہی کا سامنا کرے گا۔② جس کے پاس قدر کفایت ہو اسے سوال نہ کرنا چاہیے۔③ اسلام گداگری سے روکتا ہے۔

٥٣٣ :وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اِنَّ الْمَسْاَلَةَ كَدٌّ یَكُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهٗ اِلَّا اَنْ یَّسْاَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا اَوْ فِیْ اَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

"الْكَدُّ": وَالْخَدْشُ وَنَحْوُهُ۔

۵۳۳: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک سوال کرنا خراش ہے جس سے آدمی اپنے چہرے کو چھیلتا ہے مگر یہ کہ آدمی بادشاہ سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملے میں سوال کرے جس کے بغیر چارہ نہیں۔ (ترمذی)

اور اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

الْكَدُّ: خراش

تشریح ❀ سمرہ بن جندبؓ: باب توقیر العلماء میں ان کے حالات ملاحظہ ہوں: "ان المسالة" یہ مفعلہ کے وزن پر سوال سے نکلا ہے یعنی لوگوں سے دنیا طلب کرنا: "کد" تھکا دینا۔ عرب کہتے ہیں: "یکد فی عملہ اذا استعجل" جب کام میں عجلت کرے (النہایہ) عمل میں شدت اختیار کرنا (المصباح) تلاش میں خوب مشقت اٹھانا (المشارق) اصل معنی خراش ہے: "یکدبھا الرجل" باسبیہ الرجل کو بطور مثال ذکر کیا مرد وعورت دونوں کا حکم برابر ہے: "وجھہ" چہرے کی رونق و بہار ابوداؤد کے لفظ یہ ہیں: "المسائل کدوح یکدح بھا الرجل وجھہ فمن شاء ابقیٰ علی وجھہ ومن شاء ترك الدان یسأل" کسی عربی شاعر نے کہا۔

① جب تمہیں پیاس لگے تو کمینے سے بچو۔ قناعت تیری سیری اور سیرابی کے لیے کافی ہو جائے گی۔

② تو ایسا انسان بن جس کا قدم تحت الثریٰ میں قائم ہو اور سر ہمت میں ثریا تک بلند ہو۔

زندگی کی عزت کو گنوانا یہ حیاء کے گرانے سے کم ہے۔

الان یسأل الرجل سلطانا بادشاہ سے زکوٰۃ، خمس یا بیت المال سے مدد طلب کر لے: "اونی امرہ بدمنہ" یا کسی ایسے معاملے میں جس سے چھٹکارا ممکن نہ ہو۔

تخریج: صحيح الاسناده أخرجه أحمد (٢٠٤٠/٧) وأبو داود (١٧٣٩) والترمذی (٦٨١) واللفظ له، والنسائی (٢٥٩٨) وابن حبان (٣٣٩٧) والطبرانی (٦٧٦٧) والبيهقی (١٩٧/٤)

الفرائد: ① بلا ضرورت سوال کی مذمت ہے۔ ② اسلام پر گداگری کی تعلیم کا الزام لگانے والوں کو منہ میں لگام دینی چاہیے، اسلام تو شدید ترین ضرورت کے علاوہ سوال کی اجازت نہیں دیتا۔

❀ ❀ ❀

٥٣٤: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ، وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ فَيُوْشِكُ اللّٰهُ لَهُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ اَوْ اٰجِلٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"يُوْشِكُ" بِكَسْرِ الشِّيْنِ: اَيْ يُسْرِعُ۔

۵۳۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس کو فاقہ پہنچے

اور وہ اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرے اس کا فاقہ ختم نہ ہوگا۔ جس نے اس کو اللہ کے سامنے رکھا تو اللہ عنقریب اس کو جلد یا بدیر رزق عنایت فرمائیں گے۔ (ابوداؤد' ترمذی)

اور اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

یُوْشِكُ: جلدی کرتا ہے۔

تشریح ۞ اصلبته فاقه فاقہ۔ حاجت (المصباح): "فانز لها بالناس" لوگوں کی طرف جھکا تا کہ اس کا ازالہ ہو جائے۔: "لن تسد فاقته" یہ فعل مجہول یعنی اس کا فاقہ دور نہ ہوگا۔ بلکہ یہ چیز اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی طرف دھکیل دے گی اور اس کی حاجت مندی ہمیشہ رہے گی اس لئے کہ اس نے اپنی حاجت اپنے جیسی عاجز مخلوق کے سامنے پیش کی اور تمام مخلوقات کی حاجات پوری کرنے والی ذات کو چھوڑ دیا تمام مخلوقات کی حاجات سے اس کی ملکیت میں ذرہ بھر کی کمی نہیں آتی۔

وہب بن منبہ اس آدمی سے کہنے لگے جو بادشاہ کے پاس آتا جاتا تھا۔ تم پر افسوس ہے تو اس کے پاس جاتا ہے جو تیرے سامنے دروازہ بند کر لیتا ہے اور اس کو چھوڑتا ہے جو تیرے لئے آدھی رات اور نصف النہار کو بھی دروازہ کھولے ہوئے ہے تو چھوڑنے والا ہے اور اس کی غنا تیری پشت پناہ ہوگی بندہ تو اپنے منافع حاصل کرنے اور نقصانات دور کرنے سے عاجز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سواء اس میں اس کا کوئی مددگار نہیں۔

النحو: ومن انزلها یہ حرف جر سے بھی اور مزید پڑے جانے سے متعدی بن جاتا ہے: "اے نزلت 'انزلته و انزلت به و نزلته" میں نے اسے اتارا۔ مطلب یہ ہے جس نے اپنا فاقہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر پیش کیا کہ وہ اس کو دور کر دے: "فیوشك الله له برزق عاجل" اللہ تعالیٰ عنقریب اس کے فاقہ کو دور کرنے کے لیے جلد رزق دے گا: "او آجل" یا بدیر اس سے مصائب کو دفع کردے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "و ان یمسسك الله بضر فلا کاشف له الاهو" اور ارشاد ہے "و اسالوا الله من فضله الایه" ترمذی میں روایت ہے: "من لم یسال الله یغضب علیه" جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا تو وہ ناراض ہوتا ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۲/۳۶۹۶) وأبو داود (۱۶۴۵) والترمذی (۲۳۳۳)

الفرائد: ① مسلمان کا توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی ہے۔ ② لوگوں کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے فاصلہ بڑھ جاتا ہے۔

۵۳۵: وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَكَفَّلَ لِيْ اَنْ لَّا يَسْاَلَ النَّاسَ شَيْئًا وَّاَتَكَفَّلَ لَهٗ بِالْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ: اَنَا، فَكَانَ لَا يَسْاَلُ اَحَدًا شَيْئًا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۵۳۵: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو مجھے یہ ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کوئی چیز نہیں مانگے گا میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں اس پر میں نے عرض کیا کہ میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کسی سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ ثوبان: یہ غضبان کے وزن پر ہے یہ رسول ﷺ کے غلام ہیں: "من تکفل" نسائی نے: "من صحن لی واحدة وله الجنة" کے لفظ ذکر کیے ہیں۔: "لی الایسأل الناس شیئاً" وہ چیز جس کی اسے حاجت نہیں: "اتکفل له بالجنة" یعنی جو مجھے ضمانت دے کہ وہ عدم سوال کو لازم کرے گا۔ تو میں اللہ تعالیٰ کے کرم پر اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں: "فقلت انا" ثوبان کہتے ہیں میں نے عرض کیا' میں اس کے لئے تیار ہوں۔ ابن ماجہ میں عبارت یہ ہے: "لا یسال الناس شیئاً": "احدًا شیئاً" وہ کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے ابن ماجہ نے نقل کیا کہ اگر ثوبان کا کوڑا گر جاتا تو وہ گھوڑے سے اتر کر خود اٹھاتے کسی کو اٹھانے کے لئے نہ کہتے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٨/٢٢٤٤٨) وأبو داود ١٦٤٣)أخرجه أحمد (٥/١٥٩١٦) ومسلم (١٠٤٤) وحبو داود (١٦٤٠) والنسائی (٢٥٧٨) والحمیدی (٨١٩) والدارمی (٣٩٦/١) وابن حبان (٣٢٩١) وابن خزیمة (٢٣٥٩) وابن الجارود (٢٦٧) والطبرانی (٩٤٧/١٨-٩٥٥) والدار قطنی (١١٩/٢) والبیهقی (٦ ٧٣)

الفوائد: جس نے اللہ تعالیٰ پر اپنے معاملات میں بھروسہ کیا اور سوال سے بچا رہا اور موت تک اس پر کاربند رہا رسول ﷺ نے اس کے دخول جنت کی ضمانت دی ہے۔

۞ ۞ ۞

٥٣٦ :وَعَنْ اَبِیْ بِشْرٍ قَبِیْصَةَ ابْنِ الْمُخَارِقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَسْاَلُ فِیْهَا فَقَالَ : "اَقِمْ حَتّٰی تَاْتِیَنَا الصَّدَقَةُ فَنَاْمُرَ لَكَ بِهَا" ثُمَّ قَالَ: "یَا قَبِیْصَةُ اِنَّ الْمَسْاَلَةَ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلٰثَةٍ رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰی یُصِیْبَهَا ثُمَّ یُمْسِكُ وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهٗ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِّنْ عَیْشٍ اَوْ قَالَ سِدَادًا مِّنْ عَیْشٍ ' وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰی یَقُوْلَ ثَلَاثَةٌ مِّنْ ذَوِی الْحِجٰی مِنْ قَوْمِهٖ لَقَدْ اَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِّنْ عَیْشٍ اَوْ قَالَ : سِدَادًا مِّنْ عَیْشٍ ' فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْاَلَةِ یَا قَبِیْصَةُ سُحْتٌ یَّاْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْحَمَالَةُ" بِفَتْحِ الْحَاءِ :اَنْ یَّقَعَ قِتَالٌ وَّنَحْوُهٗ بَیْنَ فَرِیْقَیْنِ فَیُصْلِحُ اِنْسَانٌ بَیْنَهُمْ عَلٰی مَالٍ فَیَتَحَمَّلُهٗ وَیَلْتَزِمُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ – "وَالْجَائِحَةُ" : الْاٰفَةُ تُصِیْبُ مَالَ الْاِنْسَانِ "وَالْقِوَامُ" بِكَسْرِ الْقَافِ وَفَتْحِهَا :هُوَ مَا یَقُوْمُ بِهٖ اَمْرُ الْاِنْسَانِ مِنْ مَّالٍ وَّنَحْوِهٖ – "وَالسِّدَادُ" بِكَسْرِ السِّیْنِ :مَا یَسُدُّ حَاجَةَ الْمُعْوِزِ وَیَكْفِیْهِ۔ "وَالْفَاقَةُ" :الْفَقْرُ ۔ "وَالْحِجٰی" :الْعَقْلُ۔

٥٣٦: حضرت ابو بشر قبیصہ بن مخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک ضمانت اٹھائی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مَیں اس کے سوال کے لئے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ٹھہرو یہاں تک کہ ہمارے پاس صدقہ آ جائے اس میں سے تمہارے لئے حکم کر دوں گا۔ پھر فرمایا اے قبیصہ! سوال صرف تین آدمیوں کے لئے حلال ہے ایک وہ آدمی جس نے کوئی ضمانت اٹھائی۔ پس اس کے لئے سوال اس وقت تک حلال ہے جب

تک کہ ضرورت کو پالے پھر وہ رک جائے۔ دوم وہ آدمی جس کو کوئی حادثہ پہنچا جس سے اس کا مال جاتا رہا۔ اس کے لئے سوال درست ہے یہاں تک کہ اتنی مقدار پالے جس سے زندگی گزار سکے یا اس کی ضرورت کو پورا کر دے اور تیسرے نمبر پر وہ آدمی جس کو فاقہ پہنچ جائے۔ یہاں تک کہ اس کی قوم کے تین عقلمند لوگ کہہ دیں کہ فلاں فاقے کا شکار ہو گیا۔ اس کو اس وقت تک سوال جائز ہے یہاں تک کہ گزرے اوقات پالے یا حاجت کو پورا کر دے۔ اے قبیصہ اس کے علاوہ وہ سوال آگ ہے جس کو وہ سوال کرنے والا کھاتا ہے۔

اَلْحَمَالَۃُ: دو فریقوں کے درمیان صلح کے لئے ضمانت۔

اَلْجَائِحَۃُ: وہ مصیبت جو انسان کے مال کو پہنچے۔

اَلْقِوَامُ: جس سے آدمی کا معاملہ (کاروبار وغیرہ) قائم رہے۔ جیسے مال وغیرہ۔

اَلسِّدَادُ: جس سے تنگ دست کی ضرورت پوری ہو جائے اور اسے کافی ہو جائے۔

اَلْفَاقَۃُ: فقر۔

اَلْحِجٰی: عقل۔

تشریح ابو بشر قبیصہ بن المخارق کا سلسلہ نسب یہ ہے بن عبداللہ بن شداد بن ربیعہ بن نہیک بن ہلال بن عامر بن صعصعۃ العامری الہلالی البصری۔ یہ اپنی قوم کے وفد کے ساتھ آئے اسلام لائے انہوں نے رسول ﷺ سے چھ روایات نقل کی ہیں ان میں سے ایک کو مسلم نے روایت کیا ابن حجرؒ کہتے ہیں انہوں نے بصرہ کو جائے رہائش بنالیا ان سے مسلم، ابوداؤد، نسائی نے روایات لی ہیں (تقریب التہذیب): "تحملت حمالة" باب تفعل سے لانے کی وجہ سے میں نے بتکلف یہ ذمہ داری اٹھائی ہے۔ **اَلنَّحْوُ**: "اساله فيها" یہ اتیت کے فاعل کی جگہ ہے:

اَلنَّحْوُ: فی سببیہ بن سکتی ہے۔ یا ظرفیت مجازیہ بھی جیسا اس روایت میں: "**غذبت امرأة فی هرة**" مطلب یہ ہوا میں اس چٹی کی وجہ سے آپ سے سوال کرنے حاضر ہوا۔

فناتنبا الصدقه: صدقہ سے یہاں زکوٰۃ مراد ہے۔ الف لام عہد خارجی کا ہے اور معہود اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: "**انما الصدقات للفقراء......**"۔

"**فنا مرلك بها**": فأمر منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور جملہ مستانفہ کے طور پر مرفوع ہوگا۔ ھا سے سوال مراد ہے۔ تم مال یا **قبیصة ان السالة لا تحل الا الثلاثة**: پھر آپ نے بطور ارشاد کے فرمایا کہ خاص ضرورت اور اہم کام کے علاوہ سوال جائز نہیں۔ یہاں صدقہ یعنی زکوٰۃ سے متعلق سوال مراد ہے۔ ①: "**رجل تحمل حمالة مخلت له اعسأ له**" وہ اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے زکاۃ مانگے پھر قرض پورا ہو جائے تو رک جائے۔ البتہ مزید کوئی اسی طرح کی ضرورت پیش آئے تو مانگ سکتا ہے: ② "**ورجل اصابته جازحه اجتاحت ما له**" جائحۃ اصل آسمانی آفت کے لیے ہے یہاں ارضی سماوی سب مراد ہے جس سے مال تمام تر ہلاک ہو جائے مال، کھیتی، پھل سب مراد ہیں: "**مخلت له المألة**" اسے اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے سوال درست ہے: "**حتی یصیب قواماً من عیش**" یہاں تک کہ اس کی حوائج ضروریہ پوری ہونے لگیں: "**من عیش**" یہ قواما کا بیان ہے: "**سداداً من عیش**" یہ مترادف لفظ ہے۔ او شک راوی کے لیے ہے۔ ③:

"ورجل اصابته فاقة" شدید فقر جس کو سب جانتے ہیں: "حتی یقول ثلاثة من زوی الحجی من قومه" حجی عقل کامل، قوم میں سے ہونے اس لئے ضروری ہیں تاکہ وہ اس کے احوال ظاہری، باطنی سے خوب مطلع ہوں جس سے دوسرے لوگ مطلع نہیں ہو سکتے۔ تاکہ وہ دوسرے لوگوں کو کہہ سکیں: "لقد احابت فلاناً فاقه" کہ فلان فاقہ زدہ ہے اور مسلم میں: "حتی یقوم" کے الفاظ ہیں کہ وہ اندازہ لگا کر لوگوں کو بتلائیں۔ (ابن حجر فتح الالہ)

اگر اس کو ظاہری معنی پر رکھا جائے تب بھی درست ہے: "لقد اصابت" قول محذوف کا مقولہ ہے اور محذوف "یقوم" کے فاعل سے حال ہے کیونکہ اس "یقوم" سے متعلق نہیں ہو سکتا اور اس کے حالات کی پڑتال مزید سوال اور کف سوال کا باعث بنے گی تاکہ لوگوں کے سامنے اس کا فقر ظاہر ہو بعض نے: "یقوم" کو بشرط درستی وثبوت: "یقول" کے معنی میں لیا ہے ورنہ مقصود سوال سے روکنے میں مبالغہ مقصود ہے تاکہ اس کی سچائی ظاہر ہو اور وہ عموماً اس کی قوم کے تین افراد سے ظاہر ہو سکتی ہے یہ مطلب نہیں کہ سوال کی حلت کا داورمدار اس پر ہے: "مخلت له المسألة" ان قرائن کے پائے جانے سے اس کو سوال درست ہو جائے گا۔ آپ ﷺ نے اپنی تعبیر میں دوسرے نمبر پر حاجت کا لفظ استعمال فرمایا اور تیسرے میں فاقہ کا لفظ اختیار فرمایا اور سوال سے باز رہنے میں اس بات کو غایت بنایا کہ اس کے حق میں قوم کے لوگ فقر کی گواہی دیں، گویا جب حال شدید احتیاج تک بلکہ اضطراراً تک پہنچ جائے جو اکل میتۃ کو جائز کرنے والا ہے: "قواماً او سراداً" میں سوال کے جواز کے بعد کثرت کا حکم نہیں دیا بلکہ اسی حد تک جو مضطر کے لیے سد رمق کا جواز مہیا کرتی ہے۔ اسی بات کو جائز نہیں کیا کہ مستقبل میں اسے سد رمق کی ضرورت ہوگی۔ جب اس مقام پر لوگوں کی کثرت ہو جائے گی اور دوسرے زمانے میں قلیل ہو جائیں گے تو کثرت کے زمانہ میں قلت کے زمانہ کی حاجت کے لیے اسے سوال درست ہو: "فما سواهن من المسالة یا قبیصة سحت" ان تین اقسام کے علاوہ زکوٰۃ اور صدقے کا سوال حرام ہے جائز نہیں اس سے برکت مٹ جاتی ہے: "السحت" کا اصل معنی ہلاک کرنا:

اس کو مرفوع پڑھا گیا۔ ② سحتاً نصب کے ساتھ مسلم اور دیگر نے نقل کیا تقدیر عبارت اس طرح ہے: "اعتقده سحتاً یایؤ کل سحتاً" (نووی): "یا کلها" یہ سحت کی صفت ہے اور اس کی تانیث ما کی خبر ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ مراد صدقہ ہے اور وہ مؤنث ہے صاحب اس کا فاعل ہے: "سحتا" یہ حال ہے: "ای حال کونها سحتاً" یعنی وہ خالص حرام ہے اس کے کھانے میں تاویل کی حاجت نہیں: "القوام" یہ قاف کے فتحہ وکسرہ کے ساتھ مستعمل ہے اس کا معنی ستون جس پر دارومدار ہو بعض نے کرہ سے خوراک اور فتحہ سے عدل واعتدال مراد لیا ہے۔ نووی کہتے ہیں جس چیز سے ضرورت پوری ہو جائے اور وہ اس کے لیے کفایت کر جائے (نووی): "سداد" ہر وہ چیز جس سے کسی چیز کو روکا اور بند کیا جائے، سد دیوار ڈھکنا وغیرہ۔ (شرح نووی)

تخریج : مسلم فی الزکاة ،ابوداؤد نسائی فی الزکاة ،احمد ۵/۱۵۹۱۶، حمیدی ۸۱۹، دارمی ۱/۳۹۶، ابن حبان ۳۲۹۱، ابن خزیمه ۲۳۵۹، ابن الجارود ۲۶۷، طبرانی کبیر ۱۸، دارقطنی ۲/۱۱۹، بیهقی ۶/۷۳۔

الفرائد : سوال کے حقدار تین آدمی ہیں۔ ① چٹی میں مقروض ہونے والا۔ ② آفت سے جس کا مال تمام تر ہلاک ہو جائے۔ ③ سیلاب میں اس کا سامان غرق ہو گیا اب ان کو سوال درست ہے۔

۵۳۷ :وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ ، وَلٰکِنَّ الْمِسْکِیْنَ الَّذِیْ لَا یَجِدُ غِنًی یُّغْنِیْهِ وَلَا یُفْطَنُ لَهٗ فَیُتَصَدَّقَ عَلَیْهِ وَلَا یَقُوْمُ فَیَسْاَلُ النَّاسَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔

۵۳۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے پاس چکر لگائے اور اس کو ایک دو لقمہ واپس کر دیں یا لوٹا دیں اور ایک دو کھجوریں اس کو لوٹا دیں لیکن مسکین وہ ہے جو اتنا مال نہیں پاتا جو اس کو بے نیاز کر دے اور نہ اس کی ظاہری حالت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس پر کوئی صدقہ کرے اور نہ وہ لوگوں سے سوال کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ لیس المسکین کامل مسکین ۔ یہاں نفی کمال کی ہے اصل مسکنت کی نفی نہیں ۔: "الذی تردہ اللقمة واللقمتان" مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: "لیس المکسین بهذا الطواف الذی یطوف علی الناس فتردہ اللقمه واللتمتان"۔

ولکن المسکین الذی لا یجد غنی عغیه" لکن سے اس خیال کی نفی ہے جو عام لوگوں کے ذہن میں پایا جاتا ہے کہ گھومنے والا مسکین ہے۔ جو اتنا مال نہیں پاتا جو اسے دوسرے سے مستغنی کر دے :"ولا یفطن له" اپنی حالت کو چھپانے اور صبر کرنے کی وجہ سے اس کو مسکین سمجھا نہیں جاتا :"فیتصدق علیه" یہ جواب نفی ہے اور فعل مجہول ہے وہ لوگوں میں سوال کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوتا۔ مزید شرح باب مند طفة الیتیم میں ملاحظہ ہو۔

تخریج : بخاری، فی التفسیر ،مسلم فی الزکاۃ ،نسائی فی الزکاۃ والتفسیر (اطراف مزی) موطا مالك ۱۷۱۳ ،احمد ۳/۹۱۲۲ ،ابو داؤد ، ابن حبان ۳۲۹۸ ،ابن خزیمه ۲۳۶۳ ،بیهقی ۱۹۵/٤ ۔

الفرائد : ① مسکین کی پہچان کرنی چاہئے ۔ وہ شکوہ قولی سے بھی باز رہتا ہے۔ مسکنت خود اس کو انتقال سے روکنے والی ہے۔ و مسکین اسی وجہ سے زمین میں چلنے سے عاجز ہے۔

۵۸ :بَابُ جَوَازِ الْاَخْذِ مِنْ غَیْرِ مَسْاَلَةٍ وَلَا تَطَلُّعٍ اِلَیْهِ

بَاب ۵۸ : بغیر سوال اور جھانک کے لینے کا جواز

خرچ کرنے والے سے مال بلا سوال اور بلا انتظار واشراف جائز ہے۔

۵۳۸ :عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُعْطِیْنِی الْعَطَآءَ فَاَقُوْلُ :اَعْطِهٖ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ اِلَیْهِ مِنِّیْ— فَقَالَ :"خُذْهُ اِذَا جَآءَ كَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَیْءٌ وَّاَنْتَ غَیْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَآئِلٍ فَخُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ فَاِنْ شِئْتَ کُلْهُ وَاِنْ شِئْتَ

تَصَدَّقْ بِهٖ وَمَالَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ" قَالَ سَالِمٌ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَسْاَلُ اَحَدًا شَيْئًا وَّلَا يَرُدُّ شَيْئًا اُعْطِيَهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"مُشْرِفٌ" بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ اَىْ مُتَطَلِّعٌ اِلَيْهِ۔

۵۴۸ : حضرت سالم اپنے والد عبداللہ اور وہ اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے جو کچھ دیتے تو میں عرض کرتا اس کو دے دیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے۔ اس پر آپ فرماتے کہ لے لو! جب تمہارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے اور تمہیں اس کی طمع نہ ہو اور نہ تم سوال کرنے والے ہو تو اس کو لے لو اور اس کو اپنے مال میں شامل کر لو۔ چاہو تو اس کو کھا لو اور چاہو تو اس کو صدقہ کر دو اور جو مال اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے اپنے نفس کو مت لگاؤ۔ حضرت سالم کہتے ہیں کہ میرے والد عبداللہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کرتے اور جو چیز دی جاتی اس کا انکار نہیں کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

مُشْرِفٌ : جھانک رکھنے والا۔

تشریح ۞ سالم بن عبداللہ: ان کی کنیت ابو عمرو ہے۔ بعض نے ابو عبداللہ لکھی ہے یہ قرشی عدوی فقیر زاہد عابد امام تابعی ہیں ان کے علو مرتبہ جلالت شان امامت وسیادت پر اتفاق ہے۔ امام مالکؒ کہتے ہیں گزشتہ صالحین کے ساتھ زہد اقتصاد میں سالم سب سے مشابہ تھے۔ یہ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ دو درہم کا لباس زیب تن کرتے۔ بقول بخاری ان کی وفات ۱۰۶ھ اصمعی ۱۰۵ھ اور ہیثم ۱۰۸ھ میں ہوئی۔ نووی نے رضی اللہ عنہم میں جمع کا صیغہ تغلیباً استعمال کیا ہے جیسا کہ کیا جاتا ہے عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن ابی قحافہ : "**العطاء**" سے غنائم مراد ہیں: "**افقر**" جو زیادہ ضرورت مند ہوں یہ بات اس لیے کہتے کہ عمرؓ نے نبی اکرم ﷺ سے سن رکھا تھا دنیا کی کثرت طلب نہ کرے اور اس کی حرص نہ رکھے ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ جب نبی اکرم ﷺ نے ان کو عنایت فرمایا تو انہوں نے کہا: "**اعطه من هو افقر همنی فقال النبی ﷺ خذه اذا جاء ك من هذاالمال شئی وانت غیر مشرف ولا سائل فخذه**" آپ نے فرمایا اس کو بطور ملک لے لو اور اس کو استعمال کرو جب کبھی اسی قسم کا مال قلیل وکثیر مل جائے جب کہ تم نہ اس کو جھانکنے والے ہو اور نہ سوال کرنے والے ہو تو اسے لے لو اور اس کو اپنی ضرورت میں صرف کرو یا صدقہ کرو ہر طرح تمہیں اختیار ہے۔ فا اسی پر تفریع کے لیے لائی گئی ہے: "**فان شئت كله**" اگر تم کھانا چاہو تو تمہاری مرضی ہے۔ جواب میں دلالت کی وجہ سے مفعول کو حذف کر دیا اس سے پہلے فا جواب میں مقدر ہے یہ نثر وشعر دونوں میں درست ہے جیسا اس آیت میں: "**ان ترك خيرا الوصية للوالدين الايه**" :"**ای فان ترك ومالا فلاتتبعه نفسك**" جو اشراف وسوال سے آئے اسے مت لو۔ سالم کہتے ہیں میرے والد کسی سے کوئی چیز نہ مانگتے تھے۔ عطیئے کو رد نہ فرماتے اور ابن عمر سنن نبویہ پر شدت سے اتباع کرنے والے تھے۔

امام احمد فرماتے ہیں: دل میں اس طرح کہے فلاں میرے لئے یہ چیز بھیج دے اور اگر وہ بھیج دے تو اس پر رد کرنا گراں ہو۔ اس کو اشرار کہتے ہیں۔ (فتح الباری)

تخریج : أخرجه البخاری (١٤٧٣) والنسائی ٢٦٠٣) وأحمد (١/١٠٠) والدارمی (١٦٤٧) وابن خزيمة (٢٣٦٥) والبزار (٢٤٤)

الفرائد : ① عمرؓ کی بڑی منقبت' ایثار تعفف اور دنیا کی طرف عدم استشراف ظاہر ہوتا ہے۔① اعمال بر میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہئے زائد مال کو صرف کر دینا چاہئے۔

۵۹ :بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْاَكْلِ مِنْ عَمَلِ يده والتَّعفف بِهٖ عَنِ السُّؤَالِ وَالتَّعرض لِلاعْطاء

باب: کما کر کھانے کی ترغیب اور سوال اور تعریض سے بچنے کی تاکید

الحث آمادہ کرنا۔ "من عمل یدہ" پیشے اور محنت کے ساتھ : "التعرض" یہ عن کے مجرور پر معطوف ہے۔تعرض بتکلف تلاش کرنا اور ڈھونڈ نا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾[الجمعة: ۱۰]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جب نماز پوری ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے رزق کو تلاش کرو'۔ (الجمعہ)

الصلاۃ: سے یہاں نماز جمعہ مراد ہے: "فانتشروا فی الارض" زمین میں اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پھیل جاؤ: "واتبغوا من فضل اللہ اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی تلاش کرو۔ روکنے کے بعد یہ امر اباحت کے لیے ہے۔بعض سلف کہا کرتے تھے۔جمعہ کے بعد بیع وشراء کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ستر مرتبہ برکت دیتے ہیں۔

۵۳۹ :وَعَنْ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَيْرِ ابْنِ الْعَوَّامِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ اَحْبُلَهٗ ثُمَّ يَاْتِىَ الْجَبَلَ فَيَاْتِىْ بِحُزْمَةٍ مِّنْ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطُوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ۔

۵۳۹: حضرت ابوعبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تم میں سے کوئی آدمی رسیوں کو لے کر پہاڑ پر جائے پھر وہاں سے اپنی پشت پر لکڑیوں کا گٹھا لا کر اس کو بیچے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کے چہرے کو ذلت سے بچائے گا۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے اور وہ اس کو دے دیں یا انکار کر دیں۔

(بخاری)

تشریح ابوعبداللہ الزبیر بن العوامؓ کا سلسلہ نسب یہ ہے بن خویلد القرشی الاسری المکی ثم المدنی یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں باب الامر باداء الامانۃ میں حالات ملاحظہ ہوں: "لان یا خذ احد کم احبلہ" لام کی تاکید سے ساتھ بات کو پختہ کیا گویا

اس طرح فرمایا: "واللہ لا خذاحد منکم" اللہ کی قسم تم میں سے کسی کا رسی لینا: "ثم یأتی الجبل" احبلہ جمع حبل ہے یہ جمع قلت ہے: جبل کا تذکرہ شاید اس لیے ہو کہ وادیوں کی نسبت پہاڑوں سے لانا مشکل ہے: "حطب علی ظھرہ خود اپنی پشت پر لائے یا جانور کی پشت پر۔ پہلا قول زیادہ موقعہ کے مناسب ہے: "فیبیعھا فیکف اللہ بھا وجھہ" پس اس سے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو دور فرمائیں گے۔ وجہ سے تعبیر کیا کیونکہ چہرہ جسم کے اعلیٰ ترین اجزاء سے ہے یا عموماً سوال اسی سے متعلق ہوتا ہے۔ پس جواب میں اسی کا تذکرہ فرمادیا: "خیر لہ من ان یسأل الناس" ابن حجرؒ کہتے ہیں یہاں خیر تفضیل کے معنی میں نہیں کیونکہ قدرت علی الکسب کی صورت میں سوال میں بالکل خیر نہیں۔ بلکہ حرمت کا قول امام شافعیؒ کے ہاں زیادہ اصح ہے۔ ② سائل کے اعتقاد کے مطابق اس کا نام رکھ دیا حالانکہ حقیقت میں وہ شر ہے: "اعطوہ او منعوہ" اکتساب کو تو سوال پر فضیلت حاصل ہے یہاں سوال کی دو قسمیں کر دیں اور حدیث میں اکتساب کی تاکید کے لیے قسم والا لام لایا گیا ہے اس سے گویا سوال سے بچنے پر مزید آمادہ کیا جا رہا ہے۔ کہ اگر آدمی طلب رزق کا قصد کرلے اور تکالیف اٹھائے اگر شریعت کی نگاہ میں سوال قابل مذمت نہ ہوتا تو ان تکالیف کو فضیلت نہ دی جاتی یہ اس وجہ سے کہ سائل پر مانگنے کی جو ذلت طاری ہوتی ہے اور رد کر دینے سے جو ذلت وتنگی اس کے مال سے پیش آتی جب کہ اس کے پاس داخل بھی نہ ہو خواہ وہ ہر سائل کو دینے والا ہو۔

تخریج: أخرجه البخاری (١٤٧٠) ومسلم (١٠٤٧) ومالك فی "الموطأ" (١٨٨٣) والترمذی (٦٨٠) والنسائی (٢٥٨٨) والحمیدی (١٠٥٦) وابن حبان (٣٣٨٧) وابن أبی شیبة (٣/٢٠٩) وأحمد (٣/١٠١٥٦)

الفرائد: ① ذلت سوال سے حفاظت کے لیے محنت والے پیشے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ② جنگل سے لکڑیاں کاٹنا جائز ہے۔

٥٤٠ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَاَنْ یَّحْتَطِبَ اَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلٰی ظَهْرِهٖ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّسْاَلَ اَحَدًا فَیُعْطِیَهٗ اَوْ یَمْنَعَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۵۴۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی آدمی لکڑیاں کاٹ کر اپنی پشت پر ایک گٹھا لائے وہ اس کیلئے بہتر ہے اس بات سے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے وہ اس کو دے دیں یا انکار کر دیں۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **حزمة علی ظھرہ** پشت پر گٹھا اٹھا کر لائے اور اسے بیچ کر روزی کمائے اس سے اللہ تعالیٰ سوال کی ذلت سے اس کے چہرے کو بچالیں گے جیسا اوپر والی روایت میں گزرا۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں اس روایت سے یہ حذف کر دیا کیونکہ سیاق کی دلالت کافی ہے: "خیر لہ من ان یسال احدًا یہ: "من ان یسال الناس میعطیہ او یمنعہ" کے ہم معنی ہے۔

تخریج: بخاری فی الزکاة، مسلم، ترمذی فی الزکاة، قول مالك ١٨٨٣، نسائی ٢٥٨٨، حمیدی ١٠٥٦، ابن حبان ٣٣٨٧، ابن ابی شیبه ٣/٢٠٩، احمد ٣/١٠١٥٦۔

الفرائد: ① ہاتھ کی کمائی والی روزی بڑی فضیلت رکھتی ہے۔ ② جو کما سکتا ہو اسے سوال سے باز رہنا چاہیے۔

۵٤۱ :وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"كَانَ دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَأْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۴۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ (بخاری)

تشریح ۞ لا یا کل الامن عمل یدیه ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ ہاتھ کا عمل زرہیں تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔ زرہوں کو بیچ کر گزارا کرتے حالانکہ وہ وقت کے بڑے بادشاہ تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وشد دنا ملکه" الا یہ۔ وہ وسیع وعریض مملکت سے باوجود ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

تخریج :بخاری فی البیوع ٬طبرانی صغیرص۱۷٬ واوسط ۱۲۰۵٬ابن حبان ۶۲۲۷۔

الفرائد : ① داؤد علیہ السلام خلیفہ وقت تھے انہوں نے بذات خود ہاتھ سے کام کو ترجیح دی کیونکہ یہ سب سے افضل طریق تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی اسی وجہ سے تذکرہ فرمایا۔

۵٤۲ :وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"كَانَ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ نَجَّارًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۴۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ (مسلم)

تشریح ۞ کان زکریا۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی پیغمبر پر انفراداً سلام بھیجنے میں کراہت نہیں۔ طبرانی میں روایت ہے: "صلوا علی سائر الانبیاء فانهم بعثوا کما بعثت" زکریا میں سات لغات ہیں جن کو ابن درید اور جوالیقی نے ذکر کیا ہے: "نجارا" بخاری کی روایت: "افضل ما اکل الرجل من عمل یده" اور مقدام والی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صنائع کا اختیار کرنا جائز ہے بخاری یہ مروءت کے خلاف نہیں۔ اس میں اس صنعت کی فضیلت اور زکریا علیہ اسلام کے ہاتھ سے کما کر کھانے کا تذکرہ ان کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم (۲۳۷۹) وأحمد (۳/۷۹۵۲) واللفظ له

الفرائد :① کسب توکل ویقین کے خلاف نہیں۔ ② تجارت صناعات فاضلہ سے ہیں۔

۵٤۳ :وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ ﷺ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۴۳: حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا نہیں کھایا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ (بخاری)

تشریح ۞ "ما اکل احد طعامًا قط خیرًا من ان یأکل من عمل یدیه قط٬ اسم ظرف استغراق ماضی کے لیے

آتا ہے بقیہ زمانے اسی پر قیاس کیے جائیں گے یہاں کھانے کا تذکرہ تو غالب حالت کے لحاظ سے ہے ورنہ استعمال کی تمام صورتیں اس میں شامل ہیں۔ جیسا کہ اس ارشاد میں کھانے کا تذکرہ ہے: "ان الذین یأ کلون اموال الیتامیٰ ظلمًا" یتیم کے مالکو کسی طریقہ سے استعمال کرنا مراد ہے۔ یہاں بھی اسی طرح ہے۔ عمل ید کمائی سے کنایہ ہے۔ ہاتھ عمل کا سب سے افضل آلہ ہے اس کی تائید اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ کون سا عمل افضل ہے؟: "فقال عمل الرجل بیده وکل بیع مبرور" ② اعمال انہی سے انجام پاتے ہیں ورنہ مراد تو عام ہے۔ مثلاً نگرانی کی کمائی' بننے کی کمائی۔ سب اس کے ماتحت داخل ہیں۔ پھر قواعد شرعیہ کے مطابق خالص حلال کمائی ہو جو ملاوٹ کی تمام وجوہ سے پاک ہو۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں۔ عموم حدیث سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ اکتساب توکل ہے بہتر ہے اور توکل اس کمائی کے مخالف نہیں بلکہ یہ کمائی بعینہٖ توکل ہے جیسا کہ اس کی اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے: "توکل مباشرة الاسباب مع شهود مسببها" اور اکتساب مع شہود یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آسان کرنے سے حاصل ہوگا اور اس کے لطف وقدرت کے ساتھ دینے سے میسر آئے گا اور رزق کے ان دروازن کا کھل جانا جن کی انسان کو ضرورت ہے' رزق کے نہ ہونے سے افضل ہے اور اس کا ترک نماز' روزے کے ترک کی طرح ہے۔ سید الطائفہ شیخ جنید رحمۃ اللہ کے پاس عمدہ قسم کے گھوڑتے چراتے تھے اور پردہ لٹکا کر ظہر و عصر کے درمیان ایک ہزار یا چار سو رکعت یا ایک سو رکعت نفل ادا کرتے۔ یہ احباب نے اپنی اطلاع کے مطابق رکعات کی تعداد نقل کر دی اور ابن ادھم خوب کماتے اس میں سے اپنی ضرورت پوری کر کے باقی کو صدقہ کر دیتے۔ ان کو سب سے زیادہ محبوب کام باغات کی نگرانی اور خدمت تھی۔ اس میں ان کو مکمل خلوت میسر آتی اور نفس کا خوب مجاہدہ ہوتا اور انہوں نے اپنی نگرانی میں ایک پھل کھانا تو در کنار چکھا بھی نہیں اور بعض کسبوں کا ترک نفوس کی مکمل تہذیب وریاضت کے بعد تھا۔

تخریج: أخرجه البخاري (۲۰۷۲)

الفرائد: ہاتھ سے کام کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس میں بے کار پن اور لہو ولعب سے بچت رہتی ہے اور ذلت سوال سے آدمی بچ جاتا ہے۔

٦٠: بَابُ الْكَرَمِ وَالْجُوْدِ وَالْاِنْفَاقِ فِيْ وُجُوهِ الْخَيْرِ ثقة بالله تعالى

باب ۶۰: اللہ پر اعتماد کر کے بھلائی کے مقامات پر خرچ کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ﴾ [سبا:۳۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"جو کچھ بھی تم خرچ کرو وہ اس کو اس کا نائب بنا دے گا"۔ (سبا)

مَا اَنْفَقْتُمْ یعنی رضائے الٰہی کے لیے جو کچھ تم خرچ کرو گے: "فهو یخلفه" وہ دارین میں اس کا عوض دیں گے یا ان دونوں میں سے ایک میں اس کی تفسیر باب الانفاق میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ [البقرة:۲۷۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جوتم مال میں سے خرچ کرو اس میں تمہارا اپنا فائدہ ہے اور تم نہیں خرچ کرو گے مگر اللہ کی رضا جوئی کے لئے۔ اور جو تم خرچ کرو مال میں سے وہ تم کو لوٹا دیا جائے گا اور تمہارے حق میں کمی نہیں کی جائے گی۔ (البقرة)

''وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ'' جو چیز تم اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے خرچ کرو گے اس کا ثواب تمہارے نفوس کو ملے گا۔ اس خرچ کا کسی پر احسان مت دھرو۔

اَلنَّحْوُ : ''وما تنفقون الا ابتغاء وجه الله ① واؤ حالیہ ہے۔② عاطفہ ہے یعنی مؤمن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہی خرچ کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ نفی نہی کے معنی میں ہے: ''عطاء خراسانی'' کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم نے رضاء الٰہی کے لیے دے دیا تو اب اس آدمی کا کیا عمل ہے اس سے تمہیں غرض نہیں۔ تمہارا ذاتی ثواب تو مل گیا۔ وہ سائل مستحق تھا یا غیر مستحق' نیک تھا یا برا تمہیں اس سے کیا غرض (تم نے جس کے لیے خرچ کیا تم بس اسی پر نظر رکھو): ''وما تنفقوا من خير يوف اليكم وانتم لا تظلمون'' وہ تمہاری صدقات کا ثواب کم نہ کریں گے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾[البقرة:۲۷۳]

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور جو تم خرچ کرو مال میں سے اللہ اس کو جاننے والے ہیں''۔ (البقرة)

''وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ'' اور مال میں سے جو بھی تم خرچ کرو اس حال میں کہ تم رضائے الٰہی کے طالب ہو تو: ''فان الله به عليم'' اللہ تعالیٰ اسے جانتے ہیں وہ اس کی مقدار سے بدلہ عنایت فرمائیں گے۔

تشریح ۞ الجود و کرم: جس مال کو خرچ کرنا چاہئے اسے مناسب مقامات پر صرف کرنا۔ قاضی کہتے ہیں۔ کرم' جود' سخا' سماحت قریب المعنی الفاظ ہیں۔ بعض نے ان کے مابین فرق کیا ہے۔ مثلاً کرم' بطیب خاطر اس چیز پر خرچ کرنا جس کا فائدہ بہت بڑا ہو۔ اس کو حریت کا نام دیا جو کہ نذالت کی ضد ہے۔ نمبر۲: سماحت: دِل کی خوشی سے دوسرے پر جو حق بنتا ہو اس سے دست بردار ہونا۔ اس کی ضد شکایت ہے۔ نمبر۳: سخاء: ناپسند ذریعہ کمائی سے گریز کرنے اور آسان انداز سے خرچ کرنے کو کہتے ہیں اور جود بھی یہی ہے۔ یہ بخل کی ضد ہے۔ (الشفاء) جاد یجود جود سخاوت کرنا (المصباح): ''وجوه الجير'' مثلاً صدقہ' صلہ رحمی' مہمانی' نیک کاموں کے لیے وقف وغیرہ: ''ثقه بالله تعالٰی اللہ تعالیٰ پر یقین کرتے ہوئے کہ وہ دار القرار میں حسن جزاء ضرور عنایت فرمائے گا ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ان الله لا يظلم مثقال ذرة وان تك حسنة يضا عفها ويؤت من لد نه اجرًا عظيمًا '' اور ارشاد فرمایا: ''من جاء بالحسنة فله خير منها'' اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"الصدقه برهان" اس بات کی علامت ہے کہ خرچ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین ہے۔

۵۴۴ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَمَعْنَاهُ : يَنْبَغِيْ اَنْ لَّا يُغْبَطَ اَحَدٌ اِلَّا عَلٰى اِحْدٰى هَاتَيْنِ الْخَصْلَتَيْنِ۔

۵۴۴ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسد نہیں مگران دو آدمیوں میں : ① وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا ہو پھر اس کو اس کے حق کے راستے میں خرچ کرنے کی ہمت بھی دی ہو۔ ② وہ آدمی جس کو اللہ نے سمجھ دی ہو جس سے وہ فیصلے کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو (بخاری و مسلم) اس کا معنی یہ ہے کہ ان خصلتوں کے علاوہ اور کسی پر رشک کرنا درست نہیں۔

تشریح ۞ لا حد یہاں حد رشک کے معنی میں ہے غبطہ اور حد میں یہی فرق ہے کہ حد میں محسور سے زوال نعمت کی تمنا شامل ہوتی ہے اور اس میں صرف اس نعمت کے حصول کی تمنا ہوتی ہے اس سے زوال کی نہیں : "الافی اثنین" مگر دو باتوں میں : "رجل" مبتداء مضمر ہو تو یہ مرفوع ہے۔ ② مضاف محذوف ہو جیسا مسلم میں رجل مجرور آیا ہے : ای خصلتا رجل۔ ③ اثنتین : سے بدل اور مضاف مقدر ہو۔ "ای الافی ذی اثنین رجل" ابن حجرؒ نے اعنی مقدر سے منصوب اور استیناف کی صورت میں مرفوع مانا ہے (فتح الباری) : "آتاه الله مالا" یہ اعطیٰ کے معنی میں ہے : "مالاً" کی تنوین عموم کو ظاہر کر رہی ہے گویا قلیل و کثیر سب کو شامل ہے۔

هلكته یہ : "هلك يهلك" از ضرب کا مصدر ہے یعنی خرچ کرنا۔ : "فی الحق" درست مقام پر نہ کہ غلط مقام پر یعنی قرب طاعات کے لئے۔

مَسْئَلَة : اس میں اشارہ کر دیا کہ مال کو غلط مقام پر صرف کرنا بے کار ضائع کرنا ہے : "حکمة" حکمت سے یہاں علم مراد ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں اس سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ حدیث ابن عمرو میں وارد ہے۔ ② اس سے عام معنی مراد لیا جائے اور حکمت کا ضابطہ یہ ہے کہ جو جہل سے روکے اور قبیح سے زجر کا باعث بنے : "فهو يقضي بها" اس کے ذریعہ جھگڑنے والوں میں فیصلہ کرلے : "يعلمها" اور اگر اس کا کوئی طالب ہو تو وہ اسے سکھائے۔ سیوطی نے جامع کبیر میں ابن عمرؓ کی روایت نقل کی : "لا حسد الا فی اثنین! رجل آتاه الله القرآن فهو يقوم به آنا ء الليل و آنا ء النهار' ورجل آتاه ما لا فهو ينفقه آنا ء الليل و آ ءا ء النهاء" احمد' ابن ماجہ' ابن حبان' بخاری نے ابو ہریرہؓ سے اس طرح نقل کی ہے : "لا حسد الا فی اثنين لرجل علمه الله القرآن فهو يتلوه آناء الليل و آنا ء النهار فسمعه جار له! فقال ليتني اوتيت مثل ما أوتی فلان فعملت ما يعمل 'ورجل آتاه الله ما لاً فهو يهلكه فی الحق فقال رجل! ليتني اوتيت مثل ما اوتی فلان فعملت ما يعمل اور ابن عدی' بیہقی اور خطیب نے ان الفاظ سے نقل کی : "لا حسد الا علی اثنين : رجل آتاه الله مالاً فصرفه فی سبيل الجير' ورجل آتاه 'الله علمًا فعلمه و عمل به" جامع کبیر سیوطی۔ پہلی اور آخری روایت ابن عمرؓ سے ہیں اور بخاری والی ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔

مطلب یہ ہے دو آدمی صرف رشک کے قابل ہیں کیونکہ ان کا فائدہ بہت اور موقعہ شاندار ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٢/٣٦٥١) والبخاري (٧٣) ومسلم (٨١٦) وابن ماجه (٤٢٠٨) وابن حبان (٩٠) والبیهقي (١٠/٨٨)

الفرائد: قابل رشک یہ دو خصلتیں ہیں کیونکہ ان میں دینا و آخرت کی بھلائی جمع ہے۔

٥٤٥ :وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَّالِهٖ؟" قَالُوْا :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَيْهِ – قَالَ "فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۴۵: حضرت ابن مسعودؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پسند ہو؟ صحابہ نے کہا یا رسول اللہؐ ہم میں سے کوئی بھی ایسا آدمی نہیں مگر اس کو اپنا مال زیادہ پسند ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کا مال وہی ہے جو اس نے آگے بھیجا اور پھر اس کے وارث کا مال وہ ہے جو اس نے پیچھے چھوڑا۔ (بخاری)

تشریح ❀ **احب الیه من ماله** حافظ کہتے ہیں وہ مال جس کو انسان اپنی موت کے بعد چھوڑ جاتا ہے اگرچہ وہ فی الحال اسی کی طرف منصوب ہے مگر انتقال کے لحاظ سے وہ اس کے وارث کا مال ہے اور اسی کی طرف منصوب ہوگا۔ پس اس کی نسبت اس کی زندگی میں تو حقیقی ہے اور وارث کی مجازی ہے لیکن موت کے بعد وارث کی نسبت حقیقی ہو جائے گی۔ (فتح الباری): "**ما منا احد**" یہ مبتداء مؤخر ہے اور خبر مقدم منا ہے: "**الا ما له احب الیا**" ① یہ جملہ احد کی صفت ہے۔ ② تقدیم خبر کے ساتھ خاص ہو جانے کی وجہ سے یہ محل حال میں ہے اور مفضل علیہ کو سائل کے کلام میں مذکور ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔

"**قال فان ماله ما قدم**" آگے بھیجنے کا مطلب یہ ہے۔ ① صدقہ کر دیا۔ ② کھا لیا۔ ③ پہن لیا۔ جیسا روایت میں آچکا: "**لیس لك من دنیا ك الا ما اکلت فا فنیت او لبست فابلیت او تصدقت فابقیت**" یا جیسا کہ فرمایا یہی وہ مال ہے جو زندگی اور موت کے بعد تیری طرف منصوب ہوگا اس مال کے برعکس جو پیچھے چھوڑ گیا۔

ابن بطال کا قول اس میں آمادہ کیا گیا کہ نیکی اور قرب الٰہی کی راہوں پر مال کو لگانا چاہیے۔ تا کہ آخرت میں اس سے فائدہ اٹھائے جو چھوڑ مرے گا وہ وارث کا ہوگا: "**ومال وارثه مااخر**" اگر اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کیا تو اس کا ثواب خاص طور پر میّت کو ملے گا اور اگر اس کو معصیت میں لگایا تو پہلے مالک سے انتفاع میں بہت دور چلا گیا اگرچہ اس کی سزا سے بچا رہے گا۔

یہ روایت سعد بن ابی وقاص کی اس روایت کے خلاف نہیں ہے: "**ان تزرورثتك اغنیاء خیر لك من ان تذرهم عالة**" وہ ارشاد ان لوگوں سے متعلق ہے جو اپنا تمام صدقہ کر دیں یا اس کا بڑا حصہ ان کی بیماری میں صرف ہو جائے اور یہ روایت ان لوگوں سے متعلق ہے جو حالت صحت میں صدقہ کرے جب محمل الگ الگ ہوئے تو تعارض نہ رہا۔

تخریج: أخرجه البخاري (٦٤٤٢) والنسائي (٣٦١٤)

الفرائد: جس مال کے لیے خوب تھکا اس میں صرف جو اگلے جہاں کے لیے بھیجا وہ اس کا مال ہے جو پیچھے چھوڑ گیا وہ ورثاء کا

ہے اگر اس نے اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کی ہوگی تو ثواب اس کے لئے مخصوص ہوگا اور اگر معصیت کا ارتکاب کیا تو مال مالک سے دور چلا گیا اس سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اگر چہ وہ اس کے گناہ کی سزا سے بچا رہے گا۔

٥٤٦ : وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۴۶: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہو''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **اتقوا النار** یعنی صدقے کو اپنے اور آگ کے درمیان ڈھال بنالو۔ خواہ وہ کوئی معمولی سے عمل صالح ہی کیوں نہ ہو: "**لو بشق تمرة**" یشق۔ شین کے کسرہ کے ساتھ آدھے اور نصف کے معنی میں آتا ہے۔ باب الجوف میں اس پر مزید کلام ملاحظہ فرمائیں۔

تخریج : بخاری 'مسلم'طبرانی کبیر ١٧/٢٠٧ 'طیالسی ١٠٣٦ 'نسائی ٢٥٥٢ 'ابن حبان ٤٧٢ 'احمد ٦/١٨٢٧٤۔

الفرائد : ① معمولی صدقے کو حقیر نہ قرار دینا چاہئے وہ صدقہ کرنے والے کے لیے آگ سے ڈھال بن جائے گا۔

٥٤٧ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۴۷: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اور آپؐ نے نہ کہا ہو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **شیئاً قط** تاکید استغراق کے لیے قط لائے اور شیئاً کی تنوین عموم کو ظاہر کر رہی ہے کہ مانگی ہوئی چیز قلیل و کثیر اور وجدان وفقدان کی تمام حالتیں شامل ہیں: "**فقال لا**" بلکہ اگر آپ کے پاس ہوتا عنایت فرما دیتے۔ ② نرم بات فرما کر اس کو سعادت مند بنا دیتے۔ ③ اس کے لیے دعا فرما دیتے جب چیز پاتے سخاوت فرماتے ورنہ وعدہ فرما لیتے اور وعدہ خلافی نہ فرماتے (جیسا روایت گزری) کہ ابو بکرؓ نے آپ کے وعدے وفات شریف کے بعد ایفاء کئے) یہ مراد نہیں کہ آپ سے یقیناً جو مانگا جاتا وہ دے دیتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ رد نہ فرمایا اگر مطلوبہ چیز ہوتی اور دینے کی گنجائش ہوتی تو دے دیتے ورنہ وعدہ فرما لیتے۔

آپ ﷺ کا ارشاد جو اشعری صحابہ کو فرمایا: "**واللہ لا احملکم**" اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ وہ چیز آپ کے پاس نہیں انہوں نے اسکے باوجود سوال کیا تو اس پر آپ نے ان کے سوال پر تادیب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔ اسی وجہ سے ان کی طمع کو توڑنے کے لیے قسم کے الفاظ فرمائے کہ قرض وغیرہ لے کر اس کو ہرگز پورا نہ کیا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

تخریج: أخرجه البخاري (٦٠٣٤) ومسلم (٢٣١١)

الفرائد : ① آپ ﷺ کی عظیم الشان سخاوت کا پتہ چلتا ہے جس کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ ② کسی چیز کو روکنے کے لیے لا نہیں فرمایا معذرت کے لیے کہا ہو تو الگ بات ہے۔ (شیخ عزالدین)

۵٤۸ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَا مِنْ یَّوْمٍ یُّصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا:"اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَیَقُوْلُ الْاٰخَرُ :"اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۵۴۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس دن بندے صبح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو بہتر بدلہ عنایت فرما اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ بخیل کو ہلاکت دے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ **ما من یوم** من یوم میں استغراق کے معنی کے لیے لائے۔ ابوالدرداءؓ کی روایت میں اس طرح ہے: **"مامن یوم طلعت فیه الشمس الاوبجنبیها ملکان یناد یان یمعهما خلق اللّٰه کلهم الا الثقلین ! یایها الناس هلموا الی ربکم 'ان ماقل وکفٰی خیر مما کثر والهٰی ولا غربت شمسه الاء بجنبیها ملکان ینادیان"** پھر اس روایت کی طرح بقیہ حصہ ذکر کیا: **"یصبح العبادفیه"** یہاں وہی دن مراد ہے جو لیل کے مقابل ہے: **"الا ملکان"** اوپر ابوالدرداء والی روایت **بجنبیها ملکان** کے الفاظ ہیں: **"خنب"** طرف و جانب کو کہتے ہیں اسکی دونوں اطراف میں دو فرشتے ہوتے ہیں: **"ینزلان"** یہ العباد سے یہ جملہ حال ہے: **"فیقول"** یہ فعل مرفوع ہے: **"اللهم اعط منفقًا"** اے اللہ فرائض میں خرچ کرنے والے کو عطاء فرما کیونکہ مال کے کچھ حقوق ہیں۔ استحباب پر بھی خرچ کرنا درست ہے مگر مناسب طریقے سے۔

قرطبی کہتے ہیں اگرچہ یہ واجبات و مستحبات سب کو شامل ہے مگر مندوب پر خرچ نہ کرنے والا بددعا کا حقدار نہیں۔ سوائے اس صورت کے اس پر بخل غالب آ جائے اور وہ حقوق واجبہ پر خرچ کے باوجود خرچ نہ کرنا چاہئے۔ (المفہم للقرطبی): **"خلقا"** ① دنیا میں بدلہ دے۔ ② آخرت میں بدلہ دے اس میں انفاق پر آمادہ کیا گیا ہے تاکہ فرشتے کی دعا کا حقدار بن جائے اس کی شہادت اس آیت سے ملتی ہے: **"وما انفقتم من شئی فهو یخلفه الایه"** اور معروف کا لحاظ رکھنے کے متعلق یہ آیت ہے: **"ولا تبسطها کل البسط"**۔

"ویقول آلاخر اللهم اعط ممسکًا تلفا" واجب خرچہ اور تیری راہ میں دینے سے بخل کرنے والے کے مال کو تلف کر دے۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں یہاں عطیہ سے تعبیر صرف مشاکلت کے لیے ہے کیونکہ تلف عطیہ نہیں تلف میں ایک احتمال یہ ہے کہ معینہ مال کی تباہی مراد ہو۔ ② مال والے کی ہلاکت مراد ہو وہ اس طرح کہ نیک اعمال سے محروم ہو جائے اور نامناسب کاموں میں مشغول کر دیا جائے اس روایت میں کلام کو دونوں فرشتوں پر الگ الگ تقسیم کر دیا گیا اور ابوالدرداءؓ کی روایت میں مجموعی نسبت ایک طرف کر دی گئی ہے۔ باب النفقۃ علی العیال میں تشریح ملاحظہ کریں۔

نووی کا قول: قابل تعریف خرچ وہ ہے جو طاعات میں ہو مثلاً اہل و عیال مہمان' نیک کاموں پر۔

تخریج: أخرجه أحمد (۱۰۵۰۵) والبخاری (٤٦٨٤) ومسلم (۹۹۳) والترمذی (۳۰٤۵) وابن ماجه (۱۹۷) وابن حبان (۷۲۵)

الفرائد : سخی کے لیے فرشتے کی قبولیت دعا ہے جو بہت سی برکات کا سبب ہے اور بخیل کے لیے بد دعا اس کی تباہی اعمال اور بے برکتی کا نشان ہے۔

٥٤٩ :وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : "اَنْفِقْ يَا ابْنَ اٰدَمَ يُنْفَقْ عَلَيْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۴۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم کے بیٹے خرچ کر تم پر خرچ کیا جائے گا''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ عن قال اللہ تعالیٰ: یہ احادیث قدسیہ میں سے ہے۔

انفق اے ایمان والے تم مال کو نیکی کے راستوں پر اس طرح خرچ کرو جس طرح اجازت دی گئی اور ان وعدوں پر ثواب کی پختہ امید سے خرچ کرو: "ینفق علیك" یہ فعل مجہول ہے۔ فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے معلوم ہونے کی وجہ سے مذکور نہیں۔ یہ شرط مقدر کا جواب ہے تقدیر عبارت یہ ہے: "ای ان تنفق ینفق" یعنی تم پر وسعت کی جائے گی اور جو خرچ کرو گے اس کا بدلہ دیا جائے گا بدلے کو بطور مشاکلت انفاق سے تعبیر فرمایا' بخاری کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: "ید الله ملأی لا یغیضها نفقة سخاء اللیل والنهار" اور یہ بھی ہے: "ارایتم ما انفق مند خلق السماء والارض فانه یغض مانی یده وکان عرشه علی الماء"

تخریج : بخاری ومسلم ۱ ترمذی 'ابن ماجه' ابن حبان ۷۲۵'احمد ۱۰۵۰۵/۳۔

الفرائد : اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو وعدے کی صورت میں عظیم خوشخبری دی گئی۔ اللہ تعالیٰ دولت یقین سے مالا مال کرے۔

٥٥٠ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ : "تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَاُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۵۰: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کونسا اسلام بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا ''تو کھانا کھلا اور واقف و ناواقف کو سلام کہہ''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ عبداللہ بن عمرو بن العاص: بعض نے سکون کی وجہ سے عاص کی یا حذف کی دوسروں نے عیص کو اصل مانا۔ زیادہ فصیح ناقص ہونا ہے۔

"ان رجلا" مسلم کی روایت میں ابوموسیٰ کہتے ہیں میں نے سوال کیا: "ای الاسلام خیر" اسلام سے حضائل اسلام مراد

ہیں۔ ② خصائل والے مراد ہیں اس صورت میں مقدر مانا جائے گا: "تطعم الطعام" ① اس کا مابعد مضاف ہے: "ای زو اطعام الطعام" کھانا کھلانے والا۔ کیونکہ فعل تطعم سے مراد مصدر ہے۔ ② ان مصدر یہ مقدر مانیں۔ ③ فعل کو مصدر کے قائم مقام مانیں: "تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ" کے قبیل سے دونوں وجوہ بنیں گی بعض نے حذف کو مطلقا مقیس بنایا اور کہا کہ یہ بات ظاہر ہے کہ اطعام سے وہ کھانا مراد ہے جو صدقہ ہدیہ یا ضیافت کے طور پر کھلایا جائے کیونکہ یہاں صیغہ عموم سے ذکر کیا گیا اس لئے تاویل کی ضرورت پڑی۔

"وتقرء السلام" زرکشی نے اوّل کا ضمہ اور ثالث کا کسرہ تسلیم کیا مگر بقیہ علماء نے اس کی تردید کی اور تا کا فتحہ ہی پڑھا ہے اور اس کو مقامات سوء کے لیے مخصوص قرار دیا جو یہاں مناسب نہیں کیونکہ یہاں تو افشاء سلام مراد ہے جو ہر ملنے والے کو کہا جائے گا: "علی من عرفت ومن لم تعرف" کھانا کھلانے اور سلام کرنے سے دلوں میں محبت و اُلفت پیدا ہوتی ہے۔ یہاں انہی پر آمادہ کرنا مطلوب ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٢/٦٥٩٢) والبخاری (١٢) ومسلم (٣٩) وأبو داود (٥١٩٤) والنسائی (٥٠١٥) وابن ماجه (٣٢٥٣) وابن حبان (٥٠٥) وأخرجه البخاری فی "الأدب المفرد" وأبو نعيم فی "الحلية" (١/٢٨٧)

الفرائد: ① اجتماع ملت کے لئے الفت اہم ترین چیز ہے اور اس کو پیدا کرنے کے لئے سلام کا کثرت سے پھیلانا اور اطعام طعام بنیاد ہیں۔

---

۵۵۱ :وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً اَعْلَاهَا مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ يَّعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا رَجَآءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا الْجَنَّةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ - وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ۔

۵۵۱: حضرت عبداللہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا چالیس خصلتیں ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ دودھ والی بکری کا عطیہ دینا ہے جو شخص بھی ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت کو اس نیت سے اپنائے گا کہ اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس میں کئے ہوئے وعدہ کی تصدیق ہو تو اللہ اسکی وجہ سے اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (بخاری) یہ روایت کثرہ طرق الخیر میں بیان ہو چکی ہے۔

تشریح ۞ **اربعون خصله** ①: اربعون تخصیص بالعمل کی وجہ سے باوجود نکرہ کے مبتداء ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں امام احمد کی روایت میں: "اربعون حسنة" ہے۔

"اعلاها منیحة العنز" : "منیحه" دو قسم ہیں۔ ① ایک آدمی دوست کو بطور عطیہ بکری دے دے۔ ② دوست کو دودھ والی بکری یا اونٹنی دودھ استعمال کرنے کے لیے دے۔ پھر دودھ ختم ہونے پر واپس لے لے۔ یہاں یہی مطلوب ہے: "رجاء ثوابها" خلعت سے ایک ہی نیکی مراد ہے۔

النَّحْو: "رجاء": یہ مفعول لہ ہے۔ ② حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی اس حالت میں کہ وہ اس پر ثواب کا امید اور ہو۔

اہم اشارہ: اس میں اشارہ کردیا کہ عمل صالح پر ثواب کا مرتب ہونا لازم نہیں۔ بلکہ : "مالك الملك" کا فضل واحسان محض ہے : "وتصديق موعودها" اس میں ادنیٰ تعلق کی وجہ سے اضافت کردی : "اى الموعو دبه فيها" جن کا اس میں وعدہ دیا گیا ہے : "الا ادخله الله تعالیٰ بها الجنة" ابن بطال کہتے ہیں آپ ﷺ کو وہ چالیس معلوم تھیں ان کو کسی مصلحت کی وجہ سے ذکر نہیں فرمایا۔ وہ مصلحت ان سے بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ کہیں لوگ انہی پر اکتفاء کر کے نہ بیٹھ جائیں اور ابواب بر سے منہ موڑ لیں۔ بعض لوگوں نے تعیین کی کوشش کی جن میں سے کئی : "منيحه" سے اعلیٰ تر اور بعض اس سے ادنیٰ ہیں۔ پس اس میں تعیین کے پیچھے نہ پڑنا چاہئے۔ (فتح الباری) اللہ اعلم۔

تخریج :بخاری فی الھبه 'ابو داؤد فی الزکاة۔

۵۵۲ :وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ ابْنِ عَجْلَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّکَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ' وَاِنْ تُمْسِکَهُ شَرٌّ لَّکَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ وَّابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۵۲ : حضرت ابوامامہ صدی بن عجلانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اے آدم کے بیٹے اگر تو ضرورت سے زائد کو خرچ کرے گا تو یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو اس کو روک کر رکھے گا تو یہ تیرے حق میں برا ہے اور گزارے کے موافق روزی پر تو قابل ملامت نہیں اور ان سے شروع کرو جن کی ذمہ داری تم پر ہے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہت بہتر ہے۔ (مسلم)

النحو : "يا بن آدم انك ان تبذل الفضل" : ان مصدریہ : "اى بذلك الفضل" ان کے اسم سے بدل الاشتمال ہے۔ ② ان شرطیہ بھی کہا گیا ہے۔ : "فضل" اہل وعیال اپنی ضرورت سے بڑھی ہوئی چیز : "خير لك" یہ ان کی خبر ہے۔ ② فا کے ساتھ محذوف کی خبر : "اى فهو خيرلك" اصل عدم حذف ہے) : "وان تمسكه شرلك" اس کا روک رکھنا تمہارے حق میں برا ہے کیونکہ کل تم نے اس کا حساب دینا ہے اور اس یہ تمہارے پاس نہ ہوگا : "ولا تلام على كفاف" اور شرع کی طرف سے قدر کفاف پر کوئی ملامت نہیں کی جائے گی : "من تعول" بیوی' بچے' اقرباء' غلام' جانوران کا حق لازم ہے جو مستحب سے ستر گنا زیادہ ہے : "واليد العليا" خرچ کرنے والا ہاتھ بعض نے کہا سوال سے بچنے والا ہاتھ : "اليد الفلى" لینے والا ہاتھ' بعض نے کہا سوال کرنے والا ہاتھ۔

تخریج :احمد ۸/۲۲۳۲۸'مسلم 'ترمذی۔

الفرائد : ① بخل کی مذمت کی گئی مگر کفاف قابل ملامت نہیں۔ ② اہل وعیال کے خرچ کو سب سے مقدم رکھا جائے گا۔ امور شرعیہ میں درجات کا لحاظ ضرور ہے۔

۵۵۳ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَی الْاِسْلَامِ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ'

وَلَقَدْ جَآءَهٗ رَجُلٌ فَاَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَرَجَعَ اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِىْ عَطَاءَ مَنْ لَّا يَخْشَى الْفَقْرَ" وَاِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيْدُ اِلَّا الدُّنْيَا فَمَا يَلْبَثُ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى يَكُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۵۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے نام پر سوال نہیں کیا گیا مگر کہ آپؐ نے اس کو دے دیا اور آپؐ کی خدمت میں ایک آدمی آیا آپؐ نے اس کو دو پہاڑیوں کے درمیان جتنی بکریاں تھیں سب عنایت فرمادیں۔ پس وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ کر گیا اور کہنے لگا۔ اے میری قوم! اسلام قبول کرلو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی طرح عطیہ دیتے ہیں جو فقر کا خطرہ ہی نہ رکھتا ہو۔ بے شک آدمی دنیا کی غرض سے اسلام لاتا مگر تھوڑے عرصہ بعد اس کا اسلام اس کو دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔ (مسلم)

النّحو: علی الاسلام: علیٰ تعلیلیہ ہے: "ای لاجل الاسلام" : "سیئا" یہ سُئل کا دوسرا مفعول ہے اس سے دنیا کی چیز مراد ہے خواہ بڑی ہو یا چھوٹی: "الا اعطاہ" اسلام کی ترغیب کے لیے اور اس کو آگ سے محفوظ کرنے اور اس پر شفقت ورحمت فرماتے ہوئے : "رجل" نام معلوم نہیں ہو سکا شاید وہ مؤلفۃ القوب سے ہوں: "فاعطاہ غنما بین جبلین" بہت سی بکریاں گویا ان سے دو پہاڑوں کی درمیانی وادی بھر جاتی تھی۔ یہ عطیہ اس آدمی کے سوال پر دیا یا ترغیب الی الاسلام کے لیے ابتداء عنایت فرمایا۔ اگر وہ مسلمان نہ ہو۔ ③ اگر وہ مسلمان تھا تو اسلام پر ثابت قدمی کے لیے عنایت فرمایا۔

نووی کہتے ہیں: "مؤلفة القلوب" کو زکوٰۃ اور بیت المال سے دیا جا سکتا ہے: "مؤلفة الکفار" کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ دوسری قدات کے متعلق اختلاف فقہاء ہے۔ ہمارے ہاں اصح یہ ہے کہ اسلام کو عزت مل جانے کی وجہ سے اب نہ دیا جائے گا (مگر جن علاقوں میں مسلمان مغلوب اور غلام ہیں وہاں دیا جانا ظاہر ہے کفر اسلام سے پھیرنے کے لیے بے شمار تدبیر کر رہا ہے۔ جہاں مسلمانوں کے ایمان کو کفر کے ڈالر کی چمک خراب کر رہی ہو وہاں انکو مسلمان ضرور دیں تا کہ ایمان بچ جائے): "فرجع الی قومه" وہ اپنی قوم کے پاس اسلام کا داعی بن کر گیا اور کہنے لگا: "یا قوم اسلموا" اے لوگو! اسلام قبول کرلو تا کہ مال غنیمت پاؤ۔

"فان محمدًا ﷺ لعیطی عطاء من لا یخشی الفقر" بظاہر اس کا قول ان محمدًا دلالت کر رہا ہے کہ وہ اس وقت تک انوار یقین سے فیضیاب نہ ہوا تھا۔ عطاء یہ مفعول مطلق ہے یہ اس آیت کی طرح ہے: "واللہ انبتکم من الارض نباتاً" تقدیر اس طرح ہے: "انبتکم فنبتم نباتاً" ممکن ہے انبت کی تاکید ہو اس کی امثلہ کلام عرب میں بہت ہیں۔ ابن ہشام مے مصدر مؤکد کہا ہے: "من لا یخشی" یہ عطاء کی صفت ہے۔ آپ سخاوت میں (ریح مرسلہ) تیز ہوا سے زیادہ تیز تھے اور آپ کو اپنے رب کے وسیع خزانوں پر یقین کامل تھا۔

"وان کان الرجل لیسلم مایرید الا الدنیا" ان یہ مخففہ: "من المثقلہ" ہے: "ای انه" یسلم کا معنی اسلام میں داخل ہونا اور ان میں شمار ہونا۔ اگر فقط دنیا کی غرض سے اسلام لاتا کیونکہ تالیف اسلام کے لیے آپ کی طرف سے مزید مال کا امیدوار ہوتا: "فما یلبث الا یسیرا حتی یکون الاصلام احب الیہ من الدنیا وما علیھا" تو زیادہ وقت نہ گزرتا کہ اس کے دل میں ایمان کی شعاعین چمکنے لگتیں اور اس کے دل میں بشاشت ایمانی پہنچ جاتی اور اس کے دل پر قبضہ جمالیتی۔

یہ آپ کی کمال رحمت اور کمال معرفت تھی ہر بیماری کی دواء وہ ہے جو بیماری کا جڑ سے استیصال کر دے تا کہ وہ تمام بیماری کے مادے اسباب صحت بن جائیں اللہ تعالیٰ کی لاتعداد رحمتیں اور سلامتیں لاتعداد زمانوں تک آپ پر برستی رہیں۔

ان لوگوں پر بھی عنایت الٰہی دیکھیں کہ اپنے پیغمبر ﷺ کے معاملے کو درجات علیہ کا حقیقی ذریعہ بنا کر اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرما دیا۔

تخریج: أخرجه مسلم (٢٣١٢/٥٨)

الفرائد: ① نبی اکرم ﷺ کے جود و ایثار کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ ② اعلاء کلمہ اور سلام کے لیے کیا گیا تدابیر اختیار کی گئیں اس کمال شفقت سے دلوں کو کس طرح موہ لیا۔

٥٥٤ :وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَغَيْرُ هٰؤُلَاءِ كَانُوْا اَحَقَّ بِهٖ مِنْهُمْ؟ قَالَ : "اِنَّهُمْ خَيَّرُوْنِیْ اَنْ يَّسْاَلُوْنِیْ بِالْفُحْشِ فَاُعْطِيَهُمْ اَوْ يُبَخِّلُوْنِیْ وَلَسْتُ بِبَاخِلٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۵۴: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے کچھ مال تقسیم فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کے علاوہ لوگ ان سے زیادہ اس مال کے حق دار تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اختیار دیا کہ وہ مجھ سے سخت انداز سے سوال کریں اور پھر میں ان کو دوں یا مجھے بخیل قرار دیں حالانکہ میں بخیل نہیں ہوں۔ (مسلم)

تشریح ❁ "قسما :: جو مال تقسم کیا جاتا ہے خواہ غنیمت ہو یا خراج یا دیگر کچھ : "فقلت" یہ مقدر پر معطوف ہے جیسا کہ دلالت کلام سے معلوم ہوتا ہے : "فاعطی انا ساوترك آخرين فقلت" یا رسول یغوھو لا ء ما نوااحق به هو لآ سے جن کو عطیات دیے گئے وہ مراد ہیں : "احق" یہاں اولی کے معنی ہیں ہے۔ ہ سے عطیہ مراد ہے یعنی عطایا کے لیے زیادہ مناسب تھے : "منھم" ان لوگوں سے جن کو دیا گیا : "لغیر" پر لام تاکید لا کر اپنے اس فہم کی تاکید کی کہ عطیات نبوت تو سابقیت اور فضیلت دینی کی وجہ سے ہیں : "قال۔انهم خيرونی بين ان يسأ لونی بالفحش فاعطيهم" آپ نے ان کی تاکید سے اس کا ازالہ فرمایا : "بزبان" حال انکا طرز عمل ظاہر کرتا ہے۔ کہ انہوں نے دو باتوں میں اختیار میرے سپرد کیا ۔ ① کہ وہ مجھ سے فحش انداز سے سوال کریں اور میں ان کو دے دوں ۔ ② یا پھر میں روک لوں اور بخل کروں اور میں بخیل نہیں اس بناء پر میں نے ان کو دے دیا۔

نووی کہتے ہیں: انہوں نے اپنے ضعف ایمان کی وجہ سے سوال میں فحش کی حد تک اصرار کیا پس میں نے ان کو دے دیا۔ ان کے اس انداز سوال پر نہ ملتا تو یہ میری نسبت بخل کی طرف کرنا چاہتے تھے حالانکہ میں بخل کرنے والا نہیں۔ شارح نے اس کو درست کہا۔

قاضی کہتے ہیں: وہ سوال میں حد سے آگے بڑھ گئے جس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ اگر آپ ان کی بات قبول کرتے ہیں تو بڑا عطیہ دیتے ہیں اور اگر روکتے ہیں تو وہ (زبان سے) آپ کو ایذاء پہنچائیں گے اور بخل آپ کی طرف منسوب کریں گے۔ پس آپ نے عطیہ دینا پسند کر لیا اس لیے کہ بخل آپ کے اخلاق سے بعید تر تھا اور یہ آپ نے تالیف قلوب اور خاطر و مدارات کے

طور پر کیا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "شر الناس من اتقاه الناس اتقاء لشره" وہ بہت برا انسان ہے جس سے لوگ اس کے شر سے بچنے کے لیے بچیں۔

جس طرح آپ ﷺ نے: "مؤلفة القلوب" کو دینے کا حکم فرمایا اس سے آپ کے خلق عظیم اور صبر و حلم اور جاہلوں کے طرز عمل سے اعراض کا سبق ملتا ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم (١٠٥٦)

الفرائد: آپ ﷺ کے صبر، حلم، خلق عظیم کا نمونہ ہے۔ ② صالح مسلمین کے لیے فاروقؓ کی غیرت کا اندازہ کر لیں۔

٥٥٥ : وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ : بَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَهُ الْاَعْرَابُ يَسْاَلُوْنَهُ حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ اِلٰى سَمُرَةٍ فَخُطِفَتْ رِدَاءُهُ فَوَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : "اَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ فَلَوْ كَانَ لِيْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَّلَا كَذَّابًا وَّلَا جَبَانًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"مَقْفَلَهُ" : اَيْ فِيْ حَالِ رُجُوْعِهٖ۔ "وَالسَّمُرَةُ" : شَجَرَةٌ۔ "وَالْعِضَاهُ" : شَجَرٌ لَّهٗ شَوْكٌ۔

۵۵۵: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ خود آنحضرت ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین سے واپسی پر چلے آ رہے تھے کہ کچھ دیہاتی آپؐ سے چمٹ کر سوال کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپؐ کو ایک کیکر کے درخت تک مجبور کر دیا۔ پس آپؐ کی چادر اس درخت سے اچٹ گئی۔ آپؐ رک گئے اور فرمایا میری چادر تو مجھے دے دو اگر میرے پاس ان خار دار درختوں کے برابر چوپائے ہوتے تو میں یقیناً ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ پھر تم مجھے بخیل اور جھوٹا نہ پاتے اور نہ ہی بزدل۔ (بخاری)

مَقْفَلَهُ: لوٹنے کے وقت۔

السَّمُرَةُ: ایک درخت ہے۔

الْعِضَاهُ: کانٹے دار درخت۔

تشریح ۞ عن جبیر بن مطعمؓ: ان کی کنیت ابو محمد یا ابو عدی ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی القرشی النوفلی المدنی فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ بعض نے اس سے پہلے اسلام لانا لکھا ہے۔ اسلام پر ثابت قدمی دکھائی یہ عقلمند باوقار رئیس تھے یہ لکھنا جانتے تھے۔ بقول ابن جوزی تقریباً ۱۳۰ احادیث مروی ہیں۔ جن میں ۶ متفق علیہ ۳ میں بخاری منفرد ہے۔ ایک میں مسلم منفرد ہے۔ سنن اربعہ نے ان سے روایت لی ہے ان کی وفات مدینہ میں ۸ھ یا ۹ھ میں ہوئی۔

النَّحْو: "بينما" بین کو اضافت سے روکنے کے لیے مالائے اس کے بعد والا جملہ اسمیہ مستانفہ ہے: "مقفله" اسم ظرف زمان ہے یعنی لوٹنے کے زمانے میں: "من حنين" یہ غزوہ شوال ۸ھ فتح کے بعد پیش آیا: "فعلق الاعراب"

بخاری کی روایت میں: "علقت" آیا ہے۔ یہ افعال شرع میں سے ہے طفق کے وزن پر آتا ہے۔ اعراب۔ یہ اسم جمع ہے۔ یہ سیبویہ کا قول ہے کیونکہ جنگل کے رہنے والوں سے خاص ہے اور عرب کا لفظ شہری' دیہاتی سب کو شامل ہے: "یسألونه" یہ جملہ علق کے لئے محل خبر میں ہے: "حتی اضطروہ الی سمرۃ" یہاں تک کہ ایک کیکر کے درخت کی طرف دھکیل دیا: "سمرۃ" کو عضاۃ اور طلح بھی کہتے ہیں (خطابی' داؤدی): "فخطفت رداءہ" "خطف" از سمع تیزی سے کھینچنا' اچکنا یہ ضرب سے بھی آتا ہے کتاب مکہ میں ابن شبہ نے اس طرح نقل کیا: "حتی عدلوا ناقته عن الطریق فمر بسمرات فانتهشن ظهره وانتزعن رداءہ" یہاں تک کہ انہوں آپ کی اونٹنی کا رخ وہاں سے ہٹا دیا وہ کیکر کے درختوں میں سے ہو کر گزری جنہوں نے آپ کی کمر کو چھیل دیا اور آپ کی چادر کو چھین لیا۔ بقیہ روایت اسی طرح ہے: "فوقف النبی ﷺ"، آپ اونٹنی کی مہار پکڑ کر کھڑے ہو گئے: "فقال اعطونی ردائی" رداء کا لفظ مذکر ہے اس کو تانیث قرار دینا درست نہیں (المصباح) اس کی تثنیہ رداء ان یا درداوان اور جمع اودیہ اسلحہ کی طرح آتی ہے (ابن الانباری)۔

"فلو کان لی عدد هذه العضاۃ نعما": ① کان کا اسم اور نعما خبر ہے۔ ② کان کی خبر لی ہے۔ عدد اسم ہے: نعما: تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ ابوذر کی روایت میں۔ ③ "هذه العضاۃ کانّ کا اسم مؤخر عدد نصب کے ساتھ مقدم ہے: "العضاۃ" کا واحد عضہ جیسے: "شفة" اور: "عضاہ" جیسے: "شفاۃ" (فتح): لقسمته بینکم ابن منیر کہتے ہیں یہ تنبیہ ہے جب میں نے اپنے مال کے سلسلہ میں تم سے درگزر کی ہے تو تقسیم غنائم کے سلسلہ میں سخاوت کرنا بدرجہ اولیٰ ہے: "ثم لاتجدونی بخیلا ولا کذابا ولا جبانا" پھر تم مجھے جھوٹا' بخیل اور بزدل نہ پاؤ گے یہاں مراد اصل وصف کی نفی ہے۔ مبالغہ کی نفی نہیں۔

ایک لطیفہ: ابن منیر کہتے ہیں آپ نے ان صفات کو اس لئے جمع کیا کہ یہ آپس میں لازم ملزوم ہیں اسی طرح ان کی اضداد بھی باہمی لازم وملزوم ہیں اور اصل معنی شجاعت ہے بہادر آدمی کو اپنے نفس پر یقین ہوتا ہے کہ وہ اپنے کسب کا ضرور نتیجہ پائے گا پس وہ بخل نہیں کرتا اور جب عطیئے میں کچھ دیر سویر ہوتی ہے تو وہ وعدے کی خلاف ورزی کر کے جھوٹ نہیں بولتا کیونکہ وعدہ خلافی بخل سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر: "ثم" کا استعمال تقاضہ سخاوت کے مخالف نہیں اگرچہ کرم نفسی عطاء سے پہلے ہوتی ہے۔ لیکن لوگوں کو معلوم ہے کہ سخی کی سخاوت عطاء کے بعد ہوتی ہے: "ثم" سے اس بات پر دلالت مقصود نہیں کہ عطاء سے کرم کا علم مؤخر ہے یہاں وصف کے رتبہ کی بلندی میں تراخی مقصود ہے گویا اس طرح کہا گیا عطاء سے اعلیٰ بڑھ کر یہ ہے کہ جس کے قریب بھی پہنچا جا سکتا ہے کہ عطاء کرم کے سبب سے ہے بعض اوقات عطاء کرم نفسی کے بغیر ہوتی ہے جیسے بخیل سے زبردستی مال نکلوانا وغیرہ (: "دما مینی فی المصباح)

ابن جو کہتے ہیں: اس حدیث میں منفی خصال کی مذمت پائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے مقتداء میں ان میں سے کوئی خصلت نہ ہونی چاہیے۔ ② اس میں یہ صفات ہونی چاہئیں جن پر آپ ﷺ قائم تھے حسن خلق، حلم وسعت جود' درشت مزاج لوگوں کی باتوں کو برداشت کرنا۔ ③ آدمی کو اپنی اچھی خصلتیں ظاہر کر دینی چاہییں تاکہ جاہل بدگمان نہ ہو۔ یہ فخر قابل مذمت فخر میں شامل نہیں (فتح الباری)۔

تخریج: بخاری فی الجهاد والخمس' ابن ماجه' احمد ۱۶۷۵۶ / ۵' ابن حبان ۴۸۲۰۔

الفوائد : ① بخل، کذب، بزدلی، سخت دلی قابل مذمت خصلتیں ہیں۔ ② علم حسن خلق، سخاوت، صبر خصائل حمیدہ ہیں جو امام سے لے کر عامۃ المسلمین میں ہونی چاہیں۔

٥٥٦ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا ، وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۵۶ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی صدقہ کسی مال کو نہیں گھٹاتا اور مال ہی سے اللہ بندے کی عزت کو بڑھاتے ہیں اور جو کوئی اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ اس کو بلند کرتا ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ صدقہ : اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے نکالا ہوا مال۔

دو وجوہ: ① صدقہ دینے سے بظاہر جو مال کم ہوتا ہے مخفی برکت اور اس پر اترنے والے مفاسد سے بچاؤ کرنے کی وجہ سے صدقے سے مال میں کمی نہیں آتی۔ ② اگرچہ صورۃً مال میں کمی آئی آخرت میں ملنے والا اجر اس نقصان کو پورا کر دے گا۔

"وما زاد الله عبدا بعفوا لاعزا" یہاں بھی دو وجوہ ہیں۔ ① یہ اپنے ظاہر پر ہے جو آدمی عفو و درگزر کو پہچانتا ہے دلوں میں اس کی تعظیم و سیادت بڑھ جاتی ہے۔ کرامت واحترام میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ② آخرت کا اجر اور عزت مراد ہے: "وما تواضع احد الدرفع لله عزوجل" یہ بھی درست ہے کہ دنیا میں تواضع کی وجہ سے اس کی عظمت دلوں میں پختہ ہو جائے اور دونوں جہاں میں بھی ہو سکتی ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم (٢٥٨٨)

الفوائد : اللہ تعالیٰ کی خاطر صفح و درگزر اللہ تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ درجے کا ذریعہ ہے تواضع بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اذلة على المؤمنين الاية "

٥٥٧ : وَعَنْ اَبِیْ كَبْشَةَ عَمْرِو ابْنِ سَعْدٍ الْاَنْمَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : ثَلَاثَةٌ اُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ : مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَّظْلِمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عِزًّا ، وَّلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْاَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ، وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ قَالَ : اِنَّمَا الدُّنْيَا لِاَرْبَعَةِ نَفَرٍ : عَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَّعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِیْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَيَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ ، وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ نِيَّتُهٗ فَاَجْرُهُمَا سَوَآءٌ وَّعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَخْبِطُ فِیْ مَالِهٖ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَّا يَتَّقِیْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا فَهٰذَا الْحَدِيْثِ بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ ، وَعَبْدٌ لَّمْ يَرْزُقْهُ

اللّٰهُ مَالًا وَّلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُولُ لَوْ اَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ نِيَّتُهُ فَوِزْرُهُمَا سَوَآءٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

۵۵۷: حضرت ابو کبشہ عمرو بن سعد انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ تین باتیں ہیں جن پر میں قسم اٹھاتا ہوں اور ایک بات میں تمہیں بتاتا ہوں اس کو یاد کرلو۔ کسی بندے کا مال صدقے سے کم نہیں ہوتا اور جس مظلومیت پر بندہ صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں اور جو بندہ سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتے ہیں یا اسی طرح کی بات فرمائی اور میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں اس کو یاد کرلو۔ دنیا کے اعتبار سے لوگ چار قسم پر ہیں: ① وہ بندہ جس کو اللہ نے مال اور علم دیا وہ اس میں اپنے ربّ سے ڈرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے اور اللہ کا حق اس میں پہچانتا ہے۔ یہ سب سے اعلیٰ مرتبے والا ہے۔ (② وہ بندہ جس کو اللہ نے علم دیا لیکن مال نہیں دیا وہ سچی نیت رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں جیسے عمل کرتا تو اس کو اس کی نیت کا ثواب ملے گا اور دونوں کا بدلہ برابر ہے۔ (③ وہ بندہ جس کو اللہ نے مال دیا اور علم نہیں دیا وہ اپنے مال میں بغیر علم کے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور اپنے ربّ سے اس میں نہیں ڈرتا اور نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس میں اللہ کا حق پہچانتا ہے یہ بدترین مرتبے والا ہے یا وہ بندہ جس کو اللہ نے مال اور علم نہیں دیا لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں عمل کرتا پس اس کو اس کی نیت پر بدلہ ملے گا اور دونوں (پہلے اور تیسرے) کا گناہ برابر ہے۔ ترمذی اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ❁ ابو کبشہ: ان کا نام عمر بن سعد انماری ہے۔ یہ عرب کے مشہور قبیلہ انمار کی طرف نسبت ہے۔ نام میں اختلاف ہے بعض نے عمر بعض نے عمرو ابن اثیر یحییٰ بن یونس عمرو کو ترجیح دیتے ہیں۔ نووی نے عمر ذکر کیا ہے۔ مزی نے ان کی نقل کردہ روایات چالیس لکھی ہیں۔ بخاری میں کوئی روایت نہیں (اطراف)۔

"ثلاثه" :"ای من الوصال یا خصال ثلاثه"

اَلنَّحْوُ : جب معدود محذوف ہو تو عدد میں تا لا سکتے ہیں: "اقسم علیهن" ① سامعین کے اذہان میں تاکید کیلئے قسم اٹھائی۔ ② ان پر عمل کی زیادہ حرص ہو: "واحد منکم حدیثا فاحفظوه" اسی ضمن میں میں ایک بات بھی بیان کرتا ہوں۔ یہ دونوں جملے معترضے ہیں۔ عاقولی نے تقدیم وتاخیر مانی ہے کہ میں تمہیں تین بھلائی کی خصلتوں کے سلسلہ میں ایک بات بیان کرتا ہوں اور ان میں تین خصال پر قسم اٹھاتا ہوں۔ پس: "ثلاثه اقسم علیهن" کو اہتمام کے لیے مقدم کر دیا۔ بہتر وہ ہے جو میں نے اختیار کیا ہے تقدیم وتاخیر خلاف اصل ہے: "ما نقص مال عبد من صدقة" صدقے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ اس میں برکت پڑ جاتی ہے۔ ② خرچ کرنے والے کے لیے آخرت میں ثواب ملے گا یہ اس حسی کمی کا بدلہ ہوگا۔ ③ اس کا ثواب ناقص نہ ہوگا بلکہ کئی گنا اضافے کے ساتھ ملے گا۔

عز بن عبدالسلام کہتے ہیں حدیث کا مطلب یہ ہے ابن آدم کی کوئی چیز ضائع نہ ہوگی جن چیزوں سے دنیا میں نفع نہیں اٹھا سکا آخرت میں ان سے نفع اٹھائے گا مثلاً جب آدمی کے دو گھر ہوں ان میں سے ایک سے مال کو دوسرے میں منتقل کرے تو اس منتقل شدہ مال کے متعلق یہ نہیں کہتے کہ اس سے اس کا مال کم ہوگیا ہے اسی لئے بعض سلف جب سائل کو دیکھتے تو مرحبا کہتے

کہ تم تو وہ شخص ہو جو ہمارے مال کو دنیا سے آخرت میں منتقل کرنے آئے ہو۔حدیث کا یہی مطلب ہے یہ معنی نہیں کہ مال حسی طور پر کم نہیں ہوتا اور نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ آخرت میں لوٹانے والے ہیں ۔یہ معنی غیر متعلق ہے۔(امالی عز بن عبدالسلام)۔

''ولا ظلم عبد مظلمه صبر علیها الا زاده الله عزا'' **مظلمه** از ضرب لام مکسور ہے بعض نے فتحہ نقل کیا مثلاً جوہری وغیرہ: ''مظلمه'' جو چیز ظالم سے طلب کی جاتی ہے اور جو ظالم نے تم سے لی ہے۔فاعل کو حذف کیا گیا تاکہ قوی' ضعیف کے ظلم کو شامل ہو جائے اور مظلمہ کو نکرہ لائے تاکہ نفس' مال' غرض ہر قسم کے ظلم کو شامل ہو: ''صبر'' یعنی ظالم سے انتقام نہیں لیا بلکہ تکلیف کو سہہ لیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ظلم میں سے کچھ حق چھوڑ دیا اور بعض میں نصف و نصف لے لیا پس جو ثواب کی خاطر چھوڑا اس پر ثواب پائے گا۔ورنہ دنیا یا آخرت میں یا دونوں میں اس کی عزت میں اضافہ فرمائیں گے: ''عزا'' اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں: ''کما تدین تدان'' اور یہ ارشاد نبوت: ''اعمل ماشئت فانك مجزی به'' آیت ''ادفع بالتی هی احسن'' کی تفسیر ابن عباسؓ نے اس طرح کی ہے غصے میں صبر زیادتی کے وقت درگزر کرنا۔جب وہ اس طرح کریں گے اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائیں گے اور ان کے دشمن کو ان کے سامنے جھکا دیں گے وہ اس طرح ہو جائے گا جیسا گہرا دوست ہے۔(بخاری فی التفسیر) اس اثر سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ عفو کا فائدہ دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے: ''ولا فتح عبد باب مسالة الافتح الله علیه باب فقر'' یعنی وہ اس لئے لوگوں سے سوال کرتا ہے تاکہ اس کے پاس کثیر مال جمع ہو جائے۔مگر اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے مقصد کے برعکس معاملہ ہوتا ہے او کلمه نحوها 'او شک راوی کے لئے ہے کہ یہ بات کہی یا اس سے ملتا جلتا کوئی کلمہ کہا: ''واحد ثکم حدیثا فاحفظوه'' ظاہر ہے کہ یہ تین سے زائد ہے اور شاید جن تین کے متعلق قسم اٹھائی اس پر اضافہ فرمایا اس لئے کہ تمام میں مناسبت پائی جاتی ہے کہ قرب الٰہی کے لیے مال خرچ کرنا چاہئے اور مال کو جمع کرنے میں حرص سے کام نہ لینا چاہیے ممکن ہے کہ یہ ابوکبشہ کا کلام ہو کہ جب انہوں نے ان کو تین باتیں بتلا دیں تو آخر میں یہ جامع بات ذکر کر دی یہ تمام کا خلاصہ ہے اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے: ''قال انما الدنیا لاربعه نفر'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دنیا سے چار آدمیوں کو فائدہ ہوتا ہے۔نفر یہاں اربعہ کی تمیز ہے۔یہ معنی کے لحاظ سے جمع ہے تین سے دس تک بولا جاتا ہے۔

النّحو: ''عبد'' ① مبتداء محذوف کی خبر ہے ② عنی مقدر سے منصوب ہے۔③ بدل کی صورت میں جر ہے: ''رزقه الله مالا و علما'' اس سے معلوم ہوا علم بھی رزق ہے: ''فهو یتقی فیه ربه'' اس علم کو معصیت میں صرف کرنے کی بجائے مرضیات الٰہی کے لیے صرف کرتا ہے: ''ویصل فیه رحمه ویعلم لله فیه حقا'' اس میں وہ حق ① واجب معین ہو یا کفارہ و نذر کی صورت میں واجب کیا ہو۔② یا فرض کفایہ ہو مثلاً مجبور کی بھوک کا ازالہ کرکے اور ننگے کو کپڑے دے کر۔③ یا وہ حق درجہ استحباب میں ہو۔جیسا طاعات مالیہ میں صرف کرنا تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو: ''فهذا بافضل المنازل'' یہ جنت کے اعلیٰ منازل میں ہوگا کیونکہ اس سے علم حاصل کیا اور اس پر عمل کیا اور واجب حقوق کو ادا کیا اور مندوب کا لحاظ رکھا اور حرام و محظورات سے اپنے دامن کو بچا کر رکھا اس کے علم نے ان چیزوں میں اخلاص کی طرف اس کی راہنمائی کی اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیا۔

"وعبد رزقه الله علما" مال اوراس کے متعلقہ احکامات کا علم دیا۔ ② عام علم بھی مراد لیا جاسکتا ہے جس میں یہ بھی شامل ہو اس کی تائید تنکیر کر رہی ہے۔ کیونکہ اصل عموم ہے: "ولم یرزقه مالاً فهو صادق النیة یقول لو ان لی مالا لعملت بعمل فلان ۔فهو نیته" اس کو علم نافع تو ملا اگر چہ مال نہیں ملا۔ وہ مالی سلسلہ میں صادق طلب رکھتا ہے کہ اگر اس کو قدرت ملتی تو وہ مال خرچ کر کے یہ ثواب حاصل کرتا۔ اپنی نیت کا اظہار زبان سے کرتے ہوئے کہتا کہ اگر فلان آدمی جس کو علم و مال ملا ہے میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی اس سے رضا الٰہی کا طالب ہوتا۔ اسے اس کی نیت کا ثواب ملے گا۔

عاقولی کہتا ہے: ① فهو ینته ای هو سنی النیة وبها اجره " ٢): "هو " مبتداء اور نیۃ مبتداء ثانی اس کی خبر محذوف یہ جملہ ہو کی خبر اس کی دلیل یہ قول ہے: "فاجر هما سواء" یعنی نیت اور صحیح قصد کے لحاظ سے دونوں کا اجر برابر ہے اور وہ پہلا آدمی مال کے خرچ کرنے کی وجہ سے اس سے بڑھا ہوا رہے گا: "وعبد رزقه الله ما لا ولم یرزقه علمًا فهو یخبط فی مال ا لله بغیر علم ولایتقی فیه ربه ولا یصل فیه رحمه ولا یعلم لله فیه حقًا" وہ جہالت کی وجہ سے شرعی خرچ کی حدود نہیں جانتا اور ممنوع کی پہچان نہیں رکھتا۔ وہ گناہ اور محارم پر خرچ کر کے مال ضائع کرتا ہے: "ولا یصل فیه رحمه" میں فی کو لاگے یہ اسی طرح ہے جیسے اس آیت میں: "لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة "الایة آپ ﷺ کی ذات گرامی خود نمونہ ہے۔ نہ کہ آپ میں اور کوئی چیز ہے جو نمونہ ہے۔ بالکل اسی طرح مال خود صلہ ہے نہ کہ مال میں کوئی اور چیز ہے جو صلہ ہے۔ یہ آدمی اپنی جہالت کی وجہ سے مال کا حق ادا نہیں کرتا خواہ وہ حق واجبہ سے ہو یا مندوبہ و مستحبہ میں سے کیَ سے ہر دت مال کو جمع کرنے اور اپنی لذات میں صرف کرنے کا نشہ ہے: "فهذ ا باخبث المنازل" کیونکہ اس کے ایسے گناہ ہیں جو اس نے مال کو ضائع کر کے کمائے ہیں وہ ان گناہوں کو اپنی جہالت و عدم علم کی وجہ سے جانتا بھی نہیں۔

"وعبد لم یرزقه ا لله مالا ولا علمًا فهو یقول لو ان لی مالًا لعملت فیه بعمل فهو فیته" تیسرے نمبر پر یہ بندہ ہے جو جہالت کی وجہ سے علم و مال سے محروم ہے۔ مگر اس کی تمنا (قارون کو دیکھنے والوں کی طرح) یہ ہے کہ اس کے پاس مال ہوتا تو وہ اسے عمدہ کپڑوں، گانا بجانا سننے، حرام لذات کے استعمال کرنے حرام ماکولات سے لذت اٹھانے میں صرف کرتا: "فهو ینته" اس کو اس کی فاسد نیت کا گناہ ملے گا۔ فاسد ارادوں کا بوجھ سمیٹے گا: "فوزرهما سواء" کیونکہ یہ بھی حرام کا عزم رکھتا ہے۔ اختیار و اسباب مہیا نہ ہونے کی وجہ سے پا نہیں سکتا۔ یہ دونوں برابر ہیں۔ اگر چہ کرنے والا فعل کے گناہ کی وجہ سے آگے بڑھنے والا ہوگا۔

تخریج: أخرجه أحمد (٦/١٨٠٥٣) والترمذی (٢٣٣٢) واللفظ له

الفرائد: لوگوں کے درجات میں فرق ہے۔ ① جس نے اپنے مال و علم کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کیا۔ ② جس کو علم تو ملا مگر مال نہیں لیکن اس کے متعلق اچھی تمنا رکھتا ہے تو اس کی نیت پر ثواب ملے گا۔ تیسرا اور چوتھا درجہ اس کا الٹ ہے۔

❁ ❁ ❁

٥٥٨ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا بَقِيَ مِنْهَا؟" قَالَتْ :مَا بَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا ۔ قَالَ :"بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ

حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ – وَمَعْنَاهُ :تَصَدَّقُوْا بِهَا اِلَّا كَتِفِهَا فَقَالَ بَقِيَتْ لَنَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا كَتِفَهَا۔

۵۵۸: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا کتنا حصہ باقی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دستی باقی ہے۔ آپؐ نے فرمایا دستی کے علاوہ باقی سب باقی۔ (ترمذی) اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ دستی کے علاوہ باقی سب صدقہ کر دیا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ ہمارے لئے آخرت میں دستی کے علاوہ باقی رہ گیا۔

تشریح ۞ ''انھم ذبحوا شاۃ'' عائشہؓ کے رشتہ داروں نے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے ذبح کرائی اس کی ران کے علاوہ باقی گوشت صدقہ کر دیا: ''ما بقی منھا'' جب آپ مکان پر واپس تشریف لائے تو کسی داعیہ کے پیش نظر آپ نے بقیہ گوشت کا سوال کیا حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ اس کا کچھ حصہ صدقہ کر دیا گیا۔ کہ تمہارے پاس کتنا باقی ہے: ''قالت ما بقی منھا الا کتفھا'' عائشہؓ نے جواب دیا ہمارے پاس ایک دستی باقی ہے۔ ہم نے بقیہ تمام خرچ کر لیا اور اس کے علاوہ صدقہ کر دیا ہے۔: ''قال بقی کلھا'' تمام کا ثواب باقی ہے کیونکہ وہ تقرب الی اللہ کے لیے صدقہ کر دیا گیا اور وہ اس کا بدلہ دینے والے ہیں: ''غیر کتفھا'' سوائے دستی کے اس لئے کہ وہ کھانے کی وجہ سے فناء ہو جائے گی اگر قصد صحیح نہ ہو تو اس میں کوئی ثواب نہیں۔ اس میں صدقہ اور اس کے اہتمام پر آمادہ کیا گیا ہے۔ آدمیوں کو چاہئے کہ جو کچھ اس میں صرف کرے اس کو کثیر قرار نہ دے اس لئے کہ اگرچہ وہ صورۃً فنا ہو گیا مگر وہ حقیقۃً اللہ تعالیٰ کے ہاں باقی ہے اور قیامت کے دن جو حاجت و ضرورت اور فاقہ کا دن ہے وہ اس کے ثواب کو کئی گنا اضافے کے ساتھ پالے گا اس میں اس بات پر خوب آمادگی موجود ہے کہ انسان جو کچھ کھاتا ہے اس میں اس بات کا استحضار کر لے کہ اس کا کچھ بھی ثواب نہیں جب کہ اس کی کوئی صحیح غرض نہ ہو اور جو وہ صدقہ کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں باقی رہے گا' یہی چیز اس کو معمولی سے معمولی چیز کے صدقہ پر آمادہ کرے گی۔ کتف کو باقی رہنے والا اس لئے کہا کہ گوشت کا بقیہ ٹکڑا کھانے سے فنا ہو جائے گا اور صدقہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بقا پالے گا۔

تخریج: أخرجه الترمزی (۲٤٧٨) اسناده صحیح

الفرائد: اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کی رضامندی کے لیے دیا جانے والا مال باقی رہنے والا اور محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین الایۃ''

۞ ۞ ۞

۵۵۹ :وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ :قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''لَا تُوْكِيْ فَيُوْكِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ ، وَفِيْ رِوَايَةٍ ''اَنْفِقِيْ اَوِ انْفَحِيْ اَوِ انْضِحِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ ، وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

''وَانْفَحِيْ'' بِالْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ ، وَهُوَ بِمَعْنٰى: ''اَنْفِقِيْ'' وَكَذٰلِكَ ''انْضِحِيْ''۔

۵۵۹: اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بندھن باندھ کر نہ رکھ ورنہ تم پر بھی بندھن باندھا جائے گا اور ایک روایت میں ہے تو خرچ کر اور تو گن گن کر نہ رکھ ورنہ اللہ بھی تمہیں گن گن کر دیں

گے اور جمع نہ کر پس اللہ بھی تمہارے لئے روک لیں گے۔ (بخاری و مسلم)

وَانفَحِیْ ، اَنْفِقِیْ ، انْضَحِیْ :تو خرچ کر

تشریح ۞ اسماء بنت ابی بکرؓ: باب برالوالدین میں حالات ملاحظہ فرمائیں۔

"لا تو کی فیو کی اللہ علیك" ان کا معنی یہ ہے جو تمہارے پاس ہے اس کو باندھ کر اور ذخیرہ کر کے اور روک کر مت رکھو۔ اللہ تعالیٰ مادہ رزق کو تم سے منقطع کر دیں گے۔ گویا جنس عمل سے بدلہ ملے گا جیسا اس ارشاد میں ہے: "وما انفقتم من شئی فھو یخلفه"۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے: "انفقی اوالقحی اوالقحی" نفح اور نضح اعطی کے معنی میں ہیں: "لا تحصی فیحصی علیك" مال کو راہ مولیٰ میں روک کر مت رکھ۔ بخاری میں: "یحصی" معروف ہے اور فاعل لفظ جلالہ بھی مذکور ہے۔ احصاء کسی چیز کا تفصیل و اجمال کے ساتھ احاطہ کرنا اور اس میں ہلاکت ہے پس یہ اس فرشتے کی بددعا: "اعط کل ممسك تلفا" کے مطابق ہے۔ اس سے یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ بخیل کو ہلاکت مال کی سزا ملتی ہے اور اس سے مادہ رزق اور برکت اٹھالی جاتی ہے اور کل حساب میں مناقشہ بھی ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "من نوقش الحساب عذب" یہ تغلیظ و تنفیر کے لیے زیادہ مناسب ہے: "ولا توعی" جو تم سے بچے اسے محتاج سے مت روک: "فیوعی اللہ علیكِ" ① اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر سخت حساب لے کر بدلہ دیں گے۔ ② اپنے فضل و سخا کا رخ تم سے پھیر دیں گے۔ یہ روایت بھی معنوی اعتبار سے پہلی روایت کی طرح ہے اس سے بھی انفاق پر ابھارنا مقصود ہے۔ بخاری میں ایک اور روایت ان الفاظ سے مروی ہے: "لا تو کی فیو کی علیك" اور بعض روایت کے ہاں یہ الفاظ ہیں: "لا تحصی فیحصی اللہ علیك اور ایک حدیث میں اس طرح ہے: لا توعی فیوعی اللہ علیك النضحی ما استطعت" نفع اور نضع ایک معنی رکھتے ہیں (نووی)۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢٦٩٧٨) والبخاری (١٤٣٣) ومسلم (١٠٢٩) والنسائی (٢٥٥٠) وابن حبان (٣٢٠٩) وعبدالرزاق (٢٠٠٥٦) والطبرانی فی الکبیر (٣٣٧/٢٤) والبیهقی (١٨٦/٤)

الفرائد : ① مال میں برکت اڑا دینے والی چیز مال کو ختم ہونے کے خوف سے خرچ نہ کرنا ہے۔ ② جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتے وقت بے حساب دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عطاء کرتے وقت بے حساب دیتے ہیں۔

۞ ۞ ۞

٥٦٠ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ :"مَثَلُ الْبَخِیْلِ وَالْمُنْفِقِ کَمَثَلِ رَجُلَیْنِ عَلَیْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِیْدٍ مِّنْ ثُدِیِّهِمَا اِلٰی تَرَاقِیْهِمَا – فَاَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا یُنْفِقُ اِلَّا سَبَغَتْ اَوْ وَفَرَتْ عَلٰی جِلْدِهٖ حَتّٰی تُخْفِیَ بَنَانَهٗ وَتَعْفُوَ اَثَرَهٗ – وَاَمَّا الْبَخِیْلُ فَلَا یُرِیْدُ اَنْ یُّنْفِقَ شَیْئًا اِلَّا لَزِقَتْ کُلُّ حَلْقَةٍ مَکَانَهَا فَهُوَ یُوَسِّعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"وَالْجُنَّةُ" : اَلدِّرْعُ ، وَمَعْنَاهُ الْمُنْفِقُ کُلَّمَا اَنْفَقَ سَبَغَتْ وَطَالَتْ حَتّٰی تَجُرَّ وَرَآءَهٗ وَتُخْفِیَ

رِجْلَيْهِ وَاَثَرَ مَشْيِهٖ وَخُطُوَاتِهٖ۔

۵٦٠: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں جیسی ہے جن پر سینے سے لے کر ہنسلی تک دولوہے کی زرہیں ہیں۔ پس ان میں سے جو خرچ کرنے والا ہے وہ جب خرچ کرتا ہے تو زرہ اس کے جسم پر پوری آجاتی ہے یا اس کے چمڑے پر اتنی بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ اسکے پوروں کو چھپالیتی ہے اور وہ اسکے قدموں کے نشانات کو مٹادیتی ہے باقی رہا بخیل وہ اس میں سے کچھ بھی خرچ نہیں کرنا چاہتا تو زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر چمٹ جاتا ہے وہ اس کو وسیع کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ وسیع نہیں ہوتی۔ (بخاری ومسلم)

اَلْجُنَّةُ: زرہ۔ اس کا معنی یہ ہے جب خرچ کرنے والا خرچ کرتا ہے تو زرہ پوری اور لمبی ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کو پیچھے کھینچتی ہے اور اس کے دونوں پاؤں کے نشانات کو چھپا دیتی ہے۔

تشریح ۞ "مثل الخبیل والمنفق کمثل رجلین علیھما جبتان من حدید " مثل میم وثا مفتوح ہو۔ اس کا معنی حالت ہے۔ یہاں جبہ فرمایا زرہ کو جبہ نہیں کہتے اس سے اس طرف اشارہ کیا قبض وبخل جبلت انسانی ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا: "من یوق شیح نفسه الایه" سخاوت یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور توفیق ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عنایت کرتا ہے اور طوق پر ڈھال کو ترجیح دی کیونکہ اس میں انبساط اور انقباض ہوتا ہے۔ جیسا عنقریب آئے گا۔ من ثدیھما ثدی فلس کی طرح ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ لفظ مرد کے لیے بولا جاتا ہے۔ فقط مرد کے لیے: "تعندوة" بولتے ہیں (پستان): "منؔ" ابتدئیہ ہے: "الی تراقیھما" جمع ترقوۃ وہ ہڈی جو دونوں جانب سینے اور کندھے کی سرحد کے درمیان پائی جاتی ہے۔ بعض نے یہ کہا ہنسلی کی ہڈی فقط انسان میں ہوتی ہے: "سبغت" ڈھلیا اور دراز کرتا ہے: "اوفرت علی جلدہ حتی تخفی بنات" انگلی کے پوروں تک کو زرہ نے چھپالیا: "وتعفو اثرہ" اس کے نشانہاتے قدم کو چھپالیا وہ بھی ظاہر نہیں ہوتے:

النَّحْوُ: تعفو یہ تخفی پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے اور دونوں کی ضمیر جبہ کی طرف جاتی ہے۔ عفا کا لفظ لازم ومتعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں: " عفت الدیار ای درست ": "عفا ھاالریح " جب ہوا ان کو مٹاڈالے۔ اس حدیث میں متعدی ہے ابن حجرؒ کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ صدقہ خطایا کو اس طرح چھپا دیتا ہے جس طرح نشان ہائے قدم کو وہ کپڑا ڈھانپ لیتا ہے جس کو کپڑا پہننے والا زمین پر کھینچتا چلا جاتا ہے: "واما البخیل بزقت "مسلم کی روایت میں انقبضت ہے اور ایک روایت میں عضت 'سکڑنا' چمٹنا' کاٹنا: "کل حلقه مکا نھا" تینوں الفاظ کا حاصل ایک ہے مگر پہلے میں تنگی کی صورت کو ذکر کیا اور دوسرے میں سبب کو بیان کیا۔

"فھو یوسعھا" وہ خرچ کر کے اس کی وسعت چاہتا ہے مگر اس کا نفس بخل کرتا ہے اور اس کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

"ولاتتسع" کھلتا نہیں اس میں صدقہ کرنے والے کے ساتھ برکت' ستر عورت مصائب سے حفاظت کا وعدہ ہے لوہے کا جبہ صرف ستر کے کام ہی نہیں آتا ہے بلکہ آفات سے حفاظت کا کام بھی دیتا ہے یہ اسی طرح ہے جیسا حدیث میں فرمایا:

"الصدقة تدفع البلاء" اور بخیل کے لئے وہ جبہ اس کے برعکس کام کرتا ہے اس کے ستر کی حفاظت نہیں کرتا بلکہ ستر کو ظاہر کرتا اور مصائب کے تیروں کا وہ نشانہ بن جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ (مصابیح الجامع)

خطابی کہتے ہیں: یہ ایک مثال ہے جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل وسخی کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ ان دونوں کو ایسے دو آدمیوں سے تشبیہ دی ہے جن میں سے ہر ایک نے دشمن کے ہتھیاروں سے بچنے کے لیے ایک ایک زرہ اپنے سر پر ڈالی اور زرہ سر سے سینے تک پہلے ڈالتے ہیں تاکہ اس کی آستینوں میں اپنے ہاتھوں کو داخل کر سکے۔ پس سخی زرہ پوش کی طرح ہوا جس نے پوری زرہ پہنی وہ لٹک کر اس کے تمام جسم کو ڈھانپنے والی بن گئی اور بخیل کا حال اس شخص کی طرح بن گیا جس کی زرہ نے اس کے ہاتھوں کو گردن سے باندھ دیا۔ جب وہ اس کے پہننے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کی گردن پر اکٹھی ہو کر اس کی ہنسلی سے چمٹ جاتی ہے روایت میں: "قلصت" کا یہی مطلب ہے اکٹھا اور جمع ہونا۔

مثال کا مقصد یہ ہے کہ سخی جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کا سینہ کھل جاتا اور نفس میں پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ خوب خرچ کرتا ہے اور اس کے برعکس بخیل جب صدقے کا خیال کرتا ہے تو اس کا سینہ تنگ پڑ کر اس کے ہاتھ خرچ سے سکڑ جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "من یوق شع نفسه فاولئك هم المفلحون" مہلب کہتے ہیں حدیث کی مراد یہ ہے کہ سخی کی اللہ تعالیٰ دارین میں ستر پوشی فرمائیں گے اور بخیل کو رسوا کریں گے: "یعفو اثرة" کا مطلب گناہوں کا مٹانا ہے۔ مگر عیاض نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو مال کے نمو کو صدقہ سے اور بخیل کو اس کی ضد سے تعبیر فرمایا یہ اخبار نہیں (الشفاء) نووی نے ضمائر کے مراجع معنی کہہ کر ذکر کر دیے مگر مفہوم روایت سے سکوت اختیار کیا۔

تخریج: أخرجه أحمد (٧٤٨٨) والبخاري (١٤٤٣) ومسلم (١٠١٢) والنسائي (٢٥٤٦) وابن حبان (٣٣١٣) والحميدي (١٠٦٤) والبيهقي (١٨٦/٤)

الفرائد: سخی جب خرچ کرنے کا قصد کرتا ہے تو اس کا سینہ وسیع ہو جاتا ہے اور اسکے ہاتھ اس کی بات مانتے ہیں چنانچہ عطاء وبذل ہاتھ کھول دیتا ہے اور بخیل کا سینہ خرچ کے وقت تنگ ہو جاتا ہے اور نیک کاموں میں خرچ کرنے سے گھٹنے لگتا ہے۔

٥٦١ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ ، وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ ، فَاِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْفَلُوُّ" بِفَتْحِ الْفَآءِ وَضَمِّ اللَّامِ وَتَشْدِيْدِ الْوَاوِ وَيُقَالُ اَيْضًا بِكَسْرِ الْفَآءِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ وَتَخْفِيْفِ الْوَاوِ : وَهُوَ الْمُهْرُ۔

۵۶۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی پاکیزہ کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ تو پاکیزہ ہی کو قبول کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کر کے پھر اس کے مالک کے لئے اس کی تربیت کرتے ہیں۔ جس طرح کہ تم میں سے کوئی شخص

بچھیرے کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)
اَلْفُلُوُّ: بچھیرا۔

تشریح ❁ **من تصدق ' تمرہ عدل** عین کے کسرہ سے بوجھ اور فتحہ سے مثال کھجور جیسی مثال ہے یہ جمہور کا قول ہے فراء کہتے ہیں فتحہ کے ساتھ غیر جنس سے جو مثال دی جائے۔ ② کسری کے ساتھ جو جنس سے مثال دیں بعض نے کہا فتحہ سے مراد جو قیمت میں مماثل ہو کسرہ کے ساتھ حصے کو کہتے ہیں۔ صاحب کشاف کہتے ہیں دونوں معنی میں یکساں ہیں جیسا کہ مثل کا لفظ اور اس روایت میں اکثریت نے فتحہ سے اعراب لکھا ہے۔ مسلم کے الفاظ یہ ہیں: "**ماتصدق احد بصدقة**" "**من کسب طیب**" حلال کمائی جو دھوکے اور ملاوٹ سے پاک ہو۔

اَلنَّحْو: "**ولا یقبل ا للہ الا الطیب**" یہ جملہ معترضہ ماقبل کی تقریر کے لیے لایا گیا ہے اور بخاری کی روایت اس طرح ہے: "**ولا یصعدا لی اللہ الاالطیب**" قرطبی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ حرام کا صدقہ قبول نہیں کرتے کیونکہ وہ صدقہ کرنے والے کی ملکیت نہیں۔ اس پر تصرف ممنوع ہے اور صدقہ کرنا اس میں تصرف ہے اور اس کو قبول کرلیا جائے تو لازم آئے گا کہ ایک چیز ایک وجہ سے مامور بھی ہے اور ممنوع بھی حالانکہ یہ محال ہے: "**فان اللہ یقبلھا بیمینه**" مسلم کی روایت میں: "**الا اخذھا ا للہ بیمینه**" اور دوسری روایت میں: "**الا اخذ ھا الرحمان**" اور ایک روایت میں اخذ کی بجائے: "**فیقبضھا**" ہے اور بزاز کی عائشہؓ والی روایت میں: "**فتلقاہ الرحمان بیدہ**" یہ تمام روایات کا حاصل ایک ہے الفاظ کا معمولی فرق ہے: "**ثم یربیھا**" مسلم میں ثم کی بجائے فا ہے: "**کما یربی احد کم فلوہ**" ایک روایت میں: "**کمایربی احدکم مھرہ**" اور بزاز کی روایت میں "**مھرہ اووصیفه او فصیله**" کے الفاظ ہیں حاصل ایک ہے: "**حتی تکون مثل الجبل**" بڑھانے سے قلیل صدقہ پہاڑ جیسا بن جاتا ہے۔ ترمذی میں: "**حتی ان اللقمة لتصیر مثل احد**" ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ بڑھ جانے سے مراد یہ ہے کہ اس کی جامت بڑھائی جاتی ہے تاکہ میزان میں بوجھل ہو۔ ② اور کثرت ثواب کی تعبیر بھی ہو سکتی ہے۔ نووی کا رجحان اسی طرف ہے علامہ مازری کہتے ہیں اس قسم کی تعبیرات ان کے خطابات میں استعمال ہوتی تھیں۔ تاکہ وہ بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ قبولیت صدقہ کے لیے دائیں ہاتھ کو کنایۃ استعمال کیا اور اجر کے بڑھانے کے لیے تربیہ فلو کو کفایت کے طور پر لائے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں: جب پسندیدہ چیز کو دائیں ہاتھ میں لیا جاتا ہے تو استعارہ کے لیے دایاں ہاتھ لائے اور قبولیت کے لیے استعارہ کیا۔ اس سے کام والا ہاتھ مراد نہیں۔ بعض نے کہا قبولیت والی جہت کو یمین سے تعبیر کیا کیونکہ بایاں ہاتھ عدم قبولیت کے لیے آتا ہے۔ بعض نے کہا یمین سے دینے والے کا ہاتھ مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی اضافت بادشاہ والی اضافت ہے اور اس صدقہ کے دائیں ہاتھ میں رکھنے کا مطلب اللہ تعالیٰ کے لیے لینا ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد جلد قبولیت بعض نے کہا اس کا حسن مراد ہے۔ زین ابن المنیر کہتے ہیں۔ یہ رضامندی اور قبولیت کو دائیں ہاتھ کے ساتھ لینے سے کفایہ کیا تاکہ عقلی باتیں ذہنوں میں پختہ ہو جائیں اور نفوس میں محسوسات کی طرح ثابت ہو جائیں۔ یعنی تمہیں قبولیت میں اس طرح شک نہ رہے جس طرح دائیں ہاتھ میں پکڑنے والی چیز کا معائنہ کرنے والا اس چیز میں شک نہیں کر سکتا' یہ مطلب نہیں کہ یہ کہنا کچھ انسانی مقررہ طرز کا ہے اور نہ ہی یہ مراد ہے کہ جس چیز کو لیا گیا ہے وہ جارحہ ہے۔

امام ترمذی کہتے ہیں ہمیں ان احادیث پر یقین ہے۔ مگر ان میں تشبیہ کا وہم بھی نہیں اور نہ ہی ہم کیفیت دریافت کرنے والے ہیں۔ یہ بات امام مالک اور ابن مبارک سے مروی ہے فرقہ جہمیہ نے ان روایات کا سرے سے انکار کر دیا۔ (ترمذی):
"فلو" بچھڑا اس کا نام رکھنے کی وجہ: "فلیٰ من امه" وہ مال سے الگ ہوا ہر کھر والے جانور کو فلو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا بڑھنا کے طور پر نظر آتا ہے کیونکہ صدقہ عمل کا نتیجہ ہے بچہ دودھ چھڑانے کے وقت تربیت کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ جب اس کی طرف توجہ رکھی جائے تو وہ کمال کی حد تک پہنچتا ہے اور اسی طرح ابن آدم کا عمل خاص طور پر صدقہ جب بندہ صدقہ کرتا ہے اور پاکیزہ کمائی سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم پڑتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس میں اس قدر اضافہ ہوتا ہے کہ جو نسبت کھجور کو پہاڑ سے ہے جیسے کھجور بڑھ کر برابر ہو جائے۔

تخریج : أخرجه البخاری (١٤١٠) ومسلم (١٠١٤) والترمذی (٦٦١) والنسائی (٢٥٢٤) وابن ماجه (١٨٤٢) والحمیدی (١١٥٤) ومالك (١٨٧٤) وابن حبان (٢٧٠) والبیهقی (ص/٣٢٨) وأحمد (٣/٧٦٣٨) وابن خزیمة ص/(٧١) وفی صحیحه (٢٤٢٦)

الفرائد : اخلاص سے دیا جانے والا صدقہ میزان میں پہاڑوں سے بڑھ جائے گا۔ پاکیزہ مال کا صدقہ بذات خود اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت بخشتے ہیں۔

٥٦٢ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَا رَجُلٌ يَّمْشِيْ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِيْ سَحَابَةٍ: اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحّٰى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَآءَهٗ فِيْ حَرَّةٍ فَاِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَآءَ كُلَّهٗ فَتَتَبَّعَ الْمَآءَ فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِيْ حَدِيْقَتِهٖ يُحَوِّلُ الْمَآءَ بِمِسْحَاتِهٖ فَقَالَ لَهٗ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا اسْمُكَ؟ قَالَ فُلَانٌ لِلِاسْمِ الَّذِيْ سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهٗ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ لِمَ تَسْاَلُنِيْ عَنِ اسْمِيْ؟ فَقَالَ: اِنِّيْ سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِيْ هٰذَا مَآءُهٗ يَقُوْلُ: اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيْهَا؟ فَقَالَ: اَمَّا اِذْ قُلْتَ هٰذَا فَاِنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ وَاٰكُلُ اَنَا وَعِيَالِيْ ثُلُثًا وَّاَرُدُّ فِيْهَا ثُلُثَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْحَرَّةُ" اَلْاَرْضُ الْمُلْبَسَةُ حِجَارَةً سَوْدَآءَ۔ "وَالشَّرْجَةُ" بِفَتْحِ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَاِسْكَانِ الرَّآءِ وَبِالْجِيْمِ: هِيَ مَسِيْلُ الْمَآءِ۔

۵۶۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی صحرا میں جارہا تھا اس نے ایک بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغیچے کو تو سیراب کر۔ وہ بادل علیحدہ ہوا اور ایک پتھریلی زمین میں اپنا پانی برسایا۔ پھر ایک نالے نے ان نالوں میں سے اس سارے پانی کو جمع کیا۔ یہ شخص اس پانی کے پیچھے چل دیا پس اچانک اس نے ایک آدمی کو اپنے باغ میں کھڑے دیکھا جو پانی کو اپنے کدال سے اپنے باغ میں لگا رہا تھا اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہاں فلاں۔ نام وہی تھا جو اس نے بادل سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ

اے اللہ کے بندے تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اس نے کہا میں نے بادل میں ایک آواز سنی جس بادل کا یہ پانی ہے کہ تو فلاں شخص کے باغ کو سیراب کردے جو تیرا ہی نام ہے۔ تُو بتلا اس میں کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا اب جب تُو نے یہ کہا۔ تو میں بتاتا ہوں کہ میں جو کچھ اس کی آمدنی ہے اس کو دیکھتا ہوں اور اس کے تیسرے حصے کو صدقہ کردیتا ہوں اور میں اور میرے گھر والے تیسرا حصہ کھاتے ہیں اور تیسرا حصہ باغ میں دوبارہ لگا دیتا ہوں۔

اَلْحَرَّۃُ: سیاہ پتھروں والی زمین۔

الشَّرْجَۃُ: پانی کا نام۔

تشریح ۞ بین مارجل یمشی بفلاۃ من الارض بین کے ساتھ ما زائد ہے۔ بعد والا جملہ مستانفہ ہے: فلاۃ وہ زمین جس میں پانی نہ ہو اس کی جمع فلا ہے جیسے: "حصاۃ وحصیً"، جمع الجمع افلاء جیسے سبب واسباب (المصباح) مِن بیانیہ ہے گویا فلاۃ کی وضاحت ہے: "فسمع صوتا" شاید رعد فرشتہ موکل سحاب کی آواز تھی: "فی سحابۃ" اس کو سحاب کہنے کی وجہ ہواء کا کھنچنا اور کھسکنا ہے۔ اس کی جمع سحاب اور جمع الجمع سحب ہے: "اسق حدیقہ فلان" حدیقہ فعیلہ بمعنی مفعولہ ہے جس باغ کے گرد دیوار ہو دیوار کے احاطہ کی وجہ سے حدیقہ کہتے ہیں پھر ہر باغ پر بولا جانے لگا۔ خواہ دیوار نہ بھی ہو۔ جمع حوائط۔ اب پارک پر بھی بولا جاتا ہے: "فتنحیٰ ذلك السحاب مشار الیہ کی عظمت کی وجہ سے: "ذلك" بول دیا جیسا اس آیت میں: "ذلك الکتاب" الایہ۔ ② بادل کو فہم ملا پھر اس سے حکم کی پیروی کی۔ ③ تکوینی حکم تھا: "فتنحیٰ" کی فا اشارہ کررہی ہے کہ اس بادل نے تعمیل میں ذرا دیر نہ کی اور نہ سستی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "انما قولنا لشئی اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون" "فافرغ ماء ہ فی حرۃ" ماء کی اضافت بادل کی طرف ادنیٰ ملابست کی وجہ سے ہے: "حرہ" سیاہ پتھروں والی زمین جمع حرار جیسے کلاب آتی ہے فعل معروف ہے اور ضمیر فاعل کی سحاب کی طرف ہو تو اسناد مجازی ہے: "فاذاشرجہ من تلك الشراج" شرج جمع شراج۔ پانی کا نالا: "متتبع الماء" آواز سننے والا آدمی پانی کے پیچھے چل دیا۔

اَلنَّحْوُ: "فاذارجل قائم فی حدیقتہ" فی حدیقتہ یہ دوسری خبر ہے۔ ② خبر کی ضمیر سے حال ہو۔ ③ ظرف لغو اقائم سے متعلق ہو۔

"یا عبد اللہ" اس کو اس وصف سے آواز دی جو ہر انسان کی حقیقت ہے قرآن مجید میں فرمایا: "ان کل من فی السمٰوت والارض الاآتی الرحمان عبدًا" الایہ: "ما اسمك" جو نام تم پر بولا جاتا ہے۔ ② جس نام سے تیری پہچان ہوتی ہے یا صفت ممیزہ وغیرہ۔

"قال فلان": یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے اور فلان کفایہ ہے مبہم انسان سے۔

"للاسم الذی سمع" یہ فلان سے حال ہے: "ای موافقًا للاسم" سمع کے ساتھ ضمیر مفعول محذوف ہے وہی نام جو اس سے بادل میں اس کا سنا تھا۔

"ولم تسألنی" واؤ عاطفہ ہے اور جملہ مقدر ہے: "ای احبتك عن ستوالك واسالك "لم لام جارہ کی وجہ سے ما کا الف حذف کردیا جیسے: "عمّ یتساء لون" ویم یرجع المرسلون" الایہ السحاب الف لام عہد ذہنی کا ہے وہ بادل

مراد ہے جس سے اس نے آواز سنی تھی۔جنس کا بھی ہوسکتا ہے: "یقول اسق" یہ جملہ صوت سے محل حال میں واقع ہے اور مضاف محذوف ہے: "ای ذاصوت" اسق ہمزہ وصل ہے سقاہ واقساہ دونوں طرح مستعمل ہے: "فما تصنع فیھا"؟ خصوصی عنایت الہیہ کے متوجہ ہونے اور خوبصورت مقبول عمل کی دریافت کے متعلق سوال ہے: "اما اذا قلت ھذا" امّا شرط کے معنی کوشامل ہے میں تمہیں وہ عمل بتلائے دیتا ہوں جس کی وجہ سے تو نے وہ سنا جس نے تمہیں سوال پر آمادہ کیا اور جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فضل میری طرف متوجہ ہوا۔

انظر الی مایخرج منھا فاتصدق بثلثہ تمام غلہ اور پھل کا ثلث میں قرب الٰہی کے لیے صرف کرتا ہوں ورنہ ہماری شریعت میں عشر یا نصف عشر ہے (ممکن ہے شرائع ادنی میں زیادہ خرچ کرنا ہو): "و آکل اناوعیالی ثلثا" تہائی میں اور میرے بیوی بچے کھاتے ہیں: "وردو فیھا ثلثا" تیسرا ثلث زمین پر لگا دیتا ہوں۔

تخریج: أخرجه مسلم (۲۹۸۴)

الفوائد: مساکین، مسافر پر صرف ہونے والے صدقے کی بارگاہ الٰہی میں قدر و قیمت۔

۶۱: بَاب النَّهي عَنِ الْبُخْلِ وَالشُّحِّ

بَاب: بخل کی ممانعت

البخل والشح "بخل وبخل بخل اسم ہے۔(المصباح) شرعی طور پر بخل واجب کو روک لینا۔عرب کے ہاں بخل۔ سائل سے وہ چیز روک لینا جو اس کے ہاں افضل ہو: "الشح" شدید بخل۔ ② بعض نے کہا بخل مع العرص۔ ③ بعض نے کہا بخل انفرادی امور میں اور الشح عام ہے۔ ④ بخل مال کے ساتھ خاص ہے اور شح مال و معروف کے لیے آتا ہے۔ ⑤ الشح ایسی چیز کی حرص جو اس کے پاس نہ ہو اور بخل اس چیز کو روکنا جو اس کے پاس موجود ہو۔(نووی): "شح یشح شحا فھو شحیح الشح یہ اسم ہے عطف میں تغایر لفظ پر اکتفاء کیا جاتا ہے مثلاً: "انما اشکو ثبی وحزنی الی اللہ"

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗ اِذَا تَرَدّٰى﴾ [اللّيل: ۱۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"پھر جس نے بخل کیا اور بے پرواہی اختیار کی اور بھلی بات کو جھٹلا دیا ہم اس کے لئے تنگی کا سامان مہیا کریں گے اور اس کا مال اس کو کام نہ دے گا جب وہ ہلاک ہوگا"۔ (اللیل)

بخل: یعنی بھلائی میں صرف کرنے سے باز رہا: "استغنیٰ" عقبیٰ آخرت سے بے پروائی اختیار کی اور دنیا کی طرف متوجہ رہا: "وکزب بالحسنیٰ مسنیرہ" پس عنقریب اسے عسریٰ کی طرف آہستہ آہستہ لے جائیں گے یعنی خصلت کو اس کے لیے

آسان کردیں گے جو آخرت میں شدت تک پہچانے والی ہے اور وہ اعمال سیئہ ہیں اسی لئے تو علماء نے کہا نیکی کا ایک ثواب اس کے بعد نیکی کا میسر آنا ہے اور برائی کی سزا اس کے بعد برائی کرنا ہے: "اذا تردی" اس کا مال کام نہ آئے گا جب وہ ہلاک ہوا اور جہنم میں جا گرا۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [التغابن:١٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"جو آدمی نفس کے بخل سے بچالیا گیا پس وہ وہی کامیاب ہے"۔ (التغابن)

"مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ" جو شخص اس شدید حرص سے بچا جو ارتکاب محارم پر آمادہ کرتی ہے اور جن چیزوں کی ادائیگی اس پر واجب ہے ان سے ہاتھ کو روک لیا۔ ابن عطیہ کہتے ہیں نفس کا بخل ایک ایسا فقر ہے جس کو مال کی غناء دور نہیں کر سکتی بلکہ اس میں اضافہ کر کے اس سے دکھ پہنچاتی ہے ابن جبیر وغیرہ کہتے ہیں جس نے ممنوعات میں سے کوئی چیز استعمال نہ کی اور فرض زکوٰۃ سے نہ روکا وہ بخل سے بری الزمہ ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں۔ نفس کا بخل یہ ہے کہ ناجائز ذرائع سے لوگوں کا مال کھایا جائے باقت انسان کا اپنے مال سے لوگوں کو روک لینا ہے یہ بخل تو ہے اور وہ بھی برا ہے لیکن وہ شح میں شامل نہیں۔

"فاولئك هم المفلحون" وہ اپنی تمناؤں کو پانے والے ہیں اس سے متعلقہ روایات باب الثناء علی الکرم میں گزر چکیں جب کرم کی تعریف کردی تو اس کے عکس کی مذمت خود ہوگئی۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَتَقَدَّمَتْ جُمْلَةٌ مِنْهَا فِي الْبَابِ السَّابِقِ۔

احادیث تمام سابقہ باب میں گزری۔

٥٦٣ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : "اتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَآءَ هُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۶۳: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے اور بخل سے بچو۔ بخل نے تم سے پہلوں کو ہلاک کیا اور ان کو خون بہانے اور حرام کو حلال قرار دینے پر آمادہ کیا"۔ (مسلم)

تشریح ۞ اتقوا الظلم" ظلم سے بچنے کے لیے انصاف کو ڈھال بناؤ۔ ظلم دوسرے کے حق میں غیر شرعی طریقے پر تصرف کرنا۔ بعض نے کہا کسی چیز کو اس کے مقام سے ہٹا کر دوسرے مقام پر رکھ دینا: "فان الظلم ظلمات" دنیا میں ظلم کل قیامت کے دن اندھیرے کی صورت میں ہوگا۔ اس کو حقیقت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ آخرت میں ظلم بن جائے گا: "واتقوا الشح فان الشح اھلك من كان قبلكم" اس میں بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے: "حملهم على ان سيفكو اد ما ء هم" یعنی انہوں نے خون بہائے اور ایک دوسرے کو قتل کیا جیسا اس آیت میں: "واذاخذنا ميثا قكم

لا تسفکون دماء کم" مفسرین کہتے ہیں سفک دم کا مطلب ایک دوسرے کے قتل سے باز رہنا ہے: "واستعلو امحارمهم" ان پر چربی وغیرہ حرام تھی اس کو فروخت کیا اور مچھلی پکڑنے کے لیے گڑھے کھودے تا کہ ہفتے کے دن مچھلی ان میں داخل ہو جائے اگلے روز اس کو شکار کر کے فروخت کر لیں ان سب باتوں میں شح (حرص شدید) نے مبتلا کیا۔ باب التحریم الظلم میں تشریح دیکھ لی جائے۔

تخریج: أخرجه مسلم (۲۵۷۸)

الفرائد: ظلم جس نوع کا ہو چھوٹا ہو یا بڑا اس کا انجام بہت برا ہے۔ بخل اور خون بہانا اور محرمات کو حلال قرار دینا بدترین انجام کا باعث ہے۔

۶۲: بَابُ الْإِيْثَارِ وَالْمُوَاسَاةِ

باب: ایثار و ہمدردی

ایثار: یہ اثر یوثر کا مصدر ہے: "المواساة" یہ تواسی سے باب مفاعلہ ہے۔ عرب کہتے ہیں: "اساہ بمالہ لواساۃ" اس سے حاصل کیا اور اس میں ایک طریقہ مقرر کر دیا اور یہ مناسب گزر اوقات میں ہی ہو سکتا ہے۔ اگر وہ احسان کے طور پر ہو تو مواسات نہ بنے گا۔ (القاموس): "واسامواساة" یہ درست لغت نہیں ہے (القاموس)۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [الحشر:۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اور وہ دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو خود بھوک ہو"۔ (الحشر)

"یُؤْثِرُوْنَ" مقدم کرتے ہیں یعنی انصار و مہاجرین: "علی انفسهم" ان اموال میں جو ان کے پاس ہیں: "ولو کان بهم خصاصه" خواہ اس چیز کی ضرورت ہو جو ان کے پاس ہے۔ یہ آیت انصاری صحابی کے سلسلہ میں اتری۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾ [الانسان:۸] اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَاتِ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں" (الانسان)...... آیات کے آخر تک۔

بہتر یہ ہے کہ طعام کی طرف ضمیر کا مرجع ہو تا کہ اس آیت مبارکہ کے مطابق ہو: "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" کیونکہ لوجہ اللہ کے الفاظ: "حب اللہ" کی طرف ضمیر لوٹانے سے بے نیاز کرنے والے ہیں: "مسکینا ویتما واسیرا" وہ مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں خواہ وہ اہل شرک ہی سے کیوں نہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے بدر کے دن قیدیوں کے اکرام کا حکم فرمایا حالانکہ قیدی تمام مشرک تھے، مسلمان قیدی تو اس میں بدرجہ اولیٰ داخل و شامل ہوگا اور وہی یہاں

مراد ہیں۔

"انما نطعمکم لوجه الله" ① وہ زبان حال سے ان کو کہہ رہے ہوتے ہیں۔ ② زبان قال سے فقراء کو کہتے ہیں یہ صدقہ ہے طلب بدلہ کے لئے تمہیں نہیں دے رہے۔ بلکہ خالص اس کی رضامندی کے لئے کھلا رہے ہیں اس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہیں۔

لا نرید منکم جزاء ولا شکورا یہ شکور:

اَلنَّحْوُ: قعود کی طرح مصدر ہے اور یہ جملہ نطعم فعل سے جملہ حالیہ ہے: "انا نخاف من ربنا" ہمیں اپنے رب کا ڈر ہے: یہ جملہ مستانفہ تعلیلیہ ہے: "یوماً عبوساً قمطریرا" یوما مفعول بہ ہے: "عبوس الاسد العبوس" سے لیا گیا جو سخت حملہ کرنے والا اور نقصان پہنچانے والا ہو یعنی وہ دن بڑا سخت ہوگا۔ ② یہ شدید العبوس ہوگا یعنی: "عبو سافیه اهله" اس دن میں موجود لوگ ترش رو ہونگے تو دن کو مجازاً عبوس کہا گیا۔: "قمطریر" شدید ترشروئی عکرمہ کا قول ہے کہ کافر اس قدر ترشروئی اختیار کرے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں سے تارکول کی طرح پسینہ جاری ہو جائے گا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں عبوس تنگی: "قمطریر" طویل و دراز معنی یہ ہوگا وہ طویل و دراز عرصہ تک تنگی میں مبتلا رہیں گے: "وجزاهم بما صبروا" یہ عنایت ان کے اس عمل کا بدلہ ہے کہ انہوں نے فرائض ادا کیے اور شہوات کو ترک کر دیا: "جنه وحریرا الایه" ان کو جنت دی جائے گی اور پہننے کو ریشم ملے گا ان آیات میں ایثار و مواسات کا تذکرہ ہے۔

٥٦٤ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ : اِنِّیْ مَجْهُوْدٌ فَاَرْسَلَ اِلٰی بَعْضِ نِسَآئِهٖ فَقَالَتْ : وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلَّا مَآءٌ ، ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی اُخْرٰی فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ ، حَتّٰی قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذٰلِكَ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلَّا مَآءٌ – فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : "مَنْ یُّضِیْفُ هٰذَا اللَّیْلَةَ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ : اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰی رَحْلِهٖ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ : اَكْرِمِیْ ضَیْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ : هَلْ عِنْدَكِ شَیْءٌ؟ قَالَتْ : لَا ، اِلَّا قُوْتَ صِبْیَانِیْ – قَالَ : فَعَلِّلِیْهِمْ بِشَیْءٍ وَاِذَا اَرَادُوا الْعَشَآءَ فَنَوِّمِیْهِمْ وَاِذَا دَخَلَ ضَیْفُنَا فَاَطْفِیءِ السِّرَاجَ وَاَرِیْهِ اَنَّا نَاْكُلُ فَقَعَدُوْا وَاَكَلَ الضَّیْفُ وَبَاتَا طَاوِیَیْنِ ، فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ : لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِیْعِكُمَا بِضَیْفِكُمَا اللَّیْلَةَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۵۶۴: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں بھوک سے نڈھال ہوں۔ پس آپؐ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کے ہاں پیغام بھیجا' انہوں نے جواب دیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ آپؐ نے دوسری بیوی کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے بھی اسی طرح کا جواب دیا۔ یہاں تک کہ تمام نے اسی طرح کا جواب دیا کہ جس ذات نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس پانی کے سوا اور کچھ نہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا اس مہمان کی آج مہمانی کون کرے گا؟ ایک

انصاری نے کہا میں یارسول اللہ! پس وہ اس کو لے کر اپنے گھر گیا اور اپنی بیوی کو کہا رسول اللہؐ کے مہمان کا اکرام کرنا اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی بیوی کو کہا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا کچھ نہیں سوائے میرے بچوں کی خوراک کے۔ اس نے کہا ان کو کسی چیز سے بہلاؤ جب وہ رات کا کھانا مانگیں پھر ان کو سلا دو۔ جب ہمارا مہمان داخل ہو تو دِیا گل کر دینا اور ظاہر یہ کرنا کہ ہم بھی کھانا کھا رہے ہیں۔ پس وہ بیٹھ گئے۔ مہمانوں نے کھانا کھا لیا اور ان دونوں نے بھوکے رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور وہ نبی اکرمؐ کے پاس حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے مہمان کے ساتھ اس سلوک پر بہت خوش ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ جاء رجل شیخ زکریا کہتے ہیں یہ خود ابو ہریرہؓ ہیں ابن عطیہ کہتے ہیں یہ آنے والے مہاجری ہیں ابو ہریرہؓ نے نام نہیں لیا شاید یہ خود مراد ہیں: "**مجھود**" مجھے مشقت نے آلیا ہے۔ تنگدستی اور بھوک اور بدحالی نے گھیر لیا ہے: "**فارسل الی بعض ازواجه**" شاید ان کے ہاں سے شروع اس لئے فرمایا اس کے ہاں وہ چیز ملنے کی امید تھی جس سے اس آدمی کی ضرورت پوری ہو سکتی تھی۔ ② ان کا حجرہ سب سے قریب تر ہوگا: "**فقالت و الذی بعثك بالحق**" جن زوجہ محترمہ کو پیغام بھیجا گیا تھا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق والا بنا کر بھیجا یا اس حال میں بھیجا کہ آپ حق لے کر آئے: "**ماعندی الاماء**" میرے پاس کھانے والی کوئی چیز نہیں پس یہ مستثنیٰ مفرغ ہے: "**ثم ارسل الی اخری مقالت مثل ذلك**" دوسرے نے بھی وہی بات کہی: "**حتی قلن کلهن مثل ذلك**" کلہن یہ ماقبل ضمیر کی تاکید ہے قلن کا فاعل نہیں البتہ: "**اکلونی البراغیث**" کے محاورے کے مطابق بن سکتا ہے۔ یہ روایت بالمعنی ہے: "**لا**" یہ لا نافیہ ہے بعد والے جملے کی نفی کرتا ہے: "**ای لا اجد له ماطلبت**" اور: "**والذی بعثك بالحق**" یہ جملہ اس بات کی تاکید کے لیے لایا گیا ہے کہ اس کے پاس مہمان کو کھلانے کے لیے مطلوبہ چیز نہیں ہے فقط پانی موجود ہے: "**فقال من یضیف هذا اللیله**" یضیف باب افعال سے ہے: "**هذا**" کا مشار الیہ وہ تنگدست آدمی ہے: "**اللیلة**" یہ فرضیت کی وجہ سے منصوب ہے مطلب یہ ہے آپ نے فرمایا اس آدمی کی آج رات کون مہمانی کرے گا: "**فقال رجل من الانصار**" مسلم نے ابوطلحہ نام بھی ذکر کیا ہے بعض نے ثابت بن قیس بن شماس بعض نے عبداللہ بن رواحہ کہا (التوشیح لسیوطی) کتاب مکی میں ہے کہ یہ ابوطلحہ ہیں (کذا ذکرہ ابن عطیہ) متوکل نے ثابت بن قیس کہا مہدوی نے خلط ملط کر دیا (ابن عطیہ) مسلم کی طرف اس نقل کی نسبت کہ انہوں نے ابو طلحہ لکھا ہے عجیب ہے: "**انا یا رسو لاللّٰه**" انا مبتداء اور فعل اس کی خبر محذوف جو سوال سے معلوم ہو رہی ہے: "**رحله**" سے مراد مکان ہے۔ رحل کا لفظ اصل میں رحل الشخص ماٌ واہ سے لیا گیا یہ مقیم کے لئے استعمال ہوتا تھا پھر مسافر کے سامان کے لیے استعمال ہونے لگا کیونکہ وہاں اس کا پڑاؤ ہوتا ہے: "**فقال لامراته**" اگر یہ ابوطلحہ ہیں تو امراۃ سے ام سلیم مراد ہیں: "**اکرمی ضیف رسول اللّٰهﷺ**" یہ مہمان آپ کے ہاں آیا آپ کے گھروں میں اس کی ضیافت کے لیے کوئی چیز نہ تھی۔

مسئلہ: اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کی عزت دراصل اس کے میزبان کی عزت ہے۔

مسلم کی روایت: فا کے ساتھ ہے جس کا عطف فانطلق پر ہے: **فقال رجل من الانصار فقال انا یارسول اللّٰه فانطلق به الی رحله فقال**" کہ وہ سے گھر لے گیا اور اپنے گھر والوں سے کہا: "**هل عندك شئی**" یہ الفاظ اس روایت میں اکرمی کی جگہ ہیں شاید اس نے پہلے پوچھا جب اس نے بتلا دیا: "**قالت لا الاقوت جبانی**" یعنی میرے پاس کوئی

چیز نہیں سوائے بچوں کی خوراک کے۔ یہ اسی مقدار سے استثناء ہے تو اس وقت اس نے کہا اکرمی۔ کہ مہمان رسول کا اکرام کرو:
"قال فعلليهم بشئی" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو کھانے کی اتنی ضرورت نہ تھی کہ جس کے نہ ہونے سے انکو نقصان پہنچے۔ البتہ کھانے کے لیے جیسے بطور عادت مانگتے ہیں یہی نوعیت تھے اس لئے کہ اگر بھوک کو نقصان دینے والی حالت ہوتی تو ان کو کھلانا مہمان سے پہلے واجب تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کی تعریف فرمائی تو اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے کوئی فرض ترک نہیں کیا بلکہ اچھا اور خوب تر کام کیا یہ نووی کا قول ہے۔ اس مفہوم قوت صبیانی سے مراد وہ خوراک ہوگی جس کے بچے عادت کے طور پر دلدادہ ہوتے ہیں اور بلا حاجت شدیدہ مانگتے ہیں تو مجاز بن جائے گا۔
واذا ارادوا العشاء فنومیهم" تاکہ وہ مہمان کو کھانا کھاتے وقت تنگی میں نہ ڈالیں اور وہ اپنی ضرورت پوری نہ کر سکے:
"واذادخل ضیفنافاطفئی اسراج" ہمزہ وصلی ہو تو اطفئی اور قطعی ہو تو اطفئی۔ یہ بجھانے کا معنی دیتا ہے: "واریه انانا کل" یہ اس بات سے کنایہ ہے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہنا اور منہ سے چبانے کا عمل ظاہر کرنا یہ بناوٹ نہیں بلکہ مہمان کی خاطر ایثار و مروّت ہے تاکہ وہ سیر ہو کر اطمئنان سے کھالے: "فقعدوا" مہمان اور انصاری اور ان کے گھر والے بیٹھ گئے:
"طاویین" انہوں نے نہ کھایا تھا بلکہ ان کے پیٹ خالی تھے۔
اَلنَّحو: بلکہ جملے میں عطف حالیت کا احتمال ہے: "فلما اصبح غدا علی النبی ﷺ جب صبح کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری دی: "فقال لقد عجب الله من ضیع بضیفکما اللیلة" قاضی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے تعجب کا معنی اس چیز سے راضی ہونا ہے۔ بعض نے کہا ثواب دینا مراد ہے۔ بعض نے کہا عظمت دینا۔ کبھی ملائکہ کا تعجب کرنا مراد ہوتا ہے اور تشریف کے لیے اس کی طرف نسبت کردی جاتی ہے۔

تخریج: أخرجه البخاری (۳۷۹۸) ومسلم (۲۰۵٤) والنسائی (٦/١١٥٨٢) والترمذی (۳۳۰٤) وابن حبان (٥٢٨٦) والواحدی (ص/۲۸۱) والبیقهی (٤/١٨٥)

الفرائد: مواسات میں مقتداء کو پہل کرنی چاہئے' اکرام مہمان میں حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے مشکل حالات میں ہمدردی مسلمان کا فریضہ ہے' انصاری اور اس کی زوجہ محترمہ کا بارگاہ الٰہی میں منقبت ظاہر ہوتی ہے۔

٥٦٥ : وَعَنهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "طَعَامُ الاِثنَینِ کَافِی الثَّلَاثَةِ ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ کَافِی الاَربَعَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَیهِ - وَفِی رِوَایَةٍ لِمُسلِمٍ عَن جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "طَعَامُ الوَاحِدِ یَکفِی الاِثنَینِ وَطَعَامُ الاِثنَینِ یَکفِی الاَربَعَةَ وَطَعَامُ الاَربَعَةِ یَکفِی الثَّمَانِیَةَ۔

۵۶۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کا کھانا تین کے لئے کافی ہے اور تین کا کھانا چار کے لئے کافی ہے۔ (بخاری و مسلم)
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک کا کھانا دو کے لئے کافی ہے اور دو کا کھانا چار کے لئے کافی ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لئے کافی ہے"۔
تشریح ❁ "طعام الاثنین کافی الثلاثه وطعام لثلاثة کافی الاربعة:: مہلب کہتے ہیں اس حدیث کا مقصد

مکارم اخلاق کی تاکید اور کفایت پر قناعت سکھلانا ہے کفایت کی کسی مقدار پر پابند کرنا نہیں اس سے مراد ہمدردی ہے یہ مناسب ہے کہ دو آدمی تیسرے کو اپنے کھانے میں شامل کر لیں اور تین چوتھے کو ماحضر کی مناسبت کا خیال رہے طبرانی کی روایت میں اس کی علت کی طرف راہنمائی ملتی ہے: "کلوا جمیعا ولا تفرقوا فان طعام الواحد یکفی الاثنین" اس سے یہ بات معلوم ہوتی کہ اجتماع کی برکت سے کفایت حاصل ہوگی اور اجتماع کے بڑھنے سے برکت بڑھتی ہے۔

ابن المنذر رکہتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانے کو مل کر کھانا مستحب ہے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اکیلے اور تنہا کھا لینے میں قباحت نہیں۔ ① اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہمدردی سے برکت تمام حاضرین کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کے جو کچھ پاس ہو اس کے پیش کر دینے میں شرم نہ کرے اس لئے کہ بسا اوقات اس سے کفایت حاصل ہو جاتی ہے (ابن المنذر): "طعام الاثنین" یہ اگرچہ بظاہر اخبر ہے مگر امر کے معنی میں ہے: "ای اطعموا طعام الاثنین بین الثلاثة" ② یہ تنبیہ ہے دو کا کھانا تین کے لئے کافی ہو جائے گا اور یہ خبر اس لئے دے دی تاکہ آدمی گھبراہٹ کا شکار نہ ہو۔ پہلا قول راجح ہے کیونکہ دوسرا قول تو جانا پہچانا ہے: "فلاحاجة للبسیان (مالی شیخ عز بن عبدالسلام) نسائی وغیرہ نے جابرؓ سے روایت نقل کی ہے مسلم نے بھی انہی الفاظ سے روایت کیا ہے اس روایت کو دیکھ کر کوئی آدمی یہ نتیجہ نہ نکالے کہ ایک کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہے وہ اس طرح کہ مکررات کو ساقط کر دے اور مذکور شکل سے نتیجہ نکال لے یہ نتیجہ اس لئے غلط ہے کہ کلیت کبری کے نتیجہ دینے کی شرط یہاں مفقود ہوگئی۔

تخریج: بخاری، مسلم عن ابی ہریرہ، ومسلم واحمد وترمذی، نسائی من جابر، احمد ۱۵۱۰۰۶/۵، ابن ماجہ، ابن حبان ۵۲۳۷، ابن ابی شیبہ ۳۶۲/۸۔

الفوائد: اجتماع کی برکت سے کفایت پیدا ہوتی ہے۔ آدمی کو معمولی چیز پیش کرنے میں پس و پیش نہ چاہئے۔

۵۶۶: وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ مَّعَ النَّبِیِّ ﷺ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَةٍ لَّهٗ فَجَعَلَ یَصْرِفُ بَصَرَهٗ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ کَانَ مَعَهٗ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْیَعُدْ بِهٖ عَلٰی مَنْ لَّا ظَهْرَ لَهٗ، وَمَنْ کَانَ لَهٗ فَضْلٌ مِّنْ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِهٖ عَلٰی مَنْ لَّا زَادَ لَهٗ" فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَکَرَ حَتّٰی رَاَیْنَا اَنَّهٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۶۶: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ اچانک ایک آدمی اپنی سواری پر سوار ہو کر آیا اور اپنی نگاہ دائیں بائیں گھمانے لگا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس زائد سواری ہو اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس بچا ہوا توشہ ہو پس وہ اس کو زاد راہ دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو پھر آپؐ نے مال کی مختلف اقسام کا جتنا تذکرہ فرمانا تھا کر دیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ زائد چیز میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ راحلہ لہ اونٹ نر و مادہ جو سواری کے لیے استعمال ہو۔ بعض نے اس اونٹنی کے ساتھ خاص کیا ہے

جو کجاوے کے لائق ہو۔ یہ ظرف ہے اور صفت فاعل کے مقام میں مستعمل ہے: "لہ" یہ راحلہ کی صفت ہے۔
فجعل يصرف بصره يمينا وشمالا وہ دائیں بائیں یہ دیکھنے کے لئے نگاہ دوڑانے لگا کہ کوئی شخص اس کی ضرورت پوری کرنے والا میسر ہو: "**معه فضل ظهر**" ضرورت سے زائد سواری ہو یہاں صفت کی اضافت موصوف کی طرف کی گئی ہے: "**ای ظهر**" فاضل: "**فليعدبه على من لا ظهر له**" یعد بہ صدقہ کردے۔ وہ محتاج جس کے پاس سواری نہیں۔
ومن كان معه فضل من زاد فليعد به على من لا زاد له۔ جس کے پاس حاجت سے زائد زاد سفر ہو وہ دوسرے ضرورت مند کو دے دے: "**فذكر من اصناف المال ما ذكر**" "اصناف" یہ صنف کی جمع ہے خلیل کہتے ہیں ہر چیز کا مجموعہ (ابن فارس) صنف قسم۔ یہ صاد کے کسرہ وفتحہ سے مستعمل ہے۔ اس کی جمع مکسر اصناف ہے جیسے حمل کی احمال اور صنوف بروزن فلوس (المصباح) مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مال کی بہت سی اقسام کا ذکر فرمایا اور ضرورت سے زائد کو محتاجوں پر خرچ کرنے کا حکم فرمایا۔ یہ اموال کا ذکر کر کے محتاجوں پر خرچ کے لیے کہنا یہ مواسات ہے یہ اسی طرح ہے جیسا دوسری روایت میں وارد ہے: "**انك يا بن آدم تبذل الفضل من مالك خير لك وان تمسكه شرلك**" "حتی مقدر کی غایت ہے۔ مقدر یہ ہے آپ نے ضرورت سے زائد محتاج پر لوٹانے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ: "**رأينا انه لا حق لاحد منا فى فضل**" "رأینا" اگر رائی سے ہو تو ہم نے خیال کیا۔ ② علم کے معنی میں ہو: "احدمنا" سے تمام اولاد آدم۔ ③ مخاطبین اور ان کے ساتھ بقیہ امت بھی: "فضل" سے ضرورت سے بچا ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے اتنی تاکید فرمائی کہ ہم نے خیال کیا کہ ضرورت سے زائد پر ہمیں کوئی حق ہی نہیں۔

تخريج: أخرجه مسلم (۱۷۲۸) وأبو داود (۱۶۶۳)

الفرائد: دوست احباب سے احسان ورفق کا معاملہ برتنا چاہئے دوستوں کے مصالح کا لحاظ رکھنا چاہئے اور محتاج سے ہمدردی کا معاملہ برتنا چاہئے۔

۵۶۷ :وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً جَآءَ تْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَّنْسُوْجَةٍ فَقَالَتْ :نَسَجْتُهَا بِيَدِيَّ لِاَكْسُوَكَهَا فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا فَخَرَجَ اِلَيْنَا وَاِنَّهَا اِزَارُهُ فَقَالَ فُلَانٌ :اكْسُنِيْهَا مَا اَحْسَنَهَا فَقَالَ: "نَعَمْ" فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا ثُمَّ اَرْسَلَ بِهَا اِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ :مَا اَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا ثُمَّ سَاَلْتَهُ وَعَلِمْتَ اَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَآئِلًا! فَقَالَ :اِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا سَاَلْتُهُ لِاَلْبَسَهَا ، اِنَّمَا سَاَلْتُهُ لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ – قَالَ سَهْلٌ :فَكَانَتْ كَفَنَهُ ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۶۷: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بنی ہوئی چادر لے کر حاضر ہوئی اور کہنے لگی یہ میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے تا کہ میں یہ آپؐ کو پہناؤں۔ آنحضرتؐ نے اس کو ضرورت

کی چیز سمجھ کر قبول فرمالیا۔ پھر آپؐ اس چادر کو ازار کے طور پر باندھ کر ہمارے پس تشریف لائے۔ ایک شخص نے کہا یہ چادر کس قدر خوبصورت ہے یہ آپؐ مجھے پہنا دیں۔ آپؐ نے فرمایا بہت اچھا! پھر آپ مجلس میں بیٹھ گئے اور پھر واپس تشریف لے گئے اور اس چادر کو اتار کر لپیٹا اور اس آدمی کی طرف بھیج دیا۔ اس شخص کو لوگوں نے کہا تو نے یہ اچھا نہیں کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کو اپنی ضرورت کے طور پر پہن رکھا تھا۔ پھر تو نے یہ جانتے ہوئے کہ آپؐ کسی سائل کو واپس نہیں کرتے آپ سے مانگ لیا۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! میں نے یہ اپنے پہننے کے لئے نہیں مانگی بلکہ میں نے اس لئے مانگی ہے تا کہ یہ میرا کفن بنے۔ حضرت سہل کہتے ہیں کہ پھر یہ چادر ان کے کفن ہی کے کام آئی۔ (بخاری)

تشریح ❁ سہل بن سعد انصاری الساعدیؓ: **"امراۃ"** اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا (فتح الباری): **"ببردة"** اس کی جمع ابدر' برود دھاری دار چادر بعض نے کہا سیاہ مرجع جس کو دیہاتی استعمال کرتے تھے اس کی جمع برد ہے۔ بخاری ''باب حسن الخلق'' میں: **"البرد"** مذکور ہے سہل نے اس کی اس طرح شرح فرمائی: **"شملہ منسوجة فیها حاشیتها۔** حاشیہ ڈورے کے معنی میں آتا ہے۔ حاشیہ دارنگی۔ یہ تفسیر مرادی سب سے اولیٰ ہے۔ **بیدی لا کسوکها فاخذها النبی ﷺ"** اس کی دلجوئی کے لیے فورا لے لی۔ تا کہ اس کا ہدیہ قبول ہو جائے۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا ہدیہ جلد لے لینا چاہئے: **"محتاجا الیه"** یہ فعل سے حال ہے گویا برموقعہ ہدیہ پیش کیا۔ مگر آپ نے حاجت کی وجہ سے نہیں بلکہ ہدیہ کی وجہ سے قبول فرمایا: **"فخرج الینا وانها ازاره"** ازار کی جمع ازر باندھنے کی لنگی۔

النحو: یہ جملہ خرج کی ضمیر سے حال ہے: **"فقال فلان"** بقول محب طبری یہ عبدالرحمان بن عوف تھے (طبرانی) مگر یہ طبرانی کی کتاب میں روایت نہ مل سکی البتہ قتیبہ بن سعید نے سہل بن سعد سے نقل کیا کہ وہ سعد بن ابی وقاص تھے (طبرانی) زمعہ کی سند سے مذکور ہے کہ وہ سائل اعرابی تھا اگر زمعہ ضعیف راوی نہ ہوتا تو میں نفی کر دیتا کہ وہ عبدالرحمٰن بن عوف یا سعد بن ابی وقاص نہ تھے (فتح الباری) بعض نے تعدد واقعہ کی تاویل کی ہے: **"اکسنیها ما احسنها"** ما تعجب کے لئے ہے: **"فقال تعلم"** یہ وعدہ شریفہ ہے کہ مجلس میں پہن لوں اس کے بعد تمہیں عنایت کر دی جائے گی: **"المجلس"** سے وہی مراد ہے جس میں چادر کا سوال ہوا تھا: **"ثم رجع"** پھر مجلس کے بعد مکان پر تشریف لے گے: **"فطواها ثم ارسل بها الیه فقال له القوم"** القوم سے یہاں مراد خود سہل ہیں کہ میں نے ان سے کہا جب تمہیں آپ کی ضرورت معلوم تھی تو تم نے یہ چادر کیوں طلب کی۔ اس نے جواب دیا میں نے بھی یہی سمجھا کہ آپ کو اس کی ضرورت ہے لیکن میں نے چاہا کہ اسے محفوظ کر کے رکھ دوں تا کہ اپنے کفن میں استعمال کروں: **"ما احنت سے لتکون کفنی"** سائل اور سہل کی یہی گفتگو مذکور ہے: **"وعلمت"** مذکور مقدر مانکر یہ جملہ حالیہ ہے: **"ای وقد علمت سائلا"** کا لفظ ابن ماجہ میں تو ہے بخاری میں نہیں مگر نووی نے وہم کی وجہ سے ذکر کر دیا (فتح الباری): **"لتکون کفنی"** ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: **"رجوت برکته حین لبسه النبی ﷺ"**۔

فوائد: آثار صالحین سے تبرک درست ہے۔ ضرورت سے پہلے چیز تیار کرنا جائز ہے۔ کفن پہلے تیار کرنا درست ہے جب کہ حلال ہونے کا یقین ہو یا اصلاح والے کا اس میں اثر ہو۔ ④ نبی اکرم ﷺ کے حسن اخلاق' وسعت سخاوت قبولیت ہدیہ کا

ثبوت ملتا ہے۔

تخریج: أخرجه البخاری (١٢٧٧) وأحمد (٨/٢٢٨٨٨)

الفوائد: ① نئے بنے ہوئے کپڑے کا بغیر دھوئے استعمال درست ہے۔② ادب کے خلاف بات ہو تو مستہر دکی جا سکتی ہے۔

٥٦٨ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ الْاَشْعَرِيِّيْنَ اِذَا اَرْمَلُوْا فِی الْغَزْوِ اَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ جَمَعُوْا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَرْمَلُوْا" فَرَغَ زَادُهُمْ اَوْ قَارَبَ الْفَرَاغَ۔

٥٦٨: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اشعری لوگوں کا جب جہاد میں زادِ راہ ختم ہو جاتا ہے یا ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے یا مدینہ میں ان کے اہل وعیال کا کھانا کم ہو جاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے ان کو ایک کپڑے میں جمع کر دیتے ہیں پھر ایک برتن کے ساتھ ان کو آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ (بخاری ومسلم)

اَرْمَلُوْا: زادراہ ختم ہو جاتا ہے یا ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے۔

تشریح ۞ **الاشعریون** یہ اشعر کی طرف نسبت ہے اور وہ ثبت بن ادد بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہیں: "اذا ارملوا اصل میں رمل سے ہے گویا جب وہ ریت سے مل جاتے ہیں زادراہ کے کم ہو جانے سے کنایہ ہے جیسا کہ زامتربہ کہتے ہیں: "**فی الغزو**" جب وہ قتال کے لیے نکلتے ہیں: "او" راوی کے شک کے لئے ہے: "**قل طعامهم فی المدينة**" مطلب یہ ہے سفر یا حضر میں وہ کرتے ہیں او تنویع کے لیے ہے تو مطلب یہ ہے کہ وہ سفر وحضر میں یہ کرتے ہیں۔ بخاری کے لفظ یہ ہیں: "**اوقل طعام عيالهم**" **بالسوية** کا مطلب ضرورت کے مطابق لینا ہے: "**انا منهم**" کا مطلب: "**فهم منی**" وہ اخلاق وطرز عمل میں میری طرح ہیں۔: "**وانا منهم**" یہ دونوں کے طریقے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اتفاق کو ظاہر کرتا ہے۔ حافظ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ متصل ہیں۔ اس مِن کو اتصالیہ کہتے ہیں شیخ زکریا نے فرمایا: "**لا انامن اللد ولا اللدمنی**" بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے ان کا فعل میرا فعل ہے (نووی) کہتے ہیں اشعریین کی خصوصی ایثار وہمدردی والی صفت ظاہر ہو رہی ہے۔

تخریج: أخرجه البخاری (٢٤٨٦) ومسلم (٢٥٠٠)

الفوائد: ① اشعری قبیلے کی سبقت ومدح عظیم ہے۔ مجہول کا ہبہ جائز ہے۔ باہمی مواسات اور اتحاد واتفاق قابل تعریف صفات سے ہے۔

٦٣ : بَابُ التَّنَافُسِ فِیْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ وَالْاِسْتِكْثَارِ مِمَّا يُتَبَرَّكُ بِهٖ

باب ۶۷: آخرت کے معاملات میں باہمی مقابلہ اور متبرک چیزوں کو زیادہ طلب کرنا

التنافس یہ منافسۃ سے لیا گیا ہے کسی نفیس ترین چیز کے لیے انفرادی طور پر رغبت رکھنا (النہایۃ): "الا ستکثار" کثرت طلب کرنا: "تبرك" متعلق ہونا۔ تبرک کے یہ اسباب ہیں۔ ① کسی چیز میں نیک اثر ہوتا ہے۔ ② کوئی نشانی اس میں ظاہر ہو۔ ③ عالم تکوین سے اس کا قریبی تعلق ہو۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ [المطففين:۲۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اور اس کے بارے میں چاہیئے کہ رغبت کرنے والے آپس میں ایک دوسرے کے مقابلے میں رغبت کریں" (مطففین)

فليتنافس رغبت اختیار کریں: "المتنافسون" رغبت کے طالب ابن عطیہ کہتے ہیں۔ کسی نفیس چیز کی طلب میں دو آدمیوں کا اس طرح راغب ہونا کہ یوں محسوس ہو کہ اس کے حصول کے لیے دونوں مقابلہ کر رہے ہیں بعض نے کہا۔ یہ شئی نفیس سے لیا گیا گویا ہر ایک اس چیز کو بڑا قرار دیتا پھر دوسرا اس کی تعظیم کرتا ہے اور اس تعظیم میں وہ ایک دوسرے سے آگے نکلنے والے ہیں۔

۵٦٩ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَّمِيْنِهٖ غُلَامٌ وَّعَنْ يَّسَارِهِ الْاَشْيَاخُ فَقَالَ لِلْغُلَامِ :"اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ هٰٓؤُلَآءِ؟" فَقَالَ الْغُلَامُ :لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا فَتَلَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"تَلَّهٗ" بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ :اَيْ وَضَعَهٗ وَهٰذَا الْغُلَامُ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

۵٦٩: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مشروب لایا گیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا۔ آپؐ کے دائیں طرف ایک لڑکا اور بائیں طرف بزرگ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کو فرمایا کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں ان کو دے دوں۔ لڑکے نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! آپ کی طرف سے ملنے والے حصے پر کسی اور کو ترجیح نہیں دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے ہاتھ میں پیالہ دے دیا۔ (بخاری و مسلم)

تَلَّهٗ: رکھ دیا۔ دے دیا۔

یہ با اعتماد لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

تشریح ۞ الشراب مائعات میں سے پی جانے والی کوئی چیز۔ بقول حافظ یہ حضرت میمونہ ام المؤمنینؓ کے مکان کا واقعہ ہے: "فشرب منه" اس میں سے آپ ﷺ نے نوش فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بعض چیز کا استعمال درست ہے جب کہ درسرے وہاں موجود ہوں۔ غلام یہ عبداللہ بن عباس تھے۔ بعض نے فضل بن عباس کہا ہے (ابن بطال) پہلا درست

ہے۔(فتح): "اشیاخ" جمع شیخ یہ شاخ فی السن سے لیا گیا جب عمر بڑی ہو جائے یہ پچاس سال سے اوپر کے لیے آتا ہے ۔شیخ کے لفظ کا اطلاق علوم کے ماہر کے لیے ہوتا ہے خواہ اس کی عمر تھوڑی ہو غلام پر بھی بولا جائے گا۔ابو حازم نے سہل سے روایت نقل کی ہے کہ آپ کے بائیں طور والے لوگوں میں ابو بکرؓ تھے۔ابن عبداللہ البر نے اس کو ذکر کر کے غلط قرار دیا: "ان اعطی هؤلاء" ترمذی کی روایت میں جو ابن عباس سے مروی ہے: "فقال لی الشربة لك 'فان شئت اثرت بها خالدًا" ابن الجوزی کہتے ہیں آپ ﷺ نے غلام سے اجازت طلب کی مگر دیہاتی سے اجازت طلب نہ کی جس کا تذکرہ حدیث انسؓ میں بدیں الفاظ ہے: "عن یمینه اعرابی و عن یساره ابو بکرؓ" کیونکہ اعرابی کو شرعی احکام کا علم نہ تھا۔پس آپ نے تالیف قلب کے لیے استیذان ترک فرمایا بخلاف ابن عباسؓ کے وہ واقفیت رکھتے تھے۔(فتح الباری): "والله یا رسول لا اوثر بنصیبی منك احدًا" یہاں قسم اور نداء سے تاکید کی رسول اللہ کے لفظ سے اشارہ کیا کہ عدم ایثار کی وجہ اس کا مشروب ہونا نہیں مطاعم کا زیادہ اہتمام بھائم کی شان ہے۔بلکہ اس میں آپ کی جھوٹے ہونے کی وجہ سے برکت کا اثر ہے اور اس چیز کو ارباب فہم ڈھونڈتے اور اس میں مقابلہ اور تسابق اختیار کرتے ہیں۔اسی وجہ سے تو: "بنصیبی منك" یعنی آپ کی برکت اور آپ کا منفرد فیض ہے: "احدًا" میں تنوین تنکیر کی لا کر قریب' بعید' شریف' شرف والے تمام کو شامل کر دیا۔

اس میں ابن عباسؓ کی بیداری مغزی اور اعلیٰ سوچ معلوم رہی ہے کہ وہ اشیاء پھر ان کے درجہ کے مطابق نگاہ ڈالتے ہیں۔اسی لئے عمرؓ گہرے امور میں ان کی روشن فکر سے معاونت طلب کرتے اور فرماتے: "عض یا غواص" کہ یہ معاملات کی گہرائی میں غوطہ زنی کرنے والا ہے۔

"فتله رسول الله ﷺ فی یده" تل قوت سے رکھنا۔اصل معنی بہانا پھر استعارۃً ڈالنے کے لیے آیا عرب کہتے ہیں تل یتل (ن) بہنا' تل تیل (ض) گرنا۔(نووی)۔

تخریج: بخاری فی اعظالم والغصب والشرب مسلم فی الاشربه و نسائی فی الاشربه 'احمد ۸/۲۲۸۸۷' ابن حبان ۵۳۳۵' طبرانی ۵۷۶۹' بیهقی ۷/۲۸۶۔

الفوائد: دائیں طرف کا لحاظ کرنا مسنون ہے۔② چھوٹے سے تلطف بڑے کا احترام۔③ ایثار ذاتی فوائد میں ہوتا ہے طاعات میں نہیں' صحابہ کرام کو آپ ﷺ سے کس قدر محبت تھی۔

٥٧٠ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "بَیْنَا اَیُّوْبُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَغْتَسِلُ عُرْیَانًا فَخَرَّ عَلَیْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ اَیُّوْبُ یَحْثِیْ فِیْ ثَوْبِهٖ فَنَادَاهُ رَبُّهٗ عَزَّوَجَلَّ :یَا اَیُّوْبُ اَلَمْ اَکُنْ اَغْنَیْتُكَ عَمَّا تَرٰی؟ قَالَ :بَلٰی وَعِزَّتِكَ وَلٰکِنْ لَّا غِنٰی بِیْ عَنْ بَرَکَتِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۵۷۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب ایوب علیہ السلام کپڑے اتار کر غسل فرما رہے تھے تو ان پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں۔حضرت ایوب ان کو اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے ان کے رب نے ان کو آواز دی اے ایوب! کیا میں نے تجھے غنی نہیں کر دیا ان چیزوں سے جو تو دیکھ رہا ہے؟ عرض کیا کیوں نہیں آپ کی عزت کی قسم لیکن آپ کی برکت سے تو بے نیازی نہیں ہو سکتی۔(بخاری)

تشریح ۞ ایوب علیہ السلام ان کا سلسلہ نسب یہ ہے رزاح بن روم بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام: "یغتسل عریانا" جمہور کا مذہب یہ ہے کہ پردے کے مقام میں خلوت کی حالت میں ننگے غسل جائز ہے۔ **فخر علیه** خر: گرنے کے معنی میں آتا ہے: "**جراد من ذهب**" معلوم ہوتا ہے۔ اوپر سے گرائی گئیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے جو اپنے بندوں سے وقتاً فوقتاً کرتا ہے یہ معجزہ نبوت ہے کیا یہ ذی روح مکڑی تھی بس جسم سونے کا تھا یا صورت مکڑی جیسی تھی اور اس میں روح نہ تھی ۔دوسرا قول زیادہ ظاہر ہے جوہری کہتے ہیں مکڑی کا تذکرہ مراد نہیں بلکہ وہ بقر' بقرہ کی طرح اسم جنس ہے اس کے مذکر ہونے کا حق یہ ہے کہ اس کی مؤنث غیر لفظ سے آئے تا کہ واحد مذکر جمع کے ساتھ ملتبس نہ ہو: "**فجعل ایوب یحشي في ثوبه**" تکونیات کے عالم سے قریب ترین ہونے کی وجہ سے اور مزید حصول برکت کے لیے اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے: "**فنا داه ربه عزوجل**" اس نداء میں کیا مزہ ہے کہ تربیت کرنے والے اور کمال تک پہنچانے والے رب کی طرف سے کہا گیا ۔بقول عراقی اس میں فرشتے کا واسطہ تھا کیونکہ حضرت حق سے سماع ہمارے پیغمبر اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ ② الہام بھی ہوسکتا ہے۔ ③ موسیٰ علیہ اسلام کی طرح تھا۔ **الم اکن اغنیتك عما تری**۔ یہ قال مقدر کی حکایت ہے۔: "**اغنیتك**" سے غناء قلبی مراد ہو یا مال کی غناء مراد ہو۔ حضرت ایوب علیہ السلام غنی شاکر تھے اس لئے اس ارشاد کے خلاف نہیں: "**انا وجدناه صابرا**" کیونکہ صبر سے مصائب پر صبر مراد ہے۔ ② فقر پر صبر مراد ہو مگر واضح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے لیے دونوں مقام صبر علی الفقر اور شکر علی الغنی دونوں حالتوں کے لحاظ سے جمع فرما دیئے۔ وہ آزمائش کے موقعہ پر فقیر صابر تھے اور ابتداء سے پہلے غنی شاکر تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**انا وجدناه صابرًا**" پھر فرمایا: "**نعم العبد**" اس میں ان کے غنی شاکر ہونے کی طرف اشارہ ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا: "**نعم العبد انه اوّاب**" اس کے ساتھ ساتھ وہ غنی شاکر تھے: **قال بلی** یہ: "**لکن لا غنی لی عن برکتك**" سے استدراک ہے۔ یعنی آپ نے مجھے تمام اطراف سے مال دے کر غنی کر دیا۔ لیکن میں اس کو حرص و لالچ سے نہیں لے رہا۔ بلکہ اس لئے لے رہا ہوں کہ وہ برکت ہے اس میں کئی وجوہ ہیں۔ ① یہ عالم تکونیات سے قریب تر تھا جیسا ہمارے پیغمبر ﷺ نے بارش شروع ہوئی تو سر سے کپڑا اتار کر فرمایا: "**انه حدیث عهد بربه**" اسے تکوین رب۔ ② بعض نے کہا یہ خارق عادت نئی نعمت تھی۔ پس اس کو اسی طرح قبول کرنا چاہیئے تھا اور یہی اس کا شکریہ اور اکرام تھا اس سے اعراض ناشکری تھی اس معنی میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: "**ان الله یحب ان توتی رخصه کما تؤتی عزائمه**" ③ بعض نے کہا یہ معجزہ تھا اور معجزہ سے پیدا ہونے والی ہر چیز برکت والی ہے۔ صحابہ کرام کا یہ قول اسی سلسلہ سے متعلق ہے: "**کنا نعد الایات برکه**"

تخریج: بخاری فی کتاب الانبیاء 'احمد ۳/۸۱٦٥'نسائی 'ابن حبان ٦٢٢٩'بیهقی فی الاسماء ٣٠٦/ص' طیالسی ٢٤٥٥۔

الفوائد: ① مصائب پر صبر بڑے درجات کا باعث ہے۔ ② جس کو شکر پر پختہ اعتماد ہو اسے حلال و تبرک چیز کے حصول میں حرص کرنی چاہیئے۔

۶۴: بَابُ فَضْلِ الْغَنِيِّ الشَّاكِرِ وَهُوَ مَنْ اَخَذَ الْمَالَ مِنْ وَّجْهِهٖ وَصَرَفَهٗ فِيْ وُجُوْهِهِ الْمَامُوْرِ بِهَا

بَابُ: شکر گزار غنی کی فضیلت اور وہ وہ ہے جو مال کو جائز طریقے سے لے اور مناسب مقامات پر خرچ کرے

الشاکر وہ شخص ہے۔ جو مال میں (فعلاً اور ترکاً) کرنے اور چھوڑنے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم ہو: "اخذ المال من وجهه" جس کے لینے کی شرعاً اجازت ہے جیسے تمام معاوضات جو صحیح شروط کے ساتھ ہوں ملاوٹ ودھوکے سے بچے ہوئے ہوں مثلاً وراثت، وصیۃ، جن اکتسابات کی اجازت ہے جیسے مکڑیاں کاٹنا: "صرفه" اس کا خرچ کرنا: "في وجوهه" اس کے راستوں پر: "المامور بها" جو شرع کے لحاظ سے بعینہٖ واجب ہو مثلاً زکوٰۃ، کفارات، نذر کی ادائیگی۔ جو شرع کے لحاظ سے فرض کفائی ہو جیسے کھانے، کپڑے سے محتاج کی حاجت پوری کرنا یا مندوب ہو جیسے نفلی کام۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى﴾ [الليل: ۵،۷]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"پھر جس شخص نے دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور بھلی بات کی تصدیق دی ہم اس کو آسانی کی طرف سہولت دے دیں گے"۔ (اللیل)

فاما من اعطى جس نے اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر خرچ کی: "واتقىٰ اور اس کے حرام کردہ چیزوں سے بچا: "وصدق بالحسنىٰ" یعنی مجازات کی تصدیق کی اور اس نے یقین کیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیں گے۔

(۲): "حسنىٰ سے کلمہ حسنیٰ مراد ہے یعنی کلمہ توحید: "فسنيسره" ہم ان کو دنیا میں مہیا کریں گے: "لليسرىٰ" وہ خلت وخصلت جو اس کو یسریٰ تک پہنچانے والی ہے اور آخرت میں قرب نصیب ہو یعنی اعمال صالحہ۔ آیت باب النهي عن البخل میں ذکر ہو چکی۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى﴾ [الليل: ۱۷-۲۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"عنقریب وہ جہنم سے بچالیا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو کہ اپنا مال پاکیزگی کیلئے دیتا ہے اور کسی کا اس کے اوپر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہے صرف اپنے بزرگ رب کی رضامندی کو چاہنے کیلئے وہ خرچ کرتا ہے اور

عنقریب یقیناً وہ راضی ہو جائے گا“۔ (اللیل)

سیجنبھا یعنی آگ سے: ”الاتقیٰ“ جو کہ شرک و معصیت سے بچا وہ قطعاً اس میں داخل نہ ہو گا پھر جو فقط شرک سے بچا ممکن ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائے۔ لیکن وہ داخل ہو کر ہمیشہ نہ رہے گا (بلکہ نکال لیا جائے گا: ”الذی یؤتی مالہ“ جو کہ مال دیتا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرتا ہے: ”یتزکی“ وہ اپنے نفس اور مال کے تزکیے کا طالب ہے۔

النحو: یہ بدل یا حال ہے پہلی صورت میں اس کا کوئی اعراب نہیں: ”وما لا حد عندہ من نعمۃ تجزی“ کہ اس کے کرنے سے اس کے بدلے کا طلب گار ہو: ”الا ابتغاء وجہ ربہ الا علی“ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے۔ جمہور ابتغاء کو نصب دیتے ہیں یہ استثناء منقطع کی صورت میں ہے۔ ابن عطیہ کا قول بھی یہی ہے کوشی نے استثناء منقطع کہا اور مفعول لہ بنایا اس کو معنی پر محمول کیا گیا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: ”لم یعط الشی الا ابتغاء وجھہ سبحانہ“ ابتغاء کا معنی طلب ہے مگر رب اعلیٰ کی توجہ کو چاہنے کے لیے: ”وسوف یرضی“ وہ اپنے رب سے راضی ہو جائے گا جب وہ اس کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ بہت سے سلف نے بیان کیا کہ یہ سورۃ صدیقؓ کے متعلق اتری وہی اتقی ہے۔ اس صورت میں حصر حقیقی نہ ہو گا اس اتقی کے علاوہ بالکلیہ غیر مجتنب نہیں (تفسیر صفوی) ابن عطیہ کہتے ہیں اہل تاویل کا اس میں اختلاف نہیں کہ آخر سورۃ تک ابو بکر مراد ہیں۔ پھر جس میں یہ صفات پائی جائیں وہ بھی اس میں داخل ہو گا۔

ابن کثیر کہتے ہیں بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ ابو بکر اتقی کے مفہوم میں داخل ہونے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ آیت کے الفاظ عموم پر دلالت کرتے ہیں: ”وسیجنبھا الاتقی“ لیکن ان اوصاف حمیدہ میں وہ امت میں سب سے مقدم ہیں۔ وہ صدیق، متقی، کریم، خوب خرچ کرنے والے سخی تھے انہوں نے رسول ﷺ کی معاونت کی۔ تفسیر کواشی میں لکھا ہے کہ اتقی سے مراد ابو بکر صدیق ہیں اس پر مفسرین کا اجماع ہے۔

ابن عطیہ اور ابن کثیر نے بیان کیا کہ آیت ان کو بھی شامل ہے جو ان صفات میں شامل ہو جائیں۔ حافظ سیوطی نے اس پر اتقان میں تنقید کرتے ہوئے کہا کہ عموم لفظ کا اعتبار ہے خصوصی سبب کا لحاظ نہیں۔

تنبیہ: یہ قاعدہ وہاں لازم ہے جہاں عموم ہو۔ رہی وہ آیت جو کسی معین اور مقرر کے متعلق اتری اس کے لفظوں میں عموم نہیں وہ قطعی طور پر اپنے مورد میں مقصور رہے گی۔ جیسے آیت: ”سینجبھا الاتقی“ الخ یہ بالاجماع صدیقؓ کے متعلق اتری۔ فخر رازی نے یہ استدلال کیا ہے اور ساتھ ہی: ”ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم“ کی تفسیر میں لکھا کہ ابو بکر رسول ﷺ کے بعد تمام امت میں سب سے افضل ہیں۔ رہا جن لوگوں نے یہ وہم اس بات کے پیش نظر کیا کہ اعتبار عموم کا ہے۔ خصوصی اسباب کا نہیں۔ ان کا یہ وہم غلط ہے۔ ① اس لئے کہ آیت میں عموم کا کوئی صیغہ نہیں الف لام عموم کا فائدہ دیتا ہے مگر اس وقت جب موصولہ ہو جمع میں معرفہ ہو یا مفرد ہو مگر شرط یہ ہے کہ وہاں عہد نہ ہو: ”الاتقیٰ“ میں الف لام موصولہ نہیں کیونکہ وہ الف لام اسم تفضیل بالاجماع پر داخل نہیں ہوتا اور الاتقیٰ جمع نہیں بلکہ مفرد ہے۔ الف لام عہد کا ہو سکتا ہے۔ خصوصاً ان کے ساتھ افعل کا صیغہ سمیت ہے اور مشارکۃ کو منقطع کرنے والا ہے۔ پس عموم کا قول باطل ہوا اور خاص ہونا قطعی طور پر متعین ہو گیا اور جن کے متعلق اتری ہے اسی مفہوم میں بندر ہے گی۔ (تفسیر رازی)۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَیُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَیِّئَاتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾ [البقرة:۲۷۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

''اگر تم صدقات کو ظاہر کر کے دوتو یہ بہت خوب ہے اوراگر تم ان کو چھپاؤ اور فقراء کو دے دوتو وہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے وہ تم سے تمہاری برائیاں مٹادیں گے اور اللہ تمہارے عملوں کی خبر رکھتے ہیں''۔(البقرة)

وان تبدوا الصدقات اگر تم صدقات ظاہر کر کے دوتو یہ ظاہر کرنا بہت اچھی چیز ہے: ''وان تخفوها'' اگر چھپا کردو: ''فهو خیر لکم وہ چھپانا تمہارے لئے بہتر ہے یہ آیت ہر صدقے کے لیے عام ہے لیکن ابن عباس کہتے ہیں نفلی صدقے کو مخفی رکھنا افضل ہے بعض نے ستر گنا زیادہ ثواب بتلایا اور فرضی صدقہ علانیہ ۲۵ گنا چھپا کر دینے سے افضل ہے۔

''ویکفر عنکم من سیأتکم اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری غلطیاں مٹادیں گے۔ ⑵ مخفی دینا تم سے تمہاری غلطیاں مٹادے گا۔اس میں اسنادمجازی ہے جنہوں نے جزم سے پڑھا انہوں نے جواب شرط کے محل پر عطف کیا ہے: ''منْ'' تبعیضیہ ہوتو کچھ غلطیاں مٹائیں گے۔ ⑵ اور بیانیہ ہوتو نفس سیأت مٹادیں گے: ''واللہ بما تعملون خبیر'' اللہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتے ہیں اس سے کچھ چھپا ہوا نہیں اس میں چھپانے کی ترغیب ہے کہ چھپا کردو گے اسے خبر ہے دنیا کو بیشک خبر نہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ﴾

[آل عمران:۹۲]

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

''ہرگز تم کمال نیکی کو نہیں پاؤ گے یہاں تک کہ اس چیز کو خرچ نہ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو اور جو چیز بھی تم خرچ کرو اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے''۔(آل عمران)

البرّ سے جنت یا تقویٰ یا کمال خیر: ''حتی تنفقوا مما تحبون'' یعنی اس کا بعض حصہ اس سے مراد۔ ⑴ زکاۃ دینا۔ ⑵ سنت صدقہ دوسرے قول کی تائید صحابہ کرام کے اس عمل سے ہوتی ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت بہت سے صحابہ نے اپنی زمینیں صدقہ میں دیں اور بہت سے غلام آزاد کیے مطلب یہ ہے تمام کمال نیکی اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک کہ تم اس حال میں خرچ نہ کرو کہ تم صحت مند ہو اور مال کو جمع میں حریص ہو۔

وما تنفقوا من شیٔ فان اللہ به علیم وہ جانتے ہیں تمہیں اس کے مطابق بدلہ عنایت فرمائیں گے۔

وَالْاٰیَاتُ فِیْ فَضْلِ الْاِنْفَاقِ فِی الطَّاعَاتِ كَثِیْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

نیکی کے راستے میں خرچ کرنے کے متعلق آیات کریمہ بہت معروف ہیں۔

اس سلسلہ میں بہت سی آیات انفاق کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔چند پر اکتفاء کیا گیا۔

۵۷۱ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰی هَلَکَتِهٖ فِی الْحَقِّ ' وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِکْمَةً فَهُوَ یَقْضِیْ بِهَا وَیُعَلِّمُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ- وَتَقَدَّمَ شَرْحُهٗ قَرِیْبًا۔

۵۷۱: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو آدمیوں کے بارے میں رشک کرنا جائز ہے: ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا اور پھر اس کو حق کے راستے میں خرچ کرنے پر لگا دیا اور دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ نے حکمت و سمجھ عنایت فرمائی۔ اس کے علاوہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم) اس کی تشریح قریب گزر چکی ہے۔

روایت

لاحد پسندیدہ رشک مراد ہے حدتو سخت ممنوع ہے: "**الافی اثنین**" یعنی دو خصلتوں میں۔ ② دو خصلتوں والے انسانوں میں ان میں سے پہلی صورت میں مضاف مقدر ہے۔ رجل سے پہلے۔ یہ اصل میں مرفوع ہے اور مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ **ای هما خصلتان**: رجل در جل مضاف کو حذف کر کے رجل کو اس کے قائم مقام لائے اس سے رجل مرفوع ہو گیا: "**رجل اتاه الله مالا** اتاه یہ اعطاہ کے معنی میں ہے ایسے طریقے سے دیا ہو کہ اس کے بعد اس میں کوئی گناہ نہ ہو۔ حلال و جائز ذرائع سے ملا ہو۔ ورنہ حرام کا صدقہ بھی حرام ہے وہ نہ خود قابل رشک نہ اس کا صدقہ۔
فسلطه علي هلتكه وہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کی ذات و مرضات کے لیے صرف کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں باقی رکھنے والا ہے بذات خود مال کو خرچ و تلف کرنے والا ہے: "**في الحق**" یہ: **هلكته**" سے متعلق ہے درست راہ پر خرچ کرتا ہے: "**ورجل آتاه الله حكمة فهو يقضي بها ويعلمها**" حکمت کے متعلق دو تفسیریں علم اور قرآن دونوں روایت میں وارد ہیں اور سنت بھی مراد ہو سکتی ہے وہ قرآن سے الگ نہیں بلکہ اس کی تفسیر ہے۔ پہلا قول بہتر ہے۔ جب اس سے فیصلہ کرایا جائے تو وہ علم کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ جس طرح مال کا شکر یہ اس کو طاعات میں صرف کرنا ہے اسی طرح علم کا شکر یہ اس پر عمل کرنا اور اس کی تعلیم دینا ہے۔ باب فضل الکرم والجود میں تفصیل ملاحظہ ہو

تخریج: أخرجه أحمد (۲/۳۶۵۲) والبخاری ۲۴۱۷)

الفرائد : رشک صفات محمودہ پر قابل رشک ہے۔ رشک کی ترغیب سے حسد کی مذمت خود ظاہر ہو گئی۔

۵۷۲ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :قَالَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ یَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ یُنْفِقُهٗ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔
"الْاٰنَاءِ" السَّاعَاتُ۔

۵۷۲: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا رشک دو آدمیوں کے بارے میں جائز ہے ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے قرآن دیا ہو۔ پس وہ اس کے ساتھ رات اور دن کی گھڑیوں میں قیام کرتا ہے یعنی تلاوت اور اس پر عمل کرتا ہے دوسرے نمبر پر وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا اور وہ اس کو دن رات کے اوقات میں خرچ کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

الْاٰنَاءِ: اوقات۔

تشریح ۞ لا حد رشک دو آدمیوں کے متعلق جائز ہے ان رشک کرنے ولوں کا ثواب حسن تصرف کی وجہ سے کرنے والوں کی طرح ہوگا: "رجل اتاھاللہ القرآن" یہاں قرآن مجید جو کہ اشرف ہے مقدم کیا گیا۔ گویا اعلیٰ و اشرف سے شریف کی طرف نزول کیا اور پہلے باب میں مال کی تقدم علی سبیل الترقی ہے۔ یا قرآن مجید پر آمادہ کرنے کے لیے پہلے مال کو مقدم کیا گویا جس کے لیے بات مناسب تھی اس کو بر موقعہ مقدم کر دیا۔ ③ تعبیر میں تفنن اور چاشنی کے لیے اس طرح کیا اور یہاں قرآن مجید کو مقدم کیا جو کہ تمام علوم کا منبع' معدن' اصل ہے اور وہ اس کے لائق ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "مافرطنا فی الکتاب من شئی" اور دوسری آیت میں فرمایا: "والکتاب المبین" معمول کا حذف بتلا رہا ہے کہ ہر شرعی ضرورت کو وہ پورا کرنے والا ہے اور حکمت سے شرعی ضرورت ہی مراد ہے لوگوں کو اپنے معاش و معاد میں اسی اصل کی طرف رجوع کرنا ہے: "فھو یقوم بہ" وہ اپنی نماز میں قیام کرتا اور اس میں اس کی تلاوت کرتا ہے: "آناء اللیل و آناء النھار" یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہیں اور مضاف آناء کا دوبارہ لانا اس وہم کو دور کرنے کے لیے ہے کہ مراد دونوں کے مجموعی اوقات انفرادی طور پر ہر ایک کے اوقات نہیں۔ ② قیام سے: "مداومت علی التلاوۃ" مراد ہو سکتی ہے فقط نماز کی تلاوت مراد نہ ہوگی: "ورجل آتاہ اللہ مالا" مال کو تعظیم کے لیے نکرہ لائے جیسا کہ قول دلالت کرتا ہے: "فھو ینفقہ آناء اللیل و آناء النھار" ② ممکن ہے کہ قلیل و کثیر مال کو شامل کرنے کے لیے نکرہ لائے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینق مما اتاہ اللہ لا یکلیف اللہ نفسا الامآ آتاھا الایہ" کہ خوش حال اپنی حیثیت اور تنگ دست اپنی حیثیت سے خرچ کرے: "اناء کا واحك انی ہے بروزن: "قنوو دلو انی" آنا ہے (واحدی)۔ یہ فتحہ و کسرہ اور مد و قصر دونوں طرح مستعمل ہے۔

تخریج: مسلم۔

الفرائد: جس کو علم قرآن' مال حلال مل جائیں اور وہ ان کے حقوق کے مطابق ان میں عمل پیرا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مرتبے والا ہے۔

۵۷۳: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ ' فَقَالَ: "وَمَا ذَاكَ؟" فَقَالُوْا: یُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّیْ وَیَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَیَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَیُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَفَلَا

اُعَلِّمُکُمْ شَیْئًا تُدْرِکُوْنَ بِہٖ مَنْ سَبَقَکُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِہٖ مَنْ بَعْدَکُمْ وَلَا یَکُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْکُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ: "تُسَبِّحُوْنَ وَتُکَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِیْنَ مَرَّۃً" فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُھَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالُوْا: سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَھْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ – وَھٰذَا لَفْظُ رِوَایَۃِ مُسْلِمٍ۔

"اَلدُّثُوْرُ" اَلْاَمْوَالُ الْکَثِیْرَۃُ، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

۵۷۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فقراء ومہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہنے لگے۔ مال والے لوگ بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا وہ کیسے؟ انہوں نے عرض کیا وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں۔ وہ روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں۔ وہ صدقہ کرتے ہیں ہم صدقہ نہیں کرتے اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم غلام آزاد نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ سکھادوں جس سے تم اپنے لئے آگے جانے والوں کو پالو اور اپنے بعد والوں سے آگے سبقت کر جاؤ اور تم سے کوئی بھی زیادہ فضیلت والا نہ ہو مگر وہ شخص جو کرے جس طرح تم نے کیا۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر کہا کرو۔ پھر فقراء مہاجرین رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ ہمارے مال والے بھائیوں نے سن لیا جو ہم نے کیا۔ چنانچہ انہوں نے بھی اسی طرح کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے وہ عنایت فرمائے۔ (بخاری ومسلم)

اَلدُّثُوْرُ: کثیر مال۔

تشریح ۞ ان فقراء المهاجرين قالوا' قال مقدر ماننے سے ان بالکسر ہوگا ورنہ ان آئے گا۔ فقراء کی اضافت: "اضافة الصفة الى الموصوف ہے: "المهاجرون الفقراء قالوا یعنی انہوں نے رشک اور افسوس سے کہا کہ ہمیں مال میسر نہیں کہ خرچ کریں: "زهب اهل الدثور بالد رجات العللا" باتعدیہ کے لیے ہے یعنی لے گئے ابن عطیہ کہتے ہیں درجات علا سے قرب الٰہی کے بلند درجات مراد ہیں: "دثور یہ: "دثر کی جمع ہے جیسا: "فلوس فلس کی اور واحد تثنیہ وجمع پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (النہایہ): "والنعيه اطقيم" جنت کی نعمتیں جو ختم نہ ہونے والی ہیں: "فقال ومازاك" یہ استفہام اس بات کو دریافت کرنے کے لیے ہے جس کی وجہ سے انہوں نے کہا: "فازو البزلك دنيا رعقبىٰ ولم يتد كو امنه للفقراء شيئًا" جیسا کہ سیاق یہی چاہتا ہے اور اس سوال کی اہمیت کے لیے آپ ﷺ نے اشارہ: "ذاك بعيد" استعمال فرمایا جیسا کہ اس ارشاد میں: "تلك آيات الكتاب المبين" میں اس بناء پر کہ مشار الیہ حروف مقطعات ہیں جو سورتوں کی ابتداء میں آتے ہیں: "تلك آيا ففالو ايصلون كما نصلى" ما کافہ ہے اور جملہ فعلیہ پر آیا ہے۔ مضمون جملہ کو مضمون جملہ کے ساتھ مشابہت کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔ ② ما مصدریہ ہے یعنی: "كصلاتنا" ③ موصولہ ہے اسی کی

مثل جو ہم پڑھتے ہیں: "ویصومون کما نصوم" یعنی وہ عبادات بدنیہ میں ہمارے مساوی و مماثل ہیں اور عبادات مالیہ میں ہم سے زائد ہیں اس پر ان کا یہ قول دلالت کرتا ہے: "و تیصدقون و لا نتصدق ویتقون و لا تعتق " یعنی اس بات میں وہ ہم سے فوقیت لے جانے والے ہیں اس لئے کہ ہمارے پاس تو مال و غلام نہیں کہ ہم صدقہ کر سکیں: "افلا اعلمکم" کیا میں تم کو یونہی چھوڑ دوں پس میں نہ سکھلا دوں یعنی میں تمہیں اس حالت میں نہ چھوڑونگا بلکہ ضرور سکھلاوں گا: "شیئا تدرکون به من سبقکم و تسبقون به من بعد کم" ایک ایسی عظیم چیز جس نے اپنے سے پہلے والوں کے بلند مراتب کو پالو گے اور بعد والوں سے رتبے میں آگے بڑھ جاؤ گے: "سبقکم" بلند مراتب میں سبقت یا پہلی امتوں کے مؤمنو سے سبقت: "من بعد کم" سے جو مرتبہ میں تم سے بعد ہیں۔ ② مرتبہ میں تم سے کم ہیں۔ ③ جو زمانہ میں تمہارے بعد ہیں۔

"و لا یکون احدافضل منکم الامن صنع مثل ما صنعتم" اس میں استثناء منقطع ہے۔ یعنی جس نے اسی طرح کا کام کیا جیسا تم نے کیا تو اس سے تم سبقت نہ لے جاسکو گے اور نہ اس سے کوئی بازی لے جاسکتا ہے۔ جیسا کہ تم پر کوئی بازی نہیں لے جاسکتا: "قالوا بلی یا رسول الله" یعنی اس کا سیکھنا ہمارا مقصود ہے تاکہ سبقت کرنے والوں سے جا ملیں اور بعد والوں سے سبقت کی فضیلت جمع کر لیں: "یا رسول" اس بات کی تحریض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے بندوں پر رحم فرمایا اور یہ تعلیم بھی اسی کا حصہ ہے۔

النحو: "قال تسبحون و تکبرون": فعل کو مکرر ظاہر کرنے کے لیے مضاعف لایا گیا: "دبر" پیچھے اور بعد کے معنی میں آنا ہے: "کل صلاۃ" فرضی نمازیں مراد ہیں جیسا کہ صراحۃ روایت میں وارد ہے۔

دبر ظرف کے متعلق دو فعلوں نے تنازعہ کیا: "ثلاثا و ثلاثین" یہ مفعولیت کی وجہ سے منصوب ہیں: "فرجع" اس کا عطف محذوف پر ہے جیسا کہ سیاق کی دلالت ہے: "ای فذهب فقراء المهاجرین بما علمهم رسول الله فعلمه الدغنیا ء فعملو ابه و شارکو هم فیه کخیره من العبادات البدنیه فرجع" فقراء مہاجرین نے اس وظیفے کو اپنا لیا تو اغنیاء نے سن کر انہوں نے بھی اپنا لیا۔ اس پر فقراء واپس آ کر عرض کرنے لگے۔ اس لیے کہ ان کو وہ چیز فوت ہوتی نظر آتی جس سے ان کو اغنیاء پر ترجیح ملتی تھی اور ان کی مالی خیرات والی فضیلت میں شرکت ہی نہیں بلکہ سبقت مل جاتی تھی: "فقالو ا سمع اخواننا اهل الاهوال" یہ: "دثور" کی تفسیر ہے جو ابتداء روایت میں مذکور ہے: "ما فعلنا" وہ عظیم فضیلت والا عمل آپ نے سکھایا: "ففعلو امثله" اس کو اختیار کر کے ہمارے برابر ہو گئے۔ بلکہ مالی عمل کے لحاظ سے بڑھ گئے تو معاملہ پھر لوٹ کر اسی شکایت تک پہنچ گیا۔

"فقال رسول اللهﷺ ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء" یہ ثواب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس کو چاہئے وہ دے دے خواہ فقیر ہو یا غنی۔ ① ممکن ہے اس سے بلند مراتب مراد ہوں جن کا تذکرہ پہلے ہوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مرتبہ دیا اور ان سے خاص کر دیا۔ پس ان کے ساتھ دوسروں کو مشارکت کی کوئی راہ نہیں۔ ② اس پر ملنے والا ثواب یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اس کی مرضی ہے خواہ اس سے فقراء کو خاص کر دے۔ مالداروں کے کر لینے سے فقراء کی مساوات لازم نہیں۔ مطلب یہ ہے اس چیز میں ان کے شریک ہونے سے تمہارے سلسلہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پہلا قول ان علماء کا ہے جنہوں نے غنی شاکر کو افضل قرار دیا اور دوسرا قول ان کا ہے جنہوں نے فقیر صابر کو افضل جانا۔

فرق روایت: بخاری میں تسبیح وتکبیر وتحمید دس دس مرتبہ مذکور ہے اوراس میں فقراء مہاجرین کے رجوع کا تذکرہ نہیں ہے

تخریج: بخاری 'مسلم' نسائی 'عمل الیوم والليله ١٤٦ 'ابو عوانه ٢/٢٤٨ 'ابن حبان ٢٠١٤ 'بيهقى ٢/١٨٦۔

الفوائد: ① درجات عالیہ کے حصول کے لئے مسابقت کرنے چاہئے۔ ② بسا اوقات آسان عمل کا بدلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مشکل ترین عمل کے برابر مل جاتا ہے۔ ③ نمازوں کے بعد ذکر بڑی فضیلت کا باعث ہے۔ ④ بعض اوقات کمزور و کوتاہ عمل متعدی اعمال کے برابر ہو جاتا ہے۔ ⑤ مال و دولت اور عبادت و ریاضت مل جائیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے عظیم الشان درجات مل جاتے ہیں جب کہ مال وعبادت دونوں اپنی مقررہ شرائط کے مطابق ہوں۔

٦٥ :ذِكْرِ الْمَوْتِ وَقَصْرِ الْاَمَلِ

بَابٌ: موت کی یاد اور تمناؤں میں کمی

الموت اکثر نے موت کو وجودی چیز تسلیم کیا ہے۔ یہ وہ عرض ہے جو حیات کے متضاد ہے۔ کمزور قول یہ ہے کہ یہ عدمی چیز ہے یعنی جس کی حالت حیات والی ہونی چاہئے اس میں حیات کا نہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کی وضاحت کر رہا ہے: ﴿خلق الموت﴾ یعنی اس کا اندازہ کیا۔ قصر الامل قصر کوتاہ کرنا۔ امل وہ امید جو نفس کی پسند ہو۔ ابن جوزیؒ کہتے ہیں امید لگانا لوگوں کے لئے قابل مذمت ہے۔ علماء کے لئے قابل مذمت نہیں اگر امید نہ ہوتی تو علماء تالیف وتصنیف نہ کرتے۔ امید کی سے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ [آل عمران:١٨٥]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے بے شک تمہیں قیامت کے دن پورا پورا اجر دیا جائے گا پس جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے''۔ (آل عمران)

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾ [لقمان:٣٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''کسی نفس کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کمائے گا اور نہ ہی یہ کسی نفس کو معلوم ہے کہ کس زمین میں اس کی موت آئے گی''۔ (لقمان)

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ [الاعراف:٣٤]

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''جب ان کا وقت مقررہ آ جاتا ہے تو ایک گھڑی بھی اس سے نہ آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں''۔ (الاعراف)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ [المنافقون:۹-۱۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کرے گا پس وہی نقصان اٹھانے والا ہے اور تم خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو رزق دیا۔ اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی ایک کو موت آئے اور یوں کہنے لگے کہ اے میرے ربّ تو نے مجھے کیوں نہ مہلت دی۔ قریب وقت کے لئے کہ میں صدقہ کر لیتا اور نیکوں میں سے بن جاتا۔ ہرگز اللہ تعالیٰ مہلت نہیں دیں گے کسی نفس کو بھی جب کہ اس کا وقت مقرر آ جائے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے''۔ (المنافقون)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ، فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ، فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ، وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ؟﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی :﴿كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ؟ قَالُوْا :لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ قَالَ :اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ، اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ [المومنون۹۹:۱۱۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''یہاں تک کہ ان میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے ربّ تو مجھے واپس کردے تا کہ میں نیک اعمال کروں اس زندگی میں جس کو میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز ایسا نہیں بے شک وہ ایک بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے برزخ ہے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک۔ پس جب صور میں پھونک ماردی جائے گی تو اس دن ان میں کوئی رشتہ دار نہیں رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کرسکیں گے۔ پس وہ شخص جس کے میزان بھاری ہوئے پس وہی کامیاب ہونے والا ہے اور وہ شخص جس کے میزان ہلکے ہوئے پس وہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے

آپ کو خسارے میں ڈالا وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ آگ ان کے چہروں کو جھلس ڈالے گی اور وہ اس میں بدشکل ہو جائیں گے۔ کیا میری آیات تم پر نہ پڑھی جاتی تھیں کہ تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿کَمْ......﴾ کہ تم کتنا عرصہ زمین میں ٹھہرے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں آپ گنتی کرنے والوں سے پوچھ لیں۔ اللہ فرمائیں گے تم واقعتاً تھوڑا ٹھہرے ہو کاش کہ تم اس کو جان لیتے۔ کیا تم نے یہ گمان کر لیا تھا کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس واپس نہیں لوٹائے جاؤ گے"۔ (المؤمنون)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ [الحدید:١٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"کہ کیا ایمان والوں کیلئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کیلئے جھک پڑیں اور جو کچھ حق اللہ نے نازل فرمایا ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ بن جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی۔ پس ان پر زمانہ طویل ہو گیا پھر ان کے دل سخت ہو گئے اور بہت سارے ان میں سے فاسق ہیں۔ (الحدید)

وَالْاٰیَاتُ فِی الْبَابِ كَثِیْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

آیات اس سلسلے کی بہت اور معروف ہیں۔

الآیات

ذائقة الموت اس سے مراد مقدمات موت کی تکلیف اور سکرات والی حالت ہے۔ یہ مصدق کے لئے جہاں وعدہ ہے وہاں مکذب کے لئے وعید ہے۔

انما توفون اجورکم تمہیں تمہارے اعمال خواہ خیر ہوں یا شر پورا پورا بدلہ ملے گا۔

یوم القیامة اس لئے کہ عالمین کو دنیا میں کئے جانے والے اعمال کا اس دن بدلہ ملے گا۔

فمن زحزح عن النار وادخل الجنة یہ تصریح کی طرح ہے کیونکہ آگ سے دوری خود جنت میں داخلے کا نام ہے۔ ان کے درمیان کوئی چیز واسطہ نہیں۔

فقد فاز یہ فوز سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنی مراد و مقصود کو پالینا ہے۔

وما الحیاة الدنیا الامتاع الغرور حیات دنیا سے دنیا کی زیب و زینت مراد ہے۔ **متاع الغرور** جس طرح خریدار کو ملمع سازی کر کے کوئی سامان خریداری کے لئے پیش کیا جاتا ہے اور وہ اسے خرید لیتا ہے۔ بالکل اسی طرح دنیا کو ترجیح دینے والے اور اسی کی وجہ سے دھوکا میں پڑنے والے کا حال یہی ہے۔

ان اللّٰہ عندہ علم الساعة...... وما تدری نفس ماذا ماذا یہ ای شئی کے معنی میں ہے خواہ خیر ہو یا شر۔ **تکسب غدا** اس جملے کا عطف جملے پر کیا گیا ہے۔ اس میں انتہائی بلیغ انداز سے اس بات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کیا گیا کہ کل کیا ہو گا یہ

اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور کس زمین پر اس کی موت ہوگی یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ جب اس کی یہ شان ان چیزوں کے معاملے میں ہے تو دوسری چیزوں کے متعلق اس کے علم وقدرت کا خود اندازہ کرلو۔

اجل سے مراد عمر کے اختتام کا وقت۔ **لا یستاخرون ساعة و لا یستقدمون** یعنی ان کو ذرہ بھر مہلت نہ دی جائے گی۔ وقت پر موت آئے گی۔

یایها الذین امنوا لا تلهکم الایة آیت میں **ذکر الله** سے مراد پانچوں نمازیں اور دیگر عبادات' اصل مقصد مال واولاد میں بہت منہمک ہونے سے ممانعت کرنا ہے۔ **و من یفعل ذالك** جو مال واولاد میں مشغول ہوگیا۔ **فاولئك هم الخاسرون** وہ لوگ نقصان میں اس لئے ہیں کہ انہوں نے فانی کو باقی اور جلد ملنے والی کو ہمیشہ رہنے والی پر ترجیح دی۔ **و انفقوا مما رزقنکم** یہاں انفاق سے جمہور مفسرین نے زکاۃ مراد لی ہے۔ بعض نے ہر فرض ومستحب خرچ میں آیت کو عام قرار دیا ہے۔ **من قبل ان یأتی احدکم الموت** یہاں موت آنے سے علامت موت اور اس کی ادائیگی حالت مراد ہے۔ **اخرتنی** تاخیر کا مطلب واپس لوٹنے اور مہلت کا مطالبہ ہے۔ **اجل قریب** سے معمولی سا اور زمانہ مراد ہے۔ ابن عطیہ تحریر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس زمانے کو آنے والے کی وجہ سے قریب قرار دیا یا پھر اس لئے قریب کہا کہ مطالبہ کرنے والے نے اس کے متعلق تمنا ظاہر کی تا کہ وہ اس میں صرف اعمال صالحہ اختیار کرلے۔ ان حالات میں تو زندگی اور اس کی بہاروں کے لئے طویل وعریض امید ہو ہی نہیں سکتی۔ **فاصدق** یعنی میں صدقہ کروں۔

اَلنَّحْوُ: یہ جواب طلب میں ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

و اکن من الصالحین تا کہ تدارک مامات کر کے میں صالحین سے ہو جاؤں۔ ہر مجرم جب قریب المرگ ہوتا ہے تو تدارک کے لئے مہلت کا طالب بنتا ہے۔

جمہور تو اکن کو مجزوم مانتے ہیں' زمخشری نے فاصدق کے محل پر عطف قرار دیا اور خلیل نے اس میں توہم شرط کی وجہ سے جزم مانا ہے۔

عطف موضع اور عطف کا فرق عطف میں حرف شرط موجود ہوتا اور توہم اثر موجود ہوتا ہے مگر حرف شرط مفقود ہوتا ہے۔ **و لن یوخر الله** اعمال صالحہ کی خاطر مسابقت پر آمادہ کیا گیا ہے۔ **و الله خبیر** یہ وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اچھے برے اعمال کا حساب لیں گے۔ ان سے تمہاری کوئی حالت مخفی نہیں ہے۔

حتی اذا جاء احدهم الموت الایة یہ **یصفون** ① جو ماقبل مذکور ہے اس سے متعلق ہے۔ درمیان میں جملہ معترضہ ہے تا کہ استعاذہ کا اہتمام کیا جائے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ **لا یزالون علی سوء الذکر الی ان جاء احدهم الموت الخ** وہ اس غلط بات پر قائم رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کی موت کا وقت آن پہنچتا ہے۔

ابن عطیہ کا قول ② یہ محذوف کلام کی غایت ہے۔ تقدیر یہ ہے **فلا اکون کا الکفار الذین یهمزهم الشیاطن ویحرونهم حتی اذا جاء الایة** میں ان کفار کی طرح نہ ہوں گا کہ جن کو شیاطین یہاں تک بہکاتے اور اغواء کرتے ہیں کہ ان کی موت کا حسرتناک وقت آجاتا ہے تو وہ یہ کہنے لگتا ہے......

ابن عطیہ نے اس کو جملہ ابتدائیہ قرار دیا اور اسی کو راجح کہا۔

قال رب ارجعون واؤ تعظیم مخاطب کے لئے لائی گئی ہے۔بعض نے کہا جمع کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ وہ ارجعنی ارجعنی بار بار کہے گا۔ابن عطیہ کہتے ہیں پہلے اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کیا۔پھر فرشتوں کو خطاب کر کے کہا ارجعون تم مجھے واپس دنیا میں لوٹا دو۔لعلی أعمل صالحا فیما ترکت یعنی جس چیز کو میں نے ایمان میں سے چھوڑا شاید اس کو قبول کر کے میں اس میں کچھ نیک عمل کرلوں یا جس مال کو میں نے چھوڑا اسے درست مقام پر صرف کروں یا جس دنیا کو میں نے چھوڑا اس میں لوٹانے پر نیکیاں کمالوں۔

کلا انها کلمة هو قائلها کلا یہ ردع واستبعاد کے لئے آتا ہے۔① یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ② موت کو سامنے دیکھنے والے کا مقولہ ہے جو شرمندگی اور حسرت سے وہ اپنے آپ کو خطاب کر کے کہتا ہے۔انها یہ دوبارہ لوٹنے والی بات بس کہنے کی ایک بات ہے۔جس کو وہ حسرت کے طاری ہونے پر لامحالہ کہتا ہے۔ابن عطیہ کہتے ہیں ① یہ اس حالت کے آنے کی تاکیدی اطلاع ہے۔② مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے۔اس بات سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا خواہ کتنا واویلا کرے۔نہ اس کی فریادرسی کی جائے گی اور اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے لو ردوا العادوا کہ اگر ان کو واپس کردیں تو یہ دنیا میں وہی کچھ کریں گے جو پہلے کرتے رہے۔تو گویا اس میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔صفوی کا قول یہ ردع کی علت ہے' تم باز آ جاؤ' تمہارا وعدہ عمل صالح کا ہے اگر تم وعدہ کی طرف فقط رجوع کرو تو اس کے حق کو پورا نہیں کرسکتے۔من ورائهم برزخ الی یوم یبعثون لوٹنے کے درمیان صرف ایک آڑ ہے جو ان کے آگے باقی ہے۔الی یوم یبعثون کہہ کر ان کو مکمل طور پر مایوس کردیا کیونکہ یہ بات تو جانی پہچانی ہے کہ بعث کے دن دنیا کی طرف لوٹنا نہیں تو اس سے یہ خود ثابت ہوگیا کہ دنیا کی طرف قطعاً لوٹنا نہیں۔فاذا نفخ فی الصور صور قرناء کو کہتے ہیں بعض نے اس کو صورۃ کی جمع کہا۔قاضی بیضاوی نے اسی کی حمایت کی ہے۔(مگر روایت میں وضاحت آنے کے بعد اس تاویل کی ضرورت نہیں مترجم) یہاں آخری نفخہ مراد ہے۔فلا انساب بینهم یعنی نسب کا فائدہ نہ ہوگا۔یومئذ ولا یتسالون جیسا دنیا میں کرتے ہیں بلکہ اس دن اگر کسی قریبی کے ذمہ حق نکلے گا تو وہ اس سے وصول کرنے میں خوشی محسوس کرے گا۔خواہ باپ بیٹے کا ہو۔گویا لحاظ قطعاً نہ ہوگا۔یتساء لون یعنی کوئی گہرا قریبی دوست دوسرے دوست کو نہ پوچھے گا اور فاقبل بعضهم علی بعض یتساء لون الایۃ تو دوسرے موقف محاسبہ کی بات ہے اور اس آیت میں نفخہ کی کیفیت مذکور ہے۔② وہ داخلہ جنت کے بعد کی بات ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کل سبب و نسب ینقطع یوم القیامة الاسببی ونسبی میرا نسبی تعلق اس عموم سے مستثنیٰ ہے۔
فمن ثقلت موازینہ یعنی اس کے نہ عقائد درست نہ اعمال موجود کہ جن سے میزان عمل وزنی ہو۔فاولئك الذین خسروا انفسهم وہ اس طرح کہ انہوں نے اپنی استعداد کو ضائع کردیا۔موازین جمع موزون ہے اور وہ اعمال ہیں۔وزن کا مطلب عادت وعرف کے مطابق ان پر اتمام حجت اور قیام عدل ہے۔

کافر کے اعمال کی دو صورتیں ہیں ① اس کا کفر ایک پلڑے میں ہوگا دوسری طرف کوئی چیز نہ ہوگی۔② دوسرے پلڑے میں اس کا نیک عمل اور صلہ رحمی اور دیگر احسانات رکھے جائیں گے وہ کفر کے بالکل ہلکے ہوں گے۔

فی جهنم خالدون ① یہ خسروا انفسهم کا بدل ہے اس کا محل اعراب نہیں کیونکہ مندل منہ وہ صلہ ہے جس کا خود محل اعراب نہیں۔② یہ دوسری خبر ہے۔③ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔(والنہر) ظاہر قول یہ ہے یہ اولئك کی خبر ہے۔خالدون

دوسری خبر ہے اور فی جہنم اس کے متعلق ہے۔ **تلفح وجوھھم النار وھم فیھا کالحون** لفح جھلسنا' کالح تیوری چڑھانا۔ یہاں جسم کے اعلیٰ حصے کو لفح کے لئے خاص کیا کیونکہ تمام بدن کی بنسبت انسان اس کی زیادہ حفاظت کرتا ہے۔ جب وہ جھلسے گا تو دوسرے جسم کا کیا ذکر ہے۔ (اعاذنا اللہ منھا) جب جھلسنے کا تذکرہ ہوتو چہرے کے ساتھ خاص چیز **کلوح** ترشروئی تذکرہ فرمایا۔ اس کی بدصورتی کا حال یہ ہوگا کہ اوپر والا ہونٹ سر تک پہنچے گا اور نیچے والا لٹک کر سینے پر آ جائے گا بلکہ ناف تک ڈھانپ لے گا۔ جیسا ترمذی کی مرفوع روایت میں ہے۔ **الم تکن آیاتی تتلی علیکم** انہیں کہہ جائے گا۔ کیا میری آیات تم پر پڑھی نہ جاتی تھیں۔ **شقوتنا** یعنی بدحالی۔ **ضالین** یعنی راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے۔ **فان عدنا** آپ کی ناپسند کی طرف لوٹ کر گئے۔ **احسئوا فیہ** ذلیل اور دور رہو۔ یہ کتوں کو دھتکارنے کے لئے آتا ہے۔ **ولا تکلمون** تم عذاب کو دور کرنے کے لئے بات بھی مت کرو۔ ② بالکل بات ہی نہ کرو۔ بعض سلف کہتے ہیں اس کے بعد وہ زفیر وشہیق اور بھونک میں مبتلا رہیں گے۔

انہ کان فریق من عبادی...... ۂ ضمیر شان ہے۔ ابن عطیہ کہتے ہیں عبادی سے کمزور مؤمن مراد ہیں۔ اگر شان نزول صہیب' بلال وعمار رضی اللہ عنہما وغیرہ کے متعلق ہو مگر یہ عموم کے لحاظ سے قیامت تک ان کے سچے پیروں کو شامل ہے۔ **فاتخذتموھم سخریا** سخر یہ سین کے ضمہ وکسرہ کے ساتھ آتا ہے۔ اس کا معنی استہزاء ہے۔ ی نسبت مبالغہ کے لئے لائی گئی ہے۔ **حتی انسوکم ذکری** یہاں دوسرے فریق کی طرف بھلانے کی نسبت کی گئی ہے کیونکہ وہ سبب تھے۔ مطلب یہ ہے مسلمانوں کا مذاق اڑانے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ اپنے لئے آخرت کی فائدہ مند چیزوں کو بھلا بیٹھے۔ **بما صبروا** ان کے ایذائیں برداشت کرنے پر صبر کی وجہ سے ان کو آج بدلہ دیا گیا۔ **انھم ھم الفائزون** یہ جزیت کا مفعول ثانی ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔ **الفائز** امید کی غایت کو پانے والا۔ فوز اصل ہلاکت سے بچ کر نعمت پانا۔ **قال کم لبثتم فی الارض عدد سنین** ① اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ ② سوال کے لئے مقررہ فرشتہ کہے گا۔ تم نے زمین پر کتنی زندگی گزاری۔

عدد سنین یہ کم کی تمیز ہے۔ ① ان کو بتلانے کے لئے سوال ہوگا۔ ② وہ عذاب کی ہولناکی سے سب کچھ بھول جائیں تو یہ سوال ہوگا۔ **قالوا لبثنا یوما**۔ ابن عطیہ کہتے ہیں ان کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ ان کی قلیل عمروں نے طویل عذاب میں ڈال دیا۔ ② زمین میں مردہ رہنے کی مدت کے متعلق سوال کیا گیا ہے جمہور کا یہی قول ہے۔ ابن عطیہ نے اسی کو ترجیح دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے بعث بعد الموت کا انکار کیا۔ وہ اٹھنے کے قائل نہ تھے۔ جب وہ اسی مٹی سے اٹھیں گے تو انہیں کہا جائے گا۔ تم زمین میں کتنا عرصہ مردہ ہونے کی حالت میں رہے۔ **فاسأل العادین** ان سے آپ پوچھیں ان کو کتنی قدرت ہے۔ ہمیں تو اس حال میں گنتی کی قدرت نہیں ہے۔ عادین ملائکہ حفظہ مراد ہیں۔

قال ان لبثتم فرض کرو کہ اپنے ٹھہرنے کی مدت تمہیں معلوم بھی ہو جائے پھر بھی تھوڑا سا عرصہ دنیا میں رہے ہو۔

افحسبتم ...... عبثاً عبث بے فائدہ۔

یہ حال ہے یا مفعول لہ ہے۔ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ **انکم الینا** کا عطف پہلے انما پر ہے۔

الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبھم الایۃ۔ یأن یہ انی یانی سے قریب آنے کے معنی میں آتا ہے۔ **ان تخشع قلوبھم** یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کے وقت دلوں کے خشوع کا وقت نہیں آیا۔ ② اللہ تعالیٰ کے ذکر ونصیحت اور قرآن سن کر خشوع

قلب کا وقت نہیں آیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نزول قرآن کے تیرہ سال بعد اس آیت سے مسلمانوں کو جھنجھوڑا گیا ہے۔ سکی نے ابن مبارک سے نقل کیا میں نے بجانے کے لئے باجا ہلایا تو اس سے یہ آیت پڑھنے کی آواز آئی۔ اسی وقت باجے کو توڑ کر توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی توفیق خشوع کا عظیم الشان مقام عنایت فرمایا۔ خشوع اور اخبات اس حالت کو کہتے ہیں جب یہ دل میں پائی جائے تو اس کا اثر جوارح واعضاء پر بھی معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے دل کو اوّل مرکز کی وجہ سے یہاں ذکر کیا۔

ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں۔ اس میں اہل کتاب کی مماثلت سے ممانعت پائی جاتی ہے۔ اس میں صنعت التفات ہے۔

الامد ان کے اور انبیاء علیہم کا مابین زمانہ۔ فقست قلوبھم ان کے دل سخت ہو کر ان سے بھلائی جاتی رہی اور طاعات کی طرف جھکاؤ نایاب ہو گیا۔ ان کو گناہوں میں سکون آنے لگا اور آباء کی منقولہ چیزیں کرنے لگے۔ فاسقون فاسق دین سے نکلنے والے کو کہتے ہیں۔

نوٹ: اس سلسلہ میں بہت سی آیات آئی ہیں۔ خوش نصیب کو ایک بھی کافی ہے اور احمق کو ہزار نصائح بیکار ہیں۔

روایات

٥٧٤ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْكِبِيْ فَقَالَ "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ ، وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَآءَ ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۷۴ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا کہ تو دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو ناواقف یا مسافر ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب تم صبح کرو تو شام کا انتظار مت کرو اور اپنی صحت میں سے بیماری کے لئے اور اپنی زندگی ہی سے موت کے لئے حصہ لے لو یعنی تیاری کر لو۔ (بخاری)

اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنکبی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشغولیت سے خبردار کرتے ہوئے بات کی طرف زیادہ توجہ کے لئے یہ انداز اختیار فرمایا۔ یہ فعل سے متنبہ فرمانا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں قول سے خبردار فرمایا: الا انبئکم بخیر اعمالکم دونوں کندھوں سے پکڑنے کا مقصد خوب متوجہ فرمانا تھا۔ منکبی یہ مفرد اور تثنیہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ مفرد بہتر ہے۔

کانک غریب یعنی دنیا کا سامان اور زینت اشیاء زیادہ مت اکٹھی کرو جیسا کہ مسافر بوجھل چیز نہیں اٹھاتا۔ بقول شاعر۔

القی الصحیفة کی یخفف رحله ☆ والزاد حتی نعله القاها

یعنی اس نے اپنے کجاوے کو ہلکا کرنے کی غرض سے خط اور جوتے تک اٹھا پھینکا۔
حقیقت میں انسان دنیا میں مسافر ہے کیونکہ حقیقی وطن جنت ہے۔ جیسا کہ بہت سے شارحین "حب الوطن من الایمان" میں وطن سے جنت مراد لی ہے۔ جنت وہ جگہ جہاں ہمارے ماں باپ کو پہلے پہل اتارا اور اسی کی طرف انشاء اللہ ہم لوٹ کر جائیں گے اور انسان اس دنیا میں اسی طرح طرح جیسا کہ مسافر غیر وطن میں سے گزر جاتا ہے کیونکہ وہ اس کی راہ گزر پر واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ اصل کی طرف لوٹنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ عابر سبیل جو کسی شہر میں گزرنے کے لئے داخل ہو۔ اور جس کا یہ حال ہوگا وہ ضروریات سفر مثلاً کھانے پینے کے علاوہ کوئی چیز نہ لے گا۔
ابن عمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ اس بات کے تکملہ کے طور پر لوگوں کو ابھارنے کے لئے فرماتے جب تم شام کرو تو صبح کے منتظر مت رہو۔ صباح کا لفظ نصف میل سے زوال سے پہلے تک بولا جاتا ہے۔ زوال کے بعد اور نصف رات تک مساء بولتے ہیں۔ (الجمہر ابن درید) یہ لغوی معنی اور اطلاق ہے مگر اصطلاح شرع میں طلوع فجر سے طلوع شمس تک صباح ہے۔ مطلب یہ ہے جب شام میسر ہو تو نیک عمل اور توبہ کی طرف رجوع کرو اور اس بات پر مت رہو کہ تمہیں صبح تک موقعہ حیات میسر ہوگا' شاید یہ آخری لحات ہوں جیسا تجربات شاہد ہیں۔ بقول شاعر ؎

اذا امسیت فابتدر الفلاحا ☆ ولا تہملہ تنتظر الصباحا

واذا اصبحت اپنی صحت کے وقت کو نیکیوں کے جمع کرنے میں صرف کرو۔ لمرضك نیکیوں سے عاجزی کا وقت۔ من حیاتك جس میں تمہیں نیک اعمال کی قدرت حاصل ہے۔ لموتك ان میں نیکیاں جمع کرلو کہ موت کے بعد قبر میں تمہیں مانوس کریں۔ باب فضل الزہد میں اس کی شرح گزری ہے۔

تخریج : احمد ۲/۴۴۶۷' بخاری' ترمذی' ابن ماجہ' ابن حبان ۶۹۸' بیہقی ۳/۳۶۹۔

الفوائد : ① موت کی تیاری میں ایسی وصیت مرقوم ہو جس میں شاہدوں کی شہادت موجود ہو تاکہ وہ قابل عمل ہو سکے۔
② کتابت کا تذکرہ اظہار توثیق کے لئے ہے ورنہ وصیت پر شہداء کا موجود ہونا بھی کافی ہے۔ (کذا قال القرطبی)

۵۷۵ :وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَا حَقُّ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ لَّهٗ شَیْءٌ یُّوْصِیْ فِیْهِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَوَصِیَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ' هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ ' وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ "یَبِیْتُ ثَلَاثَ لَیَالٍ" قَالَ ابْنُ عُمَرَ :مَا مَرَّتْ عَلَیَّ لَیْلَةٌ مُّنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ذٰلِكَ اِلَّا وَعِنْدِیْ وَصِیَّتِیْ۔

۵۷۵: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان شخص کے لئے کہ جس کے پاس کوئی وصیت کی چیز ہو یہ جائز نہیں کہ دو راتیں بھی وہ گزارے کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی نہ ہو۔ (بخاری و مسلم) بالفاظ بخاری۔ مسلم کی روایت میں ہے تین راتیں ایسی گزارے۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی تو مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہیں گزری کہ میری وصیت میرے پاس موجود نہ ہو۔

ماحق مسلم مسلمان کی یہ شان نہیں کہ بطور احتیاط۔ مسلم کی قید سے غالب کے مقام پر کرنا مقصود ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں برانگیختہ کرنے کے لئے لائے تاکہ اس کو اپنانے میں جلدی کی جائے کیونکہ اس سے محسوس ہوتا ہے کہ اس کا چھوڑنے والا اسلام کو ترک کرنے والا ہے۔له شیء ایک روایت میں شیء کی جگہ مال کا لفظ ہے۔یوصی فیه یبیت گویا تقدیر عبارت بیانہٗ ہے اور یہ اس ارشاد کی طرح ہے ومن ایاته یریکم البرق یعنی احتیاط کے تقاضے سے اس کو اس طرح رات نہ گزارنی چاہئے شاید کہ وصیت سے پہلے اچانک اسے موت آ جائے۔ مومن کو کسی وقت موت کی یاد اور اس کی تیاری سے غافل نہ رہنا چاہئے۔

النحو: مصدر مؤدل امری کا بدل ہے۔ ② یبیت مسلم کی صفت ہے بقول طیبی یہ زیادہ درست ہے اور یوصی فیہ یہ شئی کی صفت ہے اور یبیت کا مفعول محذوف ہے ای آمناً او ذاکراً ابن التین کہتے ہیں یہ اصل موءکا تھا اور ما کی خبر مستثنیٰ ہے۔ (طیبی وکرمانی) ابن مالک نے کہا ان یبیت ما کی خبر ہے۔ ماقبل تقدیری عبارت کی ضرورت نہیں۔ ابن عبدالبر ؒ کی یہ صفت غالب کے لحاظ سے ہے پس اس کا کوئی مفہوم نہیں یا اس کی طرف جلدی کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے اور فی الجملہ کافر کا وصیت لکھنا بھی جائز ہے۔لیلتین اکثر رواۃ نے اسی طرح نقل کیا۔ ابوعوانہ اور بیہقی نے لیلة او لیلتین لکھا ہے۔ دو راتوں کا تذکرہ تنگی کے ازالہ کے لئے ہے تاکہ ضروری کاموں میں مزاحمت کا باعث نہ ہو اور بقدر ضرورت نصیحت حاصل ہو جائے اور اختلاف روایات تقریب کو ظاہر کرتا ہے نہ کہ تحدید کو۔ حاصل یہ ہے کہ اس پر تھوڑا سا زمانہ بھی بلا وصیت نہ ۔ رے اور وصایا میں عموماً گواہ ہوتے ہیں۔ اس میں کتابت پر اعتماد کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

فرق روایت یہ بخاری کے لفظ ہیں۔ مسلم میں ثلاث لیال ہے۔ ثلاث کی قید زیادہ سے زیادہ تاثیر کی مدت بتلانے کے لئے ہے۔ اسی لئے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس بات کو سننے کے بعد میری وصیت ہر وقت میرے پاس ہوتی تھی۔ مسلم کی دوسری روایت میں ماحق امریءٍ مسلم تمر علیه ثلاث لیال الا عنده وصیته ما نافیہ اور تمر خبر ہے (شرح مشارق)

جمہور کا قول وصیت مستحب ہے لازم نہیں، مگر جبکہ اس پر حقوق لازمہ ہوں۔ روایت میں لیال له لایا گیا علیه نہیں یہ تمام بحث تو وصیت متبرعہ میں ہے اگر امانات اور حقوق واجبہ میں وصیت واجب وفرض ہے۔

ابن عمر کا طرزِ عمل: آپ کی فوری اقتداء واتباع میں حرص کا حال یہ ہے اس گھڑی سے وصیت ہر وقت ساتھ لے لی۔ یہ کمال احتیاط اور کمال اتباع ہے۔ اللھم اجعلنا من اتباعھم۔

تخریج: اخرجه مالك في موطئه (١٤٩٢) واحمد ٢/٤٩٠٢ والبخاری ٢٧٣٨ ومسلم ١٦٢٧ وابوداؤد ٢٨٦٢ والترمذی ٩٧٤ والنسائی ٣٦١٨ وابن ماجه ٢٦٥٩٩ والطيالسی ١٨٤١ وابن حبان ٦٠٢٤ والبيهقی ٢٧٢،٢٧١/٦۔

الفرائد: ① امور واجبہ میں وصیت واجب ہے۔ ورنہ عمومی وصیت مستحب ہے (کذا قال البغوی) ② ابن عمرؓ کا عمل بالسنہ ظاہر ہو رہا ہے، جس سے ان کی عظمت ٹپکتی ہے۔ ③ حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر دو سے وصیت متعلق ہونی چاہئے۔

٥٧٦ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَّ النَّبِیُّ ﷺ خُطُوْطًا فَقَالَ : "هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ ، فَبَیْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ جَآءَ الْخَطُّ الْاَقْرَبُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۵۷۶: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی لکیریں کھینچیں۔ پھر فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کا مقررہ وقت ہے پس وہ اسی دوران میں ہوتا ہے کہ سب سے قریب خط اس کے درمیان آ جاتا ہے۔ (بخاری)

خط النبی صلی اللہ علیہ وسلم شاید کہ یہ خط اسی انداز سے ہو جو روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں وارد ہے۔ اس کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ **ھذہ املہ** اس مربع خط سے نکلنے والی لکیر یہ بندے کی امیدیں ہیں۔

اَلنَّحْوُ: **ھذہ** کی تانیث مفہوم کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔ **وھذا اجلہ** خط مستطیل کو عرض میں قطع کرنے والی لکیر انسانی اجل ہے۔

لطیفہ: املہ میں **ھذہ** ہی شاید اس لئے لائے کہ مؤنث مذکر کے بالمقابل ناقص ہے اور یہ اس کی مذمت کی طرف اشارہ ہے۔ حالانکہ اسے چھوٹا ہونا چاہیے۔ تاکہ نیک اعمال اور گناہوں سے فوراً توبہ کر لے۔ **فبینما ھو کذلک اذا جاء الخط الاقرب** یعنی وہ امید کی ان بھول بھلیوں میں ہوتا ہے کہ اجل کا قریبی خط امیدوں کی رسی کاٹ ڈالتا ہے۔

تخریج: اخرجه البخاری ٦٤١٨، واخرج احمد ١٢٢٤٠، عن انس رضی الله عنه جمع اصابعه فوضعها علی الارض فقال "هذا ابن آدم" ثم رفعها خلف ذلك قليلاً وقال هذا اجله ثم رمی بیده امامه قال وثم امله واخرجه الترمذی ٢٣٣٤، وابن حبان ٢٩٩٨ بلفظ قريب واسناده قوی۔

٥٧٧ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسْطِ خَارِجًا مِّنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا اِلٰى هٰذَا الَّذِيْ فِي الْوَسْطِ فَقَالَ: هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ مُحِيْطًا بِهٖ - اَوْ قَدْ اَحَاطَ بِهٖ وَهٰذَا الَّذِيْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهٗ ، وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ ، فَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا وَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ - وَهٰذِهٖ صُوْرَتُهٗ-

۵۷۷: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع شکل کا خط کھینچا اور اس کے درمیان میں ایک خط کھینچا جو اس مربع کے درمیان سے نکلنے والا تھا اور چھوٹے چھوٹے خط کھینچے جو اس وسط کے درمیان تھے پھر فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کا وقت مقررہ۔ اور یہ اس کا گھیرا ڈالا ہوا ہے اور یہ باہر نکلنے والی اس کی امید ہے اور یہ چھوٹے خط یہ حوادثات ہیں۔ اگر ایک حادثہ اس سے خطا کرتا ہے دوسرا آ کر دبوچ لیتا ہے اور اگر اس سے نکلتا ہے تو تیسرا آ کر دبوچ لیتا ہے۔ (بخاری)
اس کی صورت یہ ہوگی۔

خارجا منه: مربع خط سے باہر۔ **خططا** یہ خط کی جمع ہے۔ **الی ھذا** اس کا مشار الیہ الخط ہے۔

اَلنَّحْوُ: **من جانبه** یہ خط کے متعلق ہے۔ دوسرا **فی الوسط** بھی اسی سے متعلق ہے۔ **فقال ھذا الانسان** ذہنوں میں بات بٹھانے کے لئے زبان نبوت نے کس قدر شاندار تمثیل سے معانی کو محسوسات میں بدل دیا

یہ مبتداء اور خبر ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ خط بطور تمثیل انسان ہے۔ **هذا الذی هو خارج** یہ مربع خط سے باہر نکلنے والی انسان کی امید ہے۔ اور **محیط** خط اس کی اجل (موت) ہے جو اس کا گھیراؤ کرنے والی ہے۔ **هذه الخطط الصغار الاعراض** یہ چھوٹے خطوط انسانی عوارض ہیں خواہ وہ خیر کی قسم ہوں یا شر سے۔ **فان اخطاه هذا نهشه هذا** اگر ان تمام عوارض سے وہ بچ نکلا تو اسے یہ جھپٹ لیتی ہے۔ النهش: یہ اس ڈنگ سے استعارہ ہے جو بہت مہلک اور زہریلا ہے۔

موت کا وقت
اصل
عوارض
موت کا وقت
موت کا وقت
موت کا وقت

ایک اشکال اشارات چار ہیں مگر خطوط تین ہیں۔

حل کرمانی رحمہ اللہ لمبا خط دو حیثیتیں رکھتا ہے ① اندرونی حصہ انسانی ② بیرونی حصہ امید ہے، عوارض سے مصائب مراد ہیں۔ اگر ان سے بچ نکلا تو موت سے چارا نہیں اور اگر کوئی مصیبت نہ بھی آئی پھر بھی اچانک موت تو آئے گی۔ حاصل یہ ہے جو تلوار سے نہ مرا وہ طبعی موت سے تو مرے گا۔ اس حدیث میں امید کو مختصر رکھنے کی ترغیب ہے اور اچانک پہنچ جانے والی موت کی تیاری کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ بخاری نے بھی اسی طرح خط کھینچا جیسا کرمانی نے ذکر کیا ہے۔ (بخاری کتاب الرقاق)

ابن التین نے اس طرح تصویر بنائی ہے۔
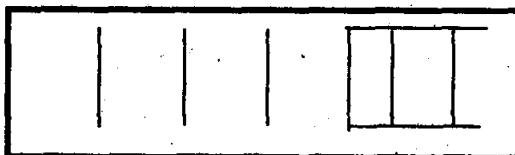
ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو ہم نے وہ قابل اعتماد ہے۔ حدیث کا سیاق اس کی تائید کرتا ہے۔ **هذا الانسان** سے داخلی نقطہ اور محیط خط سے اجل، خارج خط سے امید اور خطط سے مراد وہی خط جو مثال میں مذکور ہیں۔ اس سے معین تعداد مراد نہیں اور حدیث انس رضی اللہ عنہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ **اذا جاء الخط الاقرب** اس سے محیط خط مراد ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ محیط خط خارج خط سے زیادہ قریب ہے۔ (فتح الباری)

صاحب المفاتح کہتے ہیں تصویر اس طرح ہے ① درمیانہ خط انسان ہے ② مربع اجل ہے چھوٹے خطوط اعراض ہیں یعنی مصائب و آفات بیماری وغیرہ۔
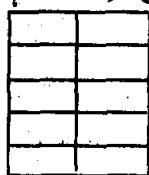
یہ انسان سے متصل ہیں اور مربع سے نکلنے والی وہ امید ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کا خیال یہ ہے کہ وہ اپنی امید کو وقت مقررہ سے پہلے پالے گا حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ اجل تو امل سے قریب تر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ امید کے اس تک پہنچنے سے پہلے وہ مر

جائے۔

تخریج :اخرجه احمد ۲/۳۶۵۲، والبخاری ۶۳۱۷۔

الفرائد :① اس حدیث میں اشارہ فرمادیا کہ امیدوں کو چھوٹا کرو۔ ② اچانک آنے والی موت کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ③ مؤمن کی آزمائش تو بہرحال ہوگی۔ ولنبلونکم بشیء ...... ایضا وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (العنکبوت)

۵۷۸ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ" سَبْعًا هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُّنْسِيًا ، اَوْ غِنًى مُطْغِيًا ، اَوْ مَرَضًا مُّفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُّفَنِّدًا اَوْ مَوْتًا مُّجْهِزًا اَوِ الدَّجَّالِ فَشَرُّ غَائِبٍ يُّنْتَظَرُ ، اَوِ السَّاعَةُ فَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۵۷۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سات چیزوں سے پہلے اعمال میں جلدی کرو کیا تم بھلا دینے والے فقر کا انتظار کررہے ہو یا سرکشی میں ڈالنے والی مالداری کا یا بگاڑ دینے والی بیماری کا یا سٹھیا دینے بڑھاپے کا یا تیار موت کا یا دجال کا۔ پس وہ تو بدترین غائب چیز ہے جس کا انتظار کیا جارہا ہے یا قیامت کا۔ قیامت تو بہت بڑی مصیبت یا تلخ ہے۔(ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

بادروا بالاعمال جن اعمال صالحہ کی قدرت پاؤ ان کو جلدی سے انجام دو۔ سبعاً ان مصائب یا کاموں سے پہلے پہلے اس کا مصدر محذوف ہے۔ هل تنتظرون الافقراً منسیاً عمل میں سرعت کو چھوڑ کر منتظر چیزوں میں سے ایک کے منتظر ہو۔ فقر کی طرف نسیان کی نسبت مجازی ہے کیونکہ وہ نسیان کا سبب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لو احتجت الی بصلة ما فهمت مسئلة" او غنی مطغیاً غنی کی نسبت طغیان کی ہرف مجازی ہے۔ اس سے وہ مالداری مراد ہے جو انسان اپنے مقام ومرتبہ سے نکال دے اور مخالفتوں کے گہرے گڑھے اور مشتبہات کے دلدل میں پھنس جائے۔ او مرضا مفسداً۔ ایسی بیماری جو اعضاء جسمانی کو بگاڑ ڈالے جس سے انسان عبادات کی طرف توجہ نہ کر سکے۔ وہ بیماری مراد نہیں جس سے وہ قرب الٰہی کی طرف قدم بڑھائے۔ اسی لئے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خذ من صحتك لمرضك او هرما مفندا ایسا بڑھاپا جس کی کوئی دوا نہیں۔ جس میں ابتلائے کے بعد آدمی کو لوگ کم عقل کہتے ہیں۔ شدید بڑھاپے کبھی عقل کی کمی اور دیگر خرابیوں کا باعث بنتا ہے۔ او موتا مجهزاً۔ تیزی سے آنے والی۔ جیسے کہتے ہیں اجهز علی الجریح جب وہ جلدی سے قتل کر ڈالے (النہایہ)

النحو :او الدجال فشر غائب ینتظر مبتداء محذوف ہے۔ هو شر غائب کہ وہ غائب ہونے والا بڑا شر ہے کہ جس کی وجہ سے بندوں کی آزمائش ہوئی اس کے فتنہ سے وہی بچے گا جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ وہاں نیک عمل تو کیا کریں گے۔ او الساعة فالساعة ادهی وامر یعنی سب سے بڑی جو آنے والی ہے وہ قیامت ہے جس کا علاج نہیں۔ اس کے بالمقابل دنیا کے مصائب کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ حاصل روایت یہ ہے وہ آدمی جو صحت مند گزر اوقات والا ہو پھر عبادات میں کوتاہی کا

مرتکب ہوا اور اپنے وقت کو اعمال صالحہ سے آباد نہ کرے وہ اپنے معاملات میں غبن کا مرتکب ہے اور اپنے تجارتی مال میں کل شرمندگی اٹھائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحة والفراغ** باب المبادرة الی الخیرات میں اس کی شرح گزر چکی ہے۔

تخریج: اخرجه الترمذی ۲۳۱۳' وفی اسناده محرز بن هارون قال البخاری منکر الحدیث وکذا قال النسائی الکامل فی العضفاء لابن عدی ٦/٤٤٢' وذکر الذهبی فی المیزان ٦/١' عن ابن القطان قوله قال البخاری کل من قلت فیه منکر الحدیث فلا تحل الروایة عنه اه۔ والحدیث اخرجه الحاکم ٤/٧٩٠٦ باسناد فیه انقطاع۔

الفرائد: ① بلایا اور مصائب کی آمد سے پہلے مسلمان کو اعمال صالحہ کر لینے چاہئیں۔ ② موت کے آثار سے پہلے پہلے خوب نیکیاں کما لے۔ ③ موت کے وقت کی ندامت بے فائدہ ہے۔

۵۷۹: وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَكْثِرُوْا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ" يَعْنِي الْمَوْتَ' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۵۷۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لذتوں کو لٹانے والی یعنی موت کا کثرت سے انتظار کرو۔ (ترمذی)

یہ حدیث حسن ہے۔

ھاذم قاطع کو کہتے ہیں (سیوطی) ابن حجر ہیثمی نے اس کو ھادم قرار دیا جس کا معنی جڑ سے اکھاڑنے والا اور ذال سے قاطع ہی مراد ہے۔ سہیلی نے بھی ابن حجر کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ اس روایت میں استعارہ بالکنایہ ہے۔ پہلے لذات کے وجود کو پھر اس کے زوال کو موت کا تذکرہ کر کے بلند عمارت کے گرنے سے تشبیہ دی۔ جو جڑ سے اکھڑ جائے **یعنی الموت** یہ ھاذم لذات کی تفسیر ہے۔ مشکوٰۃ میں یہ لفظ مذکور نہیں مگر بظاہر یہ حدیث کا لفظ ہے۔ اس پر تینوں اعراب رفع نصب جر جائز ہے۔ جامع صغیر میں اس طرح ہے۔ اکثروا ذکر ھاذم اللذات بیہقی نے شعب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت اس طرح نقل کی "**اکثروا ذکر هاذم اللذات فانه لم یذکره احد فی ضیق من العیش الا وسعه علیه' ولا ذکره فی سعة الا ضیقها علیه**" (بیہقی) علماء نے فرمایا ہر آدمی خواہ صحت مند ہو یا بیمار اسے موت کی یاد دل' زبان سے کرنی چاہئے ورنہ دل سے تو ضرور ہو اور اس قدر زیادہ کرے کہ وہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہر وقت رہے۔ یہ چیز معصیت سے روکنے اور طاعت کو دعوت دینے کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ جیسا کہ یہ الفاظ بتلاتے ہیں **فانه لم یذکره احدٌ**"

تخریج: حسن الاسناد۔ اخرجه احمد ٣/٧٩٣٠' والترمذی ٢٣١٤' والنسائی ١٨٢٣' وابن ماجه ٤٢٥٨' وابن حبان ٢٩٩٢' و ٢٩٩٤' والقضاعی فی مسند الشهاب ٦٦٩' والحاکم فی الرقاق ٤/٧٩٠٩۔

الفرائد: ① موت کے احوال کا اکثر تذکرہ کرنا چاہئے تاکہ لقاء باری تعالیٰ کی مکمل تیاری ہو۔ ② موت کا کثرت سے تذکرہ غفلت کو دور کرتا ہے اور اتباع شہوات سے بچاتا ہے۔

۵۸۰ :وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ :"يٰاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللّٰهَ ' جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ' جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ ' جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ" قُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِيْ؟ فَقَالَ :"مَا شِئْتَ؟" قُلْتُ: الرُّبُعَ؟ قَالَ: "مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ" قُلْتُ :فَالنِّصْفَ؟ قَالَ :"مَا شِئْتَ ' فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ" قُلْتُ :فَالثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ :"مَا شِئْتَ ' فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ" قُلْتُ :اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِيْ كُلَّهَا؟ قَالَ :"اِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۵۸۰: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جب رات کا تیسرا حصہ گزر جاتا تو آپؐ عبادت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے اور فرماتے اے لوگو! اللہ کو یاد کرو۔ لرزہ طاری کر دینے والی اور اس کے پیچھے آنے والا آ گیا۔ موت اپنی ساری ہولنا کیوں سمیت آ گئی موت جو کچھ اس میں ہے وہ سب کے ساتھ آ گئی میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپؐ پر اکثر درود پڑھتا ہوں میں کتنا وقت درود کے لئے مقرر کروں؟ آپؐ نے فرمایا جتنا تو چاہتا ہے میں نے عرض کیا چوتھائی۔ پھر فرمایا جتنا تو چاہتا ہے اگر تو نے اضافہ کیا تو وہ تیرے لئے بہت بہتر ہے۔ میں نے کہا آدھا فرمایا جتنا تو چاہتا ہے اگر تو نے اس سے زیادہ اضافہ کیا تو وہ تیرے لئے بہت بہتر ہے میں نے کہا دو تہائی۔ فرمایا جتنا تو چاہتا ہے پس اگر تو نے بڑھا دیا تو تیرے لئے بہت بہتر ہے۔ میں نے کہا کہ میں اپنا سارا وقت آپؐ پر درود پڑھنے کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا یہ تیرے غموں کے لئے کافی ہوگا اور تیرے گناہوں کو بخش دیا جائے گا (ترمذی) اور اس نے کہا حدیث حسن ہے۔

اذا ذهب ثلث الليل ایک روایت میں ربع اللیل ہے دونوں میں موافقت کی صورت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مبارک مختلف اوقات میں مختلف تھا کبھی مقدم کبھی رات کا موخر حصہ۔ قام یعنی نیند سے بیدار ہوتے اور رفقا اور امت کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں پر ابھارنے کے لئے فرماتے۔ **یایها الناس اذکروا الله** اللہ تعالیٰ کو زبان، دل سے زیاد کرو تا کہ ذکر تمہیں نیک اعمال کی کثرت اور برائیوں کے ترک پر آمادہ کرے۔ **جاء ت الراجفه تتبعها الرادفة** راجفہ قیامت پہلا زلزلہ جس سے پہاڑ مضطرب ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**یوم ترجف الارض والجبال**﴾ **رادفه** سے دوسرا نفخہ مراد ہے جو پہلے کے بعد آئے گا۔ ان کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔

النحو: یہ جملہ حال ہے۔

جاء الموت بما فيه موت کے وارد ہوتے وقت بڑے خوفناک واقعات پیش آئیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ **انه صلی الله علیه وسلم کان یدخل یده فی علبة الماء او الرکوة ویمسح وجهه ویقول ان للموت سکرات الحدیث** اور اسی طرح قبر کے فتنہ اور اس کے عذاب واہوال سے پناہ طلب کرے۔

بما فیه سامعین کے سامنے بات کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے یہ انداز اختیار فرمایا۔

قلت یا رسول الله انی اکثر الصلاة علیك اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کو اپنے کسی اچھے عمل کا تذکرہ برا نہیں جبکہ خود

پسند یا کوئی اور فاسد غرض نہ ہو۔ یہاں حکم دریافت کرنے کے لئے ذکر کیا گیا ہے۔ **فکم اجعل لك من صلاتی؟** یہاں صلاتی کا معنی دعا ہے۔ اس کی دلیل دوسری روایت ہے: **قال رجل یا رسول اللہ ارید اجعل شطر دعائی لك الحدیث** ابن حجر کہتے ہیں اس روایت کے درست ہونے کی صورت میں اس سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ اس آدمی کو اسی طرح بات پیش آئی ہو جیسا ابوذر رضی اللہ عنہ کو پیش آئی۔ **ما قدر ما اصرفه فی الدعالك والصلاة علیك؟ واشتغل فیه عن الدعا لنفسی؟:** کہ میں آپ کے لئے دعا میں مصروف ہو کر اپنے لئے دعا مانگنا بھول جاؤں۔ ② صلاۃ کا حقیقی اصطلاحی معنی مراد ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا میں نفلی نماز کا کتنا ثواب آپ ﷺ کے لئے مقرر کروں ابن حجر نے اس کو غلط قرار دیا ہے۔ سیاق بھی اس کے خلاف ہے کیونکہ فکم ماقبل پر متفرع ہے کیونکہ حقیقی معنی مراد لینے سے نامناسبت اور بڑھے گی اور دوسری بات یہ کہ ثواب ایک ایسی چیز ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کی کوئی چیز لازم نہیں۔ شوافع رحمہم اللہ کے ہاں عبادت بدنیہ نفلیہ میں بھی نیابت درست نہیں اور نہ اس کا ثواب ہدیہ کرنا درست ہے۔ عندالاحناف ثواب ہدیہ کرنا درست ہے (مترجم) **فقال ما شئت** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحدید نہیں فرمائی بلکہ اس کی چاہت پر چھوڑ دیا تاکہ اگر وہ اپنی عبادت کا سارا وقت درود کے لئے وقف کرے تو یہ زیادہ مناسبت ہے اگر حد بندی کر دی جاتی تو مزید کی طلب کا دروازہ بند ہو جاتا۔ **قلت الربع** یہ فعل محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ **قال ما شئت فان زدت** یہاں فا کے ساتھ ہے۔ ایک روایت میں واؤ کے ساتھ ہے۔ **فھو خیر لك** اضافہ بہتر کیونکہ اس سے ثواب میں اضافہ ہو جائے گا جیسا کہ اس آیت میں ہے ﴿فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ﴾ **قلت فالنصف** فا ماقبل پر عطف کر رہی ہے۔ ای **اجعل لك النصف' قال ما شئت فان زدت......** یہ جملہ خبر و استفہام دونوں طرح بن سکتا ہے۔ یعنی **فاذا اجعل لك صلاتی کلھا** تین کی گنتی کے بعد وہ جملے کی طرف منتقل ہوا کہ معاملہ اس تک پہنچنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں اپنی دعا کے تمام اوقات کو آپ پر درود شریف میں صرف کروں گا۔ ② میرے تمام درود اور اس کا ثواب آپ ﷺ کے لئے ہوگا۔ **قال اذن تکفی ھمك** ھم غم کو کہتے ہیں یہاں دونوں جہاں کے غم مراد ہیں جیسا ایک حسن روایت میں ہے: **قال رجل یا رسول اللہ ارایت ان جعلت صلاتی کلھا علیك؟ قال اذن یکفیك اللہ امر دنیاك واخرتك** اگر یہ روایت درست ہو تو کوئی مانع نہیں کہ واقع کئی مرتبہ پیش آیا ہو۔ یہ ابی اور دیگر حضرات کو پیش آیا۔ مھمات میں کفایت کی صورت یہ ہے کہ اس وقت کو درود شریف میں خرچ کیا جائے۔ درود شریف اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور ان کے ذکر اور اس کے رسول کی تعظیم و تکریم پر مشتمل ہے۔ ایک حدیث قدسی میں وارد ہے: **من شغله ذکری عن مسألتی اعطیته افضل ما اعطی السائلین** حقیقت میں درود شریف پڑھنے والے کا کچھ نقصان نہیں ہوا بلکہ اس نے اپنے نفس کے لئے جو مانگنا تھا اس نے اس سے بہت بڑھ کر ثناء اس کی بارگاہ میں پیش کی اور اس سے اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت فرشتوں کی دعائیں دس گناہ یا ستر گناہ مل گئیں یا ایک ہزار گنا مل گئیں جیسا کہ روایات میں وارد ہے اور اس کے ساتھ اسے وہ ثواب مل گیا جس کا مقابلہ کوئی دوسرا ثواب نہیں کر سکتا۔ اب ان فوائد سے بڑھ کر اور کیا فوائد ہوں گے اور کب بندہ کو ایسی کامیابی ملتی ہے چہ جائیکہ کہ اس سے افضل ہو؟ اور اس کا اپنے لئے دعا کرنا ان فضائل کا مماثل کیسے بن سکتا ہے۔ یہ آپ کی برکت کے باعث ہے۔ **ویغفر لك ذنبك** وہ تمہارے گناہ بخش دے گا کیونکہ یہاں وہ اپنی برکات ایسے معزز ترین واسطے سے اتار رہے ہیں جو ہر بھلائی کے پہنچنے کا ذریعہ

ہے جب تم نے شکر کی افضل ترین راہ اپنائی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام کے اضافے کا ذریعہ بنی اور یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کو لازم کرنے والی ہیں اور جس سے رب تعالیٰ راضی ہو جائیں اس کو ہرگز عذاب نہ دیں گے۔

تخریج :اخرجه احمد ٢١٣٠٠/٨ مختصراً' والترمذی ٢٤٦٥' واللفظ له۔ واسناده حسن۔

الفرائد :① اس میں آپ ﷺ کی امت سے محبت اور ان کے معاملے میں شدید اہتمام ظاہر ہوتا ہے۔② درود شریف کی فضیلت معلوم ہو رہی ہے۔③ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے امت کو عمدہ نصیحت کی گئی ہے۔

٦٦ :بَابُ اسْتِحْبَابِ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ لِلرِّجَالِ وَمَا يَقُوْلُهُ الزَّائِرُ؟

بَابُ :مردوں کیلئے قبروں کی زیارت مستحب ہے اور زیارت کرنے والا کیا کہے؟

القبور جمع قبر۔ یہ وہ عظمت ہے جو بنی آدم کے حصہ میں آئی۔ جب قابیل نے اس زمین پر پہلا خون کیا تو اللہ تعالیٰ نے کوے کو بھیج کر یہ چیز سکھائی۔ ایک قول یہ ہے کہ دفن کا سلسلہ بنی اسرائیل میں شروع ہوا مگر یہ باطل قول ہے۔ (المنہاج)

مردوں کے ساتھ عورتوں اور ہیجڑوں کا زیارت قبور کے لئے جانا مطلقاً مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ فتنے اور رونے کے ساتھ ان کی آواز بلند ہوگی جو کہ ممنوع ہے۔ البتہ عورتوں کے لئے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت مسنون ہے۔ بعض نے دیگر انبیاء و اولیاء کے متعلق جبکہ فتنہ اور دیگر بدعات نہ ہوں تو درست کہا ہے مگر اوزاعی کہتے ہیں اگر یہ درست بھی ہو تو اقارب صالحین سے اولیٰ ہیں۔ درست تر بات یہ ہے کہ اس میں اس طرح فرق کیا جائے مثلاً حاضری کے مقامات پر جائے مثلاً مسجد میں نماز کے لئے جانا پس اس میں ان شرائط کا لحاظ رکھنا ہوگا ادھیڑ عمر ہو۔ خوشبو میں بسی ہوئی نہ ہو اور نہ زیورات میں اٹی ہو اور ٹھاٹھ باٹھ والے کپڑے زیب تن نہ ہوں اور پالکی اور باپردہ سواری میں جائے۔ اجانب سے مستورہ سکے اور اگر چہ جوان ہو اس کے لئے بھی یہ طریقہ ہے کیونکہ یہاں فتنے کا خطرہ نہیں اور اقارب و علماء کے درمیان فرق کیا جائے گا کیونکہ یہاں مقصد عظمت کا اظہار ہے کہ ان کے مقامات کو آباد رکھا جائے۔ ان مقامات کی زیارت اخروی بدلے کا باعث ہے۔ اس کا ان کو کوئی مجرم ہی کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس اقارب کا معاملہ ایسا نہیں (تحفۃ لابن حجر) وما یقوله الزائر۔ کیا دعا اور تحفہ سلام ان کو پیش کرے (آج کل جن قبیح محرمات کا ارتکاب صالحین کی قبور پر کائی جاتا ہے۔ الامان والحفیظ۔ ان سے جواز کی صورت نہ صرف ممنوع بلکہ عورتوں کے لئے بالکل ناجائز ہوگی۔

٥٨١ :عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ :"فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّزُوْرَ الْقُبُوْرَ فَلْيَزُرْ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُنَا الْاٰخِرَةَ"۔

۵۸۱: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا۔ پس اب تم ان کی زیارت کیا کرو (مسلم) ایک روایت میں ہے کہ جو آدمی قبروں کی زیارت کا ارادہ کرے وہ زیارت کرے۔ پس بے شک وہ آخرت کو یاد دلانے والی ہے۔

بریدۃ: ان کے والد کا نام حصیب بن حارثہ اسلمی ہے۔ یہ بدر سے پہلے اسلام لائے مگر بدر میں موجود نہ تھے۔ بعض نے کہا اس کے بعد اسلام لائے۔ یہ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے۔ انہوں نے ایک سوستر روایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں۔ بخاری و مسلم میں ۱۴ ہیں جن میں سے ایک متفق علیہ ہے۔ دو روایتوں میں بخاری منفرد اور گیارہ میں مسلم منفرد ہیں۔ ان کے اپنے بیٹوں نے ان سے روایت نقل کی ہے اور شعبی اور ابوالملیح ہذلی نے ان سے روایت لی ہے۔ ابتداء میں مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کی پھر بصرہ چلے گئے پھر مقام مرو میں مقیم ہوئے۔ وہاں ۶۲، ۶۳ میں وفات پائی۔ خراسان میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔ ان کی اولاد وہیں رہی۔ **کنت نهيتكم عن زيارة القبور** کیونکہ زمانہ جاہلیت بالکل قریب تھا اور وہ کلمات قبیحہ جو قبور پر کہا کرتے تھے وہ گوشہ نسیان میں نہیں گئے تھے۔ **فزوروها** جب قواعد پختہ ہو کر احکامات واضح ہو گئے اور نفع نقصان کا علم ہو گیا تو اس وقت وہ ممانعت ختم کر دی گئی اور یہ حکم فرمایا گیا۔ دوسری روایت میں اس کی علت بھی ذکر فرمائی کہ یہ آخرت کی یاد کا ذریعہ ہیں یعنی ان کے ذریعہ موت یاد آتی ہے جو دلوں میں رقت پیدا کرتی ہے اور موت اور حشر کی حالت سامنے آتی ہے اور اس سلسلے میں تاکید فرما دی کہ جاہلیت کی عادات کا وہاں ارتکاب ہرگز نہ کریں: **الا يقولوا هجرًا**۔ یعنی باطل قول نہ کہیں۔ یہ باطل اقوال تذکرۂ آخرت کے مخالف ہیں۔

اصولی قاعدہ یہ ہے کہ ممانعت کے بعد امر اباحت کو ثابت کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اموات کی قبور پر جا کر اس کو پختہ کر دیا۔ اجماع سے اس کی طلب کو مضبوط کر دیا بلکہ ابن عبدالبر نے بعض علماء سے اس کا وجوب نقل کیا ہے اور مسلمانوں کے بوسیدہ قبرستان میں جانے پر مردوں کے متعلق استحباب پر تمام کا اتفاق ہے کیونکہ دم کی ہڈی رہ جاتی ہے اور شوافع کے ہاں محل قبر میں روح بھی باقی رہتی ہے۔ علماء نے **بانها تذكره الآخرة** والی علت سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ آخرت کی یاد اس شخص کے لئے ہے جو موت کے متعلق سوچ و بچار کرے اور دنیا کے انجام پر غور کرے کہ وہ کیا ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے لئے رحمت کی دعا اور استغفار کرے۔ دنیا میں جن کے ساتھ جان پہچان ہو ان کے لئے تو زیادہ موکد ہے۔

اقسام زیارت: ① فقط موت کی یاد مقصود ہو۔ اس کے لئے اہل قبور کو جاننے کی حاجت نہیں بس قبور کا دیکھنا کافی ہے۔ ② دعا کے لئے قبرستان جائے یہ ہر مسلمان کے لئے مسنون ہے۔ ③ حصول برکات کے لئے جائے یہ اہل خیر کی قبور سے متعلق ہے کیونکہ عالم برزخ میں بھی ان کی بہت برکات ہیں۔ ④ مسلمان کے حق کی ادائیگی مقصود ہو مثلاً دوست، والد جیسا ابو نعیم نے روایت نقل کی ہے: **من زار قبور والديه او احدهما يوم الجمعة كان كحجة** بیہقی کے الفاظ یہ ہیں: **غفر له و كتب له براة** ⑤ رحمت و انس کے لئے جیسا انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: **ما يكون الميت في قبره اذا رأى من كان يحبه في الدنيا** کسی نیک بزرگ کی قبر کی زیارت کے قصد سے سفر درست نہیں سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ رویانی کہتے ہیں جن کے متعلق استثناء ہے ان کے علاوہ سفر زیارت حرام ہے۔

بعض متعلقات: ابتداء میں زیارت قبور کی ممانعت تھی پھر نہی منسوخ ہو گئی اور اس کو مباح کر دیا گیا۔ جامع صغیر میں ہے: **كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها القبور فانها تزهد في الدنيا وتذكر الآخره** (ابن ماجه) اور حاکم کی روایت **كنت نهيتكم عن زيارة القبور الافزوروها فانها ترق القلب وتدمع العين وتذكر الآخره ولا تقولوا هجرًا**۔ (مستدرک)

تخریج :اخرجه مسلم ۹۷۷ باتم منه۔ واخرجه ابو داود ۳۲۳۵' والنسائی ۲۰۳۱ و ٤٤١ و ٥٦٦٨ و ٥٦٦٩۔

الفوائد :① زیارتِ قبور مستحب ہے کیونکہ اس سے اپنی موت یاد آتی ہے ② موت کی یاد دُنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف راغب کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

۵۸۲ :وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقُوْلُ :"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ :اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۸۲ :حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آنحضرت ﷺ کی جب میرے ہاں باری ہوتی تو آپ رات کے آخری حصہ میں بقیع کی طرف نکل جاتے اور فرماتے :"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ :اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ" :اے مسلمان! گھر والو تمہیں سلام ہو تمہارے پاس آ گیا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا۔کل جس کا وقت مقرر کیا گیا تھا اور بے شک اللہ نے چاہا تو ہم تمہیں ملنے والے ہیں۔اے اللہ! بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔(مسلم)

کلما ماوقتیہ ہے۔اسی وجہ سے کل کا لفظ اس کے ساتھ ملا دیا گیا۔ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ **کان لیلتها** تقسیم کے لحاظ سے ان کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کی رات ہوتی۔

النحو :من رسول الله یہ لیلتها سے متعلق ہے ② محذوف سے متعلق ہے:ای التی تخصها منه جو اس کے لئے مخصوص فرماتے۔**یخرج من آخر اللیل إلی ابقیع الغرقد** یخرج یہ کلما کا جواب ہے اگرچہ ظرف ہے مگر اس میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔یہ حکایت کلام ہے۔گویا اسطرح کہا **کان عادته ان یخرج۔ بقیع** یہ فعیل کے وزن پر ہے۔غرقد یہ جعفر کے وزن پر ہے۔غرقد یہ کانٹے دار درخت ہے۔اس کا واحد غرقدۃٌ ہے(النہایہ) اسی وجہ سے مدینہ کے قبرستان کو بقیع غرقد کہا جاتا تھا کیونکہ وہاں غرقد کا درخت کثرت سے پایا جاتا اور کاٹا جاتا تھا اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے **السلام علیکم دار قوم مؤمنین اتالکم ما توعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء الله بکم لاحقون** اے اللہ بقیع غرقد کے مکینوں کو بخش دے۔

تخریج :اخرجه مسلم ۹۷٤' والنسائی ۲۰۳۸' وفی عمل الیوم واللیله ۱۰۹۲' واحمد ۹/۳۱۷۲' وابن ماجه ۱٥٤٦' وابن حبان ۳۱۷۲' وعبدالرزاق ٦۷۲۲'.والبیهقی ٤/۷۹۔

الفوائد :① قبور کی زیارت مستحب ہے۔② وہاں جا کر ان کے حق میں سلامتی اور رحمت کی دعا ان کا حق ہے۔③ اموات واحیاء پر سلام کا طریق علیکم کے خطاب سے یکساں معلوم ہوتا ہے۔

۵۸۳ :وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا

اِلَی الْمَقَابِرِ اَنْ یَقُوْلَ قَائِلُهُمْ : "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ ، نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَةَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۸۳: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ لوگوں کو سکھاتے جب وہ قبروں کی طرف جاتے وہ اس طرح کہا کرتے : "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ......" اے مسلمان اور مؤمن گھروالوتم پر سلام ہو بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم تمہیں ملنے والے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ (مسلم)

المقابر یہ مقبرہ کی جمع ہے اس کا معنی قبرستان ہے۔صاحب مشکوٰۃ نے قبور نقل کیا ہے۔

اَللُّغَاتُ :**ان یقول قائلهم** یعلمهم کا مفعول ہے۔اذا اس کا ظرف ہے اور اس میں یہ ہے کہ وہ قبرستان جائیں اور اسطرح دعا کریں **السلام علیکم** اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نکرہ کی بجائے سلام کے لفظ کو معرفہ لانا افضل ہے اور ان لوگوں کی بھی تردید ہے جو مردوں کے لئے **علیکم السلام** تجویز کرتے ہیں کہ وہ اہل خطاب نہیں رہی وہ حدیث **ان علیك السلام تحیة الموتی** اس میں تردید ہے کہ تقدم وتاخر میں کوئی فرق نہیں۔مطلقا میت اہل خطاب سے ہے اگرچہ اس کی روح علیین میں ہے مگر قبر سے ایک گونہ تعلق ہے اور خبر صحیح میں آیا ہے۔**ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الاعرفه ورد علیه السلام** پس **ان علیك** والی روایت میں عادت جاہلیت کی تردید کی گئی ہے یا موتی سے کفار جاہلیت مراد ہیں کہ دلوں کے اعتبار سے مرے ہوئے ہیں ان کو سلام مت کرو۔شارح کا ترجیحی جواب بن نہیں پڑا موتی کی تاویل بے فائدہ ہے' مترجم)

اهل الدیار ① یہ منصوب ہے اختصاص کی وجہ سے یا نداء کی وجہ سے جیسا دوسری روایت میں **یا اهل الدیار** آیا ہے یہ روایت نداء کے مراد ہونے کے لئے قرینہ ہے۔یہی راجح ہے۔② کم سے بدل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔دیار سے یہاں قبور مراد ہیں۔ان کو دیار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ وہاں اس طرح مجتمع ہیں جیسا زندہ لوگوں کی آبادیاں۔

من المؤمنین المسلمین یہ اہل دیار کا بیان ہے۔زمانہ جاہلیت کے قبرستانوں میں ملت اسلام سے خارج لوگوں کو خارج کرنے کے لئے یہ الفاظ لائے گئے۔**وانا ان شاء اللّٰہ** آیت کی تعمیل میں الفاظ لائے گئے۔ **لا تقولن لشئی انی فاعل ذلك غدا** ② اس معین مکان کا لحاظ کرتے ہوئے اس میں ان کے ساتھ دفن ہونے سے معلق کرنا مقصود ہے۔③ اسلام پر موت آنے سے معلق کرنا مقصود ہے۔④ ان اذ کے معنی میں ہے۔جیسا اس ارشاد میں ہے: **وخافون ان کنتم مؤمنین**۔

اَللُّغَاتُ :**بکم لاحقون نسال اللّٰہ** یہ جملہ مستانفہ علیٰ اسلوب الحکیم ہے کہ جب انہوں نے ان کو سلام کیا اور ان کے لئے خیر کی دعا کر دی اور یہ بتلایا کہ وہ بھی ان سے ملنے والے ہیں انہوں نے گویا زبان حال سے کہا تم ہمارے پاس آئے مگر کوئی جامع دعا نہیں کی کہ جس میں تم اپنے آپ کو بھی شریک کرتے جیسا کہ سنت میں ہے؟ تو انہوں نے زبان حال سے کہا ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کے طالب ہیں۔عافیہ ناپسند چیز سے مامون ومحفوظ ہونے کو کہتے ہیں۔

تخریج : اخرجه احمد ۹/۲۳۰۴۶ وابن ابی شیبة ۳/۳۴۰' ومسلم ۹۷۵ واللفظ له۔ والنسائی ۲۰۳۹ وفی عمل الیوم واللیله ۱۹۰۱' وابن ماجه ۱۵۴۷ وابن حبان ۳۱۷۳ وابن السنی فی عمل الیوم واللیله ۵۹۴ والبیهقی ۷۹/۴۔

الفرائد: ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو وہی چیزیں سکھائیں جو دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہوں۔ ② آپ اپنی امت پر ان کی دنیوی و اُخری زندگی کے سلسلہ میں شفقت کرنے والے ہیں۔ ③ ان شاء اللہ سے قربِ اجل کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

۵۸۴ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ ، اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۵۸۴: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی کچھ قبروں کے پاس سے گزرے آپ نے ان کی طرف چہرے کا رخ فرما کر کہا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ ، اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ" سلام ہوا ے قبروں والے تم پر اللہ ہمیں اور تمہیں بخش دے تم ہمارے آگے جانے والے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

فاقبل علیهم بوجهه یہ مذکر کی ضمیر تغلیباً استعمال کی گئی ہے۔

مسئلة: اس سے یہ معلوم ہوا قبر کی زیارت کے لئے آنے والا السلام علیکم کے وقت اس کے چہرے کی جانب کھڑا ہو۔ اور ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت دعا کے دوران رہے مگر ہمارے نزدیک سنت یہ ہے کہ دعا کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرے جیسا کہ مطلق دعا کی روایات سے معلوم ہوتا ہے اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سلام کے وقت صرف چہرے کی طرف رخ کرے۔

ہمارے علماء کہتے ہیں زیارت کے وقت بھی میت کے ساتھ ادب کا لحاظ کرے۔ جیسا وہ اس کی زندگی میں کرتا تھا۔ اگر چہ یہ فرض کرکے کہ میں اس کا زمانہ نہ پاتا تو ایسا ادب کرتا۔ **فقال السلام علی اهل القبور یغفر الله لنا ولکم** اپنے نفس کو اس اہتمام کے لئے مقدم کیا کہ داعی کو اپنی ذات کے لئے پہلے دعا کرنی چاہئے پھر دوسرے کے لئے دعا کرے جیسا کہ اس روایت میں ہے: **ابداء بنفسك** اپنی ذات سے ابتدا کرو۔ **انتم سلفنا** سلف کا لفظ سلف المال سے مجاز ہے گویا اس سے اس کو پہلے بھیج دیا اور اپنے صبر پر ملنے والے اجر کی اسے قیمت قرار دیا۔ بعض نے کہا یہ حقیقت ہے انسان کے لئے وہ سلف ہے جو اس سے پہلے فوت ہو جائے اور اس کے ہاں معزز ہو۔ اسی لئے صدر اول کے مسلمان صحابہ تابعین اور تبع تابعین کو سلف صالح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے سلف کا لفظ تابعین سے خاص کیا انہوں نے بہت بعید بات کہی اور اصل سلف صالح تو قرون ثلاثہ کے لوگ ہیں جن کی خیریت کی گواہی خود زبان نبوت نے دی ان کا زمانہ تقریباً ۲۶۰ھ تک ہے۔

ونحن بالاثر یعنی ہم بھی عنقریب مرنے والے ہیں۔ ہر آنے والی چیز کو قریب کہتے ہیں۔ ترمذی کا حدیث کو حسن کہنا اس کی حجیت میں رکاوٹ نہیں۔

تخریج: اخرجه الترمذی ۱۰۵۵، وفی اسناده قابوس بن ابی ظبیان وفیه لین لکن یشهد له ما تقدم من حدیث السیدة عائشة رضی الله عنها وحدیث ابی بریدة رضی الله عنه فهو حسن بشواهده۔ والله تعالیٰ اعلم۔

الفوائد: ① اموات کے لئے دعا زندوں کو بھی شامل ہے۔ ② اہل اصلاح اعمال میں ایک دوسرے کی اتباع کرتے ہیں۔ ③ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ یہ من المؤمن رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه کی طرح ہے۔

٦٧: بَابُ كَرَاهَةِ تَمَنِّي الْمَوْتِ بِسَبَبِ ضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ وَلَا بَاْسَ بِهٖ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ فِي الدِّيْنِ

بَاب: کسی جسمانی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا مکروہ ہے مگر دین میں فتنہ کے خوف سے کوئی حرج نہیں

کراهیة یہ کرہ کا مصدر ہے۔ ناپسند کرنا۔ تمنی الموت یہ کراہیۃ کا مفعول ہے اور یہ مصدر مضاف ہے۔ اس کا فاعل محذوف ہے ای کراهیة الشارع تمنی الموت ② مصدر فعل مجہول جیسا اس روایت میں ہے۔ امر بقتل الاسود ذی الطفیتین یعنی اس کو قتل کرے یہ نائب فاعل کی طرف مضاف ہے۔ بسبب ضر نزل بہ ضر فقر و فاقہ کے معنی میں اسم ہے۔ فتحہ کے ساتھ یہ مصدر ہے۔ ضرہ یضرہ از قتل جب کوئی ناپسند کام کرے۔ اس صورت میں موت کی تمنا کرنے کی کراہیت امراض و جراحات میں فقر و فاقہ پر قیاس کی جائے گی جیسا کہ ترجمۃ الباب میں وضاحت کی گئی ہے کیونکہ عدم صبر کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے تمام احکام میں فقر و فاقہ جمع کرنے والا ہے یعنی اس سے تمام احکام میں بے صبری پیدا ہو جاتی ہے۔

النحو: جملہ فعلیہ محل صفت میں واقع ہے اس طرح تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جس پر یہ حالت آ جائے وہ اس کے ازالہ کے لئے اپنے مولیٰ کی طرف رجوع کر لے۔ مصائب میں یہی چیز مطلوب ہے۔ ولا باس بہ اباحت کو ثابت کرتا ہے بلکہ ایک جماعت نے کہا اس کو مستحب کہا اور امام شافعی اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے اس کو نقل کیا۔ لخوف الفتنة فی الدین۔ جنہوں نے اباحت کا قول نقل کیا ہے تو انہوں نے اس بات کا سہارا لیا کہ ایسی حالت میں اس کی تمنا کا حکم وارد نہیں ہوا۔ قصہ حدیبیہ میں اس مسلمان کو کفار کی طرف واپس کر دیا گیا کیونکہ معاہدے کی شرط یہ تھی کہ جو بھاگ کر مدینہ جائے گا اسے واپس کیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ بھاگنے والوں کو دین میں فتنے کا خطرہ ہی لاحق تھا۔ اگر تمنا مستحب ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس طرف راہنمائی کرتے۔

۵۸۵: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا یَتَمَنّٰی اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ یَزْدَادُ وَاِمَّا مُسِیْئًا فَلَعَلَّهٗ یَسْتَعْتِبُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ – وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا یَتَمَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَلَا یَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهٗ؛ اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ، وَاِنَّهٗ لَا یَزِیْدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُهٗ اِلَّا خَیْرًا"۔

۵۸۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بھی موت

کی تمنا نہ کرے۔اگر وہ نیک ہےتو شاید اس کی نیکیاں بڑھ جائیں اور اگر گناہگار ہےتو شاید وہ توبہ کرلے۔(بخاری و مسلم)

یہ بخاری کے الفاظ ہیں مسلم کی روایت میں جوحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے ہےاس میں فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی موت کی تمنا نہ کرے اور آنے سے پہلے اس کے لئے دعا بھی نہ کرے کیونکہ جب وہ مر جائے گا تو اس کا عمل منقطع ہوجائے گا اور مؤمن کے لئے اس کی عمر بھلائی کا ذریعہ ہے۔

النحو: **لا یتمنی احدکم الموت ا**① یہ خبر ہے جو نہی کے معنی میں ہے۔جیسا اس روایت میں **﴿لا یمسه الا المطهرون﴾**② یہ مجزوم ہے مگر حرف علت لغت مشہورہ کی وجہ سے باقی رکھا۔پہلا زیادہ بلیغ ہے کیونکہ وہ بالکلیہ نفی پر دلالت کرتا ہےیعنی تم موت کی مت تمنا کرو اس جسمانی تکلیف کی وجہ سے جو پیش آتی ہے کیونکہ **اما محسناً فلعله یزداد**۔یا تو وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع ہوگا اور عبودیت کے فرائض و مستحبات کو ادا کرنے والا ہوگا یا کم از کم فرائض کا پابند ہوگا۔پس طویل عمر کی وجہ سے اس کے کمال میں اضافہ ہوجائے۔اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ایسی چیز کی تمنا کرنے لگے جو اسے اعمال صالحہ اور آخرت کے زادراہ کے بڑھانے سے رکاوٹ بن جائے اور اس کی رضا مندیاں بڑھانے کی بجائے ان میں کمی کرنے والا بن جائے۔ حدیث شریف میں وارد ہے''تم میں سے وہ لوگ بہتر ہیں جن کی عمر لمبی اور عمل اچھے ہوں''۔وہ تو اعمال خیر میں اضافہ کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب پا رہا ہےوہ اس کے انقطاع کی تمنا کیسے کرسکتا ہے۔**واما مسیئا فلعله یستعتب** اور اگر وہ گناہ گار ہےتو شاید وہ توبہ کرے اور حقوق کو ادا کر کے سابقہ حالت کا تدارک کرے اور رضا الٰہی کا طالب بن جائے۔**فالعتبی اعتاب**' یہ راضی کرنے کا معنی دیتے ہیں۔**لعل** کا استعمال یہاں مطلق امید کے لئے ہے خصوصاً جبکہ اسے کے ساتھ علت موجود ہو مثلاً **﴿واتقوا الله لعلکم تفلحون﴾** بخاری میں یہ روایت ابوعبید سعد بن عبید مولیٰ عبدالرحمان سے مروی ہے۔

روایت کا فرق۔بخاری کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ زائد ہیں۔**لن یدخل احداً عمله الجنة قالوا و لا انت یا رسول اللہ قال الا ان یتغمدنی اللہ بفضل ورحمة فسددوا وقاربوا ولا یتمنی' الحدیث کتاب المرض بخاری**'مسلم کی ایک روایت **احدکم** ا یعنی تم میں سے کوئی ایک۔یہ''احد''عموم کے الفاظ سے ہے جبکہ اس سے پہلے نفی یا اس کے ہم معنی کوئی چیز استعمال ہو۔**الموت** یہ منصوب ہے۔**لا یتمنی** فعل رفع و جزم کا احتمال رکھتا ہے۔انشاء وخبر کا عطف مختار قول کے مطابق جائز ہے۔**ولا یدع** میں اثبات وحذف دونوں درست ہیں۔

النحو: **انه** جملہ تعلیلہ ہو تو فتحہ پڑھیں گے اور کسرہ کی صورت میں جملہ مستانفہ ہے۔ضمیر کا مرجع یتمنی کا فاعل ہے۔**اذا مات انقطع عمله** عمل کی جگہ **امله** بھی آیا ہے۔دونوں قریب المعنی ہیں کیونکہ امل سے مراد ثواب عمل ہےجس کو وہ زیادہ مقدار میں کرنا چاہتا ہے۔امید اچھی' بری دونوں طرح ہوتی ہے۔بری امید جو تکبر اور نیک اعمال کے بگاڑ پر آمادہ کرے۔ **عمره** سے یہاں طوالت عمر مراد ہے **خیرا** سے کثرت بھلائی مراد ہے کیونکہ سچا ایمان آدمی کو آخری عمر میں خاص طور پر اعمال صالحہ پر ابھارتا ہے۔

تخریج: اخرجه البخاری ۷۲۳۵ من حدیث سعد بن عبید مولی عبدالرحمن بن ازهر رضی الله عنه ولیس من روایة ابی هریرة رضی الله عنه کما جاء فی نسخ ریاض الصالحین وغیره۔ فتبه لذلك اخی الکریم رحمك الله تعالیٰ'

اخرجه مسلم ٢٦٨٢۔

الفرائد :① موت کی تمنا دل سے کرنا یا زبان سے مانگنا دونوں مکروہ ہیں۔اس لئے کہ ممکن ہے زائد عمر میں نیک اعمال میں اضافہ کرلے۔② مؤمن کی زائد عمر اس کے لئے بھلائی میں اضافہ کرنے والی ہے۔

٥٨٦ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ اَصَابَهُ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ :"اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ ، وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۸۶:حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی تمنا کسی دنیاوی دکھ کی وجہ سے نہ کرے۔اگر ایسا کرنا ضروری ہو جائے تو یوں کہے "اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ....." اے اللہ جب تک زندگی میں میرے لئے بہتری ہے تو مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے لئے بہتر ہے تو مجھے موت دے دے۔(بخاری و مسلم)

لا یتمنین جونحوی جازم کے باوجود حرف علت کو باقی رکھتے ہیں ان کے مطابق یہ صیغہ سابقہ دونوں روایات میں جزم کی تائید کر رہا ہے۔

لضر اصابه دنیا میں جو اسکو تکلیف پہنچتی ہے۔جسم میں پہنچنے والی تکلیف کو بھی اسی پر قیاس کیا جاتا ہے کہ اس میں بھی تمنا موت جائز نہیں' اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قضا الٰہی پر راضی نہیں۔جب یہ نہ ہو پھر اس کے برعکس حالت ہے۔**فان کان لا بد فاعلاً** اگر غلبہ نفس یا شدت دکھ کی وجہ سے وہ اس کے سوا کوئی راہ نہیں پاتا تو اس طرح کہے۔**فلیقل اللھم احینی ما کانت الحیاۃ خیر الی۔** اے اللہ! جتنی مدت تک موت کی بنسبت میرے لئے زندگی میں بہتری ہو وہ میسر فرما تا کہ میں بلا مشقت و فتنہ اس میں اعمال صالحہ کثرت سے انجام دے لوں۔**و توفنی اذا کانت الوفاۃ خیراً لی**۔اور فتنے کے خطرے کی وجہ سے جب موت بہتر ہو یا عمل میں پختہ نہ رہ سکنے کے خطرے سے موت بہتر ہو تو موت دے دے۔یہ کہنا مسنون ہے تا کہ اس غفلت سے وہ جاگ جائے جو اسے تمنا موت پر آمادہ کر رہی ہے۔کیونکہ تمام معاملات کے حقائق و عواقب کی اصل حقیقت تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔**لطیفہ**: یہاں دونوں انداز میں ما و اضح فرق کر رہا ہے کیونکہ حیات سے مراد وہ زمانہ ہے۔جس کی مقدار وہ دنیا میں باقی رہے گا اور دوسرے جملے میں موت سے مراد اس زمانے کو منقطع کرنے والا وجود ہے۔نیز موت اچانک آتی ہے اذا اس کے ساتھ لایا گیا۔

تخریج : اخرجه احمد ٤/١٢٠١٥ والبخاری ٢٦٧١ ومسلم ٢٦٨٠ والترمذی ٩٧١ والنسائی ١٨٢٠' وابوداود ٣١٠٨ وابن حبان ٢٩٦٦ والقضاعی فی مسند الشهاب ١٩٣٧ والبیهقی ٣/ بالفاظ متقاربة۔

الفرائد :① مشقت' مرض' فاقہ کی وجہ سے موت کی ہرگز تمنا نہ کرے۔اگر دین میں ضرر کا خطرہ ہو تو پھر حفاظت دین کے لئے درست ہے۔ممکن ہے کہ صبر کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے۔

۵۸۷: وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ نَعُوْدُهٗ وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعَ كَيَّاتٍ فَقَالَ: اِنَّ اَصْحَابَنَا الَّذِيْنَ سَلَفُوْا مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا، وَاِنَّا اَصَبْنَا مَالًا لَّا نَجِدُ لَهٗ مَوْضِعًا اِلَّا التُّرَابَ وَلَوْ لَا اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا اَنْ نَّدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهٖ ثُمَّ اَتَيْنَاهُ مَرَّةً اُخْرٰى وَهُوَ يَبْنِىْ حَائِطًا لَّهٗ فَقَالَ: "اِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِىْ كُلِّ شَىْءٍ يُنْفِقُهٗ اِلَّا فِىْ شَىْءٍ يَّجْعَلُهٗ فِىْ هٰذَا التُّرَابِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِىِّ۔

۵۸۷: حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت خباب بن الارت کی بیمار پرسی کے لئے ان کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے سات داغ لگوائے تھے حضرت خباب نے فرمایا کہ ہمارے وہ ساتھی جو گزر گئے اور چلے گئے دنیا نے ان کے اجر کو کم نہیں کیا اور ہم نے اتنی دولت پالی جس کے لئے ہم کوئی جگہ نہیں پاتے سوائے مٹی کے۔ اگر پیغمبر ﷺ نے موت کی دعا کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں ضرور موت کی دعا کرتا۔ پھر کچھ وقت کے بعد ہم دوسری مرتبہ حاضر ہوئے جب وہ اپنی دیوار تعمیر کر رہے تھے پس انہوں نے فرمایا کہ بے شک مسلمان کو ہر چیز کا اجر ملتا ہے جس کو وہ خرچ کرے مگر اس چیز میں جس کو وہ اس مٹی میں لگائے۔ (بخاری و مسلم) یہ بخاری کے لفظ ہیں۔

قیس بن ابی حازم: ان کا نام عبد بن عوف بن حارث ہے۔ بعض نے عوف احمسی بتلایا۔ یہ بجیلہ قبیلہ سے تعلق کی بنا پر بجلی کہلاتے ہیں کوفی تابعی الجلیل مخضرمی ہیں۔ انہوں نے جاہلیت و اسلام دونوں زمانے پائے۔ بیعت کے لئے روانہ ہوئے ابھی راستہ میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ ان کے والد صحابی ہیں' انہوں نے عشرہ مبشرہ سے روایت لی ہے۔ تمام تابعین ان کے علاوہ اور کوئی شخص نہیں جنہوں نے عشرہ مبشرہ سے روایت لی ہو۔ ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں **روی عما عدا ابن عوف منهم توفي سنة اربع وثمانين** بعض نے ۸۴ کے بجائے ۸۷'۸۸ بھی بتلایا ہے۔ (تہذیب نووی)

خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کے حالات باب الصبر میں گزرے۔ ملاحظہ کرلیں۔

اَلنَّحْو: **فعوده** یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ان کے پاس جانے کی وجہ بیان کرنے کے لئے آیا ہے۔ **قد اکتوی سبع کیاتٍ** آگ سے ان کے جسم کو سات مرتبہ داغ دیا گیا۔

یہ خباب سے جملہ حالیہ ہے۔ یہ داغ بعض امراض کے لئے بطور علاج کیا جاتا تھا۔ اس کی ممانعت جن روایات میں وارد ہے وہ نہی ارشاد ہے یا ان کے لئے ہے جو اس کو لازمی شفا قرار دیتے ہیں' حدیث یہ ہے کہ متوکل لوگ **لا یسترقون ولا یکتوون**' **سلفوا** یعنی جو فوت ہوگئے اور بارگاہِ الٰہی میں پہنچ گئے۔ **مضوا** دنیا سے رخصت ہوگئے۔ **ولم تنقصهم الدنيا** دنیا نے ان کے ان مراتب میں ذرا بھر کمی نہ کی جو ان کے لئے آخرت میں تیار کئے گئے کیونکہ انہوں نے لذات دنیا میں سے کسی ایسی چیز کی تمنا نہیں کی جو ان کی آخرت کی نعمتوں میں کمی کا باعث بنے۔ بلکہ انتقال کے وقت ان کے اجر و ثواب کامل و مکمل حالت میں تھے۔ دنیا کی طرف نقص نسبت مجازاً کی گئی ہے کیونکہ یہ سبب ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے کسی اجر کو کم نہیں کیا۔ **وانا اصبنا مالا لا نجد له موضعاً الا التراب** انا سے خود ان کی ذات اور وہ صحابہ کرام مراد ہیں جنہوں نے غنائم و عطایا پائے۔ ترمذی کی روایت میں یہ لفظ **لقد رایتنی مع رسول الله صلى الله عليه وسلم لا املك درهما وان فى جانب بنيتى الان اربعين الف درهم الحديث)** **لانجه** یعنی مال ضرورت سے زائد ہے اور لوگوں سے

بچانے کے لئے اس کو دفن کے سوا کوئی حل نہیں پاتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مال سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر دیا جائے تو اسے دفن کرنا جائز ہے یا الا التراب سے مراد تعمیر ہے تحفہ میں اسی پر اکتفاء ہے۔ (تحفۃ القاری)
ولو لا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہانا ظاہری الفاظ سے عموم معلوم ہو رہا ہے خواہ دین میں فتنہ کا خطرہ ہی ہو۔ روایاتِ باب بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ داغ سے حاصل ہونے والی تکلیف کی طرف اشارہ ہو۔ لدعوت بہ تو میں ضرور دعا کرتا۔ یبنی حائطا یہاں دیوار مراد ہے (النہایہ) ان المسلم لیؤجر فی کل شئ ینفقہ مسلمان جو مال رضائے الٰہی کے لئے صرف کرے اس میں اجر ملتا ہے۔ الا فی شئی یہ مجرور سے بدل ہے۔ یہ معنوی لحاظ سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز وہ خرچ کرے اس میں اس کا ثواب کم نہیں ہوتا۔ مگر ایک چیز میں اگر یہ مفہوم نہ تسلیم کریں تو کلام تام سے جو مستثنٰی آتا ہے اس پر نصب ضروری ہے اس میں بدل جائز نہیں۔ یجعلہ فی ھذا التراب تعمیر پر رقم لگانے کو جعل سے تعبیر کیا کیونکہ انفاق کا استعمال تو اس مال پر کیا جاتا ہے جو قرب کے لئے خرچ کیا جائے دوسرے موقع پر اس کا استعمال مجازی ہے۔ اس سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی اللہ تعالیٰ کے متعلق کمال معرفت ثابت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے نفس کو ناقص قرار دے کر اس کو متہم قرار دیا اور موجودہ حالت پر استدراج کا اندیشہ کیا۔ یہی تو محاسبہ نفس ہے جو شخص قبل از وقت نفس کا محاسبہ کر لیتا ہے وہ خوف کے وقت امن میں ہوگا۔

روایت کا فرق: یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں کہ لغو و کا جملہ اور ان اصحابنا کا جملہ التراب تک نہیں' بقیہ روایت اسی طرح ہے اور ترمذی واحمد نے حارثہ بن مصرف سے اس طرح نقل کیا۔ دخلت علی خباب وقد اکتوی سبعا فقال لو لا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لا یتمنین احدکم الموت لتمنیتہ ولقد رایتنی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما املک درھما' وان فی جانب بیتی الان اربعین الف درھم ثم اتی بکفنہ فلما راہ بکی وقال لکن حمزۃ لم یوجد لہ کفن الا بردۃ ملحاء اذا جعلت علی راسہ قلصت عن قدمیہ ' وان جعلت علی قدمیہ قلصت عن راسہ حتی مدت علی راسہ وجعلت علی قدمیہ الاذخر ترمذی کی روایت میں ثم اُتی بکفنہ الخ نہیں اور ان کی (خباب) اسی طرح کی روایت بخاری سے گزری جس میں داغ اور تمنا موت کا تذکرہ نہیں (باب فضل الزہد فی الدنیا عن البخاری)

تخریج : بخاری' مسلم ' نسائی' ابن حبان ۲۹۹۹' طبرانی کبیر ۳۶۳۲/۴' بیہقی ۳۷۷/۳' احمد ۳۲۲۳۴/۷' ترمذی' مسند شہاب ۱۰۴۶' حاکم ۵۶۶۶/۳۔

الفرائد : ① حاجت سے زائد عمارت قابل اجر نہیں۔ ② صحابہ کرامؓ نے اعلاء کلمۃ اللہ میں بڑی تکالیف برداشت کیں۔ **جزاھم اللہ عنا و عن جمیع امۃ محمد ﷺ۔**

۶۸ :بَابُ الْوَرَعِ وَتَرْكِ الشُّبُهَاتِ

بَاب ۶۸: پرہیز گاری اختیار کرنا اور شبہات کا چھوڑنا

ورع : علماء فرماتے ہیں کہ جس چیز میں حرج نہ ہو اس کو اس چیز کی خاطر چھوڑ دینا جس میں حرج ہو۔ شیخ زکریا کہتے ہیں شبہات چھوڑ دینا یہ مستحب ورع ہے۔ اس کا اطلاق محرمات کے چھوڑنے پر بھی آتا ہے۔ یہ ورع واجب ہے۔ **شبہات** : جمع شبة جیسا ظلمات جمع ظلمه۔ **مشتبه** : اس چیز کو کہتے ہیں جس کی حلت وحرمت واضح نہ ہو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾ [النور:١٥]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"تم اس کو ہلکا سمجھتے ہو حالانکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بھاری چیز تھی"۔ (النور)

وتحسبونه هينًا۔ تم اس کو معمولی خیال کرتے تھے کہ اس میں گناہ نہیں۔ **هنيًا**: معمولی۔ **عظيمٌ**: حالانکہ وہ جرم وگناہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑھی تھی۔

اگرچہ آیت افک کے سلسلہ میں اتری لیکن مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب کے لئے اس کو ذکر کر کے یہ بتلانے کی کوشش کی کہ تمام گناہ ایک دوسرے کے لحاظ سے چھوٹے بڑے ہیں مگر ان کے کرنے والے نے اللہ تعالیٰ کی حدود کے متعلق جرأت کا ارتکاب کیا ہے۔ اس وجہ سے گناہ کے لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑے ہیں۔ حدیث مرفوع میں وارد ہے: **لا احدًا غير من الله من اجل ذلك حرم الفواحش** اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت والے ہیں اسی لئے فواحش کو حرام کیا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ [الفجر:١٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"بے شک آپ کا رب البتہ گھات میں ہے"۔ (الفجر)

مرصاد مورچہ جس میں دشمن کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یہ درحقیقت ایک تمثیل ہے کیونکہ وہ بھلائی میں اپنے بندوں کی نگہبانی فرماتا ہے اور اِدھر اُدھر ہٹنے نہیں دیتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مخلوق کے اعمال کی نگرانی فرماتا ہے۔

٥٨٨ : وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَّاِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَّبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَّا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ ، وَمَنْ وَّقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ ، كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ ، اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى ، اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ ، اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ : وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ : اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَرَوَيَاهُ مِنْ طُرُقٍ بِاَلْفَاظٍ مُّتَقَارِبَةٍ۔

٥٨٨: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا بے شک

حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور ان کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں جن کو بہت سارے لوگ نہیں جانتے جو آدمی شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا اور جو شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا۔ جس طرح کہ وہ چرواہا جو چراگاہ کے اردگرد جانور چراتا ہے قریب ہے کہ اس کا جانور اُس میں چرے۔ اچھی طرح سن لو؟ بے شک ہر بادشاہ کے لئے ایک چراگاہ ہے؟ بے شک اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ بے شک جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہوتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار وہ دل ہے۔ (بخاری ومسلم)

دونوں نے اس کو قریب قریب الفاظ سے روایت کیا۔

نعمان بن بشیر رضی اللّٰہ عنہما کے حالات باب **المحافظه علی السنه** میں ملاحظہ فرمائیں۔

ان الحلال بین یعنی جو حلال ہے اس کے حلال ہونے پر نص وارد ہے یا اس میں ایسا قاعدہ بتلا دیا گیا جس سے جزئیات کی حلت وحرمت معلوم ہوسکتی ہے۔ جیسا ارشاد فرمایا ﴿**خلق لکم ما فی الارض جمیعًا**﴾ لکم میں لام نفع کے لئے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اشیاء میں اصل حلت ہے مگر جب اس کے معارض دلیل سے ثابت ہو جائے۔ **وان الحرام بین** جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا اس کی حرمت واضح ہے کہ یا تو اس کی حرمت پر واضح نص موجود ہے مثلاً فواحش محرمات یا علامات سے اس کی حرمت ظاہر ہوتی ہے مثلاً اس پر حد یا سخت سزا کا ذکر کیا گیا ہے یا پھر ایسا قاعدہ بتلایا جس سے حرمت ظاہر ہوسکتی ہے۔ جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد **کل مسکر حرام** ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ **وبینهما مشتبهات** ان دونوں کے مابین مشتبہ اشیاء ہیں کیونکہ وہ دو اصلوں کے درمیان واقع ہیں اس کے افراد دونوں میں مشترک ہیں اور ایک جہت کے لحاظ سے ہر ایک کی طرف واقع ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک کا عدم واضح نہیں۔ **لا یعلمهن کثیر من الناس** کیونکہ دونوں نشانات میں تعارض پایا جاتا ہے۔

النحو : یہ جملہ مشتبہات کی صفت ہے یہاں کل الناس نہیں فرمایا کیونکہ وہ محقق علماء سے وہ مخفی نہیں، جب وہ چیزیں حلت و حرمت میں متردد ہیں اور کوئی نص یا اجماع بھی نہیں پایا جاتا جس سے کوئی مجتہد اجتہاد کر کے دلیل شرعی کے ذریعہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ شامل کر دے جب کوئی صورت باقی نہ رہی تو اب احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو ترک کر دے۔ علماء نے ان مشتبہات میں اختلاف کیا جن کے متعلق اس روایت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ بعض نے کہا وہ حرام ہیں کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **فمن اتقی الشبهات الخ** اور علماء نے کہا جس نے اپنی عزت ودین کی حفاظت نہ کی وہ حرام میں مبتلا ہو گیا۔ بعض نے کہا وہ اس قول سے حلال ہیں **کالراعی یرعی حول الحمی** اس میں دلالت کی گئی کہ وہ حرام کے ساتھ ملتبس ہے۔ جس کی طرف حِمی کے لفظ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کا چھوڑ دینا نیکی ہے۔ ایک جماعت نے توقف اختیار کیا ہے۔ **فمن اتقی الشبهات فقد استبراء لدینه وعرضه** جس نے شبہات سے اپنی حفاظت کی اس نے اپنے دین کو شرعی مذمت سے بچالیا یا بچانا چاہا اور اسی طرح اس نے اپنی عزت کو لوگوں کے اتہامات سے محفوظ کر لیا کیونکہ اس نے محظورات سے اس کو دور رکھا۔ بعض نے کہا کہ عرض سے عرض بدن ہے یعنی اپنے دین اور بدن کو پاک رکھا بعض نے کہا انسان کے مدح وذم کا مقام ہے خواہ وہ اس کی ذات میں ہو یا سامان میں۔ کیونکہ اس کا مقام نفس ہوتا ہے اس لئے اس پر محمول کر کے اطلاق المحل علی الحال کی جنس

سے بنے گا اور استبراء کا معنی دین وعیب سے بری ہونا ہے۔ گوعلم بالحصول کو حصول قرار دیا یا طلب برأت مراد ہے۔ اول صورت میں سین تاکید کے لئے ہے نہ کہ طلب کے لئے کیونکہ طلب کے لئے حصول لازم نہیں اور دوسری صورت میں طلب کے لئے ہے۔ **ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام** کیونکہ جو آدمی اپنے نفس کو شبہ کا مرتکب بنا دیتا ہے اور یہ حالت آگے چل کر اس کو قطعی محرمات میں ڈال دیتی ہے یا محرمات کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ بسا اوقات جس کا وہ مرتکب ہوتا ہے وہ صریح حرام ہوتا ہے۔ پس وہ اسے اختیار کر لیتا ہے۔ **کالراعی یرعی حول الحمٰی** حمی وہ زمین جس کو جانوروں کے لئے چراگاہ کے طور پر محفوظ کر دیا جائے اور دوسروں کو داخلے سے روک دیا جائے یہ ناجائز ہے۔ سوائے اس کے کہ اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کر دیا ہو۔ جیسا حدیث میں وارد ہے: **لا حمٰی الا للّٰہ و رسولہ** چراگاہ وہی جس کو اللہ اور اس کے رسول نے مقرر کر دیا ہو۔ **یوشك ان یرتع فیه** قریب ہے کہ وہ حفاظت میں سستی اور چرنے میں جرأت کرتے ہوئے اس چراگاہ کے اندر منہ مار لیں۔ **الا** یہ ہمزہ استفہام اور حرف نفی سے مرکب ہے اور مابعد کے ثبوت پر متنبہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ ورنہ حروف تحقیق کے بعد آنے والا جملہ قسم سے شروع ہوتا ہے۔

و ان لکل ملك حمی اس مقامات ہیں جن سے وہ لوگوں کو ہٹاتا ہے اور اس پر سزا دیتا ہے۔

① واو کا عطف انبہ محذوف ہے جو الا سے سمجھ آ رہا ہے۔ ② کازرونی کہتے ہیں کہ **الانباہ** پر عطف ہے۔ اس طرح عطف درست ہو جائے گا جملہ کا عطف مفرد پر اس وقت درست ہے جب اس میں معنی فعل پایا جائے جیسا کہ ﴿**فالق الاصباح وجعل اللیل**﴾ ③ سب سے بہتر واؤ کو متانفہ بنانا ہے۔ **الا و ان حمی اللّٰہ محارمہ** محارم سے مراد گناہ ہیں جس نے ان کا ارتکاب کر لیا وہ سزا کا حقدار بن گیا۔ محارم کو بادشاہ کی چراگاہ سے مشابہت دی گئی ہے۔ تورع اور تہتک کا دارومدار دل کی سلامتی اور بگاڑ پر ہے تو اسی لئے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: **الا ان فی الجسد مضغة** مضغۃ گوشت کا اتنا ٹکڑا جو چبایا جا سکے۔ **اذا صلحت صلح الجسد کله** یہ صلح اور صلح لام کے ضمہ وفتحہ سے استعمال ہوتا ہے۔ درستی کا مطلب اس میں علم معرفت اور ایمان کا پایا جانا ہے۔ جب یہ پائے جائیں گے تو جسم اخلاق، اعمال، احوال کے لحاظ سے درست ہوگا کسی شاعر نے خوب کہا **اذا حلت العنایة قلبا۔ نشطت فی العبادة الاعضاء۔** جب اللہ تعالیٰ کی عنایت کسی دل میں آ جاتی ہے تو اعضاء عبادت میں نشاط محسوس کرتے ہیں۔ **و اذا فسدت فسد الجسد کله** فسد یہ بھی سین کے ضمہ وفتحہ سے آتا ہے۔ فساد کا مطلب دل میں شک، انکار، ناشکری پائی جائے تو **فسد الجسد کله** تمام جسم فجور وعصیان سے بگڑ جائے گا۔ **الا و ھی القلب** جس گوشت کے ٹکڑے میں وہ صفات پائی جاتی ہوں وہ دل ہے۔ جسم میں دل کا مقام بادشاہ اور اعضاء رعایا کی طرح ہیں۔

مرتبہ حدیث: یہ روایت ایک عظیم اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ابو داؤد سجستانی کہا کرتے تھے۔ اسلام کے احکام تو ان چار روایات میں سمٹ گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ روایت ہے۔ اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس روایت میں کثرت سے فوائد پائے جاتے ہیں اور موقعہ کے لحاظ سے بہت عظیم ہے۔

فرق روایت: تمام صحیحین سے ہوں یا سنن سے روایت کا مدار شعبی ہیں جنہوں نے نعمان سے نقل کی ہے۔ روایت اور نچلی سند میں تھوڑا بہت اختلاف ہے۔ ان الفاظ سے **الحلال بین و الحرام بین و بینھما امور مشتبھة فمن ترك ماشبه علیه من الاثم کان لما استبان اترك و من اجترأ علی مایشك فیه من الاثم او شك ان یواقع ما استبان و المعاصی**

حمی اللّٰہ۔ من یرتع حول الحمی یوشك ان یو قعه اور مسلم نے کتاب البیوع میں شعبی سے روایت لی ہے۔

تخریج : احمد ۱۸٤۰۲/٦' بخاری' مسلم' ابو داوُد' ترمذی' نسائی' ابن ماجه' دارمی ۲٤٥/۲' ابن حبان ۷۲۱' بیھقی ۲٦٤/٥۔

الفرائد : ① یہ روایت ان جامع روایات سے ہے جو تمام دین کا خلاصہ ہے۔ بقول قرطبیؒ اس میں حلال وحرام کا تذکرہ اور اس بات کا ذکر ہے کہ تمام اعمال کا تعلق دِل سے ہے۔ ② دِل کا بڑا مقام ہے اس کی اصلاح کی طرف توجہ ہونی چاہئے۔ حلال کمائی کا اس میں خاص اثر ہے۔

❁ ❁ ❁

۵۸۹ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ : "لَوْ لَا اَنِّيْ اَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَكَلْتُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۸۹: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں ایک کھجور پائی۔ پھر فرمایا کہ اگر مجھے اس کے صدقہ میں سے ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس کو ضرور کھا لیتا۔ (بخاری ومسلم)

فی الطریق ایک کھجور راستہ میں پڑی پائی۔ **لو لا** یہ استناعیہ ہے۔ **ان تکون من الصدقة لا کلتها** ان بتاویل مصدر مبتداء اور اس کی خبر محذوف ہے۔ ای **خوفی من کونها من تمر الصدقة موجود لا کلتها** اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ یہ صدقے کی کھجور ہوتی تو میں ضرور کھالیتا۔ یہاں صدقہ سے مراد وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال نہ تھا۔ ورنہ بریرہؓ کے واقعہ میں ان کو صدقہ میں بکری دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **هو لها صدقة ولنا هدية** وہ ان کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے صدقہ ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ واجب ومندوب صدقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حرام تھا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ لینے والے کی ذلت اور دینے والے کی عزت کو ظاہر کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **الید العلیا** یعنی دینے والا ہاتھ **خیر من الید السفلی** لینے والے ہاتھ سے بہت بہتر ہے۔

مَسْئَلَة : ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے معمولی چیز اگر کھانے والی گری پڑی پائے تو کھالے اور اس کا مالک بھی بن جائے گا اگر وہ صاحب علم ہے تو قرائن حالات سے یہ قطعی طور پر معلوم ہوسکتا ہے کہ اس کے مالک نے اس سے اعراض کیا اور لینے سے درگزر کی ہے۔

اسی لئے عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ ایک گرے پڑے انگور کا اعلان کر رہا تھا آپ نے اس کو درہ مار کر کہا **ان من الورع ما یمقت اللّٰه علیه** بعض ورع ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے ہیں یعنی ایسے کرنے والے کی عمومی حالت ریاکاری اور دکھلاوا ہے اور لوگوں کے سامنے اپنی پاکدامنی دکھانا ہے۔

② جس انسان کو کسی چیز کی اباحت مین شبہ ہو تو اسے نہ کرے۔ رہا یہ سوال کہ آیا ترک کرنا اس وقت واجب ہے یا مستحب؟ اس کے متعلق اختلاف حدیث نعمان میں گزرا۔ ہمارے ائمہ کا کلام اس سلسلے میں مصرح ہے کیونکہ اصل تو اباحت ہے اور اصل کے لحاظ سے بری قرار دیا جائے گا جب تک کہ حرام والی جانب معینہ چیز میں معلوم نہ ہو جائے اور اس کے زوال میں شک ہو۔ گویا اس کی مثال اسطرح ہے جیسے مباح ذبیحہ کی شروط میں شک پڑ جائے خواہ واقعہ میں وہ پایا جائے یا نہ کیونکہ ایسی

صورت میں اصل حرمت کا باقی رکھنا ہے۔ پس وہ چیز یقین کے علاوہ حلال قرار نہ پائے گی۔ پھر اس سلسلے میں قریب احتمال کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقے کی کھجور اس وقت موجود تھی باقی احتمال بعید کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ اسے اپنانے سے بے جا افراط اور احوال سلف سے خروج لازم آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر اور ایک جبہ پیش کیا گیا آپ نے پنیر کو کھایا اور جبہ کو استعمال فرمایا۔ مخالطت خنزیر کے احتمال کی طرف نہیں گئے اور نہ اس طرف گئے کہ یہ ذبیحہ کی اون ہے یا مردہ کی اگر کوئی ان احتمالات کے پیچھے پڑے تو سطح زمین پر وہ کوئی حلال چیز نہ پائے گا۔ اسی لئے ہمارے علماء نے فرمایا یقینی طور پر حلال کا تصور تو اترنے والی بارش کے اس قطرے میں ہو سکتا ہے جو ہاتھ پر لے لیا جائے۔

تخریج : احمد ۱۲۱۹۱/٤، بخاری، مسلم، ابن ابی شیبہ ۲۱٤/۲، بیہقی ۱۹۵/٦۔

الفوائد : ① جب قلیل مقدار کا صدقہ حرام ہے تو کثیر بدرجہ اولیٰ حرام ہوا۔ ② معمولی گری پڑی کھانے والی چیزوں کو اٹھا کر کھانے میں کوئی حرج نہیں وہ لقطہ نہیں۔ (فتدبر)

۵۹۰ : وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"حَاكَ" بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْكَافِ، اَيْ تَرَدَّدَ فِيْهِ۔

۵۹۰ : حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کامل نیکی اچھے اخلاق ہیں اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو ناپسند کرے کہ لوگ اس کے بارے میں مطلع ہوں۔

(مسلم)

حَاكَ : کھٹکے۔

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ اس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن خالد بن عمرو بن قرط بن عبداللہ بن ابی بکر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ عامری کلابی رضی اللہ عنہ، مسلم میں ان کو انصاری کہا گیا ہے مگر اسکی تاویل یہ ہے کہ ان کے حلیف ہیں۔ کیونکہ ان کے والد کا وفد کی صورت میں آمد کا تذکرہ ملتا ہے۔ مصنف نے انہی پر اکتفا کیا کیونکہ بقول ابن اثیر ان کے والد کا وفد میں آنا ضعیف قول ہے۔ ان کے والد جب آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی اور انہیں نعلین طور ہدیہ پیش کیے جن کو قبول کر لیا گیا۔ ان کی بہن کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس خلوت کے لئے تشریف لائے تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا وہ کلابیہ قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی۔ متعوذہ کے متعلق بہت اختلاف ہے (اسد الغابہ) یہ روایت واضح ہے کہ متعوذہ نواس کی پھپھی ہے۔ ابن حجر کی یہ بات نادرست ہوئی کہ نواس کی بہن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی اور متعوذہ وہی ہے (فتح المبین لابن حجر) یہ دوسری روایت کی بنا پر ہے۔ نواس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سترہ احادیث روایت کی ہیں۔ جن میں سے ۳ مسلم نے نقل کی ہیں۔ اصحاب سنن نے بھی ان سے روایت لی ہے۔ کازرونی کا قول۔ یہ اصحاب صفہ میں سے تھے انہوں نے شام میں رہائش اختیار کر لی۔

البر یہ فجور کے بالمقابل لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو شرع نے وجوباً طلب کی ہو جیسا کہ نہی اس کو کہتے ہیں جس سے شریعت نے روکا ہو۔ خواہ وجوباً یا استحباباً روکا ہو۔ یہ بعض اوقات عقوق (قطع تعلقی) کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے۔ اس وقت اس سے مراد احسان ہوتا ہے جس طرح عقوق نافرمانی کو کہتے ہیں۔ یہ بررت سے کسرہ کے ساتھ برآتا ہے اور ابرہ براَبرّ سے فتحہ کے ساتھ ہے۔ بر کی جمع ابرار اور برّ کی جمع بررۃ ہے۔ حسن الخلق بر کا بڑا حصہ عمدہ اخلاق ہیں۔ یعنی ان اخلاق کو اپنے اندر پیدا کرنا۔ پس حصر مجازی ہے جیسا اس ارشاد میں الحج عرفۃ' الدین النصیحۃ معروف اخلاق سے مراد خوش طبعی' ایذاء نہ دینا' سخاوت کرنا۔ دوسروں کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے کو پسند ہو۔ یہ مفہوم بعض لوگوں کے اس قول کی طرح ہے کہ حسن اخلاق معاملے میں انصاف' مجادلے میں نرمی' احکام میں عدل' خوشحالی میں احسان و سخاوت' تنگ دستی میں ایثار وغیرہ اچھی صفات کا نام ہے۔ والاثم ما حاك فی نفسك اثم گناہ کو کہتے ہیں۔ اس میں ہمزہ واؤ کے بدلے میں لائی گئی ہے۔ گویا یہ ضائع کر کے اعمال کو توڑ دیتا ہے۔ حاك تردد حرکت کرنے کو کہتے ہیں۔ بعض اس کا معنی اثر کرنا اور جم جانے کا معنی کیا یعنی اضطراب و قلق اور نفرت و کراہیت کا اس طرح اثر پایا جائے کہ اس پر اطمینان حاصل نہ ہو۔ اسی وجہ سے تو اس پر اطلاع کو پسند نہیں کرتا جیسا فرمایا: و کرهت ان یطلع علیه الناس۔ ناس سے سردار و معزز مراد ہیں کیونکہ مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے اور کراہیت سے پختہ رہنے والی طرفی کراہیت مراد ہے۔ عادت میں آجانے والی کراہیت مراد نہیں جیسا کوئی آدمی حیا سے ناپسند کرے کہ لوگ اسے کھاتا دیکھیں یا بخل سے ناپسند کرے کہ لوگ اس کو کھاتا دیکھیں پختہ و برقرار نہ رہنے والی کراہیت مراد نہیں' جیسا کوئی آدمی ناپسند کرے کہ تواضع کی وجہ سے وہ پیدلوں کے درمیان سوار نہ ہوا گر لوگ اس کو دیکھیں گے تو ناپسند نہ کریں گے۔ حاصل حدیث: حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کی دو علامتیں ہیں: ① اصل فطرت کے لحاظ سے نفس میں ایک ایسا شعور پایا جاتا ہے جو انجام کے لحاظ سے قابل تعریف اور قابل مذمت ہے لیکن غلبہ شہوت سے نفس نے اپنے لئے نقصان دہ پر اقدام کرنے کو لازم کرلیا۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اس سے یہ بات خود واضح ہوگئی کہ نفس میں اثر کو کیونکر علامت قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ اسی وقت صادر ہوتا ہے جب کہ وہ اس کے برے انجام کو سمجھ رہا ہوتا ہے اور لوگوں کی اطلاع کو گناہ کی دلیل بنانے کی وجہ یہ ہے۔ طبعی طور پر نفس میں یہ خواہش ہے کہ لوگوں کو اس کی نیکی اور بھلائی کی اطلاع ہو جائے اور بری اطلاع کو نفس ناپسند کرتا ہے۔ پس لوگوں کے مطلع ہونے کا خطرہ اس کے گناہ ہونے کی دلیل بن گئی۔ اب رہی یہ بات کہ ہر علامت گناہ کی مستقل علامت ہے اور دوسری علامت کی اس کو احتیاج نہیں یا کچھ اور؟ بلکہ یہاں تو ہر جز علامت ہے اور حقیقی علامت ان سے مرکب ہے اور ہر ایک کا احتمال ہے۔ اس صورت دونوں علامتیں اکٹھی نہ پائی گئیں مثلاً وہ قطعی گناہ ہو جیسے سود' زنا دونوں علامات منفی نہیں بلکہ لازم و ملزوم ہیں کیونکہ نفس کی کراہت اطلاع کی کراہت اور اس کے عکس کو لازم ہے اور اس حدیث کا تعلق معصیت کے خیال سے متعلق ہے جب تک کہ اس پر عمل نہ ہو یا اس کے متعلق کلام نہ کرے۔

تخریج : مسلم' ترمذی' بخاری فی الادب المفرد' ابن حبان ۳۹۷' دارمی ۲۷۸۹' احمد ۶/۱۷۶۵۰' حاکم ۲۱۷۲' بیہقی ۱۰/۱۹۲۔

الفرائد : ① یہ روایت جوامع الکلم میں مختصر ترین جوامع میں سے ہے کیونکہ بر ایسا جامع کلمہ ہے جو تمام افعال خیر' نیک خصال پر بولا جاتا ہے اور اثم کا کلمہ تمام افعال شر پر بولا جاتا ہے۔ تمام چھوٹی بڑی قباحتیں اس میں شامل ہیں۔ اسی وجہ سے نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں تقابل فرمایا۔

۵۹۱ : وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : "جِئْتَ تَسْاَلُ عَنِ الْبِرِّ؟" قُلْتُ : نَعَمْ – فَقَالَ : "اسْتَفْتِ قَلْبَكَ الْبِرُّ مَا اطْمَاَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَاَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ ، وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ وَاَفْتَوْكَ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ ، رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ فِي مُسْنَدَيْهِمَا۔

۵۹۱: حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نیکی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ تو میں نے عرض کی جی ہاں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے دل سے پوچھ لو۔ نیکی وہ ہے جس سے دل مطمئن ہو اور نفس مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو نفس میں کھٹکے اور سینے میں اس کے متعلق تردد ہو۔ خواہ اس کے متعلق مجھے لوگ فتویٰ دیں اور فتویٰ دیں۔ حدیث حسن ہے۔ (مسند احمد' مسند دارمی)

وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے بن مالک بن عبید اسدی ان کا تعلق اسد بن خزیمہ سے (ابن عبدالبر) یہ اپنی قوم کے وفد کے ساتھ ۹ھ میں حاضر خدمت ہوئے اسلام لا کر اپنے علاقے کی طرف لوٹے۔ پھر جزیرہ میں اترے اور رقہ (دمشق) میں رہائش اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔ ان کا مدفن جامع رقہ کے منارہ کے پاس ہوا۔ انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ روایات نقل کی ہیں۔ ان سے ان کے بیٹوں عمرو اور سالم اور شعبی نے روایت لی۔ ان میں رقت بہت تھی۔ ان کے آنسو رکتے نہ تھے۔ رقہ میں ان کی اولاد ہے۔ قال اتیت رسول الله...... یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ جئت تسال عن البر یہ ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔ استفت قلبك اپنے دل سے فتویٰ طلب کرو۔ اس میں اشارہ ہے کہ مخاطب کا دل اصل فطرتی صفائی پر باقی تھا اور خواہشات کی میل سے ملوث نہ ہوا تھا۔ پھر اگلے جملے میں استفسار کا نتیجہ بتلایا گیا ہے اور ان کے سوال کا جواب ہے۔ فرمایا: البر ما اطمانت الیه النفس و اطمان الیه القلب النفس اس کا نفس' قلب مراد ہے۔ جب کہ وہ مجتہد ہو۔ ورنہ وہ اس مجتہد سے پوچھے جس پر مطمئن ہو اور جس کی بات پر دل میں سکون ہوتا ہو۔ اگر ان میں سے کوئی صورت نہ پائی جائے تو التباس والی چیز کو چھوڑ دے جس میں حلت و حرمت والی جانب معلوم نہ ہو۔ قلب وہ قوت جو اس صنوبری شکل کے جز میں رکھی گئی ہے جس کو قلب ہی کہتے ہیں۔ نفس لغت میں شے کی حقیقت کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں بدن میں وہ لطیف قوت جو روح و بدن کے ملاپ سے بنتی ہے اور ان دونوں سے اس کا بیک وقت تعلق ہوتا ہے۔ ما حاك فی النفس نفس سے یہاں مجتہد کا نفس مراد ہے۔ جس کا حلال ہونا اس کے ہاں پختہ طور پر واضح نہ ہو۔ تردد فی الصدر اور شرح صدر نہ ہو۔ و ان افتاك الناس اگرچہ جہلاء اور بگڑے ہوئے لوگ اس کے جواز کا فتویٰ دیں اور کہیں وہ تیرا حق ہے تم ان کی بات کو مت اختیار کرو کیونکہ بسا اوقات یہ چیز غلطی میں مبتلا کرتی ہے اور مشتبہ چیز کھانے پر آمادہ کرتی ہے۔ یا الناس سے مطلق مراد ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ اگر مفتی ظاہری حکم شرعی کے لحاظ سے اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دے مگر احتیاط کا تقاضا اسے چھوڑنا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے اس آدمی سے معاملہ جس کا اکثر مال حرام ہو۔ اس سے کوئی چیز نہ لے اور نہ معاملہ

کرے۔ اگرچہ مفتی اس سے معاملے کو مباح قرار دے۔ کیونکہ جو اس سے لیتا ہے اس کا حرام ہونا متعین نہیں ہے مگر یہ احتیاط و ورع کے لحاظ سے اسے نہ لے اور نہ معاملہ کرے کیونکہ ممکن ہے وہ بالکل حرام ہو۔ کازرونی کا قول: فتویٰ تقویٰ سے الگ ہے۔ ان افتاك اس کا عطف مقدر پر ہے۔ یعنی خواہ لوگ تمہیں فتویٰ نہ دیں یا دیں۔ لا افتوك یہ تاکید کے لئے دوبارہ لائے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان شبہات کو چھوڑ دینا چاہئے جن کے حاصل کرتے وقت نفس میں حرارت و جوش پیدا ہو۔ اس خطرے سے کہ کہیں وہ واقعہ میں حرام نہ ہوں پہلے بات گزر چکی اس شبہ کا محل قریب ہو۔ بعید شبہادت کی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ افراط فی الدین ہے۔

تخریج : احمد ۱۸۰۲۱' دارمی ۲۵۳۳' احمد ۱۷۷۵۷/۶۔

الفرائد : ① خاطر قلبی پر مطلع کرنا یہ علاماتِ نبوت سے ہے۔ ② دِل کا اضطراب جبکہ دل صحیح ہو یہ اس کے صحیح و غلط ہونے کی علامت ہے۔ ہر فاسق و فاجر کا دِل مراد نہیں جو گناہ کا عادی ہو۔

٥٩٢ :وَعَنْ اَبِیْ سِرْوَعَةَ "بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِهَا" عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِاَبِیْ اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ :اِنِّیْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِیْ قَدْ تَزَوَّجَ بِهَا ' فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ :مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِیْ وَلَا اَخْبَرْتِنِیْ فَرَكِبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ؟" فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔ "اِهَابٌ" بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ۔ "وَعَزِيْزٌ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَبِزَایٍ مُكَرَّرَةٍ۔

٥٩٢: حضرت ابوسروعہ عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تو ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے عقبہ اور اس لڑکی کو جس سے اس نے شادی کی ہے دودھ پلایا ہے۔ تو عقبہ نے اس کو کہا مجھے معلوم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا اور نہ تو نے مجھے قبل ازیں اس کی خبر دی۔ پس وہ سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے اور اس کے بارے میں دریافت کیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ نکاح کیسے رہ سکتا ہے جبکہ اس کے بارے میں کہا جا چکا۔ پس عقبہ نے اس سے جدائی اختیار کی اور اس لڑکی نے کسی اور مرد سے شادی کر لی۔ (بخاری)

اِهَابٌ ۔عزیز

ابواہاب بن عزیز۔ بخاری نے کتاب اشہادات میں تحریر کیا کہ انہوں نے ام یحییٰ بنت ابی اہاب سے شادی کی۔ یہ اس کی کنیت ہے۔ اس کا نام غنیّہ ہے (المؤتلف لدارقطنی) سیوطی نے کہا اس کی کنیت ام غنی ہے (التوشیح) حافظ زین الدین عراقی کہتے ہیں کہ شرح الفیہ میں ایک روایت عقبہ بن عامر کے نام سے وارد ہے جس میں زینب بن ابی اھاب سے ان کے نکاح کا تذکرہ ہے (مبہمات ابن زین) حافظ مزی نے اطراف میں اس کی نسبت بزاز کی طرف کی ہے۔ اسی میں زینب بن ابی اھاب سے نکاح کا ذکر ہے۔ فتح الباری میں حافظ نے کتاب الشہادات کے شروع میں لکھا ہے کہ میں نے باب العلم میں لکھا کہ ان کا نام غنیّہ ہے۔ پھر نسائی میں ان کا نام زینب پایا۔ شاید غنیّہ ان کا لقب ہو۔ اور پھر زینب سے بدلا گیا ہو جیسا اور کئی نام آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے تبدیل فرمائے۔ لونڈی کا نام بھی معلوم نہیں اور ابو اھاب کا نام مجھے کہیں نہیں ملا گویا کنیت ہی ان کا نام ہے۔ یہ عزیز کے بیٹے ہیں جن کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ عزیز بن قیس بن سوید بن ربیعہ بن زید بن عبداللہ بن دارم تمیمی۔ یہ خلیفہ کا قول ہے جس کو اسد الغابہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بنو نوفل کے حلیف تھے۔ **فاتته امرأة** بخاری کی روایت میں **امرأة سوداء** ہے (بخاری کتاب البیوع الشہادت) میں امۃ سواء (کالی لونڈی) مذکور ہے۔ **فقالت انی قدار ضعت عقبة والتی قد تزوج بها** حافظ لکھتے ہیں کہ دارقطنی نے اس طرح روایت کی **فدخلت علینا امرأة سوداء فسالت فابطانا علیها فقالت تصدقوا علی فو الله لقد ارضعت لکما جمیعًا** کہ سیاہ عورت نے قسم اٹھا کر دونوں کو دودھ پلانے کا دعویٰ کیا۔ اس روایت میں **ولا اخبرتنی** معنی کے لحاظ سے نفی ہے اس لئے ماضی لائے اور اعلم مضارع ہے کیونکہ علم کی نفی حال میں موجود ہے۔ **فرکب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم بالمدینة**۔ وہ مکہ سے سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔

النحو: **بالمدینة**۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حال ہے رکب سے متعلق نہیں۔ **فسالہ** اس مسئلے کا جواب دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیف وقد قیل کیف یہ ظرف ہے محذوف کی خبر ہے یعنی **کیف اجتماعکما** بعد اس کے بعد تمہارا اجتماع کیسے ممکن ہے۔ **قد قیل** یہ مقدر سے حال ہے۔ یعنی تمہارا اجتماع اس کے قول کی صورت میں کیسے ہو سکتا ہے تم رضاعی بہن بھائی ہو۔ یہ مروت کے خلاف ہے۔ **ففارقها عقبة**۔ ظاہری صورت میں اس سے جدائی اختیار کر لی یا احتیاطاً یا بطور ورع کے اس کو طلاق دے دی۔ اس میں رضاعت کا حکم ثابت نہیں اور نکاح ہونا فاسد نہیں۔ اس لئے کہ ایک عورت کا قول شہادت نہیں جس سے اس پر حکم لگ جائے۔ امام احمد نے اس کے ظاہر کو اختیار کیا کہ مرضعہ کی شہادت سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ مسئلہ کے لئے فتح الباری ملاحظہ کریں۔

ونکحت زوجا غیرہ اس حدیث میں شبہ کو چھوڑنے اور احتیاط کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تخریج: بخاری فی العلم والبیوع والشهادات النکاح' ابو داوٗد' ترمذی' نسائی' طبرانی کبیر ۱۷/۹۷٤' ابن حبان ٤٢١٦' دارقطنی ٤/١٧٧' حمیدی ٥٧٩' بیهقی ٧/٤٦٣۔

الفرائد: ① دایہ کی شہادت دودھ کے سلسلہ میں مقبول ہے۔ ② مشتبہ معاملات سے بچنا چاہئے۔

۵۹۳: وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: "دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَالَا يُرِيْبُكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، مَعْنَاهُ: اُتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِيْهِ وَخُذْ مَا لَا تَشُكُّ فِيْهِ۔

۵۹۳: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد ہے: "دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَالَا يُرِيْبُكَ" تم اس چیز کو چھوڑ دو جو شک میں ڈال دے اور اس کو اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے۔ (ترمذی) اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشکوک کو چھوڑ دو اور اس کو اختیار کرو جو غیر

مشکوک ہو۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہما ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ریحانۃ الدنیا فرمایا۔ ان کے حالات باب الصدق میں گزرے ملاحظہ کر لئے جائیں۔

دع یہ امر کا صیغہ ندب وارشاد کے لئے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبہات سے بچتے ہوئے مکارم اخلاق کو اپناؤ۔ یہ امر واجب کو ثابت نہیں کرتا کہ جس کا چھوڑنے والا گناہ کا حقدار ہو۔ البتہ چھوڑنے والا نافرمان ہو جائے گا۔ **ما یریبك الی ما لا یریبك** یریب یہ راب یریب سے ہے۔ جبکہ تم اس سے ایسی چیز دیکھو جو تمہیں ناپسند ہو اور شک میں مبتلا کرنے والی ہو۔ قبیلہ ہذیل اسے اراب پڑھتے ہیں باب الصدق میں اس حدیث میں اضافہ بھی موجود ہے۔ معنی روایت کا یہ ہے کہ جس معاملے حلت وحرمت کے دلائل میں تعارض آجائے تو ایسی چیز کو اختیار کرلے جس کے حلال ہونے کے متعلق نص موجود ہو یا اس کے حلال ہونے کے متعلق مجتہد کا قول پایا جائے اور اس کو اس پر قیاس کریں گے جس کے حلال ہونے پر نص موجود ہو اور اس کو رد کے لئے معارض نص نہ ہو (کذا قال النووی)

تخریج : ترمذی، احمد ۱/۱۷۲۳، عبدالرزاق ٤٩٨٤، طبرانی کبیر ۲۷۱۱، ابو یعلیٰ ٦٧٦٢، ابن حبان ۷۲۲، نسائی ۵۷۲۷، طیالسی ۱۱۷۸، حاکم ۲/۲۱٦۹، دارمی ۲۵۳۲۔

الفرائد : ① معاملے کی بنیاد مکلف کو تحقیق ویقین پر رکھنی چاہئے۔ ② شبہات بسا اوقات انسان کو حرام میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

❁ ❁ ❁

٥٩٤ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ لِاَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ غُلَامٌ يُّخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يَّاْكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ فَجَآءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْبَكْرٍ ، فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ : تَدْرِيْ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ : وَمَا هُوَ؟ فَقَالَ : كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِلْاِنْسَانِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا اُحْسِنُ الْكَهَانَةَ اِلَّا اَنِّيْ خَدَعْتُهٗ فَلَقِيَنِيْ فَاَعْطَانِيْ لِذٰلِكَ هٰذَا الَّذِيْ اَكَلْتَ مِنْهُ ، فَاَدْخَلَ اَبُوْبَكْرٍ يَدَهٗ فَقَآءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهٖ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"الْخَرَاجُ" شَيْءٌ يَّجْعَلُهُ السَّيِّدُ عَلٰى عَبْدِهٖ يُؤَدِّيْهِ كُلَّ يَوْمٍ وَّبَاقِيْ كَسْبِهٖ يَكُوْنُ لِلْعَبْدِ۔

۵۹۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو کمائی کر کے لاتا اور آپ اس کی کمائی سے کھاتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا۔ آپ نے اس میں کچھ کھایا۔ غلام نے کہا کیا آپ کو معلوم ہے یہ کیا ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے جاہلیت کے زمانہ میں ایک نجومیوں والی پیشین گوئی کی تھی اور میں کہانت کو اچھی طرح نہ جانتا تھا صرف میں نے اسے دھوکہ دیا پس آج وہ مجھے ملا اور اس نے مجھے یہ دیا یہ وہی ہے جس سے آپ نے کھایا ہے۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ منہ میں داخل کر کے پیٹ میں جو کچھ تھا قے کر دیا۔ (بخاری)

اَلْخَرَاجُ: وہ رقم جو آقا اپنے غلام ماذون پر یومیہ مقرر کرتا ہے اور باقی غلام کا ہوتا ہے۔

کان لابی بکر الصدیق رضی الله عنه غلام ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ مجھے اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک ایسا واقعہ نعمان بن عمرو۔ عبدالرزاق نے وہ واقعہ مرسل سند سے لکھا ہے۔ نعمان سمیت ایک چشمے کے پاس اترے۔ نعمان کہنے لگے ایسے ہوگا' ایسے ہوگا' وہ لوگ اس کے پاس کھانا لاتے وہ اپنے دوستوں کی طرف بھیج دیتا۔ یہ بات ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں نعمان کی کہانت کی کمائی آج کھا رہا ہوں۔ پھر اپنا ہاتھ اپنے حلق میں داخل کر کے قے کر دی۔ فتح الباری۔ امام احمد نے کتاب الورع میں ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ میں آج تک کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا جس نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کھانے کی قے کی ہو۔ ان کے پاس کھانا لایا گیا انہوں نے کھالیا۔ پھر ان سے کسی نے کہہ دیا یہ ابن نعمان لایا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے ابن نعمان کی کہانت کی کمائی کھلا دی؟ پھر قے کر دی۔ یہ روایت مرسل ہے اگر رواۃ ثقہ ہیں۔ مسند ابن ابی شیبہ میں اس کے علاوہ روایت مذکور ہے۔ یخرج له الجراج۔ خراج سے جو آمدنی کماتا وہ دیتا تھا۔ یہاں خراج سے مراد وہ مال ہے جو غلام پر کمانے کے لئے مقرر کر دیا جاتا ہے کہ وہ اتنی رقم کما کر یومیہ یا ماہانہ لایا کرے۔ وکان ابو بکر یاکل من خراجه آپ اس کی آمدنی سے تفتیش کے بعد کھالیا کرتے تھے جیسا اسماعیلی کی روایت میں ہے۔ فاتاه فی لیلة بکسبه فاکله آپ نے دریافت کے بغیر کھالیا پھر اس سے پوچھا۔ قدری یہ اصل میں اتدری ہے کیا آپ کو معلوم ہے ما هذا جو آپ نے کھایا ہے۔ یعنی اس کو میں کہاں سے لایا ہوں۔ فقال ابو بکر وما هو۔ ما هو سے وصول کرنے کا موقعہ دریافت کیا۔ لانسان اس کا نام معلوم نہیں ہوا (فتح الباری) فی الجاهلیة اسلام سے پہلے زمانے کا نام ہے۔ کثرت جہالت کی وجہ سے ان کا یہ نام پڑ گیا۔ وما احسن الکهانة الا انی خدعته گویا غلام نے کہانت کے ساتھ دھوکے کی دوسری برائی جمع کر لی۔ خدع اس چیز کی طمع دلانا جو اس کے اختیار میں نہیں۔ امام راغب نے کہا غبی جس بات کے درپے ہیں اس کو اس کی بات سے ایسے طریقے سے ہٹانا کہ ہٹانے والا ظاہر کچھ اور کرے اور اس کے باطن میں اور چیز چھپی ہو۔ (مفردات) فلقینی فاعطانی اس نے آج اسلام کی حالت میں مجھے یہ مال دیا۔ لذلك یعنی میری کہانت کے معاوضے میں دی ہے۔ هذا الذی اکلت منه یوں محسوس ہوا گویا اس نے ان کو دھکا دے دیا ہے کیونکہ ان کو اس وقت اس کی بات کا مطلب معلوم ہوا۔

النحو: فادخل ابو بکر یده فقاء کل شئی فی بطنه فی بطنہ یہ شئی کی صفت ہے۔ ابن التین کا قول: جاہلیت کی تمام باتیں من گھڑتے ہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے بچنے کے لئے قے کر دی۔ اگر زمانہ اسلام میں کسی چٹی کا مال ہو یا اس کی قیمت ہو تو پھر قے بھی کھانے والے کے لئے کافی نہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں میرے ہاں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قے کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کو پختہ طور پر یہ بات معلوم تھی کہ کاہن کی مٹھائی ممنوع ہے اور حلوان کاہن سے مراد وہ چیز ہے جو کہانت کے عوض میں وصول کرتا ہے۔ کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو بلا دلیل شرعی غیبی اطلاعات کا مدعی ہو۔ اسلام کی آمد سے پہلے جزیرۂ عرب میں یہ چیز شائع و ذائع تھی۔ خراج کی تعریف میں یوم کی قید غالب کے لحاظ سے ہے۔ اس مرد کی قید بھی ورنہ عورت اگر اپنے غلام پر سالانہ کمائی مقرر کر دے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ بقیہ کمائی غلام خود استعمال کرتا ہے۔ البتہ وہ اس کا مالک نہیں ہوتا اور وہ چیز آقا کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی۔ استعمال کی اجازت دے دینے کی وجہ سے وہ اپنے استعمال میں لا سکتا ہے اور جمع کر سکتا ہے۔

تخریج : اخرجه البخاری (۳۸۴۲)

الفرائد : ① مشتبہ چیز کو کھانے سے بچنا چاہیے۔② جاہلیت کے ٹونے ٹوٹکے درست نہیں ہے۔③ شک والے قول و فعل سے بچنا چاہیے۔

❁ ❁ ❁

۵۹۵ : وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَرْبَعَةَ الْاٰفٍ وَّفَرَضَ لِاَبْنِهِ ثَلَاثَةَ الْاٰفٍ وَّخَمْسَ مِائَةٍ ' فَقِيْلَ لَهُ : هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْتَهُ؟ فَقَالَ : اِنَّمَا هَاجَرَ بِهِ اَبُوْهُ يَقُوْلُ : لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهِ ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۹۵ : حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین اوّلین کا وظیفہ چار ہزار درہم مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے کے لئے تین ہزار پانچ سو مقرر فرمایا۔ ان کو کہا گیا کہ وہ مہاجرین میں سے ہے تو آپ ان کا حصہ کیوں کم کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اس کے باپ نے اس کو ہجرت کروائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان کی طرح نہیں جنہوں نے بذات خود ہجرت کی۔ (بخاری)

نافع یہ جلیل القدر تابعی ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام ہیں۔ فرض مقرر کیا۔ للمهاجرين الاولين عطیات کے صیغہ سے ان میں سے ہر ایک کے لئے چار ہزار درہم مقرر کئے۔ فرض لابنه اور اپنے بیٹے عبداللہ کے لئے تین ہزار پانچ سو مقرر فرمائے حالانکہ وہ مہاجرین سے تھے اور یہ بطور احتیاط ایسا کیا قیل له هو من المهاجرين مناسب یہ ہے کہ ان کو بھی ہر مہاجر کے برابر ملے۔ فلم نقصته: آپ نے پانچ سو کیوں کر دیئے۔

النّحو : نقص کا لفظ ایک مفعول لہ اور دو مفعول کے ساتھ آتا ہے۔ یہاں ایک مذکور اور دوسرا محذوف ہے مثلاً نقصت المال ديناراً۔ هاجرا به ابواه وہ حقیقت میں ہجرت کرنے والا نہیں اس کے والدین ہجرت کرنے والے تھے۔ وہ بھی ان کی معیت میں ہجرت کرنے والا تھا۔ ابواہ کا لفظ ماں ٗ باپ پر تغلیباً بول دیا جیسے سورج و چاند کو قمران کہتے ہیں۔ ليس هو كمن هاجر بنفسه گویا وہ اپنے والدین کے سایے میں تھا وہ ان لوگوں کی طرح نہیں جنہوں نے بذاتِ خود ہجرت کر کے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ داودی کی روایت میں آیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرے ماں باپ نے ہجرت کی ہے اس وقت ان کی عمر گیارہ سال تھی۔ جنہوں نے اس سے زیادہ بتلائی وہ درست نہیں کیونکہ صحیح روایات میں وارد ہے کہ احد کے دن جب ان کو پیش کیا گیا تو ان کی عمر چودہ سال تھی اور احد کا معرکہ شوال ۳ھ میں پیش آیا۔

تخریج : اخرجه البخاری (۳۹۱۲)

الفرائد : ① مہاجرین اوّلین کی عظیم فضیلت معلوم ہوتی ہے۔② عدلِ فاروقی اور اپنے اہل و عیال کو حلال چیز کھلانے کا اہتمام ظاہر ہو رہا ہے۔

❁ ❁ ❁

۵۹۶ : وَعَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَالَا بَاْسَ بِهٖ حَذَرًا مِّمَّا بِهٖ بَاْسٌ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۵۹۶:حضرت عطیہ بن عروہ سعدی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ پرہیزگاروں کے مرتبہ کو تبھی پہنچ سکتا ہے۔ جبکہ وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جن میں کوئی حرج نہ ہو۔ اس خطرے سے کہ وہ ان میں مبتلا ہو جن میں حرج ہو۔ (ترمذی)

یہ روایت حسن ہے۔

عطیہ بن عروۃ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے اطراف میں لکھا ہے کہ ان کو ابوعمرو بن عوف بھی کہا جاتا ہے اور بعض نے ابوسعد کہا ہے۔ سعدی ابن اثیرؒ کہتے ہیں یہ سعد بن بکر اور مزی کہتے ہیں کہ یہ سعد بنی خثیم بن سعد بن بکر بن ہوازن سے ہیں (اسد الغابہ) یہ صحابی ہیں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین احادیث روایت کی ہیں۔ لا یبلغ نہیں پہنچ سکتا۔ من المتقین یعنی کمال تقویٰ والے۔ مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے۔ حتی یدع یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے وہ چیز چھوڑ دے۔ ما لاباس بہ ظاہری فتوے کے لحاظ سے اس میں حرج نہ ہو یا مطلقاً اس کے استعمال میں قباحت نہ ہو۔

النحو: حذرًا ① یہ مفعول مطلق ہے اپنے فعل سمیت محل حال میں ہے ای حال کونہ یحذر حذرًا ② مفعول لہ ہے۔ لما بہ باس اس سے بچنے کی خاطر جس میں حرج و تنگی ہو۔ یہ اسی طرح ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فمن اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ و عرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام (ترمذی)

تخریج: اخرجه الترمذي (۲۴۵۹) و ابن ماجه (۴۲۱۵)

الفرائد: مشتبہ چیز سے اس لئے بچا جائے تا کہ قابل مواخذہ چیز کو اختیار نہ کیا جائے۔

"تم الجزء الثاني : بحمد الله وعونه ويليه الجزء الثالث"